جائزۂ مخطوطاتِ اُردو

The Descriptive Catalogue of Urdu Manuscripts in the Libraries of Pakistan

(Vol. I)

By

MUSHFIQ KHWAJA

Publisher

Central Urdu Board
P. O. Box No. 3177, Gulberg, Lahore.

سلسلہ مطبوعات نمبر ۱۰۴

جائزۂ مخطوطاتِ اُردو

جلد اوّل

مشفق خواجہ

مرکزی اُردو بورڈ، پوسٹ بکس 3177 گلبرگ، لاہور

سلسلۂ مطبوعات نمبر ۱۶۳

طبع اول : فروری ۱۹۷۹ء

قیمت : -/۱۰۰ روپے

ناشر

اشفاق احمد
ڈائرکٹر مرکزی اردو بورڈ ،
لاہور

طابع

محمد زرین خاں ، زرین آرٹ پریس
۶۱ - ریلوے روڈ ، لاہور

اپنے ابا جان

خواجہ عبدالوحید صاحب مدظلہ

کی خدمت میں

جن کی دعائیں اگر شاملِ حال نہ ہوتیں تو اس کتاب
کی تکمیل میرے لیے ممکن نہ تھی ۔ میرے اس کام میں
اگر کوئی خوبی ہے تو یہ انہیں کا فیضان ہے ۔

• • •

فہرست

مذہبیات

عقائد و کلام :

ردود :

فقہ :

سلوک و آداب :

ہندومت :

تاریخیات

تاریخ ممالک و بلاد :

سیرت النبی ؐ :

تذکرۂ بزرگانِ دین :

تذکرۂ ائمّہ :

تذکرۂ علما :

تذکرۂ ملوک :

روزنامچہ :

متفرقات :

ادبیات

دواوین و کلیات :

مثنویات :

قصص و حکایات :

تذکرۂ شعرا :

۱۷۸- عمدۂ منتخبہ [۱]	اعظم الدولہ میر محمد خاں سرور	۱۰۳۵
۱۷۹- عمدۂ منتخبہ [۲]	اعظم الدولہ میر محمد خاں سرور	۱۰۶۷
۱۸۰- گلشن ہند [۱]	مرزا علی لطف ...	۱۰۷۶
۱۸۱- گلشن ہند [۲]	مرزا علی لطف ...	۱۰۸۳
۱۸۲- گلشن ہند [۳]	مرزا علی لطف ...	۱۰۸۶
۱۸۳- گلشن ہند [۴]	مرزا علی لطف ...	۱۰۹۰
۱۸۴- خوش معرکۂ زیبا [۱]	سعادت خاں ناصر ...	۱۰۹۲
۱۸۵- خوش معرکۂ زیبا [۲]	سعادت خاں ناصر ...	۱۰۹۹

شعری انتخابات اور بیاضیں :

۱۸۶- سرو چراغاں	طالب علی خاں عیشی ...	۱۱۰۳
۱۸۷- چمنستان شعرا	سید صدر الدین حسینی ...	۱۱۱۴
۱۸۸- بیاض شاہ عبدالجلیل	شاہ عبدالجلیل ...	۱۱۱۷

قواعد و شروح :

۱۸۹- قواعد زبان اُردو (رسالۂ گلکرسٹ) ڈاکٹر جان گلکرسٹ/میر بہادر علی حسینی	...	۱۱۷۱
۱۹۰- رسالۂ قواعد فارسی	...	۱۱۷۷
۱۹۱- تکریم ظہوری	کریم الدین ...	۱۱۸۰

معقولات

ریاضی ، ہندسہ ، ہیئت :

۱۹۲- منتخب البصر	رائے رتن لعل ...	۱۱۹۱
۱۹۳- شمس الہیئت	شاہ علی ...	۱۱۹۶
۱۹۴- فوائد الصبیان	...	۱۲۰۱

موسیقی :

۱۹۵- ترانۂ عشق	میر مومن علی	...	۱۲۰۷
۱۹۶- انتخابِ موسیقی	میر مومن علی	...	۱۲۱۱

طبیہ :

۱۹۷- کحل البصر	حکیم محمود صمدانی	...	۱۲۱۹
۱۹۸- فنِ طب	حکیم محمود صمدانی	...	۱۲۲۲
۱۹۹- مفید الاجسام	سید فضل علی شاہجہان آبادی		۱۲۲۵

جنسیات :

۲۰۰- بہارِ عیش	...	۱۲۳۳

کتابیات ... ۱۲۳۵

• • •

دیباچہ

اس کتاب کا بنیادی موضوع وہ اُردو[1] مخطوطات ہیں جو پاکستان کے مختلف سرکاری، غیر سرکاری اور ذاتی کتب خانوں میں بکھرے ہوئے ہیں۔ میں نے مخطوطات کے بارے میں ضروری معلومات فراہم کرنے کے ساتھ ہر مخطوطے کے دیگر نسخوں، مطبوعہ نسخوں، مصنّف کے حالات اور مآخذ پر خاص توجہ دی ہے۔ اس طرح یہ کام مخطوطات کی وضاحتی فہرست مرتّب کرنے تک محدود نہیں رہا، بلکہ ایک سوانحی و کتابیاتی جائزے کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ دوسرے لفظوں میں آپ اسے ایک ایسی کتابِ حوالہ کہہ سکتے ہیں جس میں کتابوں اور اُن کے مصنّفین کے بارے میں ہر طرح کی معلومات جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ لیکن یہ کام روایتی فہرست سازی سے کوئی تعلق نہیں رکھتا، میں نے متعدد کتابوں اور ان کے مصنّفوں کے بارے میں تحقیقی مسائل بھی چھیڑے ہیں اور کسی نتیجے تک پہنچنے کی کوشش کی ہے۔

ہر مخطوطے کے بارے میں جو کچھ لکھا گیا ہے، وہ چند عنوانات کے تحت ہے تاکہ متعلقہ مسائل پر جداگانہ بحث سے مخطوطات کی خصوصیات پوری طرح واضح ہو سکیں۔ ہر توضیحی حاشیے کی ابتدا میں یہ بتایا گیا ہے کہ مخطوطہ کس کتب خانے میں ہے اور اس کا کتب خانہ نمبر کیا ہے۔ اگر مخطوطہ کسی کی ذاتی ملکیت ہے تو "کتب خانہ" کے آگے مالک کا نام پتا لکھ دیا گیا ہے۔ اس کے بعد سائز، تعداد اوراق، تعداد سطور فی صفحہ، سالِ تصنیف (یا زمانۂ تصنیف) اور کاتب کے بارے

1۔ شعرائے اُردو کے تذکرے جو فارسی زبان میں ہیں انھیں بھی، شعرا کے اُردو انتخابِ کلام کی وجہ سے، اُردو مخطوطات تصوّر کیا گیا ہے۔

میں تفصیلات درج کی گئی ہیں ۔ دیگر مباحث مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت ہیں :

تاریخِ کتابت (یا زمانۂ کتابت) : اس عنوان کے تحت وہ تاریخیں درج کی گئی ہیں جو مخطوطات کے ترقیموں میں ملتی ہیں ۔ ایسی تاریخوں کو لازماً اختتامِ کتابت کی تاریخیں سمجھنا چاہیے ۔ بعض مخطوطوں پر تاریخیں درج نہیں ہیں ، ایسے مخطوطوں کا زمانۂ کتابت قیاسی طور پر متعین کیا گیا ہے ۔ تمام ہجری تاریخوں کی مطابقت عیسوی تاریخوں سے کی گئی ہے ۔ عیسوی تاریخیں قلّابین میں اضافہ کی گئی ہیں ۔ اس سلسلے میں ہر جگہ ''تقویم تاریخی" از مولانا عبدالقدوس ہاشمی (کراچی ، ۱۹۶۵ء) سے استفادہ کیا گیا ہے ۔ بعض مخطوطوں میں ہجری و عیسوی دونوں تاریخیں ملتی ہیں ۔ ایسے مخطوطوں کے ضمن میں عیسوی تاریخیں قلّابین کے بغیر درج کی گئی ہیں ۔

خط : اس کے تحت بتایا گیا ہے کہ خط نستعلیق ہے ، نسخ ہے یا شکستہ ۔ یہ صراحت بھی کی گئی ہے کہ خط عمدہ قسم کا ہے ، اوسط درجے کا ہے یا معمولی ۔ اس ضمن میں "عمدہ'' ، ''اوسط" اور ''معمولی" کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں ۔

مہر : اگر مخطوطے پر کوئی مہر ہے تو اُس کی عبارت درج کی گئی ہے ۔

کیفیت : اس عنوان کے تحت مخطوطے کی ظاہری حالت بیان کی گئی ہے ۔

آغاز :

اختتام : ان عنوانات کے تحت نثر کی چند سطریں یا چار پانچ شعر درج کیے گئے ہیں ۔ ایک ہی کتاب کے ایک سے زائد نسخوں میں آغاز و اختتام کی یکساں عبارتوں کی تکرار نہیں کی گئی ۔ ''مطابق مخطوطہ نمبر . . ." کے الفاظ لکھ دیے گئے ہیں ۔ اگر کہیں اختلافِ عبارت ہے تو

اُس کی نشان دہی کر دی گئی ہے۔ مخطوطات کی عبارتوں کا املا اصل کے مطابق ہے۔ رموزِ اوقاف کا اہتمام میں نے کیا ہے تاکہ پرانی عبارتوں کو سمجھنے میں دقت نہ ہو۔ اگر کہیں کوئی لفظ کاتب سے چھوٹ گیا ہے تو اُسے قلابین میں درج کر دیا ہے۔ مشکوک یا غلط الفاظ کے سامنے ''کذا'' لکھ دیا ہے یا پھر حاشیے میں صحیح لفظ درج کر دیا ہے۔

ترقیمہ : کاتب کی اختتامی تحریر لفظ بلفظ درج کی گئی ہے۔

مندرجات : اس عنوان کے تحت مخطوطے کا موضوع بتایا گیا ہے اور مندرجات کی تفصیل دی گئی ہے۔ اگر نسخہ مصوّر ہے تو تمام تصاویر کی فہرست دی گئی ہے۔ ہر تصویر کا سائز اور موضوع بتایا گیا ہے۔

خصوصیات : مخطوطہ اگر اہم ہے تو اُس کی اہمیت کے اسباب بتائے گئے ہیں۔ اور اگر کسی وجہ سے غیر اہم ہے تو اُس کی صراحت کی گئی ہے۔ متعلقہ تحقیقی مباحث بھی اسی عنوان کے تحت ہیں۔

دیگر نسخے : ہر مخطوطے کے جس قدر نسخوں کا بھی علم ہو سکا ہے، اُن سب کا اندراج کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں کتب خانوں کی فہرستوں اور رسالوں میں شائع شدہ مضامین سے نیز خط و کتابت کے ذریعے معلومات حاصل کی گئی ہیں۔ بعض مخطوطات کے بارے میں ضروری معلومات نہیں مل سکیں، ایسے مخطوطات کا صرف حوالہ دے دیا گیا ہے۔ یہ کمی آیندہ جلدوں میں پوری کی جائے گی۔ واضح رہے کہ اس عنوان کے تحت اُن نسخوں کا ذکر نہیں کیا گیا جو پاکستان میں موجود ہیں کیونکہ ایسے تمام مخطوطات پر مستقل حواشی لکھے جائیں گے۔ ''دیگر نسخے'' کے تحت صرف انھیں نسخوں کا ذکر کیا گیا ہے جو پاکستان میں نہیں ہیں، یا جن پر اس جلد میں توضیحی حواشی موجود ہیں۔ اس ضمن میں جہاں ایسے نسخوں کا حوالہ دیا گیا ہے جو اب ناپید

ہیں ، وہیں ایسے کتب خانوں کا بھی حوالہ ملے گا جو اب موجود نہیں ہیں ۔ مثلاً شاہان اودھ کے کتب خانے ، کتب خانہ گارسیں دتاسی اور کتب خانہ فیلسوف جنگ وغیرہ ۔

مطبوعہ نسخے : ہر مخطوطے کے مطبوعہ نسخوں کی تفصیل دی گئی ہے ۔ جو مطبوعہ نسخے میری نظر سے گزرے ہیں ، اُن میں سے نایاب نسخوں کے بارے میں یہ بھی بتا دیا ہے کہ وہ کس کتب خانے میں ہیں ۔ جن کمیاب مطبوعہ کتابوں کے ساتھ کسی کتب خانے کا حوالہ نہیں ہے ، وہ میرے ذاتی کتب خانے میں ہیں ۔ زمانۂ حال کی مطبوعہ کتابوں کے ساتھ کتب خانوں کے حوالے نہیں دیے گئے اور اس کی ضرورت بھی نہیں ہے ۔ اس سلسلے میں مختلف کتب خانوں کی فہرستوں اور دیگر مآخذ سے بھی استفادہ کیا گیا ہے ۔

مصنّف : مصنّفین کے حالات مختصر لکھے ہیں لیکن تمام ضروری باتوں کا ذکر کر دیا ہے ۔ بعض مصنفین کے حالات میں دوسروں کی تحقیق سے فائدہ اُٹھایا گیا ہے ۔ ایسے تمام مقامات پر مآخذ کا حوالہ دے دیا ہے ۔

مآخذ : مصنفین یا تصانیف کے بارے میں اب تک جو کچھ لکھا گیا ہے ، اس عنوان کے تحت ، اُس کی نشان دہی کی گئی ہے ۔ لیکن یہ ممکن ہے نہ ضروری کہ ہر طرح کی تحریروں کا حوالہ دیا جائے ۔ مثلاً اگر غالب یا میر جیسے مصنّفین کے بارے میں لکھی گئی تمام تحریروں کا حوالہ دیا جائے تو کتاب کی ضخامت میں بے جا اضافہ ہوگا ۔ لہٰذا یہ طریقِ کار اختیار کیا گیا ہے کہ تذکروں کی حد تک ہر مصنّف کا مکمل اشاریہ مرتّب کیا گیا ہے ۔ بعض مصنفین پر جو مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں ، اُن کو بھی اس فہرست میں شامل کیا گیا ہے ۔ اہم ادبی تاریخوں کے حوالے بھی دیے گئے ہیں ۔ رسالوں میں شائع شدہ خاص خاص مضامین کی بھی نشان دہی کی

گئی ہے ۔ اختصار کے پیش نظر یہ اہتمام کیا گیا ہے کہ
جن کتابوں کا حوالہ توضیحی حواشی میں آ گیا ہے ، اُن کو
ماخذ کی فہرست میں شامل نہیں کیا گیا ۔ یہ بات اس مثال
سے واضح ہو سکتی ہے ۔ کلیاتِ سودا (مخطوطہ نمبر ۸۴)
کے توضیحی حاشیے کے آخر میں ۳۶ ماخذ کی نشان دہی
کی گئی ہے ۔ تقریباً اتنی ہی کتابوں کے حوالے اس حاشیے
میں مختلف مقامات پر آئے ہیں ، لیکن انھیں "ماخذ" کے
عنوان کے تحت درج نہیں کیا گیا ۔

تمام حوالے اس ترتیب سے دیے گئے ہیں کہ پہلے
تذکرے ہیں ، پھر ادبی تاریخیں ، اس کے بعد متفرق کتابیں
اور آخر میں رسالوں کے مضامین ۔ یہ حوالے ان کتابوں
کی تاریخِ تصنیف کے اعتبار سے سلسلہ وار درج کیے گئے
ہیں ۔ لیکن ہر جگہ اس اصول کی پابندی نہیں ہو سکی ۔
کیونکہ بعض کتابیں ہر وقت نہ مل سکیں ، اس لیے ان کے
حوالے صحیح مقام پر درج نہ کیے جا سکے ۔ ماخذ کے ساتھ
صفحات کے حوالے دیتے ہوئے بھی اختصار سے کام لیا
گیا ہے ۔ صرف اُس صفحے کا نمبر درج کیا گیا ہے جہاں
سے متعلقہ موضوع شروع ہوتا ہے ۔

مذکورہ بالا عنوانات میں سے بعض کے تحت جو کچھ لکھا گیا ہے ،
اُس میں اضافہ کیا جا سکتا ہے ۔ مثلاً "دیگر نسخے" کے تحت بعض نسخوں
کے حوالے اس لیے نہیں دیے جا سکے کہ اُن سے متعلق ماخذ میری دسترس
میں نہیں تھے ۔ یا بعض کتب حوالہ اُس وقت دستیاب ہوئیں جب مسودہ
طباعت کے لیے بھیجا جا چکا تھا ۔ اس قسم کی کمی آئندہ جلدوں میں
پوری کی جائے گی ۔ بعض مخطوطات کے کسی دوسرے نسخے یا مطبوعہ
نسخے کا بھی علم نہیں ہو سکا ۔ ایسے مخطوطات کے ضمن میں میں نے
"دیگر نسخے" اور "مطبوعہ نسخے" کے عنوانات کے تحت کچھ نہیں لکھا ۔
صرف اُسی مخطوطے کو منحصر بفرد یا غیر مطبوعہ بتایا ہے جس کے بارے
میں میں نے اچھی طرح اطمینان کر لیا ہے کہ اُس کا کوئی دوسرا نسخہ
موجود نہیں ہے یا وہ کبھی شائع نہیں ہوا ۔

۔۔۔ اس جلد میں دو سو مخطوطات پر حواشی لکھے گئے ہیں اور انھیں

مخطوطات کے ۸۷۷ دیگر نسخوں کے بارے میں تفصیلات فراہم کی گئی ہیں ۔ گویا اس جلد میں ایک ہزار سے کچھ کم مخطوطات کا تذکرہ ہے ۔ مخطوطات کی تقسیم موضوع وار ہے ۔ ہر موضوع کی ذیلی ترتیب مصنّف وار ہے ۔

آخر میں کتابیات کے تحت اُنہیں کتابوں کے نام درج کیے گئے ہیں ، جن کے حوالے اس جلد میں بار بار آئے ہیں ۔ جن کتابوں کا حوالہ ایک یا دو مرتبہ آیا ہے ، اُن کو اس فہرست میں شامل نہیں کیا گیا ۔ بعض کتابوں کے طویل ناموں کی بجائے اختصارات استعمال کیے گئے ہیں ۔ اختصارات کی فہرست کتاب کے شروع میں دیکھی جا سکتی ہے ۔

ہر مخطوطے کے نام سے قبل جو عدد درج ہے ، وہ مخطوطات کے مجموعی سلسلۂ شمار کو ظاہر کرتا ہے ۔ بعض مخطوطات کے ناموں کے بعد قلابین میں جو عدد ہیں ، اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی ایک تصنیف کے کتنے نسخے زیرِ نظر جائزے میں شامل ہیں ۔

یہ کام بہت بڑا ہے ۔ اس کے لیے پاکستان کے تمام کتب خانوں سے استفادہ کرنا ہوگا ۔ اُن تمام افراد سے رابطہ قائم کرنا ہوگا جن کے پاس اُردو مخطوطات یا مخطوطات سے متعلق معلومات ہیں ۔ اس کام کی اشاعت کے دو طریقے تھے : اوّلاً یہ کہ تمام کام مکمل کر لیا جائے اور پھر اُسے موضوع وار چھاپا جائے ۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ جس قدر کام مکمل ہوتا جائے اُسے شائع کیا جاتا رہے ۔ جناب اشفاق احمد ، ڈائریکٹر مرکزی اُردو بورڈ کی رائے ہے کہ ایک مدت تک انتظار کرنے سے بہتر ہے کہ جس قدر کام مکمل ہوتا جائے اُسے مناسب وقفوں سے جلد وار شائع کر دیا جائے ۔ اور پھر آخری جلد میں تمام جلدوں کا مجموعی اشاریہ اور مخطوطات کی کتب خانہ وار فہرستیں شامل کر دی جائیں تاکہ یہ بھی معلوم ہو سکے کہ کس کتب خانے میں کتنے مخطوطات ہیں ۔

جناب اشفاق احمد کی تجویز پر عمل کرتے ہوئے ''جائزۂ مخطوطاتِ اُردو'' کی پہلی جلد پیشِ خدمت ہے ۔ اس میں جن مخطوطات پر توضیحی حواشی ہیں ، اُن میں سے بیشتر قومی عجائب گھر ، کراچی اور انجمن ترقی اُردو ، کراچی کی ملکیت ہیں ۔ چند مخطوطات ذاتی کتب خانوں کے بھی ہیں ۔

یہاں یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ میں نے یہ کام کسی ادارے کے منصوبے کے طور پر انجام نہیں دیا ۔ یہ محض میری ذاتی دلچسپی کا

نتیجہ ہے ۔ مرکزی اردو بورڈ نے اس کام کی اشاعت کا ذمہ لے کر میری جو حوصلہ افزائی کی ہے ، اُس کے لیے میں بورڈ اور اُس کے ڈائریکٹر جناب اشفاق احمد کا ممنون ہوں ۔

مشفق خواجہ

کراچی
اکتوبر ۱۹۷۵ء

پس نوشت

اس جلد کا مسودہ تین برس قبل مکمل ہوا تھا ۔ گزشتہ تین برسوں میں مجھے بہت سا ایسا مواد ملا ہے جس سے استفادہ کر کے کتاب میں مفید اضافے کیے جا سکتے تھے ۔ لیکن اب جبکہ کتاب پریس میں ہے ، مسودے میں کسی تبدیلی یا اضافے کی گنجایش نہیں ہے ۔ اس جلد کے مخطوطات سے متعلق مزید معلومات دوسری جلد کے آخر میں ایک ضمیمے کی صورت میں پیش کی جائیں گی ۔

قومی عجائب گھر ،کراچی کے شعبۂ مخطوطات کے انچارج مرزا نظام بیگ صاحب کا بے حد ممنون ہوں کہ انھوں نے میرے اس کام میں ذاتی دلچسپی لی اور عجائب گھر کے مخطوطات سے استفادہ کرنے کے لیے ہر ممکن سہولت فراہم کی ۔

مشفق خواجہ

کراچی
جولائی ۱۹۷۸ء

اختصارات

جن کتابوں کا حوالہ بار بار دیا گیا ہے ، اُن میں سے بیشتر کے نام جزوی طور پر استعمال کیے گئے ہیں ۔ ذیل میں اختصارات کی فہرست درج کی جاتی ہے ۔ ان کے آگے جو نمبر درج ہیں ، وہ "کتابیات" کے نمبر شمار ہیں ۔ کتابوں کے مکمل نام ان نمبروں کے مطابق "کتابیات" میں دیکھے جا سکتے ہیں :

آزردہ : ۳
آصفیہ : ۱۳۹
ابن طوفان : ٦
ادارۂ ادبیات : ۳۸
ارباب : ۲۱
ارباب نثر : ۵۹
اُردو شعرا کے تذکرے : ۹۳
اُردو مثنوی ، سروری : ۵۳
اُردو مثنوی ، عقیل : ۸۵
اُردو مثنوی ، گیان چند : ۱۰۹
اُردو مثنویاں : ۱۲۹
ارمغان : ۳۵
الاصلاح : ۳۲
انتخاب : ۷٦
انڈیا آفس ، ہندوستانی : ۱۵۳
انیس : ۱۷
اہل اسلام ، مدراس : ۱۳۸
اہل حدیث : ۸
اہل دہلی : ۵۸
ایشیاٹک لندن : ۱۵۷
بانکی پور ، اُردو : ۵۰
بزم : ۸٦
برٹش میوزیم ، ہندوستانی : ۱۵۳
برٹش میوزیم ، ہندوستانی مطبوعات : ۱۵۵
برٹش میوزیم ، ہندوستانی مطبوعات ، ضمیمہ : ۱۵٦
بنگال : ۲۸
بوڈلین : ۱۵۸
بوہار : ۱٦۱
بہار : ۳۱
بھوپال : ۳٦
بے جگر : ۲۳

● ● ●

مذہبیات

تجوید و قرأت

۱

مفید القاری [۱]

قادر خاں بن احمد خاں

کتب خانہ	: انجمن ترقی اُردو ، کراچی ۔
نمبر	: قا ۴/۱
سائز	: ۱۸½ × ۱۱½ س م
اوراق	: ۱۵
سطور	: ۱۱
سال تصنیف	: ۱۲۵۰ھ [۳۵ - ۱۸۳۴ء] کے قریب (سالار جنگ ، ص ۳۷)
کاتب	: سیّد عباس
تاریخ کتابت	: عشرۂ ذیحجہ ، ۱۲۷۷ھ [۱۰ جون ، ۱۸۶۱ء]
خط	: نستعلیق عمدہ ، عربی عبارات نسخ میں ۔
کیفیت	: کاغذ باریک ، مٹیالا ، ذیلی عنوانات سرخ روشنائی سے ۔ متن سے قبل دو ورق الگ سے لگائے گئے ہیں جن پر کسی دوسرے کاتب کے قلم سے بعض عربی دعائیں درج ہیں ۔ ان اوراق کا اصل رسالے سے کوئی تعلق نہیں ۔
آغاز	: ''الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد و علیٰ آلہ و اصحابہ و من تبعهم اجمعین ۔ اما بعد ۔ یہ عاجز گناہگار قادر خاں فرزند احمد خاں سرخ کا ، رہنے والا شہر محمد پور عرف ارکاٹ کا ،

شاگرد قاری شیخ یوسف مکی رحمۃ اللہ علیہ کا ، اس رسالہ تجوید قرآن شریف کے تئیں اوپر قرأت حفص رحمۃ اللہ علیہ کے رسالوں سے عربی اور فارسی کے جمع کر کے واسطے طالبان اس علم کے جو باتاں کہ ضرور ہیں سو سب ہندی زبان میں واسطے سمجھنے خاص و عام کے لکھ کر مفید القاری نام رکھا'' ۔

اختتام : ''بیچ تسہیل کے نزدیک حفص رحمۃ اللہ علیہ کے دو جگہ ہے ۔ تسہیل اسے کہتے ہیں کہ درمیان الف اور ہمزہ کے پڑھنا اور دوسرے ہمزہ پر تسہیل ہے ۔ مثال ءَ ءَ عجمی ءَ ءَ الذاکرین ۔ اور کیفیت تسہیل کی ادا کرنے پر موقوف ہے'' ۔

ترقیمہ : ''تمام ہوا رسالہ مفید القاری کا غرۂ ذیحجہ ، ۱۲۷۷ ہجری روز یک شنبہ موضع کشنگری میں ۔ فقط'' ۔

مندرجات : یہ رسالہ تجوید کے بارے میں ہے ۔

خصوصیات : مخطوطے میں کاتب کا نام کہیں درج نہیں ہے ۔ لیکن خط وہی ہے جو ''شرح زینت القاری'' (مخطوطہ نمبر ۳) کا ہے ۔ یہ مخطوطہ پہلے ''شرح زینت القاری'' کے ساتھ مجلد تھا ، ماضی قریب میں دونوں مخطوطوں کو الگ الگ مجلد کرایا گیا ہے ۔

دیگر نسخے : ۱۔ نسخۂ کتب خانۂ سالار جنگ ، حیدرآباد دکن :

فہرست نمبر ۵ ۔ لائبریری نمبر ۱۵٦ ۔ سائز ۸ × ٦" ۔ صفحات ۱۵ ۔ سطور ۱۳ ۔ خط نستعلیق ۔ ناقص الآخر ۔ (سالار جنگ ، ص ۳۷)

کتب خانۂ آصفیہ ، حیدرآباد دکن میں اس کے دو نسخے ہیں :

۲۔ فہرست نمبر ۹ ۔ لائبریری نمبر ''الشاہ شاملات ۷'' ۔ سائز ۹ × ۷" ۔ صفحات ۱۳ ۔ سطور ۱۵ ۔ خط نستعلیق ۔ (آصفیہ ، دوم ، صص ۲۳ ۔ ۲۴)

۳۔ فہرست نمبر ۱۰۔ لائبریری نمبر ''کتاب ۳۳۹۲ جدید''۔ سائز $\frac{1}{2}$۷ × $\frac{1}{2}$۴"۔ صفحات ۲۳۔ سطور ۱۳۔ خط نستعلیق۔ (آصفیہ، دوم، ص ۲۴)

۴۔ رک : مخطوطہ نمبر ۲۔

مصنف : مصنف کے حالات صرف اسی قدر ملتے ہیں جو اوپر ''آغاز'' کی عبارت میں آ چکے ہیں۔

ماخذ : مخطوطاتِ انجمن، دوم، ۱۹-۱۷۔

● ● ●

۲

مفید القاری [۲]

قادر خاں بن احمد خاں

کتب خانہ	: انجمن ترقی اُردو ، کراچی ۔
نمبر	: قا ۵/۱
سائز	: ۱۸¾ + ۱۱¼ س م
اوراق	: ۱۲
سطور	: ۹
سالِ تصنیف	: مطابق مخطوطہ نمبر ۱
سالِ کتابت	: ۱۲۷۱ھ [۵۵ - ۱۸۵۴ء]
خط	: نستعلیق ، عمدہ ۔
کیفیت	: کاغذ باریک ، مٹیالا ۔ یہ رسالہ ایک فارسی رسالے ، ''علامات وقف'' (ف م/۱ - ۵) کے ساتھ مجلد تھا ۔ اس مجموعے کے ورق ۱۲ ، الف پر زیرِ نظر رسالہ ختم ہوتا تھا ، اور ۱۲ ب سے دوسرا رسالہ شروع ہوتا تھا ۔ ان دونوں رسالوں کو الگ الگ مجلد کرایا گیا تو زیرِ نظر رسالے کا ورق ۱۲ ، الف ''علامات وقف'' کے ساتھ مجلد ہوگیا ۔ انجمن ترقی اُردو کے کتب خانۂ خاص کے مہتمم سیّد سرفراز علی رضوی نے ورق ۱۲ ، الف کی عبارت الگ کاغذ پر لکھ کر زیرِ نظر مخطوطے کے آخر میں شامل کر دی اور یہ نوٹ لکھ دیا ۔ ''صفحہ ہذا کی نقل مطابق

اصل صفحہ کتاب 'علاماتِ وقف' میں ملاحظہ ہو" ۔ اوپر
جو سالِ کتابت درج ہوا ہے ، وہ "علاماتِ وقف" کے
آخر میں ہے ۔

آغاز : مطابق مخطوطہ نمبر ۱ ۔

اختتام : مطابق مخطوطہ نمبر ۱ ۔

دیگر للصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱ ۔

● ● ●

۳

شرح زینت القاری

کرامت علی جونپوری

کتب خانہ	:	انجمن ترقی اُردو ، کراچی ۔
نمبر	:	قا ۱/۲
سائز	:	۱۶ × ۱۱ ½ س م
اوراق	:	۳۰
سطور	:	۱۱
زمانۂ تصنیف	:	تیرھویں صدی ہجری کا ربع دوم (قیاساً)
کاتب	:	سیّد عباس
تاریخِ کتابت	:	۲۰ ذیحجہ ، ۱۲۷۷ھ [م : ۲۹ جون ، ۱۸۶۱ء]
خط	:	نستعلیق ، عمدہ
کیفیت	:	کاغذ باریک ، مٹیالا ۔ کاتب نے صفحات پر نمبر شمار درج کیے ہیں ۔ ورق ۱ ، الف اور ورق ۳۰ ب سادہ ہیں ۔ انھیں شمار نہیں کیا گیا ۔ اس طرح ص ۱ سے ۵۸ تک نمبر درج کیے گئے ہیں ۔ (آیندہ سطور میں انھیں صفحات نمبر کے حوالے دیے گئے ہیں) ۔
آغاز	:	”سب تعریف اللہ کو جو صاحب سارے جہان کا اور آخر بھلا ہے پرہیزگاروں کا اور درود اور سلام اللہ اُتارے اپنے رسول ؐ پر جن کا نام مبارک محمد ہے اور ان کی ساری آل اور اصحاب پر اور بعد اس کے یہ ایک رسالہ ہے کہ علاقہ رکھتا ہے تجوید کے قاعدوں“ سے ۔

اختتام : "حرف حلقیہ یعنی جو زبان کے کنارے سے نکلتا ہے اور اس کو ضرسیہ بھی کہتے ہیں : ض ۔ اور حرف شفویہ یعنی جو ہونٹھ سے نکلتا ہے : ب م ف و ۔ صلی اللہ علٰی خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین" ۔

ترقیمہ : "شرح زینت القاری بتاریخ بستم ماہ ذیحجہ ۱۲۷۷ھ خط کج و مج سے عاصی سیّد عباس عفی اللہ عنہ کے تمام ہوئی" ۔

مندرجات : یہ رسالہ علمِ تجوید سے متعلق ہے جو سترہ فصلوں میں ہے ۔

خصوصیات : یہ رسالہ عربی سے ترجمہ کیا گیا ہے ، آخری تین فصلیں مولوی کرامت علی جونپوری نے اضافہ کی ہیں ۔ عربی رسالے کا ترجمہ ص ۴۲ پر ختم ہو جاتا ہے ۔ اس کے بعد "خاتمہ" کا عنوان قائم کر کے مؤلف نے لکھا ہے :

"علمِ تجوید میں ایک رسالہ مختصر اور بڑا معتبر جو تمام عرب میں مشہور ہے عربی زبان میں[1] تھا ، اس کا ترجمہ ہندی زبان میں خاکسار علی جونپوری مشہور بہ کرامت علی نے کیا اور جا بجا اس کی شرح بھی دوسری کتابوں سے کر دیا (کذا) اور جو بعضے مضمون سمجھ میں نہ آتے تھے تو اس کو اپنے استاد ، قاریوں کے پیشوا حضرت سیّد ابراہیم ابن محمد مدنی سے تحقیق کر کے ترجمہ کیا اور اس رسالے کا نام مصنف نے نہ لکھا تھا ، تب اس کو استاد موصوف سے پوچھا ،

۱۔ انجمن ترقی اُردو کے مخطوطات کی فہرست (دوم) میں زیرِ نظر مخطوطے کی تفصیل پیش کرتے ہوئے یہ لکھا گیا ہے :

"زینت القاری اصل میں فارسی کی کتاب ہے جس کے مصنف کا نام نصرت بن عمر عرف سکندر ہے ۔" (ص ۱۵ - ۱۴)

شاید مذکورہ سطور فہرست نگار کی نظر سے نہیں گزریں ، نیز فہرست نگار نے یہ بھی نہیں بتایا کہ یہ رسالہ مولوی کرامت علی جونپوری کی تالیف ہے ۔

فرمایا زینت القاری ۔ بعد اس کے سنا چاہیے کہ
مصنّف رحمۃ اللہ نے چونکہ بیان مخارج حروف
اور صفات حروف کا اور حروف کے ادا کی رعایت
کا نہ فرمایا ، اس واسطے اس خاکسار نے تین
فصل معتبر کتابوں سے مثل جزری اور قواعد القرآن
وغیرہ کے ان تینوں کا بیان کر دیا کہ لوگ اس
کے لیے دوسری کتاب کے محتاج نہ ہوں ۔ اسی میں
اس کو بھی پاویں'' ۔ (ص ۲۵ - ۲۳)

دیگر نسخے : ۱۔ نسخۂ صولت پبلک لائبریری ، رام پور :
فہرست نمبر ۶۰۵ ۔ اوراق ۱۸ ۔ (صولت ، صفحہ سوم ، ضمیمہ)

۲۔ نسخۂ کتب خانۂ آصفیہ ، حیدر آباد دکن :
فہرست نمبر ۵۸۸ ۔ لائبریری نمبر ''کتاب ۳۵۳۰ جدید'' ۔ سائز ۸ × ۶" ۔ صفحات ۳۳ ۔ خط طبعی
نستعلیق ۔ ترقیمہ : ''تمام ہوئی شرح زینت القاری
کی بتاریخ بست و سیوم شہر جمادی الثانی ، ۱۲۶۶ھ
روز شنبہ ۔ اتمام یافت این رسالہ در سلک حافظ
محی الدین مرحوم عفی اللہ عنہ'' ۔ اس مخطوطے پر
مصنّف کا نام نہیں ہے ، اس لیے فہرست نگار نے بھی
نہیں لکھا ۔ (آصفیہ ، دوم ، ص ۱۶۱)

مطبوعہ نسخے : فروری ، ۱۸۸۱ء/ربیع الاوّل ، ۱۲۹۸ھ میں مطبع
نول کشور لکھنؤ سے ''مجموعۂ زینت القاری'' کے نام سے
چار رسالوں کا ایک مجموعہ شائع ہوا تھا ، اس میں
(ص ۳۶ سے ص ۶۲ تک) ''شرح زینت القاری'' شامل
ہے ۔ بقیہ تین رسالے ''مقصود القاری'' ، ''عمدۃ القرآن''
اور ''البیان الجزیل الترتیل'' ہیں ۔ یہ مجموعہ کتب خانۂ
خاص ، انجمن ترقی اُردو ، کراچی میں ہے ۔ ۱۸۹۱ء
میں لکھنؤ سے ''مجموعہ بست رسائل'' شائع ہوا تھا ۔ اس

میں بھی زیر نظر رسالہ (صص ۲۰ - ۲۳) شامل ہے ۔
(برٹش میوزیم ، ہندوستانی مطبوعات ، ص ۲۰۲)

مصنف : مولانا کرامت علی جونپوری بن شیخ امام بخش ۱۸ محرم ، ۱۲۱۵ھ (۱۱ جون ، ۱۸۰۰ء) کو جونپور میں پیدا ہوئے ۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے اور پھر معقولات و منقولات کی اعلیٰ تعلیم مختلف علما سے حاصل کی ۔ اٹھارہ برس کی عمر میں رائے بریلی گئے اور حضرت سید احمد شہید سے بیعت کی ۔ مولانا کی زندگی کا بڑا حصہ آسام اور بنگال میں گزرا ۔ وہیں انھوں نے ۳ ربیع الآخر ، ۱۲۹۰ھ (یکم مئی ۱۸۷۳ء) کو انتقال کیا اور رنگ پور میں دفن ہوئے ۔ مولانا نے متعدد کتابیں لکھیں ۔ صاحب تذکرہ علمائے ہند نے ان کی ۴۶ تصانیف کے نام درج کیے ہیں ۔ ان میں سے بیشتر کتابیں عقائد کی اصلاح سے متعلق ہیں ۔ مولانا نے بنگال و آسام کے علاقوں میں اسلام کی ترویج و اشاعت کے ساتھ ضمنی طور پر اُردو کی ترویج و اشاعت کے سلسلے میں بھی قابل قدر خدمات انجام دیں ۔ آپ قاری ہفت قرأت تھے ۔ خطاطی سے بھی شغف تھا ۔ خط نستعلیق ، نسخ اور طغریٰ میں کمال حاصل تھا ۔

مآخذ : (۱) علمائے ہند ، ۱۷۱ - اُردو ترجمہ ، ۳۹۵ - (۲) جماعت مجاہدین ، مولانا غلام رسول مہر ، لاہور ، ۱۹۵۵ء ، ص ۲۹۳ - (۳) تاریخ شیراز ہند جونپور ، سید اقبال احمد ، جونپور ، ۱۹۶۳ء ، ص ۹۷۷ - (۴) گارسیں دتاسی ، دوم ، ۱۶۲ - (۵) جامع مسجد بمبئی ، ۱۰ ، ۲۰ - (۶) جامعۂ عثمانیہ ، ۲۱ -

• • •

تفسیر

۴

تفسیر تنزیل

سید بابا قادری

کتب خانہ	: انجمن ترقی اردو ، کراچی ۔
نمبر	: قا ۱۱/۱
سائز	: ½ ۳۱ × ¾ ۲۱ س م
اوراق	: ۷۳۲
سطور	: ۱۹
زمانۂ تصنیف	: آغاز : ذیقعدہ ۱۲۴۰ھ [م : جون ، جولائی ۱۸۲۵ء] اختتام : ۱۲۴۷ھ [م : ۳۲ - ۱۸۳۱ء]
کاتب	: محمد مسافر اور محمد واجد علی
تاریخ کتابت	: ۲۵ ذیقعدہ ، ۱۲۴۷ھ [م : ۲۶ اپریل ، ۱۸۳۲ء]
خط	: نسخ ، معمولی (عربی آیات کا نسخ ، عمدہ) ۔۱
کیفیت	: کاغذ دبیز ، مٹیالا ۔ ضخامت کی وجہ سے اسے دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے ۔ دونوں حصے مجلد ہیں ۔ پہلے حصے میں ۳۶۴ اوراق ہیں اور دوسرے حصے میں ۳۶۸ ۔ تمام اوراق پر صفحات نمبر پنسل سے درج کیے

۱۔ خط خاصا جلی ہے ۔ یہ مخطوطہ دونوں کاتبوں نے اس طرح مکمل کیا ہے کہ پہلے چند اجزا ایک کاتب کے قلم سے ہیں اور پھر چند اجزا دوسرے کے قلم سے ۔ خط ہر چند اجزا کے بعد بدل جاتا ہے ۔

گئے ہیں جو ص ۱ سے ص ۱۳۶۲[1] تک ہیں ۔ ورق ۱ ، الف اور ۳۲ے ب پر صفحہ نمبر درج نہیں کیا گیا ۔ قرآنی آیات و الفاظ پر سرخ روشنائی سے خط کھینچا گیا ہے نیز تمام اسمائے معرفہ اور ایسے الفاظ جو کسی نہ کسی بناء پر خاص اہمیت رکھتے ہیں یا جن کی طرف قاری کو توجہ دلانا مقصود ہے ، ان سب پر سرخ روشنائی سے خط کھینچے گئے ہیں ۔ متن ورق ۱ ، ب سے شروع ہوتا ہے اور ورق ۳۲ے ، الف پر ختم ہوتا ہے ۔

آغاز : "قال الم أقل لک ۔ کہے خضر علیہ السلام آیا نئیں کہا تھا میں تمھارے تئیں اے موسٰی ۔ اِنّک لن تستطیع ۔ تحقیق تم ہرگز نہ طاقت رکھو گے ۔ معی صبرا ۔ ساتھ میرے صبر کنیں یعنی میرے افعال پر تم صبر نئیں کریں گے ۔ قال ۔ کہے موسٰی علیہ السلام ۔ ان سالتک ۔ اگر سوال کروں میں تمھارے تئیں اے خضر ۔ عن شیء ۔ کسی چیز سے ۔ بعد ہا بعد اوس سوال کے تو ۔ فلا تصٰحبنی ۔ پس مت صحبت میں رکھو میرے تئیں" ۔

اختتام : "خدائے تعالٰی نے جیسا کہ اس سورے کے تئیں پانچ ناس پر تمام کیا ۔ اسی طرح اس تفسیر تنزیل کو بھی پانچ شخصوں پر تمام کیا ۔ اول یہ تفسیر (کذا) یعنی مصنف سید بابا قاری ، دویم حاجی میاں محمد علی ، سیوم محمد عبدالغفور خاں ، یہ دونو شخص اس امر میں نہایت کوشش رکھتے تھے ، چہارم محمد مسافر جوان صالح اور لائق ، خوش مزاج اور خوش نویس اور پنجم محمد واجد علی کہ یہ دو شخص تصنیف کے لکھنے والے تھے کہ خدائے تعالٰی ان دو شخصوں کے لکھنے سے تفسیر تمام کروایا ۔ خدائے تعالٰی قرآن شریف کے تئیں حرف بے سے شروع کیا اور ختم قرآن کا حرف سین پر ہوا ۔ ان دونو حرفوں

---

۱ ۔ مخطوطات انجمن ، دوم ، ص ۳۰ پر یہ تعداد ۱۳۳۲ لکھی ہے جو درست نہیں ۔

کے تئیں مرکب کرو تو لفظ 'بس' کا حاصل ہوتا ہے ،
یعنی ان دونو حرفوں کے بیچ میں جو تمام قرآن ہے بس
کرتا ہے تیرے لئیں :

اوّل و آخر قرآں ز چہ با آمد و سین
یعنی اندر رہ دیں رہبر تو قرآن بس

تصنیف بھی تفسیر کی پانچ سال میں تمام ہوئی کس واسطے
کہ سن چالیس میں شروع ہوئی آخر سن سینتالیس میں
تمام ہوئی ، دو سال کامل ناغہ ہوئے'' -

ترقیمہ : ''تمام شد تفسیر تنزیل بتاریخ بیست و پنجم شہر ذیقعدہ
درسن یک ہزار یک[۱] صد و چہل و ہفت ہجرالنبوی'' -

مندرجات : یہ قرآن شریف کے آخری پندرہ پاروں کا ترجمہ اور
تفسیر ہے -

خصوصیات : اس تفسیر کا نام ''تفسیر تنزیل'' تاریخی ہے جس سے
سال اختتام ۱۲۴۷ھ برآمد ہوتا ہے - اس نسخے کے
ترقیمے میں سال کتابت ۱۱۴۷ھ درج ہے - یہ سہو
کتابت ہے - اس تفسیر کی جلد اوّل (جس میں ابتدائی
پندرہ پاروں کی تفسیر ہے) ادارۂ ادبیات اُردو ، حیدر آباد
دکن میں ہے - ڈاکٹر زور نے تذکرۂ مخطوطات (سوم)
میں اس کے سبب تالیف (جو فارسی میں ہے) کا خلاصہ
بیان کرتے ہوئے بتایا ہے کہ اس تفسیر کا آغاز ذیقعدہ
۱۲۴۰ھ میں ہوا تھا (ص ۵۸) - زیر نظر مخطوطے کے
ترقیمے میں سہو کتابت کی وجہ سے مولوی عبدالحق
کو غلط فہمی ہوئی اور انھوں نے اس تفسیر کی زبان
کو ''بارھویں صدی کے وسط کی زبان کا بہت اچھا نمونہ''
بتایا ہے - (قدیم اُردو ، کراچی ، ۱۹۶۱ء ، ص ۱۲۹)
تفسیر تنزیل کا ایک نام ''فوائد البدیہیہ'' بھی ہے -
کتب خانۂ آصفیہ ، حیدر آباد دکن میں اس کا جو نسخہ
ہے ، اس کے فارسی دیباچے میں یہی نام لکھا ہے - اس

۱- ''یک صد'' سہو کاتب ہے ، دو صد چاہیے - رک : خصوصیات -

دیباچے میں چونکہ سیّد بابا قادری اور ان کی تفسیر کے بارے میں بعض اہم معلومات ملتی ہیں ، اس لیے اس کے خاص خاص حصے یہاں درج کیے جاتے ہیں :

''فقیرالحقیر بلا بضاعت سیّد بابا القادری الحیدر آبادی بن سیّدی و مرشدی و علامۃ العصر الجامع بین العلوم الظاہر و الباطن و صاحب التصانیف فی المعقول و المنقول و التصوف سیّد شاہ محمد یوسف القادری بن سیّد شاہ محمد . . . من اخی العینی حضرت شاہ عبداللہ القادری المتعارف بہ قطبی صاحب . . . روزے چند بتدریس و وعظ اشتغال داشت کہ بعضی از دوستان صمیمی سیّد لعل شاہ و سیّد قلندر بخش متوطن سرہند از اولاد حضرت بندگی اسمٰعیل قدس سرہ خصوصاً مرزا محمد بیگ بن مرزا حاجی بیگ خان و میاں محمد علی باعث کہ شدن (کذا) علمائے پیشین علی قداھیم [علیٰ قدر ہم ؟] تفاسیر عربی و فارسی تالیف فرمودہ اند ۔ إلّا کہ ہم مایان مغلوب التصور از ادراک آن قاصر ، باید کہ تفسیر بعنوان ترجمۂ کلام مجید بزبانِ ہندی در تحریر آید کہ فائدہ وغیرہ از قصص مرتب الاحوال گردد ۔ لہٰذا نظر وفور اشتیاق ایشان نمودہ خواست کہ آنچہ در فہم ناقص آید بزبانِ ہندی ترجمۂ کلام ربانی و بعضے کلام شانِ نزول مفید بہ قلم آرد ۔ . . . پس شروع کردم این کتاب فی شہر ذیقعدہ سنہ ۱۲۴۰ھ[1] ، اربعین و ماتین بعد الف الہجریہ المبارکہ در عہد نواب مستطاب سکندر نژاد فریدون عصر نواب

۱۔ اصل مخطوطے میں سہو کتابت سے ہندسوں میں سنہ ۱۱۴۰ھ لکھا ہے ۔

سکندر جاہ بہادر . . . و نام نہادم تفسیر را
'فوائد البدیعیہ' ۔"[1]

مولوی عبدالحق نے "تفسیر تنزیل" اور
"فوائد البدیعیہ" کو دو الگ الگ کتابیں سمجھا ہے ۔[2]
اس کی وجہ یہ ہے کہ نصف اول انھوں نے ایک جگہ
(کتب خانۂ آصفیہ) دیکھا اور نصف ثانی دوسری جگہ
(کتب خانۂ انجمن ترقی اُردو) چونکہ کتاب کے
آغاز و اختتام میں دو مختلف نام آئے ہیں ، اس لیے
مولوی صاحب مرحوم کو یہ غلط فہمی ہوئی ۔ مولوی
نصیرالدین ہاشمی نے اپنے ایک مقالے میں مثالیں دے کر
ثابت کیا ہے کہ "تفسیر تنزیل" اور "فوائد البدیعیہ"
ایک ہی کتاب کے دو نام ہیں ۔ ("کتب خانہ آصفیہ
میں اُردو قرآن شریف کے ترجمے اور تفسیریں" سہ ماہی
"اُردو" جنوری ، ۱۹۵۳ء ، صص ۳۱ - ۱۶)

یہ تفسیر آسان زبان میں لکھی گئی ہے ۔ قرآنی
آیات کا ترجمہ مسلسل درج نہیں کیا گیا ، بلکہ یہ طریقہ
اختیار کیا گیا ہے کہ پہلے آیت کے ایک یا دو لفظ
لکھے ہیں ، پھر اُردو ترجمہ دیا ہے ۔ اور آخر میں تفسیر
دی ہے ۔ ہر آیت کی شانِ نزول بھی لکھی ہے ، نیز
آیتوں کی توضیح کے لیے جا بجا واقعات بھی بیان کیے
ہیں ۔ مثلاً : "پارہ سبحان الذی اسریٰ بعبدہ کی تفسیر
شروع کرتے ہی معراج کا واقعہ پوری شرح و بسط کے
ساتھ لکھ دیا ہے . . . یہ اُردو نثر میں ایک مستقل
معراج نامہ بن گیا ہے" ۔ (ادارۂ ادبیات ، سوم ، ص ۵۹)

۱۔ "قدیم اُردو" از مولوی عبدالحق ، صص ۵۰ - ۱۰۹ ۔
۲۔ مولوی صاحب نے اپنے مقالے "پرانی اُردو میں قرآن مجید کے ترجمے
اور تفسیریں" (مشمولہ "قدیم اُردو") میں صص ۳۰ - ۱۲۸ پر
"تفسیر تنزیل" کا اور صص ۵۱ - ۱۰۹ پر "فوائد البدیعیہ" کا ذکر
کیا ہے ۔

زیر نظر نسخہ اس اعتبار سے اہم ہے کہ اسے مصنّف نے خود اپنی نگرانی میں کتابت کرایا تھا۔

سبب و مدت تالیف کے لیے اختتام کی عبارت ملاحظہ ہو۔

دیگر نسخے : ادارۂ ادبیات اُردو ، حیدرآباد دکن میں اس تفسیر کے دو نسخے ہیں :

۱- فہرست نمبر ۵۲۹- ''اس مخطوطے میں صرف [ابتدائی] پندرہ پاروں کی تفسیر ہے۔ . . . مخطوطہ صاف خفی خط نستعلیق میں لکھا گیا ہے۔ آیات و الفاظ قرآنی سرخ روشنائی میں بخط نسخ لکھے گئے ہیں۔ کاتب نے اپنا نام نہیں لکھا۔ ترقیمہ : '. . . تفسیر پانزدہ جز بتاریخ سیزدہم شہر صفرالمظفر ۱۲۵۴ھ با تمام رسید' ۔ اس عبارت کے نیچے نواب عنایت جنگ بہادر کی ایک مستطیل مہر ثبت ہے جس پر 'عنایت جنگ ۱۲۴۳ھ' کندہ ہے . . . یہ نسخہ نواب صاحب موصوف ہی کا عطیہ ہے۔ [سائز] ۷½ × ۱۲'' - اوراق ۳۲۸ - سطور ۲۴''۔ (ادارۂ ادبیات ا سوم ، صص ۶۰ - ۵۵)

۲- فہرست نمبر ۸۵۲ - اوراق ۹۹ - سطور ۱۳ - سائز ۹ × ۶'' - صرف ابتدائی دو پاروں کی تفسیر ہے - (ادارۂ ادبیات ، چہارم ، ص ۲۰۶)

۳- نسخہ' کتب خانہ' سالار جنگ ، حیدرآباد دکن :

فہرست نمبر ۹ - لائبریری نمبر ۲۰۱ - سائز ۹ × ۵" - صفحات ۳۸ء - سطور ۱۳ - خط شکستہ - کاغذ دیسی دکھنی - کتابت ۱۲۵۴ھ - ناقص الآخر - یہ صرف سورۂ عم کی تفسیر ہے - ترقیمہ : ''تاریخ ۴ ماہ ربیع الاول ، ۱۲۵۴ ہجری برائے شیخ احمد چوبدار در . . . (کذا) خانہ کتب نوشتہ شد۔'' (سالار جنگ ، صص ۳۱ - ۳۰) - اس نسخے کی ایک

خصوصیت یہ ہے کہ یہ محمد مسافر کے مکتوبہ نسخے (۱۲۳۴ھ) کی نقل ہے۔

کتب خانۂ آصفیہ، حیدرآباد دکن میں اس کے دو نسخے ہیں:

۴ و ۵۔ اس کتب خانے کی فہرست میں پانچ نسخوں کا الگ ایک ذکر کیا گیا ہے (نمبر ۲۹ سے ۳۳ تک) ان میں سے ابتدائی تین مسلسل ہیں۔ یعنی مکمل تفسیر کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ بقیہ دو ''جلدیں'' تفسیر کے ''جز ثانی'' اور ''ثلث آخر'' پر مشتمل ہیں۔ فہرست نگار نے پہلی تین جلدوں کا اندراج ''فوائد البدیہیہ[1]'' کے تحت اور آخری دو جلدوں کا اندراج ''تفسیر تنزیل'' کے تحت کیا ہے۔ ان تمام جلدوں کی تفصیل یہ ہے:

(الف) فہرست نمبر ۲۹۔ تفسیر فوائد البدیہیہ (ثلث اوّل) جلد اوّل۔ لائبریری نمبر تفسیر ۱۲۹۔ سائز ۹×۵"۔ صفحات ۱۱۲۳۔ سطور ۱۵۔ خط نسخ و نستعلیق۔

(ب) فہرست نمبر ۳۰۔ جلد دوم۔ لائبریری نمبر تفسیر ۱۳۰۔ سائز ۹×۵"۔ صفحات ۱۰۱۲۔ سطور ۱۵۔ خط نسخ و نستعلیق۔

(ج) فہرست نمبر ۳۱۔ ثلث سوم۔ لائبریری نمبر تفسیر ۱۳۱۔ سائز ۹×۵"۔ صفحات ۷۳۰۔ خط نسخ و نستعلیق۔ سال کتابت ۱۲۸۱ھ۔ "اس جلد میں ابتدائی ایک یا کئی صفحے نہیں ہیں کیونکہ دوسری جلد میں جو خاتمہ ہوا ہے اس کا سلسلہ نہیں ملتا"۔ ترقیمہ: ''مصنّف تفسیر تنزیل سیّد بابا شاہ قادری

۱۔ فہرست نگار نے ''فوائد بدیہیہ'' لکھا ہے درست نہیں۔

کاتب الحروف فقیر حقیر اضعف العباد اللہ
محمد رجب ولد محمد اللہ ولد محی الدین روز سہ شنبہ
در ماہ رجب المرجب ۱۲۸۱ھ" -

(د) فہرست نمبر ۳۲ - تفسیر التنزیل (کذا)
(جلد چہارم) لائبریری نمبر جدید ۶۶ - سائز
۱۵ X ۱۰" - صفحات ۶۲۴ - سطور ۱۹ -
خط نستعلیق و نسخ - سال کتابت ۱۲۸۱ھ
"یہ جز ثانی کی تفسیر ہے" - (اس جلد کے پہلے
صفحے پر وہ تمام امور درج ہیں ، جن کا ذکر
انجمن ترقی اُردو ، کراچی کے نسخے کے اختتام
میں ہے) -

(ہ) فہرست نمبر ۳۳ - تفسیر التنزیل (کذا)
(جلد پنجم) لائبریری نمبر "جدید ۶۷" -
سائز ۱۵ × ۱۰" - صفحات ۶۱۸ - سطور ۱۹ -
خط نسخ و نستعلیق - "یہ ثلث آخر کی تفسیر
ہے - سورۂ ناس پر ختم ہوتی ہے" - ترقیمہ :
"تمام شد تفسیر تنزیل بتاریخ بست و پنجم
شہر ذیقعدہ سنہ یک ہزار و دو صد و
چہل و ہفت در عہد ناصر الملۃ والدین نواب
ناصر الدولہ بہادر ادام اللہ ملکہ و اقبالہ و
حفظ اللہ الحافظ الحقیقی و عن الآفات
والاعداء" - (آصفیہ ، دوم ، صص ۳۹ - ۳۴) -

۶- نسخۂ جامعہ نظامیہ ، حیدرآباد دکن :

فہرست نمبر ۱ و ۲ - یہ نسخہ دو حصوں میں ہے
جنھیں "جلد اوّل" اور "جلد دوم" بتایا گیا ہے -
(نوائے ادب ، اپریل ، ۱۹۶۴ء ، ص ۳۵)

مطبوعہ نسخے : یہ تفسیر شائع نہیں ہوئی -

مصنّف : ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور لکھتے ہیں :
"سیّد بابا قادری حقیقی چھوٹے بھائی تھے ، سیّد

عبداللہ قادری المعروف بہ قطبی صاحب کے جن کے
نام سے اب تک ایک محلہ قطبی گوڑہ حیدرآباد میں
انگریز ریذیڈنٹ کی کوٹھی سے متصل مشہور و
معروف ہے ۔ قطبی صاحب اور سیّد بابا قادری کے
والد سیّد شاہ محمد یوسف قادری ولد سیّد شاہ
محمد عبداللہ قادری نظام علی خاں آصف جاہ ثانی کے عہد
میں ایک صاحبِ اثر بزرگ تھے ، چنانچہ سمجھا جاتا
ہے کہ مرشد زادۂ عالی جاہ نے جو بغاوت کی تھی
اس میں ان کا بھی ہاتھ تھا ۔ . . . شاہ محمد یوسف
۱۲۳۰ھ کے قریبی زمانے میں فوت ہوئے . . . [وہ]
نہ صرف مرشد اور عالم بلکہ معقول و منقول و
تصوّف کی کتابوں کے مصنّف بھی تھے . . .
قطبی صاحب . . . تفسیر تنزیل کی تصنیف ۱۲۴۰ھ
کے وقت زندہ تھے اور ۱۲۶۰ھ تک . . . وہ فوت
ہو چکے تھے . . . اُنھوں نے ۱۲۴۰ھ کے بعد
ہی کسی قریبی تاریخ میں وفات پائی . . . سیّد
بابا قادری خود بھی ایک بڑے صوفی اور واعظ
تھے ۔ ان کی وعظ و تدریس کی محفلوں میں کثرت
سے لوگ جمع ہوتے تھے''۔ (ادارۂ ادبیات ، سوم ،
صص ۵۸ - ۵۵)

سیّد بابا قادری نے ''شمائل ترمذی'' کا ترجمہ
''سراج النبوۃ'' کے نام سے کیا تھا ۔ یہ ضخیم کتاب چار
جلدوں میں ہے اور چاروں جلدیں کتب خانۂ آصفیہ ،
حیدرآباد دکن میں ہیں ۔ (آصفیہ ، دوم ، صص ۵۳ - ۵۱ -
فہرست نمبر ۶۰ تا ۶۳) سیّد بابا قادری نے اس ترجمے
کا آغاز ۱۲۵۶ھ میں کیا اور اختتام ۱۲۶۶ھ میں ہوا ۔
(مقالہ نصیرالدین ہاشمی ، محولہ بالا ، سہ ماہی اُردو ،
جنوری ، ۱۹۵۴ء ، ص ۲۷)

نصیرالدین ہاشمی نے یہ اطلاع بھی دی ہے کہ
سیّد بابا قادری کو آصف جاہ ثانی کی دختر امیرالنساء

سے توسل تھا اور اسی کی فرمائش پر اُنھوں نے شمائل ترمذی کا ترجمہ کیا تھا ۔ (سالار جنگ ، ص ۰ ۴)

سیّد بابا قادری کی پیدائش و وفات کی تاریخوں کا کہیں ذکر نہیں آیا ۔ بہرحال یہ طے ہے کہ وہ ۱۲۹۶ھ [م : ۵۰-۱۸۴۹ء] (سال اختتام ترجمہ شمائل ترمذی) تک زندہ تھے ۔

مآخذ : تمام حوالے اُوپر درج کیے جا چکے ہیں ۔

● ● ●

۵

موضح قرآن [۱]

شاہ عبدالقادر دہلوی

کتب خانہ	:	قومی عجائب گھر ، کراچی ۔
نمبر	:	۰۶۵۴ ۱۹۵۷
سائز	:	۲۷ ½ × ۱۶ س م
اوراق	:	۳۵۴
سطور	:	۱۷
زمانۂ تالیف	:	''موضح قرآن'' تاریخی نام ہے جس سے سنہ ۱۲۰۵ھ [۱۷۹۰ - ۹۱ء] برآمد ہوتا ہے ۔ یہ اس کا سالِ تکمیل ہے ۔
زمانۂ کتابت	:	تیرھویں صدی کا ربع آخر (قیاساً)
خط	:	آیات قرآنی نسخ میں، اور متن نستعلیق میں ، دونوں خط عمدہ ہیں ۔
کیفیت	:	مخطوطہ کیرم خوردہ ہے ، ابتدائی اوراق پر کیرم خوردگی کا اثر زیادہ ہے ۔ عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں ۔ آیات پر سرخ لکیریں کھینچی گئی ہیں ۔ کاغذ باریک ، چکنا ، مٹیالا ۔ ورق ۱ ، الف کے دائیں حاشیے پر "الجزء الخامس والعشر" لکھا ہے ۔

آغاز : ''سورۃ الاسریٰ مکیہ و ہی مائتہ احد و عشر آیتہ
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی
المسجد الاقصیٰ الذی برکنا حولہ لنریہ من ایٰتنا انّہ
ہو السمیع البصیر ۔ ذات پاک ہے جو لے گیا[1] اپنے بندے
کو رات ہی رات ادب والی مسجد سے پرلی مسجد تک
جس میں ہمیشہ خوبیاں رکھیں ہیں کہ دکھاویں اوس کو
کچھ اپنی قدرت کی نشانیاں یعنی نمونے ۔ وہی ہے سنتا
دیکھتا ۔ فائدہ : حق تعالیٰ اپنے رسولؐ کو معراج کی رات
لے گیا مکتے سے بیت المقدس تلک براق پر اور آگے لے گیا
آسمانوں پر ۔ یہاں اتنا ہی بیان ہے باقی سورۂ نجم میں ہے ۔

اختتام : ''قل اعوذ برب الناس ۔ تو کہہ میں آیا پناہ میں آیا
لوگوں کے رب کی ۔ ملک الناس ۔ لوگوں کے بادشاہ کی ۔
الہ الناس ۔ لوگوں کے پوجے کی ۔ من شرالوسواس الخناس ۔
بدی سے اُس کی جو سنکارے اور چھپ جاوے ۔ ف :
شیطان گناہ پر سنکار دے اور آپ نظر نہ آوے ۔ الذی
یوسوس فی صدور الناس ۔ وہ جو خیال ڈالتا ہے لوگوں
کے دل میں ۔ من الجنۃ والناس ۔ جنوں میں یا آدمیوں
میں ۔ ف : حدیث میں فرمایا ان سورتوں کے برابر کوئی
دعا نہیں پناہ کے واسطے ۔

مندرجات : یہ قرآن شریف کے پندرھویں پارے سے لے کر آخری
پارے تک سولہ پاروں کا ترجمہ اور تفسیر ہے ۔

دیگر نسخے : رضا لائبریری رام پور میں ''موضح قرآن'' کے چھ نسخے ہیں :
۱- فہرست نمبر ۶ ۔ ''. . . نسخہ اوسط درجے کے
کشمیری بادامی کاغذ پر لکھا گیا ہے ۔ متن
قرآن مجید نسخ میں با اعراب اور ترجمہ و فوائد
نستعلیق میں ہیں ۔ . . . حاشیوں میں تصحیح بھی
نظر آتی ہے . . . خاتمۂ کاتب : تمام شد ترجمہ

۱- یہاں سہو کتابت سے ''گیا'' کی جگہ ''لیا'' ہے ۔

شریف بتاریخ چہارم شہر ربیع الثانی ۱۲۳۵ ہجری ، بعون اللہ تعالیٰ صورت تحریر یافت ۔ یہ تاریخ ۲۱ جنوری ۱۸۲۰ء کے مطابق ہے ۔ اوراق ۵۱۶ ، سطور ۱۷ اور ناپ ۲۹ × ۱۷ ½ سینٹی میٹر ہے"۔
(رام پور ، صص ۱۸ - ۱۶)

۲- فہرست نمبر ۷ ۔ "۔ ۔ ۔ اس میں دیباچہ نہیں ہے ۔ ۔ ۔ ۔ اوراق ۸۰۴ ، سطور ۱۹ اور ناپ ۲۸ ½ × ۱۶ سینٹی میٹر ہے" ۔ (رام پور ، ص ۱۸)

۳- فہرست نمبر ۸ ۔ "۔ ۔ ۔ دیباچہ ۔ ۔ ۔ غالباً بعد میں لکھا گیا ہے ۔ ۔ ۔ اوراق ۵۰۵ ، سطور ۱۹ اور ناپ ۲۹ × ۱۵ ¾ سینٹی میٹر ہے" ۔ (رام پور ، ص ۱۹)

۴- "۔ ۔ ۔ ایک نہایت اعلیٰ درجے کے مطلا و منہب قرآن مجید کے بین السطور میں شاہ ولی اللہ صاحب کے فارسی ترجمے کے نیچے لکھا گیا ہے ۔ یہ نسخہ دو جلدوں میں منقسم ہے اور ۱۲۴۰ھ (۲۵-۱۸۲۵ء) میں محمد رحیم اللہ بن ولی اللہ رام پوری نے ملک محمد علی خاں کی فرمائش پر لکھا ہے" ۔
(رام پور ، ص ۱۹)

۵- "۔ ۔ ۔ قرآن مجید کے ایک اور نہایت عمدہ نسخے کے حاشیے پر لکھا گیا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ خاتمہ کاتب : 'حسب الارشاد حضور فیض گنجور نواب مستطاب ثریا جناب نواب احمد علی خان بہادر دام اقبالہم مصحف مجید و فرقان حمید مع تفسیر حسینی و تفسیر ہندی و ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحب مغفور اتمام یافت ۔ خط عربی نوشتہ 'ید عجز بندۂ عظیم اللہ' همیں تاریخ گشت ۔ و خط فارسی 'کاتب الحروف عاصی رحیم اللہ' همیں تاریخ دیگر گردید و سہ تاریخ دیگر نظم نمودہ نوشتہ شدند ۔ ۔ ۔' ۔ ان سب مادوں سے ۱۲۴۳ھ (۲۸-۱۸۲۷ء) نکلتے ہیں" ۔ (رام پور ، صص ۲۱ - ۲۰)

۶۔ فہرست نمبر ۹ ۔ ''. . . عربی متن کی جگہ اُردو ترجمہ اور اس کے ساتھ فوائد ہیں ۔ یہ نسخہ اوّل و آخر سے ناقص ہے ۔ کاغذ بانس کا موٹا ، خط نستعلیق معمولی . . . پوری کتاب میں نیا حوضہ ہے . . . کِرم خوردگی اور پیوند کاری اوّل سے آخر تک پائی جاتی ہے . . . اوراق ۲۰۳ ، سطور ۱۲ - ۲۰ اور ناپ ۲۹×۱۹ سینٹی میٹر ہے'' - (رام پور ، ص ۲۱)

۷۔ انڈیا آفس لائبریری لندن میں ''موضح قرآن'' کے چھ نسخے ہیں :

فہرست نمبر ۵ ۔ اوراق ۱۳۱ ۔ سائز ۱۱ ½ × ۷" ۔ سطور ۱۵ ۔ خط نسخ و نستعلیق ۔ آب رسیدہ ۔ اُنیسویں صدی عیسوی کا مکتوبہ ۔ اس نسخے میں صرف پہلی چار سورتوں کا ترجمہ ہے ۔ ترقیمہ نہیں ہے ۔ (انڈیا آفس ، ہندوستانی ، ص ۳)

۸۔ فہرست نمبر ۶ ۔ اوراق ۲۰۸ ۔ سائز ۱۱ ½ × ۷ ½" ۔ سطور ۱۴ ۔ خط نسخ و نستعلیق ۔ انیسویں صدی عیسوی کا مکتوبہ ۔ اس نسخۂ قرآن میں سورۃ الانعام تک شاہ رفیع الدین کا ترجمہ اور شاہ عبدالقادر کی تفسیر ہے ۔ (انڈیا آفس ، ہندوستانی ، ص ۳)

۹۔ فہرست نمبر ۸ ۔ اوراق ۲۹ ۔ سائز ۱۲×۸" ۔ سطور ۱۸ تا ۲۶ ۔ خط نسخ و نستعلیق ۔ اُنیسویں صدی عیسوی کا مکتوبہ ۔ اس نسخے میں قرآن شریف کے آخری دو پاروں کا عربی متن ہے ۔ پہلے پارے کے ساتھ شاہ رفیع الدین کا اور دوسرے پارے کے ساتھ شاہ عبدالقادر کا ترجمہ ہے ۔ دونوں پاروں کے ساتھ شاہ عبدالقادر کی تفسیر ہے ۔ (انڈیا آفس ، ہندوستانی ، ص ۴)

۱۰- فہرست نمبر ۹ - اوراق ۳۰ - سائز ۸ × ۵" - سطور ۱۴ - انیسویں صدی عیسوی کا مکتوبہ - اس نسخے میں آخری پارے کا متن اور شاہ عبدالقادر کا ترجمہ ہے - (انڈیا آفس ، ہندوستانی ، ص ۴)

۱۱- فہرست نمبر ۱۰ - اوراق ۳۷ - سائز ۸ × ۵ ۱/۴" - سطور ۱۱ - خط نسخ و نستعلیق - انیسویں صدی عیسوی کا مکتوبہ - اس نسخے میں آخری پارے کے متن کے ساتھ شاہ عبدالقادر کا ترجمہ و تفسیر ہے - (انڈیا آفس ، ہندوستانی ، ص ۴)

۱۲- فہرست نمبر ۱۱ - اوراق ۱۴ - سائز ۱۲ ۱/۴ × ۸ ۱/۴" - خط نسخ و نستعلیق - انیسویں صدی عیسوی کا مکتوبہ - قرآن شریف کی دوسری سورت کا مکمل اور تیسری سورت کا جزوی متن مع ترجمہ و تفسیر شاہ عبدالقادر - (انڈیا آفس ، ہندوستانی ، ص ۴)

۱۳- نسخہ کتب خانہ آصفیہ ، حیدرآباد دکن :
فہرست نمبر ۱۹ - لائبریری نمبر "تفسیر ۶۸۷" - سائز ۱۳ × ۶" - صفحات ۵۴۰ - خط نسخ و نستعلیق - ترقیمہ : "نصف تفسیر کلام است در زبان ہندی گفتہ حضرت مولوی صاحب قبلہ شاہ عبدالقادر صاحب برادر حضرت مولوی صاحب قبلہ مولوی عبدالعزیز صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ بہ دستخط بندۂ گنہگار خاک پائے درویشان بلکہ نعل کفش ایشان ، محمد شرف الدین چشتی تحریر یافت بتاریخ نہم شہر جمادی الاوّل ۱۲۲۴ھ در زمان محمد اکبر بادشاہ متع عمرہ سلطنت (کذا) ۱۴ جلوس . . . . " (آصفیہ ، دوم ، صص ۲۹ - ۲۸)

۱۴- نسخہ ادارۂ ادبیاتِ اُردو ، حیدرآباد دکن :
فہرست نمبر ۲۵۷ - اوراق ۹۴ - سطور ۱۷ - سائز ۱۰ × ۶ ۱/۴" - خط معمولی نستعلیق - ناقص الآخر - (ادارۂ ادبیات ، دوم ، ص ۵۰)

۱۵- ڈرک : مخطوطہ نمبر ۹ -

۴ **مطبوعہ نسخے :** "موضح قرآن" کی طباعت بارہا عمل میں آ چکی ہے اور اس کا سلسلہ اب تک جاری ہے - ذیل میں صرف ان ایڈیشنوں کی فہرست دی جاتی ہے جو اُنیسویں صدی عیسوی کے آخر تک طبع ہوئے تھے ، اور برٹش میوزیم میں محفوظ ہیں -

اس فہرست میں تفسیر کی بعض ایسی کتابیں بھی ہیں ، جن میں شاہ عبدالقادر کا ترجمۂ قرآن شامل کیا گیا ہے :

(۱) کلکتہ ، ۱۸۲۹ء - (۲) الٰہ آباد ، ۱۸۴۴ء ، اس ایڈیشن پر ایک عیسائی مصنف کے حواشی ہیں - (۳) لکھنؤ ۱۸۵۷ء - (۴) قرآن مجید مترجم بالتراجم الثلاث ، دہلی ، ۱۸۶۸ء ، اس میں شاہ ولی اللہ دہلوی اور شاہ رفیع الدین کے تراجم بھی شامل ہیں - (۵) لکھنؤ ، ۱۸۷۳ء اس کے شروع میں محمد ظہیرالدین خاں کا دیباچہ شامل ہے - (۶) دہلی ، ۱۸۷۶ء - (۷) لدھیانہ ، ۱۸۷۶ء - یہ ایڈیشن رومن رسم الخط میں ہے - اس کا دیباچہ و تعارف (بزبانِ انگریزی) Rev. T. P. Hughes نے لکھا ہے - اشاریہ جو اُردو میں ہے Rev. E. M. Wherry نے بنایا تھا - (۸) مذکورہ بالا نمبر ۶ ، ۱۸۷۶ء میں دہلی میں دوبارہ طبع ہوا - (۹) آگرہ ، ۱۸۸۱ء - (۱۰) قرآن مجید چہار ترجمہ مع شان نزول سعدی - دہلی ، ۱۸۸۲ء ، اس میں سعدی ، شاہ ولی اللہ اور شاہ رفیع الدین کے تراجم بھی شامل ہیں - (۱۱) ترجمان القرآن بلطائف البیان از ذوالفقار محمد بھوپالی - اس میں شاہ عبدالقادر کا ترجمۂ قرآن شامل ہے - تفسیر کے پہلے سات حصے لاہور میں اور بقیہ حصے آگرے میں طبع ہوئے ، ۱۸۸۵ء - (۱۲) ترجمان القرآن بلطائف البیان از محمد صدیق حسن خاں میں بھی زیرِ بحث ترجمہ شامل ہے - لاہور ، ۱۸۸۹ء -

(۱۳) نمبر ۱۲ کا ایک ایڈیشن ۱۸۸۹ء ہی میں دہلی میں بھی طبع ہوا تھا - (۱۴) آگرہ ۹۳-۱۸۸۹ء - (۱۵) دہلی ، ۹۴-۱۸۸۹ء یہ ایڈیشن گجراتی رسم الخط میں ہے - (۱٦) قرآن مجید و تفسیر تبجیل التنزیل - دہلی ، ۱۸۹۰ء - (۱۷) القرآن المترجم مع تفسیر الحسینی ، آگرہ ، ۱۸۹۰ء - (۱۸) الفرقان المجید مترجم مع تفسیر عباسی أردو - آگرہ ، ۱۸۹۰ء - (۱۹) حمائل شریف مترجم ، الہ آباد ، ۱۸۹۴ء - (۲۰) اعظم التفاسیر ، دہلی ۱۸۹۵ء - (۲۱) ''قرآن مجید مترجم مع ترجمہ أردو ، تفسیر حسینی و نجوم الفرقان'' ، آگرہ ، ۱۸۹۵ء - (۲۲) ''قرآن مجید ذو ترجمتین مع شانِ نزول سعدی شیرازی'' آگرہ ، ۱۸۹٦ء - (۲۳) حمائل شریف مترجم ، آگرہ ، ۱۸۹٦ء - (۲۴) کلام اللہ شریف ، آگرہ ، ۱۸۹٦ء - (۲۵) حمائل شریف مترجم مع تفسیر جلالین أردو ، آگرہ ، ۱۸۹٦ء - (۲٦) فصل الخطاب فی فضل الکتاب قرآن مجید مترجم با محاورہ مع حدیث التفاسیر ، دہلی ، ۹۷-۱۸۹٦ء - (۲۷) قرآن مجید مترجم مع منافع فضائل و خواص ، آگرہ ، ۱۸۹۷ء - (۲۸) حمائل شریف مترجم ، الہ آباد ، ۱۸۹۷ء - (۲۹) البرہان مقدمہ تفسیر مواہب الرحمٰن (تفسیر مواہب الرحمٰن المشتہر بہ جامع البیان) لکھنؤ ، ۱۸۹۷ء - (۳۰) قرآن مجید بترجمہ ثلاثہ مع موضح القرآن[1] باضافہ احسن الفوائد ، دہلی ، ۱۸۹۸ء - (۳۱) قرآن شریف مترجم مع تفسیر منحۃ الجلیل ، آگرہ ، ۱۸۹۹ء -

---

۱ - صحیح ''موضحِ قرآن'' ہے لیکن عام طور پر ''موضح القرآن'' لکھا جاتا ہے -

(۳۲) قرآن مجید مع تفسیر الجلالین مترجم ، آگرہ ، ۱۹۰۰ء - (۳۳) حمائل شریف مترجم ، ڈھلتم ، ۱۹۰۰ء - (۳۴) قرآن شریف مترجم مع تفسیر فیروزی ، سیالکوٹ ، ۱۹۰۰ء - (برٹش میوزیم ، ہندوستانی مطبوعات ، ضمیمہ ، ص ۲۲ - ۲۱۵)

مصنف : شاہ عبدالقادرؒ ، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے بیٹے اور قرآن شریف کے پہلے اُردو مترجم شاہ رفیع الدین کے چھوٹے بھائی تھے - ۱۱۶۷ھ (۵۴ - ۱۷۵۳ء) میں دہلی میں پیدا ہوئے - اور ۱۲۳۰ھ (۱۸۱۵ء) میں انتقال کیا - شاہ عبدالقادر فقہ ، حدیث اور تفسیر کے نامور علما میں سے تھے - ان کے علمی کاموں میں عام طور پر "موضح قرآن" ہی مشہور ہے - لیکن مولانا امتیاز علی عرشی کی تحقیق کے مطابق انہوں نے دو اور کتابیں بھی لکھی تھیں ، جن میں سے ایک کا نام "رسالہ جبر و اختیار" ہے اور دوسری تحفۂ اثنا عشریہ کا عربی ترجمہ ہے - یہ دونوں کتابیں ناپید ہیں - (رام پور ، ص ۱۷)

مآخذ : (۱) تذکرۂ علمائے ہند ، ۱۲۹ - اُردو ترجمہ ، ۳۱۵ - (۲) اہلِ دہلی ، ۵۷ - (۳) وقائع عبدالقادر ، اول ، ۲۴۹ - (۴) سیرالمصنفین ، اول ، ۱۴۳ - (۵) اہلِ حدیث ، اول ، ۶۴ - (۶) داستان تاریخ ، ۶۵ - (۷) سکسینہ ، نثر ، ۱۶ - (۸) قدیم اُردو ، مولوی عبدالحق ، کراچی ، ۱۹۶۱ء ، ۱۳۱ - (۹) تاریخ ادبیات ، ہفتم ، ۴۷۲ - (۱۸) گارسیں دتاسی ، اوّل ، ۷۶ -

• • •

٦

موضح قرآن [۲]

شاہ عبدالقادر دہلوی

کتب خانہ	: محمد ایوب قادری ۔ این ۱۴۳ / اے ، نارتھ ناظم آباد ، کراچی ۳۳
سائز	: ۲۰ ½ × ۱۲ ½ س م
اوراق	: ۶۰
سطور	: ۹
زمانۂ تالیف	: سالِ تکمیل ۱۲۰۵ھ [م : ۹۱ - ۱۷۹۰ء]
زمانۂ کتابت	: تیرھویں صدی ہجری کا ربع آخر (قیاساً)
خط	: عربی متن نسخ (عمدہ) میں ہے اور اُردو ترجمہ و تفسیر نستعلیق شکستہ مائل (اوسط) میں ۔
کیفیت	: مخطوطہ معمولی طور پر کیرم خوردہ ہے ، متن کو نقصان نہیں پہنچا ۔ آخری دو اوراق کی پیوند کاری کی گئی ہے ۔ کاغذ مٹیالا ، نصفِ اوّل میں دبیز اور نصفِ آخر میں باریک ۔ عربی آیات سرخ روشنائی سے ہیں ۔ متن ورق ۱ ، ب سے شروع ہوتا ہے ۔ ورق ۱ الف پر کسی نے بدنما خط میں ایک مرثیے کے تین مصرعے لکھے ہیں جن میں سے پہلا یہ ہے : بالو سے اجازت کو جب آیا علی اکبر جدید جلد سازی میں ہر ورق کے بعد ایک سادہ ورق لگایا گیا ہے ۔

آغاز : "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ شروع اللہ کے نام سے جو بہت مہربان نہایت رحم والا ۔ عم یتسآءلون ۔ کیا پوچھتے ہیں لوگ آپس میں ۔ عن النبأ العظیم الذی ھم فیہ مختلفون ۔ وہ بڑی خبر جس میں وہ کئی طرف ہو رہے ہیں" ۔

اختتام : "صراط الذین انعمت علیھم ۔ راہ اُن کی جن پر تو فضل کیا ۔ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین ۔ نہ جن پر یہ غصہ ہوا اور نہ یہ بھٹکنے والے ۔ یہ سورت اللہ صاحب نے بندوں کی زبان سے فرمائی کہ اس طرح کہا کریں ۔ آمین ۔ ایسی طرح ہو جیو ۔ یہ کلام ہے فرشتوں کا آیت قرآن نہیں مگر سنت ہے اس کا کہنا" ۔

ترقیمہ : صرف "تمت تمام شد" لکھا ہے ۔

مندرجات : یہ قرآن شریف کے آخری پارے (پارۂ عم) کا ترجمہ اور تفسیر ہے ۔ آخر میں سورۂ فاتحہ کا ترجمہ اور تفسیر ہے ۔

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۵ ۔

• • •

۷

تیسر القرآن و تسہیل الفرقان [۱]

وزیر علی عرف محمد سلیم

کتب خانہ	: انجمن ترقی اُردو ، کراچی ۔
نمبر	: قا ۱/۱
سائز	: ۲۶ ۳/۴ × ۱۶ ۱/۲ س م
اوراق	: ۱۱۳
سطور	: ۱۶
زمانۂ تصنیف	: تیرھویں صدی ہجری کا ربع دوم (قیاساً)
کاتب	: امیر علی ۔
تاریخ کتابت	: ۲ محرم ۱۲۷۹ھ [م : ۳۰ جون ۱۸۶۲ء]
خط	: نستعلیق ، مائل بہ نسخ ، اوسط ۔
کیفیت	: کاغذ دبیز ، مٹیالا ، ذیلی عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں ۔ کاتب نے سرخ روشنائی ہی سے صفحات نمبر درج کیے ہیں جو ص ۱ سے ص ۲۲۷ تک ہیں ۔ آخری صفحہ خالی ہے ، اس لیے اُس پر نمبر درج نہیں کیا گیا ۔ متن ص ۲۱۸ پر ختم ہوتا ہے اُس کے بعد ص ۲۲۷ تک غلط نامہ ہے ۔
آغاز	: ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ سبحان اللہ و بحمدہ ، کیا بڑی شان ہے اوس شہنشاہ بے پروا کی کہ کلام صنعتِ خاص کو اپنے بندۂ با اختصاص پر نازل کیا اور شاہدِ معنی قدیمہ کو بیچ لباسِ الفاظ کے جلوہ گر فرمایا ۔

عقلِ کل بیچ ادراک جلال ذات اوس کی کے حیران اور انسان کامل اوس کی ثناء کمالِ صفات میں قائل لا احصیٰ بیان ۔ مثنوی ریختہ :

الٰہی تو شہنشاہِ جہاں ہے
ستایش تیری فخرِ سروراں ہے"

اختتام : "اب خاکسار محمد عبداللہ اسلام آبادی اصرار اور ترغیب سے بعض دوستوں کی ، تصحیح سے عمدۃ المحققین ، قدوۃ المدققین ، علامۂ عصر ، فہامۂ دہر ، مولوی سیّد ابن حسن خاں بہادر ، اور معدن علومِ لطیفہ ، مخزن فنون شریفہ ، مولوی غلام انبیا صاحب کی ، اور خود بھی شریک تصحیح میں رہ کر بہ تحقیق تمام اس کتاب واجب الاحترام کو مطبع اسلامی میں مولوی سیّد محمد صاحب کے ، محلہ مصری گنج میں ، تاریخ تیسری شہر ربیع الثانی ۱۲۶۵ ہجری میں حلیۂ طبع سے مجلّٰی اور مزین کیا تاکہ ہر خاص و عام کو فائدہ تام اور نفع عام حاصل ہو ۔ جو کتاب خالی مہر اور دستخط سے محمد عبداللہ کے ہو وہ مسروق اور چوری کی ہے ۔ جن کو خواہش اس کتاب [کی] ہو ، چاہیے کہ وے شہر کلکتہ محلہ مرزا پور ، مسجد دو منزل سے خرید کریں" ۔

ترقیمہ : "خط بدست فقیر حقیر مسکین امیر علی والد محمد غالب ساکن موضع جلپلی تعلقہ ابراہیم پٹن ، ملازم سرکار نواب افضل الدولہ بہادر متعلقہ سیدی عبداللہ خاں بہادر متعین در حویلیٔ نو صمصام الملک بہادر عقب کبوتر خانۂ بادشاہی ، نوشتہ در حویلیٔ نو مذکور ۔ تحریر یافتہ شد قریب نماز ظہر روز سہ شنبہ بتاریخ دوم ماہ محرم الحرام ۱۲۷۹ ہجری ۔ بفضلہٖ تعالیٰ باتمام رسید ۔ اگر کسے دعویٰ کند دروغ است ۔ فقط" ۔

مندرجات : یہ قرآن شریف کی فرہنگ ہے جس میں قرآنی الفاظ کے اُردو مترادفات لکھے گئے ہیں ۔ جہاں کہیں کسی شخصیت

کا ذکر آیا ہے تو اُس کے مختصر حالات بھی درج کیے گئے ہیں۔

خصوصیات : جیسا کہ اختتام کی عبارت سے واضح ہے یہ مخطوطہ، مطبوعہ نسخے کی نقل ہے۔ تمہید میں مصنّف نے لکھا ہے:

"۔ ۔ ۔ نفسِ ملہمہ نے یوں صلاح دی کہ تمامی لغات قرآن مجید اور فرقان حمید کے استنباط کر کے بطور فرہنگ کے مبوّب اور مفصّل لکھ کہ اس جزوِ زبان [زمان؟] میں کسی نے اس طرح کی نہیں لکھی ہے ۔ ۔ ۔ راقم سطور نے اِس کو الہامِ غیبی اور لقاہ لا ریبی سمجھ کر فوراً عنانِ شبدیز قلم چست اُٹھا لیا اور میدانِ کاغذ میں جولاں دیا ۔ آخر بعد ریاضتِ جلیلہ کے بیچ مدتِ قلیلہ کے بحسن وجوہ تمام کیا اور اس کا نام تیسرالقرآن اور تسہیل‌الفرقان رکھا ۔ اور سبب اُردو میں لکھنے کا یہ ہے کہ اِس زبان میں سکانِ ہند کو نفع عام ہے"۔ (ورق ۲ ب تا ۳، الف)

دیگر نسخے : ۱۔ نسخہ کتب خانۂ آصفیہ، حیدرآباد دکن :

فہرست نمبر ۶۸۲ ۔ لائبریری نمبر "لغت ۶۰۴"۔ سائز ۸×۶"۔ صفحات ۳۳۰ ۔ سطور ۱۳ ۔ خط نستعلیق ۔ ترقیمہ : "خدا کے فضل سے شہر رمضان المبارک ۱۲۷۳ ہجری نبوی میں یہ کتاب مستطاب موافق کتاب مطبع کے بلدہ ایلور میں تحریر سے الصرام کو پہنچی"۔ (آصفیہ، اوّل، ص ۶۱ - ۳۶۰)۔ یہ مخطوطہ ۱۲۶۰ھ کے مطبوعہ نسخے کی نقل ہے۔

۲۔ وک : مخطوطہ نمبر ۸ ۔

مطبوعہ نسخے : ۱- کتب خانۂ آصفیہ کا مذکورہ مخطوطہ ۱۲۶۰ھ کے مطبوعہ نسخے کی نقل ہے - اس ایڈیشن کا مقامِ طباعت اور مطبع کا نام معلوم نہیں ہو سکا -

۲- یہ کتاب ۱۲۶۵ھ میں نستعلیق ٹائپ میں مطبعِ اسلامی کلکتہ سے شائع ہوئی تھی - اس ایڈیشن کے تین نسخے کتب خانۂ خاص ، انجمن ترقی اُردو ، کراچی میں ہیں - زیرِ نظر مخطوطہ اسی ایڈیشن کی نقل ہے -

۳- ۱۸۷۹ء میں یہ کتاب کانپور سے شائع ہوئی تھی - (برٹش میوزیم ، ہندوستانی مطبوعات ، ص ۳۵۱)

مصنف : تذکرۂ علمائے ہند (ص ۲۵۰) میں مولوی وزیر علی بن انور علی بن اکبر علی بن مولوی حمد اللہ سندیلوی کا ذکر ملتا ہے - انھوں نے کلکتے میں تحصیلِ علوم کی - وہ عربی ادب کے عالم تھے اور شعر بھی کہتے تھے - عربی میں اُن کے کئی دیوان تھے - مولوی وزیر علی مدرسۂ کلکتہ میں مدرس تھے اور وہیں اُن کا انتقال ہوا - صاحب تذکرۂ علمائے ہند کے بیان کے مطابق زمانۂ انتقال وہ ہے جب لکھنؤ میں نصیرالدین حیدر حکمران تھے - گویا ۱۲۴۳ھ (۱۸۲۷ء) اور ۱۲۵۳ھ (۱۸۳۷ء) کے درمیانی زمانے میں وفات ہوئی - زیرِ نظر مخطوطے اور مخطوطہ نمبر ۸ میں نیز نسخۂ مطبوعہ میں مصنف نے اپنے والد کا نام "منوّر علی" لکھا ہے - تذکرۂ علمائے ہند میں "انور علی" سہوِ کتابت ہو سکتا ہے -

• • •

۸

تیسر القرآن و تسہیل الفرقان [۲]

وزیر علی عرف محمد سلیم

کتب خانہ : ضمیر نیازی - کے/۶۳/۲ پی ای سی ایچ ایس ، کراچی -

سائز : ۱/۲ ۳۱ × ۲۰ س م

اوراق : ۱۵۰

سطور : ۱۱

زمانۂ تصنیف : تیرھویں صدی ہجری کا ربع دوم (قیاساً)

کاتب : میر غلام حسین -

تاریخ کتابت : ۴ رجب ۱۲۸۲ھ [م : ۱۲ نومبر ۱۸۶۶ء]

خط : نستعلیق ، مائل بہ نسخ ، جلی ، عمدہ - قرآنی الفاظ نسخ میں ہیں -

کیفیت : کاغذ ساختۂ انگلستان ، دبیز ، مٹیالا - ورق ۱ ، الف سادہ ہے - متن ورق ۱ ، ب سے شروع ہوتا ہے - لوح منقش ہے جس میں سرخ ، نیلے ، سبز اور پیلے رنگ استعمال کیے گئے ہیں - عنوانات اور علامات وقف سرخ روشنائی سے ہیں - عربی عبارتوں اور الفاظ پر سرخ لکیریں کھینچی گئی ہیں - ہر صفحے پر سرخ ، نیلی اور پیلی جدولیں ہیں - حاشیہ نیلا ہے -

آغاز : مطابق مخطوطہ نمبر ۷ -

اختتام : ''فصل الیاء مع الیاء یئس ۔ نا اُمید ہونا ہے اور آس توڑتا ہے ۔ اے اللہ تو ہم کو اپنا فضل کا اُمید وار رکھ اور اپنی رحمت سے نااُمید مت کر ۔ انہ لاییئس من روح اللہ الا القوم الکافرون ۔ ربنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطانا ربنا ولا تحمل علینا اصراً کما حملتہ علی الذین من قبلنا ربنا ولا تحملنا ما لا طاقۃ لنابہ واعف عنا واغفرلنا وارحمنا انت مولانا فانصرنا علی القوم الکافرین ۔ و صلی اللہ علٰی خیر خلقہ محمدٍ و آلہ و اصحابہ اجمعین ۔''

ترقیمہ : ''بحسب فرمایش نواب میر یوسف علی صاحب دامہ الطافہ ۔ بتاریخ چہارم ماہ رجب المرجب روز پنج شنبہ ۱۲۸۲ ہجری نبوی میر غلام حسین با تمام رسید ، در مہسور ، کاتب الکتاب ۔''

خصوصیات : یہ نسخہ نہایت اہتمام سے لکھا گیا ہے اور عمدہ حالت میں ہے ۔

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۷ ۔

• • •

۹

چراغِ ابدی

سید عزیز اللہ ہم رنگ

کتب خانہ	:	انجمن ترقی اردو ، کراچی -
نمبر	:	قا ۱۲ / ۱
سائز	:	۲۳ × ۱۶ س م
اوراق	:	۱۶۴
سطور	:	۱۹
سالِ تالیف	:	۱۲۲۱ھ [م : ۷ - ۱۸۰۶ء] (''چراغِ ابدی'' تاریخی نام ہے)
زمانۂ کتابت	:	تیرھویں صدی ہجری کا ربع آخر (قیاساً)
خط	:	نستعلیق ، شکستہ مائل ، اوسط (عربی متن ، نسخ ، اوسط) -
کیفیت	:	مخطوطہ ناقص الآخر ہے - کاغذ دبیز ، مٹیالا - عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں -
آغاز	:	''بہترین تفسیر حمد الٰہی ہے ، اور خشترین [خوش ترین] تقریر نعت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ و آلہ و صحبہ صلوٰۃ مفوضہ من التناہی - اما بعد بیت :

عرض کرتا ہے دوست داروں سے
آشنایوں سے غم گساروں سے

زاویہ نشین کوچۂ گمنامی و بے استعدادی ، طالب منصب وارستگی و آزادی ، فقیر عزیز اللہ بن میر عالم الحسینی

المتخلص بہ ہم رنگ عفا اللہ عنہ و عن والدیہ و احسن الیہما و الیہ ۔ جب دیکھا میں اکثر تفسیریں کلام اللہ کی زبان عربی اور فارسی میں واقع ہیں ، بوجہ کم علمی بعض اہلِ ہند کی دریافت سے معنی ان کے مالع ۔ اگرچہ بعض عزیزوں نے دکھنی ہندی آمیز میں تفسیر جز اخیر کی لکھی ہیں لیکن بہ سبب الفاظ دکھنی لطف زبان ہندی پورے نہیں پاتا اور دل یاروں کا واسطے مطالعہ اوس کے رغبت کم لاتا ، اس لیے خاطر قاصر میں اس فقیر کی آیا کہ تفسیر جز اخیر کی زبان ہندی میں کہ بالفعل اورنگ آباد کے لوگوں کا محاورا (کذا) ہے ، لکھے اور بعض فوائد کہ دوسری تفسیرو (کذا) میں نہیں ہیں کتبِ معتبرہ سے جمع کر کر اس میں داخل کرے'' ۔

اختتام : ''اور قوت القلوب میں آیا ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی کہ پڑھے سورۃ الاخلاص کے تئیں دس بار ، بِنا کرے گا واسطے اوس کے خدائے تعالیٰ یک محل بہشت میں اور شرعۃ الاسلام میں آیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی کہ جاوے قبرستان میں اور پڑھے'' ۔

مندرجات : یہ پارۂ عم کی تفسیر ہے ۔ ابتدا میں سورۂ الحمد کی تفسیر بھی دی گئی ہے ۔ مخطوطے کا آغاز ایک مقدمے سے ہوتا ہے جو ورق ۱ ، الف سے ۱۸ ، ب تک ہے ۔ اس میں مؤلف نے اولاً سببِ تالیف بیان کیا ہے ، پھر قرآن پاک کی تلاوت کے فوائد بتائے ہیں ۔ مقدمے میں اُن تفسیروں کے نام بھی درج کیے گئے ہیں جن سے استفادہ کر کے یہ تفسیر لکھی گئی ہے ۔

خصوصیات : ہم رنگ شاعر تھے ، اس لیے اُنھوں نے اس تفسیر میں متعدد مقامات پر اپنا کلام درج کیا ہے ۔ مثلاً :

ہوتا ہے معصیت ستی ہم رنگ دل سیاہ
اس ابر میں لہ کر تو نہاں مہرِ جاں عبث

(ورق ۵۲ ، الف)

ہم رنگ کے کہنے کو اگر گوش کرو
پنہاں رہو عالم ستی روپوش کرو
چاہو گے کہ ہو جلوہ نما شاہدِ دل
جو کچھ ہے سوا اوس کے فراموش کرو

(ورق ٦٦ ، الف)

ہم رنگ نے اپنی زبان کو ''اورنگ آباد کا محاورہ'' کہا ہے ۔ اس سلسلے میں مولوی عبدالحق لکھتے ہیں :

''مؤلف نے اورنگ آباد کی زبان کی علیٰحدہ حیثیت قرار دی ہے جس کا دکھنی زبان سے تعلق نہیں ہے۔ اور یہ بھی یہی کہ ابتدا سے اور خصوصاً شاہجہان اور اورنگ زیب کی صوبہ داری میں اس کا تعلق زیادہ تر شمالی ہند کی زبان سے رہا ، اور وہاں کے اہلِ زبان اور شعرا نے جو زبان لکھی ہے وہ حیدرآباد ، بیجا پور اور علاقۂ مدراس کی زبان سے بالکل الگ ہے ۔ وہ زیادہ تر شمالی ہند کی زبان کی تقلید کرتے تھے''۔ (قدیم اُردو ، ص ۱۳۵)

ہم رنگ نے اس تفسیر کا مندرجہ ذیل قطعۂ تاریخ تالیف لکھا تھا جو زیرِ نظر مخطوطے میں اس کے ناقص الآخر ہونے کی وجہ سے موجود نہیں ہے :

محنت اور کوششِ بسیار ستی اے ہم رنگ
جب یہ تفسیر تمام ہوئی بعونِ صمدی (کذا)
نام میں چاہا رکھوں ایسا کہ نکلے تاریخ
فکر کر دل نے اُٹھا بول : چراغِ ابدی

(قدیم اُردو ، ص ۱۳۳)

دیگر نسخے : کتب خانہ آصفیہ ، حیدرآباد دکن میں اس تفسیر کے تین نسخے ہیں :

۱۔ فہرست نمبر ۳۲ ۔ لائبریری نمبر ''تفسیر ۱۸۰'' ۔ سائز ۱۰ × ۶" ۔ صفحات ۵۸۵ ۔ سطور ۱۷ ۔ خط

نستعلیق ۔ ترقیمہ : ''بتاریخ چہار دھم شہر رمضان المبارک ۱۲۳۲ھ روز سہ شنبہ پیش از نماز ظہر بخط غلام احمد بہ اتمام رسید'' ۔ (آصفیہ ، دوم ، صص ۳۲ - ۳۱)

۲- فہرست نمبر ۲۵ ۔ لائبریری نمبر ''تفسیر ۱۸۱'' ۔ سائز ۱۲ × ۹" ۔ صفحات ۳۸۸ ۔ سطور ۱۵ ۔ خط نستعلیق ۔ ترقیمہ : ''تمت تمام شد ، کار من لظام شد ، بتاریخ چہار دھم ربیع الثانی ۱۲۴۳ھ نبوی در مقام حیدر آباد'' ۔ (ایضاً ، ص ۳۲) ۔ بقول فہرست نگار کاتب نے سہواً سنہ ۱۱۴۳ھ لکھا ہے ۔

۳- فہرست نمبر ۲۶ ۔ لائبریری نمبر ''تفسیر ۹۶۷'' ۔ سائز ۱۲ × ۹" ۔ صفحات ۳۵۹ ۔ سطور ۲۵ ۔ خط نستعلیق ۔ ترقیمہ : ''الحمد للہ ھذا الکتاب اعنی تفسیر جز آخر عم یتساءلون بہ زبان ہندی من تصنیف حضرت شاہ عزیز اللہ بید فقیر محمد وجیہہ الدین ابن محمد امین عرف خان صاحب متوطن پی پری پرگنہ تیموری سرکار نانڈیر صوبہ محمد آباد بیدر بتاریخ بست و دویم شہر شوال ۱۲۴۶ھ روز چہار شنبہ وقت اشراق بہ اختتام رسید'' ۔ (ایضاً ، ص ۳۲)

۴- نسخہ کتب خانہ سالار جنگ ، حیدر آباد دکن :

فہرست نمبر ۸ ۔ لائبریری نمبر ۲۴۴ ۔ سائز ۷½ × ۶" ۔ صفحات ۴۳۵ ۔ سطور ۹ ۔ خط نستعلیق ۔ کاغذ ولایتی ۔ (سالار جنگ ، صص ۴۰ - ۳۹)

کتب خانہ جامع مسجد بمبئی میں دو نسخے ہیں :

۵- صفحات ۲۳۰ ۔ سطور ۱۹ ۔ سائز ۷ × ۱۱" ۔ خط نستعلیق ۔ ترقیمہ : ''بہ تاریخ بست و یکم شہر محرم الحرام ۱۲۴۹ھ بہ روز یک شنبہ بوقت یکپاس

روز باقی مانده بہ فضل ایزدی بہ اتمام رسید۔
اللہ تعالیٰ عاقبت نویسندہ را بہ خیر گرداند" ۔
(جامع مسجد ، بمبئی ، ص ۹ - ۷)

۶۔ صفحات ۱۵۵ - سائز ۶ × ۹" - ترقیمہ : "یہ تفسیر خوش تقریر سیارۂ عم یتساءلون کی تصنیف سیدی و سندی میر عزیز اللہ بن میر عالم الحسینی القادری اورنگ آبادی در ۱۲۸۳ ہجریہ مقدسہ کو لکھی گئی . . ." - (ایضاً ، ص ۱۰)

مطبوعہ نسخے : سالار جنگ (ص ۴۰) اور جامع مسجد ، بمبئی (ص ۹) میں اس تفسیر کے طبع ہونے کا ذکر ہے ، لیکن مطبوعہ نسخوں کی تفصیلات فراہم نہیں کی گئیں ۔

مولف : ہم رنگ ، میر عالم الحسینی کے بیٹے اور اورنگ آباد کے رہنے والے تھے ۔ بقول قاسم وہ صوفی مشرب تھے اور سلسلۂ قادریہ و نقشبندیہ میں بیعت تھے ۔ ہم رنگ اُردو اور فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے ۔ اُردو میں مولوی غلام کبریا کامل مرشد آبادی کے شاگرد تھے ۔ فارسی میں کسی سے تلمذ نہ تھا ۔ ذکا نے انھیں "مردے سید درویش نہاد ، درست اعتقاد ، طالب علم ، سراپا حلم" لکھا ہے ۔ سالِ وفات کسی تذکرہ نگار نے نہیں بتایا ۔ فائق نے البتہ یہ اطلاع دی ہے کہ اُن کا مزار بمبئی میں ہے ۔ اس سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں ۔ ایک تو یہ کہ آخر عمر میں ہم رنگ ، اورنگ آباد سے بمبئی چلے گئے تھے ، اور دوسرے یہ کہ اُن کا انتقال ۱۲۶۸ھ [م : ۵۲ - ۱۸۵۱ء] (سالِ تالیف مخزن شعرا) سے پہلے ہو چکا تھا ۔ ہم رنگ کی تصانیف میں ایک تو دیوان اُردو ہے جس کے بارے میں قاسم نے لکھا ہے : "دیوانکے بر دو جز کہ دیباچہ اش خود نوشتہ و در سنہ یک ہزار و دو صد و ہشت باشارۂ اوستاد کامل خود تدوین فرمودہ ، ایں احقر مشاہدہ نمودہ . . ." ۔ (مجموعہ ، دوم ، ۵۳۲) ۔ بقولِ ذکا اس دیوان کا دیباچہ فارسی

میں تھا ۔ ہم رنگ کی مثنوی ''دود دلیہ'' ۱۲۲۴ھ کی تصنیف ہے ۔ ''نقد منظوم'' ۱۲۲۵ھ میں لکھی گئی ۔

مآخذ : (۱) عیار ، ۸۷۲ ۔ (۲) عمدہ ، ۸۱۸ ۔ (۳) مجموعہ ، دوم ، ۲ ۔ ۳۵۱ ۔ (۴) یادگار ، ۲۲۰ ۔ (۵) مخزن شعرا ، ۱۱۶ ۔ (۶) ادارۂ ادبیات ، دوم ، ۶۴ ۔ ۶۳ ۔ (۷) دکن میں اردو ، ۵۱ ۔ ۳۵۰ ۔ (۸) کتب خانۂ آصفیہ میں قرآن شریف کے اردو ترجمے اور تفسیریں ، نصیرالدین ہاشمی ، سہ ماہی اردو ، کراچی ، جنوری ۱۹۵۴ء ، ۲۰ ۔ (۹) قدیم اردو ، عبدالحق ، کراچی ، ۱۹۶۱ء ، ۳۵ ۔ ۱۳۳ ۔

• • •

اوراد

۱۰

زادالعقبیٰ فی الشرح اسماء الحسنیٰ

شیخ عبدالحق دہلوی/محمد قطب الدین خاں

کتب خانہ	:	قومی عجائب گھر ، کراچی -
نمبر	:	۱۹۵۷ - ۶۵۴/۷
سائز	:	۲۶ × ۲۱ س م
اوراق	:	۳۷
سطور	:	۱۷
زمانۂ تالیف	:	وفات مترجم ۱۲۸۹ھ [م : ۷۳ - ۱۸۷۲ء] سے چند برس قبل (قیاساً)
زمانۂ کتابت	:	تیرھویں صدی ہجری کا ربع آخر (قیاساً)
خط	:	نستعلیق ، معمولی -
کیفیت	:	غیر مجلد ، دریدہ و خستہ - کاغذ دبیز ، مٹیالا - ورق ۳۷ ب سادہ ہے -
آغاز	:	''بعد حمد ثنا رب العالمین اور صلوٰۃ رحمۃ للعالمین کے التماس کرتا ہے محمد قطب الدین غفراللہ لہ ولوالدیہ و جمیع المسلمین کہ اسماء حسنیٰ کی شرح حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو فارسی میں لکھی ہے چونکہ مضامین اوس کے بھائے ، مسلمانوں کے لیے مفید تھی ، خلاصہ اوس کا اِس عاجز نے زبان اُردو میں لکھا تا عام فہم ہو اور خاصیتیں جو حاشیہ پر لکھی ہیں ، اکثر اونھیں کی شرح سے لکھی ہیں کہ انھوں نے

مشائخ کرام کے مکاشفہ اور سماع سے نقل کیں ہیں (کذا) ۔ اور بعض خاصیتیں حضرت شاہ عبدالرحمٰن چشتی کی شرح میں سے لکھی ہیں ۔ اول بزرگ کی شرح علامت حرف ح آخر میں لکھا ہے ، اور دوسرے صاحبِ شرح کی علامت ع ہے اور نام اِس کا زاد العقبیٰ فی الشرح اسماء الحسنیٰ رکھا" ۔

اختتام	: "سوائے ان کے اور کتابوں میں توریت وغیرہ سے بھی نقل کی ہیں ۔ للہ الحمد تمام ہوئی شرح اسماء حسنیٰ کی ، شرح ملا علی قاری اور شرح مولوی فخر الدین اور ترجمہ حضرت شیخ رحم اللہ کے سے" ۔
ترقیمہ	: "تمام شد نسخہ زادالعقبیٰ فی الشرح اسماء الحسنیٰ ، بتاریخ سیزدہم جمادی الاول" ۔
مندرجات	: رک : آغاز ۔
خصوصیات	: نسخے کے حواشی پر جا بجا توضیحی عبارتیں ہیں ۔ یہ نسخہ اس اعتبار سے اہمیت رکھتا ہے کہ نواب قطب الدین خاں کی سوانح سے متعلق مآخذ میں اِس کتاب کا ذکر نہیں ملتا ۔
مترجم	: فخر الاسلام نواب محمد قطب الدین خان بہادر دہلی کے نامور علماء اور امراء میں سے تھے ۔ والد کا نام نواب غلام محی الدین بہادر تھا ۔ ان کے بزرگ دربار شاہی میں اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے ۔ مولانا قطب الدین دہلی میں ۱۲۱۹ھ/۱۸۰۴ء میں پیدا ہوئے ۔ مولانا محمد اسحاق دہلوی سے علومِ دینیہ خصوصاً علم حدیث کی تکمیل کی ۔ بہادر شاہ ظفر نے انھیں "فخر الاسلام" کا خطاب دیا تھا ۔ مولانا ہر چوتھے پانچویں برس حج کیا کرتے تھے ۔ ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲-۳ء میں مکہ معظمہ میں انتقال کیا ۔ صاحب تذکرۂ علمائے ہند نے آپ کی ۲۶ تصانیف کے نام گنوائے ہیں جن میں "مظاہر حق" (ترجمہ و شرح مشکوٰۃ) اور "ظفر جلیل" (ترجمہ حصن حصین) خاص شہرت رکھتی ہیں ۔

مآخذ : (۱) اہل دہلی ، ۸۳ - (۲) علمائے ہند ، ۱۶۹ - اُردو ترجمہ ، ۳۹۲ - (۳) سیر المصنفین ، اوّل ، ۲۳۰ - (۴) داستان تاریخ ، ۱۸۲ - (۵) علمائے ہند کا شان دار ماضی ، مولانا سیّد محمد میاں ، دہلی ، ۱۹۶۰ء ، چہارم ، ۲۸۷ -

● ● ●

عقائد و کلام

۱۱

نصیحت المسلمین [۱]

خرم علی بلہوری

کتب خانہ : ترقی اُردو بورڈ ، کراچی ۔

نمبر : ۶۲۲۳ (داخلہ)

سائز : ۲۳ × ۱۵ س م

اوراق : ۲۸

سطور : ۱۵

سالِ تصنیف : ۱۲۳۸ھ [م : ۲۳ - ۱۸۲۲ء]

کاتب : عنایت اللہ لاغر ۔

تاریخِ کتابت : ۲۹ ربیع الثانی ، ۱۲۶۳ھ [م : ۳ اپریل ، ۱۸۴۸ء]

خط : نستعلیق ، معمولی ۔

کیفیت : مخطوطہ کیرم خوردہ ہے ۔ متن ورق ۱ ، ب سے شروع ہوتا ہے ۔ کاغذ دبیز ، مٹیالا ۔ عنوانات اور قرآنی آیات سرخ روشنائی سے ہیں ۔

آغاز : ''سبحان اللہ کیا شان ہے تیری کہ بغیر مدد دوسرے کی اتنے بڑے آسمان و زمین کو کس خوب صورتی کے ساتھ پیدا کیا اور کسی ولی نبی کو اپنے کارخانے میں کچھ اختیار نہیں دیا'' ۔

اختتام : ''اب اتنا اور بھی سن لیجے حضرت
جو حق پر نا چلے اُس پر . . .[۱] لعنت
ہمارا کام سمجھانا ہے یارو
اب آگے چاہو تم مانو نہ مانو
تو اپنے حال میں کچھ سوچ خرم[۲]
زباں اب بند کر واللہ اعلم''

ترقیمہ : ''شکر خدا و حمد رب جل و علا و درود محمد مصطفیٰ خیرالورا کو کہ یہ رسالہ نصیحت المسلمین موسس مبانی توحید ، موید بتائیدات خداوند وحید ، مولانا . . .[۳] خرم علی بلہوری سلمہ اللہ القوی بتاریخ انتیسویں ماہ ربیع الثانی ۱۲۶۳ ہجری مطابق سدی پروا ماہ چیت سمت ۱۹۰۰ مطابق چوتھی ماہ اپریل ، ۱۸۴۸ عیسوی[۴] کو بخط بد ربط سراسر احقر ، عنایت اللہ لاغر ابن باقر بیگ نور اللہ مضجعہ و انار اللہ برہانہ' ساکن موضع اوّل ایمہ پرگنہ بھوگنی موسیٰ نگر ضلع کالپور بر دروازہ ناظر صاحب موضع اکلا ضلع ساکر بمقام اورئی تمام شد'' ۔

مندرجات : اس رسالے میں اولاً بتایا گیا ہے کہ شرک کیا ہے اور اس کی کتنی اقسام ہیں ۔ پھر شرک کی مذمت کی گئی ہے اور شرک و بدعت کی برائیوں کو قرآن و حدیث کی روشنی میں سمجھایا گیا ہے ۔ رسالے کے آخر میں انہیں مباحث کا خلاصہ مثنوی کی صورت میں پیش کیا گیا ہے ۔

خصوصیات : یہ مخطوطہ اُسی کاتب کے قلم سے ہے جس نے مخطوطہ نمبر ۲۰ (ہدایت المومنین) لکھا ہے ۔

۱۔ کیرم خوردہ ۔ مخطوطہ نمبر ۱۲ : . . . اُس پر ہے لعنت ۔
۲۔ کاتب نے پہلے ''خورم'' لکھا تھا ، پھر ''مردم'' ۔ آخر میں ان دونوں الفاظ کو قلم زد کر کے ''خرم'' لکھا ۔
۳۔ کیرم خوردہ ۔
۴۔ عیسوی تاریخ ، ۲۹ ربیع الثانی ، ۱۲۶۴ھ کے مطابق ہے ۔ ترقیمے میں ہجری سنہ کا اکائی کا ہندسہ (۳) کسی نے بعد میں درج کیا ہے جو درست نہیں ۔

دیگر نسخے : رضا لائبریری رام پور میں "نصیحت المسلمین" کے دو نسخے ہیں :

۱- فہرست نمبر ۳۱ - "کتاب کا خط پختہ نستعلیق اور نسخ . . . ترقیمہ : 'بیچ تاریخ چودھویں مہینے جمادی الثانی کے سنہ بارہ سو اونتالیس ہجری کے تمام کو پہنچایا' - یہ تاریخ ۱۵ فروری ، ۱۸۲۴ء کے مطابق ہے - اوراق ۳۸ . . . سطور ۱۱ اور ناپ ۲۰ X ۱۲ سینٹی میٹر ہے" - (رام پور ، صص ۶۸ - ۶۷)

۲- فہرست نمبر ۳۲ - ". . . بڑے نستعلیق خط میں ، دیسی معمولی دستی کاغذ پر ، کالی روشنائی سے لکھا گیا ہے - کیرم خوردہ اور پیوند کار بھی ہے- . . . اوراق ۲۴ ، سطور ۱۵ - ۱۶ ، اور ناپ ۱۹ X ۱۲ سینٹی میٹر ہے" - (ایضاً ، ص ۶۸)

انڈیا آفس لائبریری لندن میں اس کے دو نسخے ہیں :

۳- فہرست نمبر ۲۲ - اوراق ۳۲ - سائز ۸ ½ X ۵ ½" - سطور ۱۲ - خط نستعلیق - ترقیمہ : "ساتھ مدد خدائے جل شانہ' کے رسالہ نصیحت المسلمین بیچ تاریخ آٹھویں مہینے صفرالمظفر سن بارہ سو التالیس ہجری کے تمامی پہنچا - فقط" - (انڈیا آفس ، ص ۱۰)

۴- فہرست نمبر ۱۶۸ - یہ نسخہ ایک مجموعے کے اوراق ۱۷۲ و ۱۷۳ پر ہے - یہ مکمل رسالہ نہیں بلکہ صرف آخری منظوم حصہ ہے - سائز ۹ ¼ X ۵ ¼" - سطور ۱۵ - خط نستعلیق - انیسویں صدی عیسوی کا مکتوبہ - ترقیمہ : "تمام شد از دست احقر العباد بندہ محمد محب اللہ متوطن موضع ڈھری - فقط" - (ایضاً ، ص ۶۷)

۵- نسخہ' کتب خانہ' سالار جنگ ، حیدرآباد دکن :

فہرست نمبر ۷۹ - لائبریری نمبر ۳۰۰ - سائز ۹ X ۶" - صفحات ۶۲ - سطور ۱۱ - خط نستعلیق - (سالار جنگ ،

صص ۳-۲۰۱) فہرست نگار نے مصنف کا نام "خدام علی" لکھا ہے جو سہو کتابت ہے۔ اس نسخے میں اختتامی نظم شامل نہیں ہے۔

۹۔ نسخہ کتب خانہ خدا بخش، بانکی پور، پٹنہ:

فہرست نمبر ۱۷۴ - پروگریس نمبر ۳۶۵۳۴ - اوراق ۲۷ - سطور ۱۵ - سالِ کتابت ۱۸۴۹ء - (بانکی پور، ص ۲۰)

انجمن ترقی اُردو ہند کے کتب خانے میں اس رسالے کے پانچ نسخے ہیں:

۷ تا ۱۱۔ فہرست نمبر ۸۷ تا ۸۲ - فہرست میں ان نسخوں کے بارے میں کسی قسم کی تفصیلات نہیں دی گئیں۔ (اُردو ادب، مارچ، ۱۹۵۳ء، ص ۱۳۰)

۱۲۔ نسخہ میکل یونیورسٹی، بلیکر وڈ لائبریری، ذخیرہ کیسی وڈ (مانٹریال، کینیڈا):

"نستعلیق . . . اوراق ۴۴ - سائز ۹×۷.۹×۰۰۰ - ۹ سطری . . . ناقص الآخر . . . نمبر ۲۳۵" - (اُردو ادب، ۱۹۶۰ء، شمارہ ۲، ص ۹۶) فہرست نگار نے مصنف کا نام نہیں لکھا۔

ادارۂ ادبیات اُردو، حیدر آباد دکن میں دو نسخے ہیں:

۱۳۔ فہرست نمبر ۴۴۱ - اوراق ۲۸ - سطور ۱۳ - سائز $8\frac{1}{4} \times 5\frac{3}{4}$" - خط نستعلیق - ترقیمہ: "تمت تمام شد نسخہ نصیحت المسلمین بپاسِ خاطر شیخ احمد پنشن سپاہی تحریر یافت - در شہر پلانگ" - یہ نسخہ ایک مجموعے میں ہے۔ اس مجموعے کی ایک کتاب "قیامت نامہ" کے ترقیمے میں کاتب کا نام مرزا دوست محمد درج ہے۔ (ادارۂ ادبیات، اول، صص ۷۸-۱۷۷)

۱۴- فہرست نمبر ۹۹۱ - اوراق ۳۵ - سطور ۱۱ - سائز ۸ × ۶" - مکتوبہ ۱۸۴۶ء - بمقام سیتا بلدہ (ناگپور) - (ایضاً ، پنجم ، ص ۱۵۴)

۱۵- نسخہ مولانا آزاد سنٹرل لائبریری ، بھوپال -
فہرست نمبر ۴۳ - (ہماری زبان ، ۸ جنوری ، ۱۹۶۹ء ، ص ۸)

۱۶ تا ۱۸- وک : مخطوطہ نمبر ۱۲ تا ۱۴ -

مطبوعہ نسخے: اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ۱۸۴۸ء میں کلکتہ سے چھپا تھا - بعد میں دہلی ، مدراس اور میرٹھ سے بھی یہ کتاب شائع ہوئی (انڈیا آفس ، ہندوستانی ، ص ۱۰) کتب خانہ خاص ، انجمن ترقی اُردو ، کراچی میں نستعلیق ٹائپ میں چھپا ہوا ایک نسخہ ہے جس کا سرورق ضائع ہو چکا ہے - آخری صفحے پر یہ اندراج ہے کہ اس کتاب کو پہلوان خاں اور معصوم خاں نے چھپوایا - اندازِ طباعت کلکتہ کی چھپی ہوئی کتابوں جیسا ہے - ممکن ہے یہی اس کا پہلا ایڈیشن ہو - مذکورہ کتب خانے میں مطبع مصطفائی لکھنؤ کا ۱۲۶۸ھ کا مطبوعہ نسخہ بھی ہے - چند سال قبل یہ کتاب کراچی سے بھی شائع ہوئی ہے - اس پر مرتّب کی حیثیت سے مولانا محمد داؤد راغب رحمانی کا نام درج ہے - سالِ طباعت درج نہیں - مرتّب نے اصل کتاب کے مطالب کو از سرنو اپنی زبان میں لکھا ہے -

مصنّف : مولوی خرم علی ، بلہور (مضافات کانپور) میں پیدا ہوئے - ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی - بعد میں لکھنؤ جا کر تعلیم کی تکمیل کی - مولانا مرزا حسن علی صغیر محدث لکھنوی اور مولانا نور لکھنوی سے علمِ حدیث حاصل کیا - لکھنؤ سے دہلی گئے اور وہاں شاہ عبدالعزیز دہلوی کے حلقۂ درس میں شامل ہو کر حدیث کی سند لی - مولوی خرم علی دہلی سے بلہور آئے اور پھر وہاں سے قصبہ آسیون چلے گئے جہاں اُن کی ننھیال تھی - جب سیّد احمد شہید بریلوی ؒ لکھنؤ آئے تو مولوی خرم علی

نے اُن سے بیعت کی ۔ بعد میں سیّد احمد شہیدؒ نے انھیں اپنے خلفا میں شامل کر لیا ۔ جب سیّد احمد شہیدؒ نے سکھوں کے خلاف اعلانِ جہاد کیا تو مولوی خرم علی ایک سو مجاہدوں کا قافلہ لے کر سرحد پہنچے ۔ سیّد صاحب نے انھیں واپس کر دیا تاکہ وہ (مولوی خرم علی) دعوت و تبلیغ کا کام جاری رکھ سکیں ۔ مولوی خرم علی کی ساری زندگی علمی مشاغل میں گزری ۔ شاعری سے بھی اُنھیں دلچسپی تھی ، جس کا اظہار اُن کی تصالیف کے منظوم حصوں سے ہوتا ہے ۔ اُن کا انتقال ۱۲۷۳ھ [م : ۵۷ - ۱۸۵۶ء] میں آسیون میں ہوا اور وہیں دفن ہوئے ۔

مولوی خرم علی کے تصنیفی و تالیفی کام یہ ہیں :

(۱) **نصیحت المسلمین** : یہ پہلی تصنیف ہے جو ۱۲۳۸ھ میں لکھی گئی ۔

(۲) **رسالہ ترغیب الجہاد** : تصنیف ۱۲۴۲ھ (رک : مخطوطہ نمبر ۲۸) ۔

(۳) **تحفۃ الاخیار** : امام حسن صنعانی لاہوری کی مشہور تصنیف "مشارق الانوار" کا اُردو ترجمہ جس کی تکمیل ۱۲۴۹ھ میں ہوئی ۔ یہ کتاب متعدد بار شائع ہو چکی ہے ۔ پہلا ایڈیشن مطبع محمدی ، لکھنؤ سے ۱۲۵۲ھ میں شائع ہوا تھا ۔

(۴) **سرالشہادتین** : مصنفہ شاہ عبدالعزیز کا اُردو ترجمہ ، ۱۲۴۹ھ ۔ (رک : مخطوطہ نمبر ۵۱)

(۵) **آداب الحرمین** : ۱۲۴۹ھ (رک : مخطوطہ نمبر ۲۷) ۔

(۶) **شفاء العلیل** : یہ شاہ ولی‌اللہ محدث دہلوی کی مشہور عربی تصنیف "القول الجمیل فی بیان سواء السّبیل" کا اُردو ترجمہ مع مختصر شرح ہے ۔ یہ ترجمہ ۱۲۶۰ھ میں مکمل ہوا ۔ یہ کتاب بھی کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہے ۔

(۷) غایۃ الاوطار : یہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب "درالمختار" کا اردو ترجمہ ہے - ترجمے کا آغاز ۱۲۵۸ھ میں ہوا - مولوی خرم علی اپنی وفات تک یہ کام کرتے رہے ، لیکن اسے مکمل نہ کر سکے - اس کی تکمیل مولانا محمد احسن نانوتوی نے کی - یہ کتاب متعدد بار چھپ چکی ہے -

مآخذ : (۱) علمائے ہند ، ۵۶ ، اردو ترجمہ ، ۱۷۸ - (۲) اہل حدیث ، اول ، ۵۰۹ - (۳) "مولانا خرم علی بلہوری اور ان کی علمی خدمات" مقالہ از مولانا عبدالحلیم چشتی ، معارف ، اعظم گڑھ ، مئی ، جون ، جولائی ، ۱۹۵۷ء - (۴) جماعت مجاہدین ، مولانا غلام رسول مہر ، لاہور ، ۱۹۵۵ء ، ص ۲۹۳ - (۵) گارسین دتاسی ، دوم ، ۲۰۱ -

• • •

۱۲

نصیحت المسلمین [۲]

خرم علی بلہوری

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی -

نمبر : ۱۹۵۷ - ۶۵۳/۱۰

سائز : ۲۶ × ۲۱ س م

اوراق : ۲۱

سطور : ۱۷

زمانۂ کتابت : تیرھویں صدی ہجری کا ربع ثالث (قیاساً)

خط : نستعلیق ، مائل بہ نسخ ، معمولی -

کیفیت : یہ رسالہ ایک مجموعے میں ہے جس کے اوراق ۳۲ ہیں پہلا رسالہ (''نسخۂ رمضان شریف'') ورق ۴ ، ب پر ختم ہوتا ہے اور اسی ورق سے زیر نظر رسالہ (نصیحت المسلمین) شروع ہوتا ہے - یہ رسالہ ورق ۲۲ ، ب پر ختم ہوتا ہے اور اسی ورق سے تیسرا رسالہ (''فتویٰ بابت حیثیت لوسہ خاکروب'') شروع ہوتا ہے - مخطوطہ غیر مجلّد خستہ حالت میں ہے - تمام اوراق الگ الگ ہیں - کاغذ دبیز ، مٹیالا -

آغاز : مطابق مخطوطہ نمبر ۱۱ -

اختتام : ''اب اتنا اور بھی سن رکھیے[۱] حضرت
جو حق پر نا چلے اُس پر ہے لعنت
ہمارا کام سمجھانا ہے یارو
اب آگے چاہو تم مانو نہ مانو
تو اپنے حال میں کچھ سوچ ختم
زباں اب بند کر واللہ اعلم''

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱۱ -

● ● ●

۱- مخطوطہ نمبر ۱۱ : لیجر

۱۳

نصیحت المسلمین [۳]

خرم علی بلہوری

کتب خانہ : ڈاکٹر معین الدین عقیل - ۳۸۳/۱۵ بی ، کورنگی ، کرا ۔۳۱

سائز : ۲۰×۱۴ س م

اوراق : ۳۱

سطور : ۱۲

سال تصنیف : ۱۲۳۸ھ [م : ۲۳ - ۱۸۲۲ء]

کاتب : حافظ جلال الدین نارنولی ۔

تاریخ کتابت : ۱۰ ذیقعدہ ، ۱۲۴۱ھ [م : ۱۷ جون ، ۱۸۲۶ء]

خط : نستعلیق ، اوسط ۔

کیفیت : نسخہ بوسیدہ و کرم خوردہ ہے ، کہیں کہیں متن نقصان پہنچا ہے ۔ بیشتر اوراق پر بٹر پیپر چسپاں کیا ہے ۔ عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں ۔ کاغذ دو مٹیالا ۔

آغاز : مطابق مخطوطہ نمبر ۱۱ ۔ اس اختلاف کے ساتھ کہ زیر نسخے میں ''آسمان و زمین'' کی بجائے ''آسمان اور زمہ ہے ۔ اور ''کسی ولی اور نبی کو'' کی بجائے ''کسی ولی کو'' ہے ۔

اختتام : ''وہ کیا ہے جو نہیں ہوتا خدا سے
جسے تم مانگتے ہو اولیا سے
ہمارا کام کہہ دینا تھا یارو
اب آگے چاہے تم مانو نہ مانو
تو اپنے حال میں کچھ سوچ خورم
زباں اب بند کر واللہ اعلم''

ترقیمہ : ''این رسالہ نصیحت المسلمین بمدد خدائے عزو جل من تصنیف مولوی خرم علی از دست نحیف حافظ جلال الدین نارنولی بتاریخ دہم ماہِ ذیقعد ۱۲۸۱ ہجری باتمام رسید ۔ اللہم اغفر و ارحم مالکہ و صاحبہ و کاتبہ و قاریہ'' ۔

خصوصیات : مخطوطہ نمبر ۱۱ سے مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زیرِ نظر مخطوطے کا متن کہیں کہیں مختلف ہے ۔ مخطوطہ نمبر ۱۱ میں اختتام کے اقتباس میں جو اشعار دیے گئے ہیں ، اُن میں سے پہلا زیرِ نظر نسخے میں نہیں ہے ۔

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱۱ ۔

• • •

۱۴

نصیحت المسلمین [۴]

خرم علی بلہوری

کتب خانہ : محمد ایوب قادری ۔ ایں/۱۷۷/اے ، نارتھ ناظم آباد ، کراچی ۳۳ ۔

سائز : ۲۱½ × ۱۵½ س م

اوراق : ۲۳

سطور : ۱۵

سالِ تصنیف : ۱۲۳۸ھ [م : ۲۳ - ۱۸۲۲ء]

کاتب : سیّد امیرالدین قادری ۔

تاریخِ کتابت : ۱۱ جمادی الاوّل ۱۲۹۳ھ [م : ۲۰ اپریل ۱۸۷۶ء]

خط : عربی عبارتیں نسخ (عمدہ) میں ، اور اُردو نستعلیق (اوسط) میں ۔

کیفیت : نسخہ آب رسیدہ ہے اور اس وجہ سے متن کو بھی کہیں کہیں نقصان پہنچا ہے ۔ کاغذ دبیز ، سفید ۔ یہ نسخہ ایک مجموعے سے الگ کیا گیا ہے ۔ جدید جلد سازی میں ، شروع میں چار اور آخر میں تین ، سادہ ورق اضافہ کیے گئے ہیں ۔ ان میں سے پہلے ورق پر نعمت اللہ کی وہی تحریر ہے جو ''ہدایت المومنین'' (مخطوطہ نمبر ۱۰) کے شروع میں ہے ۔

آغاز : ''سبحان اللہ کیا شان ہے تیری کہ بغیر مدد دوسروں کی اتنے بڑے آسمان اور زمین کو کس خوب صورتی کے ساتھ پیدا

کیا اور کسی نبی ولی کو اپنے کارخانے میں کچھ اختیار نہیں دیا'' ۔

اختتام : ''جسے کچھ بغض ہووے اولیا سے
ہمیشہ ابر لعنت اوس پہ برسے
ذرا یہ اور بھی سن رکھیے حضرت
جو ناحق ہر چلے اس پر بھی لعنت
تو اپنے حال میں کچھ سوچ خورم
زباں اب بند کر واللہ اعلم''

ترقیمہ : ''بہت بہت ثنا و صفت اس پاک پروردگار کی کہ اپنے محض فضل و امتنان سے کتاب مستطاب نصیحت المسلمین کو کہ بلاشک ہدایت کرنے والی گمرہوں کی ہے ، ہاتھ سے کمین خاکساری سید امیرالدین قادری کے تحریر پائی ۔ غفر اللہ لہ ولوالدیہ ولاستاذیہ ۔ آمین یا رب العالمین ۔ مورخہ فی التاریخ یازدہم شہر جماد الاول ۱۲۶۳ ہجریہ نبویہ افضل الصلوٰۃ و اکمل التحیات علی صاحبہ ۔ فرد :

خط خوب از من مسکیں چہ طمع می داری
خاطر جمع ندارم چہ نویسم خط خوب''

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱۱ ۔

● ● ●

۱۵

بیانِ آخرت

شاہ رفیع الدین دہلوی/شیخ ابو محمد عیش

کتب خانہ : ڈاکٹر فضل عظیم - ۱۲ - ۳/۱۳ سی ۵ ، ناظم آباد ، کراچی -

سائز : ۲۳ × ۱٦ س م

اوراق : ۴۲

سطور : ۱۷

سالِ ترجمہ : ۱۲٦۴ھ [م : ۴۸ - ۱۸۴۷ء] - مترجم نے قطعۂ تاریخِ تصنیف لکھا ہے - اس کا آخری شعر یہ ہے :

اس رسالے کا رکھا ہے عیش نے
نام تاریخی : بیانِ آخرت
۱۲٦۴ھ

سالِ کتابت : تیرھویں صدی ہجری کا ربع سوم ۱۲٦۵ھ کے بعد -

خط : نستعلیق ، معمولی -

مہر : ورق ۱ ، سے پہلے ایک سادہ ورق لگایا گیا ہے ، جس پر "ڈاکٹر فضلِ عظیم ، ۱۳۸۵ھ" کی مہر ہے -

کیفیت : مخطوطہ اچھی حالت میں ہے - کاغذ دبیز ، مٹیالا -

آغاز : "سب تعریف اُس خالقِ وحدہٗ لا شریک کو سزاوار ہے جس نے کلّ مخلوقات کو آن کی آن میں بے استعانتِ غیر کے پردۂ ہستی سے عالمِ ظہور میں لا کر جسمِ انسان خاکی بنیان کو خلعتِ حیات سے ممتاز کر کے اشرف مخلوقات کیا

اور اپنی قدرتِ کاملہ سے آسمان کو بے ستون قائم کر کے ستاروں سے آرایش دی"۔

اختتام : "اللہ تعالیٰ سب مسلمان بندوں کو اور ہمارے دوستوں اور آشناؤں اور اقرباؤں اور عزیزوں کو خاتمہ بخیر عطا کرے اور ہولِ قیامت سے نجات بخشے اور عذابِ محشر سے محفوظ رکھ کر جنّت نصیب کرے اور رضامندی اپنی مجھ کو اور سب بھائی مسلمانوں کو بطفیل اپنے رسولِ مقبول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نصیب کرے۔ آمین"۔

مندرجات : یہ شاہ رفیع الدین دہلوی کے فارسی "رسالۂ قیامت" کا اُردو ترجمہ ہے۔

خصوصیات : یہ مخطوطہ مطبوعہ نسخے کی نقل ہے۔ ترقیمے سے قبل مطبوعہ نسخے کا خاتمۃ الطبع نقل کیا گیا ہے جو یہ ہے :

"کان رکھ کر سنو یہ رسالہ قیامت ہے ، مفصل بیان آخرت ہے۔ فارسی سے ہندی زبان ہوا ، ہر ایک کو سمجھانا آسان ہوا۔ نفع عام کے لیے مطبع محمدی میں چھپا اور صفر کی سولھویں بارہ سو پینسٹھ ۱۲۶۵ھ میں انجام کو پہنچا۔ ایک بار اس کی سیر کر جاؤ۔ نصیحت قبول کرو فائدہ اُٹھاؤ"۔ (ورق ۳۲ ، الف)

مطبوعہ نسخہ: جیسا کہ اُوپر درج کیا گیا یہ رسالہ ۱۲۶۵ھ میں مطبع محمدی سے شائع ہو چکا ہے۔ یہ مطبوعہ نسخہ محمد ایوب قادری صاحب کے ذاتی کتب خانے میں ہے۔

مصنّف : شاہ رفیع الدین ، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے صاحب زادے تھے۔ ۱۱۶۳ھ/۱۷۴۹ء میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد سے تحصیل علوم کی اور سند حدیث لی۔ اُن کے علمی کاموں میں سرفہرست قرآن مجید کا اُردو ترجمہ ہے۔ صاحب علمائے ہند نے اُن کی مندرجہ ذیل کتابوں کے نام گنوائے ہیں۔ (۱) مقدمۃالعلم۔ (۲) رسالۂ عروض۔ (۳) کتاب التکمیل۔ (۴) رسالہ دمغ الباطل۔ (۵) اسرارالمحبت۔ شاہ صاحب کا انتقال ۱۲۳۳/۱۸۱۷ء میں ہوا۔

مترجم : اس رسالے میں مترجم نے اپنا نام اس طرح لکھا ہے ۔
"شیخ ابو محمد عیش بن نور الہدیٰ جاجموی فاروقی"
(ورق ۱ ، ب) ۔ سعادت خاں ناصر نے یہ اطلاعات فراہم کی
ہیں ۔ "سر و سامان شاعری کو صاحب جیش ، منشی
ابو محمد تخلص عیش ، قاضی زادۂ جاجمئو ، شاگرد رشک" ۔
عیش (بقول محسن) قاضی امین اللہ کے عزیزوں میں سے تھے
اور (بقول محسن و نساخ و صفیر) صاحب دیوان تھے ۔
سراپا سخن میں ایک جگہ (ص ۳۶۰) عیش کے باپ کا نام
صحیح لکھا ہے لیکن دوسری جگہ (ص ۲۰۶) سہو کتابت
سے "شیخ نور اللہ" لکھا گیا ہے ۔

مآخذ برائے مصنّف : (۱) اہل دہلی ، ۲۷ ۔ (۲) علمائے ہند ، ۹۹ ، اُردو
ترجمہ ، ۱۹۶ ۔ (۳) اہل حدیث ، اول ، ۶۵ ۔ (۴) داستان
تاریخ ، ۶۳ ۔ (۵) سکسینہ ، نثر ، ۱۶۰ ۔ (۶) قدیم اُردو ،
۱۳۲ ۔ (۷) تاریخ ادبیات ، ہفتم ، ۳۷۳ ۔

برائے مترجم : (۱) خوش معرکہ ، دوم ، ۳۴۴ ۔ (۲) سراپا سخن ،
۲۰۶ ، ۳۶۰ ۔ (۳) سخن شعرا ، ۳۳۹ ۔ (۴) جلوہ ،
دوم ، ۱۵۸ ۔

• • •

۱۶

ترجمۂ رسالہ چار باب

شاہ اہل اللہ/ کمال

کتب خانہ : قومی عجائب گھر، کراچی۔
نمبر : ۱۹۵۷ء۶۵۳/۸
سائز : ۲۹×۲۰ س م
اوراق : ۲۵
سطور : ۱۷
سالِ تصنیف : ۱۱۸۶ھ [م : ۷۳ - ۱۷۷۲ء] (وفاتِ مصنّف) سے قبل۔
تاریخِ تکمیل ترجمہ : ۵ شعبان، ۱۲۶۳ھ [م : ۷ جولائی، ۱۸۴۷ء]
کاتب : عبدالحکیم۔
زمانۂ کتابت : تیرھویں صدی ہجری کا ربع آخر (قیاساً)
خط : عربی عبارتیں نسخ میں اور اُردو نستعلیق میں۔ خط عمدہ ہے اور جلی۔ حواشی کا خط خفی ہے۔
کیفیت : غیر مجلّد لیکن اچھی حالت میں ہے۔ کاغذ ولایتی، دبیز، زرد۔ آبی لکیریں موجود ہیں۔ ورق ۲۳، ب اور ۲۴، الف تا ۲۵ ب سادہ ہیں۔ متن ۲۰×۱۳ س م سائز کا ہے، باقی جگہ حواشی کے لیے چھوڑی گئی ہے۔ متن ورق ۲، الف سے شروع ہوتا ہے۔ ذیل میں "آغاز" کا جو اقتباس درج کیا گیا ہے، اُس کی تیسرے شعر تک کی عبارت ورق ۱، الف پر بھی لفظ بلفظ موجود ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کاتب نے مخطوطے کا آغاز ورق ۱، الف

سے گیا تھا لیکن کچھ حصہ لکھ کر چھوڑ دیا - اور دوبارہ ورق ۲ ، الف سے لکھنا شروع کیا - ورق ۱ ، الف پر جو جگہ سادہ رہ گئی تھی ، اُس پر کسی نے ایک فارسی رباعی لکھی ہے - رباعی کے نیچے ایک تیسرے قلم سے یہ عبارت ہے :

"بتاریخ ۲۹ نوانبر (کذا) یوم دو شنبہ ۱۹۲۰ء از میاں حافظ الٰہی بخش صاحب بنام نامی اسم گرامی کرم شاہ فقیر از میرٹھ ورود درمیان لاساڈی و چامار دروازہ" -

اس کے نیچے ایک اَور قلم سے "سب تعریف اللہ" کے الفاظ لکھے ہیں - گویا ورق ۱ ، الف پر مخطوطے کے اصل کاتب کے علاوہ تین اَور اشخاص کی بھی تحریریں ہیں -

آغاز : "و افوضُ امری الی اللہ انّ اللہ بصیرالعباد

ترجمہ رسالہ چار باب تصنیف شاہ اہل اللہ عم (کذا) شاہ ولی اللہ در مطبع سلطانی اندرون قلعۂ مبارک دہلی مطبوع شد :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد بے حد بس جہاں کے رب کی میں پہلے کروں
پھر درود اُس کے حبیب خاص پر اُس سے پڑھوں
فارسی میں معتبر ہے د رسالہ چار باب
مختصر ہیں گے مسائل اُس میں دین کے سب سنوں
اس لیے یہ دھن ہوئی حق سے کہ حق توفیق دے
چار باب شاہ اہل اللہ کی میں ہندی کہوں
تو (کذا) کہ لیویں فائدہ اُس سے سبھی پڑھ کر کمال
اجر ہووے نیک مجھ کو آرزو رب سے رکھوں
سو رجب میں بیسویں کو جمعہ کے دن ہے شروع
"خیرت دین" سال ہے بے رونے بحث اس کو لکھوں"[۱]

۱- خیرت دین = ۱۲۶۶ - ۲ (= ب = رونے بحث) = ۱۲۶۴ھ -

اختتام : "شکر خدا کہ ترجمہ اس کا ہوا تمام
بس ہو عمل سے فائدہ اس کے ہمیں مدام
دونو جہاں میں ہے گا کفایت یہی کمال
آنے مسائل اس کے ہیں سب حاجتوں میں کام
ہے بے بہا یہ نسخہ عجب چشمۂ زلال
پیالے میں کیا کیا ہے جو قلزم کو فیض عام (کذا)
حق تھے مصنف اس کے بڑے ماہر سرور (کذا)
اسرار کا کیا ہے جودا [جدا] اس طرح مقام
بھائی تھے اُس کے شاہ ولیِ خدا بحق
مشہور ہیں جہاں میں وہ عزت سے لا کلام
سب تھے علوم اُن کو تصوّف بھی صاف صاف
علمِ حدیث و فقہ و تفاسیر اور کلام
اوصاف ہو سکیں نہ زباں سے بیاں اگر
پر بوئے مشک آپ جتاتی ہے مشک فام
بعضے جو ہوں کہ شکل بزرگوں کی لیں بنا
مل کر سبھوں میں رکھیں غرض کا جو وہ سلام
میٹھے ہوں زیادہ شہد سے نرمی میں خاک ہوں
دل سے ہوں بھیڑیے کی طرح در پےِ الام
یا رب ہمیں تو ایسے ٹھگوں سے نجات دے
حرمت سے اُن کی جن کو دیا تُو نے احترام
اب زندگی کہ کتنے دنوں کی ہے مستعار
شہر اَمن (کذا) میں پاوے الٰہی یہ انتظام
آرام اولیاء کی محبت میں ہو سدا
صحبت میں عالموں کی ہدایت کا ہو نظام
پورا ہوا یہ ترجمہ اب تو کمال چاہ
تو ہوں شفیع حق میں ترے خلق کے امام
شعبان کی ہے پانچویں اور جمعہ ہے کمال
'نافع عظیم کیا ہوا' کہہ سالِ اختتام"

۱۲۶۴ھ

ترقیمہ : ترقیمہ کسی نے مٹا دیا ہے تاہم یہ الفاظ کوشش سے پڑھنے میں آتے ہیں۔ "... عبدالحکیم ... ریاست باٹودی تاریخ پنجم شعبان المعظم ... سنہ ہجری نقل ... "۔

مندرجات : شاہ اہل اللہ کا رسالہ "چہار باب" چار حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں عقائد کا بیان ہے۔ دوسرے میں نماز، روزے اور حج وغیرہ کی تفصیلات ہیں۔ تیسرے حصے میں اعمال کے فضائل کا ذکر ہے اور چوتھے حصے میں کچھ نصیحتیں ہیں۔

خصوصیات : جیسا کہ "آغاز" کی عبارت سے واضح ہے، یہ مخطوطہ، نسخۂ مطبوعہ کی نقل ہے۔ اصل کتاب کا ترجمہ نثر میں ہے جس کا آغاز یوں ہوتا ہے :

"سب تعریف اللہ کو ہے جو رب ہے عالم کا اور درود اور سلام اُس کے رسول پر جو محمد ہیں اور ان کی سب آل و اصحاب پر۔ اما بعد یہ رسالہ ہے کہ اس میں چار باب ہیں"۔

مترجم نے تمہید اور خاتمہ اپنی طرف سے اضافہ کیے ہیں، یہ دونوں منظوم ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ترجمے کا کام ۲۰ رجب، ۱۲۶۴ھ کو شروع ہوا اور اسی سال ۵ شعبان کو ختم ہوا۔ اس ترجمے پر نواب قطب الدین خاں نے نظر ثانی کی تھی۔ مترجم نے تمہید میں لکھا ہے :

اور فقیہہ و عالم عامل محدث باصفا
مستفیض حضرتِ اسحاقِ دہلی باضیا
مشتہر آفاق میں ہیں قطب دیں کے بالیقیں
خلق میں کیا خُلق سے ہیں خیرخواہ و رہنما
یہ رسالہ معتبر از بسکہ تھا واقع میں حق
سو انھوں نے ترجمہ سارا بخوبی سن لیا
بس طبیعت حق طویت میں فقط اصلاح تھی
زیور تحقیق سے اُس کو مزین کر دیا

مطبوعہ نسخہ : یہ رسالہ مطبع سلطانی، دہلی سے شائع ہو چکا ہے (رک : آغاز)۔

مصنف : شاہ اہل اللہ ، شاہ عبدالرحیم کے بیٹے اور شاہ ولی اللہ دہلوی کے چھوٹے بھائی تھے - ۱۱۱۹ھ/۱۷۰۸ء میں بمقام پھلت پیدا ہوئے - تحصیل علوم اپنے والد ، بڑے بھائی اور دیگر اساتذہ سے کی - وہ کئی کتابوں کے مصنف تھے - اُن کا انتقال ۱۱۸٦ھ [م : ۷۳ - ۱۷۷۲ء] میں ہوا - (شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان ، از حکیم محمود احمد برکاتی ، کراچی ۱۹۷٦ء ، ص ۱۱۷ - ۹٦)

مترجم : مترجم کا نام اور حالات معلوم نہیں ہو سکے - اس مخطوطے سے صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ وہ شاعر تھا اور تخلص کمال تھا - کمال کا قیام دہلی میں تھا اور نواب قطب الدین خاں سے اُس کے مراسم تھے -

● ● ●

ردود

۱۷

ہدایت المومنین [۱]

اولاد حسن قنوجی

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی ۔

نمبر : ۱۹۵۸ء ۱/۵

سائز : ۲۱ ۱/۲ × ۱۳ ۱/۲ س م

اوراق : ۴۵

سطور : ۱۱

سال تصنیف : ۱۲۴۳ھ [م : ۲۸ - ۱۸۲۷ء] مطابق تمہید نوشتۂ مصنف ۔

تاریخ کتابت : ۴ جون ، ۱۸۳۸ء [م : ۱۲ ربیع الاول ، ۱۲۵۴ھ]

خط : نستعلیق ، معمولی ۔

کیفیت : نسخہ کیرم خوردہ ہے ۔ کاغذ دبیز ، مٹیالا ۔ بیشتر اوراق پر دونوں طرف بٹر پیپر چسپاں کیا گیا ہے ۔ ورق ۴۵ ، ب سادہ ہے ۔

آغاز : ''اس کتاب میں برائی ثابت کی ہے اُن کاموں اور چیزوں کی جو محرم کے مہینے میں ہندوستان کے عوام اور خواص اپنی خواہش نفس اور شیطان کے وسواس سے کرتے ہیں اور بناتے ہیں اور ان کاموں میں امام . . . [ایک لفظ ناخوانا] کی رضامندی سمجھتے ہیں ۔ اور اللہ چیزوں کو اپنی نجات کا وسیلہ جانتے ہیں ۔ مصنف کا نام مولوی اولاد حسن قنوجی ۔ عام اور خاص مومنین اور مسلمین ہند کے واسطے ۔

چھاپے خانے کا نام مطبع احمدی ۱۲۴۳ھ بارہ سو تینتالیس ہجری ، مقام کلکتہ'' -

اصل متن کا آغاز :

''شکر خدا جس نے بنایا ہمیں
راہ پیمبر پہ چلایا ہمیں
غم میں[۱] صبر کی تعلیم کی (کذا)
راہ بتائی ہمیں تسلیم کی''

اختتام : ''نہ ہو جس کام میں حکمِ پیمبر
مقرر جانو اُس میں ہے برائی
خدا کے واسطے بدعت کو چھوڑو
اگر کچھ دل میں ہے خوفِ خدائی
حجاب اب رسم و عادت کا اُٹھا دو
کہ تا مضمون بھی دیوے دکھائی
اگر اس پر نہ بوجھو بو جہل ہو
خدا نے مہر ہے دل پر بٹھائی
حسن خاموش ہو اتنا بہت ہے
جسے چاہے خدا دیوے سجھائی''

ترقیمہ : ''تمام شد ، بخاطرِ دوست مخدوم بخش ، ہذا نسخہ ہدایت المومنین تحریر یافت - تاریخ ۴ ماہ جون ، ۱۸۳۸ء'' -

مندرجات : رک : آغاز - آغاز و اختتام میں اشعار ہیں ، باقی نثر ہے -

خصوصیات : یہ مخطوطہ ، مطبوعہ نسخے کی نقل ہے (رک : آغاز) -

دیگر نسخے : ۱- نسخہ کتب خانہ سالار جنگ ، حیدر آباد دکن :

فہرست نمبر ۱۶۲ - لائبریری نمبر ۵۸۸ - سائز ۱۲ × ۸" - صفحات ۳۹ - سطور ۱۵ - خط نستعلیق (سالار جنگ ، ص ۵۰ - ۱۴۹)- فہرست نگار نے مصنّف کا نام عبدالکریم بتایا ہے اور ایک دوسرے مخطوطے کی

۱- 'غم میں ہمیں صبر کی تلقین کی' - (ادارۂ ادبیات ، اول ، ۱۸۰)

تفصیلات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے : "مصنّف کا نام دراصل مولوی عبدالکریم تھا اور حسن کے فرضی نام سے لکھا گیا ہے" (ایضاً ، ص ۱۴۷) - معلوم نہیں فہرست نگار نے مصنّف کا نام "عبدالکریم" کس بنا پر لکھا ہے -

۲- نسخہ کتب خانۂ جامع مسجد ، بمبئی :
یہ مخطوطہ ، نسخۂ مطبوعہ (مطبع بشمبر ناتھ ، کلکتہ ، ۱۲۴۴ھ) کی نقل ہے - (جامع مسجد ، بمبئی ، صص ۲۲ - ۲۳) -

۳- نسخۂ انجمن ترقی اُردو ہند ، دہلی :
فہرست نمبر ۸۳ - سالِ کتابت ۱۲۰٦ھ - (اُردو ادب ، مارچ ۱۹۵۳ء ، ص ۱۳۱)

۴- نسخۂ ادارۂ ادبیاتِ اُردو ، حیدرآباد دکن :
فہرست نمبر ۱۳٦ - اوراق ۳۰ - سطور ۱۳ - سائز ۸ ½ × ۵ ¾" - کاتب مرزا دوست محمد ، بمقام پلانگ - (ادارۂ ادبیات ، اوّل ، صص ۸۰ - ۱۷۹)

۵- نسخۂ کتب خانۂ اہلِ اسلام ، مدراس :
فہرست نمبر ۱۱۴۴ - (مطبوعہ فہرست ، ص ۱۰۰)

٦ تا ۸ : رک : مخطوطہ ۱۸ تا ۲۰ -

مطبوعہ نسخے: یہ کتاب کئی مرتبہ طبع ہو چکی ہے - زیرِ نظر مخطوطہ مطبع احمدی ، کلکتہ کے ۱۲۴۳ھ کے مطبوعہ نسخے کی نقل ہے اور یہی اس کا پہلا ایڈیشن ہے - بشمبر ناتھ پنڈت کے مطبع (کلکتہ) سے بھی اس کی طباعت ۱۲۴۴ھ میں عمل میں آئی تھی - یہ دونوں نسخے کتب خانۂ خاص ، انجمن ترقی اُردو ، کراچی میں موجود ہیں - اسی کتب خانے میں مطبع ناصری ، بمبئی کا نسخہ (سالِ طبع ندارد) بھی ہے جس کے حاشیے پر عشرۂ محرم سے متعلق بعض سوالات کے جوابات ہیں جو شاہ عبدالعزیزؒ نے دیے تھے -

مصنف : مولانا اولاد حسن قنوجی (ابن نواب اولاد علی خاں انور جنگ بہادر بن سیّد لطف اللہ بن سیّد عزیز اللہ) ۱۲۰۰ھ/ ۱۷۸۵ء میں قنوج میں پیدا ہوئے ۔ ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی ۔ بعد میں دہلی جا کر شاہ عبدالعزیزؒ اور شاہ رفیع الدین سے فیض حاصل کیا ۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد سیّد احمد شہید بریلویؒ سے بیعت ہوئے اور اُن کے ساتھ جہاد کے لیے گئے ۔ کچھ عرصے بعد وہ سیّد صاحبؒ کی ہدایت پر دعوت و تبلیغ کے مقصد سے واپس آ گئے ۔ اور بقیہ تمام عمر اسی کام میں صرف کر دی ۔ ۱۲۵۳ھ/۱۸۳۸ء میں انتقال کیا ۔ بھوپال کے نواب صدیق حسن خاں آپ ہی کے بیٹے تھے ۔

مولانا اولاد حسن نے متعدد کتابیں لکھیں ۔ صاحبِ مآثر صدیقی نے مندرجہ ذیل تصانیف کے نام گنوائے ہیں :

(۱) اختصاص بیان الحدود والقصاص (عربی) ۔
(۲) تقویۃ الیقین برد المشرکین (فارسی) ۔
(۳) نورالوفا من مرأۃ الصفا (فقہ حنفی میں) ۔
(۴) راہ جنت ، چہل حدیث (فارسی نظم) ۔
(۵) رسالہ معنیٔ کلمہ توحید میں ۔
(۶) استفتا فی رد التعزیہ ۔
(۷) رسالہ ما أہل بہ لغیر اللہ کے بیان میں ۔
(۸) ترجمۂ اُردو حبل المتین لقول المسبتین فی حقوق الخلق اجمعین ۔
(۹) راہ سنت (منظوم رسالہ در منع چراغاں برقبور) ۔
(۱۰) رسالہ آداب وعظ و تذکیر ۔
(۱۱) رسالہ در بیان بیعت و انواع حقائقِ آں ۔
(۱۲) انشائے حسن ۔
(۱۳) ہدایت المومنین (زیرِ بحث کتاب) ۔

ان کے علاوہ بھی کچھ تصانیف تھیں جو ضائع ہو گئیں ۔

مآخذ : (۱) مآثر صدیقی موسوم بہ سیرت والا جاہی (سوانح سیّد صدیق حسن خاں) از سیّد محمد علی حسن خاں ، نول کشور ، لکھنؤ ، ۱۹۲۴ء ، جلد اول ، ۱ ۔ ۵۳ ۔ (۲) اہل حدیث ، اول ، ۲۶۹ ۔ (۳) جماعت مجاہدین ، مولانا غلام رسول مہر ، لاہور ، ۱۹۵۵ء ، ص ۲۶۱ ۔

● ● ●

۱۸

ہدایت المومنین [۲]

اولاد حسن قنوجی

کتب خانہ : محمد ایوب قادری - این/۱۷۴/اے ، نارتھ ناظم آباد ، کراچی ۳۳ -

سائز : ۲۴ ½ × ۱۹ ½ س م

اوراق : ۳۵

سطور : ۱۱

سال تصنیف : ۱۲۴۳ھ [م : ۲۸ - ۱۸۲۷ء]

کاتب : محمد سلیم اللہ -

سال کتابت : ۱۲۴۴ھ [م : ۱۸۲۸ء]

خط : نستعلیق ، شکستہ مائل ، اوسط -

کیفیت : نسخہ کیرم خوردہ و بوسیدہ ہے - زمانۂ حال ہی میں جلد سازی ہوئی ہے - اوپر اور نیچے کے کناروں کی پیوند کاری سفید دبیز کاغذ سے کی گئی ہے - ورق ۱ ، الف سادہ ہے - متن ۱ ، ب سے شروع ہوتا ہے - کاغذ دبیز ، مٹیالا -

آغاز : ''شکر خدا جس نے بنایا ہمیں
راہِ پیمبر پہ چلایا ہمیں
غم میں ہمیں صبر کی تعلیم دی
راہ بتائی ہمیں تسلیم کی

بھیج دیا ہم کو قرآن و حدیث
اوس پہ عمل جو نہ کرے ہو خبیث
اوس کے نبی پر ہے درود و سلام
ختم ہوا جس پہ نبوّت کا کام
دین میں سنت کو کسوٹی کہا
جس سے کہ کھوٹا و کھرا ہو جدا"

اختتام : مطابق مخطوطہ نمبر ۱۷ بہ اختلافات ذیل :

شعر ۳ - مصرع ۱ : حجاب اپنی طبیعت کا اُٹھا دو
شعر ۴ - مصرع ۱ : اگر اس پر نہ بوجھو تو ہو ہو جہل
شعر ۵ - مصرع ۲ : "سوجھائی" بجائے "سجھائی"

خصوصیات : یہ مخطوطہ ایک دوسرے مخطوطے "تقویت الایمان" (مخطوطہ نمبر ۲۴) کے ساتھ مجلد تھا - ایوب قادری صاحب نے دونوں مخطوطوں کو الگ الگ مجلد کرایا ہے - دونوں مخطوطے ایک ہی کاتب کے قلم سے اور ایک ہی زمانے کے مکتوبہ ہیں - اسی لیے اوپر کاتب کا نام اور سال کتابت وہی درج کیا گیا ہے جو مخطوطہ نمبر ۲۴ کے ترقیمے میں ہے -

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱۷ -

● ● ●

۱۹

ہدایت المومنین [۳]

اولاد حسن قنوجی

کتب خانہ : محمد ایوب قادری - این/۱۷۳/اے ، نارتھ ناظم آباد ، کراچی ۳۳ -

سائز : ۲۱.$\frac{1}{4}$ × ۱۵.$\frac{1}{2}$ س م

اوراق : ۳۰

سطور : ۱۵

سال تصنیف : ۱۲۴۳ھ [م : ۲۸ - ۱۸۲۷ء]

کاتب : سید امیرالدین -

تاریخ کتابت : ۲۰ ربیع الاول ، ۱۲۷۵ھ [م : ۲۸ اکتوبر ، ۱۸۵۸ء]

خط : عربی عبارتیں نسخ (عمدہ) میں ، اُردو متن نستعلیق (اوسط) میں -

کیفیت : نسخہ آب رسیدہ ہے لیکن متن کو نقصان نہیں پہنچا - کاغذ دبیز ، سفید - جدید جلد سازی میں شروع میں چھ سادہ ورق اضافہ کیے گئے ہیں ، ان میں سے پہلے ورق پر نعمت اللہ صاحب (برادر مالک مخطوطہ) کی مندرجہ ذیل تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ ایک مجموعے سے الگ کیا گیا ہے :

"یہ کتاب محمد حسیب اللہ عمادی عظیم آبادی کے ذاتی کتب خانے کی ہے - ایک ہی جلد میں مندرجہ ذیل کتابیں تھیں - ان کو چار جلدوں میں الگ الگ

بندھوا دیا ۔ (۱) کلید مذاہب ۔ (۲) حارق الاشرار
(ایک ہی جلد میں) ۔ (۳) ہدایت المومنین ۔ (۴)
نصیحت المومنین ۔ (۵) تقویت الایمان ۔ نعمت اللہ ۔
۲۵ ستمبر ، ۱۹۶۹ء'' ۔

ورق ۱ ، الف سادہ ہے ، اس پر صرف کتاب کا نام لکھا ہے ۔ متن ورق ۱ ، ب سے شروع ہوتا ہے ۔ کاتب مخطوطہ نے صفحات نمبر درج کیے ہیں جو ورق ۱ ، ب سے شروع ہوتے ہیں ۔ ورق ۲۴ ، الف پر ص ۴۶ درج ہے ۔ اس کے بعد کے تین صفحات پر نمبر درج نہیں کیے گئے ۔ ورق ۲۶ ، الف سے از سر نو صفحات نمبر درج کیے گئے ہیں جو ص ۱ سے ص ۷ تک ہیں ۔ آخری نمبر ورق ۳۰ ، الف پر ہے ۔ ورق ۳۰ ب پر نمبر درج نہیں کیا گیا ۔ ورق ۲۳ ب پر "ہدایت المومنین'' ختم ہو جاتی ہے ۔ ترقیمے کے بعد اسی ورق سے ورق ۲۶ ، الف تک تعزیہ داری سے متعلق تین منظومات ہیں ۔ ورق ۲۶ ، الف سے ۳۰ ب تک تعزیے ہی کے سلسلے میں ایک فتویٰ ہے جو مولوی سراج الدین نے مختلف علما سے حاصل کیا تھا ۔ اصل فتویٰ فارسی میں تھا ، یہ اُس کا اُردو ترجمہ ہے جسے حاجی سیّد عبداللہ (ابن میر بہادر علی حسینی) نے چھپوایا تھا ۔ زیر نظر متن مطبوعہ نسخے کی نقل ہے ۔

آغاز : مطابق مخطوطہ نمبر ۱۸ ۔

اختتام : مطابق مخطوطہ نمبر ۱۷ ، اس اختلاف کے ساتھ کہ تیسرے شعر کے دوسرے مصرعے میں ''سجھائی'' کی بجائے ''دکھائی'' ہے ۔

ترقیمہ : ''کتاب تمام شد ۔ الکاتب الہالک السیّد امیرالدین ابن سیّد حسن علی شاہ قادری محررہ بتاریخ بستم ماہ ربیع الاوّل ، ۱۲۷۵ھ ہجریہ نبویہ'' ۔

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱۷ ۔

• • •

۲۰

ہدایت المومنین [۲]

اولاد حسن قنوجی

کتب خانہ : ترقی اُردو بورڈ ۔ کراچی ۔
نمبر : ۶۲۳۵ (داخلہ)
سائز : ۲۳ ½ × ۱۵ ½ س م
اوراق : ۲۴
سطور : ۱۵
سالِ تصنیف : ۱۲۴۳ھ [م : ۲۸ - ۱۸۲۷ء]
کاتب : عنایت اللہ لاغر ۔
تاریخِ کتابت : ۱۵ جمادی الثانی ۱۲۵۹ھ [م : ۱۳ جولائی ۱۸۴۳ء]
خط : نستعلیق ، معمولی ۔
کیفیت : مخطوطہ کیرم خوردہ ہے ، اس وجہ سے بعض اوراق کے متن کو بھی نقصان پہنچا ہے ۔ عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں ۔ ہر سطر کے دو یا تین الفاظ پر سرخ لکیریں کھینچی گئی ہیں ، جن کا کوئی خاص مقصد معلوم نہیں ہوتا ۔ بعض اوراق (۱ ، ۱۰ ، ۱۱ ، ۱۲ ، ۲۳ ، ۲۴) کے حواشی پر سفید دبیز کاغذ سے پیوندکاری کی گئی ہے ۔ کاغذ ، دبیز ، مٹیالا ۔
آغاز : مطابق مخطوطہ نمبر ۱۸ بہ اختلافاتِ ذیل :

شعر ۳ - مصرع ۱ : ''قرآن اور حدیث''
شعر ۴ - مصرع ۱ : ''درود اور سلام''
شعر ۵ - مصرع ۲ :
''جس سے کہ کھوٹا اور کھرا ہو جدا'' (کذا)

اختتام : "اللہ ہو جس کام میں حکم پیغمبر (کذا)
مقرر . . . .[1] اوس میں ہے برائی
خدا کے واسطے بدعت کو چھوڑو
اگر کچھ دل میں ہے خوفِ خدائی
حجاب اب رسمِ طبیعت کا اٹھا دو[2]
کہ تا مضمون حق دیوے بوجھائی
اگر اس پر نہ بوجھو بو جہل ہو
خدا کی مہر دل پر ہے بٹھائی[3]
حسن خاموش ہو اتنا بہت ہے
جسے چاہے خدا دیوے سوجھائی"

ترقیمہ : "تمت تمام شد ۔ رسالہ ہدایت المومنین بوقت قبل ظہر روز جمعہ بتاریخ پانزدھم شہر جمادالثانی بخط بد ربط سراسر عنایت اللہ لاغر ساکن موضع اوّل ایمہ پرگنہ بھوکنی نور موسیٰ نگر ، ضلع کانپور ، ۱۲۵۹ ہجری سمت ۱۹ صورت اتمام یافت :
الٰہی بیامرز این هر سه را
مصنّف نویسنده خواننده را"

خصوصیات : یہ مخطوطہ اُسی کاتب کے قلم سے ہے جس نے مخطوطہ نمبر ۱۱ (نصیحت المسلمین) لکھا ہے ۔

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱۷ ۔

• • •

۱۔ ایک لفظ جو کیرم خوردگی کی وجہ سے ضائع ہوگیا [مخطوطہ نمبر ۱۷ : مقرر جانو اُس میں ہے برائی] ۔
۲۔ مخطوطہ نمبر ۱۷ : حجاب اب رسم و عادت کا اٹھا دو
کہ تا مضمون بھی دیوے دکھائی
۳۔ ایضاً : خدا نے مہر دل پر ہے بٹھائی

۲۱

تقویت الایمان [۱]

شاہ محمد اسماعیل شہید

کتب خانہ : ترقی اُردو بورڈ ، کراچی -

نمبر : ۳۵۹۳ (داخلہ)

سائز : ۲۳$\frac{1}{4}$ × ۱۶ س م

اوراق : ۱۰۰

سطور : ۱۱

زمانۂ تصنیف: وسط ۱۲۳۵ھ (۱۸۲۰ء) اور یکم شوال ، ۱۲۳۶ء (۲ جولائی ، ۱۸۲۱ء) کی درمیانی مدت میں - (رام پور ، ص ۷۶ - ۷۵)

کاتب : مرزا نورالدین -

زمانۂ کتابت: ترقیمے میں کاتب نے تاریخ اور مہینہ لکھا ہے ، سنہ نہیں لکھا - یہ نسخہ ایک اَور نسخے "رسالہ نماز و روزہ" کے ساتھ مجلد ہے - دونوں کا کاتب ایک ہی ہے - ثانی الذکر رسالے کا سالِ کتابت ۱۲۴۹ھ [م : ۳۴ - ۱۸۳۳ء] ہے - اس لیے قیاس ہے کہ زیرِ نظر مخطوطہ بھی اسی سال لکھا گیا ہوگا -

خط : نستعلیق ، عمدہ -

کیفیت : ہر صفحے پر سرخ اور نیلی جدولیں ہیں - کاغذ مٹیالا ، دو طرح کا ہے - ابتدائی نصف حصے میں دبیز اور باقی حصے میں باریک - اوراق ۱ ، الف اور ۱۰۰ ب سادہ ہیں -

آغاز : الٰہی ہزار شکر تیری ذات پاک کو کہ ہم کو تو نے ہزاروں
نعمتیں[1] دیں اور اپنا سچا دین بتایا اور سیدھی راہ چلایا
اور اصل توحید سکھائی اور اپنے حبیب محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت میں بنایا اور اون کی راہ سیکھنے
کا شوق دیا"۔

اختتام : "اور مشرک لوگوں سے نکال کر موحّد پاک مسلمان بنایا ،
اور اسی طرح اپنے ہی فضل سے بدعت و سنّت کے معنی
خوب سمجھاؤ اور محمد رسول اللہ کا مضمون خوب تعلیم
کراؤ ۔ بدعتی بدمذہبوں میں سے نکال کر سنّی پاک
متبّع سنت کر ۔ آمین ۔ رب العالمین و آخر دعوانا
ان الحمد للہ رب العالمین" ۔

ترقیمہ : "تمام شد رسالہ تقویۃ الایمان بتاریخ ششم ربیع الاول ہجری
در دارالخلافہ شاہجہان آباد ، بخط مرزا نورالدین غفر اللہ
ذنوبہ و ستر عیوبہ" ۔

مندرجات : یہ رسالہ بیانِ توحید اور مذمتِ شرک میں ہے ۔ یہ پانچ
فصلوں پر مشتمل ہے :

(۱) شرک سے بچنے کا بیان ۔
(۲) شرک فی العلم ۔
(۳) شرک فی التصرف ۔
(۴) شرک فی العبادت ۔
(۵) شرک فی العادت ۔

خصوصیات : اس مخطوطے میں کہیں کہیں کتابت کی اغلاط ہیں ۔
اس کتاب کے بارے میں مولانا امتیاز علی عرشی لکھتے ہیں :
"یہ کتاب پہلے عربی میں لکھی گئی تھی اور اس کا
نام 'ردالاشراک' تھا ۔ بعد ازاں مولف نے اسے اُردو
کا جامہ پہنایا اور موجودہ نام رکھا ۔ دیباچے کے
مطابق مولف نے دو باب ٹھہرائے تھے ۔ پہلے باب میں
بیان توحید کا اور برائی شرک کی ، اور دوسرے باب

---

[1] ۔ اصل میں سہو کتابت سے : نعمتی ۔

میں اتباع سنّت کا اور برائی بدعت کی ، بیان کی تھی-
لیکن صرف پہلا باب لکھا گیا اور 'تقویۃ الایمان' کے
نام سے مشہور ہوا- . . . دوسرا باب ایک اور عالم
مولانا محمد سلطان خاں نے مرتب کیا تھا جو
'تذکیرالاخوان' کے نام سے مشہور ہوا'' - (رام پور ،
ص ۷۶)

دیگر نسخے : ۱- **نسخۂ رضا لائبریری ، رام پور :**
فہرست نمبر ۳۵ - ''کتاب کا خط معمولی نستعلیق اور
آیات و احادیث شریفہ کا با اعراب نسخ ہے . . .
اوراق ۹۲ ، سطور ۱۱ - ۱۵ اور ناپ ۲۱½ × ۱۶½
سینٹی میٹر ہے'' - (رام پور ، صص ۷۷ - ۷۵)

۲- **نسخۂ پرنسٹن یونیورسٹی لائبریری ، (امریکہ) :**
اوراق ۱۷۰ - سائز ۲۳.۹ × ۱۵.۴ سم - سطور ۸ -
قدرے کیڑم خوردہ - انیسویں صدی عیسوی کا مکتوبہ -
ترقیمہ : ''تمت تمام شد ، ہذہ الرسالۃ تقویۃ الایمان من
تصنیف مولانا محمد اسمٰعیل صاحب . بدست خط بندہ
اضعف العباد سیّد جمال علی شاگرد میا (کذا) محمد جان
صاحب مرحوم غفراللہ لہ''- (پرنسٹن . صص ۸۲ - ۸۳ -
اُردو ادب ، ۱۹۶۸ء ، شمارہ ۲ ، ص ۹۰)

۳- **نسخۂ ادارۂ ادبیات اُردو ، حیدرآباد دکن :**
فہرست نمبر ۱۸۴ - اوراق ۲۸ - سطور ۱۱ - سائز
۹ × ۶" - خط نستعلیق - ترقیمہ : ''تمت تمام شد رسالہ
تقویۃ الایمان بتاریخ بشتم شہر ربیع الثانی ، ۱۲۴۸ھ'' -
(ادارۂ ادبیات ، اوّل ص ۲۲۳)

۴- **نسخۂ ایشیاٹک سوسائٹی لائبریری ، کلکتہ :**
فہرست نمبر ۱۵۷ - لائبریری نمبر ۲۰۴ - (فہرست
ایشیاٹک سوسائٹی ، ص ۱۰)

۵ تا ۷ - **وک :** مخطوطہ نمبر ۲۲ تا ۲۴ -

مطبوعہ نسخے: یہ کتاب متعدد بار طبع ہو چکی ہے - بقول صاحبِ تراجم علمائے حدیث ہند ''بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ مذہبی کتابوں میں سب سے زیادہ اشاعت ہندوستان میں اسی کتاب کو نصیب ہوئی اور جماعت اہلِ حدیث کے مخیّر اصحاب تو ہزاروں کی تعداد میں اسے مفت تقسیم کرتے رہتے ہیں'' - (اول ، ص ۹۳) - اس کتاب کا ایک عمدہ ایڈیشن مطبع محسنی ، کلکتہ سے نستعلیق ٹائپ میں چھپا تھا - اس پر تاریخ طباعت ۲۷ ذی الحجہ ، ۱۲۷۵ھ درج ہے - اس ایڈیشن کا ایک نسخہ کتب خانۂ خاص ، انجمن ترقی اُردو ، کراچی میں ہے -

مصنّف : شاہ محمد اسمٰعیل شہید ، شاہ عبدالغنی کے بیٹے اور شاہ ولی اللہ دہلوی کے پوتے تھے - ۱۲ ربیع الاول ۱۱۹۳ھ/ ۳۰ مارچ ۱۷۷۹ء کو پھلت ضلع مظفر نگر میں پیدا ہوئے - ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی - شاہ محمد اسماعیل ابھی دس برس کے تھے کہ اُن کے والد کا انتقال ہوگیا - اس کے بعد اُن کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داریاں اُن کے چچا شاہ عبدالقادر نے سنبھال لیں - پندرہ سولہ برس کی عمر میں شاہ اسماعیل نے رسمی تعلیم مکمل کر لی - سیّد احمد شہید سے بیعت ہوئے اور تبلیغِ دین کا فریضہ انجام دینے لگے - وہ سیّد احمد شہید کی تحریکِ جہاد میں اُن کے دستِ راست تھے - ۷ جمادی الثانی ۱۲۴۱ھ/ ۱۷ جنوری ۱۸۲۶ء کو رائے بریلی سے جہاد کے لیے روانہ ہوئے اور بالاکوٹ کے مقام پر ۲۴ ذیقعدہ ۱۲۴۶ھ/ ۶ مئی ۱۸۳۱ء کو شہید ہوئے -

مولانا غلام رسول مہر نے شاہ اسماعیل شہید کی نو (۹) تصانیف کے نام گنوائے ہیں جن میں ''عبقات'' اور ''تقویۃ الایمان'' خاص شہرت رکھتی ہیں -

مآخذ : (۱) سیرالمصنّفین ، اول ، ۱۴۷ - (۲) داستان تاریخ ، ۱۸۰ - (۳) علمائے ہند ، ۱۷۹ - اُردو ترجمہ ، ۴۱۲ - (۴) اہل دہلی ، ۷۶ - (۵) اہلِ حدیث ، اول ، ۹۷ - (۶) جماعت

مجاہدین ، مولانا غلام رسول مہر ، لاہور ، ۱۹۵۵ء ، ص ۱۱۹ - (۷) علمائے ہند کا شاندار ماضی ، مولانا سیّد محمد میاں ، دہلی ، ۱۹۵۷ء ، دوم ، ۱۹۰ - (۸) گارسیں دتاسی ، دوم ، ۵۲ - (۹) شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان ، از حکیم محمود احمد برکاتی ، کراچی ۱۹۷۶ء ، ص ۹۹ -

● ● ●

۲۲

تقویت الایمان[۲]

شاہ محمد اسماعیل شہید

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی ۔

نمبر : ۱۹۵۸ - ۲۴۳/۷

سائز : $\frac{1}{2}$ ۲۳ × $\frac{1}{2}$ ۱۵ س م

اوراق : ۳۹

سطور : ۱۶

سال تصنیف : رک : مخطوطہ نمبر ۲۱

کاتب : محبوب علی انصاری ۔

زمانۂ کتابت : تیرھویں صدی کا ربع آخر (قیاساً) ۔

خط : نستعلیق ، معمولی (عربی آیات عمدہ نسخ میں) ۔

کیفیت : غیر مجلد ، تمام اوراق الگ الگ ہیں ۔ نسخہ کرم خوردہ اور آب رسیدہ ہے ۔ خاص خاص الفاظ سرخ روشنائی سے ہیں اور بعض الفاظ پر لکیریں کھینچی گئی ہیں ۔ کاغذ دبیز ، مٹیالا ۔

آغاز : مطابق مخطوطہ نمبر ۲۱ ۔

اختتام : مطابق مخطوطہ نمبر ۲۱ ۔

ترقیمہ : ''تم الالباب الاول من تقویۃ الایمان . . . [ایک لفظ ناخوانا] بندہ محبوب علی انصاری تاریخ بست و ہشتم

۲۸ شہر صفرالمظفر روز چہار شنبہ آخری ماہ مرّ
[مذکور؟] بوقت بر آمدن یک نیم پاس اختتام یافت''

خصوصیات : کتابت کی اغلاط کثرت سے ہیں -

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۲۱ -

● ● ●

۲۳

تقویت الایمان [۳]

شاہ محمد اسماعیل شہید

کتب خانہ : سیّد سعید احمد ، کوچۂ گل حسن ، بہاولپور ۔

سائز : ۱۵ ¾ × ۱۲ س م

اوراق : ۳۶

سطور : ۱۱

سالِ تصنیف : رک : مخطوطہ نمبر ۲۱

زمانۂ کتابت : تیرھویں صدی ہجری کا ربع آخر (قیاساً)

خط : نستعلیق ، اوسط ۔

کیفیت : کاغذ دبیز ، مٹیالا ۔ مخطوطہ ناقص الآخر ہے ۔ آب رسیدگی کی وجہ سے بیشتر اوراق پر سیاہ دھبے پڑ گئے ہیں ۔ ورق ۱ ، الف سادہ ہے ۔ متن ۱ ، ب سے شروع ہوتا ہے ۔ ذیلی عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں ۔ آیات و احادیث پر سرخ لکیریں کھینچی گئی ہیں ۔

آغاز : مطابق مخطوطہ نمبر ۲۱ ، اس اختلاف کے ساتھ کہ زیرِ نظر مخطوطے میں ''ہزار'' کی بجائے ''ہزار ہزار'' ہے ۔

اختتام : ''ہر بندہ بڑا ہو یا چھوٹا ، نبی ہو یا ولی سوائے اس کے کہ اللہ سے مانگے اور اوس کی جناب میں دعا کرے ، کچھ اور طاقت نہیں رکھتا ۔ پھر وہ مالک مختار ہے ، چاہے اپنی مہربانی کی راہ سے قبول کرے ، چاہے اپنی حکمت کی

راہ سے نہ قبول کرے ۔ اخرج بن ماجۃ عن عمرو
بن العاص" ۔[1]

خصوصیات : اس نسخے میں کتابت کی صحت کا خاص اہتمام کیا گیا ہے ۔
اگر کہیں کتابت کی کوئی غلطی رہ گئی ہے تو حاشیے پر
اُس کی تصحیح کر دی گئی ہے ۔

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۲۱ ۔

● ● ●

۱۔ آخری لفظ "ترک" ہے جو ورق کے خاتمے پر بائیں ہاتھ کے کونے
میں درج ہے ۔

۲۴

تقویت الایمان [۴]

شاہ محمد اسماعیل شہید

کتب خانہ : محمد ایوب قادری ۔ این/۴/۱۷۰اے ، نارتھ ناظم آباد ، کراچی ۳۳ ۔
سائز : $24\frac{1}{2} \times 19\frac{1}{2}$ س م
اوراق : ۸۴
سطور : ۱۱
سالِ تصنیف : رک : مخطوطہ نمبر ۲۱
کاتب : محمد سلیم اللہ ۔
تاریخِ کتابت : ۷ ربیع الآخر ، ۱۲۴۴ھ [م : ۱۷ اکتوبر ، ۱۸۲۸ء]
خط : نستعلیق ، شکستہ مائل ، اوسط ۔
کیفیت : نسخہ بہت کیرم خوردہ اور خستہ ہے ۔ کہیں کہیں متن کو بھی نقصان پہنچا ہے ۔ کاغذ دبیز ، مٹیالا ۔ متن ورق ۲ ب سے شروع ہوتا ہے ۔ ورق ۱ ، الف پر مندرجہ ذیل یادداشتیں ہیں :

''در جلدی تمام دفتر . . . [ایک لفظ ناخوانا] نوشتہ شد ، صاف فرمایند'' ۔

''مالک این رسالہ مسمّٰی بہ تقویۃ الایمان محمد سلیم اللہ بدایونی . . . '' ۔ [دو لفظ ناخوانا] ۔

ورق ۲ ، الف پر یہ عبارت ہے :

''کتاب ہذا مملوکہ عاصی وزیر محمد''

اس کے نیچے اسی مضمون کی انگریزی عبارت ہے اور تاریخ
۱۲ - ۸ - ۱۹۱۰ء درج کی گئی ہے -

آغاز : مطابق مخطوطہ نمبر ۲۱ ، اس اختلاف کے ساتھ کہ زیرِ نظر مخطوطے میں ''ہزار'' کی بجائے ''ہزار ہزار'' ہے -

اختتام : ''اور مشرک لوگوں میں سے نکال کر موحد پاک مسلمان بنایا ، اسی طرح اپنے ہی فضل سے بدعت اور سنّت کے معنی خوب سمجھا اور محمد رسول اللہ کا مضمون خوب تعلیم فرمایا[1] اور بدعتی بدمذہبوں میں سے نکال کر سنّی پاک متبع سنت کا کر - آمین - رب العالمین و آخر دعوانا الحمد للہ رب العالمین'' -

ترقیمہ : ''تمت تمام شد رسالہ شریفہ مسمّٰی بتقویۃ الایمان من تصنیف مولوی محمد اسمٰعیل صاحب سلمہ اللہ الجلیل الواھب بتاریخ ھفتم شہر ربیع الآخر ، ۱۲۴۴ ہجری بمطابق ۱۲۳۶ء فصلی یوم جمعہ بخط ناقص بندۂ خدا ، محمد سلیم اللہ برائے استفادۂ خود و دیگر برادران مومن اہلِ سنت و جماعت ترقیم یافت :

ہر کہ خواند دعا طمع دارم
زاں کہ من بندۂ گنہ گارم''

خصوصیات : یہ مخطوطہ مصنّف کی زندگی کا مکتوبہ ہے اور اس اعتبار سے اہم ہے - یہ ایک دوسرے مخطوطے ''ہدایت المومنین'' (مخطوطہ نمبر ۱۹) کے ساتھ مجلد تھا - مالک مخطوطہ نے دونوں نسخوں کو الگ الگ مجلد کرا لیا ہے -

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۲۱ -

• • •

۱- ''فرما'' کے بعد ''یا'' سہو کتابت ہے -

۲۵

احقاق الحق

کرامت علی جونپوری

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی ۔

نمبر : ۱۲۰-۳۲۸

سائز : ۱۷ × ۱۲ س م

اوراق : ۲۲

سطور : ۹

سال تصنیف : ۱۲۸۱ھ/۱۸۶۴ء (سال طباعت) سے کچھ قبل ۔

کاتب : محمد خلیل الدین صدیقی ۔

تاریخ کتابت : یکم شعبان ، ۱۲۹۲ھ [م : ۲ ستمبر ، ۱۸۷۵ء]

خط : نستعلیق ، اوسط ۔

کیفیت : کاغذ باریک ، سفید ۔ مخطوطہ ناقص الاوسط ہے ۔ کاتب متن نے صفحات نمبر درج کیے ہیں ۔ ان نمبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ مخطوطے کے اوراق ۱۶ ، ۱۹ ، ۲۰ ، ۲۳ موجود نہیں ہیں ۔ ورق ۲۲ کے بعد ایک ورق الگ سے لگایا گیا ہے ۔ اس پر صفحہ نمبر درج نہیں ہے ۔ مضمون کے اعتبار سے بھی اس کا اصل مخطوطے سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جلد ساز کی غلطی سے کسی اور مخطوطے کا یہ ورق اس مخطوطے میں شامل ہو گیا ہے ۔

آغاز : ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم ۔ فقیر کرامت علی جونپوری سارے مسلمان بھائیوں کی خدمت

شریف میں خصوصاً جن لوگوں کی نیت بخیر ہے مگر دھوکا
کھا گئے ہیں ، اُن کی خدمت میں اس رسالہ 'احقاق الحق'
میں بعد سلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ کے عرض کرتا ہے
کہ یہ جو ایک گروہ نکلے ہیں جن کو لوگ لامذہب کہتے
ہیں ، سو اُن کے اقوال اور افعال اور رسالوں میں غور کرنے
سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بنائیہ ہیں جن کی خبر حضرت
امیرالمومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے دی ہے -
وہ حدیث مسند خوارزمی مسند امام اعظم میں سند کے ساتھ
لکھا ہے جو چاہے دیکھ لے" -

اختتام : "اور ان سے جان و دل سے نفرت کر کے کنارہ کریں
کیونکہ شریعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ و علی آلہ
وسلم کی ہے - شریعت اس استاد کی نہیں ہے - فقط" -

ترقیمہ : "تاریخ یکم شعبان المبارک ۱۲۹۲ ہجری نبوی صلی اللہ
علیہ و آلہ وسلم - بخط خام خادم خیرالانام کمترین امت
محمد خلیل الدین صدیقی عفی عنہ باتمام رسید" -

مندرجات : بنگلہ زبان کے ایک رسالے "نسیم السحر" کے بعض مذہبی
مسائل سے متعلق بیانات کو رد کیا گیا ہے اور یہ ثابت
کیا گیا ہے کہ مصنف "نسیم السحر" مرتد ہوگیا ہے -
اس رسالے میں ضمناً بعض لوگوں کے اس خیال کی بھی تردید
کی گئی ہے کہ سید احمد شہیدؒ ایک غار میں غائب
ہوگئے ہیں -

مطبوعہ نسخہ : کتب خانۂ خاص ، انجمن ترقی اُردو کی قلمی فہرست میں
ایک مطبوعہ نسخے کا اندراج ملتا ہے جو معدن فیض پریس
میں ۱۲۸۱ھ/۱۸۶۴ء میں طبع ہوا تھا - یہ نسخہ مذکورہ
کتب خانے میں اپنی جگہ پر موجود نہیں ہے -

مصنف اور مآخذ کے لیے وک : مخطوطہ نمبر ۳ (شرح زینت القاری) -

• • •

۲۶

افہام الغافل

مصنّف : نامعلوم

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی -

نمبر : ۹۷۵/۵ ۔ ۱۹۵۷

سائز : ۲۱×۱۶ س م

اوراق : ۸

سطور : ۱۲

سالِ تصنیف : ۱۲۶۹ھ [م : ۵۳ - ۱۸۵۲ء] - ''افہام الغافل'' تاریخی نام ہے -

کاتب : امام الدین احمد (کاتب کا نام درج نہیں ہے ، یہ رسالہ جن دو رسالوں کے ساتھ مجلد ہے ، وہ امام الدین کے لکھے ہوئے ہیں ، زیرِ نظر رسالے کی کتابت بھی انھیں دو رسالوں جیسی ہے - تفصیل کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۴۴ (مولود شریف بہاریہ)

زمانۂ کتابت : تیرھویں صدی ہجری کا ربع آخر (قیاساً)

خط : نستعلیق ، معمولی -

کیفیت : یہ رسالہ ایک مجموعے میں شامل ہے - تفصیل کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۴۴ (مولود شریف بہاریہ) -

آغاز : ''الحمد للہ کہ یہ رسالہ افہام الغافل ۱۲۶۹ھ نام کہ وہی اس کی تاریخ ہے ، باہتمام سیّد محبوب علی دہلی میں مطبوع ہوا - مقدمہ حضرات نجدیہ اسحٰقیہ کے دین و عقل و حیا کا

قابلِ تماشا ہے ۔ کتاب مستطاب 'تصحیح المسائل[۱]' ظاہر کرنے والی شناعات و تحریفات و تصرفات 'مائۃ المسائل' اور 'اربعین مسائل[۲]' وغیرہ کی آٹھ برس سے شائع و ذائع ہوئی اور ملاحظے میں . . .[۳] و ٹونک و شاہجہاں آباد وغیرہا امصار و بلاد کے آئی ہوئی ، مولوی حیدر علی صاحب نزیل ٹونک نے بھی کہ عمدہ دعاۃ و مکابین مذہب نجدیہ سے ہیں ، اُس کو مطالعہ فرمایا اور بہت رنج و غم اُٹھایا ۔ او [اور] زبان کو سب و شتم سے آلودہ کیا کہ چارہ عجز کا سوائے اس کے نہ تھا ۔ چار برس ہے کہ وہ کتاب مطبوع ہوئی ۔ شہرت اس کی اطراف و اکناف میں نہایت کو پہنچی ۔ ارکانِ دین جدید میں تزلزل آ گیا'' ۔

اختتام : ''الحاصل اس شخص کی بے علمیوں اور بے دینیوں کا کہاں تک بیان کیجیے ۔ فقط نقلِ عبارات ہی میں تصرف نہیں کرتا ، نام کتابوں کے بھی بنا لیتا ہے ۔ بعض کتابوں کی نسبت ہرچند مطالبہ کیا گیا تصحیح نقل کا اور شاہ احمد سعید نے رقعے لکھے جواب نہ دے سکا ، اور نہ کوئی ہم مشرب اُس کا ۔ حافظ احمد علی صاحب نے کہا کہ میں نے ان کتابوں کو نہ دیکھا نہ سنا ۔ اور حاجت لکھنے کی نہیں ہے ۔ مولوی نوازش علی نے کہا مجھے فرصت نہیں ہے ۔ مولوی نظیر حسین نے کہا سوال بھی لغو اور لکھنا جواب بھی لغو ۔ اور باقی جس نے اہلِ علم سے دیکھا کہا کہ ہم نے ان کتابوں کو نہ دیکھا نہ سنا ۔ مرتبہ بے حیائی کا یہاں تک پہنچا ۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے ۔ آمین'' ۔

۱- یہ مولوی فضل رسول بدایونی (وفات : ۳ جمادی الثانی ، ۱۲۸۹ھ) کی تصنیف ہے ۔
۲- یہ دونوں کتابیں شاہ محمد اسحاق دہلوی (وفات : ۱۲۶۲ھ) کی تصنیف ہیں ۔
۳- ایک لفظ ناخوانا ۔

مندرجات : شاہ محمد اسحاق دہلوی کی تصانیف ''مائۃ المسائل'' اور ''مسائل اربعین'' کے رد میں مولوی فضل رسول بدایونی نے ''تصحیح المسائل'' لکھی تھی۔ شاہ محمد اسحاق کے شاگرد مولانا بشیرالدین قنوجی نے ''تفہیم المسائل'' کے نام سے ''تصحیح المسائل'' کا جواب لکھا تھا۔ زیرِ نظر رسالہ ''تفہیم المسائل'' کے جواب میں ہے۔

خصوصیات : یہ مخطوطہ، مطبوعہ نسخے کی نقل ہے۔

مطبوعہ نسخہ : جیسا کہ ''آغاز'' کی عبارت سے واضح ہے یہ رسالہ دہلی سے شائع ہو چکا ہے۔

• • •

فقہ

۲۷

آداب الحرمین

خرم علی بلہوری

کتب خانہ : ڈاکٹر قاضی فضل عظیم - ۱۲ - ۱۳/سی ۵ ، ناظم آباد ، کراچی -

سائز : ۲۲ × ۱۶ س م

اوراق : ۳

سطور : ۲۵

سال تصنیف : ۱۲۴۹ھ/۱۸۳۳ء

کاتب : قاضی محمد حسن رضا - یہ حافظ علی مشتاق کے والد تھے - (رک : دیوانِ مشتاق - مخطوطہ نمبر ۱۰۲) محمد علی عرش ملیح آبادی نے قاضی محمد حسن رضا کے جو حالات لکھے ہیں ، اُن کا خلاصہ یہ ہے : "آپ قاضی غلام مصطفیٰ مرحوم کے بیٹے تھے - جب آپ کے والد کا انتقال ہوا تو عہدۂ قضاۃ آپ پر حسبِ فرمان بادشاہ دہلی منتقل ہوا لیکن آپ نے گوشۂ عافیت میں رہنا پسند کیا . . . علوم معقول و منقول میں کافی دستگاہ رکھتے تھے . . . آپ حکیم بھی تھے لیکن اس فن سے کبھی آپ نے کام نہیں لیا - خط نسخ و نستعلیق میں خوش نویس تھے - تین قرآن شریف آپ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے دیکھنے میں آئے جن کے دیکھنے سے یہ امتیاز کرنا مشکل ہے کہ یہ خطِ ولایت نہیں ہے . . . اور بہت سی کتابیں فقہ و حدیث کی آپ کے

ہاتھ کی لکھی ہوئی دیکھنے میں آئیں . . . آپ کو تصوف سے زائد شوق تھا اور بہت بڑے صوفی مشرب تھے'' - (واقعات ملیح آباد ، قلمی ، صص ۵۹ - ۵۷ - رک : مخطوطہ نمبر ۳۵) - حافظ علی مشتاق کی ایک قلمی یادداشت کے مطابق ، جو خاندانِ مشتاق میں محفوظ ہے ، قاضی محمد حسن رضا ۲۳ جمادی الاول ، ۱۱۸۸ھ [م : ۳۱ اگست ، ۱۷۷۴ء] کو پیدا ہوئے اور ۱۲۵۰ھ [م : ۳۸-۱۸۳۷ء] میں وفات پائی - قاضی محمد حسن رضا ، مولوی خرم علی بلہوری کے عزیزوں میں سے تھے - جس زمانے میں زیرِ نظر رسالہ لکھا گیا ، دونوں کا قیام باندا میں تھا -

تاریخِ کتابت : ۶ ذیقعدہ ، ۱۲۴۹ھ [م : ۱۷ مارچ ، ۱۸۳۴ء] -

خط : نستعلیق ، معمولی - عرش ملیح آبادی نے کاتب کے فن کی جو تعریف کی ہے ، زیرِ نظر رسالے کی کتابت سے اُس کی تصدیق نہیں ہوتی - یہ رسالہ رواں دواں روزمرہ خط میں ہے - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کاتب نے مسودے کی نقل عجلت میں کی ہے -

مہر : ورق اوّل سے قبل جدید جلد سازی میں ایک سادہ ورق لگایا گیا ہے ، اُس پر ''ڈاکٹر قاضی فضلِ عظیم ۰ ۱۳۸۵ھ'' کی مہر ہے -

کیفیت : نسخہ عمدہ حالت میں ہے - کاغذ باریک ، سفید - عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں -

آغاز : ''الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہٖ محمد و آلہٖ اجمعین - اما بعد - یہ رسالہ ہے آداب الحرمین اس میں مسائل ضروری حج کے اور زیارتِ مدینہ منورہ کا اُردو میں صاف صاف بیان ہے - شرح وقایہ اور فتاویٰ دُرالمختار وغیرہ سے بندۂ عاجز خرم علی نے بموجب فرمایش سیّد میرک جان شناور لکھنوی کے ۱۲۴۹ ہجری میں مرتّب کیا'' -

اختتام : ''باقی آداب اور دعائیں وہاں کی معلّم بتلا دیتے ہیں - زیادہ تفصیل کی حاجت نہیں - الٰہی اپنے کرم اور فضل سے ہم

کو بھی حرمین شریفین کی زیارت نصیب کر ۔ آمین یا رب العالمین و صلی اللہ علی سیدنا و شفیعنا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین الحمد للہ رب العالمین'' ۔

ترقیمہ : ''تمام شد رسالہ آداب الحرمین تصنیف مولوی خرم علی صاحب سلمہ اللہ تعالٰی بخط عاصی پرمعاصی محمد حسن رضا عنداللہ لہ ولوالدیہ در شہر باندا تاریخ ششم ماہ ذیقعدہ ، ۱۲۴۹ ہجری'' ۔

مندرجات : رک : آغاز کی مذکورہ عبارت ۔

خصوصیات : یہ اس رسالے کا قدیم ترین دستیاب شدہ نسخہ ہے اور مصنف کے اصل مسودے کی نقل ہے ۔ سالِ تصنیف اور سالِ کتابت ایک ہی ہے ۔

دیگر نسخے : ۱۔ نسخۂ رضا لائبریری ، رامپور :

فہرست نمبر ۶۵ ۔ ترقیمہ : ''الحمد للہ کہ رسالہ 'آداب الحرمین' کہا ہوا مولوی خرم علی صاحب کا ہے بیچ تاریخ چھبیسویں مہینہ جمادی الثانی بارہ سو پچاس ہجری تمام ہوا'' ۔

''یہ تاریخ ۳۰ اکتوبر ، ۱۸۳۴ء کے مطابق ہے ۔ خط معمولی نستعلیق . . . کاغذ کشمیری ہے ۔ کیرم خوردہ اور پیوندکار بھی ہے . . . اوراق ۷ ، سطور ۱۵ اور ناپ ۲۴ × ۱۶½ سینٹی میٹر ہے'' ۔ (رامپور ، صص ۶-۱۳۵)

۲۔ نسخۂ صولت پبلک لائبریری ، رامپور :

فہرست نمبر ۱۰۶ ۔ اوراق ۱۶ ۔ سالِ کتابت ۱۲۷۹ھ ۔ (صولت ، ضمیمہ ، ص ۴)

مصنف اور مآخذ کے لیے : رک : مخطوطہ نمبر ۱۱ ۔

● ● ●

۲۸

رسالہ ترغیب الجہاد

خرم علی بلہوری

کتب خانہ : ڈاکٹر قاضی فضل عظیم - ۱۲ - ۱۳/مئی ۵ ، ناظم آباد ، کراچی -

سائز : ۱/۲ ۲۱ × ۱۵ س م

اوراق : ۱۵

سطور : ۱۷

سال تصنیف : ۱۲۴۲ھ (۱۸۲۷ء)

کاتب : نام درج نہیں ہے - لیکن خط قاضی محمد حسن رضا کا ہے جو مصنّف کے رشتہ دار تھے - کاتب کے حالات کے لیے رک : مخطوطہ ۲۷ (آداب الحرمین)

تاریخ کتابت : ۹ شوال ، ۱۲۴۲ھ [م : ۶ مئی ، ۱۸۲۷ء]

خط : نستعلیق ، معمولی -

مہر : ورق ۱ ، الف پر "ڈاکٹر قاضی فضل عظیم ، ۱۳۸۵ھ" کی مہر ہے -

کیفیت : مخطوطہ قدرے کیرم خوردہ ہے ، اس سے متن کو نقصان نہیں پہنچا ، البتہ بوسیدگی کی وجہ سے ورق ۸ کا اُوپر کا دائیں ہاتھ کا کونا ضائع ہو گیا ہے - یہاں سے عبارت کے کچھ حصے کو بھی نقصان پہنچا ہے - عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں - کاغذ دبیز ، مٹیالا - ورق ۱ ، الف سادہ ہے - اس

پر مالک مخطوطہ نے ماضی قریب میں یہ عبارت لکھی ہے ۔
رسالہ ترغیب الجہاد معہ مثنوی
از
مولوی خرم علی

اسی تحریر کے بعد مذکورہ مہر ثبت کی گئی ہے ۔ متن ورق ۱ ، ب سے شروع ہوتا ہے اور ورق ۱۴ ، الف پر ختم ہوتا ہے ۔ ورق ۱۵ ، الف پر عربی کی ایک عبارت ہے جس کا اصل کتاب سے کوئی تعلق نہیں ۔ ورق ۱۵ ، ب سادہ ہے ۔

آغاز : ''حمد بے شمار اوس قادر مطلق کو جو پربت کو رائی اور رائی کو پربت کرے جو مچھر سے نمرود کو مروا ڈالے اور جس کی مدد سے موسیٰ فرعون سے بادشاہ کو مصر کی بادشاہی سے نکالے ۔ جس قوم کو چاہے ملک کا مالک بناوے ۔ پھر جب چاہے تو ایک پل میں مٹاوے ۔ اور تحفہ درود اُس کے رسولِ کریم کو جس نے پہلے کافروں کو نرمی سے سمجھایا ، جب نہ سمجھے تب جہاد کیا اور اُس کی آل و اصحاب کو جنھوں نے تلوار کے زور سے عرب سے عجم تک اسلام سے آباد کیا'' ۔

اختتام : ''اہلِ ایمان کو کافی ہے دلا اتنا پیغام (کذا)
اب مناجات یہ بہتر ہے کہ ہو ختمِ کلام
اے خداوندِ سماوات و زمیں ، ربِ عباد
اب مسلمانوں کو دے جلد سے توفیقِ جہاد
اپنے بے زور مسلمانوں کو کر زور آور
وعدۂ فتح جو اِن سے ہے کیا ، پورا کر
ہند کو اس طرح اسلام سے بھر دے اے شاہ
کہ نہ آوے کوئی آواز جز اللہ اللہ''

ترقیمہ : ''الحمد للہ کہ رسالہ ترغیب الجہاد بتاریخ نہم ۹ شوال ، ۱۲۴۴ ہجری باتمام رسید'' ۔

مندرجات : مصنف نے رسالے کی تمہید میں لکھا ہے :
''اس خیر خواہ اسلام نے جہاد کا حال اس رسالہ ترغیب الجہاد میں قرآن مجید اور حدیث کی معتبر

کتابوں سے پانچ بابوں میں لکھا اور اوس کا خلاصہ
ترجمہ ہندی بولی میں کیا تو سب مسلمان اس کو
سمجھیں اور جہاد پر مستعد ہو جاویں - باب پہلا ،
جہاد کے معنی او [اور] جہاد کے فرض ہونے کے
بیان میں - باب دوسرا ، سستیٔ جہاد کے عذاب میں -
باب تیسرا ، فضیلتِ جہاد اور ثواب میں - باب
چوتھا ، شہادت کے ثواب اور شہیدوں کے مرتبوں
میں - باب پانچواں ، فی سبیل اللہ مال خرچنے کے ثواب
میں اور غازیوں کی مدد اور خدمت کے بیان میں'' -
[ورق ۲ ، الف]

اس رسالے کا اختتام ۵۰ شعروں کی ایک مثنوی پر
ہوتا ہے - مثنوی سے پہلے یہ عبارت ہے :

''ہر چند جہاد کا مختصر بیان ہو چکا لیکن تھوڑا
مطلب نظم میں لکھا جاتا ہے تو اس کو شوق والے
یاد کر لیں اور بار بار پڑھا کریں ، انشاء اللہ تعالیٰ
شوق جہاد کا بڑھتا جائے گا'' -

یہ مثنوی ایک الگ کاغذ پر لکھی ہوئی بھی مخطوطے میں
رکھی ہے -

خصوصیات : یہ رسالہ سیّد احمد شہید بریلویؒ کی تحریکِ جہاد سے
متعلق ہے - مصنّف نے تمہید میں لکھا ہے :

''اب ہندوستان کفرستان ہو گیا ہے - چنانچہ قوم
سکھ لاہور وغیرہ کی مدت سے حاکم ہیں - ظلم اون
کا حد سے گزر گیا - ہزاروں مسلمانوں کے ناحق خون
کر ڈالے اور ہزاروں کو بے عزت کیا - اذان کہنا ،
گائے ذبح کرنا بالکل موقوف کر دیا - جب اون کے
ظلم کی یہ نوبت پہنچی تو حضرت سیّد احمد صاحب
صرف اسلام کی حمایت کے واسطے تھوڑے سے مسلمانوں
کو لے کر کابل اور پشاور کی طرف گئے اور اوس طرف
کے مسلمانوں کو غفلت سے جگایا ، اور ہمت بندھائی -
بارے الحمد للہ کہ ہزاروں مسلمان اللہ کی راہ میں

مستعد ہو گئے چنانچہ بیسویں تاریخ جمادی الاوّل سن
بارہ سو بیالیس ۱۲۴۲ ہجری میں کفار سکھ سے جہاد
شروع ہو گیا۔ حضرت سیّد صاحب کی خوش قسمتی
سے حق تعالیٰ نے چار پانچ بار پے در پے لشکرِ اسلام
کو فتح دی اور کافروں کو باوجود کثرت کے
شکستِ فاحش ہوئی ، لیکن پھر بھی مسلمان تھوڑے
ہیں ، نہ اون کے پاس ملک نہ مال ۔ اور کافر صاحب
ملک اور مال ہیں ، جن کی فوج میں تین لاکھ پیادہ
او [اور] سوار ہے ۔ اب مسلمانوں پر فرض ہے کہ
جلد لشکرِ اسلام میں ملیں اور جہاد میں شریک
ہوں ۔ چنانچہ ہزاروں مسلمان دیندار جن کو دین کی
غیرت ہے ، ہندوستان سے پہنچے جاتے ہیں ۔ لیکن
اکثر مسلمان بچارے جہاد کے مضمون سے خبر نہیں
(کذا) کہ جہاد کس کو کہتے ہیں ، ہم پر فرض ہے
یا نہیں ، جہاد کرنے کا کتنا ثواب ہے اور اوس میں
سستی کرنے کا کتنا عذاب" ۔

(ورق ۱ ، ب و ۲ ، الف)

اس تمہید سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسالہ ۲۰ جمادی الثانی ،
۱۲۴۲ھ اور ۹ شوال ، ۱۲۴۲ھ (تاریخ ختم کتابت) کے درمیان
لکھا گیا تھا ۔

اس رسالے کے آخر میں جہاد سے متعلق جو مثنوی ہے ،
عام طور پر وہی "رسالہ جہادیہ" کے نام سے مشہور ہے ،
اور اسے ایک مستقل تصنیف سمجھا جاتا ہے ۔ اس امر کا
انکشاف پہلی مرتبہ زیرِ نظر مخطوطے سے ہوتا ہے کہ یہ
مثنوی "رسالہ ترغیب الجہاد" کا ضمیمہ ہے ۔ نثری رسالے
کا ذکر مصنّف کے کسی سوانح نگار نے نہیں کیا ۔ تمام مآخذ
میں مثنوی ہی کو ایک علیحدہ تصنیف سمجھا گیا ہے ۔
مولانا عبدالحلیم چشتی لکھتے ہیں :

"جہاد کے زمانے میں اس کا بڑا چرچا تھا ، اور ہر
طرف یہی نظم پڑھی جاتی تھی . . . یہ نظم بنگال

تک کے مجاہدین اپنی روانگی کے وقت بڑے جوش و خروش سے پڑھتے تھے . . . یہ نظم سیّد صاحبؒ کی موجودگی میں متعدد بار پڑھی گئی اور آپ نے بڑے شوق سے اسے سنا . . . یہ رسالہ غدر سے پیشتر مولانا شیخ مسیح الزمان . . . نے اپنے مطبع مسیحائی ، کانپور سے قصۂ اصحاب کہف کے ساتھ شائع کیا تھا ، برطانوی حکومت نے بعد میں اس کو باغیانہ قرار دے کر اس کی طباعت ممنوع قرار دے دی تھی ، مگر اس کے باوجود یہ نظم لوگوں کے حافظوں میں برابر محفوظ رہی - پھر مجاہدین چمرقند نے ۱۹۳۶ء میں چھاپ کر پیش کی" - (معارف ، اعظم گڑھ ، جون ، ۱۹۵۷ء ، ص ۵ - ۴۵۳)

دیگر نسخے : صولت پبلک لائبریری رام پور میں اس رسالے کا ایک نسخہ ہے - فہرست نمبر ۶۰۷ - اوراق ۲۳ - (صولت ، ص سوم ، ضمیمہ) فہرست نگار نے مصنّف کا نام شاہ محمد اسماعیل لکھا ہے ، لیکن آغاز کی جو عبارت دی ہے ، وہ مولوی خرم علی کے زیرِ بحث رسالے کی ہے - اسی کتب خانے کی فہرست میں نمبر ۱۷۵ پر ایک سہ ورقی منظوم "رسالہ جہادیہ" کا اندراج ملتا ہے - مصنّف کا نام نہیں لکھا - قیاس ہے کہ یہ زیرِ نظر مخطوطے کی اختتامی نظم ہے جو مذکورہ نام سے مشہور ہے -

مطبوعہ نسخے: مکمل رسالہ غالباً کبھی طبع نہیں ہوا - مثنوی کی دو اشاعتوں کا ذکر اوپر آ چکا ہے - زمانۂ حال میں یہ نظم مولانا غلام رسول مہر نے اپنی کتاب "سیرت سیّد احمد شہید" میں شامل کی ہے - اس نظم کا انگریزی ترجمہ "کلکتہ ریویو"، جلد ۵۱ ، ۱۸۷۰ء میں شائع ہوا تھا - (ہندوستان میں وہابی تحریک ، ڈاکٹر قیام الدین احمد ، اُردو ترجمہ ، کراچی ، ۱۹۷۲ء ، ص ۳۸۷)

• • •

۲۹

تعلیم النساء

علی حسین

کتب خانہ : ترقی اردو بورڈ ، کراچی ۔
نمبر : ۳۲۲۸ (داخلہ)
سائز : ۲۵×۱۵ س م
اوراق : ۸۴
زمانۂ تصنیف: رجب ، ۱۲۳۹ھ [م : مارچ ، ۱۸۲۴ء]
کاتب : عباس علی ۔
تاریخِ کتابت : ۱۳ شوال ، ۱۲۵۴ھ [م : ۳۰ دسمبر ، ۱۸۳۸ء] ۔
خط : نستعلیق ، اوسط (عربی آیات نسخ میں)
کیفیت : مخطوطہ کرم خوردہ ہے ۔ ہر ورق کو بٹر پیپر کے لفافے میں محفوظ کیا گیا ہے ۔ کاغذ دبیز ، مٹیالا ۔ ورق ۱ ، الف اور ۸۴ ب سادہ ہیں ۔ عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں ۔ ہر جملے کے پہلے لفظ پر وہ نشان بنایا گیا ہے جو عموماً تخلص کے لیے مخصوص ہے ۔
آغاز : ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علی رسولہ محمد و آلہ الطیبین الطاہرین خصوصاً علیٰ سید الواصیین علی ابن ابیطالب یعسوب الدین ۔ اما بعد حمد خدا و تعریف رسول کے یہ بندہ حقیر پر تقصیر خطا پیشہ علی حسین بیٹا فضل حسین نصیر آبادی کا کہتا ہے کہ یہ رسالہ چھوٹا سا مسمٰی بہ تعلیم النساء واسطے تعلیم

عورتوں کی بہ سبب ارشاد نو نہالان گلستان مصطفوی و چشم و چراغ دودمان مرتضوی سید امداد علی و سید ہاشم علی روسائے سادات سرائے میر کے ، اس عاصی نے بارہ سو ولتالیس ہجری میں لکھا ہے ۔ اُمید اس رسالہ پڑھنے والیوں سے یہ ہے کہ اس عاصی گنہکار خطا پیشہ کو دعائے مغفرت سے فراموش نہ کریں ۔ اے کنیزان فاطمہ و اے شیعان علی مرتضیٰ علیہم السلام ، روئی غفلت کی کان سے نکالو ، اور دل و جان سے سنو کہ حق تعالیٰ نے انسان کو اور جنّ کی خلقت کو عبث اور بے فائدہ نہیں پیدا کیا ہے"۔

اختتام : "ان باتوں کو یاد رکھو ۔ اوس گنہ گار خطا پیشہ علی حسین جمع کرنے والا اس رسالے کو بھی دعاء مغفرت سے محروم نہ رکھو اور جہاں کہیں اس بے مقدار سے خطا اور سہو واقع ہوا ہو تو قلم عفو اور اصلاح سے درست کیجو ۔ نظر تعلیم عورتوں کی ۔ فہم ان کی اکثر دریافت کرنے مطالب سے قاصر ہیں ، اس واسطے موافق اُن کی زبان کے اور بولی کے اِس رسالے کو لکھا ہے ۔ مکرر اور بتکرار الفاظ کو استعمال کیا ہے کہ بسہولت اور آسانی مطالب کو سمجھیں ۔ آغاز اور ابتدا اس رسالے کا سرائے میر اور اتمام اس کا دارالعلوم جونپور ، شیراز ہند کے ۔ در دولت خانہ و نعمت خانہ خان صاحب فیاض زماں فخر خاندان عالی شان سید فرحت علی خاں[1] صاحب دام ظلہ العالی کے صورت لکھنے کی پایا ۔ تمام ہوا رسالہ تعلیم النساء رجب کے مہینے میں سن بارہ سو ونتالیس (۱۲۳۹) ہجری مقدس میں ۔ فقط"۔

ترقیمہ : "تمام ہوا رسالہ لکھنے سے تاریخ تیریں شوال ، ۱۲۵۴ ہجری میں بیچ مقام نہانہ گھوسی ضلع اعظم گڑھ کے ، کہ فلک

۱۔ جونپور کے مشہور رئیس تھے ۔ محرم ۱۲۳۱ھ (۱۸۲۵ء) میں انتقال کیا ۔ (تاریخ شیراز ہند ، جونپور ، سید اقبال احمد ، جونپور، ۱۹۶۳ء ، ص ۸۰۱)

کج رفتار نے بحالت بیماری و شدت عارضہ کے جناب مامون خیرات علی صاحب قبلہ تھالدار کے پاس جگہ دیا تھا ہوا ، اللہ تعالیٰ بتصدق بیمار کربلا کے اجر ثواب میں جس کے مجھ کو اس رنج سے نجات بخشے۔ امیدوار قاری اور سامع سے ہوں کہ بدعاء مغفرت یاد کریں گے ۔ کتبہ عباس علی غفر اللہ و ذلوبہ" ۔

مندرجات : اس کتاب میں اصول دین ، صفات حق تعالیٰ ، جہنم ، بہشت ، نماز ، صفائی ، عورت مرد کے تعلقات جیسے موضوعات پر اظہار خیال کیا گیا ہے ۔ عورتوں کے لیے مذہب اور روزمرہ زندگی کے مسائل و معاملات آسان زبان میں بیان کیے گئے ہیں ۔

مصنف : مصنف کے حالات صرف اُسی قدر معلوم ہو سکے ہیں جو اُوپر آغاز و اختتام کے اقتباسات میں ملتے ہیں ۔

• • •

سلوک و آداب

۳۰

خلاصۂ نفسِ رحمانی

محبوب علی شاہ

کتب خانہ : ضمیر نیازی - کے/۶۴/۲ - پی ای سی ایچ ایس ، کراچی -

سائز : ۲۰¾ × ۱۴½ س م

اوراق : ۲۲

سطور : ۱۳

زمانۂ تصنیف : تاریخ اختتام ، ۸ ربیع الثانی ، ۱۲۶۶ھ [م : ۲۱ فروری ، ۱۸۵۰ء]

زمانۂ کتابت : تیرھویں صدی ہجری کا ربع آخر (قیاساً)

خط : نستعلیق ، اوسط -

مہریں : ہر ورق پر مخطوطے کے مالک ضمیر نیازی صاحب کے نام کی انگریزی اور اُردو مہریں ہیں -

کیفیت : نسخہ عمدہ حالت میں ہے - ہر ورق بٹر پیپر کے لفافے میں محفوظ کیا گیا ہے - کاغذ باریک ، مٹیالا - ورق اوّل قدرے دریدہ و آب رسیدہ ہے ، لیکن متن کو نقصان نہیں پہنچا - متن ورق ۱ ، ب سے شروع ہوتا ہے - ورق ۱ ، الف پر جدید جلد سازی میں سفید کاغذ چسپاں کیا گیا ہے ، جس پر تصنیف ، مصنّف اور مالک مخطوطہ کے نام لکھے گئے ہیں - متن ورق ۲۲ ، الف پر ختم ہوتا ہے - ورق ۲۲ ، ب سادہ ہے -

آغاز : "الٰہی ذات تیری بے نشاں ہے
حصرِ عشرہ کے حیّز سے نہاں ہے
بری ادراک سے ہے او بشر کے
نہ ہرگز آوے در قیدِ حصر کے
کہ جیسا تیرہ ہے چشمانِ سر بہاں
بکنہش دیدۂ عقل است حیراں
رسول اللہ کہیے ہیں ما عرفناک
زباں کیوں ہو سکے یاں چست و چالاک
ثنا تیری نہیں مقدور انساں
کہ لا أحصیٰ ثنا بولے نبی جاں"

اختتام : "شعور ماسوا اللہ حق سے جاوے
فنا اندر فنا مجہ ہاتھ آوے
اسم بخشا مجھے محبوب علی شاہ
محب اپنا تو کر اے میرے اللہ
خلاصہ نفسِ رحمانی مرتّب
و بارا سو پہ چھپے سٹ سال تنیے تب
ربیع الثانی کی تاریخ آٹھویں جان
او پنجشنبہ کے دن پورا ہوا مان
یہ نسخہ کو مطالع کوئی کرے تو
دعائے خیر مجہ حق میں کرے تو"

مندرجات : ۲۷۹ اشعار کی اس مثنوی میں سلوک و معرفت کے نکات بیان کیے گئے ہیں۔ وجود، شہود، علم اور نور (جو "اعتبارات وحدت" ہیں) کی تفصیل پیش کی گئی ہے۔

خصوصیات : مصنّف نے سببِ تالیف ان اشعار میں بیان کیا ہے:

یہی ہے آرزو مجہ دل میں یا رب
سلوک و معرفت میں کچھ کہوں اب
بحقِ مصطفیٰ دے زور و قوت
بیانِ معرفت ہو خوب صحت
عطا شرح صدر کی کر کرامت
زباں اور دل کو دے برہان و حجّت

مجھے ذہن و ذکا سے کر عنایت
مجھے فہم رسا سے دے ہدایت
بزرگاں معرفت کی جو کتاباں
کیسے تصنیف بہر مستحقاں
کہوں میں اوس سے استنباط کر کر
بیان دکھنی زبان میں لا سراسر

(ورق ۱ ، ب و ۲ ، الف)

کتاب کا نام ان اشعار میں آیا ہے :

بحمد اللہ ہوا ہے نامہ اتمام
طفیل مصطفیٰ پایا ہے انجام
خلاصہ نفس رحمانی اسے نام
سلوک و معرفت کا اس میں ہے کام
سمجھنے کو مریداں طالباں کے
کہا ہوں میں اسے دکھنی زباں سے
مجھے نیں شعر کہنے قابلیت
کچھ اس کے وزن و موزوں کی پچھانت
کہا ہوں ذہن ناقص سے بیاں جو
اگر اس میں کسی جاگاہ خطا ہو
صحیح اس کو کرو اپنی عطا سے
کرو تم در گذر میری خطا سے

(ورق ۲۱ ، ب)

مصنف نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے اپنی عقیدت کا اظہار ان اشعار میں کیا ہے :

مرا مرشد محی الدین لقب ہے
فنا در ذاتِ حق اُس کا لقب ہے
کہ حاصل ہے اُسے تمکین و تلوین
فنا و فقر کا ہے جس کا آئین
جو ہے ارشاد اس کا عینیت کا
مجھے مقدور نیں اس کی صفت کا

ترجمہ اس کا ذات ابہت کا
نہیں بو جس کنسے ہے غیریت کا
الٰہی ان کی برکت سے مجھے تول
کرانا دور ہے وہم خودی سول

(ورق ۲۲ ، الف)

مصنف : ادبی تاریخوں اور تذکروں میں محبوب علی شاہ نامی کسی شاعر کا ذکر نہیں ملتا ۔ گلزار آصفیہ (ص ۳۹۶) میں محبوب علی شاہ نامی ایک بزرگ کا ذکر ملتا ہے جو امروہے کے رہنے والے تھے اور حیدر آباد دکن چلے گئے تھے ۔ وہیں اُن کا انتقال ربیع الاول ، ۱۲۸۰ھ [م : اگست ، ستمبر ، ۱۸۶۳ء] میں ستّر برس کی عمر میں ہوا ۔ یہ بزرگ مجذوب وارفتہ حال تھے ۔ ایک لنگوٹ باندھے اور مختصر سا کُرتا پہنے سر و پا برہنہ حیدر آباد میں گھومتے رہتے تھے ۔ بکریوں کے سینگ اور پھٹے پرانے کپڑے ان کی بغل میں ہوتے تھے ۔ لوگ انھیں اپنے گھروں میں لے جاتے اور کھانا کھلا دیتے تھے ۔ محبوب علی شاہ کھانا کھانے کے بعد کچھ دیر صاحب خانہ کے ہاں بیٹھتے اور قرآن شریف کے ایک دو رکوع خوش الحانی سے پڑھتے ۔ کبھی مرثیے کا کوئی بند یا کبت وغیرہ بھی سنا دیتے تھے ۔ موسیقی کے قواعد سے واقف تھے ۔ عربی ، فارسی ، تلنگی ، مرہٹی اور کنڑی زبانیں جانتے تھے اور ان زبانوں میں گفتگو کر لیتے تھے ۔ گمان غالب ہے کہ زیر نظر مثنوی کے مصنّف یہی بزرگ ہیں ۔ محبوب علی شاہ نام ہی کے ایک شاعر کی ایک فارسی مثنوی ”محبوب حقانی“ ۱۳۱۰ھ میں مطبع عزیز دکن ، حیدر آباد دکن سے شائع ہوئی تھی ۔ اس کے سرورق پر مصنّف کا نام اس طرح لکھا ہے ۔ ”سیّد محبوب علی شاہ محبوب حقانی چشتیہ القلندریہ ساکن مقام عرش نما واقع سرور نگر عرف قلعۂ کہنہ“ ۔

مآخذ : (۱) گلزار آصفیہ ، ۳۹۶ - (۲) تذکرۃ الکرام (تاریخ امروہہ کی دوسری جلد) از محمود احمد عباسی ، دہلی ، ۱۹۳۴ء ، ص ۱۸۵ -

● ● ●

ہندومت

۳۱

بھاگوت منظوم

دل سکھ خوش دل

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی -
نمبر : ۲۳/۶۴۸ ء ۱۹۵۷
سائز : ۲۷ × ۱۵ س م
اوراق : ۲۶۲
سطور : ۲۰
زمانۂ تصنیف: ۱۸۶۳ء [م : ۸۰ - ۱۲۷۹ھ] سے چند برس قبل -
زمانۂ کتابت : مطابق زمانۂ تصنیف -
خط : نستعلیق ، شکستہ مائل ، معمولی -
مہر : ورق ۱ ، الف پر ایک مہر ہے جو گورمکھی میں ہے - امتدادِ زمانہ سے مہر کی عبارت تقریباً مٹ چکی ہے - گمانِ غالب ہے کہ یہ ریاست پٹیالہ کے سرکاری کتب خانے کی مہر ہے -
کیفیت : مخطوطہ غیر مجلد ہے ، تمام اجزا الگ الگ ہیں - کیرم خوردگی کے اثرات بہت زیادہ ہیں ، آخری اوراق اس حد تک کیرم خوردہ ہیں کہ متن کا بیشتر حصہ ضائع ہوگیا ہے - کاغذ دبیز بادامی ہے - کاتب نے اوراق پر نمبر شمار درج کیے ہیں مگر یہ غلط ہیں - مثلاً ورق ۱۶۸ کے بعد ۱۷۹ لکھا ہے - ورق ۱ ، الف پر مندرجہ ذیل اندراج ہے :
''یہ کتاب سرکاری محکمہ . . . [ایک لفظ ناخوانا] سے ارسال کی گئی - ۲۲ جون ، ۶۳'' -

سنہ کی علامت درج نہیں کی گئی لیکن مہینے سے واضح ہے
کہ یہ عیسوی سنہ (۱۸۶۳) ہے۔ مذکورہ مہر اسی
عبارت کے نیچے ثبت ہے۔

آغاز : [کیرم خوردہ یا ناخوانا الفاظ کی جگہ نقطے لگائے گئے ہیں]

"........ سدھ داتا گنیش
رہی سدھ تجھ کوں ہمیشہ ہمیش
کوئی جو کرے کاج دلیا میں پیش
کرے پہلے پوجن چرن سی گنیش
سبھی دیوتوں کی پرستش کی جا
وہ گر....... شب ....
سبھی جگت کا وہ ....
کرے سب کی مشکل وہ آساں ہمیش
وہ ہے ہر کا داتا ہر یک بات میں
سبھی سدھ کا رج اُسی ذات میں"

اختتام : [آخری اوراق اس حد تک کیرم خوردہ ہیں کہ متن بڑی
حد تک ناخوانا ہے۔ آخری شعر کے مندرجہ ذیل الفاظ
پڑھنے میں آتے ہیں]

مبارک ہو .... سر بلند
پڑھی جس نے اُس نے کہا دل پسند

مندرجات : یہ کتاب، بھاگوت کے انتخاب "پرم گیان پوتھی" کا منظوم
اُردو ترجمہ ہے۔ مثنوی کی ابتدا میں پٹیالہ کے مہاراجہ
نراندر سنگھ کی تعریف ہے، اس کے بعد پٹیالہ کے بعض
وزیروں کی تعریف میں اشعار ہیں۔ پھر مصنّف نے اپنا
حال اور سببِ تالیف بیان کیا ہے۔

خصوصیات : یہ نسخہ کسی پیشہ ور کاتب نے نہیں لکھا۔ لکھنے والا
بے حد بد خط ہے۔ اس کتاب کا اور اس کے مصنّف کا ذکر
کسی دوسری جگہ نہیں ملا، اس لیے گمان ہے کہ کہیں یہ
وہ اصل نسخہ تو نہیں جو مصنّف نے خود لکھ کر مہاراجہ
پٹیالہ کو پیش کیا تھا؟

مصنّف : مصنّف نے مثنوی کے ابتدائی اشعار میں اپنا جو حال لکھا ہے ، اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ قوم کا سکسینہ تھا ، باپ کا نام رام لعل تھا ۔ خوش دل کا وطن کوراولہ تھا جو ضلع فرخ آباد کا محال تھا ۔ وہ مثنوی کی تالیف کے وقت تیس برس سے پٹیالے میں مقیم تھا اور مہاراجہ کا ملازم تھا ۔ اپنے نام اور تخلّص کے بارے میں وہ کہتا ہے :

مصنّف ہوں میں نام دل سکھ مرا
تخلّص ہے خوش دل بدل کر دھرا

اس کتاب کے بارے میں خوش دل نے بتایا ہے کہ ایک رات خواب میں ایک بزرگ نے اُس سے کہا کہ بھاگوت کے انتخاب "پرم گیان پوتھی" کو اُردو میں منتقل کر دے ۔ یہ مثنوی اِسی ارشاد کی تعمیل میں لکھی گئی ۔

• • •

۳۲

رامائن

جگن ناتھ خوشتر

کتب خانہ : قومی عجائب گھر، کراچی ۔

نمبر : ۱۹۵۷ ء ۸۷۱

سائز : ۲۸ × ۱۹ ½ س م

اوراق : ۱۵۵

سطور : ۱۵

زمانۂ تصنیف: آغاز : ۱۲۶۷ھ [م : ۵۱ - ۱۸۵۰ء] - اختتام : ۱۲۶۸ھ [م : ۵۲ - ۱۸۵۱ء]

کاتب : مادھو کشن ولد گنگا بشن ۔

تاریخِ کتابت : ۷ اگست، ۱۸۶۴ء [م : ۴ ربیع الاول، ۱۲۸۱ھ]

خط : نستعلیق، شکستہ مائل، اوسط ۔

کیفیت : کاغذ دبیز، سفید ۔ اوراق کی شیرازہ بندی غلط ہوئی ہے ۔ ورق اوّل کے بعد کے ۳۲ اوراق موجودہ ورق ۱۵۴ اور ورق ۱۵۵ کے درمیان ہیں ۔ متن ورق ۱، الف سے شروع ہوتا ہے اور ۱۵۵، الف پر ختم ہوتا ہے ۔ ورق ۴۷، الف کے حاشیے پر یہ عبارت ہے :

"یہ چند حروف بقلم نیاز ... گھسا (کذا) لعل ولد ... ساکن قصبہ ... بتاریخ ۲۳ جولائی، ۱۸۶۴ء" ۔

جلد سازی کی بے احتیاطی سے بعض الفاظ ضائع ہو گئے ہیں ۔
مخطوطہ کہیں کہیں سے آب رسیدہ ہے ، اس سے متن کو
نقصان پہنچا ہے ۔

آغاز : "خدایا نامی کو نام آوری دے
قلم کو جلوۂ بال پری دے
ریاض حمد میں تا حسب انداز
عنادل کی طرح ہو نغمہ پرداز
مضامین ثنا میں تر زباں ہو
برنگ ابر نیساں دُر فشاں ہو
دہن غنچہ ، زباں گلبرگ تر ہے
یہ آب شکر کا تیرے اثر ہے
گُہر افشاں جو یوں نوک قلم ہے
سحاب لطف کا تیرے کرم ہے"

اختتام : "تری قسمت سے ہے سب خلق آگاہ
گدا کو پل میں کرتا ہے شہنشاہ
ہوا تصنیف سے میں فارغ البال
تعطّل اب ہے میرے حق میں جنجال
دعا خوشتر کی ہو مقبول جلدی
بکار عمدہ کر مشغول جلدی
خدایا رفع کر سب میری حاجات
پذیرا کر شتابی یہ مناجات"

ترقیمہ : "تمام شد بخط بد خط مادھو کشن ولد گنگا بشن قوم کایست
بھٹنا گر ساکن قصبہ قدیم چھیت علاقہ مہاراجہ پٹیالہ ،
خوش باش قصبہ غازالدین نگر[۱] ضلع میرٹھ وارد حال مقام
. . .[۲] ڈاک منشی . . . کہ جناب بھائی صاحب قبلہ و کعبہ

۱۔ غازی الدین نگر (موجودہ : غازی آباد) ۔
۲۔ مخطوطے کے آب رسیدہ ہونے کی وجہ سے جو مقامات ناخوانا ہیں ، وہاں
نقطے لگائے گئے ہیں ۔

. . . بروز پنجشنبہ ساتویں ے ماہ اگست ، ۱۸٦۴ عیسوی مطابق ساون سودی وداوشی سمت ۱۹۱۹ بوقت یک پاس روز باقی ماندہ صورت اختتام یافت :

نوشتہ بماند سیہ بر سفید
نویسندہ را نیست فردا امید
من نوشتم صرف کردم روزگار
من نمانم این بماند یادگار

بقلم مادھو کشن . . . نویس ، صدر"۔

مندرجات : اس مثنوی میں ہندوؤں کی مشہور مذہبی کتاب "راماین" کو اُردو میں منتقل کیا گیا ہے ۔ پہلے حمد ہے پھر سببِ تالیف ہے جس میں مصنّف نے بتایا ہے کہ ایک روز اُس کے خواب میں سرسوتی دیوی آئی اور کہا کہ اے خوشتر تُو نے اب تک زندگی لہو و لعب میں گزاری ہے ، بہتر ہے کہ اب کوئی اچھا کام کر ۔ سرسوتی دیوی نے خوشتر کو مشورہ دیا کہ وہ راماین کو اُردو میں منتقل کرے ۔ یہ مثنوی اسی مشورے پر عمل کرنے کا نتیجہ ہے ۔ سببِ تالیف کے بعد واجد علی شاہ اختر ، والیٔ اودھ کی مدح ہے ۔ پھر مصنف نے اپنے حالات لکھے ہیں اور تاریخ آغاز مثنوی کے دو قطعات درج کیے ہیں ۔ اس کے بعد اصل مثنوی شروع ہوتی ہے ۔ قطعات تاریخ میں سے پہلے قطعے کا مصرع تاریخ یہ ہے :

ریاضِ نور ہے تاریخِ خوشتر
۱۲٦۷ھ

خصوصیات : یہ مخطوطہ مطبوعہ نسخے کی نقل ہے ۔ اختتامِ مثنوی کے بعد اور ترقیمے سے پہلے یہ عبارت ملتی ہے :

"جب کتاب لاجواب تمام ہوئی ، ہند میں بڑی دھوم دھام ہوئی ، بندشِ مضمون پسند آئی ، بعض احباب نے تاریخ ختم موزوں فرمائی ، جودتِ طبع دکھائی ، ہر ایک لکھنے میں آئی"۔

اس کے بعد چمن اور لچھمن تخلّص کے دو شاعروں کے لکھے ہوئے قطعات تاریخ ہیں جن سے ۱۲۶۸ھ برآمد ہوتا ہے ۔ پھر یہ عبارت ہے :

''العبتان مضامین سرگرم ناز ہیں ، دیدنی انداز ہیں ۔ یعنی یہ کتاب ندرت انتساب ، غرایب خزاین مسمّٰی بہ رامایِن معہ تصاویر موافق اصل تحریر کے گیارھویں فروری ، ۱۸۶۱ء کو مطبع اودھ گزٹ واقع گولہ گنج میں حُسن مساعی منشی گنگا دھر پرشاد صاحب سررشتہ دار با وقار سے چھپ کر طیار ہوئی ، مشہور دیار و امصار ہوئی'' ۔

دیگر نسخے : کتب خانہ سالار جنگ ، حیدر آباد دکن میں اس مثنوی کا ایک نسخہ ہے ۔ فہرست نمبر ۳۶۴ ۔ لائبریری نمبر ۶۸۰ ۔ سائز ۹½ × ۶½" ۔ صفحات ۳۶۰ ۔ سطور ۱۳ ۔ خط نستعلیق ۔ کیرم خوردہ ۔ ناقص الاوّل ۔ ترقیمہ : ''الحمد للہ کہ این سراپا مستطاب تصنیف منشی جگن ناتھ متخلّص بہ خوشتر ساکن محلہ کنگھی ٹولہ من محلات سلطنت لکھنؤ در عہد معدلت بادشاہ جم جاہ حضرت واجد علی شاہ بتاریخ سیوم ماہِ شعبان ، ۱۲۶۸ھ [۱۲۶۸ھ ؟] مطابق ماہِ سدی پنچی [پنجمی ؟] ۱۲۵۹ف بروز دو شنبہ صورت اختتام پذیر یافت'' ۔ (سالار جنگ ، ص ۸۸ - ۲۸۶)

مطبوعہ نسخے : یہ مثنوی پہلی مرتبہ مطبع اودھ گزٹ ، لکھنؤ سے ۱۸۶۱ء میں طبع ہوئی تھی ۔ زیرِ نظر مخطوطہ اسی ایڈیشن کی نقل ہے ۔ مطبع نول کشور ، لکھنؤ سے یہ مثنوی متعدد بار شائع ہو چکی ہے ۔ مئی ، ۱۸۶۹ء میں اس مطبع سے جو ایڈیشن چھپا تھا ، وہ غالباً پہلا نول کشوری ایڈیشن تھا ۔ ۱۹۲۴ء میں اس مطبع سے سولھواں ایڈیشن شائع ہوا تھا ۔ یہ دونوں نول کشوری ایڈیشن کتب خانۂ خاص ، انجمن ترقی اُردو ، کراچی میں ہیں ۔

مصنّف : اس مثنوی کے شروع میں مصنّف نے اپنے جو حالات لکھے ہیں ، اُن کا خلاصہ یہ ہے کہ اُن کا خاندان سیٹھ مل کا

خاندان کہلاتا تھا ۔ ذات کے وہ سری باستب کایستھ تھے ۔ باپ کا نام منا لال اور دادا کا نام دود راج تھا ۔ بزرگوں کا وطن ہڈیہ تھا ۔ اُن کے والد ہڈیہ سے لکھنؤ آئے ۔ اُنھوں نے ''شاہی اعزاز'' پایا اور شانہ سازوں کے محلے میں حویلی بنائی ۔ خوشتر کی نشو و نما یہیں ہوئی ۔ خوشتر نے جب زیرِ نظر مثنوی کا آغاز کیا تو اُس وقت اُن کی عمر اکتالیس برس کی تھی ۔ اس حساب سے ۱۲۲۶ھ [م : ۱۱-۱۸۱۰ء] اُن کا سالِ پیدایش قرار پاتا ہے ۔ خوشتر نے یہ مثنوی اپنے دوست رگھبیر نارائن ولد بشمبر ناتھ کی فرمایش پر مرتّب کی ۔ لالہ سری رام کا بیان ہے کہ خوشتر "عہد واجد علی شاہ میں متصدی گری پر فائز تھے ۔ ان کی رامائن منظوم و شری بھاگوت و چترگپت بہت مشہور ہیں ۔ مذہبی مسائل اور حکایات کو بہت خوبی اور فصاحت سے نظم کیا ہے ۔ ۱۲۷۹ھ [م : ۶۳ - ۱۸۶۲ء] میں اُن کا انتقال ہوا'' ۔ (خم خانہ ، سوم ، ص ۸۳)

ڈاکٹر گیان چند کے بقول خوشتر کی مثنوی ''مہا بھارت'' ۱۸۶۴ء میں شائع ہوئی تھی ۔ (اُردو مثنوی ، ص ۷۸۳)

مآخذ : (۱) اُردو مثنوی ، عقیل ، ۳۸۱ - (۲) اُردو مثنوی ، گیان چند ، ۹۲ ، ۱۱۲ ، ۷۸۳ - (۳) منظوم داستانیں ، ۳۱۶ - (۴) اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب کی ترویج میں اُردو کا حصہ ، ڈاکٹر محمد عزیز ، علی گڑھ ، ۱۹۵۵ء ، ص ۱۰۰ - (۵) 'اُردو میں رامائن' مقالہ از علی جواد زیدی ، نیا دور ، لکھنؤ ، اگست ، ۱۹۷۴ ، صص ۶ - ۳ - (۶) شعرائے ہنود ، دوم ، ۵۱ - (۷) ہندو ادیب ، ۳۸ -

• • •

تاریخیات

تاریخ ممالک و بلاد

۳۳

اخبار المارہرہ

چودھری بہاء الدین حسین

کتب خانہ : حاجی محمد زبیر (سابق اسسٹنٹ لائبریرین ، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) ، فرحت منزل ، اے - ۳۵۷ ، بلاک ایچ ، نارتھ ناظم آباد ، کراچی -

سائز : ۲۰ × ۱۳ ۱/۲ س م

اوراق : ۶۷

سطور : ۱۵

زمانۂ تصنیف : کتاب کا نام ''اخبار المارہرہ'' تاریخی ہے جس سے ۱۲۸۶ھ [م : ۷۰ - ۱۸۶۹ء] برآمد ہوتا ہے - یہ سالِ آغاز ہے - کتاب کا اختتام بقولِ مصنّف ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء میں ہوا - (تمہید ، ص ۷)

کاتب : ظہورالحسن بن اظہر حسین (مالک مخطوطہ حاجی محمد زبیر صاحب کے خسر مسرورالحسن ، کاتب مخطوطہ کے فرزند تھے - اسی تعلق کی بنا پر یہ مخطوطہ حاجی محمد زبیر کی ملکیت ہے) -

تاریخِ کتابت : ۷ ربیع الاول ، ۱۳۰۱ھ [م : ۶ جنوری ، ۱۸۸۴ء]

خط : نستعلیق ، معمولی -

کیفیت : نسخہ عمدہ حالت میں ہے - کاغذ دبیز ، زردی مائل - عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں - اوراق پر صفحات نمبر درج

کیے گئے ہیں جو ورق ۱ ، ب سے شروع ہوتے ہیں ۔ ورق ۶۷ ، ب پر صفحہ نمبر ۱۳۳ درج ہے ۔ (آیندہ سطور میں انھیں صفحہ نمبروں کے حوالے دیے جا رہے ہیں) ۔ متن ورق ۱ ، ب سے شروع ہوتا ہے اور ۶۷ ب پر ختم ہوتا ہے ۔ ورق ۱ ، الف پر یہ عبارت ہے :

''نسخہ متبرکہ اخبارالمارہرہ مولفہ چودھری بہاءالدین حسین ابن چودھری غلام رسول مارہروی'' ۔

آغاز : ''حمد بے حد اُس قدیم وحدہ' لا شریک کو جس نے حالات ماضیہ کو بطور تسلسل بہ ایں غایت سلسلہ بند کیا کہ انسان ضعیف البنیان کو سلف سے خلف تک ایک کو بعد دوسرے کے وہ فہم و ادراک عطا کیا کہ کوئی حال باستانی نا نوشتہ نہ چھوڑا ۔ زہے خدائے کریم دانش آفرین کہ چندیں مورخین دانش آگیں پیدا کیے اور کرتا ہے کہ بوسیلہ' تحریر اُن کے حالات ماضیہ اسلاف سے اخلاف کو آگاہی ہوئی اور ہوتی جاتی ہے'' ۔

اختتام : ''حضرت شاہ کالے و شاہ لال دو کس مجذوبان با کمال سے بہ عہد سلطنت اورنگ زیب عالم گیر و محمد معظم شاہ عالم بہادر کے قصبہ' مارہرہ میں تھے ۔ مزار پُر انوار اُن کے باغ چودھری کرم اللہ صاحب مرحوم و قانون گوئے پرگنہ مارہرہ کے سمت شرقی پیوستہ بہ آبادی محلہ کمبوہان من محلات مارہرہ میں ہے ، زیارت گاہ خلائق ہیں ۔ سوائے اس کے اور اکثر مزار بزرگان سلف کے اس قصبے میں ہیں کہ نام ان بزرگوں کے مشہور ہیں ، لہٰذا ان کا حال اس مختصر میں درج نہ ہوا ۔ واللہ اعلم بالصواب'' ۔

ترقیمہ : ''الحمد للہ والمنّت کہ کتاب ہذا موسوم بہ تاریخ المارہرہ (کذا) من تصنیف برگزیدۂ دارین چودھری محمد بہاء الدین حسین ابقاء اللہ شرفہ و امارتہ' از دست و قلم بندۂ خدا عاصی پُر معاصی ظہورالحسن بن اظہر حسین مرحوم و مغفور کنبوہ ساکن مارہرہ بتاریخ ہفتم ربیع الاول ، ۱۳۰۱ھ مقام

پوڑہ گاؤں بہ اختتام رسید ۔ قطعۂ تاریخ از نتائج فکر منشی کرم حسن صاحب مارہروی المتخلص بہ راغب :

بہاء الدین سرور سینہ و دل
نہال بوستان خوش بیانی
کتاب نو بہ اُردو کرد تالیف
ز کلکش شد درو گوہر فشانی
چو دیدم آں کتاب روح افزا
دلم چوں گل شگفت از شادمانی
بتاریخش ز جان عیش راغب
بگفتا : نو گل باغ معانی[۱]''

مندرجات : مصنف نے دیباچے میں لکھا ہے :

''۱۲۸۶ھ میں بجلسۂ ملاقات . . .[۲] مسٹر بالٹو صاحب بہادر کلکٹر حاکم ضلع ایٹہ سے ایک روز تذکرۂ آبادیٔ قصبۂ مارہرہ اور وجہ تسمیہ اس کی معہ دیگر حالات پرگنہ مارہرہ آیا ۔ اور اس پر صاحب ممدوح نے . . . [پوچھا] . . . کہ قصبۂ مارہرہ کس نے آباد کیا اور کس بادشاہ کے عہد حکومت میں یہ قصبہ آباد ہوا اور وجہ تسمیہ اس کی کیا ہے۔ اور پرگنہ مارہرہ میں کس کس سنہ میں کس کس بادشاہ کی حکومت اور عمل داری اور ابتداءً دراصل زمینداریٔ قصبۂ مارہرہ کس کی تھی . . . اور موجد عہدہ ہائے چودراہٹ و قانون گوئی کون کون بادشاہ ہوا اور عہدہ ہائے چودھر و قانون گوئی پرگنۂ مارہرہ پر اوّل کون شخص مقرر ہوا اور تیرے خاندان میں جو اب یہ عہدے ہیں یعنی یہ لقب چودھری یا وصف موقوفیٔ عہدہ چودھر ، پرگنہ کی ابتدائی عمل داریٔ سرکار دولت مدار سے جو تم لوگ اب تک ملقب

۱- نو گل باغ معانی = ۱۲۸۰ + ۱۰ (جان عیش = ی = ۱۰) = ۱۲۹۰ھ ۔
۲- غیر ضروری عبارتیں حذف کی گئیں ۔ اُن کی جگہ نقطے لگائے گئے ہیں ۔

ہو اس کا باعث کیا ہے ۔ اور قانون گوئی پرگنہ
مارہرہ جو تیرے خاندان میں ہے، آیا یہ عہدۂ جدید
ہے یا قدیم و موروثی و پیر زادگان قصبۂ مارہرہ میں
سے سب سے پہلے کس سن و سال میں کون شخص
وارد مارہرہ ہوا اور درگاہ حضرت سیّد شاہ برکت اللہ
صاحب جو قصبۂ مارہرہ میں مشہور ہے ، اس کو
کس سن و سال میں کس نے تعمیر کیا ۔ اور دیہات
معافی و جاگیر بنام نیاز درگاہ اور خرچ خانقاہ ان
پیرزادوں متولیوں درگاہ موصوف کو جو معاف اور
مرفوع القلم ہیں وہ کس کس سن و سال میں کس کس
حاکم نے کس کے نام کیے'' ۔ (صص ٦ - ٥)

اس کتاب میں اِنھیں سوالوں کا جواب دیا گیا ہے ۔
ص ۱۲۸ پر کتاب ختم ہو جاتی ہے اور ص ۱۲۹ پر مارہرے
کے بعض بزرگوں کے حالات ہیں ۔

خصوصیات : اس مخطوطے میں بعض عبارتیں قلم زد کی گئی ہیں اور بعض
حواشی پر اضافہ کی گئی ہیں ۔ اس کی مثالیں صفحات ۵۹ ،
۸۹ ، ۱۱۶ ، ۱۱۸ اور ۱۲۰ پر ملتی ہیں ۔ مخطوطے کے
مالک حاجی محمد زبیر صاحب کا کہنا ہے کہ یہ مخطوطہ
مصنّف کی نظر سے گزر چکا ہے ، اور تمام اصلاحیں اور
اضافے مصنّف کے قلم سے ہیں ۔

مطبوعہ نسخہ: یہ کتاب مطبع صبح صادق سیتا پور سے شائع ہو چکی ہے ۔
(صحیفہ لاہور ، جولائی ، ۱۹۶۹ء ، ص ۷۵)

مصنّف : چودھری بہاء الدین حسین مارہرہ (ضلع ایٹہ ۔ یو پی) کے
کنبوہوں میں سے تھے ۔ منصب چودھر اور عہدۂ قانون گوئی
اس خاندان میں موروثی تھا ۔ چودھری بہاء الدین کے والد
چودھری غلام رسول مارہرے کے نامی گرامی رئیس تھے ۔
غالب سے اُن کے مراسم تھے ۔ غالب نے چودھری عبدالغفور
سرور کے نام کے بعض خطوں میں چودھری غلام رسول کو
اچھے الفاظ میں یاد کیا ہے ۔ چودھری عبدالغفور سرور ،

چودھری غلام رسول کے بھتیجے اور چودھری بہاء الدین کے چچا زاد بھائی تھے۔ زیرِ نظر کتاب کی تالیف پر مصنّف کو انگریزی حکومت نے دو سو روپے انعام دیا تھا۔

مآخذ : غالب اور مارہرہ ، مقالہ از محمد ایوب قادری ، سہ ماہی صحیفہ، لاہور ، غالب نمبر ، سوم ، شمارہ ۴۸ ، جولائی ، ۱۹۶۹ء۔

● ● ●

۳۴

کیفیت و حالات روسائے بیگن پلی

محی الدین شہیار

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی ۔

نمبر : ۲۰۲/۲۵ ء ۱۹۵۸

سائز : ۲۳ ½ × ۱۵ ½ س م

اوراق : ۹۴

سطور : ۱۱

سال تصنیف : ۱۳۲۶ھ [م : ۱۹۰۸ء]

زمانۂ کتابت : ۱۳۲۶ھ [م : ۱۹۰۸ء] کے چند برس بعد (قیاساً)

خط : نستعلیق ، عمدہ ۔

کیفیت : مخطوطہ عمدہ حالت میں ہے ۔ کاغذ دبیز ، مٹیالا ۔ عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں ۔

آغاز : "الحمد للہ رب العالمین . . .[1] اما بعد محی الدین شہیار ولد غلام حیدر شہوار ابن ملک محمود جوہر جس کے آباء و اجداد کو سرکار بیگن پلی سے نمک خواری و اطاعت گزاری کا تعلق رہا ہے ، عرض کرتا ہے کہ حسب فرمایش نواب صاحب رفیع المراتب ، مجمع فضل و کمال ، منبع جود و نوال ، جناب نواب سیّد اسد علی خان بہادر دام اقبالہ و

۱- یہاں سے طویل عربی عبارت حذف کی گئی ۔

نواب سیّد حسن علی خان بہادر نبیرہ نواب مظفرالملک مغفور فرماں روائے بیگن پلّی ، حالات روسائے بیگن پلّی جن کو والد مرحوم نے متفرق طور پر رقم فرمایا ہے یا اُن کی زبان سے سنے گئے تھے ، اُن تمام اوراق کو بہ جستجو تمام ایک جا کر کے اوراق میں منضبط اور نواب صاحب سابق الذکر کی نذر کیے گئے" ۔

اختتام : "ٹھیکیداروں کو طلب کر کے اُن کے روبرو معدنِ الماس کے ٹھیکے دینے کا ارادہ کیا ۔ نیلور کے رہنے والے تاجر نے ٹھیکہ لے کر کھدوانا شروع کیا ۔ چند روز کے بعد چھوڑ کر بھاگ گیا ۔ بعد اس کے برادر سجن لعل نے آن کر تشخیص کیا اور کہا یہاں معدنِ الماس کے سوا اور بھی معدنین ہیں ۔ تانبہ بغیر مس اور ابرک اور گیرو وغیرہ ، ان سب کے معدنین ہیں ۔ اور ان سب کے علاوہ کوئلہ ریل میں جو جلایا جاتا ہے وہ بھی موجود ہے" ۔

مندرجات : ابتدائی چند اوراق میں بیگن پلّی کے قدیم تاریخی حالات ہیں ۔ اس کے بعد قلعہ دار بیگن پلّی محمد بیگ خاں کے عہد (از ۱۰۷۵ھ) سے لے کر زمانۂ تالیف کتاب تک کے بیگن پلّی کے تاریخی حالات ہیں ۔ آخری باب کا عنوان "بیگن پلّی کے نادرات" ہے ۔ اس میں معدنیات کا ذکر ہے ۔

خصوصیات : مخطوطے کے ورق ۹۰ ، الف کی اس عبارت سے زیرِ نظر کتاب کا سالِ تصنیف متعین ہوتا ہے : "۔ ۔ ۔ اور آج ۱۳۲۶ ہجری حکم احکام بیگن پلّی میں انگریزی ہے" ۔

کہیں کہیں حواشی بھی ہیں جن میں بعض الفاظ کی تشریح کی گئی ہے ۔ مثلاً ورق ۲ ، ب پر ایک لفظ "مراس" آیا ہے ۔ حاشیے پر لکھا ہے : "مواس کے معنی زیادہ گہری جھاڑی کو کہتے ہیں" ۔ یہ حواشی کاتب مخطوطہ کے قلم سے نہیں ، کسی دوسرے شخص نے لکھے ہیں ۔

مصنف : شہیار کے صرف اُسی قدر حالات دستیاب ہوتے ہیں جو اُوپر آغاز کے اقتباس میں ملتے ہیں ۔ شہیار صاحب دیوان تھے ۔ اُن کا قلمی دیوان انجمن ترقی اُردو ، کراچی میں ہے ۔ (ماہنامہ ''قومی زبان'' ، کراچی ، دسمبر ، ۱۹۷۴ء ، ص ۵۳) ۔

● ● ●

۳۵

واقعات ملیح آباد

سیّد محمد علی عرش ملیح آبادی

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو ، کراچی ۔
نمبر : قا ۳/۳۵
سائز : ۱/۲ ۲۰ × ۱/۲ ۱۶ س م
اوراق : ۷۸
سطور : ۱۶
سالِ تصنیف : اوائل ۱۳۲۴ھ [م : ۱۹۰۶ء]
کاتب : خود مصنّف ۔
تاریخِ کتابت : ۱۲ جمادی الثانی ، ۱۳۲۵ھ [م : ۱۳ جولائی ، ۱۹۰۷ء]
خط : نستعلیق ، اوسط ۔
مہر : ورق ۷ ، الف اور ۸ ، الف پر مصنّف کی بیضوی مہر ہے جس پر اُردو اور انگریزی میں ''سیّد محمد علی ملیح آبادی'' لکھا ہے ۔
کیفیت : سفید ولایتی کاغذ جو اب مٹیالا ہو چکا ہے ۔ جلد موجود ہے مگر وہ انتہائی بوسیدہ ہے اور الگ ہو چکی ہے ۔ اوراق ۱ ، ب ؛ ۲ ، الف تا ۳ ، ب ؛ ۵ ، الف و ب ، ۷۷ الف و ب ، سادہ ہیں ۔ مصنّف نے صفحات نمبر درج کیے ہیں جو ورق ۷ ، الف سے شروع ہوتے ہیں ۔ (آیندہ سطور میں انھیں نمبروں کا حوالہ دیا جائے گا)

آغاز : ''دم حباب آسا ہے اور کار جہاں بحر عمیق
سخت حیراں ہوں کہ اس فرصت میں کیا کیا کیجیے (تاباں)
میری عرصے سے آرزو تھی کہ میں اپنے قصبہ ملیح آباد کی تاریخ لکھوں ، مگر جب حیدر آباد کے قیام نے جہاں اس آرزو کو پورا نہ ہونے دیا ، وہاں اس کی حسرت ضرور رکھی ۔ یہ قاعدہ ہے کہ جو خیال سچائی کے ساتھ دل میں بیٹھ گیا ہو ، وہ پورا ہوئے بغیر نہیں رہتا ہے ، کبھی نہ کبھی اس کا ظہور ہوتا ہے ۔ بشرطیکہ سچائی سے ہو ، اور ہمت و استقلال سے کیا جائے'' ۔

اختتام : ''وہ امور جو دیباچہ میں خصوصیت سے بیان ہوں گے :
اوّل : مورخ کا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ وہ سچائی کے ساتھ ہر واقعے کو نہایت جانچ پڑتال کے لکھے اور جس قسم کی خرابیاں اور سقم پائے وہ برابر ظاہر کرتا جائے ۔ مگر اس تاریخ میں جو واقعات درج ہیں ، وہ ذاتی رائے سے بالکل پاک ہیں ۔ علاوہ ازیں کسی خاندان یا شخص کے حالات لکھنے میں اوس کے حسب و نسب سے بالکل بحث نہیں کی گئی ہے بلکہ اوس کے ذاتی صفات ، علمی حالت یا خاص شہرت ، کارنامے بطور نمونہ دکھلائے گئے ہیں ۔ تاکہ اون کی اولاد کو وہ باعثِ عبرت ہوں یا ایک مشاہیر (کذا) اور سربرآوردہ شخص کی یادگار قائم ہو ۔ جس طرح ہم واقعات اصلی اور ضروری کو بھلا بیٹھے ہیں ، اس طرح جو اس وقت واقعات مل سکتے ہیں ان کو بھی نہ بھلا دیں ۔ ہر قابلِ قدر شخص کی عظمت اور کارنامے ہمیشہ کے لیے زندہ رہیں تاکہ دوسروں کو نصیحت اور عبرت کا موجب ہوں نہ کہ حسبی نسبی حالات لکھ کر یا جھگڑوں بکھیڑوں سے کتاب مملو کر دی جائے ۔ اور گڑی ہوئی ہڈیاں اوکھیڑی جائیں جس سے اُن مشاہیر کی بے وقعتی اور بے عزتی

ہو۔ حاشا و کلا یہ مقصود نہیں ہے۔ ہر شخص حضرت آدم . . . [دو لفظ ناخوانا] کی اولاد میں ہے۔ اور"

مندرجات : ۱۔ سرورق ورق ۱ ، الف

اس پر یہ عبارت درج ہے :

"واقعات[1] ملیح آباد ، پہلا حصہ - یہ وہ واقعات ہیں جو ۱۳۲۴ ہجری کے سفر میں مرتب کیے گئے تھے - یعنی حیدر آباد دکن سے جب ۱۳۲۴ ہجری میں وطن گیا ہوں ، اوس وقت نہایت سعی اور تلاش سے جمع کیے گئے تھے ، مصنفہ ، مرتبہ و مولفہ سید محمد علی ملیح آبادی متخلص بہ عرش۔ ۱۲ جمادی ۲[2]۔ ۱۳۲۵ھ" -

۲- فہرست تاریخ ملیح آباد ورق ۳ ، الف و ب

۳- وہ امور جن کا تاریخ ہذا میں ذکر ہوگا ورق ۶ ، الف و ب

اس عنوان کے تحت "تاریخ ملیح آباد" کا مکمل خاکہ ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ اس تاریخ میں کن کن عنوانات کے تحت لکھا جائے گا۔

۴- دیباچہ صص ۳ - ۱

دیباچے کے آخر میں "۱۲ جمادی الثانی ، ۱۳۲۵ ہجری ، قصبۂ ملیح آباد ، ضلع لکھنؤ" درج ہے -

۵- اس کے بعد ص ۳ سے لے کر ص ۱۱۲ تک مندرجہ ذیل شعرا ، اہلِ علم اور ممتاز افراد کے حالات ہیں :

(۱) حکیم منصب علی حکیم - (۲) حکیم محمد ابراہیم - (۳) حکیم محمد یعقوب - (۴) مولوی محمد ابراہیم خاں عاجز - (۵) حکیم خان محمد - (۶) حکیم حافظ محمد عبدالرحیم ،

۱- کسی نے بعد میں "واقعات" کے بعد "شعراء" کا لفظ بڑھا دیا ہے جو درست نہیں ہے -

۲- جمادی ۲ یعنی جمادی الثانی -

رحیم و شیفتہ - (۷) حکیم سیّد محمد عبدالعزیز عزیز - (۸) حکیم سیّد محمد عبدالرزاق - (۹) حافظ سیّد محمد ابراہیم - (۱۰) غلام مصطفیٰ خاں (شاگرد پیارے صاحب رشید - فقیر محمد خاں گویا ان کے پردادا تھے) - (۱۱) حسین علی خاں جویا - (۱۲) فضل اللہ خاں فضل - (۱۳) محمد مرتضیٰ خاں وصل - (۱۴) حکیم قاضی حسن رضا - (۱۵) قاضی حافظ علی مشتاق - (۱۶) شیخ محمد مضطر - (۱۷) شاہ برہان الدین خالص پوری - (۱۸) سعادت یار خاں ابن بہادر خاں - (۱۹) شیخ یوسف علی (ان کے حالات دستیاب نہیں ہوئے ، صرف انتخابِ کلام دیا ہے) - (۲۰) مرزا اصغر بیگ - (۲۱) محمد امجد اللہ خاں - (۲۲) ٹھاکر کامتا سنگھ - (۲۳) چودھری مصطفیٰ علی مصطفیٰ (حالات علیحدہ لکھنے کا ذکر کیا ہے ، لیکن نہیں لکھے - صرف انتخابِ کلام دیا ہے) - (۲۴) منشی اجودھیا پرشاد بسمل - (۲۵) مولوی محمد حسن صدر پوری (حالات علیحدہ لکھنے کا ذکر کیا ہے ، لیکن نہیں لکھے - صرف انتخابِ کلام دیا ہے) - (۲۶) نثار احمد خاں ، نثار (ایضاً) - (۲۷) فقیر محمد خاں گویا (ایضاً) - (۲۸) محمد احمد خاں بہادر احمد (ایضاً) - (۲۹) ہر دھیان سنگھ - (۳۰) مولوی سیّد محمد عبداللہ - (۳۱) محمد علی خاں تعلقدار سہلا مئو -

مذکورہ اشخاص کے حالات کے درمیان صص ۸۶ - ۸۴ پر ملیح آباد بارہ بستی کے بارے میں کچھ معلومات درج کی گئی ہیں -

۶- عورتوں کے گیت ہر رسم کے علیحدہ علیحدہ ص ۱۱۳

۷- مصنّف کے باپ اور ماں کی طرف کے شجرے صص ۱۸ - ۱۱۵

خصوصیات : مصنّف نے دیباچۂ کتاب میں لکھا ہے :

"۲۲ ذی قعدہ ، ۱۳۳۲ھ کو حیدر آباد سے ملیح آباد روانہ ہوا تو یہ حسرت بھی ساتھ ساتھ لیتا آیا۔ [تاریخ ملیح آباد لکھنے کی] - پانچ ماہ کچھ یوم رہنا ہوا۔ زمانۂ قیام میں جہاں دوسری تصنیفات، تالیفات اور ترجمۂ کتب قدیم وغیرہ میں انہاک تھا ، وہاں اس کی دھن بھی لگی رہی اور علمی اشغال کے ساتھ ساتھ کچھ نہ کچھ واقعات بھی فراہم کرنا شروع کر دیے اور لگاتار جستجو اور تلاش کے بعد اس قدر نتیجہ نکلا کہ چند پرچوں پر مکمل اور غیر مکمل واقعات لکھ ڈالے ، جن کو اس وقت اسی بے ترتیبی کی حالت میں بطور یادداشت کتابی صورت میں صاف کر لیا ہے - . . . میں یہ نہیں کہہ سکتا ہوں کہ اس تاریخ میں کون کون واقعات اور معلومات کا اندراج کروں گا ، کیونکہ اس وقت تک جو مواد بہم پہنچا ہے وہ ایسا ناکافی ہے کہ اس کو دیکھ کر

۱- جیسا کہ اختتام کی عبارت سے واضح ہے ، یہ تحریر نا مکمل ہے -

کوئی صریح اور یقینی رائے قائم کرنے میں مدد نہیں مل سکتی ہے''۔

اس سے واضح ہے کہ زیر نظر مخطوطہ مصنّف کی ''تاریخ ملیح آباد'' کا ابتدائی نقش ہے جس میں بہت سا کام باقی تھا۔ مصنّف نے اس کتاب میں شعرا سے متعلق مواد کو اپنی ایک دوسری تصنیف ''جوہر فرد'' میں استعمال کیا ہے۔ ''جوہر فرد'' شعرائے ملیح آباد کا تذکرہ ہے ، مصنّف کا اصل مسودہ کتب خانہ کلیہ جامعہ عثمانیہ ، حیدر آباد دکن میں محفوظ ہے۔ ''جوہر فرد'' کے بارے میں پروفیسر عبدالقادر سروری نے مندرجہ ذیل معلومات فراہم کی ہیں :

''موالف تذکرہ کی تجویز اصل میں ملیح آباد کی ایک تاریخ تیار کرنے کی تھی جس کا ایک باب حالات شعرا پر بھی مشتمل ہوتا ، لیکن یہ خیال عملی جامہ نہ پہن سکا ، صرف تذکرے کی حد تک ہی لکھ سکے۔ یہ تذکرہ دراصل مختلف شاعروں کے کلام کے ایک مجموعے کی حیثیت رکھتا ہے۔ چنانچہ ابتدا میں مصنّف نے صرف ملیح آباد کے شاعروں کا کلام جمع کیا تھا۔ بعد میں حاشیے پر بعض شاعروں کے حالات بھی درج کر دیے گئے۔ اکثر شاعروں کے حالات میں سے کچھ بھی تذکرے میں موجود نہیں . . . ایک دیباچہ اور فہرست کے علاوہ تذکرہ ۵۲ شعرا کے کلام کے انتخاب پر مشتمل ہے۔ ہر ایک شاعر کے کلام کا انتخاب لکھنے کے بعد کئی کئی صفحے چھوڑ دیے گئے ہیں۔ ترتیب ابجد وار ہے نہ تاریخ وار۔ حاشیے کی تحریروں کے علاوہ بعض جگہ خود متن میں کاٹ چھانٹ کی گئی ہے۔ دیباچے میں مولف تذکرہ نے اپنی تجویز ستذکرہ بالا [تالیف تاریخ ملیح آباد] کا ذکر کیا ہے۔ ملیح آباد کے کچھ حالات لکھے ہیں''۔
(مخطوطات جامعہ عثمانیہ ، ص ۱۲۲)

''جوہر فرد'' کا سال تالیف و کتابت ۱۳۲۷ھ ہے۔

گویا یہ ''واقعات ملیح آباد'' کے تین برس بعد کی تالیف ہے۔ تاریخ ملیح آباد میں چار جگہ ''جوہر فرد'' کا حوالہ ملتا ہے۔ غلام مصطفیٰ خاں کے حالات کے آخر میں لکھا ہے : ''دیکھو تذکرہ 'جوہر فرد' صفحات ۱۸ - ۱'' - حسن علی خاں جویا کے حالات کے آخر میں تذکرے کے صفحات ۵ تا ۶۰ کا ، فضل اللہ خاں فضل کے حالات کے آخر میں صفحات ۳۱ تا ۳۰ کا اور نثار احمد خاں نثار کے حالات میں صفحات ۳۵ تا ۴۵ کا حوالہ دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ حوالے ''جوہر فرد'' کی تالیف کے بعد درج کیے گئے ہوں گے۔

مخطوطے میں سنین کے اندراج کے لیے جا بجا جگہ خالی چھوڑی گئی ہے ، بعد میں سنین لکھنے کا ارادہ ہوگا ، لیکن اس کی نوبت نہیں آئی۔ موجودہ نامکمل صورت میں بھی یہ مخطوطہ ملیح آباد سے متعلق خاصی اہم معلومات کا حامل ہے۔

دیگر نسخے : اس مخطوطے کا کوئی دوسرا نسخہ راقم کے علم میں نہیں ہے۔

مطبوعہ نسخے: یہ کتاب شائع نہیں ہوئی۔

مصنف : عرش ملیح آبادی ، میر سجاد علی رضوی کے بیٹے تھے۔ اوائل عمر میں حیدر آباد دکن چلے آئے۔ حیدر آباد کے مشاعروں میں حصہ لیتے تھے۔ رسالہ ''حدیقۃ المعروف بہ محبوب الکلام'' میں کئی غزلیں چھپی ہیں۔ دیوان مرتب کیا جو موسیٰ ندی کی طغیانی میں ۱۳۲۶ھ میں کتب خانے کے ساتھ ضائع ہو گیا۔ (مخطوطات جامعہ عثمانیہ ، ص ۱۲۱) عرش نے ۱۳۳۴ھ میں گیارھویں صدی ہجری کے شاعر امام الدین امامی کی تصنیف ''دوحۃ الصنائع'' (فارسی) مرتب کر کے شائع کی تھی۔ یہ کتاب فن بلاغت میں ہے اور منظوم ہے۔ اسے ''انجمن ترقی علوم قدیمہ'' کی طرف سے شائع کیا گیا تھا۔ عرش اس انجمن کے معتمد تھے (دیباچہ ، ص ۷) ۔ اس مطبوعہ کتاب کا ایک نسخہ

راقم کے کتب خانے میں ہے ۔ یہ نسخہ شیفتہ کنتوری کو عرش نے مندرجہ ذیل عبارت لکھ کر پیش کیا تھا :

"ہدیہ بحضرت مستطاب معلی القاب استاذی مولٰنا مولوی سیّد محمد کاظم حسین صاحب متخلص بہ شیفتہ کنتوری ۔ احقر . . . [ایک لفظ ناخوانا] سیّد محمد علی ملیح آبادی ، ۸ صفر ، ۱۳۳۰ھ ملک پیٹھ ، مدرسۂ آصفیہ ، حیدر آباد دکن" ۔

اس تحریر سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں ۔ اولاً عرش ، شیفتہ کنتوری کے شاگرد تھے ، ثانیاً وہ مدرسۂ آصفیہ سے متعلق تھے ۔

عرش کی تصانیف میں "جوہر فرد" کے علاوہ "رپورٹ پنج سالہ مدرسۂ آصفیہ" کا نام بھی ملتا ہے جو افسر المطابع ، حیدر آباد دکن سے شائع ہوئی تھی ۔ (نوائے ادب ، جنوری ، ۱۹۶۱ء ، ص ۴۱)

عرش اکثر نادر کتابوں کی نقلیں اپنے ذاتی کتب خانے کے لیے تیار کرتے تھے ۔ اس قسم کی متعدد قلمی کتابیں کتب خانۂ انجمن ترقی اُردو ، کراچی (مخطوطات انجمن ، اوّل ، ص ۱۱۹) اور کتب خانہ سالار جنگ حیدر آباد دکن (سالار جنگ ، صفحات ۳۰۳ ، ۳۱۳ ، ۳۱۹ ، ۶۶۵ وغیرہ) میں ہیں ۔

عرشؔ نے ۱۳۵۰ھ (۱۹۳۱-۳۲ء) میں وفات پائی ۔ (مخطوطات انجمن ، اوّل ، ص ۱۱۹)

مآخذ : تمام حوالے اُوپر درج کیے جا چکے ہیں ۔

• • •

۳۶

تواریخ ضلع بریلی

گلزاری لعل

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی ۔

نمبر : ۴۲ ء ۱۹۵۸

سائز : ۲۸ × ۱۷½ س م

اوراق : ۲۰۴

سطور : ۲۰

زمانۂ تصنیف: ۱۸۴۳ء تا ۱۸۴۷ء [م : ۱۲۵۸ھ تا ۱۲۶۳ھ]

زمانۂ کتابت: تیرھویں صدی ہجری کا ربع آخر (قیاساً)

خط : نستعلیق ، شکستہ مائل ، اوسط ۔

کیفیت : مخطوطہ کیرم خوردہ ہے ، ابتدائی اور آخری اوراق پر کیرم خوردگی کا اثر زیادہ ہے ۔ پہلا ورق دریدہ ہے ، اس کا نیچے کا کچھ حصہ ضائع ہو گیا ہے ۔ اس ورق کے رُخ الف پر بٹر پیپر چسپاں کیا گیا ہے ، جس کے گوند نے سیاہی مائل رنگت اختیار کر کے ورق کو بدنما بنا دیا ہے ۔ دیباچہ (ورق ۱ ، الف و ب) نامکمل ہے ، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ورق کے بعد ایک یا دو ورق ضائع ہو گئے ہیں ۔ مخطوطہ ناقص الآخر ہے ۔ فہرست سے معلوم ہوتا ہے کہ آخری باب ''بیان حال پٹواریان ضلع بہ تفصیل علم ہندی و فارسی'' ہے ۔ اس باب کا ابتدائی حصہ مخطوطے میں موجود ہے باقی ضائع ہو چکا ہے ۔

فہرست کے مطابق مصنف نے ''خاتمۂ کتاب'' کے عنوان سے بھی کچھ لکھا تھا جو اب مخطوطے میں نہیں ہے۔

کاغذ باریک ، چکنا ، زردی مائل ہے۔ یہ مخطوطہ پہلے سیّد الطاف علی بریلوی کی ملکیت تھا۔ موصوف نے پروفیسر محمد ایوب قادری سے اس کے بارے میں ایک مضمون لکھوا کر مخطوطے کے شروع میں شامل کر دیا ہے۔ یہ مضمون مخطوطے کے سائز کے دس صفحات پر مشتمل ہے اور سہ ماہی ''العلم''، کراچی (جلد ۴ ، شمارہ ۴) میں شائع ہو چکا ہے۔

آغاز : ''اوپر دانشوران دشوار پسند اور ژرف نگہان باریک بلند پوشیدہ نہ رہے کہ کمترین گلذاری (کذا) لعل قوم کایتھ . . . [ایک لفظ ناخوانا] ساکن قصبہ جلیسر ضلع متھرا جی بعمر چودہ برس تحصیل ضروریہ سے بہرہ و سعادت پا کر اوّل ضلعہ (کذا) . . . [ایک لفظ ناخوانا] پور سعد آباد دامن تمنائے لیاقت کو نقد ادراک طرز ضوابط سرکاری سے مالا مال کیا''۔

اختتام : ''بیان حال پٹواریان ضلع بتفصیل علم ہندی و فارسی بموجب کاغذات مرسلہ تحصیل داران محالات حسب تفصیل ذیل : تحصیل داری ، نام تحصیل داری ، نام پرگنہ ، تعداد پٹواریان ، ہندی خوان ، فارسی خوان ، کیفیت''۔ [اس کے بعد گوشوارہ ہے جو مخطوطے کے کیرم خوردہ ہونے کی وجہ سے نامکمل ہے]

مندرجات : یہ مخطوطہ اُنیس مدات (ابواب) پر مشتمل ہے۔ ہر باب میں متعدد ذیلی عنوانات ہیں جن کے تحت ضلع بریلی کے بارے میں ہر طرح کی معلومات جمع کر دی گئی ہیں۔ اس کتاب میں بریلی کے تاریخی و جغرافیائی حالات کے ساتھ آبادی ، پیداوار ، تجارت وغیرہ کی تفصیلات دی گئی ہیں نیز مختلف سرکاری محکموں ، مکاتب ، مشاہیر ، عمارات اور محلوں وغیرہ کے بارے میں ضروری معلومات درج کی گئی ہیں۔ دیباچے میں مصنف نے اپنے مختصر حالات لکھے ہیں اور یہ بتایا ہے کہ انھوں نے ستمبر ، ۱۸۴۳ء میں یہ کتاب

صوبہ شمالی و مغربی (یوپی) کے لفٹنٹ گورنر جیمس طامسن (James Thomason) کے حکم اور مسٹر فلیٹ ڈو ولیمس کلکٹر و مجسٹریٹ ضلع بریلی کی ہدایت کے مطابق لکھنی شروع کی جو ۱۸۴۷ء میں مکمل ہوئی ۔ مصنف نے قطعۂ تاریخ اختتام بھی لکھا ہے جو یہ ہے :

جو کی تعمیلِ حکمِ حاکمِ دہر
تلاشِ دل ہوئی اس سے اکیلی
کہی ہاتف نے یوں تاریخ اس کی
زہے رونق تواریخ بریلی

۱۸۴۷ء

(ورق ۱ ، ب)

خصوصیات : مصنف نے دیباچے میں بتایا ہے کہ انھوں نے سری بھاگوت ، بربنس پوران ، سورج سدھانت ، پارا سری ، سمرت ، پدم پوران ، مرأت العالم ، تاریخ فرشتہ ، قصص القرآن ، روضۃ الصفا ، روضۃ الاحباب اور مرأت آفتاب نما وغیرہ سے استفادہ کر کے یہ کتاب لکھی ہے ۔ محمد ایوب قادری مذکورہ تعارفی مضمون میں لکھتے ہیں :

''مصنف نے بہت سی معلومات سرکاری کاغذات ، رجسٹروں ، فائلوں ، گوشواروں اور رپورٹوں سے حاصل کی ہیں ۔ اس مواد کی فراہمی میں سرکاری طور پر اہل کارانِ سررشتہ صدر نظامت ، سررشتہ امور بندوبست ، تحصیل داروں ، قانون گویوں اور مختلف صیغوں کے محرروں اور اہل کاروں سے مدد لی گئی ہے ۔ اس کے سوا مصنف نے ایک مدت تک بریلی میں بسلسلۂ ملازمت سکونت اختیار کی ہے ، لہٰذا اُس کی گراں قدر ذاتی معلومات بھی اس میں شامل ہیں'' ۔

ایوب قادری صاحب نے اس قیاس کا بھی اظہار کیا ہے کہ یہ نسخہ مصنف کا مکتوبہ ہے ، لیکن مخطوطے میں ایسی کوئی داخلی شہادت موجود نہیں ہے جس سے اس قیاس کی تائید ہو سکے ۔

مصنّف کا انداز تحریر منشیانہ ہے - ہر جگہ اختصار کو ملحوظ رکھا ہے - مثلاً مشاہیر بریلی کے تذکرے میں صرف نام گنوانے پر اکتفا کی ہے - اس قسم کا بے جا اختصار اس کتاب کی اہمیت کو قدرے کم کر دیتا ہے -

دیگر نسخے : برٹش میوزیم لندن میں اس کتاب کے دو نسخے ہیں :

۱- فہرست نمبر ۲۱ - اوراق ۲۶۱ - سائز ۱۲ × ۷ ½" - سطور ۱۸ - خط نستعلیق - مکتوبہ ۱۸۴۷ء - اس مخطوطے میں مصنّف کا ایک بلا تاریخ خط (بزبان انگریزی) بھی رکھا ہے - یہ خط H. M. Elliot سیکریٹری حکومت ہند کے نام ہے جس میں یہ مخطوطہ پیش کرنے کا ذکر ہے - اسی کے ساتھ J. Thomason کا ایک صداقت نامہ مورخہ ۲۰ دسمبر ۱۸۴۷ء بھی ہے جس میں بریلی کے کلکٹر سے کتاب اور مصنّف کی سفارش کی گئی ہے - (برٹش میوزیم ، ہندوستانی ، صص ۱۲ - ۱۱)

۲- فہرست نمبر ۲۲ - اوراق ۸۳ - سائز ۷ ¾ × ۶" - سطور ۱۶ - خط نستعلیق - ۱۸۵۲ء کے قریب کا مکتوبہ - یہ اصل کتاب کا خلاصہ ہے - یہ نسخہ مصنّف نے سر ہنری ایلیٹ (Henry Elliot) کو پیش کیا تھا - (ایضاً ، ص ۲۲)

مطبوعہ نسخے: یہ کتاب شائع نہیں ہوئی -

مصنّف : گلزاری لعل قوم کا کایستھ تھا - باپ کا نام بھاوانی سنگھ اور وطن جلیسر تھا - اُس نے ۱۸۲۵ء میں چودہ برس کی عمر میں [اس حساب سے سال پیدائش : ۱۸۱۱ء] مروجہ تعلیم سے فارغ ہوکر سرکاری ملازمت اختیار کی - دفتری قواعد و ضوابط میں مہارت حاصل کر کے پرگنہ جہان آباد میں نائب تحصیل دار ، اور اُس کے بعد نظامت ضلع بریلی میں نائب سررشتہ دار مقرر ہوا - فروری ۱۸۳۷ء میں اعلٰی کارکردگی کی بناء پر سررشتہ داری کا عہدہ ملا -

۱۸٦۸ء میں وہ ڈپٹی کلکٹر کے عہدے سے ریٹائر ہوا ۔ سالِ وفات معلوم نہیں ہو سکا ۔

زیرِ نظر کتاب کے علاوہ گلزاری لعل نے مندرجہ ذیل کتابیں لکھیں :

۱۔ تاریخ نادری : اس کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں ہے جس کا نام "تواریخ نادر" ہے ۔ یہ کتاب ہندوؤں کی ذاتوں وغیرہ کے بارے میں ہے ۔

۲۔ گلزار احکام : محکمہ مال کے ۱۸۱٦ء سے ۱۸۲۸ء تک کے احکام اور قواعد کا مجموعہ ۔

۳۔ انتخاب احکام فوجداری : ۱۸۳۰ء سے ۱۸۳۹ء تک کے فوجداری مقدمات کے سلسلے میں احکامات کا مجموعہ ۔

۴۔ کھیت ناپ : زمین کی پیمائش کے بارے میں ایک رسالہ ۔ اس کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں ہے ۔

۵۔ کارکردگی پٹواریان ۔

٦۔ صورت حال ضلع بریلی : (رک : دیگر نسخے نمبر ۲) ۔

۷۔ گیان پرکاش : یہ کتاب ۱۸٦۸ء میں لکھی گئی ۔ موضوع ہندو مذہب اور فلسفہ ہے ۔ ۱۸۷۷ء میں لکھنؤ سے شائع ہوئی ۔

ان کتابوں کا ذکر "تواریخ ضلع بریلی" کے دیباچے میں اور برٹش میوزیم ، ہندوستانی ، صص ۱۲ - ۱۱ پر موجود ہے ۔ ایک کتاب "سرگزشت نپولین بونا پارٹ" ۱۸۷۱ء میں لکھنؤ سے شائع ہوئی تھی ۔ یہ کتاب گلزاری لعل کی مدد سے انگریزی سے اُردو میں ترجمہ کی گئی تھی ۔ (برٹش میوزیم ، ہندوستانی مطبوعات ، ص ۱۰۷)

● ● ●

سیرت النبی ﷺ

۳۷

قصیدہ بنوع مناجات

حکیم آغا جان احسن دہلوی

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی -

نمبر : ۱۹۶۱ ء ۱۳۱۲

سائز : ۲۰ × ۱۵ س م

اوراق : ۱۸

سطور : ۱۹

زمانۂ تصنیف: تیرھویں صدی ہجری کا ربع آخر (قیاساً)

خط : نستعلیق ، معمولی -

زمانۂ کتابت: تیرھویں صدی ہجری کا ربع آخر (قیاساً)

کیفیت : کاغذ دبیز ، مٹیالا - نسخہ اچھی حالت میں ہے - کسی مجموعے سے الگ کیا گیا ہے کیونکہ اس پر صفحات نمبر درج ہیں جو ص ۶۱ سے ص ۹۶ تک ہیں - (آیندہ سطور میں انھیں نمبروں کا حوالہ دیا جائے گا)

آغاز : "قصیدہ بنوع مناجات بحضرت مجیب الدعوات قاضی الحاجات کاشف المہات خالق کائنات و جملہ موجودات خدائے عزوجل - مومنین ہمہ تن شوق و ذوق اس کو دیکھو ، پڑھو ، سمجھو ، محظوظ و مسرور ہو - غالباً کسی نے ایسا قصیدہ نہ لکھا ہوگا نہ پڑھا ہوگا نہ سنا ہوگا - کیسے کیسے اور کتنے واسطے دیے ہیں - مجھ خاکسار ذرۂ بے مقدار گنہگار ہیچ و

ہیچمدان امیدوار فضل ایزد ذوالمنن حافظ آغا جان احسن دہلوی خلف مرزا نور اللہ بیگ صاحب مرحوم و مغفورکابلی کے لیے بھی دعائے خیر کرو :

جو محب ہے دل سے آلِ سیّد ابرار کا
قدر داں ہے چار یارِ احمد مختار کا
ظلمت دوزخ سے جنّت کی طرف لےجائے گا
تذکرہ ......۱ احمد مختار کا"

اختتام : "مراد دین و دنیا اک زمانے کی بر آتی ہے
جناب فیض ہے حضرت معین الدین چشتی کی
نہ پوچھو احسنِ مغموم کا احوال درویشو
اُسے لائی یہاں چاہت معین الدین چشتی کی"

مندرجات :

۱- دو لفظ نا خوانا ۔

مصنف : مصنف کے بارے میں بہاء الدین بشیر نے لکھا ہے: "احسن تخلص مرزا آغا جان بیگ دہلوی خلف مرزا نور اللہ بیگ کابلی ۔ اولاً چند غزلیں میر حسن فوق کو دکھلائیں ، پھر موزونیٔ طبع سے کہتے رہے ۔ فی الحال ایک دیوان سراپا کے طور پر تحریر فرمایا ہے"۔ (تذکرہ بشیر، مرتبہ راقم الحروف ، غیر مطبوعہ) ۔ لالہ سری رام نے ان معلومات پر یہ اضافہ کیا ہے : "دہلی میں پیدا ہوئے اور یہیں تعلیم و تربیت پائی ۔ کلام میں کوئی خاص دلچسپی نہیں پائی جاتی ، پرگو ضرور ہیں ۔ ۴۵ برس کی عمر ہے" ۔ (خم خانہ ، اوّل ، ۱۷۸)

• • •

۳۸

رسالہ مولود مسعود

احمد یار خاں

کتب خانہ : ڈاکٹر قاضی فضلِ عظیم - ۱۲ - ۱۳/سی ۵ ، ناظم آباد ، کراچی -

سائز : ۲۴×۱۵ س م

اوراق : ۴۱

سطور : ۱۲

زمانۂ تصنیف: ۱۲۲۵ھ (۱۸۱۰ء) اور ۱۲۴۶ھ (۱۸۳۰ء) کے درمیان[1] (رامپور ، ص ۳۱۲)

کاتب : محمد علیم اللہ خاں -

تاریخِ کتابت : ۱۵ ربیع الثانی ، ۱۲۶۶ھ [م : ۲۸ فروری ، ۱۸۵۰ء] -

خط : نستعلیق ، معمولی -

مہر : ورق اوّل سے قبل ، جدید جلد سازی میں ، ایک سادہ ورق لگایا گیا ہے ، اُس پر "ڈاکٹر قاضی فضلِ عظیم ، ۱۳۸۵ھ" کی مہر ہے -

---

۱- ڈاکٹر سلیم حامد رضوی مرحوم نے اس رسالے کا سالِ تصنیف ۱۲۵۰ھ بتایا ہے (بھوپال ، ص ۱۴۵) - مرحوم کے پیشِ نظر سنٹرل لائبریری ، بھوپال کا نسخہ تھا ، گمانِ غالب ہے کہ اس نسخے کا سنہ کتابت ۱۲۵۰ھ ہوگا - رام پور کا نسخہ ۱۲۴۶ء کا مکتوبہ ہے ، ظاہر ہے کہ زمانۂ تصنیف ۱۲۴۶ء سے قبل ہوگا -

کیفیت : نسخہ عمدہ حالت میں ہے ۔ کاغذ دبیز مٹیالا ہے ۔

آغاز : ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ حمد اور شکر اُس ذات واجب الوجوب[1] کو لائق ہے جس نے سب سے پہلے نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو نور احدیت سے پیدا کیا اور ذاتِ مطلق کو اُس نور سے ہویدا اور اُسی نور سے تمام عالم کو عالمِ ظہور میں لایا'' ۔

اختتام : ''اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو توفیق خیر کی دے ، خصوصاً اس رسالے کو جمع کرنے والے احمد یار خاں گنہگار کو اور سب لوگوں کو جو اس مجلسِ متبرک میں بسبب تعظیم و تکریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حاضر ہوئے ہیں ، محبت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم کی اور ان کی آل اور اصحاب کی اور اہلِ بیت کی دیوے اور مرادیں دینی و دنیوی حاصل کرے ۔ آمین ۔ یا رب العالمین و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمدٍ و آلہ و اصحابہ اجمعین'' ۔

ترقیمہ : ''تمام شد ہذا نسخہ شریف مسمّٰی بہ مولود مسعود نبی کریم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بخط بے نمط احقرالناس ، اضعف العباد ، عاصی سایرالمعاصی ہیچمدان محمد علیم اللہ خان ساکن بلدۂ بریلی واقع بتاریخ پانزدھم شھر ربیع الثانی ، ۱۲۶۶ ھجری ۔ در چھاؤنی سلطان پورہ بنارس متصل چنار گدھ عرف کلکتہ خورد'' ۔

مندرجات : یہ کتاب رسولِ اکرم صلعم کے میلاد کے بارے میں ہے ۔

دیگر نسخے : رضا لائبریری رام پور میں اس کتاب کے تین نسخے ہیں :
مولانا امتیاز علی عرشی نے اس کا نام ''رسالہ احمدی دربیان مناقب محمدی'' لکھا ہے ۔
۱۔ فہرست نمبر ۱۵۸ ترقیمہ : . . . کاتب این حروف فقیر

۱۔ نسخۂ رامپور ، فہرست نمبر ۱۵۸ : ''واجب الوجود کو لائق ہے کہ جس نے پہلے سب سے نور محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو . . . مطلق کو اوسی صورت سے ہویدا کیا ، اور اوسی . . . کو ظہور میں لایا'' ۔

حقیر ـــ کمترین عباداللہ عبدالرحمٰن بن مولوی مہدی بن خواجہ خدا بخش انصاری ، ساکن قصبہ پانی پت است ـ و ایں رسالہ از رہ مسودہ بنوک قلم آوردہ شد بتاریخ ہشتم شہر ربیع الاوّل روز پنجشنبہ ۱۲۳۶ ہجری و وقت نیمروز بانجام رسیدہ است ـ و ایں رسالہ برائے خود نگاشتہ است ـ "اوراق ۲۴ ، سطور ۱۶ اور ناپ ۲۲ ½ × ۱۵ ½ سینٹی میٹر ہے" ـ (رام پور ، صص ۱۲ - ۳۱۱)

۲ـ فہرست نمبر ۱۵۹ ـ "... کاتب نے محرم ۱۲۵۵ھ (۱۸۳۹ء) میں لکھا ہے ... خط نستعلیق ... کاغذ دیسی ہاتھ کا ہے ، نسخہ کرم خوردہ اور پیوندکار ہے ـ اوراق ۶۵ ، سطور ۱۱ ، اور ناپ ۲۰ × ۱۳ ½ سینٹی میٹر ہے" ـ (رامپور ، ص ۳۱۲)

۳ـ فہرست نمبر ۱۶۰ ـ "... ترقیمہ : 'تمام شد نسخۂ مولود شریف من تصنیف احمد یار خاں بتاریخ بست و چہارم ماہ فروری ، ۱۸۳۵ء مطابق پانزدہم ماہ جمادی الاوّل ۱۲۶۹ھ بخط شیخ نیاز الدین ولد شیخ بخش الدین ساکن جلیسر صورت اختتام ...' ـ خط نستعلیق معمولی ... کاغذ دیسی ہاتھ کا بنا ہوا ہے ـ آب رسیدگی کی وجہ سے ابتدائی اوراق کے نچلے حصے گل گئے ہیں اور دوسرے ورق بھی بوسیدہ ہو چلے ہیں ـ اوراق ۱۴ ، سطور ۱۲ اور ناپ ۱۹ ½ × ۱۳ ½ سینٹی میٹر ہے" ـ (رام پور ، ص ۳۱۳)

۴ـ نسخۂ کتب خانۂ جامع مسجد ، بمبئی :

صفحات ۱۱۶ ـ سطور ۱۱ ـ خط نستعلیق ـ سائز ۸ ½ × ۵ ½" ـ فہرست میں اس رسالے کا نام "سیرت النبیؐ" درج ہے ـ

(جامع مسجد ، بمبئی ، ص ۴۰)

۵ـ نسخۂ مولانا آزاد سنٹرل لائبریری ، بھوپال :

صفحات ۴۲ (بھوپال ، ۶ - ۱۳۵) ـ فہرست نمبر ۱۱۹ ـ

فہرست نگار نے نام ''مولود محمد'' لکھا ہے - (ہماری زبان ، علی گڑھ ، ۸ جنوری ۱۹۶۹ء ، ص ۹)

مطبوعہ نسخہ: یہ کتاب ''مولد شریف جدید'' کے نام سے ۱۲۹۶ھ/۱۸۶۹ء میں کانپور سے چھپ چکی ہے - (برٹش میوزیم ، ہندوستانی مطبوعات ، ص ۲۳)

مصنف : ۱۸۱۹ء میں والیٔ بھوپال نواب نظر محمد خاں کے انتقال کے بعد اُن کی کم سن لڑکی سکندر بیگم اُن کی جانشین مقرر ہوئیں - سکندر بیگم کی والدہ قدسیہ بیگم ، اپنی بیٹی کی مختار کی حیثیت سے ریاست کی حاکم تھیں - احمد یار خاں انھیں قدسیہ بیگم کی سرکار میں ملازم تھے -

احمد یار خاں نے زیرِ نظر کتاب نواب فوجدار محمد خاں کی فرمایش پر لکھی تھی (بھوپال ، ص ۱۲۵) - ان کی ایک کتاب ''ذکرالشہادتین'' ۱۸۸۳ء میں کانپور سے چھپی تھی - (برٹش میوزیم ، ہندوستانی مطبوعات ، ص ۲۳)

• • •

۳۹

مرغوب القلوب فی معراج المحبوب

شاہ رؤف احمد رافت

کتب خانہ : ترقی اردو بورڈ ، کراچی -

نمبر : ۵۰۶۰ (داخلہ)

سائز : ۱۹ × ۱۳ س م

اوراق : ۱۶۲

سطور : ۱۱

سالِ تصنیف : ۱۸۳۳ء (بھوپال ، ص ۱۴۵)

کاتب : محمد غالب -

تاریخِ کتابت : ۲۲ ذی الحجہ ، ۱۲۷۲ھ [م : ۲۳ اگست ، ۱۸۵۶ء]

خط : نستعلیق ، معمولی -

مہر : ورق ۰ ، ۱الف و ب پر ایک مہر ہے جس پر عبارت ذیل بخطِ طغریٰ درج ہے :

نیک باد فی سنہ ہجری ۱۳۱۴

۱۸۹۶

R. B.

رافت کا تعلق ریاست بھوپال سے تھا ، ممکن ہے یہ مخطوطہ ریاست بھوپال کی سرکاری لائبریری کا ہو - قیاس ہے کہ R. B. سے مراد "ریاست بھوپال" ہے - یہ مہر مذکورہ کتب خانے کی ہو سکتی ہے -

کیفیت : کاغذ دیسی دبیز دو طرح کا ہے ، سفید اور مٹیالا ۔ ہر صفحے پر دُہری جدولیں ہیں ۔ عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں ۔

آغاز : ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ الذی بٰرکنا حولہ لنریہ من ایٰتنا انہ ھوالسمیع البصیر ۔ ترجمہ : پاکی اور بے عیبی ہے اُس کو کہ واسطے کرامت کے لے گیا بندے اپنے کو کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ایک آن میں رات کی مسجد حرام سے طرف مسجد اقصیٰ کے ، وہ مسجد کہ برکت دی ہم نے گردا گرد اُس کے دین کی کہ مہبط وحی اور معبد انبیا کیا اور دنیا کی کہ اشجار و انہار سے گھیر لیا اور لے گئے ہم اُس بندہ محبوب مقبول اپنے کو اس واسطے تا دکھا دیں اس کو دلائل قدرت اپنی سے کہ آنِ واحد میں مکتے سے لا کر بیت المقدس میں امام انبیا فرمایا'' ۔

خاتمہ :

میں رافت ہوں بندہ ترا اے خدا
مرا اور سب اہلِ اسلام کا
کر ایمان اسلام پر خاتمہ
طفیل نبی و بنی فاطمہ
الٰہی ہزاروں درود اور سلام
پیمبر پہ نازل تو فرما مدام
پھر آل اور اصحاب پر آپ کے
پھر ازواج و احباب پر آپ کے

بیت

روح پہ اُن کی اے خدا بھیج ابد تلک مدام
تازہ بتازہ سو صلوٰۃ لاکھوں ہیں نو بنو سلام''

ترقیمہ : ''کتاب مستاب (کذا) مرغوب القلوب فی المعراج المحبوب در ۱۲۷۲ ھجری نبوی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بماہ ذالحجہ (کذا) در شہر (کذا) بیست و دویم بروز یک شنبہ بوقت نماز عصر در قصبہ رائیگو ، در (کذا) دست فقیر حقیر

ضعیف العباد نایک محمد غالب صورت اختلام (کذا) یافت۔
بیت:

الٰہی بیامرز ایں ہر سہ را
مصنّف و قاری نویسندہ را

تمام شد''۔

مندرجات : اس کتاب میں واقعۂ معراج کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔

خصوصیات : کاتب نہایت غلط نویس اور بے احتیاط ہے۔ جس کا اندازہ مذکورہ بالا و مندرجہ ذیل اقتباسات سے ہو سکتا ہے۔ یہ مخطوطہ ۱۲۶۳ھ کے مطبوعہ نسخے کی نقل ہے۔ نسخۂ منقول عنہ کا خاتمۂ طبع بھی زیرِ نظر مخطوطے کے کاتب نے نقل کیا ہے، جو یہ ہے:

''المنۃ للہ کہ یہ کتاب مستطاب مسمّٰی مرغوب القلوب فی معراج المحبوب سرور کائنات و مفخر موجودات کے بیان میں تصنیف کی ہوئی قدرۃ السالکین (کذا) زبدالعارفین (کذا) مقبول بارگاہِ وہاب حضرت مولانا رؤف احمد صاحب باشندہ تال بھوپال کی نوراللہ مرقدہ۔ تاریخ ۱۲ ماہِ ذیقعدہ، ۱۲۶۳ ھجریہ مقدسہ میں ارقام اور طبع سے اختلام (کذا) کو پہنچی۔ اگر کہیں کتاب میں خطا و سہو ہووے تو خیر اندیشوں کی نگاہِ لطفہ (کذا) عطا سے محو ہووے۔ والسلام''۔

دیگر نسخے : ۱۔ نسخۂ کتب خانۂ آصفیہ، حیدرآباد دکن:

فہرست نمبر ۲۱۴ - لائبریری نمبر ''کتاب ۳۳۵ جدید''۔ فہرست نگار نے مصنّف کا نام نہیں لکھا، صرف تخلّص درج کیا ہے اور یہ لکھا ہے۔ ''اگرچہ رافت تخلّص کے چند شعرا کا تذکرہ ملتا ہے مگر یقین کے ساتھ کسی خاص شاعر کو اس کتاب کا مصنّف قرار دینا دشوار ہے''۔ سائز ۸×۶''۔ صفحات ۱۶۲۔ ناقص الاوّل۔ (آصفیہ، اوّل، صص ۹۷ - ۱۹۶)

۲- نسخهٔ مولانا آزاد سنٹرل لائبریری ، بھوپال :
فہرست نمبر ۲۶ - (ہماری زبان ، علی گڑھ ، ۸ جنوری ، ۱۹۶۹ء ، ص ۸)

مطبوعہ نسخے: ۱۲۶۳ھ کے مطبوعہ نسخے کا ذکر اُوپر آ چکا ہے - ایک ایڈیشن مطبع اعظم الاخبار ، رای ویلور سے بھی چھپا تھا - اس پر تاریخِ طباعت ۴ جمادی الآخر ، ۱۲۷۲ھ درج ہے - یہ ایڈیشن کتب خانهٔ خاص ، انجمن ترقی اُردو ، کراچی میں ہے -

مصنّف : شاہ رؤف احمد رافت کا اصل وطن سرہند تھا اور وہ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کی اولاد میں سے تھے - اُن کے والد شاہ شعور احمد سرہند سے رام پور آ گئے تھے - یہیں ۱۴ محرم ، ۱۲۰۱ھ (۶ نومبر ، ۱۷۸۶ء) کو رافت پیدا ہوئے - ان کا تاریخی نام "رحمان بخش" ہے - تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد رافت ، شاہ درگاہیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے روحانی فیض حاصل کیا - انھیں آغازِ شباب ہی میں شعر و شاعری سے دلچسپی پیدا ہو گئی تھی - لکھنؤ جا کر جرأت کی شاگردی اختیار کی -

رافت دہلی بھی جاتے رہتے تھے - وہیں حضرت شاہ غلام علیؒ سے بیعت ہوئے اور اُن سے خرقهٔ خلافت حاصل کیا - اس تعلق کی بناء پر قیاس ہے کہ حضرت شاہ غلام علی کی وفات (۱۸۲۳ء) تک رافت کی عمر کا بڑا حصہ دہلی میں گزرا - ۱۸۲۳ء میں رافت بھوپال چلے آئے - بقیہ زندگی انھوں نے یہیں بسر کی - ۲۵ ذیقعد ، ۱۲۴۹ھ[1] (۱۵ اپریل ، ۱۸۳۴ء) کو راہِ حرمین شریفین میں انتقال کیا - رافت کی اولاد اب بھی بھوپال میں موجود ہے - (بھوپال ، ۱۱۷)

رافت ، متعدد کتابوں کے مصنّف تھے - نساخ نے اُن

۱- ناسخ نے قطعهٔ تاریخِ وفات لکھا تھا - "قدوۂ جنّت رافت" مادۂ تاریخ ہے - (کاملانِ رام پور ، ص ۱۴۳)

کے فارسی کے ایک اور اُردو کے چھ دیوانوں کا ذکر کیا ہے۔ بیشتر تصانیف کے قلمی نسخے سنٹرل لائبریری، بھوپال میں موجود ہیں۔ بعض تصانیف شائع ہو چکی ہیں۔ ڈاکٹر سلیم حامد رضوی نے مذکورہ لائبریری میں رافت کی ان تصانیف کی نشان دہی کی ہے:

(۱) دیوان رافت، قلمی۔
(۲) کلیات رافت، قلمی۔
(۳) مثنوی زلیخائے ہندی، قلمی۔
(۴) مثنوی سراپا سوز معروف بہ قصہ یہودی، قلمی۔
(۵) رسالہ مولود، قلمی، منظوم۔
(۶) فقہ ہندی، منظوم۔
(۷) ارکان اسلام، نثر، مطبوعہ مطبع نظامی، کانپور۔
(۸) تفسیر رؤف، نثر، مطبوعہ بمبئی۔
(۹) مرغوب القلوب فی معراج المحبوب۔

یہ سب کتابیں اُردو میں ہیں۔ فارسی میں بھی رافت نے کئی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ (بھوپال، صص ۲۳ - ۱۱۶، ۱۳۵)

مآخذ : (۱) عیار، ۲۸۶ - (۲) عمدہ، ۲۹۷ - (۳) ریاض، ۱۰۹ - (۴) مجموعہ، اول، ۲۶۶ - (۵) گلشن، ۸۴ - (۶) بہار، ۱۵۴ - (۷) شعرائے ہند، ۲۶۱ - (۸) یادگار، ۹۵ - (۹) سخن شعرا، ۱۷۸ - (۱۰) انتخاب، دوم، ۱۴۳ - (۱۱) نگارستان، ۳۰ - (۱۲) خم خانہ، سوم، ۳۵۱ - (۱۳) بھوپال، ۱۱۶، ۱۳۵ - (۱۴) رام پور، ۶۲ - (۱۵) علمائے ہند، ۶۶ - اُردو ترجمہ، ۱۹۸ - (۱۶) کاملان رام پور، ۱۴۳ - (۱۷) رافت سرہندی، مقالہ از مقیت الحسن نوائے ادب، بمبئی، جولائی ۱۹۵۹ء - (۱۸) دلکشا، اول، ۱۰۸ -

• • •

۴۰

خمسہ برقصیدۂ محسن کاکوروی

سیّد حمید الدین رعنا

کتب خانہ : ڈاکٹر یونس حسنی ، شعبۂ اُردو ، کراچی یونی ورسٹی ، کراچی -

سائز : $20\frac{1}{4} \times 12\frac{3}{4}$ س م

اوراق : ۲۵

سطور : ۱۱

سالِ تصنیف : ۱۳۱۲ھ [م : ۹۵ - ۱۸۹۴ء]

کاتب : نامعلوم

سالِ کتابت : ۱۳۱۸ھ (۱۹۰۱ء)

خط : نستعلیق ، اوسط -

کیفیت : غیر مجلد - کاغذ چکنا ، دبیز ، مٹیالا - مخطوطے کے ورق اوّل سے قبل دو اوراق بعد میں اضافہ کیے گئے ہیں ، ان میں سے پہلے ورق پر عبارت ذیل بخط مصنّف ہے :

"خمسہ مولفہ سیّد حمید الدین
ساکن ٹونک راجپوتانہ محلہ قافلہ احاطہ سیّد عبدالصمد صاحب مرحوم
۲۵ مارچ ، ۱۹۰۱ء ، مط[مطابق] ۴ ذیحجہ ، ۱۳۱۸ھ
بمقام لکھنؤ - بقلم سیّد حمید الدین رعنا عفی عنہ" -

یہ ورق خاصا بوسیدہ ہے - اس کے کنارے ٹوٹ چکے ہیں - متن کے ورق ۱ ، الف سے صفحات نمبر درج کیے گئے ہیں

جو صفحہ ۴۹ تک ہیں ۔ چونکہ ورق ۲۵ ، ب سادہ ہے ، اس لیے اس پر نمبر درج نہیں کیا گیا ۔ ابتدائی تین اوراق پر سرخ جدولیں ہیں اور خمسے کے بندوں کے درمیان دُہری سیاہ لکیریں ڈالی گئی ہیں ۔ لیکن بعد کے اوراق پر (سوائے ورق ۳۳ ، الف کے) یہ اہتمام نہیں کیا گیا ۔ قطعات تاریخ کے عنوانات اور شعرا کے تخلّص سرخ روشنائی سے ہیں ۔

آغاز : ''ز لافِ حمد و نعت اولاست بر خاکِ ادب خفتن
سجودے سی تواں کردن درودے می تواں گفتن
کمترین سیّد حمید الدین حسنی الحسینی متخلص بہ رعنا خلف الصدق حضرت سیّد محمد سعید صاحب مرحوم خدمت اربابِ سخن میں گزارش کرتا ہے کہ ریعانِ شباب سے طبیعت کے خداداد جوش اور اُمنگ نے میرے دل کو مجبور کر کے سخن گوئی پر مائل کیا ۔ جو کچھ خیالات طبیعت میں جاگزیں ہوتے ان کو اس حیلۂ سخن سرائی سے ظاہر کیا کرتا'' ۔

اختتام : ''ہے گرچہ قصیدہ خود عروس مضمون
تضمیں سے مگر جلوۂ حُسن اور بڑھا
مشاطۂ فکر نے کیسا ایسا بناؤ
بخشی تزئینِ حُسنِ ذاتی سے سوا
ہر مصرعہ تضمین ہے بیت ابرو
ہر گرہ ہے زلفِ دوتا عقدہ کشا
ہر بندشِ شعر چست عضو محبوب
نقطے نقطے پہ خالِ رخسار فدا
ثاقب کو ہوئی جو فکرِ سالِ تاریخ
ہاتف نے کہا : شوخیٔ طبع رعنا
۱۳۱۸ھ
ختم شد'' ۔

مندرجات : ۱- دیباچہ — ورق ۱ ، الف تا ۴ ب
۲- خمسہ (تعداد بند : ۱۴۷) — ورق ۵ ، الف تا ۳۲ ، الف

۳۔ قطعۂ تاریخ اتمام خمسہ
از سیّد عبدالرزاق کلامی ورق ۲۳ ب

۴۔ دیگر از صاحب زادہ عبدالرؤف خاں
ورق ۲۳ ب

۵۔ دیگر از خادم حسین خاں ہوش
رامپوری شاگرد داغ ورق ۲۳ ب تا ۲۴، الف

۶۔ تاریخ بطور مثنوی
از حافظ سیّد عبدالرحمٰن ارمان ورق ۲۴، الف تا ۲۴ ب

۷۔ قطعۂ تاریخ
از نجم الدین ثاقب شاگرد
ظہیر دہلوی ورق ۲۵، الف

خصوصیات : یہ مصنّف کا دستخطی نسخہ ہے۔ متن میں کئی جگہ مصنّف نے اصلاحیں بھی کی ہیں۔ خمسے کا پہلا اور آخری بند یہ ہے :

محفل عیش ہے محفل میں منگائیں بوتل
گوپیاں شوق سے کا کا کے منائیں منگل
لو عروسانِ چمن آج دکھائیں چھل بل
سمتِ کاشی سے چلا جانبِ متھرا بادل
برق کے کاندھے پہ لاتی ہے صبا گنگا جل

اہلِ محفل کی زباں پر ہو رواں بسم اللہ
حور و غلماں کے بھی ہو وردِ زباں بسم اللہ
کیجیے نعتِ پیمبر کا بیاں بسم اللہ
کہیں جبریل اشارے سے کہ ہاں بسم اللہ
سمتِ کاشی سے چلا جانب متھرا بادل۔

اُوپر مندرجات کے تحت چار قطعات تاریخ کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان میں سے پہلے تین قطعوں سے سالِ تاریخ ۱۳۱۲ھ اور آخری قطعے سے ۱۳۱۸ھ برآمد ہوتا ہے۔ یہ آخری قطعہ مصنّف نے زیرِ نظر مخطوطے کی کتابت کے وقت لکھوایا ہوگا۔ دیباچے سے معلوم ہوتا ہے کہ تالیف خمسہ کا

زمانہ ، تحریر دیباچہ سے تقریباً پانچ برس پہلے کا ہے - یہی سنہ (۱۳۱۸ھ) مخطوطے کے سرورق پر بخط مصنّف درج ہے -

مصنّف : تذکرۂ یادگار ضیغم (حیدرآباد دکن ، ۱۳۰۳ھ) میں رعنا کے بارے میں صرف اس قدر لکھا ہے کہ ٹونک میں مقیم ہیں اور کلامی کے شاگرد ہیں - ضیغم نے رعنا کا نام "سیّد محمد عبدالحمید" لکھا ہے جو درست نہیں (ص ۲۳۳) - صاحب خم خانۂ جاوید کا بیان ہے کہ :

"سیّد محمد حمیدالدین ، باشندۂ رائے بریلی و سررشتہ‌دار صدر ریاست ٹونک - بیس برس ہوئے جس زمانے میں حضرت ظہیر دکن نہیں گئے تھے اور ابھی ٹونک میں ملازم تھے ، آپ نے اُن سے اصلاح لینی شروع کی" - (سوم ، صص ۷۱ - ۴۷۰)

رعنا نے زیرِ نظر مخطوطے کے دیباچے میں مختصراً اپنا حال لکھا ہے - اس میں ظہیر دہلوی کا شاگرد ہونے کا ذکر نہیں ہے - اس دیباچے کا ضروری حصہ یہاں درج کیا جاتا ہے - جو عبارتیں حذف کی گئی ہیں ، اُن کی جگہ نقطے لگائے گئے ہیں :

"... سیّد حمید الدین حسنی الحسینی متخلص بہ رعنا خلف ... سیّد محمد سعید ... ابتداء عمر میں ... اس جانب [شاعری] دل کو رجحان ہوا ، اور زیادہ تر اس طرف ترغیب دینے والے میرے اخوی مکرم برادر معظم منشی حافظ سیّد عبدالرزاق صاحب کلامی کی شفقتِ مربیانہ ہوئی - میری سخن گوئی نے حضرتِ موصوف کے دامن تربیت میں نشو و نما پائی - بیس برس کی عمر سے اس فن کو اختیار کیا مگر ابتدا سے یہ حال تھا کہ جب کسی جگہ محفلِ مشاعرہ ہوتی احبّا کی خوشی کے واسطے غزل طرحی کہہ لیا کرتا - کبھی قصیدہ یا مثنوی وغیرہ لکھنے کا اتفاق نہ ہوا - نہ کبھی کسی غزل پر

خمسہ لکھنے کی نوبت آئی ۔ علاوہ ازیں افکار
دنیوی . . . کی وجہ سے سوائے اُس فکر کے جو
صرف بخواہش احباب . . . ہوا کرتی تھی مجبورانہ
فکرِ سخن ترک کر دی ۔ چنانچہ اس کو قریب پانچ
سال کے عرصہ گزرا ۔ گو احباب . . . مجھ . . .
کو ہر مشاعرے میں یاد فرماتے مگر بغیر غزل کبھی
بعض مشاعرے میں شریکِ جلسہ ہوا اور بعض بعض
مشاعرے میں شرکت کی بھی نوبت نہ آئی ۔ اتفاقاً
خمسۂ طبع زاد . . . کاظم حسین صاحب شیفتہ . . .
ساکن دکن کا غلغلہ شوق افزائے طبع سخنورانِ جہان
ہوا اور رفتہ رفتہ اس خطۂ ٹونک میں بھی پہنچا ۔
چونکہ یہ قصیدہ حضرت مولانا محسن صاحب کاکوروی
کا مرغوبِ طبع . . . خاص و عام ہے . . . لہٰذا
زیادہ تر مشہور ہوکر رونق بزمِ اہلِ سخن ہوا ۔
گو یہ قصیدہ لاجواب اور خمسہ بھی انتخاب ہے مگر
بعض احبّا اور اعزا نے مجھ . . . سے فرمایش کی کہ
'تو بھی اس کا خمسہ کہہ کر احبّا کو شاد کر . . .
میں اس قابل کب تھا کہ اپنے ایسے دل و دماغ سے
جن کو افکارِ دنیوی نے فرسودہ کرکے کسی کام کا
نہیں رکھا ، کچھ کام لے سکتا مگر صرف اس اُمید سے
کہ شاید ببرکت نعت سرورِ کائنات صلعم . . .
فرمایش پوری کر سکوں ، آمادہ ہوا'' ۔

مآخذ : تمام حوالے مصنّف کے حالات کے تحت درج کیے گئے ۔

● ● ●

۴۱

زبدۃ الاخبار [۱]

میر قدرت اللہ خاں قاسم

کتب خانہ : قومی عجائب گھر، کراچی -
نمبر : ۱۱ ۔ ۱۹۵۸
سائز : ۳۰ × ۱۹ س م
اوراق : ۱۲۸
سطور : ۱۱
سال تصنیف : تاریخ تکمیل - ۹ ذی الحجہ ۱۲۰۴ھ [م : ۲۰ اگست ۱۷۹۰ء]
زمانۂ کتابت : تیرھویں صدی ہجری کا ربع اول (قیاساً)
خط : نستعلیق، نہایت عمدہ -
کیفیت : مخطوطہ ناقص الطرفین والاوسط ہے - مخطوطے کے کاتب نے صفحات پر نمبر شمار درج کیے ہیں جو ص ۸۱ سے ص ۳۴۹ تک ہیں - نمبر ۱۶۳ دو مرتبہ لکھا گیا ہے، اس لیے صحیح شمار ۳۵۰ تک ہوگا - [۱] درمیان سے جو صفحات غائب ہیں، وہ یہ ہیں :

ص ۱۹۲ و ۱۹۳
ص ۳۲۲ تا ۳۲۳

صفحات پر درج شدہ نمبروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ شروع کے چالیس ورق موجود نہیں ہیں - نسخۂ المحمن

۱- ص ۳۴۴ پر سہواً ۳۴۵ لکھا گیا ہے - اس کے بعد کا نمبر بھی ۳۴۵ ہے، اس لیے شمار میں غلطی نہیں ہوئی -

[مخطوطہ نمبر ۴۲] سے مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آخر کا صرف ایک ورق ضائع ہوا ہے ۔ ہر صفحے پر نیلی اور سرخ جدولیں ہیں ۔ عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں ۔ حواشی پر وہ قرآنی آیات ہیں جو مطالب مثنوی سے مطابقت رکھتی ہیں ۔ کاتب نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ متعلقہ شعر پر نشان بنا کر اسی نشان کے تحت حاشیے پر آیت درج کر دی ہے ۔ یہ مخطوطہ نہایت خستہ حالت میں ہے ۔ خستگی کی وجہ سے اوراق ہاتھ لگانے سے ٹوٹتے ہیں ۔ جلد موجود ہے ، لیکن شکستہ ہے اور اوراق سے الگ ہو چکی ہے ۔ اوراق کی شیرازہ بندی بھی ختم ہو چکی ہے ۔ کاغذ باریک ، چکنا زردی مائل ہے ۔

آغاز :

"آگ کے رسّوں سے لٹکیں نابکار
روتیاں چلاتیاں زار و نزار
پیک حق نے یوں کیا ان کا بیان
یا رسول اللہ ہیں یہ وہ زنان
خواہش اپنی کے لیے جو بے نکاح
صحبت مرداں کو رکھتی ہیں مباح
نام سے شوہر (کے)[1] یہ خانہ خراب
کرتی ہیں اولاد پیدا بے حساب
اور ہیں یہ وہ جو اے والا تبار
ڈالتی ہیں اپنے فرزندوں کو مار"

اختتام :

"سن کے یہ کہنے لگا وہ خوش یقین
آفرین صد آفرین صد آفرین
پھر کیا لے ہاتھ میں وو ہیں قلم
قطعۂ تاریخ یہ اس نے رقم
میر صاحب مجمع خلق و کرم
علم معنی کے نہایت منتہی

۱- یہ لفظ کاتب نے چھوڑ دیا ہے ۔ یہاں مخطوطہ نمبر ۴۲ کے مطابق اضافہ کیا گیا ہے ۔

نکتہ فہم و نکتہ پرور[1] لکتہ سنج
جوہر آئینۂ دانشوری
با کمال فطرت و عقل و ذکا
کر چکے جب یہ مرتب مثنوی"

مندرجات : اس مثنوی میں معراج نبوی کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ مخطوطے کے ناقص الاوّل ہونے کی وجہ سے اس کا آغاز چرخ اوّل کے واقعۂ دہم سے ہوتا ہے۔ واقعۂ دہم کا پہلا شعر یہ ہے جو زیر نظر مخطوطے میں نہیں :

بعد ازیں دیکھا جو اونئے آنکھ بھر
عورتیں لٹکیں ہوئیں آئیں نظر

(مخطوطہ نمبر ۴۲ ، ورق ۳۱ ب)

اس کے بعد کے اشعار اُوپر "آغاز" کے تحت درج ہو چکے ہیں ۔

ہر باب کے عنوان کے طور پر ایک شعر درج کیا گیا ہے جو شاہنامے کی بحر میں ہے ۔ (مخطوطہ نمبر ۴۲ کے "آغاز" کی مثال میں اس قسم کا عنوان کا شعر موجود ہے) ۔ آخر میں فراق اور فدا کے قطعات تاریخ تصنیف ہیں ، ثانی الذکر شاعر کا قطعہ مخطوطے کے ناقص الآخر ہونے کی وجہ سے مکمل نہیں ہے ۔ مثنوی کے خاتمے پر قاسم نے اشعار کی تعداد بھی بتائی ہے جو ۳۲۶۰ ہے ۔ مجموعۂ نغز میں یہ تعداد تقریباً ۳۵۰۰ لکھی گئی ہے ۔ زیر نظر مخطوطے میں اس کے ناقص ہونے کی وجہ سے تقریباً آٹھ سو شعر کم ہیں ۔

خصوصیات : مصنّف نے اشعار کی تعداد ان دو شعروں میں بیان کی ہے :

لکھ چکا جس دن میں یہ قصہ تمام
ابتدا سے انتہا تک لا کلام
میں نے بیتوں کا کیا اوس کی شمار
پائیاں بتیس سو اور سات ہزار (کذا)

(ص ۳۴۵)

۱- یہاں کاتب نے صرف "پر" لکھا تھا ، تصحیح مطابق مخطوطہ نمبر ۴۲ -

مخطوطہ نمبر ۲۴ میں آخری مصرع ''پانثان بتیس سو اور ساٹھ یار'' اور نسخۂ کتب خانۂ آصفیہ ، حیدرآباد دکن میں ''پڑئیں بتیس سو اور آٹھ یار'' (آصفیہ ، دوم ، ص ۳۳۸) ہے ۔ مخطوطہ نمبر ۲۴ مکمل ہے اور اس کے اشعار کی تعداد ۳۲۶۰ ہی ہے ۔

خاتمے کے اشعار میں اپنے بیٹے عزت اللہ عشق کو مخاطب کرتے ہوئے قاسم نے مثنوی مولانا روم کے اشعار کی تضمین ، مدتِ تالیف ، مثنوی کے نام اور تاریخِ تصنیف کا ذکر ان اشعار میں کیا ہے ۔ یہ اشعار تعدادِ اشعار سے متعلق مذکورہ بالا دو شعروں کے فوراً بعد کے ہیں :

مولوئ معنوی کے ہیں ولیک
اس میں اے صاحب خبر دس پانچ ایک
آخر ہر داستاں اے نیک پے
مولوی کی بیت ایک (کذا) تضمین ہے
میں تبرک جان کر اے دین دار
یہ عمل اس میں کیا ہے اختیار
دو مہینے بیس دن میں ہے لکھا
ماجرا میں نے یہ سب سر تا پا
اتنی مدت میں میں کہا کہا اے پسر
ہر سحر دو دوپہر خونِ جگر
قصہ یہ موزوں کیا با ایں صفا
تا صلہ دیں اوس کا حضرۃ مصطفٰی
پھر طبیعت نے کہا اے نیک خو
نام اوس کا زبدۃ الاخبار میں ہو[1] (کذا)
اور وہ دن روز عید المومنیں
وقت تھا وقتِ حج اے صاحب یقیں

۱۔ آصفیہ اور انجمن کے نسخوں میں یہ مصرع یوں ہے :
نام اُس کا زبدۃالاخبار ہو

آخر ایام تشریق اے جواں
ماہ ذی الحجہ سے وہ دن تھا عیاں
سال ہجری تھے بصد عز و تمیز
یک ہزار و دو صد و چار اے عزیز
(صص ۴۷ - ۳۴۶)

گویا مثنوی "زبدۃ الاخبار" دو مہینے بیس دن کی مدت میں حج کے روز ۹ ذی الحجہ ۱۲۰۴ھ کو مکمل ہوئی۔
فراق کے قطعۂ تاریخ تصنیف کا آخری شعر یہ ہے :

قطع کر دور فلک کو پھر تو دیکھ
قصۂ معراج خیر الانبیا

آخری مصرعے کے اعداد ۱۴۱۴ ہیں ۔ اس میں سے "دور" کے عدد (۲۱۰) منہا کیے جائیں تو سنہ تالیف ۱۲۰۴ھ برآمد ہوتا ہے ۔
مخطوطے میں کتابت کی اغلاط خاصی تعداد میں ہیں ۔

دیگر نسخے : ۱۔ نسخۂ کتب خانۂ آصفیہ ، حیدر آباد دکن :
فہرست نمبر ۵۴۷ ۔ لائبریری نمبر "کتاب ۹۵۷ جدید" ۔ سائز $8\frac{1}{4} \times 6$" ۔ صفحات ۲۷۲ ۔ سطور ۱۳ ۔ خط نستعلیق ۔ ترقیمہ : "تمام شد کتاب معراج نامہ بخط خام شیخ حفیظ اللہ امام جامع مسجد قصبہ فرید آباد ، ۱۲۵۸ھ مطابق متی اگھن سدی اکاوشی سمت ۱۸ صورت اختتام یافت" ۔ اس نسخے کے آخر میں چار قطعات تاریخ ہیں ۔ جن میں سے آخری دو فیض علی نامی کسی شخص کے ہیں ۔ نیز "اس کے بعد نثر میں کسی صاحب کی ایک تقریظ ہے" ۔ (آصفیہ ، دوم ، ص ۳۳۸)
۲۔ رک : مخطوطہ نمبر ۴۲ ۔

مطبوعہ نسخے : یہ مثنوی شائع نہیں ہوئی ۔

مصنف : قاسم نے مجموعۂ نغز میں اپنے جو حالات لکھے ہیں ، ان کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کی کنیت ابو القاسم اور نام میر قدرت اللہ قادری ہے ۔ (قاسم کے نام کے آخر میں "خان" کا جزو

بھی شامل ہے ، یہ خطابی معلوم ہوتا ہے ۔ ان کے بزرگوں میں سے کسی کو خطاب خانی ملا ہوگا) ۔ وہ حضرت امام موسیٰ رضا کی اولاد میں سے تھے ۔ ان کے بزرگوں میں سیّد اسمٰعیل غور بندی اور سیّد فاضل گجراتی کے نام ملتے ہیں ۔ ثانی الذکر بزرگ کا تعلق گجرات (پنجاب) سے تھا اور ان کا مزار گجرات کے محلے آہن گراں میں موجود ہے ۔ قاسم نے مولانا فخرالدین دہلوی اور مولوی خواجہ احمد خاں سے ''علومِ عقلیہ'' اور ''فنونِ نقلیہ'' کی تعلیم حاصل کی ۔ مولوی مہدی ملقب بہ میاں صاحب بسمل سے بھی بعض کتابوں کا درس لیا ۔ حکیم شریف خاں سے طبابت کا فن سیکھا اور یہی ان کا ذریعۂ معاش تھا ۔ ذکا نے لکھا ہے کہ قاسم راجہ اچیت سنگھ کے مقرب تھے ۔ ممکن ہے یہ تعلق بھی معاش کا ذریعہ ہو ۔ سن تمیز کی ابتدا ہی میں قاسم نے شاعری کی طرف توجہ کی اور ہدایت اللہ خاں ہدایت کی شاگردی اختیار کی ۔

''مجموعۂ نغز'' میں قاسم نے مختلف شعرا کے حالات بیان کرتے ہوئے ضمنی طور پر خود اپنے بارے میں بھی بعض اطلاعات فراہم کی ہیں ۔ مثلاً وہ مجلسی آدمی تھے ، میر مہدی شرف ، مصحفی اور مرزا میڈھو امیر کے مشاعروں میں شرکت کا انھوں نے ذکر کیا ہے ۔ بقول سرور وہ اپنے گھر پر بھی مجلس مشاعرہ منعقد کرتے تھے جس میں دہلی کے اکثر شعرا شریک ہوتے تھے ۔ وہ مشاعروں کی ''سیاست'' میں بھی حصہ لیتے تھے ۔ جب انشا اور عظیم میں معرکہ آرائی ہوئی تو قاسم ، عظیم کے طرف دار تھے ۔ انھوں نے فراق اور منت کے تراجم میں اپنے لکھنؤ اور بندرا بن جانے کا ذکر بھی کیا ہے ۔ قاسم کی شادی مولوی نور احمد ممتاز کی دختر سے ہوئی تھی ۔ ممتاز دہلی کے نامور علماء میں سے تھے ۔ عزت اللہ عشق جو خود بھی مشہور شاعر اور بہادر شاہ ظفر کے استاد تھے ، قاسم کے بیٹے تھے ۔

قاسم کی ایک مثنوی ''کرامات پیران پیر'' سے حافظ محمود شیرانی نے قاسم کے جو ابتدائی حالات اخذ کیے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ''شیخ عبدالقادر جیلانی سے ان کے خاندان کو خاص ارادت تھی اور ان کے والد کی بھی یہی نصیحت تھی کہ وہ ہمیشہ قادری رہیں . . . حکیم صاحب اسی نصیحت پر مدۃ العمر عامل رہے اور ہر بارھویں تاریخ کو بڑے پیر کی فاتحہ دلواتے رہے ۔ مصنّف [قاسم] نے اپنے والد کے ذکر کے متعلق بھی خاموشی سے کام لیا ہے ، صرف اسی قدر کہا ہے کہ میری عمر کے آٹھویں سال میں ان کا انتقال ہوتا ہے . . . والد کی رحلت کے تین سال بعد میر فتح علی خاں حسینی [صاحب تذکرۂ ریختہ گویاں جو قاسم کے بزرگوں کے جاننے والے تھے] ان کو لے جا کر مولانا فخرالدین کے مدرسے میں داخل کرا دیتے ہیں . . . حکیم صاحب چونکہ ابھی کم سن تھے ، ان کی عمر مشکل سے گیارہ سال ہوگی ، اس لیے مولانا فخرالدین نے انھیں سیّد احمد ابا حسن کے حوالے کر دیا تھا جو اسی مدرسے میں ایک مدرس اور مولانا کے مرید و جانشین تھے . . . . وہ [قاسم] کہتا ہے کہ میں صبح سے لے کر شام تک ایک لمحے کے لیے بھی کتاب کو اپنی آنکھ سے اوجھل نہیں ہونے دیتا تھا ۔ علی الصباح اُٹھا ، آٹا گوندھا ، اس کا ایک پیڑا بنایا اور جا کر تنور میں لگوا لیا اور کھا پی کر دن بھر پڑھنے میں مصروف رہا . . . ان ایام میں حکیم صاحب اپنا اکثر وقت اپنے استاد اور مولانا فخرالدین کی معیت میں گزارتے ۔ جب یہ بزرگ زیارات کے لیے جاتے ، یہ اپنے سبقوں میں ناغہ ہو جانے کے ڈر سے ساتھ ساتھ رہتے ، زیارتیں بھی کرتے اور موقع پا کر سبق بھی پڑھ لیتے . . . . اسی زمانے میں حکیم صاحب کے نانا کو امیرالامرا نجیب الدولہ بہادر کی سرکار سے توسل تھا ۔ نانا کی کوئی جاگیر تو تھی نہیں ، مگر امیرالامرا ان کے ساتھ مروّت سے پیش آتے اور سلوک کرتے رہتے تھے اور ایام طالب علمی

میں بھی ثانا . . . [قاسم] . . . کے کفیل معاش تھے'' ۔
(دیباچہ ، مجموعۂ نغز ، صص کز تا کط)

قاسم کے ہم عصر اور ذاتی طور پر واقف تذکرہ نگاروں سرور اور ذکا نے قاسم کی شخصیت اور کردار کی بڑی تعریف کی ہے اور ان کی بلند ادبی حیثیت کو تسلیم کیا ہے ۔ سرور لکھتے ہیں :

''شخصے است موصوف بصلاحیت و تقویٰ ، تحصیل کتب عربی بخوبی نمودہ و در علم طب مہارتی کاملی دارد ، شاعر مسلم الثبوت و بشمار جرگۂ استادان این عصر است ۔ تصانیفش اکثر برجستہ و خوش مضمون و دل چسپ ، دیوان ضخیمے ترتیب دادہ و ہمہ اقسام شعر مثل مثنوی و واسوخت و مناقب و مراثی و مخمس و مسدس و رباعی وغیرہ کہ در سلک نظم کشیدہ پسند خاص و عام گشتہ'' ۔ (عمدہ ، ص ۵۱۱)

قاسم نے اپنی مندرجہ ذیل تصانیف کا ذکر کیا ہے :

۱۔ دیوانِ اُردو : ۱۲۲۱ھ (تالیف مجموعۂ نغز) سے پہلے مرتب ہو چکا تھا ۔ اس میں تقریباً سات ہزار شعر ہیں ۔
۲۔ زبدة الاخبار : (زیرِ نظر مثنوی) ۔
۳۔ مثنوی کراماتِ پیرانِ پیر : یہ تقریباً پانچ ہزار دو سو اشعار پر مشتمل ہے ۔ اس میں شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے حالات و کرامات ہیں ۔ سالِ تصنیف ۱۲۱۷ھ ہے ۔ اس مثنوی کا ایک نسخہ نواب صدر یار جنگ حبیب الرحمٰن شیروانی کے کتب خانے میں تھا ، اب حبیب گنج کلکشن ، مولانا آزاد لائبریری ، مسلم یونیورسٹی ، علی گڑھ میں ہے ۔
۴۔ مجموعۂ نغز : تالیف ۱۲۲۱ھ ۔ اسے حافظ محمود شیرانی نے مرتب کر کے ۱۹۳۳ء میں لاہور سے چھپوا دیا تھا ۔
۵۔ ایک عشقیہ مثنوی کا ذکر سرور نے کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کی تعریف بیان سے باہر ہے ۔

قاسم کی کلیات کا ایک نسخہ انجمن ترقی اُردو ہند ، (دہلی) کے کتب خانے میں ہے -

شیفتہ نے لکھا تھا کہ ''امروز وفاتش را سال چارمیں است''۔ (گلشن ، ص ۱۵۷) ـ اس لحاظ سے سال وفات [۱۲۵۰ (سال تالیف گلشن) — ۴ =] ۱۲۴۶ھ [م : ۳۱ - ۱۸۳۰ء] قرار پاتا ہے ـ اس کی تائید کریم الدین کے بیان سے بھی ہوتی ہے جس نے گلدستۂ نازنیناں (سال نالیف ۱۲۶۱ھ) میں لکھا ہے کہ ان کی وفات کو یہ پندرھواں برس ہے - حافظ محمود شیرانی کے خیال کے مطابق وفات کے وقت قاسم کی عمر تقریباً اسّی برس تھی - (دیباچہ ، مجموعۂ نغز ، ص ، ل)

ماٰخذ : (۱) عیار ، ۵۸۸ - (۲) عمدہ ، ۵۱۱ - (۳) مجمع ، ۹۶ - (۴) مجموعہ ، دوم ، ۹۲ و بمدد اشاریہ - (۵) گلشن ، ۱۵۶ - (۶) نازنیناں ، ۳۴ - (۷) گلستان ، ۱۹۲ - (۸) شعرائے ہند ، ۳۱۹ - (۹) سراپا سخن ، ۲۷۱ - (۱۰) بہار ، ۲۵۶ - (۱۱) گلستان سخن ، ۳۹۶ - (۱۲) قطعہ ، ۲۴ - (۱۳) سخن شعرا ، ۳۷۹ - (۱۴) فردوس ، ۱۱۹ - (۱۵) طور ، ۷۸ - (۱۶) بزم ، ۱۰۰ - (۱۷) اُردو شعرا کے تذکرے ، ۲۰۶ - (۱۸) دل کشا ، اول ، ۱۹۳ -

● ● ●

۴۲

زبدۃ الاخبار [۲]

میر قدرت اللہ خان قاسم

کتب خانہ	: انجمن ترقی اُردو ، کراچی ۔
نمبر	: قا ۳/۵۱۵
سائز	: ۲۵½ × ۱۸½ س م
اوراق	: ۱۳۵
سطور	: ۱۳
سالِ تصنیف	: ۱۲۰۴ھ [م : ۱۷۹۰ء]
کاتب	: عزیزالرحمٰن ۔
زمانۂ کتابت	: تیرھویں صدی ہجری کا ربع اول (قیاساً)
خط	: نستعلیق ، شکستہ مائل ، معمولی ۔

کیفیت : نسخہ اچھی حالت میں ہے ۔ کاغذ دبیز ، مٹیالا ۔ متن ورق ۱ ، ب سے شروع ہوتا ہے ۔ ورق ۱ ، الف پر مثنوی کا نام لکھنے کے لیے سرخ روشنائی سے لکیریں کھینچ کر جگہ مخصوص کی گئی ہے ، لیکن لکھا کچھ نہیں گیا ۔ اسی ورق کے کونے پر یہ تحریر ملتی ہے :

"نمبر ۱۶۴ کتاب معراج نامہ نظم اُردو قلمی ۔ مظفر علی ہاپوڑی" ۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ مولوی عبدالحق کو اپنے وطن ہاپوڑ سے ملا تھا ۔ ممکن ہے مظفر علی ، مولوی صاحب کے عزیزوں میں سے ہوں ، کیونکہ اُن کے اکثر

ننھیالی عزیزوں کے نام اسی طرح کے ہیں۔ (مثلاً نیاز علی، امتیاز علی اور امراؤ علی، مولوی صاحب کے حقیقی ماموں تھے)۔

ورق ۱، الف پر ہی مولوی عبدالحق کی یہ تحریر ہے:

"زبدۃ الاخبار
تصنیف ۱۲۰۰ھ
ہر داستان کے آخر میں مولوی روم کی مثنوی کے شعر کی تضمین کی گئی ہے۔ (دیکھو آخر سے صفحہ ۴)
عبدالحق"

تاریخ تصنیف لکھنے میں مولوی صاحب سے سہو ہوا ہے۔ صحیح ۱۲۰۴ھ ہے۔

ورق ۱، ب و ۲، الف پر نقش و نگار بنائے گئے ہیں۔ حاشیوں پر سرخ، نیلے اور پیلے رنگوں کی بیلیں ہیں۔ بعد میں بھی چند اوراق کے حاشیوں پر اس قسم کے آرائشی نقش و نگار ملتے ہیں۔ مخطوطے کے نصف اول میں سرخ اور نیلی جدولیں اور سیاہ باریک ہے۔ آمنے سامنے لکھے ہوئے مصرعوں کے درمیان اوپر سے نیچے کی طرف سرخ لکیریں ہیں۔ عنوانات کے اطراف میں بھی سرخ لکیریں ہیں۔ عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں۔ اس قسم کا اہتمام نسخے کے نصف اول میں ملتا ہے، بعد کے اوراق میں جدولیں وغیرہ نہیں ہیں، یہاں تک کہ عنوانات بھی نہیں لکھے گئے۔ عنوانات کے لیے جگہیں سادہ رکھی گئی ہیں۔ مطالب مثنوی سے متعلق آیات حواشی پر درج کی گئی ہیں۔

آغاز : "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ الذی بٰرکنا حولہٗ لنریہ من ایٰتنا انہٗ ھو السمیع البصیر :

کتاب اور سنت کا کر اقتدا
لکھی میں نے پہلے یہ حمد خدا

حمد ہے سب موجد افلاک کو
روح بخشی صاحبِ لولاک کو
پاک ہے وہ خالقِ جنّ و ملک
نور سے اوس کے منوّر ہے فلک
پاک ہے وہ بادشاہِ بے زوال
اونے احمد کو کیا والا کمال
پاک ہے وہ قادر رب الجلیل
ہے محمد اوس کی قدرت کی دلیل"

اختتام : "نکتہ فہم اور نکتہ پرور نکتہ سنج
جوہرِ آئینۂ دانش وری
با کمال فطرت و عقل و ذکا
کر چکے جب یہ مرتب مثنوی
بارک اللہ کا اٹھا محفل سے شور
گوش سامع ہوگئے پُر دُر سبھی
آفریں بخشیں (کذا) میں تھے ہر طور سے
شائق اس کے ہو بدل شیخ و صبی
قصۂ انسان کہاتے ہیں ہزار
پر عجائب ہے یہ ذکر احمدی"

ترقیمہ : "تمام شد کتاب معراج نامہ بید الضعیف النحیف الراجی برحمۃ اللہ المنان عزیزالرحمٰن عفی عنہ برحمۃ" ۔

مندرجات : پہلے حمد ہے ، پھر عشق کی تعریف ہے ۔ اس کے بعد نعت ، مناقب آل و اصحاب نبیؐ ، مدح غوث الاعظمؒ ، سببِ تالیف ، عرب سرائے اور مسجدِ اقصیٰ کی تعریف اور مدح نظام الدین محبوب النٰہیؒ کے بعد معراج کا قصّہ بیان کیا گیا ہے ۔ مصنّف نے سببِ تالیف کے تحت بتایا ہے کہ دوستوں کی محفل میں بیٹھے ہوئے معراج کی شب کا

ذکر آ گیا اور مصنّف نے اس شب کے فضائل بیان کرنے شروع کر دیے جو اس مثنوی کی صورت اختیار کر گئے ۔

خصوصیات : کاتب بے احتیاط ہے ۔ کتابت کی اغلاط خاصی تعداد میں ملتی ہیں ۔ اوپر اختتام کے اقتباس میں جو اشعار درج کیے گئے ہیں ، وہ فدا کے قطعۂ تاریخ کے آخری پانچ اشعار ہیں ۔ لیکن آخری مصرعے یا اس کے کسی جزو سے مطلوبہ سنہ (۱۲۰۴ھ) برآمد نہیں ہوتا ۔ پورے مصرعے کے اعداد ۱۳۰۱ ہیں ۔ ''عجائب ہے یہ ذکر احمدی'' کے اعداد ۱۰۹۹ ہیں ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یا تو متعلقہ مصرع صحیح نہیں لکھا گیا ، یا اس کے بعد بھی کوئی شعر ہوگا ، جسے کاتب نے درج نہیں کیا ۔

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱۴ ۔

• • •

۴۳

داستانِ صادقاں

محمد کفایت علی کافی مراد آبادی

کتب خانہ : قومی عجائب گھر، کراچی -

نمبر : ۵/۹۷۵ ء ۱۹۵۷

سائز : ۲۱×۱۶ س م

سطور : ۱۲

سالِ تصنیف : ۱۲۷۴ھ/۱۸۵۸ء (سالِ وفات مصنّف) سے چند برس قبل -

کاتب : امام الدین احمد -

زمانۂ کتابت : تیرھویں صدی ہجری کا ربع آخر (قیاساً)

خط : نستعلیق، معمولی -

کیفیت : یہ رسالہ ایک مجموعے میں شامل ہے - تفصیل کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۴۴ (مولود شریف بہاریہ) اس مجموعے کے اوراق ۱۴ ب سے ۳۰ ب تک یہ رسالہ ہے - کاغذ ولایتی ہلکے آسمانی رنگ کا - تمام صفحات پر سرخ جدولیں ہیں - عنوانات بھی سرخ روشنائی سے ہیں -

آغاز : ''خیال حمد اُس کا عالم حیرت دکھاتا ہے
کہ جو ہژدہ ہزار عالم کو ایک (کذا) کُن سے ملاتا ہے
گوہرِ تاجِ سخن نام خدائے رحمان
زیور نظمِ بیان حمدِ رحیم سبحان

حمد و توصیفِ فراوان و ثنائے بسیار
جس کا شایان و سزاوار ہے ربِ غفّار
اُس کے حامد ہوں اگر ہژدہ ہزار عالم سب
اور ہوں ایک زبان جنّ و بنی آدم سب
اور لے آئیں سیاہی کی جگہ آبِ بحار
اور ہو جائے قلم ہر رگِ برگِ اشجار"

اختتام : "آفریں رحمت و شاباش اویسِ قرنی
خوب کی اُلفت محبوب میں دندان شکنی
درد اُلفت میں عجب کام کیا دانتوں سے
انتقام دلِ ناکام لیا دانتوں سے
واہ کیا عشق تھا یہ سلکِ دُرِ دنداں کا
توڑ کر عقد گہر زخم جگر کو ٹانکا
عاشقانِ شہِ ابرار کے صدقے کافی
عشق میں آج تلک نام ہے جن کا باقی"

ترقیمہ : "حسبِ فرمایش دوستدار غم خوار شیخ محمد یار متوطن بلدۂ لاہور ملازم راج بھرت پور، کتاب مستطاب داستانِ صادقاں مصنّفہ و مولفہ مولوی محمد کفایت علی صاحب مراد آبادی بہ دستخط بے ربط بندہ کمترین از حد امام الدین احمد اکبر آبادی در مقام بھرت پور باتمام رسید :

ہر کہ خواند دعا طمع دارم
زاں کہ من بندۂ گنہ گارم"

مندرجات : پہلے حمد و نعت ہے اور پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صادقوں (حضرت فاطمہؓ، حضرت بلال حبشیؓ، حضرت ثوبانؓ اور حضرت اویس قرنیؓ وغیرہ) کے بارے میں حکایات لکھی ہیں اور آنحضرتؐ سے اُن کو جو محبت تھی، اُس کی تفصیل بیان کی ہے۔

خصوصیات : اس مثنوی کے ہر باب کا عنوان بھی منظوم ہے - ہر عنوان ایک شعر پر مشتمل ہے جو مثنوی کی بحر سے مختلف بحر میں ہے جیسا کہ "آغاز" کے اقتباس سے واضح ہے۔

مطبوعہ نسخہ : یہ مثنوی تصانیف کافی کے ایک مجموعے کے ساتھ ربیع الآخر ،
۱۲۷۷ھ میں مطبع رحمانی صبح صادق ، مدراس سے طبع
ہو چکی ہے - مجموعے کا نام ''مولد شریف بہاریہ'' ہے اور
یہ کتب خانۂ خاص ، انجمن ترقی اُردو ، کراچی میں
ہے -

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۴۴ -

● ● ●

۴۴

مولود شریف بہاریہ

محمد کفایت علی کافی مراد آبادی

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی ۔
نمبر : ۱۹۵۷ ـ ۹۷۵/۵
سائز : ۲۱ × ۱۶ س م
اوراق : ۱۴
سطور : ۱۲
سالِ تصنیف : ۱۲۷۴ھ/۱۸۵۸ء (سالِ وفات مصنّف) سے چند برس قبل ۔
کاتب : امام الدین احمد ۔
زمانۂ کتابت : تیرھویں صدی ہجری کا ربع آخر (قیاساً) ۔ [یہ رسالہ جس مجموعے میں ہے ، اُس میں ایک رسالہ ''افہام الغافل'' (رک : مخطوطہ نمبر ۲۶) بھی ہے جو ۱۲۶۹ھ کے مطبوعہ نسخے کی نقل ہے ۔ زیرِ نظر رسالے اور ''افہام الغافل'' کا کاتب ایک ہی ہے ۔ اس لیے زیرِ نظر رسالہ لازماً ۱۲۶۹ھ کے بعد کا مکتوبہ ہے ۔]
خط : نستعلیق ، معمولی ۔
کیفیت : یہ رسالہ ایک مجموعے میں شامل ہے جو ۳۸ ، اوراق پر مشتمل ہے ۔ مجموعے میں تین رسالے ہیں جو یہ ہیں :
۱۔ مولود شریف بہاریہ ورق ۱ ، الف تا ۱۴ ب
۲۔ داستانِ صادقاں ورق ۱۴ ب تا ۳۰ ب
(رک : مخطوطہ نمبر ۴۳)

۳۔ الہام الغافل　　　ورق ۳۱ ، الف تا ۳۸ ب
(رک : مخطوطہ نمبر ۲۶)

مخطوطہ اچھی حالت میں ہے ۔ کاغذ ولایتی جو ہلکے آسمانی رنگ کا ہے ۔ ہر صفحے پر سرخ جدولیں ہیں ۔ عنوانات بھی سرخ روشنائی سے ہیں ۔

آغاز : "حمد لائق داورِ اکبر کو ہے
خالقِ اشیائے بحر و بر کو ہے
ہے یہ ادنیٰ وصف اُس خلاق کا
باغباں ہے گلشنِ آفاق کا
ہے عجب وہ صانع رنگیں نگار
جس نے پیدا کیں بہاریں بے شمار
یہ نگارستانِ عالم کا چمن
ہے نسیم لطفِ حق سے خندہ زن
اُس نے دکھلائیں بہاریں بے شمار
گل کھلائے سیکڑوں لاکھوں ہزار"

اختتام : "بیہقی نے بھی بیاں ایسا کیا
جس گھڑی ہنستے تھے محبوبِ خدا
عکس دندانِ مبارک سے مدام
جلوہ گر ہوتی تھیں دیواریں تمام
اس طرح آتی تھی دیواروں پہ تاب
جس طرح پڑتا ہے عکسِ آفتاب
اس لب و دنداں پہ ہر لیل و نہار
بھیجیے کافی درودِ بے شمار"

ترقیمہ : "تمت بالخیر کتاب مستطاب مولود شریف بہاریہ تصنیف جناب مولوی محمد کفایت علی صاحب مراد آبادی بخط بے ربط بندہ کمترین ، از امام الدین احمد ۔ فقط" ۔

مندرجات : یہ مولود شریف ہے جس کے آخر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک بھی بیان کیا گیا ہے ۔

مطبوعہ نسخہ : مطبع رحمانی صبح صادق ، مدراس سے ایک مجموعہ "مولد شریف

بہاریہ" کے نام سے ربیع الآخر، ۱۲۷۷ھ میں طبع ہوا تھا۔
اس کے شروع میں زیرِ نظر مولود ہے۔ اس مجموعے میں
کافی کی مندرجہ ذیل تصانیف بھی ہیں :

۱۔ داستانِ صادقان؟
۲۔ قصۂ بست اصحاب
۳۔ جذبۂ عشق
۴۔ وفات نامہ از بہار خلد

یہ مجموعہ کتب خانۂ خاص، انجمن ترقی اُردو، کراچی
میں ہے۔

مصنف : مولانا محمد کفایت علی کافی مراد آباد کے رہنے والے تھے۔
ابتدائی تعلیم اپنے وطن ہی میں حاصل کی اور بعد میں تحصیل
علم کے لیے بریلی اور بدایوں میں قیام کیا۔ بدایوں میں
شاہ ابو سعید مجددی سے علمِ حدیث حاصل کیا اور علمِ طب
کی تحصیل حکیم شیر علی (مولف تذکرۂ علمائے ہند کے والد)
سے کی۔ مولانا کافی نے ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں
بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ جب مجاہدین آزادی نے نواب
مجدالدین عرف مجو خاں کی سر براہی میں مراد آباد میں
آزاد حکومت قائم کی تو مولانا کافی کو صدر الشریعت مقرر
کیا گیا۔ نواب رام پور نے جب مراد آباد پر قبضہ کر لیا
تو مولانا کافی نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ
مرتب کر کے اُس کی نقلیں بعض مقامات کے مسلمانوں کے
پاس روانہ کیں اور مختلف مقامات پر خود جا کر جہاد کی
تلقین کی۔ اپریل، ۱۸۵۸ء میں مراد آباد پر انگریزوں کا
قبضہ ہو گیا۔ مولانا کافی گرفتار کر لیے گئے اور انھیں
مجمع عام میں پھانسی دے دی گئی۔

شاعری میں مولانا کافی، مہدی علی زکی مراد آبادی
کے شاگرد تھے۔ مولانا کی تصانیف مندرجہ ذیل ہیں جو
سب کی سب منظوم ہیں :

(۱) بہار خلد (شرح ترمذی کا منظوم ترجمہ)، طبع اول،
مطبع سنگین، ۱۲۶۱ھ۔

(۲) دیوانِ کافی ، طبع دوم ، ۱۳۲۲ھ ۔
(۳) نسیمِ جنت (چالیس حدیثوں کی شرح) ، طبع اول ، مطبع محمدی ، بمبئی ، ۱۲۶۴ھ ۔
(۴) خیابانِ فردوس (رسالہ ترغیب اہلِ سعادت تالیف شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا منظوم ترجمہ) تالیف ۱۲۶۷ھ ۔
(۵) مولود شریف بہاریہ ۔ زیرِ نظر مخطوطہ ۔
(۶) جذبۂ عشق ۔
(۷) مثنوی دربار رحمت بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔ مطبع نظامی ، کانپور ، ۱۲۸۶ھ ۔
(۸) اوقات صرف و نحو ۔ اس رسالے کا ذکر باطن نے کیا ہے ، لیکن یہ دستیاب نہیں ہوتا ۔
(مولانا کافی شہید ، مقالہ از محمد ایوب قادری ، سہ ماہی العلم ، کراچی ، جنگ آزادی نمبر ، اپریل تا جون ، ۱۹۵۷ء) ۔

مآخذ : (۱) گلستان ، ۲۰۱ ۔ (۲) سخنِ شعرا ، ۳۹۵ ۔ (۳) شمیمِ سخن ، اول ، ۱۹۱ ۔ (۴) علمائے ہند کا شان دار ماضی ، چہارم ، مولانا سید محمد میاں ، دہلی ، ۱۹۶۰ء ، ص ۳۱۴ ۔ (۵) ۱۸۵۷ء کے مجاہد شعرا ، امداد صابری ، دہلی ، ۱۹۵۹ء ، ص ۳۱۷ ۔ (۶) انڈیا آفس ، ہندوستانی ، ص ۱۴ ۔ (۷) واجد علی شاہ اور اس کا عہد ، رئیس احمد جعفری ، لاہور ، ۱۹۵۵ء ، ص ۵۵۴ ۔

● ● ●

۴۵

مناصر الحسنات

محمد ناصر علی/قاضی محمد حسن رضا

کتب خانہ : ڈاکٹر قاضی فضلِ عظیم - ۱۲ - ۱۳/سی ۵ ، ناظم آباد ، کراچی -

سائز : ۱۶½ × ۱۸ س م

اوراق : ۶۴

سطور : ۲۰

سالِ ترجمہ : ۱۲۸۹ھ [م : ۷۳ - ۱۸۷۲ء]

کاتب : خود مترجم -

تاریخِ کتابت : ۲۸ ذیقعدہ ۱۲۸۹ھ [م : ۲۷ جنوری ، ۱۸۷۳ء]

خط : عربی متن نسخ میں اور اُردو نستعلیق میں (دونوں خط اوسط) -

مہر : کتاب کے مالک کی مہر "ڈاکٹر قاضی فضلِ عظیم ، ۱۳۸۵ھ" ورق اوّل سے قبل کے ایک ورق پر ، جو جدید جلد سازی میں اضافہ کیا گیا ہے ، ثبت ہے -

کیفیت : نسخہ اچھی حالت میں ہے - کاغذ دبیز ، مٹیالا - متن ورق ۱ ، ب سے شروع ہوتا ہے اور ۵۸ ، الف پر ختم ہوتا ہے - ورق ۵۸ ، ب سادہ ہے - عربی متن سیاہ روشنائی سے ، اُردو ترجمہ بین السطور میں سرخ روشنائی سے ہے - مترجم نے صفحات پر نمبر شمار درج کیے ہیں - ورق ۱ ، الف کو شمار نہیں کیا گیا - ورق ۱ ، ب سے ۶۴ ب تک صفحات

نمبر ہیں جو ص ۱ سے ص ۱۲ تک ہیں ۔ ورق ۱ ، الف سے صفحہ نمبر کے ساتھ دن بھی لکھا گیا ہے ، جس سے مترجم کی روزانہ کارگزاری کا اندازہ ہوتا ہے ۔ ہر صفحے پر حواشی ہیں جو سرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں ۔

آغاز : ''شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے ۔ سب تعریف اللہ ہی کو ہے ۔ جو مالک ہے تمام ملک کا ۔ بادشاہ ہے بادشاہوں کا ۔ بڑا جاننے والا ، اکیلا ایک سراہا گیا ہے ، بے احتیاج ، سب عیبوں سے پاک ، نہیں جنا گیا ہے اور نہ جنا ، ایسا دینے والا کہ نہ گھیر سکا اُس کی نعمتوں کو کوئی عدو'' ۔

اختتام : ''اے عفو (کذا ۔ غفور؟) اے مجیب ، اے ستار ، پھر اوٹھا تو ہمیں بسبب درود کے زمرے میں آپ کے اور اوتار تو ہمیں حوضِ صاف تر پر آپ کے اور پلا تو ہمیں بھرا پیالہ اون کا اور جگہ دے تو ہمیں ساتھ اون کے جنت الماوی میں[1] ۔ اے سمیع ، اے بصیر ، اے یار'' ۔

ترقیمہ : ''تمت الکتاب بعون الملک الوہاب بتاریخ ۲۸ ذیقعدہ روز سہ شنبہ ۱۲۸۹ ہجری بمقام چرکھاری'' ۔

مندرجات : اس میں سلام اور درود جمع کیے گئے ہیں ۔

خصوصیات : یہ مترجم کا اصل مسودہ ہے ۔ مطالب متن کی توضیح کے لیے مترجم نے کثرت سے حواشی لکھے ہیں جو اصل پر مفید اضافے کا درجہ رکھتے ہیں ۔ اصل عربی متن جلی قلم سے ہے اور بین السطور میں لفظی اُردو ترجمہ ہے ۔

مصنّف : محمد ناصر علی بن شیخ حیدر ، غیاث پور (پرگنہ منیر ، ضلع عظیم آباد ، صوبہ بہار) کے باشندے تھے ۔ تالیف کتاب کے وقت وہ قصبہ آرہ (ضلع شاہ آباد ، صوبہ بہار) میں مقیم تھے ۔ تذکرۂ علمائے ہند کے آخری باب ''تکملۃ الکتاب'' میں مصنّف کا مختصر ذکر ان الفاظ میں ہے ۔ ''مولوی ناصر علی

۱۔ ''الماوی میں'' کے الفاظ سہواً دوبارہ لکھے گئے ہیں ۔

غیاث پوری ، مولف مناصر الحسنات و عناصر البرکات وغیرہ" ۔
(ص ۲۸۸)

مترجم : : مترجم کا نام اس مخطوطے میں نہیں آیا لیکن مالک مخطوطہ کے بڑے بھائی قاضی محمد شمیم صاحب کا بیان ہے کہ اس کتاب کے مترجم قاضی محمد حسن رضا ہیں ۔ مترجم کے بھائی قاضی لطف علی چرکھاری (ضلع ہمیر پور ، یو پی) میں مقیم تھے اور مترجم اکثر اُن کے پاس چرکھاری جاتے رہتے تھے اور یہ ترجمہ انھوں نے وہیں مکمل کیا تھا ۔ قاضی محمد حسن رضا کے دیگر مکتوبہ مخطوطات جو ڈاکٹر قاضی فضلِ عظیم کے کتب خانے میں ہیں ، اُن کا خط ویسا ہی ہے جیسا زیرِ نظر مخطوطے کا ہے ۔ قاضی محمد حسن رضا کے حالات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۲۷ (آداب الحرمین) ۔

● ● ●

تذکرۂ بزرگانِ دین

۴٦

تاریخ غریبی [۱]

غریب مہدوی

کتب خانہ	:	انجمن ترقی اُردو ، کراچی -
نمبر	:	قا ۳/۲۵۲
سائز	:	½۲۹ × ½۲۳ س م
اوراق	:	۱۱۵
سطور	:	۲۳ فی کالم ، ایک صفحے پر چار کالم -
سالِ تصنیف	:	آغاز : ۱۱٦۴ھ [م : ۵۱ - ۱۷۵۰ء] - اختتام : ۱۵ صفر ، ۱۱۷۰ھ [م : ۹ نومبر ، ۱۷۵٦ء] یہ دونوں تاریخیں خود مصنّف نے کتاب کے آغاز اور اختتام میں لکھی ہیں -
کاتب	:	سیّد یحییٰ عرف صاحب میاں -
تاریخِ کتابت	:	۱٦ شعبان ، ۱۲۸۰ھ [م : ۲٦ جنوری ، ۱۸٦۴ء] -
خط	:	نستعلیق ، مائل بہ نسخ ، معمولی -
کیفیت	:	کاغذ سفید ، دبیز - ہر صفحے پر سرخ جدولیں ، باریکا نیلا ہے - کاتب نے صفحات پر نمبر شمار درج کیے ہیں جو ورق ۱ ، ب سے شروع ہوتے ہیں - آخری ورق ۱۱۵ ، ب پر صفحہ نمبر ۲۲۸ درج ہے ، جب کہ ۲۲۹ ہونا چاہیے - اس کی وجہ یہ ہے کہ نمبر ۱۴۱ دو صفحوں پر غلطی سے درج ہو گیا ہے ، اور یوں آخر تک غلط نمبر درج ہوتے چلے گئے ہیں - ہر صفحہ چار کالمی ہے - ہر دو کالموں کے درمیان اُوپر سے نیچے سرخ لکیریں کھینچی گئی ہیں ، دونوں

لکیروں کے درمیان تھوڑی سی جگہ سادہ رہنے دی گئی ہے۔ مصرعے آمنے سامنے لکھے گئے ہیں ۔ اس طرح پہلے دو کالموں میں ۲۳ شعر درج ہوئے ہیں ، اور اتنے ہی بعد کے دو کالموں میں ۔ گویا ایک صفحے پر ۴۶ شعر ہیں ۔ متن ورق ۱ ، ب سے شروع ہوتا ہے ۔ ۱ ، الف سادہ ہے ۔ ۱ ، الف سے پہلے سات سادہ اوراق اور بھی ہیں ۔ ان میں سے پہلا ماضی قریب میں جلد سازی کے وقت اضافہ کیا گیا تھا ، اور باقی چھ قدیم ہیں ۔ ورق (جدید) ۱ ، الف پر مولوی عبدالحق کی یہ تحریر ہے :

تاریخ غریبی

مصنّف غریب مہدوی

۱۱۶۴ ہجری

متن سے پہلے کے ورق ۲ ، الف پر دو طبی نسخے درج ہیں ۔ لکھنے والے نے اپنا نام نہیں لکھا ، ۳ ربیع الاول ، ۱۳۲۱ھ کی تاریخ ڈالی ہے اور شہر کا نام اورنگ آباد لکھا ہے ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مخطوطہ مولوی عبدالحق کو اورنگ آباد سے ملا ہوگا ۔ متن سے قبل کے ورق ۷ ، الف پر بھی ایک طبی نسخہ ہے ، بقیہ اوراق سادہ ہیں ۔ ورق ۱۱۵ ، ب پر ترقیمے کے نیچے بعض بزرگوں کے عرسوں کی تاریخیں درج کی گئی ہیں ، یہ سلسلہ بعد کے ایک ورق تک چلا گیا ہے ، جو لکھنے والے نے مخطوطے میں اضافہ کیا ہے۔

آغاز : "اول صفت اللہ کی کرو
تاہ تانو رس رسنا بھرو
اوکن ککن حرت جر دیتہی
چند بھان دو دیپک کبہی
ہوں ہار سبہی مکھ واری
دنیا میٹھی کون بچاری

کرو بھول جن کو چنتا
بھلی بات جو کری سومنتا
کرت ماں کیا باندھی کمر جی
تہو گوں تہا وہاں ہبرچی"

اختتام : "روز قیامت ایتا دیوں گا
تجکوں راضی خوب کروں گا
بہت لکھ گئے لکھن ہارے
جب جسکوں پہنچا سارے
اس غریب نے لکھی غریبی
پہنچے سب کوں نفع نصیبی
اس رسول کا صدقہ پاوے
روز قیامت بخشا جاوے
اور انبیا پر سل سارے
آل اہل اصحاب پیارے"

ترقیمہ : "کاتب الحروف فقیر سیّد یحیٰی عرف صاحب میاں بن سیّد قاسم عرف سیدا میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نبیرہ بندگی میاں سیّد امیر رحمۃ اللہ علیہ ۔ تحریر فی التاریخ یوم سہ شنبہ شانزدھم شہر شعبان المعظم ۱۲۸۰ ھجری ۔ حسب الفرمایش باچھا بی دختر سیّد جی میاں مرحوم ملقب اخباری سیّد جی میاں تحریر یافت :

نوشتہ بماند سیاہ (کذا) بر سفید
نویسندہ نیست فردا اُمید (کذا)
ہر کہ خواند دعا طمع دارم
زانکہ من بندۂ گنہ گارم"

مندرجات : تقریباً ساڑھے دس ہزار اشعار کی اس مثنوی میں حضرت آدم سے لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک کے حالات و واقعات بیان کیے گئے ہیں ۔ مثنوی کے شروع میں حمد ، نعت اور مدح اصحاب رسولؐ کے بعد مصنّف نے اپنے فرقے

کے بانی سیّد محمد مہدی جونپوری اور ان کے جانشینوں کی مدح کی ہے ، پھر سبب تالیف بتایا ہے ۔ ہر باب کا عنوان الگ ہے اور ہر باب کے خاتمے پر ہندی کا ایک دوہرہ اور ایک سورٹھہ درج کیا گیا ہے ۔

خصوصیات : کاتب فرقہ مہدویہ سے تعلق رکھتا ہے اور اس فرقے کے ایک بزرگ بندگی میاں سیّد امیر کے خاندان سے ہے ۔ گو کاتب نے صراحت نہیں کی ، لیکن گمان غالب ہے کہ یہ نسخہ دائرے ہی میں لکھا گیا ہوگا ۔ بقول حافظ محمود شیرانی ''اس کا وزن ہندی عروض سے تعلق رکھتا ہے جسے امیر خسرو دہلوی نے فارسی میں بھی روشناس کردیا ہے'' ۔ (مقالات ، دوم ، ص ۲۴۳)

دیگر نسخے : ۱۔ نسخۂ انجمن ترقی اُردو ہند ، دہلی :

فہرست نمبر ۸۲ے ۔ مکتوبہ ۱۲۶۹ھ ۔ (اُردو ادب ، جولائی تا ستمبر ، ۱۹۵۳ء ، ص ۱۸۸)

۲۔ نسخۂ سیّد خیرالدین وکیل ٹھکانجات جے پور :

اس نسخے پر حافظ محمود شیرانی نے طویل تعارفی مقالہ لکھا ہے جو اوّلاً اورینٹل کالج میگزین ، لاہور کی دو اشاعتوں ، نومبر ۱۹۳۸ء اور فروری ۱۹۳۹ء میں شائع ہوا اور پھر مقالات حافظ محمود شیرانی ، دوم ، مرتبہ مظہر محمود شیرانی ، لاہور ، ۱۹۶۶ء میں شامل کیا گیا ۔ اس نسخے کے بارے میں حافظ محمود شیرانی نے مندرجہ ذیل معلومات فراہم کی ہیں :

''تقریباً سات سو صفحات . . . عنوان سرخ سیاہی سے اور مطالب سیاہ روشنائی سے مسطور ہیں . . . فی صفحہ ۱۳ سے ۱۷ تک سطریں اور تعداد ابیات تقریباً دس ہزار ہے ۔ خط بد نما نستعلیق مختلف کاتبوں کے ہاتھ کا ، کاغذ دیسی اور یورپین . . . ایک ورق پر آبی حروف میں ۱۷۴۲ء درج ہے . . .''
(مقالات ، دوم ، ص ۲۴۳)

۳ و ۴۔ حافظ محمود شیرانی نے "تاریخ غریبی" کے دو اور نسخوں کا ذکر بھی کیا ہے :

"تاریخ غریبی معلوم ہوتا ہے دائرے کی حدود سے باہر بھی کافی مقبولیت حاصل کر چکی ہے ۔ چند سال ہوئے دہلی سے ایک معلّم اس کا ایک نسخہ فروخت کرنا چاہتے تھے ۔ گزشتہ دسمبر [۱۹۳۹ء] میں دہلی کی نمائش میں جو انجمن ترقی اُردو کے زیرِ اہتمام ہوئی تھی ، ایک صاحب جو پٹیالے کے علاقے کے متوطن تھے ، اس کا نسخہ نمایش میں رکھنے کے لیے لائے تھے" ۔ (مقالات ، دوم ، ص ۲۰۸)

معلوم نہیں یہ دونوں نسخے اب کہاں ہیں ۔

۵۔ نسخہ قومی عجائب گھر ، کراچی رک : مخطوطہ نمبر ۴۷ ۔

مطبوعہ نسخے: یہ کتاب طبع نہیں ہوئی ۔

مصنّف : اس کتاب میں مصنّف نے جو مہدوی فرقے سے تعلق رکھتا ہے ، متعدد مقدمات پر اپنے لیے "غریب" کا لفظ استعمال کیا ہے ۔ مثلاً سطور بالا میں اختتام کے جو اشعار درج کیے گئے ہیں ان میں سے تیسرے شعر میں تصنیف اور مصنّف کا نام آیا ہے ۔ تمہیدی اشعار میں مصنّف نے جہاں اپنا ، اپنے بزرگِ خاندان اور مرشد کا ذکر کیا ہے ، وہاں بھی اپنے آپ کو غریب کہا ہے ۔ وہ اشعار یہ ہیں :

ہے غریب یہ عاجز بندا
ساری باتوں میں شرمندا
مہدی کے جو سیوک سور
ان سب کے پاین کی دھور
خوب میاں کا خانہ زاد
کھوئی عمر سبھی برباد
مرشد میاں محمد عیسیٰ
ان کے صدقہ سوں کچھ دیسا

اس قسم کے اشعار کی موجودگی میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ مصنّف کا نام یا تخلص غریب ہے ۔ شاید اسی وجہ سے مولوی عبدالحق نے مصنّف کا نام "غریب مہدوی" لکھا ہے ۔کتاب کا نام "تاریخ غریبی" ہے اور اس سے بھی اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ مصنّف نے کتاب کا نام اپنے نام یا تخلّص کی رعایت سے رکھا ہے ۔

مصنّف نے اپنے لیے "عاجز" کا لفظ بھی استعمال کیا ہے ۔ حافظ محمود شیرانی "غریب" اور "عاجز" کے استعمال کے بارے میں لکھتے ہیں :

"الفاظ غریب و عاجز بہ حیثیت اسم صفت آئے ہیں ۔ لیکن یہ خیال بھی آتا ہے کہ چونکہ کتاب کا نام تاریخ غریبی ہے ، اس لیے غریب مصنّف کا نام یا نام کا حصہ ہوگا" ۔ (مقالات ، دوم ، ص ۲۴۵)

مصنّف نے اپنے آپ کو خوب میاں کا خانہ زاد کہا ہے ۔ حافظ محمود شیرانی اس سلسلے میں لکھتے ہیں : "اس سے ہم اس قدر سمجھتے ہیں کہ وہ خوب میاں کا فرزند ہے یا اس قسم کا کوئی اور رشتہ رکھتا ہے" ۔ (مقالات ، دوم ، ص ۲۴۶) ۔ خوب میاں کے بارے میں حافظ صاحب نے یہ معلومات فراہم کی ہیں :

"خوب میاں ان کا عرف اور نام سیّد مرتضٰی ہے ۔ ان کا سلسلۂ نسب چھٹی پشت میں حضرت میراں سیّد محمد مہدی جون پوری سے . . . ملتا ہے" ۔ (مقالات ، دوم ، ص ۲۴۶)

مصنّف کے مرشد میاں محمد عیسٰی "اہلِ دائرہ کے نہایت مقبول اور مشہور پیشوا ہیں . . . ۱۱۵۱ھ (۳۹ - ۱۷۳۸ء) میں وفات پاتے ہیں" ۔ (مقالات ، دوم ، ص ۲۴۶)

مصنّف نے تمہید کے چند اشعار میں اپنے بارے میں جو کچھ لکھا ہے ، اس سے بزرگِ خاندان اور مرشد کے نام کے علاوہ کچھ معلوم نہیں ہوتا ۔ کتاب کے بارے میں

صرف اتنا لکھا ہے کہ وہ اپنے مرشد کی دعاؤں سے یہ کتاب لکھنے میں کام یاب ہو سکا ہے جو ایک ایسی زبان میں ہے جسے سب خاص و عام سمجھ سکیں۔

مصنّف کا تعلق دائرے سے تھا۔ دائرے کے بارے میں حافظ محمود شیرانی نے یہ اطلاعات فراہم کی ہیں:

''ریاست جے پور کی توراواٹی نظامت میں کھنڈیلہ کے نام سے ایک قصبہ ہے جو جے پور سے پچپن میل شمال میں مغرب کی طرف ہٹتا ہوا واقع ہے... کھنڈیلے سے مشرق میں تین تیر پرتاب کے فاصلے پر ایک بستی ہے جو دائرہ کے نام سے موسوم ہے اور ۹۹۹ھ (۱۵۹۰ء) میں بہ عہد جلال الدین اکبر بادشاہ آباد ہوتی ہے اور میاں مصطفیٰ کے فرقے کے مہدیوں کی خالص آبادی ہے''۔ (مقالات، دوم، ص ۱۳۶)

یہ کتاب شہر بیانہ میں لکھی گئی تھی، جیسا کہ مصنّف نے خود بتایا ہے:

شہر بیانے میں بہی پوری ہوئی کتاب
لکھے پڑھے کوئی سنے سب کو ہوئے ثواب

• • •

۴۷

تاریخ غریبی [۲]

غریب مہدوی

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی -

نمبر : ۲/۲۴۳ء ۱۹۵۸

سائز : ۲۵ × ۱۵ ۳/۴ س م

اوراق : ۳۰۵

سطور : ۱۵

سالِ تصنیف : آغاز : ۱۱۶۴ھ [م : ۵۱ - ۱۷۵۰ء] - اختتام : ۱۵ صفر ، ۱۱۷۰ھ - [م : ۹ نومبر ، ۱۷۵۶ء]

زمانۂ کتابت : بارھویں صدی ہجری کا ربع آخر (قیاساً)

کیفیت : نسخہ غیر مجلّد ہے ، تمام اجزا کی شیرازہ بندی ختم ہو چکی ہے - ناقص الاوّل و آخر - شروع کے ایک یا دو ورق سے زیادہ ضائع نہیں ہوئے کیونکہ حمد و نعت اور سببِ تالیف وغیرہ سے متعلق اشعار موجود ہیں - مخطوطے کے شروع کے چار ورق نہایت بوسیدہ ہیں - تیسرا ورق دو ٹکڑے ہو چکا ہے - ابتدائی ۳۲ ، اوراق نمی کی وجہ سے ایک دوسرے سے چسپاں ہوگئے تھے - انھیں بے احتیاطی سے علیحدہ کرنے کی وجہ سے آمنے سامنے کے صفحات کی روشنائی ایک دوسرے پر منتقل ہوگئی ہے - اس طرح ان اوراق کا بڑا حصہ ناخوانا ہوگیا ہے - بعد کے بعض اوراق میں بھی یہ نقص موجود ہے - ورق ۲۲۸ تک کاغذ دبیز اور سفید

ہے ، بعد کے اوراق کا کاغذ باریک اور بادامی ہے - یہ کاغذ اس حد تک بوسیدہ ہے کہ ہاتھ لگانے سے ٹوٹ جاتا ہے - عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں - ورق ۱۰۵ ، الف پر انگریزی میں ایک نام ''ایم ڈی سعید'' لکھا ہے اور تاریخ ۳ - ٦ - ۰۸۵ درج ہے -

آغاز : ''جل تھل منچھ کنچھ یہ تیرا
کیا رین دن سانجھ سویرا
برن برن ترور بہت پانی
کر در دہرن جوت منپانی[1]
بات کام چنتا من جانے
گھٹ پر گھٹ ہلیں پہچانے
رائی کو پربت کرے
پربت کو رائی میں دہرے[2]
وا کا کنہیں انت نہیں پایا
اودھر گیا سو پھر نہیں آیا''

اختتام : بنا وحی کچھ کام نہ کرتے
یا کچھ کدہی کلام نہ کرتے
وحی ایک جو ظاہر آتے
وحی دوسری دل میں پاتے
سانچ بولتے سانچ بتاتے
روٹھوں کو وہ سدا مناتے
سدا غریب نوازی کرتے
آپ غریبی دل میں دہرتے
سدا خدا سے ڈرتے رہتے
درد خدا میں سب کو کہتے''

مندرجات : رک : مخطوطہ نمبر ۳٦ -

---

۱ و ۲- یہ شعر مخطوطہ نمبر ۳٦ میں نہیں ہیں -

خصوصیات : کہیں کہیں اغلاط کتابت کی تصحیح کی گئی ہے - بعض جگہ کاتب نے پورے مصرعے غلط لکھ دیے تھے ، ان کی اصلاح بھی کی گئی ہے - اس قسم کی مثالیں ورق ۱۶۳ ، الف اور ۲۱۰ ، الف وغیرہ پر ملتی ہیں - مخطوطہ نمبر ۱۴۶ سے مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زیر نظر نسخے میں بعض اشعار زائد ہیں -

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۴۶ -

● ● ●

۴۸

قصیدہ باب الجنّت

مرزا محمد رفیع سودا

نب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی ۔

ـ : ۱۹۵۸ ء ۲۳۵/۲۹

لز : ۱۸ × ۱۱ ½ س م

اق : ۷

لور : ۱۵

الد تصنیف : ۱۱۷۴ھ/۱۷۶۰ء کے بعد اور ۱۱۹۵ھ/۱۷۸۱ء (سال وفات سودا) سے پہلے ۔ اول الذکر سنہ کلیاتِ سودا ، نسخۂ آزاد لائبریری (حبیب گنج سیکشن) ، علی گڑھ کا سالِ کتابت ہے ۔ اس مخطوطے میں یہ قصیدہ نہیں ہے جس سے ثابت ہے کہ یہ قصیدہ ۱۱۷۴ھ کے بعد لکھا گیا ہے ۔

لِ کتابت : ۱۲۲۲ھ [م : ۸-۱۸۰۷ء]

ا : نستعلیق ، اوسط ۔

یفیت : یہ مخطوطہ کسی بیاض سے الگ کیے ہوئے اوراق پر مشتمل ہے ۔ اصل بیاض کے اوراق نمبر درج ہیں جو ۳۶ سے ۴۲ تک ہیں ۔ قصیدہ ۳۶ ، الف سے شروع ہو کر ۴۱ ، الف پر ختم ہو جاتا ہے ۔ اس کے بعد علمِ جفر کا ایک قاعدہ ہے جو ورق ۴۲ ب ، تک ہے ۔ اس آخری ورق پر ''ترک'' موجود ہے جس سے ثابت ہے کہ یہ اوراق بیاض کے درمیانی حصے سے تعلق رکھتے ہیں ۔

آغاز : ''اُٹھ گیا بہمن و دے کا چمنستاں سے عمل
تیغ اُردی نے کیا ملکِ خزاں مستاصل
سجدۂ شکر میں ہے شاخ ثمردار ہر ایک
دیکھ کر باغِ جہاں میں کرمِ عزّ و جل''

اختتام : ''تا مسمّٰی رہے یہ نظم بباب الجنّت
جب تلک اس سے بر آوے مری امید و عمل[1]
نخلِ امید سے اپنے ہوں برومند محب
ہو محبت نہ تری جن کو نہ پاویں وہ پھل''

ترقیمہ : ''ایں قصیدہ عدیم النظیر نیز از کلیات مرزا رفیع سودا در ۱۲۲۲ یک ہزار و دو صد و بست و دو ہجری در کلکتہ نقل گرفت ۔ ازیں . . . [ایک لفظ ناخوانا] در زبان ہندی ہرگز نبودہ است و نخواہد بود ۔ ایزد تعالیٰ موجب مغفرتِ او گرداند'' ۔

مندرجات : یہ قصیدہ حضرت علی کی منقبت میں ہے ۔

خصوصیات : قصیدے کا نام ''باب الجنّت'' ہے جو قصیدے کے آخری سے پہلے شعر میں آیا ہے ۔ (رک : اختتام ، شعر اوّل)

دیگر نسخے : یہ قصیدہ کلامِ سودا کے متعدد قلمی اور مطبوعہ نسخوں میں موجود ہے نیز متعدد انتخابات میں بھی شامل کیا گیا ہے ۔

مصنّف اور مآخذ کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۸۴ ۔

● ● ●

۱- یہ سہو کاتب ہے ۔ صحیح : امید و امل ۔

۴۹

مثنوی شہید عشق در بیان حضرت بلالؓ

مصنّف : نامعلوم

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی ۔

نمبر : ۱۹۵۴ء ۱/۱۴

سائز : ۱۹ × ½ ۱۱ س م

اوراق : ۷

سطور : ۹ سے ۱۱ تک

زمانۂ تصنیف : تیرھویں صدی ہجری کا ربع آخر (قیاساً)

زمانۂ کتابت : تیرھویں صدی ہجری کا ربع آخر (قیاساً)

خط : نستعلیق ، معمولی ۔ ورق ۴ ، ب تک خط غنیمت ہے ۔ اس کے بعد کاتب نے تیز رفتاری اور بد خطی کا ایسا مظاہرہ کیا ہے کہ اکثر جگہ متن کا پڑھنا مشکل ہے ۔

کیفیت : غیر مجلد ۔ تمام اوراق الگ الگ ہیں ۔ نسخہ کِرم خوردہ و بوسیدہ ہے اور اس وجہ سے متن کو خاصا نقصان پہنچا ہے ۔ متن ۱ ، الف سے شروع ہوتا ہے ۔ ۷ ، الف پر ختم ہوتا ہے ۔ ورق ۷ ، ب سادہ ہے ۔

آغاز : "دل سے سنو دوستو یہ داستان
لکھتا ہے یوں راویٔ رنگیں بیان
عشق و محبت کی نشانی ہے یہ
عاشق صادق کی کہانی ہے یہ

. . . . [1] تھا نبی کا بلال
ہجر سے اوس مہ کے گھٹا جوں ہلال
. . . . [2] آشنہ دیدار تھا
نرگس بیمار کا بیمار تھا"

اختتام : "رحمت عالم مجھے بلوائیے
رحم مرے حال پہ فرمائیے
شربتِ دیدار پلا دیجیے
بہر خدا میری دوا کیجیے
ہند میں خاطر مری ناشاد ہے
جلد خبر لیجیے فریاد ہے
قصہ کیا میں نے دعا میں تمام
بھیجو محمد پہ درود و سلام
شک نہیں ہے دوستو گفتار میں
ہے یہ لکھا بہجتِ اسرار میں"

مندرجات : ۱۲۵ شعروں کی اس مثنوی میں آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد حضرت بلال رض کی کیفیت بیان کی گئی ہے۔

خصوصیات : مثنوی کا نام متن میں کہیں نہیں آیا۔ ورق ۱ ، الف پر کسی نے نیلی روشنائی سے وہ نام لکھا ہے جو اوپر درج کیا گیا ہے۔

دیگر نسخے : کتب خانۂ سالار جنگ ، حیدرآباد دکن میں اس مثنوی کے دو نسخے ہیں :

۱- فہرست نمبر ۸۷۷ - لائبریری نمبر ۲۲۷ - سائز $\frac{1}{4}$ ۸ × $\frac{1}{4}$ ۵" - صفحات ۱۱ - سطور ۱۳ - خط نستعلیق (سالار جنگ ، ص ۸ - ۶۹۷) - زیرِ بحث نسخے کا آخری شعر ، سالار جنگ کے اس مخطوطے میں نہیں ہے۔

۱- کیرم خوردہ۔ سالار جنگ (ص ۶۹۷) میں یہ مصرعہ یوں ہے :
اک (کذا) موذن تھا نبی کا بلال
۲- کیرم خوردہ۔

۲- فہرست نمبر ۸۷۸ - لائبریری نمبر ۳۷۲ - صفحات ۲۳ - سطور ۱۱ - خط نستعلیق - ترقیمہ : "تمت تمام شد ، قصہ حضرت بلال رضؓ از دست کمترین سیّد محمد نور اللہ ، بتاریخ ماہ شوال المکرم ، ۱۲۸۵ روز پنجشنبہ بوقت دوپہر بحسبِ فرمان حضرت بیگم صاحبہ قبلہ" - (ایضاً ، ص ۶۹۸)

مطبوعہ نسخہ: یہ مثنوی "مجموعۂ بست و یک رسائل" (مطبع صفدری ، بمبئی ، ۱۳۰۲ھ) میں "قصہ حضرت بلال رضؓ" کے نام سے شامل ہے - اس میں بھی مصنّف کا نام درج نہیں ہے - یہ مجموعہ کتب خانۂ خاص ، انجمن ترقی اُردو ، کراچی میں ہے -

مصنّف : معلوم نہیں ہو سکا کہ اس مثنوی کا مصنّف کون ہے - مثنوی کے متن میں بھی مصنّف نے اپنا نام یا تخلّص یا اپنے بارے میں کوئی بات نہیں لکھی -

• • •

تذکرۂ ائمّہ

۵۰

ضیاء العیون

سیّد اسد علی خاں حسینی

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی ۔
نمبر : ۱۱/۱۰۵۳ = ۱۹۵۷
سائز : ۳۰٫۱/۲ × ۱۷٫۱/۲ س م
اوراق : ۲۹۵
سطور : ۱۵
زمانۂ کتابت : تیرھویں صدی ہجری کا ربع آخر (قیاساً)
خط : نستعلیق ، نہایت عمدہ ۔
کیفیت : نسخہ نہایت بوسیدہ حالت میں ہے ۔ پچاس کے قریب ابتدائی اور اتنے ہی آخر کے اوراق کیرم خوردہ ہیں ۔ بوسیدگی کی وجہ سے بعض اوراق کے کنارے اور کونے ٹوٹ گئے ہیں اور متن کو بھی نقصان پہنچا ہے ۔ نہایت عمدہ چرمی جلد ہے اور اس پر اُبھرے ہوئے نقش بنائے گئے ہیں ۔ جلد جو مخطوطے سے الگ ہو چکی ہے ، اُس پر درمیان میں ایک کاغذ چپکایا گیا ہے ، جس پر یہ عبارت لکھی ہے :

''خلاصۂ جلاء العیون
با زبانِ اُردو . . . [ایک لفظ ناخوانا]
جنــاب زینت النساء بیگم . . . [کاغذ دریدہ ہے]
دامت اقبالہا'' ۔

کاغذ دبیز ، چکنا ۔ ابتدائی پچاس اوراق گہرے بادامی

رنگ کے ہیں۔ اور بقیہ سفید ہیں ۔ عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں ۔

آغاز : ''درود تم پہ ہے اے حضرت رسول کریم
بنصِ صلّو علیہ و سلّمو تسلیم
تمہاری شان میں ہے یوں درود اور سلام
کہ تم ہو مقبلِ درگہ رب پاک انام
شفیع امت و سالار انبیائے کرام
رسول حضرتِ باری حبیبِ حقّیِ قدیم
وصی تمہارے ہیں حضرت علی ولی اللہ
ہے شاہد اس کا تو جبریل اور خدا ہے گواہ
شروع مدح تمہاری کرے جو بسم اللہ
تو اُس پہ رحمتِ رحمٰن اور عطاء رحیم''

اختتام : ''غم سے جو کھڑی روتی تھی بے آب سکینہ
سُن کر یہ خبر ہوگئی بے تاب سکینہ
اور روتی تھی بہ دیدۂ خوںناب سکینہ
کہتی تھی موا سیّدِ سرور کا علمدار
مارا گیا عباس جو سرور کا علمدار
چھپ ابر کے غم میں گیا خاور کا علمدار''

ترقیمہ : ''تمام شد جلد اوّل ضیاء العیون تصنیف سیّد اسد علی خاں متخلص بحسینی الہندی''۔

مندرجات : اس میں محمد باقر مجلسی کی مشہور کتاب ''جلاء العیون'' کے مطالب کو حوالوں کے ساتھ اُردو میں لکھا گیا ہے ۔ آنحضرتؐ سے لے کر حضرت عباس علمدارؓ تک کے حالات بیان کیے گئے ہیں ۔ کتاب نثر اور نظم دونوں میں ہے ۔ تقریباً ہر دوسرے صفحے پر ایک نظم ہے ۔

خصوصیات : جیسا کہ ترقیمے سے واضح ہے ، یہ ''ضیاء العیون'' کی پہلی جلد ہے ۔

مصنّف : مصنّف کے حالات معلوم نہیں ہو سکے ۔ زبان و بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ مصنّف کا زمانہ تیرھویں صدی ہجری

سے پہلے کا نہیں ہے نیز اُس کا تعلق دکن سے تھا ۔
کتب خانہ' سالار جنگ ، حیدرآباد دکن میں ایک
''دیوان حسینی'' ہے جس میں تمام منظومات شہدائے کربلا
کے بارے میں ہیں ۔ مذکورہ کتب خانے کی فہرست
مخطوطات میں نمبر ۲۲۷ پر اس دیوان کا ذکر ہے ، اور
اس کے آغاز و اختتام کے جو نمونے دیے گئے ہیں ، وہ
''ضیاء العیون'' میں شامل کلام سے مشابہ ہیں ۔ ممکن ہے
یہ دیوان سیّد اسد علی حسینی کا ہو ۔ واضح رہے کہ
مذکورہ فہرست کے مرتّب نے حسینی کا نام نہیں لکھا ۔

• • •

۵۱

ترجمہ سر الشہادتین

شاہ عبدالعزیز دہلوی/خرم علی بلہوری

کتب خانہ : ڈاکٹر قاضی فضلِ عظیم - ۱۲ - ۱۳/سی ۵ ، ناظم آباد ، کراچی -

سائز : ۲۵×۱۵ س م

اوراق : ۱۷

سطور : ۲۸

تاریخِ تصنیف : (تکمیل) محرم ۱۲۴۹ھ [م : مئی ، جون ۱۸۳۳ء]

کاتب : خود مترجم -

تاریخِ کتابت : محرم ۱۲۴۹ھ [م : مئی ، جون ۱۸۳۳ء]

خط : نستعلیق ، معمولی -

مہر : جدید جلد سازی میں ، ورق اوّل سے پہلے ایک سادہ ورق لگایا گیا ہے ، اُس پر مالک مخطوطہ کے نام کی مہر "ڈاکٹر فضلِ عظیم ، ۱۳۸۵ھ" ثبت ہے -

کیفیت : کاغذ دبیز ، مٹیالا - مخطوطہ ناقص الآخر ہے - ورق ۱۵ ، ب پر اُردو متن ختم ہو جاتا ہے - اس کے بعد کے اوراق پر اصل عربی متن کی عبارتیں ہیں -

آغاز : "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - حمد بے شمار اُس حاکم با اقتدار کو جس کی . . . [ایک لفظ ناخوانا] سے کوئی خبر نہیں اور اُس کے تیر قضا کی بجز صبر و شکیبائی کے کوئی سپر نہیں - اور ہزاروں درود اُس کے نبی کریمؐ پر کہ جس نے اعدائے دین سے کیا کیا صدمے اُٹھائے اور اس کی آلِ پاک

اور اصحابِ کبار پر جن سے حق بندگی کا کیا خوب ادا ہوا ، یہاں تک کہ اُس کی راہ میں ٹکڑے ٹکڑے ہوئے اور زخم پر زخم کھائے'' ۔

اختتام : ''اہلِ بیت کے قیدیوں کو یزید بن معاویہ کے پاس شمر ذی الجوشن کے شہر دمشق میں ، پھر روانہ کیا ، یزید نے اہلِ بیت اور سرِ مبارک حسین علیہ السلام کو ساتھ امام زین العابدین کے مدینے کی طرف'' ۔

مندرجات : یہ شاہ عبدالعزیز دہلوی کی مشہور کتاب ''سرالشہادتین'' کا اُردو ترجمہ ہے ۔

خصوصیات : یہ مترجم کا اصل مسودہ ہے ۔ اس میں جابجا ترمیمیں اور اصلاحیں ملتی ہیں ۔ بعض صفحات پر خالی جگہیں رکھی گئی ہیں ، لیکن مضمون کے اعتبار سے عبارتوں میں کوئی بے ربطی نہیں ہے ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مترجم نے ترمیم و اصلاح کے خیال سے بعض صفحات پر کچھ جگہیں خالی رکھی تھیں ۔ ایسی تمام جگہوں پر ''صحیح البیاض'' لکھا گیا ہے تاکہ پڑھنے والا یہ نہ سمجھے کہ اس مسودے میں کوئی عبارت کم ہے ۔ مترجم نے تمہید میں لکھا ہے :

''از بسکہ وہ رسالۂ نادرۂ روزگار [سرالشہادتین] عربی تھا ، خدام والا مقام نواب نامدار سردار بردبار جناب نواب ذوالفقار علی بہادر دام اقبالہ نے راقم الحروف محمد خرم علی سے ارشاد فرمایا کہ اگر اس رسالے کا ترجمہ ہندی میں ہو جاوے تو ہر شخص اِس کا لطف اُٹھاوے ۔ چنانچہ بموجب ارشاد کے عمل میں آیا اور خلاصۂ مطلب کا ترجمہ محاورے کے موافق ، جہاں مجمل تھا اُس کو مفصل کیا تاکہ ہر شخص بے تکلف مطلب کو بوجھے اور کسی کا دل نہ اُلجھے ۔ الحمدللہ کہ ماہ محرم ، ۱۲۴۹ ہجری میں انجام کو پہنچا اور ترجمہ سرالشہادتین اس کا نام رکھا'' ۔

چونکہ یہ اصل مسودہ ہے اس لیے تاریخِ کتابت، تاریخ تصنیف کے مطابق درج کی گئی ہے۔

مطبوعہ نسخے: مطبع مصطفائی لکھنؤ سے جمادی الاول، ۱۲۵۷ھ میں "سرالشہادتین" کا عربی متن "مع ترجمہ و منہیات" طبع ہوا۔ ترجمہ مولانا خرم علی بلہوری کا ہے اور حواشی مولانا سلامت اللہ کے۔ یہ ترجمہ ۱۲۶۲ھ میں مطبع مہدی، بمبئی سے بھی طبع ہوا تھا۔ تیرھویں صدی ہجری کے آخر میں ایک ایڈیشن مطبع احمدی سے بھی شائع ہوا تھا۔ اس پر تاریخ طبع درج نہیں ہے۔ ترجمے کے یہ تینوں ایڈیشن کتب خانۂ خاص، انجمن ترقی اُردو، کراچی میں ہیں۔

مصنف اور مآخذ کے لیے رک: مخطوطہ نمبر ۱۱ (نصیحت المسلمین)۔

● ● ●

۵۲

شہادت نامۂ منظوم

محمد حافظ علی مشتاق

کتب خانہ : ڈاکٹر قاضی فضلِ عظیم - ۱۲ - ۱۳/سی ۵ ، ناظم آباد ، کراچی -

سائز : $۲۲\frac{۱}{۲} \times ۱۶\frac{۱}{۲}$ س م

اوراق : ۴

سطور : ۵۶

تاریخِ تکمیلِ تصنیف : ۲ محرم ، ۱۲۶۴ھ [م : ۱۰ دسمبر ، ۱۸۴۷ء]

کاتب : خود مصنّف -

تاریخِ کتابت : ۲ محرم ۱۲۶۴ھ [م : ۱۰ دسمبر ، ۱۸۴۷ء] -

خط : نستعلیق ، معمولی -

کیفیت : غیر مجلد لیکن اچھی حالت میں ہے - ہر صفحے پر چار کالم ہیں اور ہر کالم میں ۱۴ سطریں ہیں -

آغاز : "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ شہادت نامۂ منظوم ہے
اس میں غم کا ماجرا مرقوم ہے
ناظم اس کا بندۂ رزاق ہے
مصلح الفاظ گو مشتاق ہے
لب ہے یہ سرالشہادت کا ولے
کچھ تفاوت ہو گیا ہے نظم سے

حمد حق کے بعد تم اے مومنو
اور پس نعتِ نبی مجھ سے سنو
اب سنو تم گوشِ دل سے مہرباں
قصۂ بیعت کو کرتا ہوں بیاں"

اختتام : "ہجری اکسٹھ سنہ میں شبیر سعید
ہو گئے دسویں محرم کی شہید
آپ کی چھپن برس کی عمر تھی
پانچ دن اوپر مہینے پانچ بھی
ناظما اب تو قلم کو تھام لے
اب خموشی کا زباں سے کام لے
یعنی کہتے ہیں یہ اربابِ ہنر
خوب ہوتا ہے کلامِ مختصر"

ترقیمہ : "تمام شد شہادت نامۂ منظوم مرقوم دوم ماہِ محرم، ۱۲۶۳ ہجری کاتبہ محمد حافظ علی مشتاق عفا اللہ عنہ" ۔

مندرجات : یہ شاہ عبدالعزیز دہلوی کی عربی تصنیف "سر الشہادتین" کا منظوم ترجمہ ہے جس میں اصل کے مطالب کو اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے ۔ اشعار کی تعداد ۱۸۶ ہے ۔

خصوصیات : یہ مصنّف کا اصل مسودہ ہے ۔ اس میں جابجا اصلاحیں اور ترمیمیں ملتی ہیں ۔ گمان غالب ہے کہ مصنّف نے اس نظم کو ۱۲۶۳ھ کے آخری چند دنوں میں شروع کیا ہوگا ۔

دیگر نسخے : اس نظم کا کوئی دوسرا نسخہ موجود نہیں ہے ۔

مطبوعہ نسخے: یہ نظم کبھی شائع نہیں ہوئی ۔

مصنّف اور ماخذ کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱۰۲ (دیوانِ مشتاق) ۔

• • •

۵۳

سر الشہادتین (منظوم ترجمہ)

محمد حسین مہر

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی -

نمبر : ۱۲/۶۵۴ ، ۱۹۵۷

سائز : ۲۳×۱۶ س م

اوراق : ۱۱۲

سطور : ۱۵

سال تصنیف : ۱۲۷۱ھ [م : ۵۵ - ۱۸۵۴ء]

مصنّف نے مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ تصنیف لکھا ہے :

یہ منظوم جب ہو چکی ختم
تو پھر اس کی تاریخ کی میں رقم
بہت دیر تک فکر اس میں کیا
کہ تا اس کے اعداد ہوویں بہم
ندا تب یہ دی ہاتف غیب نے
سر و سینہ کافر کو کر دے قلم
کہ تا ہووے تاریخ اس میں عیاں
شقی نے کیا شہ کے سر کو قلم

(ورق ۱۱۲ ، الف)

اس تاریخ میں تخرجہ ہے - آخری مصرعے کے اعداد (۱۲۹۲) میں سے لفظ ''کافر'' کے سر و سینہ (ک اور الف) کے اعدا (۲۱) کم کرنے سے سال تصنیف ۱۲۷۱ھ برآمد ہوتا ہے -

کاتب نے آخری مصرعے کے نیچے ۱۲۷۰ھ لکھا ہے جو درست نہیں۔

کاتب : صبغت اللہ۔

تاریخ کتابت : ۲۸ رجب، ۱۲۷۳ھ [م : ۲۴ مارچ، ۱۸۵۷ء]

خط : نستعلیق، شکستہ مائل، معمولی۔

کیفیت : غیر مجلد، کِرم خوردہ، نہایت خستہ حالت میں ہے۔ کاغذ دبیز، زردی مائل۔

آغاز : "تو قادر ہے سب چیز پر اے خدا
نہیں کوئی ہمسر ترا دوسرا
جو چاہے کرے اور چاہا کیا
غرض تو ہی قادر ہے ہر چیز کا
تو غفّار ہے ہم گنہ گار ہیں
تو ستّار ہے ہم خطاوار ہیں
زباں کو کہاں شکر کرنے کی تاب
نہیں تیرے احسان کا کچھ حساب"

اختتام : "ہیں جتنے عزیز اور مرے آشنا
خوشی ساتھ رکھ اُن کو رب العلا
حسوداں رہیں پائمالِ غموم
رہے اُن پہ ہر دم ہجوم الوم
اس عاجز کی ہووے دعا سب قبول
ہوں مقصد مرے دو جہاں کے حصول
ہیں اس نظم کو کر چکا اب تمام
محمد نبی پر درود و سلام"

ترقیمہ : "الحمد للہ والمنة کہ نسخۂ ترجمہ سرالشہادتین، ناظم . . . .[1] رسول الثقلین محمد حسین کہ از تصنیفات معلم العلماء، محکم الحکماء، افضل المتکلمین، اشرف المتاخرین، مولانا شاہ

۱- ایک لفظ ناخوانا۔

عبدالعزیز قدس سرہ بخط بد نمط صبغت اللہ اتمام یافتہ بتاریخ ۲۸ شہر رجب، ۱۲۷۳ ہجری روز چہار شنبہ بوقت دوپہر"۔

مندرجات : یہ شاہ عبدالعزیز دہلوی کی عربی تصنیف "سرالشہادتین" کا منظوم ترجمہ ہے۔

خصوصیات : مصنّف نے سببِ تالیف کے تحت لکھا ہے :

میں اک روز دل میں لگا کرنے غور
کہ کیجیے کوئی یادگاری کا طور
نہ دنیا کو ہے کچھ ثبات و بقا
سدا کون ہے اس میں باقی رہا
مگر جس سے جو چیز قائم رہے
تو البتہ ذکر اس کا دائم رہے
یہ ہاتف نے دی غیب سے پھر ندا
نہ رکھ اس قدر فکر دل میں ذرا
شہادت کے جو حال میں اے عزیز
ہے تصنیف مولانا عبدالعزیز
تو کر ترجمہ نظم اُس کا سلیس
کہ ہر اک کی ہو فہم سے ہم جلیس
اجر اس کا دے تجھ کو رب غفور
نہ کر اس کے منظوم میں کچھ قصور
جب آخر کو میں نے یہ تدبیر کی
کیا اس کو منظوم اک سرسری

(ورق ۲ ، ب و ۳ ، الف)

مطبوعہ نسخے : یہ کتاب محمد ہاشم علی کے اہتمام سے مطبع ہاشمی ، میرٹھ سے طبع ہو چکی ہے۔ خاتمۃ الطبع میں تاریخ طباعت ۲۰ ذیعقدہ ، ۱۲۹۲ھ درج ہے۔ سرورق پر ناشر کی ایک تحریر کے مطابق مصنّف نے اس کتاب کا نام "ناظمش محمد حسین" رکھا تھا۔ مطبوعہ نسخہ محمد ایوب قادری صاحب کے ذاتی کتب خانے میں ہے۔

مصنّف : مصنّف نے سببِ تالیف کے تحت اپنے بارے میں صرف اس قدر لکھا ہے :

یہ عاجز ضعیف و نحیف القویٰ
ہے ساکن جہانگیر آباد کا
قدیمی وہی ہے وطن مہرباں
رہیں خوش سدا واں کے خورد و کلاں
اور اب عرصۂ چند سے میری جاں
علاقے میں میرٹھ کے ہے اک مکاں
محمد شاہ پور اُس کا اصلی ہے نام
پھولی ہے اب عرف میں خاص و عام
وہاں کے جو خورد[1] و کلاں شخص ہیں
حفاظت میں اللہ کی میرے رہیں

یہی پانچ اشعار مصنّف کے بارے میں واحد ذریعۂ معلومات ہیں ۔ کسی دوسری جگہ مصنّف کا ذکر نہیں ملا ۔ مطبوعہ نسخے کے سرورق پر مصنّف کے نام "شیخ حافظ محمد حسین" لکھا ہے ۔

• • •

۱۔ مخطوطے میں جہاں کہیں یہ لفظ آیا ہے ، اسے " 'خرد" کی بجائے "خورد" لکھا گیا ہے ۔ کاتب نے قدیم املا کے مطابق ضمہ کے لیے واؤ کا استعمال صرف اسی لفظ کی حد تک کیا ہے ۔

۵۴

دہ مخزن

حکیم نصراللہ خاں وصال

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی -

نمبر : ۲۰/۶۳۸ - ۱۹۵۷ء

اوراق : ۲۰۵

سطور : ۱۳

سالِ تصنیف : ۱۲۵۱ھ [۳۴ - ۱۸۳۳ء]

زمانۂ کتابت: تیرھویں صدی کا ربع آخر (قیاساً)

خط : نستعلیق ، عمدہ -

کیفیت : غیر مجلد - شروع کے دو اوراق اُوپر کی طرف سے پھٹے ہوئے ہیں - اس وجہ سے ان اوراق کی اُوپر کی سطریں ضائع ہو گئی ہیں - آخری سات اوراق کیرم خوردہ ہیں - ورق ۲۰۵ بالکل علیحدہ ہو چکا ہے - مخطوطہ ناقص الاول ہے - مطبوعہ سے مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب کی تمہید اور مخزن اوّل کی پہلی فصل کا بڑا حصہ مخطوطے میں نہیں ہے - کاغذ باریک ، مٹیالا - عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں -

آغاز : ''عبدالملک کو اور سب کنبے قبیلے کو پہونچی - ملال

بسیار [اور غم بے شمار بیچ[1]] خاطر اون کے راہ پانے والا ہوا اور عمر عبداللہ کی نہ[2] ہوئی تھی کہ موت نے اون کے وجود کے محل کو ڈھایا اور آںحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہنوز مادر شکم میں تشریف فرما تھے"۔

اختتام : "قطعۂ تاریخ ریختۂ خامۂ جادو نگار رشح رقم جناب مولوی امام بخش صہبائی دامت افضالہ :

چو گشت طبع کتابی کہ ز اوّل و آخر
بسان مرثیہ‌ها، ھست باب درد و حزن
ز روئے درد و ملال و قلق بپے سالش
بگفت ھاتف غیبی کتاب دہ مخزن[3]

۱۲۷۳ھ

مندرجات : یہ کتاب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرت امام حسینؓ، حضرت امام حسنؓ کے حالات اور واقعۂ کربلا کی تفصیلات پر مشتمل ہے۔ اسے دس ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے اور ہر باب کو "مخزن" کہا گیا ہے۔ اس نثری تصنیف میں مصنّف نے جا بجا اپنے اشعار بھی درج کیے ہیں۔

خصوصیات : زیر نظر مخطوطہ ۱۲۷۳ھ کے مطبوعہ نسخے کی نقل ہے جیسا کہ مولانا صہبائی کے قطعۂ تاریخ سے واضح ہے۔ صہبائی کے قطعے سے پہلے مصنّف کا نوشتہ قطعۂ تاریخ تصنیف بھی ہے جس کا آخری مصرع یہ ہے :

ہوئی تاریخ بھی اس کی : "غم یار" (۱۲۵۱ھ)

۱- مخطوطے میں یہ الفاظ ضائع ہو چکے ہیں، یہاں نسخۂ مطبوعہ (کان پور، ۱۹۱۵ء، ص ۱۱) سے خانہ پری کی گئی ہے۔

۲- نسخۂ مطبوعہ میں یہ لفظ نہیں ہے۔ مطبوعہ میں یہ عبارت اس صورت میں ہے : . . . عبداللہ کی پچیس برس کی ہوئی تھی کہ موت نے اوس کے . . . (ص ۱۱)

۳- کتاب دہ مخزن = ۱۱۲۹ + ۱۴۴ (درد، ملال اور قلق کے پہلے حروف کے اعداد کا مجموعہ) = ۱۲۷۳ھ۔

نسخۂ مطبوعہ میں مصنّف کے ایک حاشیے (ص ۱۷۰) سے واضح ہوتا ہے کہ یہ کتاب ۱۲۵۰ھ کے آخر میں شروع کی گئی اور ۱۲۵۱ھ کے شروع میں دو مہینے کی مدت میں مکمل ہوئی - عرشی صاحب نے رضا لائبریری رام پور کے مخطوطے کے حوالے سے سالِ تصنیف ۱۲۵۰ھ بتایا ہے - (رام پور ، ص ۳۴۲)

دیگر نسخے : نسخۂ رضا لائبریری ، رام پور :

فہرست نمبر ۱۷۰ - "خط نستعلیق معمولی ، روشنائی سرخ اور سیاہ اور کاغذ باریک انگریزی ہے - آب رسیدگی سے روشنائی پھیل گئی ہے - بعض صفحات پر چمک دار کاغذ بھی چپکایا گیا ہے - پوری کتاب میں نیا حوضہ ڈالا ہے - ورق اوّل کے بعد چند ورق کم ہیں - آخر سے بھی نسخہ ناقص ہے - مگر کم شدہ اوراق کی صحیح تعداد نہیں بتائی جا سکتی - جلد نئی ہے - اوراق ۶۶ ، سطور ۲۳ اور ناپ ۳/۴ ۳۳ × ۱/۲ ۲۱ سنٹی میٹر ہے - (رام پور ، صص ۳۴۱-۳۴۳)

مطبوعہ نسخے: یہ کتاب کئی مرتبہ چھپ چکی ہے - بقول کریم الدین ، ۱۲۶۲ھ میں دہلی سے شائع ہوئی تھی (شعرائے ہند ، ص ۱۵۴) - مولانا صہبائی کے مذکورہ قطعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۲۷۳ھ میں بھی اس کی اشاعت عمل میں آئی تھی - راقم الحروف کے پیشِ نظر مطبع نول کشور ، کانپور کا مارچ ، ۱۹۱۵ء کا ایڈیشن ہے - اوپر مطبوعہ نسخے کے تمام حوالے اسی ایڈیشن سے دیے گئے ہیں - اس کے خاتمۃ الطبع سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دوسرا نول کشوری ایڈیشن ہے - عرشی صاحب نے دو اور اشاعتوں کی اطلاع دی ہے - مطبع سراج ہدایت سے ۱۲۷۱ھ میں اور مطبع مجتبائی ، دہلی سے ۱۲۷۸ھ میں یہ کتاب شائع ہوئی تھی - (رام پور ، ص ۳۴۴)

مصنّف : نصراللہ خاں وصال ، دہلی کے مشہور شاعر حکیم ثناء اللہ خاں فراق کے بیٹے تھے - کریم الدین نے ۱۸۴۷ء میں ان

کی عمر ساٹھ برس کے قریب بتاتی ہے ۔ اس اعتبار سے سال ِ پیدایش ۱۷۸۷ء (۲ - ۱۲۰۱ھ) کے لگ بھگ قرار پاتا ہے ۔ ۱۲۲۱ھ (سال ِ تالیف مجموعہ ٔ نغز) میں وصال ''علوم رسمیہ'' اور ''فنون ِ شریفہ'' کی تکمیل میں مصروف تھے ۔ ابتدا میں طب اور علوم ِ درسیہ کی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی (شعرائے ہند) اور بعد ازاں حدیث ، فقہ ، حکمت ، ہندسہ اور ہیئت میں شاہ رفیع الدین[1] کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا ۔ طب کی تکمیل حکیم شریف خاں سے کی (گلستان ِ سخن) ۔ بقول باطن ۴۷ - ۱۲۴۶ھ میں وصال ریاست فیروز پور میں (بہ عہد نواب شمس الدین) مقیم تھے اور وہیں باطن سے ان کی ملاقات ہوئی تھی ۔ عیارالشعرا کے ایک حاشیے (ص ۸۳۸) سے معلوم ہوتا ہے کہ وصال ۱۲۶۶ھ میں جھجھر میں خدمت طبابت پر بمشاہرہ ایک سو پچاس روپے ماہوار متعین تھے ۔ تذکرہ نگاروں نے ان کی فن ِ طب میں مہارت کی بڑی تعریف کی ہے ۔ ۱۲۷۱ھ [۵۴ - ۱۸۵۳ء] (سال ِ تالیف گلستان ِ سخن) میں وصال زندہ تھے ۔ صابر نے ان کے شخصی اوصاف تفصیل سے بیان کیے ہیں اور یہ لکھا ہے کہ بیشتر وقت عبادت و طاعت میں بسر کرتے تھے ۔ صابر کے نزدیک ''ایسا عالم با عمل عرصہ ٔ روزگار میں کم مشاہدہ ہوا'' ۔ باطن کا بیان ہے کہ ''بہت نظم و نثر ان کی تصنیفات سے ہے'' ۔ لیکن باطن نے صرف ایک تصنیف ''دہ مخزن'' کا نام لیا ہے ۔ اسی طرح کریم الدین نے بھی ''ان کی تصنیفات سے کئی کتابیں ہیں'' لکھ کر دو کتابوں کے نام گنوائے ہیں جن میں سے ایک تو ''دہ مخزن'' ہی ہے اور دوسری ، ''شرح تشریح الافلاک علم ہیئت میں عربی میں انھوں نے لکھی ہے'' ۔

۱- ''شاہ ولی اللہ دہلوی کے تین فرزندوں شاہ عبدالقادر ، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالعزیز صاحب سے تحصیل علم کی'' ۔ (رام پور ، ص ۳۴۲)

مآخذ : (۱) عیار ، ۸۳۸ - (۲) عمدہ ، ۸۰۸ - (۳) مجموعہ ، دوم ، ۲۹۵ - (۴) گلشن ، ۲۳۷ - (۵) گلستان ، ۲۸۱ - (۶) شعرائے ہند ، ۴۵۱ - (۷) خوش معرکہ ، اوّل ، ۱۹۵ - (۸) یادگار ، ۲۱۶ - (۹) گلستانِ سخن ، ۴۲۷ - (۱۰) سخنِ شعرا ، ۵۵۳ - (۱۱) شمیم ، اوّل ، ۲۵۱ - (۱۲) ارمغان ، ۱۰۹ -

● ● ●

تذکرۂ علماء

۵۵

سوانح شیخ اکبر

مصنّف : نامعلوم

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی ۔

نمبر : ۱۹۵۷ء ۱۰۶۰/۲

سائز : $\frac{۱}{۳}$ ۳۰ × ۱۹ س م

اوراق : ۱۰۰

سطور : ۱۳

زمانۂ تصنیف : چودھویں صدی ہجری کا ربع اوّل (قیاساً)

زمانۂ کتابت : مطابق زمانۂ تصنیف ۔

خط : ورق ۱٦ ، ب تک نہایت عمدہ نستعلیق ۔ اس کے بعد کے اوراق کسی دوسرے کاتب کے قلم سے ہیں ۔ ان اوراق کا خط نستعلیق ، اوسط ہے ۔

کیفیت : اوراق ٦۲ ، ب اور ٦۳ ، الف پر حواشی ہیں جو ایک ہی قلم سے ہیں ۔ ورق ٦۲ ، ب پر حاشیے کے نیچے ''محمد عبداللہ شاہ صدیقی'' نامی کسی شخص کے دستخط ہیں اور تاریخ ۷ جمادی الثانی ، ۱۳۴۳ھ درج ہے ۔ قیاس ہے کہ یہ حواشی کسی ایسے شخص کے ہیں جس نے مخطوطے کا مطالعہ کیا ہے ۔ ورق ۱۷ ، ب سے عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں ، جبکہ اس سے پہلے کے اوراق پر یہ اہتمام نہیں کیا گیا ۔ کاغذ دبیز ، چکنا اور بادامی ہے ۔

آغاز : ''شیخ اکبر کے مختصر حالات جو نفح الطیب سے منقول ہیں ہدیہ ناظرین کیے جاتے ہیں[1] -
مصنف نفح الطیب لکھتا ہے کہ مصنف فتوحات مکیہ وہ مشہور و معروف علامہ دہر ہے جو شیخ اکبر کے نام سے موسوم ہے اور علمی و عملی کمالات و روحانی مکاشفات اور دوسرے محامد و محاسن میں شہرہ آفاق ہے'' -

اختتام : ''ان احادیثِ قدسیہ کے متعلق شیخ نے کچھ کلام بھی کیا ہے جس کو بجز سلیم عقل کے دوسرا نہیں سمجھ سکتا - اسی وجہ سے سوائے فاضل محی الدین امام یحیٰی شرف الدین نووی کے کوئی دوسرا اس کلام کی شرح نہیں کر سکا'' -

مندرجات : ورق ۱ ، الف سے ۳۳ ، الف تک شیخ اکبر کے حالات ہیں - ۳۳ ب خالی ہے - ورق ۳۴ ، الف سے علامہ سیوطی کی تصنیف ''تنبیہ الغبی بتبرئة ابن عربی'' کا ترجمہ ہے - ترجمے کے ساتھ عربی متن بھی ہے - اصل اور ترجمہ کالم وار ہیں - پہلے کالم میں عربی متن ہے اور دوسرے میں اُردو ترجمہ - ورق ۶۱ ، ب پر یہ ترجمہ ختم ہو جاتا ہے - اس کے بعد بعض دوسرے مصنفوں کی بیان کردہ روایات درج کی گئی ہیں - آخر میں شیخ کے حالات ، نظریات اور تصانیف کی تفصیل دی گئی ہے -

خصوصیات : یہ مخطوطہ زبان و بیان اور کاغذ و کتابت کے اعتبار سے زیادہ پرانا نہیں ہے -

• • •

۱- یہاں تک کی عبارت بطور عنوان لکھی گئی ہے -

تذکرۂ ملوک

۵٦

احوال نادر قلی

مصنّف : نامعلوم

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو ، کراچی -

نمبر : قا ۴/۱۷

سائز : ۲۱ × ۱۴ س م

اوراق : ۱۴

سطور : ۱٦

زمانۂ تصنیف : زبان و بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ تیرھویں صدی ہجری کے شروع کی تصنیف ہے -

زمانۂ کتابت : تیرھویں صدی ہجری کا ربع دوم (قیاساً)

خط : نستعلیق ، شکستہ مائل ، معمولی -

کیفیت : نسخہ کیرم خوردہ اور نہایت خستہ ہے ، غیر مجلّد اور ناقص الآخر ہے - لیکن متن مکمل ہے - آخری ورق کے آخر میں ترک کے طور پر لفظ ''تاریخ'' لکھا ہے - اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اگلے ورق پر تاریخِ کتابت یا تاریخِ تصنیف درج ہوگی - گویا آخر کا صرف ایک ورق ضائع ہوا ہے -

آغاز : ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احوال نادر قلی ایران کا بادشاہ ہوا سو -

ایران کہ ولایت کا رہنے ہارا غریب ایک شخص نادر قلی لیکن وہ سپاہی جوان مرد اور دانا اور عاقل صاحب تدبیر بلند قسمت کا تھا ۔ زمانہ میں سلطان حسین بادشاہ ایران کے نادر قلی بہت محنت اور تدبیر سے دس ہزار سوار جمع کیا اور اپنے ہمراہ لے کر سلطان حسین بادشاہ کی سرکار میں آ کر جمعداری کے عہدے سے نوکر ہوا'' ۔

اختتام : ''آخرالامر قضائے الٰہی سے شہید ہوا اور دونوں فرزندان مارے گئے ۔ جب نادر شاہ شہید ہوا بعد تمام خیمہ اور لشکر اور محل شاہ کا لوٹ کرنے کے لیے کچھ نام و نشان ڈیرے اور لشکر کا بیچہ [بیچ] چہار گھڑی کے نہ رہا ۔ اور تمام فوج تفرقہ ہو کر ازبک اپنے اپنے وطن کو چلے گئے اور علی قلی خان بھتیجا نادر شاہ کا ایران کا بادشاہ ہوا اور عادل شاہ خطاب پایا ۔ نادری ختم ہوئی خدا کے تفضّل سے تاریخ'' ۔ [آخری لفظ ترک ہے]

مندرجات : اس رسالے میں نادر شاہ کے مختصر حالات بیان کیے گئے ہیں ۔

خصوصیات : مصنّف نے کسی غیر معتبر ماخذ سے استفادہ کیا ہے ۔ مثلاً نادر شاہ کی دہلی سے واپسی براسنہ لاہور دکھائی ہے اور لاہور سے ٹھٹھہ جانے کا ذکر کیا ہے ، جبکہ نادر شاہ دہلی سے سرہند گیا تھا ، وہاں سے اکھنور اور سیالکوٹ کے راستے پشاور و کابل پہنچا تھا اور پھر کابل سے سندھ آیا تھا ۔

مصنّف : مصنّف کے بارے میں مخطوطے کے متن میں کوئی اشارہ نہیں ملتا ۔ زبان و بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ دکن کا رہنے والا تھا ۔

• • •

روزنامچہ

۵۷

فرمانِ سلیمانی

سیّد حسن لطافت

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو ، کراچی ۔

نمبر : قا ۱۱۰/۱

سائز : ۲۸ × ۱۷½ س م

اوراق : ۵۶

سطور : ۱۹

سالِ تصنیف : ۱۲۹۹ھ/۱۸۸۲ء

کاتب : خود مصنّف ۔

سالِ کتابت : ۱۲۹۹ھ/۱۸۸۲ء

خط : نستعلیق ، معمولی ۔

کیفیت : تقریباً ہر ورق پر کِرم خوردگی کے اثرات ہیں ، لیکن متن کو نقصان نہیں پہنچا ۔ کاغذ باریک ، چکنا ، سفید ۔ نسخہ ناقص الآخر ہے ۔ تاریخیں جامنی رنگ کی روشنائی سے لکھی گئی ہیں ، متن سیاہ روشنائی سے ۔

آغاز : ''الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علیٰ رسولہ محمد و آلہ الطیبین الطاہرین و لعنۃُ اللہ علیٰ اعدائھم اجمعین الیٰ یوم الدین ۔ امابعد خاکسار ذرۂ بے مقدار عبد ذوالمنن سیّد حسن لطافت ابن مرحوم و مغفور سیّد آغا حسن تخلّص امانت ، عرض کرتا ہے کہ ابتدائے سنِ شعور سے آج تک کہ ۱۲۹۹ بارہ سو ننانوے ہجری نبوی مطابق ۱۸۸۲ اٹھارہ سو

بیاسی عیسوی ہیں اور سن اس حقیر کا ۴۷ سینتالیس سال کا ہے ۔ اتنی عمر اس حقیر کی ہمیشہ دربار دربار شاہزادگان والا تبار میں بسر ہوئی ۔ بفضلہٖ تعالیٰ اس زمانے تک ۱۲ بارہ شہزادے اس حقیر کے شاگرد ہیں'' ۔

اختتام : ''بعد اس کے تجن محل دار کی معرفت میرے پاس حضور نے کہلا بھیجا کہ میں سمجھا تھا کہ بعد کچھ کھانے کے یہ ضعف میرا کچھ کم ہو جائے گا اور کچھ تخفیف درد میں ہوگی ۔ اس لیے آپ کو ٹھہرا رکھا تھا ، مگر غذا کھانے سے اور زیادہ درد ہوا ، آج میں کسی طرح آپ کے پاس نہیں آ سکتا ، لہٰذا اب آپ بھی رخصت ہو جیے ۔ یہ سن کے نو بجے میں بھی اپنے گھر آیا ۔

۲۷ ستائیسویں تاریخ ماہ رجب مطابق ۱۴ ماہ جون ، روز چہار شنبہ ، چھ بجے'' ۔[۱]

مندرجات : مرزا سلیمان قدر ، اودھ کے بادشاہ امجد علی شاہ کے بیٹے اور واجد علی شاہ اختر کے سوتیلے بھائی تھے ۔ سلیمان قدر شاعر بھی تھے ، سلیمان تخلص تھا اور سید حسن لطافت لکھنوی کے شاگرد تھے ۔ لطافت اپنے شاگرد کے استاد ہی نہیں ، مصاحب بھی تھے ۔ ''فرمان سلیمانی'' مرزا سلیمان قدر کا روزنامچہ ہے جسے لطافت نے لکھا ہے ۔ زیر نظر مخطوطے میں ۲۹ ربیع الآخر ، ۱۲۹۹ھ/۲۰ مارچ ، ۱۸۸۲ء سے لے کر ۲۶ رجب ، ۱۲۹۹ھ/۱۳ جون ، ۱۸۸۲ء تک کے اندراجات ہیں ۔ لطافت ابتداءً مرزا سلیمان قدر کے ہاں ہفتے میں دو روز جاتے تھے ، بعد ازاں یہ روز کا معمول ہوگیا ۔ لطافت اس روزنامچے کی تمہید میں لکھتے ہیں :

''ایک دن روز عید نو روز عین سواری میں حضور نے مجھ سے ارشاد فرمایا . . .[۲] کہ میں چاہتا ہوں جس وقت

۱- ''چھ بجے'' ترک کے الفاظ ہیں ۔

۲- جہاں سے غیر ضروری عبارتیں حذف کی گئی ہیں ، وہاں نقطے لگائے گئے ہیں ۔

سے جس وقت تک تو یہاں رہا کرے اور میرے ساتھ گاڑی
میں ہوا کھانے کے لیے سوار ہوا کرے ، تمام کیفیتیں
بطور وقائع و روزنامچہ قلم بند ہوا کریں کہ جس کو
دیکھ کر ہم خورسند ہوا کریں ، باقی ایک یادگار
رہے - . . . یہ فرمان . . . سن کے میں نے ہر تاریخ
کا حال لکھنا شروع کیا . . . نام اس روزنامچے کا
فرمان سلیمانی ہے - طرفہ افسانہ ہے ، نئی کہانی ہے -
ہر روز عجلت میں قلم برداشتہ تحریر ہے - سواری میں
یہ روزنامچہ لکھنا ہوتا ہے ، اس وجہ سے بے ربط اور
اُلجھی ہوئی تقریر ہے - اگر زمانے نے فرصت دی تو
انشاء اللہ اسے مقفٰی اور رنگین کر کے سناؤں گا'' -
(ورق ۳ ، الف)

لطافت نے اس روزنامچے میں مرزا سلیمان قدر کی محفلوں ،
مشاعروں اور دیگر تفریحات کا حال لکھا ہے - ہر روز
مرزا سلیمان قدر جو لباس پہنتے تھے اور اُن کے دسترخوان پر
انواع و اقسام کے جو کھانے ہوتے تھے ، اُن کی تفصیلات
خاص طور پر بیان کی گئی ہیں - انیسویں صدی عیسوی کے
آخر کے لکھنؤ کی معاشرت سے واقفیت کے لیے یہ روزنامچہ
ایک اہم دستاویز ہے - اس میں لکھنؤ کے بعض شعرا اور
دیگر اہم شخصیات کے بارے میں بھی مفید معلومات
ملتی ہیں -

خصوصیات : اُوپر مخطوطے کے اختتام کی جو عبارت دی گئی ہے ، اُس کے
آخر میں ۲۷ رجب کی تاریخ بطور عنوان درج ہے لیکن اس
کے بعد کے اوراق موجود نہیں - اس سے ثابت ہے کہ لطافت
مذکورہ تاریخ کے بعد بھی روزنامچہ لکھتے رہے ہوں گے -
موجودہ صورت میں یہ روزنامچہ نامکمل ہے -

مخطوطے کی کتابت کا بغور جائزہ لیا جائے تو اندازہ
ہوتا ہے کہ کہیں کہیں لکھنے والے کا انداز خط ایسا
ہے جیسے اُس کے ہاتھ میں رعشہ ہو - مصنّف کا بیان
ہے کہ روزنامچہ سواری میں لکھا جاتا تھا - ظاہر ہے کہ

سواری میں لکھنے کے دوران ہاتھ لرزتا ہوگا ۔ اس بنا پر بلا تامل کہا جا سکتا ہے کہ زیرِ نظر مخطوطہ مصنّف کا اصل مسودہ ہے ۔ اس کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ مخطوطے میں متعدد مقامات پر حواشی میں عبارتیں اضافہ کی گئی ہیں ۔ مثلاً اوراق ۳ ، ب ؛ ۱۴ ، ب ؛ ۱۶ ، الف ؛ ۱۸ ، ب ؛ ۲۰ ، الف وغیرہ پر ۔ یہ عبارتیں کاتب مخطوطہ کے قلم سے ہیں ۔ نیز اسی قلم سے ہر صفحے پر متعدد الفاظ قلمزد کر کے اُن کے متبادل الفاظ لکھے گئے ہیں ۔ ظاہر ہے کہ کوئی عام کاتب یہ طریقِ کار اختیار نہیں کر سکتا ، صرف مصنّف ہی ایسا کر سکتا ہے ۔

راقم الحروف نے اس روزنامچے کے بارے میں پروفیسر سیّد مسعود حسن رضوی ادیب کو ایک خط لکھا تھا ۔ اس کے جواب میں انھوں نے اپنے مکتوب مورخہ ۲۳ جنوری ۱۹۶۷ء میں تحریر فرمایا :

"سلطانِ عالم واجد علی شاہ کے چھوٹے بھائی شہزادہ سلیمان قدر بہادر کے جس روزنامچے کا ذکر آپ نے کیا ہے ، اُس سے میں بالکل ناواقف ہوں . . . یہ امر تقریباً یقینی ہے کہ روزنامچہ کبھی چھپا نہیں" ۔

دیگر نسخے : "فرمانِ سلیمانی" کا زیرِ نظر مخطوطہ ، اس کتاب کا واحد معلومہ نسخہ ہے ۔

مطبوعہ نسخے: یہ روزنامچہ کبھی شائع نہیں ہوا ۔

مصنّف : سیّد حسن لطافت ، مشہور شاعر امانت لکھنوی کے بڑے بیٹے تھے اور خود بھی لکھنؤ کے مشہور شعرا میں سے تھے ۔ پروفیسر مسعود حسن رضوی ادیب نے اُن کی تاریخِ وفات ۲۱ ربیع الاوّل ، ۱۳۰۱ھ [م : ۲۰ جنوری ، ۱۸۸۴ء] لکھی ہے اور یہ بتایا ہے کہ وفات کے وقت اُن کی عمر ۵۲ برس تھی ۔ (لکھنؤ کا عوامی اسٹیج ، ص ۲۲) ۔ اس اعتبار سے لطافت کا سالِ پیدائش ۱۲۴۹ھ قرار پاتا ہے ۔ لیکن خود

لطافت نے زیرِ نظر روزنامچے میں لکھا ہے کہ وہ ۱۲۹۹ھ میں ۴۷ برس کے تھے (رک : آغاز) اس صورت میں سالِ پیدایش ۱۲۵۲ھ قرار پاتا ہے ۔ لطافت صاحبِ دیوان تھے ۔ امانت کا دیوان ''خزائن الفصاحت'' اُنھیں نے امانت کی وفات کے بعد مرتّب کیا تھا جو ۱۲۸۵ھ میں چھپا تھا ۔ اس دیوان میں لطافت کا دیباچہ بھی ہے جس میں امانت کے مستند حالات ملتے ہیں ۔

مآخذ : (۱) سراپا سخن ، ۲۲۱ ۔ (۲) سخنِ شعرا ، ۳۰۵ ۔ (۳) نادر ، ۱۳۵ ۔ (۴) لکھنؤ کا عوامی اسٹیج ، از پروفیسر سیّد مسعود حسن رضوی ادیب ، طبع دوم ، لکھنؤ ، ۱۹۶۸ء ، ص ۲۲ ۔

● ● ●

متفرقــات

۵۸

تاریخ طوفانِ رودِ موسیٰ

ابو سعید محمد رحمت اللہ

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی ۔

نمبر : ۱۹۵۸ء۲۰۲/۲۶

سائز : ۲۴ ½ × ۱۶ ½ س م

اوراق : ۲۹

سطور : ۱۶

زمانۂ تصنیف: ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء اور ۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء کے مابین ۔ (اوّل الذکر سنہ موسیٰ ندی کی طغیانی کا ہے اور ثانی الذکر افسر الملک کے کتب خانے کی مہر کا ہے)

زمانۂ کتابت: مطابق زمانۂ تصنیف ۔

خط : عربی متن نسخ میں اور اُردو ترجمہ نستعلیق میں ۔ دونوں خط نہایت عمدہ ہیں ۔

مہر : ورق ۲۹ ، ب پر خاتمۂ کتاب کے نیچے ایک مہر ثبت ہے جس پر "۱۳۲۹ھ افسرالملک ، افسرالدولہ ، افسر جنگ ، محمد علی بیگ خاں" درج ہے ۔

کیفیت : کتابت و تزئین کے اعتبار سے یہ نہایت عمدہ نسخہ ہے ۔ ہر صفحے پر گلابی رنگ کی دُہری جدول ہے جس کے درمیان سفیدہ لگایا گیا ہے ۔ پہلے ورق پر رنگین نقش و نگار

بنائے گئے ہیں اور درمیان میں کتاب اور مصنّف کا نام لکھا ہے ۔ آخری ورق (۲۹ ب) پر بھی نقش و نگار ہیں ۔ کاغذ ولایتی ، دبیز ۔ چکنا اور بادامی رنگ کا ہے ۔ سر ورق سے پہلے ایک سادہ ورق ہے جس پر یہ اندراج ہے :

"کتب خانہ کرنل سر افسرالملک بہادر ^۸ نشان

تاریخ طوفانِ رودِ موسیٰ (عربی)" ۔

ورق ۲۹ ، ب پر مذکورہ مہر کی دائیں طرف حاشیے پر "کتب خانہ نواب کرنل افسرالملک بہادر" لکھا ہے ۔ مخطوطے کی جلد پر بھی طلائی نقش و نگار ہیں ، لیکن اب یہ ناکارہ ہو چکی ہے ۔ مخطوطے کے اوراق کی شیرازہ بندی ختم ہو چکی ہے ۔ عربی متن جلی خط میں ہے اور اُردو ترجمہ بین السطور میں بخط خفی ہے ۔

آغاز : "شروع ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے ۔ تمام تعریف ثابت ہے واسطے اللہ کے اُوپر تمامی احوال کے ، پاکی اُس ذات کو کہ جس کی تسبیح کرتی ہیں وہ چیزیں جو آسمان و زمین میں ہیں ، صبح اور شام میں ۔ یکتی ہے ذات اُس کی اور پاک ہیں صفتاں اُس کی دھبے سے فانی ہونے اور زائل ہونے کے" ۔

اختتام : "اُمید رکھتا ہوں اگر چاہے اللہ تعالیٰ یہ کہ ہووں میں عنایاتِ پادشاہی اور انعاماتِ شاہی سے فارغ البال اور خوش حال زمانہ آیندہ میں ، اے پروردگار ، قبول فرما میری دعا حرمت سے تیرے رسول بزرگ نبی حرموں کے اعنی مکّہ معظمہ و مدینہ منورہ کے اور بطفیل تیرے محبوب بزرگ فریاد رس جنّ و انس کے قبول فرما ۔ اے پروردگار عالموں کے ۔ آمین ۔ آمین ۔ نہیں راضی ہوتا ہوں اوپر ایک کے یہاں تک کہ لاؤں میں طرف اُس کے ہزار آمین کو" ۔

مندرجات : حیدر آباد دکن میں ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء میں موسیٰ ندی میں جو طغیانی آئی تھی ، اُس کی تفصیلات اس کتاب میں لکھی

گئی ہیں ۔ اصل کتاب عربی میں ہے ، بین السطور میں اُردو ترجمہ ہے ۔ ابتدا میں میر محبوب علی خاں اور نواب افسرالملک کی تعریف بھی ہے ۔

خصوصیات : اس کتاب میں لفّاظی زیادہ ہے اور مطالب کم ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مصنّف نے محض اپنی انشاپردازی کا مظاہرہ کرنے کے لیے یہ کتاب لکھی تھی ، تاریخ نویسی مقصد نہیں تھا ۔ کتاب کے شروع میں افسرالملک کی تعریف اور اس نسخے کے افسرالملک کے ذاتی کتب خانے میں داخل ہونے سے ثابت ہے کہ یہ نسخہ خود مصنّف نے افسرالملک کو پیش کیا ہوگا ۔

• • •

ادبیات

دواوین و کلیات

۵۹

دیوانِ آبرو [۱]

شاہ مبارک آبرو

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو ، کراچی ۔
نمبر : قا ۱۲۶/۳
سائز : ۱۸ × ۱۱ ¾ س م
اوراق : ۹۴
سطور : ۱۵
تاریخِ کتابت : ۲۹ صفر ، ۱۱۴۴ھ [م : ۲ ستمبر ، ۱۷۳۱ء]
خط : نستعلیق ، شکستہ مائل ، عمدہ ۔
کیفیت : غیر مجلد ، آخری ورق انتہائی بوسیدہ ہے اور اس کے متن کو نقصان پہنچ چکا ہے ۔ کاغذ باریک ، چکنا ، مٹیالا ۔ ہر صفحے پر نیلی اور سرخ جدولیں ، نیز ہر غزل کے گرد سرخ لکیروں کا حاشیہ ہے ۔ متن ۱ ، ب سے شروع ہوتا ہے اور ۹۴ ، الف پر ختم ہوتا ہے ۔ ۹۴ ، ب سادہ ہے ۔ ورق ۱ ، الف پر سرخ روشنائی سے ''دیوانِ آبرو ، محمد مبارک صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ المتخلص آبرو'' لکھا ہے ۔ یہ تحریر کاتب مخطوطہ کے قلم سے نہیں ہے ۔ کسی نے بعد میں اضافہ کی ہے ۔ جلد ساز نے اوراق کا اُوپر اور نیچے کا خاصا حصہ کاٹ دیا ہے ۔ بعض اوراق پر تو جدولوں کو بھی نقصان پہنچا ہے ۔ ''ترک'' بھی عام طور پر کٹ گئے ہیں ، کہیں کہیں جزوی طور پر باقی رہ گئے ہیں ۔

اس مخطوطے کی جزو بندی غلط ہوئی ہے ۔ ورق ۲۶ ، الف کا پہلا شعر ہے :

آن ہے درد کی ضعیفاں پر
آہ دل کی الف ہے قد نون ہے

اس غزل کے ابتدائی تین اشعار ورق ۹۳ ، ب کے آخر میں ہیں ۔ اس ورق پر ترک (مذکورہ شعر کا پہلا لفظ ''آن'') کا ''آ'' اور ''ن'' کا شوشہ اور نقطہ باقی ہے جس سے واضح ہے کہ مضمون کے اعتبار سے ورق ۲۶ ، ورق ۹۳ سے منسلک ہے ۔

آخری ورق ۹۴ ، الف پر ردیف ''ی'' کے اشعار ہیں ، جن کا اس سے پہلے کے ورق (۹۳ ب) سے کوئی تعلق نہیں ۔ دراصل ورق ۹۴ دیوان کے حصہ اوّل کا آخری ورق ہے جسے ورق ۲۵ ، کے بعد آنا چاہیے ۔

مخطوطے کے اوراق کی صحیح ترتیب اس طرح ہوگی :

ورق ۱ تا ورق ۲۵
ورق ۹۴
ورق ۵۱ تا ۹۳
ورق ۲۶ تا ۵۰

یہ مخطوطہ ناقص الاوسط ہے ۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ :

[۱] ورق ۲۵ ، ب کا آخری شعر یہ ہے :

خداوندا اُٹھا دے درمیاں سوں ہجر کے پردے
ہمارے دام سے صیّاد کیوں لایا ہمیں پر ، دے

اس شعر پر سیاہی پھیر دی گئی ہے ۔ مخطوطے میں یہ شعر اور اس زمین کے دوسرے اشعار موجود نہیں ہیں ۔ ورق ۲۵ ، ب کا سلسلہ مخطوطے کے کسی دوسرے ورق سے نہیں ملتا جس سے یہ نتیجہ نکالنا غلط نہ ہوگا کہ ورق ۲۵ ، ب کے بعد کے کچھ اوراق ضائع ہوگئے ہیں ۔

[۴] ورق ۹ ، ب کا آخری شعر یہ ہے :

اب نظر آتیں ہیں کچھ انکھیاں بھریں اور جی پھٹا
آبرو کی چاہ سے شاید تمھارا جی گھٹا

ورق ۷ ، الف کا پہلا شعر یہ ہے :

تیرے میٹھے سے مر رہے ہیں ہم
تیغ مصری ہیں کیا نئے ترے لب

کتب خانۂ انجمن ترقی اُردو میں دیوانِ آبرو کے نسخۂ ثانی[1] سے مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ دونوں شعروں کے درمیان ردیف الف کی ۱۹ غزلیں اور ردیف ب کے کچھ اشعار ہیں جو زیرِ نظر مخطوطے میں موجود نہیں ہیں ۔

یہ مخطوطہ ناقص الآخر بھی ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ ہماری مجوزہ مذکورہ ترتیب کے مطابق ورق ۵۰ مخطوطے کا آخری ورق قرار پاتا ہے ۔ اس ورق کے آخر میں ''ترک'' کا تھوڑا سا حصہ باقی ہے جس سے واضح ہے کہ اس ورق کے بعد بھی کچھ اوراق تھے جو ضائع ہو چکے ہیں ۔

یہ دیوان دو حصوں پر مشتمل ہے ۔ ترقیمہ پہلے حصے کے آخر میں ہے (جسے جلد ساز نے مخطوطے کا آخری ورق سمجھ کر مخطوطے کے آخر میں غلط طور پر لگا دیا ہے) ۔ دیوان کے دوسرے حصے میں بھی ترقیمہ ہوگا جو مخطوطے کے ناقص الآخر ہونے کی وجہ سے موجود نہیں ہے ۔ ترقیمے کے نیچے مولوی عبدالحق کے قلم سے یہ عبارت ملتی ہے :

''۱۱۳۱ھ سال تخت نشینی محمد شاہ
+ ۱۳ ۱۱۴۴ھ سالِ کتابت''

کاتبِ دیوان نے اوّلاً ، دونوں حصوں کی ردیف الف کی غزلیات کو یک جا لکھا تھا ۔ بعد میں حصہ دوم کی

۱- آیندہ سطور میں ''نسخۂ ثانی'' کے الفاظ مخطوطہ نمبر ۶۰ کے لیے استعمال کیے جائیں گے ۔

ردیف الف کی غزلیں الگ کر لی گئیں ۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ ورق ۵۱ ، الف سے دوسرے حصے کی غزلیات شروع ہوتی ہیں ۔ ۵۱ ، الف کے آغاز میں دو شعر تھے ۔ جن پر سیاہی پھیر دی گئی ہے مگر بعض الفاظ اب بھی پڑھنے میں آتے ہیں ۔ نسخۂ ثانی کی مدد سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شعر اُس غزل کے آخری دو شعر ہیں جس کا مقطع یہ ہے :

اشعار آبرو کے رشکِ گُہر ہوئے ہیں
داغ اب سخن میں اوس کے لولو ہوا ہے لالا[1]

چونکہ یہ حصہ اوّل کی غزل تھی ، اس لیے اس پر سیاہی پھیر دی گئی تا کہ حصہ دوم کی غزلیات نئے صفحے سے شروع ہوں ۔

آغاز : ''بھواں مٹکاونا دیک ان سبھوں کا نام مت دھروا
گھر آ ، نامحرموں کے یوں قبا کے بند مت کروا
کہاں ملتا ہے جاں عنقا ہے ایسا بے نیاز عاشق
کہ خان اور مان دیا ہے سب اُڑا اور پھر نہیں پروا''

اختتام : ''مزے سے یار اور ہم مل کے جب کچھ نوش جاں کرتے
رقیب اوس وقت بیٹھا دور سے کتّے کے جوں تکتا
کیا ہے آبرو کے شعر نیں نایاب گوہر کو
چھپے دریاؤ میں شرمندگی سے جا دُرِ یکتا

جو کوئی ہوتا ہے جان اور دل سے یارو مہرباں اپنا
نہ دل اپنا رکھا جاتا ہے اوس سیتی نہ جاں اپنا''

ترقیمہ : ''تمت دیوان ریختہ محمد مبارک آبرو سلمہ اللہ تعالیٰ بروز یک شنبہ بتاریخ بیست و نہم صفر ۔ ختم اللہ بالخیر والظفر ، در عہد محمد شاہ بادشاہ غازی سنہ ۱۳ جلوس والا قلمی شد'' ۔

۱۔ نسخۂ مطبوعہ : داغِ سخن سین اس کو لولو ہوا ہے لالہ (ص ۲)

مندرجات : غزلیات (حصہ اوّل) ورق ۱ ، ب تا ورق ۲۵ ، ب
غزلیات (حصہ دوم) ورق ۲۶ ، الف تا ۴۴ ب
رباعی : اے ابرِ کرم تند جو تو برسا ہے (حصہ دوم)
ورق ۴۴ ب
مستزاد : آنکھوں نیں تری دل کوں مرے قتل کرا ہے
بانکی نظراں میں (حصہ دوم)
ورق ۴۴ ب تا ۴۵ ، الف
مخمّس : دیوانۂ اسیر سلاسل کہا کرو (حصہ دوم)
ورق ۴۵ ، الف تا ۴۵ ب
مخمّس : دستور ہر اپنے سجن آیا نہیں یہ کیا سبب (حصہ دوم)
ورق ۴۶ ، الف تا ۴۷ ، الف
مخمّس ہولی (حصہ دوم) ورق ۴۷ ، الف تا ۴۷ ب
واسوخت (حصہ دوم) ورق ۴۷ ب تا ۴۸ ب
ترجیع بند (حصہ دوم) ورق ۴۸ ب تا ۵۰ ب
غزلیات (حصہ دوم) ورق ۵۱ ، الف تا ۹۳ ب
ردیف الف کی غزلیات کے اشعار (حصہ اوّل)
ورق ۹۴ ، الف

خصوصیات : اس مخطوطے کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ دیوانِ آبرو کا قدیم ترین دستیاب شدہ نسخہ ہے اور آبرو کی زندگی میں کتابت ہوا ہے ۔ ناقص الاوسط اور ناقص الآخر ہونے کی وجہ سے گو کلامِ آبرو کا ایک حصہ اس میں نہیں ہے تاہم متعدد اشعار ایسے ہیں جو مطبوعہ نسخے یا نسخۂ ثانی میں نہیں ہیں ۔ مطبوعہ نسخے اور زیرِ نظر مخطوطے میں اختلافِ متن بھی خاصا ہے ۔

دیگر نسخے : ۱۔ نسخۂ کتب خانۂ خدا بخش ، بانکی پور :

فہرست نمبر ۱۔ پروگریس نمبر ۳۶۵۲۷ ۔ اوراق ۸۱ ۔ سطور ۱۰ ۔ خط نستعلیق ۔ ناقص الآخر ۔ (بانکی پور ، ص ۱۰)

یہ نسخہ پہلے کتب خانۂ الاصلاح دیسنہ (پٹنہ)
میں تھا۔ "سائز ۵ × ۸" ۔ عطیہ پروفیسر ابو ظفر ندوی
... اشعار کی تعداد ۱۳۵۵ ہے" ۔ (الاصلاح ،
صص ۷۵ - ۷۴)

۲ و ۳ ۔ شاہان اودھ کے کتب خانوں کے نسخے :

شاہان اودھ کے کتب خانوں میں اس دیوان کے دو
نسخے تھے ۔ اشپرنگر نے ان میں سے ایک (نمبر ۵۷۸)
کا اندراج "دیوان آبرو" کے تحت اور دوسرے کا
"دیوان مبارک" (نمبر ۶۶۴) کے تحت کیا ہے۔ بظاہر
اشپرنگر ان دونوں کو الگ الگ شاعر سمجھتا ہے ،
جو درست نہیں ۔

(الف) فہرست نمبر ۵۷۸ ۔ غزلیات (۱۰۴ صفحات)
اور رباعیات وغیرہ ۔ ۱۲ سطور فی صفحہ ۔ مکتوبہ
۱۱۶۰ھ ۔ یہ نسخہ موتی محل میں تھا ۔
(شاہان اودھ ، ص ۵۹۶)

(ب) فہرست نمبر ۶۶۴ ۔ یہ نسخہ توپ خانے میں
تھا ۔ مشمولات :

غزلیات ۲۱۰ صفحات ، فی صفحہ ۱۱ شعر
رباعیات وغیرہ ۲۶ صفحات
ایک مثنوی ۱۶ صفحات (ایضاً ، ص ۶۲۳)

اشپرنگر نے مثنوی کے آغاز کا جو شعر دیا ہے ،
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ "مثنوی در موعظۂ آرایش
معشوق" ہے ۔ اس مثنوی کا ایک نسخہ توپ خانے
میں بھی تھا ۔ اشپرنگر نے اس کا اندراج بھی
"محمد مبارک شاہ" کی تصنیف کے طور پر کیا ہے (فہرست
نمبر ۷۹ء۵) تاہم اس "شک" کا اظہار کر دیا ہے کہ
یہ آبرو کی تصنیف ہو سکتی ہے ۔ تعداد اشعار تقریباً
۳۵۰ ۔ ایک قدیم مخطوطہ ۔ (ص ۵۹۶)

۴- نسخۂ کنگز کالج کیمرج ، انگلستان :

دیوانِ آبرو کا ایک نسخہ مذکورہ ادارے کی لائبریری میں ہے (تعارف ، دیوانِ آبرو ، ڈاکٹر محمد حسن ، ص ۷) ۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی نے ماہنامہ ''افکار'' ، کراچی (اگست ، ۱۹۶۵ء ، صص ۲۶ - ۳۰) میں دیوانِ آبرو کے ایک قلمی نسخے سے مختصر انتخاب شائع کیا ہے ۔ اس نسخے کے بارے میں انھوں نے کسی قسم کی تفصیلات نہیں دیں ، یہاں تک کہ یہ بھی نہیں بتایا کہ یہ نسخہ کس کتب خانے میں ہے ۔ صرف اتنا لکھا ہے "شاہ مبارک آبرو کے دیوان کا ایک قلمی نسخہ مجھے یہاں انگلستان میں ملا ہے" (ص ۲۲) ۔ ڈاکٹر صاحب کے پیشِ نظر کنگز کالج لائبریری ہی کا نسخہ ہوگا ۔ اس نسخے کے بارے میں ڈاکٹر مختارالدین احمد نے یہ اطلاعات فراہم کی ہیں :

''تقطیع مختصر ، اوراق ۶۷ ، سطور ۱۴ ، ناقص الطرفین ، چمڑے کی جلد جس پر پھول ترشے ہوئے ہیں . . . دوسرے اور تیسرے صفحے پر دس شعر فارسی کے لکھے ہوئے ہیں ۔ پھر چھ سادہ اوراق ۔ دیوان کے ابتدائی صفحات غائب ہیں ۔ پہلے موجودہ صفحے کی ابتدا اس شعر سے ہوتی ہے :

تو کیوں گیا کہ عیش چمن کا بگڑ گیا
غنچہ دلوں میں تنگ ہوا پھول جھڑ گیا"

(مقالہ ''آبرو کے دو مخمّس" ، معاصر ، پٹنہ ، حصہ ۹ ، ص ۹۴)

مذکورہ مقالے میں ڈاکٹر مختارالدین احمد نے آبرو کے مندرجہ ذیل دو مخمّس ، مخطوطۂ کیمبرج سے نقل کرکے شائع کیے ہیں :

(۱) دیوالۂ اسیر سلاسل کہا کرو

(۲) آؤ اے شوخ ستم گار کہاں جاتا ہے

۵۔ نسخۂ ایشیاٹک سوسائٹی، کلکتہ:

اس کے بارے میں ڈاکٹر محمد حسن نے مندرجہ ذیل معلومات فراہم کی ہیں:

"مخطوطہ فورٹ ولیم کلکتہ اب ایشیاٹک سوسائٹی کے کتب خانے میں ہے۔ اس مخطوطے کے آخر میں ترقیمہ ہے۔ 'تمت بالخیر بعون ملک الوقت بتاریخ ہشت ہفدھم (کذا) شہر ذی الحجہ روز جمعہ بوقت سپہری جلوس میمنت شاہ عالم بادشاہ غازی تحریر یافت' ۔ ۔ ۔ مخطوطے کے اندر ایک اور ترقیمہ ہے جس میں تاریخِ کتابت سنہ ۱۵ دی گئی ہے جو غالباً جلوس محمد شاہی کے سنہ کی ہے۔ ترقیمہ یہ ہے: 'دیوانِ آبرو بیست و دویم ذی الحجہ سنہ ۱۵ بوقت سپہری تحریر یافت'۔ اس نسخے کے شروع کے اوراق میں یہ عبارت درج ہے: 'کتاب دیوانِ آبرو بزبانِ ہندی واقعہ سلخ ربیع الاوّل سنہ ۱۲۱۹ھ دیدہ شد'۔ آخر میں فورٹ ولیم کالج کی مہر ہے جس میں ہندی، بنگالی اور اُردو میں 'کتاب کالج فورٹ ولیم' لکھا ہوا ہے۔ شروع کے ایک ورق پر 'دیوانِ آبرو بزبان ہندی' کے الفاظ لکھے ہیں اور نمبر ۱۵۴ پڑا ہوا ہے۔ انگریزی میں بھی دیوانِ آبرو لکھا ہے۔ یہ نسخہ نہایت غلط لکھا ہوا ہے۔ کاتب جاہل معلوم ہوتا ہے۔ اس نے مصرعوں کو مسخ کر دیا ہے۔ اور بعضے مصرعوں کو خلط ملط کر دیا ہے۔ بعض میں ایسے اضافے کر دیے ہیں جن سے اصل متن تک پہنچنا ناممکن ہو گیا ہے۔ دیوانِ آبرو کا سب سے زیادہ غلط مخطوطہ یہی ہے"۔ (دیباچہ، دیوانِ آبرو، ص ۵۶-۵۷)

ڈاکٹر محمد حسن نے اُوپر ترقیمے کے سنہ کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے ، وہ قابل غور ہے ۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ مخطوطے کے آخر میں جو ترقیمہ ہے ، وہ تو شاہ عالم کے عہد (۱۱۷۳ھ تا ۱۲۲۱ھ) کا ہو اور ایک اندرونی ورق پر ۱۵ جلوس محمد شاہی (۱۱۴۶ھ) کا ترقیمہ ہو ۔ اس طرح تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ کاتب ۱۱۴۶ھ سے ۱۲۲۱ھ تک اس مخطوطے کو لکھتا رہا ہے ۔ ہماری رائے میں دونوں ترقیمے دیوان کے دونوں حصوں سے تعلق رکھتے ہیں اور ان دونوں کا تعلق شاہ عالم ثانی کے عہد سے ہے ۔ اندرونی ترقیمہ گمان غالب ہے کہ حصہ اوّل کے آخر میں ہوگا ۔ دوسرے ترقیمے میں تاریخ غلط لکھی یا پڑھی گئی ہے ۔ ہمارا خیال ہے کہ "هشت هندهم" ، "بست و هفتم" کی تصحیف ہے ۔ آبرو کے دیوان کے دوسرے حصے کی کتابت پہلے حصے کی کتابت کے پانچ روز بعد مکمل ہوئی ہوگی اور یہ کوئی بعید از قیاس بات نہیں ہے ۔ ایک زود نویس کاتب کے لیے ، اور وہ بھی جب بقول ڈاکٹر محمد حسن غلط نویس ہو ، آبرو کے دیوان کے مختصر حصہ دوم کو پانچ روز میں لکھ لینا کچھ مشکل نہیں ۔ ہماری رائے میں یہ مخطوطہ ۱۵ جلوس شاہ عالم ثانی (مطابق ۱۱۸۸ھ) کا مکتوبہ ہے ۔[1]

۶۔ نسخہ سنٹرل لائبریری ، پٹیالہ :

اس کے بارے میں ڈاکٹر محمد حسن نے یہ اطلاعات فراہم کی ہیں :

"نسخہ پٹیالہ نہایت صاف اور صحیح لکھا ہوا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ترقیمہ ۔ ۔ ۔ 'تمت تمام شد دیوان محمد مبارک آبرو بتاریخ بیست و دوم شہر شعبان المبارک

۱۔ شاہ عالم ۱۱۷۳ھ میں تخت نشین ہوا ۔ ۱۱۷۳ + ۱۵ = ۱۱۸۸

سنہ ۱۹ جلوس محمد شاہ غازی مطابق ۱۱۴۹ ہجری
المبارک المیمونہ' - پہلے صفحے پر کاتب نے غالباً
مشق کے طور پر بعض مصرعے نقل کر دیے ہیں
. . . تمام مطلعے سرخ روشنائی سے ہیں اور مقطع
میں تخلّص سرخ روشنائی سے لکھا ہے - کاغذ
عمدہ اور خاصا موٹا ہے - یہ نسخہ اب سنٹرل
لائبریری ، پٹیالہ کی ملکیت ہے اور رجسٹر میں
اس کا اندراج نمبر ۱۶۰۲ پر ہے - یہ مخطوطہ
پہلے کپورتھلہ کی ملکیت تھا - اس مخطوطے میں
زیادہ غزلیات ہیں . . . مثنویات وغیرہ بھی اس
میں شامل نہیں ہیں . . . اس میں بعض اوراق
ردیف الف کے اور ردیف ت سے ردیف خ تک
کے غائب ہیں" - (دیباچہ ، دیوانِ آبرو ،
صص ۵۸ - ۵۷)

۷- نسخہ رضا لائبریری ، رام پور :

اس نسخے کے بارے میں ڈاکٹر محمد حسن لکھتے ہیں :
"نسخہ رام پور بھی نہایت صاف ، روشن اور
خوشخط لکھا ہوا ہے - اس نسخے میں ایک غزل
کے اُوپر لکھا ہوا ہے - 'غزل کہ آخر وقت
گفتید ، بعد ازیں ہیچ شعرے نگفتید' . . . اس
سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ نسخہ آبرو کے انتقال کے
بعد لکھا گیا - . . . اس میں کلکتہ اور پٹیالہ کے
مخطوطات کے فراہم کردہ متون پر بہت کم اضافہ
کیا گیا ہے" - (ایضاً ، ص ۵۹)

اس نسخے کا مختصر انتخاب کلب علی خاں فائق
نے آبرو سے متعلق اپنے مقالے میں دیا ہے - (مکمل
حوالہ "ماخذ" کے تحت ملاحظہ ہو)

۸- رک : مخطوطہ نمبر ۶۰ -

مطبوعہ نسخہ: ادارۂ تصنیف و تالیف علی گڑھ نے دیوانِ آبرو شائع کیا تھا جسے ڈاکٹر محمد حسن نے مرتّب کیا ہے۔ تاریخِ طباعت درج نہیں ہے، راقم کے پیش نظر جو مطبوعہ نسخہ ہے، وہ طباعت کے فوراً بعد جنوری ۱۹۶۸ء میں دستیاب ہوا تھا۔ اس لیے گمان غالب ہے کہ سالِ طباعت ۱۹۶۷ء ہے۔ اس کا متن نسخۂ پٹیالہ پر مبنی ہے۔ اس میں غزلیات ہیں۔ آخر میں ایک واسوخت (روزِ اوّل کہ ترا کوئی خریدار نہ تھا) ایک ترجیع بند (وہی جان مجھ دل کا آرام ہے) اور ''مثنوی در موعظۂ آرایش معشوق'' بھی بطورِ ضمیمہ شامل کی گئی ہے۔ اس مثنوی کا متن ایشیاٹک سوسائٹی، کلکتہ کے نسخے پر مبنی ہے۔ یہ مثنوی رسالہ ''اُردو''، جنوری ۱۹۳۰ء میں بھی شائع ہو چکی ہے۔

مصنّف: آبرو کا نام میاں (شیخ) نجم الدین تھا اور عرفیت شاہ مبارک۔ وہ شاہ محمد غوث گوالیاری کی اولاد میں سے تھے۔ وطن گوالیار تھا، وہیں ان کی پیدائش ۱۰۹۴ھ (م: ۸۳-۱۶۸۳ء) کے لگ بھگ ہوئی۔ [مصحفی نے تذکرۂ ہندی میں لکھا ہے کہ وفات کے وقت عمر پچاس برس سے متجاوز تھی، سالِ وفات ۱۱۴۶ھ، قیاساً عمر ۵۲ برس]۔ آبرو، بقول میر، ابتدائے جوانی ہی میں دہلی آ گئے تھے۔ یہاں وہ سرکاری ملازمت سے منسلک ہو گئے۔ اسی سلسلے میں وہ گردیزی، صاحبِ تذکرۂ ریختہ گویاں کے والد سیّد عوض علی خاں کے ساتھ کچھ عرصے نارنول میں بھی رہے۔ آبرو، خان آرزو کے شاگرد ہی نہیں، رشتہ دار بھی تھے۔ رشتے کی صحیح نوعیت معلوم نہیں ہو سکی۔ وہ ابتداءً رنگین طبع تھے۔ میر نے ان کی شوخیٔ طبع کی طرف اشارہ کیا ہے۔ قائم نے ان کی حسن پرستی کو ''مشہورِ عالم'' گردانا ہے اور ثبوت میں ''تعلیم آرایش خوبانِ روزگار'' [مثنوی در موعظۂ آرایش معشوق] کا حوالہ دیا ہے۔ قاسم نے میر مکھن پاکباز کی طرف ان کے مائل ہونے کا ذکر

کیا ہے۔ آبرو کی رنگین مزاجی کا اندازہ ان کے دیوان سے بھی ہوتا ہے۔ لیکن بعد میں یہ سب باتیں نہ رہیں۔ وہ ''ترک منصب و دنیا'' (حمید اورنگ آبادی) کر کے ''مستغنیٔ وقتِ خود'' (میر) ہوگئے۔ قائم نے ان کی درویش منشی اور قلندر مشربی کا ذکر کیا ہے۔

حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری متعدد سلاسل طریقت سے منسلک تھے۔ انھیں میں ایک سلسلہ شطاریہ بھی تھا۔ قائم نے آبرو کو اسی سلسلے سے متعلق بتایا ہے، اور سنات سنگھ بیدار نے آبرو کے قطعۂ تاریخِ وفات میں انھیں ''سرو باغ شطاری'' کہا ہے۔ آبرو کی تاریخِ وفات ۲۴ رجب، ۱۱۴۶ھ (م: ۳۱ دسمبر، ۱۷۳۳ء) ہے۔ انھیں دہلی میں حضرت سیّد حسن رسول نما کے مزار کے قریب دفن کیا گیا۔

مآخذ: (۱) خوش گو، ۱۹۵ - (۲) نکات، ۹ - (۳) گفتار، ۲۹ - (۴) ریختہ گویاں، ۸ - (۵) مخزن، ۳۴ - (۶) چمنستان، ۸ - (۷) رعنا، ۲۱۰ - (۸) طبقات، ۲۴ - (۹) شعرائے اُردو، ۶، ۲۶ - (۱۰) شورش، اول، ۹ - (۱۱) مسرت، ۱۴ - (۱۲) گلشنِ سخن، ۵۱ - (۱۳) گلزار، ۲۶ - (۱۴) صحف، در ردیف الف - (۱۵) ہندی، ۷ - (۱۶) عیار، ۱۰ - (۱۷) حیدری، ۲۵ - (۱۸) عشقی، اول، ۱۰ - (۱۹) گلشنِ ہند، ۲۵ - (۲۰) عمدہ، ۱۱ - (۲۱) مجمع، ۶۱ - (۲۲) مجموعہ، اول، ۲۰ و بمدد اشاریہ - (۲۳) بے جگر در ردیف الف - (۲۴) دیوان، ۱۳ - (۲۵) گلشن ۶ - (۲۶) بہار، ۵۰ - (۲۷) گلستان، ۶ - (۲۸) خوش معرکہ، اول، ۱۲۲ - (۲۹) شعرائے ہند، ۷۱ - (۳۰) سراپا سخن، ۱۰۶ - (۳۱) ترجمۂ مخزن، ورق ۱۹، الف۔ (۳۲) یادگار، ۱۳ - (۳۳) فردوس، ۲۹ - (۳۴) سخنِ شعرا، ۵ - (۳۵) دلکشا، اول، ۱۰ - (۳۶) شمیم، اول، ۲۱ - (۳۷) طور، ۴ - (۳۸) بزم، ۴۰ - (۳۹) جلوہ، اول، ۸۶ - (۴۰) خم خانہ، اول، ۶ - (۴۱) آبِ بقا،

۱۸۳ - (۴۲) جواہر ، اوّل ، ۱۹۴ - (۴۳) گارسیں دتاسی ، اوّل ، ۹۹ - (۴۴) آب حیات ، ۹۷ - (۴۵) سکسینہ ، نظم ، ۸۵ - (۴۶) گل رعنا ، ۱۰۷ - (۴۷) شعرالہند ، اوّل ، ۲۸ - (۴۸) دلّی ، ۱۲۷ - (۴۹) مرأة ، اوّل ، ۸۷ - (۵۰) تاریخ ادبیات ، ہفتم ، ۳۷ - ۷۱ - (۵۱) قاموس ، دوم ، ۲۵۵ - (۵۲) اُردو مثنوی ، عقیل ، ۵۷ - (۵۳) اُردو مثنوی ، گیان چند ، ۱۷۰ - (۵۴) مخطوطات انجمن ، اوّل ، ۱۴۵ - (۵۵) "اُردو کا پہلا واسوخت" مقالہ از سیّد مسعود حسن رضوی ادیب ، "معاصر" ، پٹنہ ، حصہ ۲ - (۵۶) وفات آبرو سے متعلق قاضی عبدالودود کی تحریریں : رسالہ "معیار" ، پٹنہ ، مارچ ، ۱۹۳۶ء و "معاصر" پٹنہ ، حصہ ۸ - (۵۷) "آبرو کے دو مخمّس" از مختارالدین احمد - "معاصر" ، پٹنہ ، حصہ ۹ - (۵۸) "آبرو" از کلب علی خاں فائق ، اورینٹل کالج میگزین ، مئی و اگست ، ۱۹۶۰ء - (۵۹) بیاضیں ، ۲۲ - (۶۰) بیاض ، ۶ - (۶۱) ارمغان ، ۷ -

● ● ●

٦٠

دیوانِ آبرو [۲]

شاہ مبارک آبرو

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو ، کراچی -

نمبر : قا ۳/۱۲۷

سائز : ۳۸ × ۲۴ س م

اوراق : ۱۰۶

سطور : ۲۸

کاتب : محمد فاروق -

زمانۂ کتابت: قیاساً ۱۹۴۰ء اور ۱۹۴۷ء کے درمیان -

خط : نستعلیق ، معمولی -

کیفیت : یہ دیوان لکیر دار سفید کاغذ پر ، کاغذ کے ایک طرف لکھا گیا ہے - حصۂ اوّل کے شروع میں ایک سادہ ورق لگایا ہے جس پر یہ عبارت ہے :

''دیوان محمد مبارک المتخلص بہ آبرو سبیض محمد فاروق عفی عنہ'' -

دوسرے حصے کے شروع میں بھی ایسا ہی ایک کاغذ ہے جس پر ''دوسرا حصہ ، دیوانِ آبرو'' کے الفاظ درج ہیں -

آغاز : ''ہر مو زبان ہوا ہے ہمارا جدا جدا
کہتا ہوں ہر زبان ستی نس دن جدا جدا[1]

۱- صحیح : خدا خدا (نسخۂ مطبوعہ) -

بھواں مشکاولسا دیکھ ان سبھوں کا نام مت دھروا
گھر آ نامحرموں کے یوں قبا کے بند مت کروا
کہاں ملتا ہے جاں عنقا ہے ایسا بے نیاز عاشق
کہ خان اور مان دیا ہے سب اڑا اور پھر نہیں پروا"

اختتام : "فرہاد جانے کوہ اگر جاں کنی کرے
مجنوں کے دل میں دشت اگر دشمنی کرے
پروانہ جی جلا کے اگر روشنی کرے
بلبل جگر کے خوں میں اگر دشمنی کرے"
تو بھی مت آبرو کے مقابل کہا کرو"

مندرجات : حصہ اول :

سرورق	ورق ۱
غزلیات	ورق ۲ تا ۳۲
مخمس ہولی	ورق ۳۲ تا ۳۳
واسوخت	ورق ۳۳ تا ۳۴

ترجیع بند کا پہلا شعر :
وہی جان مجھ دل کا آرام ہے
کہ جس شوخ کا بے وفا نام ہے — ورق ۳۴
غزلیات (صرف ردیف ی) — ورق ۳۴ تا ۵۳

حصہ دوم :

سرورق	ورق ۵۴
غزلیات	ورق ۵۵ تا ۱۰۱

مخمس : دستور پر اپنے سجن آیا نہیں یہ کیا سبب
ورق ۱۰۱ تا ۱۰۲
ترجیع بند (اس کا پہلا شعر حصہ اول کے ورق ۳۴ پر ہے)
ورق ۱۰۲ تا ۱۰۵
مستزاد : آنکھوں نیں تری دل کوں مرے قتل کرا ہے
بانکی نظراں میں — ورق ۱۰۵
مخمس : دیوانہ اسیر سلاسل کہا کرو
ورق ۱۰۵ تا ۱۰۶

خصوصیات : یہ مخطوطہ دراصل کسی قدیم مخطوطے کی نقل ہے جو مولوی عبدالحق[1] مرحوم نے تیار کرائی تھی ۔ نسخۂ منقول عنہ کے بارے میں زیر نظر نقل سے کچھ معلوم نہیں ہوتا سوائے اس کے کہ اس نقل کے حواشی پر نسخۂ منقول عنہ کے صفحات کے نمبر لگائے گئے ہیں ۔ حصۂ اول میں یہ نمبر ۱۰۵ تک ہیں اور حصہ دوم میں ۱۰۱ تک ۔ زیر نظر نقل سے معلوم ہوتا ہے کہ نسخۂ منقول عنہ کی جزو بندی غلط ہوئی تھی۔ جس کا اندازہ فہرست مندرجات پر نظر ڈالنے سے ہو سکتا ہے ۔ حصہ اول میں غزلیات کے درمیان مخمّس ہولی ، واسوخت اور ترجیع بند کا پہلا شعر آ گیا ہے ۔ ان کا تعلق حصہ دوم سے ہے ۔ حصۂ دوم کی ردیف ''ی'' کی کچھ غزلیات بھی جو مخمّس وغیرہ سے پہلے تھیں ، حصۂ اول میں شامل ہو گئی ہیں ۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ حصۂ اول کے ورق ۴۰ پر ردیف ی کی غزلیات ہیں ۔ پہلا شعر یہ ہے :

آن ہے درد کی ضعیفاں پر
آہ دل کی الف ہے قد نون ہے

مذکورہ شعر سے پہلے کا شعر :

خال مشکیں ہے لعل لب ہا پر
یا مے سرخ بیچ افیون ہے

ورق ۵۵ کے آخر میں ملتا ہے جس سے ظاہر ہے کہ حصۂ دوم کی ردیف ی کی غزلیات حصۂ اول میں شامل ہو گئی ہیں ۔

اس مخطوطے میں نسخۂ منقول عنہ کے کچھ اشعار درج

۱۔ دیوان آبرو کا جو نسخہ پہلے کتب خانہ الاصلاح دیسنہ میں تھا ، اب کتب خانۂ خدا بخش ، بانکی پور میں ہے ، اس کے بارے میں عبدالقوی دیسنوی لکھتے ہیں :
''اس کی نقل مولانا عبدالحق . . . اشاعت کے لیے لے گئے تھے''۔
(الاصلاح ، ص ۴۷) ممکن ہے زیر نظر مخطوطہ وہی نقل ہو جس کا ذکر عبدالقوی دیسنوی نے کیا ہے ۔

ہونے سے رہ گئے ہیں - ورق ٦٧ پر پنسل سے یہ یادداشت لکھی ہے :

''اس کے بعد ۱۳ اشعار نقل نہیں ہوئے''

حصۂ اوّل کی بعض غزلوں کا دو اور قلمی نسخوں سے مقابلہ کیا گیا ہے اور ان کے اختلافات درج کیے گئے ہیں - ان میں سے ایک کو ''ن - ۱'' اور دوسرے کو ''ن - ۲'' سے موسوم کیا گیا ہے - معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ دونوں نسخے کون سے ہیں - زیر نظر نقل میں درج شدہ اختلافات کا مخطوطہ نمبر ۵۹ سے مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مخطوطے کو استعمال نہیں کیا گیا - ''ن - ۱'' اور ''ن - ۲'' سے بعض اشعار بھی اضافہ کیے گئے ہیں - یہ اضافے اور اختلافِ متن کے اندراجات سرخ روشنائی سے ہیں - معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ کام کس نے کیا تھا - حصۂ اوّل میں ''ن - ۲'' کے صفحات کے حوالے بھی دیے گئے ہیں جو ص ۸۹ تک ہیں -

مخطوطہ نمبر ۵۹ میں اور اس نقل میں کلام کا بڑا حصہ مشترک ہے - مخطوطہ نمبر ۵۹ کے ضائع شدہ اشعار زیرِ نظر نقل میں موجود ہیں - ان کے علاوہ بھی کچھ اشعار زیرِ نظر نقل میں زاید ہیں - اس قسم کے زاید اشعار ر ، ن ، و ، ہ کی ردیفوں کی غزلوں میں ملتے ہیں اور ان کی مجموعی تعداد دس ہے - اسی طرح کچھ کلام ایسا ہے جو مخطوطہ نمبر ۵۹ میں زیرِ نظر نقل سے زاید ہے - مثلاً مخطوطۂ مذکور کی رباعی (ورق ۴۴ ، ب) اس نقل میں نہیں ہے -

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۵۹ -

● ● ●

٦١

انتخابِ دیوانِ اثر

خواجہ محمد میر اثر

کتب خانہ	: انجمن ترقی اُردو ، کراچی ۔
نمبر	: قا ۲/۴۷
سائز	: ۲۲×۱۴ س م
اوراق	: ٦
سطور	: ۱۵
زمانۂ کتابت	: تیرھویں صدی ہجری کا ربع ثالث (قیاساً)
خط	: نستعلیق ، شکستہ مائل ، معمولی ۔
کیفیت	: یہ انتخاب ایک مجموعے میں ہے جس میں پہلے درد اور فراق کے انتخابات ہیں اور آخر میں اثر کا ۔ یہ انتخاب مجموعے کے ورق ۵۳ ، ب سے (جہاں فراق کا انتخاب ختم ہوتا ہے اس کے فوراً بعد) شروع ہوتا ہے اور ۵۸ ب پر ختم ہوتا ہے ۔ فراق اور اثر کے انتخاب کے درمیان ایک سرخ لکیر کھینچی گئی ہے اور لکیر کے نیچے "ریختہ دیوانِ اثر" کا عنوان درج ہے ۔ تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۸۱ ۔
آغاز	: "گرخانہ بر انداز یہ دل آہ نہ ہوتا رسوائے دو عالم کوئی واللہ نہ ہوتا معلوم یہ ہوتا مزۂ جور و جفا سب اے شوخ اگر بندۂ درگاہ نہ ہوتا

جوں نقش قدم راہ میں پامال ہوا دل
کوچے میں ترے آہ سر راہ نہ ہوتا
کچھ اور ہے شاہی کے سوا رتبۂ شاہی
گر یوں نہیں تو کوئی گدا شاہ نہ ہوتا
ایک آہ تو کی ہوتی بھلا اس کے بھی آگے
خواہ[1] اس میں اثر ہوتا اثر خواہ نہ ہوتا"

اختتام : "خون جگر کو پیجیے نالہ و آہ کیجیے
دین و دل اس کو دیجیے کہنے کو چاہ کیجیے
اور تو کچھ نہ تھا کرم غیر نگاہ سو بھی کم
اب نہیں وہ بھی ہے ستم ٹک تو نگاہ کیجیے
ٹکڑے جگر ہوا ہے سب جانے کدھر یہ ہے غضب
سیل سرشک ٹک تو اب اس کی بھی راہ کیجیے
زیست کا کچھ مزا نہیں چھوٹوں عذاب سے کہیں
قتل[2] بتاں مرے تئیں خواہ مخواہ[3] کیجیے
واں ہی قبول ہو . . .[4] مد نظر ہے مغفرت
واعظ . . . مرحمت کیوں نہ گناہ کیجیے

مندرجات : اس انتخاب میں ردیف الف ، ن اور ی کی ۳۴ مکمل اور نامکمل غزلیں ہیں ۔ بعض غزلوں میں سے صرف ایک ایک شعر لیا گیا ہے ۔

خصوصیات : اس مخطوطے میں بعض شعر ایسے بھی ہیں جو مطبوعہ دیوان میں نہیں ۔ مثلاً اوپر اختتام کی مثال میں جو اشعار ہیں ، ان میں سے آخری شعر دیوان مطبوعہ میں نہیں ہے ۔ اسی طرح ذیل کا شعر بھی مطبوعہ دیوان میں نہیں :

دل تو اپنا نہیں ہے رام اپنا
اور کو کیوں کہ رام کیجیے گا

۱۔ نسخۂ مطبوعہ مرتبہ مولوی عبدالحق میں "پھر" بجائے "خواہ" ۔
۲۔ سہو کتابت سے "قتل" کی بجائے "قبل" ہے ۔
۳۔ نسخۂ مطبوعہ میں "کخواہ مخواہ" ۔
۴۔ دونوں مصرعوں میں ناخوانا الفاظ کی جگہ نقطے لگائے گئے ہیں ۔

مخطوطے اور مطبوعہ دیوان میں اختلافِ متن بھی خاصا ہے ۔ اس کا کچھ اندازہ آغاز و اختتام کی مثالوں سے کیا جا سکتا ہے ۔ کاتب غیر محتاط ہے ، کتابت کی متعدد اغلاط ملتی ہیں ۔

دیگر نسخے : ۱۔ نسخہ کتب خانہ آصفیہ ، حیدر آباد دکن :

فہرست نمبر ٦۵ ۔ لائبریری نمبر ''دواوین ۳٦۸'' ۔ سائز ۹×٦" ۔ صفحات ۱۰۳ ۔ سطور ۱۰ ۔ خط نستعلیق ۔ ''اس دیوان میں ردیف وار غزلیات اور آخر میں چند رباعیات ہیں'' ۔ (آصیفہ ، اول ، ص ۳۰) ۔ اس نسخے کے بارے میں مولوی عبدالحق لکھتے ہیں : ''. . . بہت ناقص ہے ۔ اس میں بہت سا کلام چھٹ گیا ہے'' ۔ (دیباچہ ، دیوانِ اثر ، ص ۸)

۲۔ نسخہ بنارس یونیورسٹی لائبریری :

نمبر ۳ ۔ U. IX/۳۸ ۔ ''بیاض درد و اثر'' (انتخاب) ۔ (نوادر بنارس ، اُردو ، ص ۷۰)

۳۔ نسخہ کتب خانہ جامعہ ملیہ اسلامیہ ، دہلی :

مولوی عبدالحق نے اس نسخے کے بارے میں صرف یہ اطلاع دی ہے ۔ ''جامعہ کا نسخہ بہت اچھا ہے'' ۔ (دیباچہ ، دیوانِ اثر ، ص ۸)

۴۔ نسخہ کتب خانہ نواب فیلسوف جنگ ، حیدرآباد دکن :

فہرست نمبر ۵۳۲٦ ۔ (فہرست مطبوعہ ، فن دواوین وغیرہ ، ص ۷)

مطبوعہ نسخے: ۱۔ دیوانِ اثر :

مولوی عبدالحق نے یہ دیوان انجمن ترقی اُردو ، اورنگ آباد کی طرف سے شائع کیا تھا جو ۱۹۳۰ء میں مسلم یونیورسٹی پریس علی گڑھ سے طبع ہوا تھا ۔ اس کا متن کتب خانہ آصفیہ اور کتب خانہ

جامعہ ملیہ ، دہلی کے نسخوں پر مبنی ہے ۔ اس میں ایسا کلام بھی شامل ہے ، جو مذکورہ مخطوطوں میں نہیں ہے اور جو مولوی صاحب نے "مختلف تذکروں نیز دوسرے ذرائع سے" جمع کیا تھا ۔

۲- انتخابِ دیوانِ اثر از حسرت موہانی :
یہ انتخاب "انتخابِ سخن" کی چوتھی جلد کے جزو دوم میں شامل ہے ۔ ۱۹۴۳ء میں کان پور سے شائع ہوا تھا ۔ آٹھ صفحات کا یہ مختصر انتخاب ، مولوی عبدالحق کے مرتبہ دیوان سے کیا گیا ہے ، گو مولانا حسرت نے اس کی صراحت نہیں کی ۔

مصنّف : خواجہ محمد میر نام تھا ، خواجہ محمد ناصر عندلیب کے بیٹے اور خواجہ میر درد کے چھوٹے بھائی تھے ۔ ۱۱۴۸ھ [م : ۳۶ - ۱۷۳۵ء] میں پیدا ہوئے ۔ سنات سنگھ بیدار کی کلیات تواریخ میں اثر کا قطعۂ تاریخ پیدایش موجود ہے جس کے مادۂ تاریخ "آمدہ نور شمع امامت" سے مذکورہ سنہ برآمد ہوتا ہے (سہ ماہی "تحریر" ، دہلی ، جلد ۲ ، شمارہ ۳ ، ۱۹۶۸ء ، ص ۱۱۲) ۔ اثر نے علومِ ضروریہ کی تحصیل مولوی خواجہ احمد خاں سے اور باطنی تعلیم اپنے والد اور برادر بزرگ سے حاصل کی ۔ ۱۳ برس کی عمر میں ۱۱۶۱ھ [م : ۱۷۴۸ء] میں اثر کی شادی ہوئی (مادہ تاریخ از بیدار : "در شب نیک قرآن السعدین" (سہ ماہی "تحریر" ، محولہ بالا ، ص ۱۱۳) ۔ ۱۲۰۹ھ [م : ۹۵ - ۱۷۹۴ء] میں انتقال ہوا ۔ (دلّی ، ص ۲۴۹ و رسالہ "اُردو" ، جنوری ، ۱۹۳۵ء ، ص ۱۳۹)

اثر اپنے برادر بزرگ خواجہ میر درد کے مرید اور شاعری میں ان کے شاگرد تھے ۔ درد کی وفات کے بعد وہ مسند رشد و ہدایت پر متمکن ہوئے ۔

اثر اُردو اور فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے ۔ شوق نے مختصر دیوانِ فارسی کا ذکر کیا ہے ، جو

اب نایاب ہے ۔ مثنوی ''خواب و خیال'' اور دیوانِ اُردو مولوی عبدالحق نے مرتب کر کے شائع کر دیے ہیں ۔ (مثنوی پہلی مرتبہ انجمن ترقی اُردو ، اورنگ آباد کی طرف سے ۱۹۲۱ء میں ، دوسری مرتبہ انجمن ترقی اُردو ، کراچی کی طرف سے ۱۹۵۰ء میں شائع ہوئی تھی) ۔

مآخذ : (۱) طبقات ، ۲۴۹ ۔ (۲) شعرائے اُردو ، ۱۰ ۔ (۳) شورش ، اول ، ۳۳ ۔ (۴) مسرت ، ۲۰ ۔ (۵) گلزار ، ۱۴ ۔ (۶) گلشنِ سخن ، ۶۲ ۔ (۷) تکملۃ الشعرا ، بحوالہ دستور ، ۵۸ ۔ (۸) ہندی ، ۹ ۔ (۹) عیّار ، ۸ ۔ (۱۰) حیدری ، ۳۱ ۔ (۱۱) عشقی ، اول ، ۳۴ ۔ (۱۲) گلشنِ ہند ، ۳۰ ۔ (۱۳) عمدہ ، ۹ ۔ (۱۴) مجمع ، ۶۰ ۔ (۱۵) مجموعہ ، اول ، ۴۳ ۔ (۱۶) بے جگر ، در ردیف الف ۔ (۱۷) دستور ، ۵۸ ۔ (۱۸) گلشن ، ۱۶ ۔ (۱۹) بہار ، ۶۲ ۔ (۲۰) بے خزاں ، ۴۲ ۔ (۲۱) آزردہ ، ۲۲ و ۶۵ ۔ (۲۲) گلستان ، ۱۴ ۔ (۲۳) خوش معرکہ ، اول ، ۱۸۷ ۔ (۲۴) شعرائے ہند ، ۲۲۰ ۔ (۲۵) سراپا سخن ، ۲۸۷ ۔ (۲۶) قطعہ ، ۲ ۔ (۲۷) سخنِ شعرا ، ۱۰ ۔ (۲۸) شمیم ، اول ، ۲۷ ۔ (۲۹) طور ، ۹ ۔ (۳۰) بزم ، ۹ ۔ (۳۱) جلوہ ، اول ، ۱۱۳ ۔ (۳۲) خم خانہ ، اول ، ۱۲۶ ۔ (۳۳) ارباب ، ۱۵ ۔ (۳۴) گارسیں دتاسی ، اول ، ۱۰۵ ۔ (۳۵) آبِ حیات ، ۱۸۵ ۔ (۳۶) گلِ رعنا ، ۲۱۴ ۔ (۳۷) شعرالہند ، اول ، ۱۴۲ ۔ (۳۸) دلّی ، ۲۴۹ ۔ (۳۹) مرأۃ ، اول ، ۲۲۱ ۔ (۴۰) میر و سودا ، ۳۹۲ ۔ (۴۱) تاریخ ادبیات ، ہفتم ، ۱۹۰ ۔ (۴۲) خواجہ میر دردر ، ۱۸۹ ۔ (۴۳) اُردو مثنوی ، گیان چند ، ۲۸۴ ۔ (۴۴) ''اثر کی تاریخِ وفات'' از محمد اسد خاں ، سہ ماہی ''اُردو'' ، جنوری ، ۱۹۳۵ء ۔ (۴۵) ''کلامِ اثر'' از وقار عظیم ، سہ ماہی ''اُردو'' ، اکتوبر ، ۱۹۳۴ء ۔ (۴۶) دل کشا ، اول ، ۷ ۔ (۴۷) ارمغان ، ۱۲ ۔ (۴۸) بیاض ۲۲ ۔

• • •

٦٢

دیوانِ اختر

عبدالغفار خاں اختر الٰہ آبادی

کتب خانہ : عبدالوہاب خاں (ابن اختر الٰہ آبادی) معرفت پروفیسر شبیر علی کاظمی ، انجمن ترقی اُردو ، کراچی ۔

سائز : ۳۴ × ۲۰ ۳/۴ س م ۔

اوراق : ۳۵

سطور : غیر معین ۔ کم از کم ۸ اور زیادہ سے زیادہ ۲۲

زمانۂ تصنیف : ۱۹۱۳ء تا ۱۹۴۲ء

کاتب : خود مصنّف ۔

خط : نستعلیق ، رواں دواں ۔

کیفیت : یہ فل اسکیپ سائز کے کاغذوں کا کیرم خوردہ ، بوسیدہ اور آب رسیدہ رجسٹر ہے جس میں اختر نے اپنی غزلیں اور نظمیں درج کی ہیں ۔ آب رسیدگی کی وجہ سے اکثر جگہ الفاظ پڑھنے میں نہیں آتے ۔ دائیں طرف سے یہ رجسٹر بطور دیوان کے ہے اور بائیں طرف سے بطور بیاض کے ۔ ورق ۱ ، الف پر جلی حروف میں ''دیوانِ اختر'' لکھا ہے ۔ اس کے نیچے انگریزی میں پنسل سے یہ عبارت ہے ۔ ''محمد عبدالغفار خاں اختر الٰہ آبادی ، سیکریٹری میونسپل بورڈ ، بریلی'' ۔ پھر اس کے نیچے اُردو میں ''مجموعۂ غزلیات و نظم ، اختر الٰہ آبادی ، عبدالغفار خاں

صاحب غازی آبادی" لکھا ہے - ورق ۱ ، ب سادہ ہے - متن کا آغاز ورق ۲ ، الف سے ہوتا ہے اور ۲۱ ب پر دیوان ختم ہو جاتا ہے - اس کے بعد کے تین اوراق سادہ ہیں - ورق ۲۵ ، الف بھی سادہ ہے - بائیں طرف سے رجسٹر کو دیکھا جائے تو ورق ۳۵ ، ب پر پنسل سے یہ عبارت لکھی ہے - "تصنیفات میں کام آنے والے اشاروں کے لیے تلمیحات کی نوٹ بک" - ورق ۳۵ ، الف پر ۵-۴-۱۳ء کی ایک یادداشت انگریزی میں لکھی ہے - اس کے بعد کے اوراق پر مختلف یادداشتیں بقلم اختر ہیں - ۳۳ ، الف پر حافظ کی ایک غزل ہے - آگے کے اوراق پر مصنّف نے مشق سخن کی ہے - کاٹ چھانٹ اور اصلاح و ترمیم کا عمل اتنا زیادہ ہے کہ بعض صفحات پر لکیروں کے سوا کچھ نظر نہیں آتا - غزلیات ، ردیف وار ہیں -

آغاز : "مروّت آنکھ میں تھی شکوۂ بیداد کیا کرتا
خدا کے روبرو ظالم تری فریاد کیا کرتا
ملا کر خاک میں دل کو فنا کر دی مری ہستی
ستم اس سے زیادہ بانیٔ بیداد کیا کرتا
قصور اس میں ہمارا تھا وہ اپنی سی تو کر گزرا
ہماری سخت جانی کی دوا جلاد کیا کرتا
تغافل کی شکایت کو یہ کہہ کر ٹال دیتے ہیں
جو خود بھولا ہو اپنے کو اسے میں یاد کیا کرتا
یہی ڈر ہے کوئی گھبرا نہ جائے میرے نالوں سے
تعلّی ورنہ مجھ سے چرخ بے بنیاد کیا کرتا"

اختتام : "شمار اختر کا ہو ادنٰی غلامان محمدؐ میں
خداوندا عطا مجھ کو بھی ہو رتبہ مسلماں کا
نہ ہوں درماندہ کیوں جب اسوۂ پاک محمدؐ کو
بنایا ہم نے خود گلدستہ اپنے طاق نسیاں کا
رسول پاکؐ کی نسبت سے تھے خیر الامم ہم تو
غضب ہے ہم پہ یوں ہو جائے قبضہ نفس و شیطاں کا"

مندرجات : ورق ۲ ، الف سے ۱۰ ب تک ردیف وار غزلیات ہیں۔
اس کے بعد مندرجہ ذیل منظومات اور غزلیات ہیں۔
عنوانات اصل کے مطابق ہیں :

۱- فطری تقسیمِ عمل : (اخبار ہمدرد ، مورخہ[1] ۱۹۱۳ء
میں صفحۂ اول پر طبع ہو کر شائع ہوئی) ۔

۲- مسدس عیدِ میلاد : (یہ نظم غازی آباد کے جلسۂ
عیدِ میلاد میں بتاریخ ۸ فروری ، ۱۹۱۴ء مطابق ۱۱
ربیع الاول ، ۱۳۳۲ھ بمقام جامع مسجد ، غازی آباد
پڑھی گئی اور اخبار[2] میں چھپ کر شائع ہوئی) ۔

۳- ترکیب بند : مرثیہ مولانا شبلی و حالی (مرتبہ
۱۱ فروری ، ۱۹۱۵ء) ۔

۴- تزویر مسلمانی ۔

۵- غزل بر طرح مشاعرہ نمایش . . .[3] ، ضلع بریلی ،
۳۱ مارچ ، ۱۹۲۸ء و یکم اپریل ، ۱۹۲۸ء ۔

۶- غزل بر طرح مشاعرۂ علی گڑھ ، منعقدہ ۱۹۲۶ء
(جوبلی مسلم یونی ورسٹی) ۔

۷- ترکیب بند : (مصنفہ عبد الغفار خان اختر ،
الہ آبادی ، ایگزیکٹو آفیسر میونسپل بورڈ ، بریلی ،
۱۲ اگست ، ۱۹۲۸ء) ۔

۸- غزل : مرتبہ ۲۶ اکتوبر ، ۱۹۲۹ء ۔

۹- غزل : ۱۹۳۳ء ۔

۱۰- غزل : مشاعرہ ۱۸ نومبر ، ۱۹۳۱ء ، اسلامیہ اسکول ،
بریلی ۔

۱- "مورخہ" کے بعد تاریخ اور مہینے کے لیے جگہ خالی رکھی گئی ہے ۔
۲- اخبار کے نام کے لیے جگہ خالی رکھی گئی ہے ۔
۳- ایک لفظ ناخوانا ۔

۱۱- ترکیب بند : مرثیہ وصال حضرت شاہ محمد حسین صوفی چشتی الٰہ آبادی از احقر عبد الغفار خاں اختر الٰہ آبادی ، بی اے ، ایل ایل بی - علیگ -

۱۲- نظم در تہنیت تولّد فرزند بخانہ بابو انکار سنگھ صاحب وکیل ، بریلی -

دیگر نسخے : اس مخطوطے کا کوئی دوسرا نسخہ موجود نہیں ہے -

مطبوعہ نسخے: کلامِ اختر کبھی کتابی صورت میں شائع نہیں ہوا -

مصنف : عبد الغفار اختر ۱۸۹۰ء میں الٰہ آباد میں پیدا ہوئے - ابتدائی تعلیم الٰہ آباد ہی میں حاصل کی - اعلیٰ تعلیم کے لیے علی گڑھ گئے اور وہیں سے بی - اے کیا اور پھر ایل ایل بی کی سند لی - یو پی کے مختلف شہروں کی میونسپلٹیوں میں سیکریٹری کے فرائض انجام دیتے رہے - ملازمت کا اختتام بریلی میں ہوا - ۱۹۶۵ء میں سنبھل میں انتقال ہوا - اختر نے ملازمت کے دوران سکندر آباد ضلع بلند شہر سے ایک رسالہ ''یدِ بیضا'' بھی جاری کیا تھا - اس رسالے کے ایک شمارے پر مولوی محفوظ علی بدایونی کا تبصرہ ''طنزیات و مقالات'' مرتبہ محمد محی الدین بدایونی (کراچی ، ۱۹۷۴ء ، ص ۳۲۷) میں شامل ہے -

• • •

٦٣

دیوانِ اشرف گجراتی

سیّد محمد اشرف گجراتی

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی ۔

نمبر : ۱۹۶۵۔۲۰۲

سائز : ۲۰ × ۱۱ س م

اوراق : ۵۵

سطور : ۱۵

زمانۂ کتابت : بارھویں صدی ہجری کا ربع ثالث (قیاساً)

خط : نستعلیق ، شکستہ مائل ، عمدہ ۔

کیفیت : مخطوطہ اس حد تک کِرم خوردہ ہے کہ تقریباً ہر ورق پر متن کو نقصان پہنچا ہے ۔ کاغذ دبیز ، کھردرا ، مٹیالا ۔ بعض اوراق پر بٹر پیپر لگایا گیا ہے ۔ ناقص الطرفین والاسط ہے ۔ کاتب نے اوراق پر نمبر شمار درج کیے ہیں ۔ آخری ورق کا نمبر ۱۰۲ ہے ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مخطوطے میں ۱۰۲ سے زیادہ اوراق تھے[1] ۔ پہلے ورق پر نمبر ۷ درج ہے ۔ ابتدائی چھ اوراق بھی ضائع ہو چکے ہیں ۔ درمیان سے جو اوراق ضائع ہوئے ہیں وہ یہ ہیں : ۱۷ تا ۲۴ ، ۲۶ تا ۳۴ ، ۴۸ ، ۵۱ تا ۶۴ ، ۶۶ ، ۷۳ ، ۸۳ تا ۸۷ ۔ گویا

۱۔ ورق ۱۰۲ ، ب ، کے آخر میں ترک ("خدائی") موجود ہے جو اس بات کی علامت ہے کہ مخطوطہ اس ورق پر ختم نہیں ہوا ۔

موجودہ مخطوطہ اصل کے نصف سے بھی کم ہے - (آیندہ سطور میں کاتب کے درج شدہ نمبروں کا حوالہ دیا جائے گا) - ورق ۹ ، الف پر اُوپر کے بائیں طرف کے کونے میں یہ عبارت درج ہے : "الجزؤ الثانی من دیوان اشرف‌الموسوی[1] المدنی انشا کرد" - یہی عبارت "رابع" ، "سادس" اور "سابع" کے الفاظ کے فرق کے ساتھ بالترتیب ورق ۲۵ ، الف - ۱۳ الف اور ۹۴ ، الف پر لکھی ہے -

آغاز :

"ہے جو کوئی[2] والیٔ ملکِ حبِ اولادِ علی
وو چہ ہے محبوب جنت میں اے اشرف حور کا
ذرہ ہے خورشید اوس کے عارض پُرنور کا
ہے اندھارا زلف سوں جس کا شبِ دیجور کا[3]
ہے عجب کیفیت بزمِ عروساں . . .[4]
چشمِ دل سوں کر تماشا نرگسِ مخمور کا
یاد مفتاح خمِ شمشیرِ ابروئے صنم
فتح کا آلا ہے بابِ خاطر رنجور کا"

اختتام :

"بحرِ معنی . . . طبع . . .
غوطہ زن ہے بسانِ مرغابی
آتش عشق بیچ مثلِ سپند
دلِ بے تاب کو ہے بے تابی
یاد میں اس گلِ نزاکت کی
خوابِ مخمل اُپر ہے بے خوابی

۱- پروفیسر نجیب اشرف ندوی اور انجمن ترقی اُردو (ہند) کے نسخوں (رک : دیگر نسخے) میں بھی نام اسی طرح ہر جزو کے شروع میں لکھا ہے ، فرق صرف یہ ہے کہ زیرِ نظر مخطوطے میں تیسری نسبت "شاہی" نہیں ہے -
۲- "کوئی" بروزنِ فع -
۳- یہ دوسری غزل کا مطلع ہے -
۴- آغاز و اختتام کی مثالوں میں کِرم خوردہ مقامات پر نقطے لگائے گئے ہیں -

آتش افروز جان اشرف ہے
تجھ میں اے رشک بدر مہتابی"

مندرجات : اس نسخے میں صرف غزلیات ہیں جو تعداد میں ۲۱۱ ہیں۔

خصوصیات : اس نسخے کے حواشی پر غزلیں اور اشعار اضافہ کیے گئے ہیں نیز بعض اشعار میں ترامیم بھی کی گئی ہیں ۔ اضافوں اور ترمیموں کا قلم شروع سے آخر تک یکساں اور کاتب متن کے قلم سے مختلف ہے۔ ورق ۱۱ ، الف کے حاشیے پر "ریختہ بے نقط" کا عنوان لکھ کر ایک غزل اضافہ کی گئی ہے جس کا مطلع یہ ہے:

وہ دلآرام آ کے رام ہوا
اللہ اللہ ہمارا کام ہوا

ورق ۱۳ ، ب کے حاشیے پر دو غزلیں اضافہ کی گئی ہیں ۔ اسی طرح ورق ۱۴ ، الف اور ۳۴ ب ، اور بعض دیگر اوراق پر بھی اضافے ملتے ہیں ۔ ورق ۱۴ ب ، پر یہ مقطع ہے:

اشرف کا بول جان اے زاہد ہو مہربان
تجھ ہجر کی اگن سو جلیا ہے حسن فقیر

اسے قلم زد کر کے حاشیے پر یہ مقطع یوں لکھا گیا ہے:

اشرف قدم کوں اپنے ہٹایا نہیں کبھوں
جب سوں برہ کی رہ میں چلیا حسن فقیر

ورق ۹۷ ، الف پر یہ شعر ہے:

بسکہ صفرا ہے عشق کا مجکوں
ترش روئی تری خوش آتی ہے

اسے قلم زد کر کے حاشیے پر یہ شعر لکھا گیا ہے:

جس کو صفرا ہے عشق کا اوس کوں
ترش روئی سجن کی بھاتی ہے

ورق ۹۷ ب پر یہ شعر ہے:

نالۂ غم اے مونس ہمدم
برہ کی راہ کا سنگاتی ہے

اس کے پہلے مصرعے کو اس صورت میں تبدیل کیا گیا ہے :

دم بدم آہ مجکوں اے اشرف

ورق ۹۸ ، الف و ب پر اصلاح و ترمیم کا عمل اتنا زیادہ ہے کہ مصرعوں کے مصرعے قلم زد کر کے نئے مصرعے حواشی پر درج کیے گئے ہیں -

اضافوں اور اصلاحوں کے پیش نظر ، گمان غالب ہے کہ یہ مخطوطہ مصنّف کے پیش نظر رہا ہے اور اس نے دیوان کی کتابت کے بعد جو غزلیں کہیں ، اس میں درج کردیں اور اپنے کلام پر نظر ثانی بھی کی -

اس دیوان کے بعض اشعار میں ولی کا ذکر بھی آیا ہے - مثلاً :

ولی کے طور پر تجسا نہیں کوئی ریختہ بولیا
سخن ہے متبذل جگ میں زبان اصفہانی کا

(ورق ۸ ، الف)

شعر کہنے میں ہے اشرف کوں ولی کا مرتبہ
اس سبب سب شاعراں ہیں صدق سوں اوس کے مرید

(ورق ۱۲ ، الف)

ایک جگہ رضی کا مصرع بھی اپنی غزل میں درج کیا ہے :

اس مصرع رضی سوں ہے اشرف مجھے لگن
جوں عشق پیچہ عشق میں رُل رُل گیا ہوں میں

(ورق ۱۷ ، الف)

اس دیوان میں بعض دوسرے لوگوں کا بھی ذکر ملتا ہے - مثلاً البائی داس کے بارے میں دو غزلیں ہیں - (ورق ۴۳ ، ب) جن کے مطلعے یہ ہیں :

مکھ اپس کا دکھا انبائی داس
دل کوں میرے لے جا انبائی داس

صورت ناز ہے البائی داس
شوخ طنّاز ہے انبائی داس

ایک غزل امیرالدین کی تعریف میں (ورق ٦٨ ، الف)
اور ایک نورالعین کی تعریف میں (ورق ٦٨ ، ب) ملتی ہے :

شمع ہر انجمن امیرالدین
لالۂ ہر چمن امیرالدین

خلدِ دل میں ہے حور نورالعین
رشکِ حور قصور نورالعین

حبیب اللہ خروشی اور ظفر خاں کا ذکر بھی ہے :

ملک گجرات میں حبیب اللہ
تیری فرقت نے مجکوں مارے ہیں

(ورق ۱۷ ، الف)

ہے ظفر خاں گلشن ناز و ادا
بلبلِ دل اوس اپر ہے مبتلا

(ورق ۱۵ ، الف)

اور اپنے بارے میں اشرف کی رائے یہ ہے :

ہوا سر مشقِ ہر یک صاحبِ طبع
سخن اشرف ترا ملک دکن میں

(ورق ٦٩ ، ب)

دیگر نسخے : ۱- نسخۂ دیوان انجمن ترقی اُردو ، (ہند) :
یہ نسخہ ۱۹۴۷ء سے قبل انجمن ترقی اُردو کے کتب خانے میں تھا ۔ اب یہ انجمن ترقی اُردو (ہند) ، دہلی کے کتب خانے میں ہوگا ۔ لیکن انجمن کی مطبوعہ اجمالی فہرست میں اس کا ذکر نہیں ہے ۔ البتہ علی گڑھ تاریخ ادب اُردو میں لکھا ہے کہ یہ دیوان انجمن ترقی اُردو ہند کے کتب خانے میں موجود ہے (ص ۳۵۷) ۔ شیخ چاند مرحوم نے اس نسخے کی چند غزلیں شائع کی تھیں ۔ انھوں نے غزلوں کی تمہید میں نسخے کے بارے میں یہ معلومات فراہم کی ہیں :

"انجمن ترقی اُردو کے کتب خانے میں اس [اشرف] کا ... دیوان ۱۱۲۹ھ میں محمد بدیع الزمان

کا لکھا ہوا ہے . . . یہ دیوان انجمن کو سورت
میں دستیاب ہوا ہے . . . اس نے کئی مرثیے
لکھے ہیں ، چند اس کے دیوان میں بھی ہیں۔ اس
کے دیوان کے حاشیے پر رضی ، صالح اور فراق
کی غزلیں ہیں'' ۔ (سہ ماہی ''اُردو'' ، جولائی ،
۱۹۳۵ء ، صص ۹۰ - ۵۸۴)

قاضی احمد میاں اختر جونا گڑھی نے ان معلومات پر یہ اضافہ کیا ہے کہ مخطوطہ ناقص ہے اور غزلوں کی تعداد ۲۱۱ ہے ۔ قاضی صاحب نے اس کا سالِ کتابت ایک جگہ ۱۱۲۹ھ اور دوسری جگہ ۱۱۲۵ھ لکھا ہے ۔ (''اُردو'' ، جنوری ، ۱۹۴۷ء ، صص ۲ و ۱۹) ۔ شیخ چاند کے بیان کے پیشِ نظر ۱۱۲۵ھ کو سہو کتابت سمجھنا چاہیے ۔

۲۔ نسخۂ دیوان مملوکہ پروفیسر نجیب اشرف ندوی مرحوم :

اس کے بارے میں قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی نے یہ اطلاعات فراہم کی ہیں :

''[یہ] نسخہ پروفیسر نجیب اشرف کا ہے جو غالباً
ان کو احمد آباد سے ملا ہے۔ یہ اول ، آخر اور
بیچ سے ناقص ۔ . . . شکستہ خط میں لکھا ہوا
ہے ۔ اور خاصا قدیم معلوم ہوتا ہے ، اگرچہ اس
میں سنہ کتابت درج نہیں ہے ۔ یہ دیوان
حسبِ دستور حروف تہجی پر مرتب ہوا ہے ۔
غزلوں کے اشعار کی تعداد ۵ ، ۷ ، ۹ ، ۱۱ ،
۱۳ سے لگا کر ۲۰ تک[1] ہے'' ۔ (سہ ماہی
''اُردو'' ، جنوری ، ۱۹۴۷ء ، ص ۱۹)

ڈاکٹر عبدالحمید فاروقی کے بقول اس نسخے

۱۔ قاضی احمد میاں اختر نے یہ بھی لکھا ہے کہ نسخۂ انجمن اور نسخۂ ندوی دونوں میں ''ہر جزو کے شروع میں حاشیے پر ''اشرف الموسوی المدنی الشاہی'' لکھا ہوا ہے۔

میں تقریباً دو سو غزلیں ہیں ۔ (سہ ماہی ''نوائے ادب'' ، جنوری ، ۱۹۵۵ء ، ص ۱۲)

۳۔ نسخۂ انتخابِ دیوان انجمن ترقی اُردو ہند :

سخاوت مرزا کے بیان کے مطابق اشرف کے کلام کا ایک انتخاب انجمن ترقی اُردو ہند کے کتب خانے میں ہے جس کے ترقیمے سے اشرف کا ۱۱۵۹ھ تک زندہ رہنا ثابت ہوتا ہے ۔ (تاریخ ادبیات ، ششم ، صص ۱۱-۵۰۷) ۔ انجمن کے مخطوطات کی اجمالی فہرست (مطبوعہ) میں اس انتخاب کا کوئی ذکر نہیں ہے ۔

مصنّف : قاضی احمد میاں اختر جونا گڑھی کی تحقیق کے مطابق اشرف کا نام ''سیّد محمد اشرف'' تھا ۔ وہ محمد موسیٰ (متوفیٰ : ۱۱۲۴ھ یا اس سے کچھ قبل) کا بیٹا اور قاضی حسن محمد (متوفیٰ : ۱۰۹۹ھ) کا پوتا تھا ۔ اشرف کا خاندان مدینے سے گجرات آیا تھا ۔ اشرف کو احمد آباد کے مشہور بزرگ حضرت شاہ عالم بخاری کے سلسلۂ سہروردیہ سے تعلق تھا ۔ باپ کے نام ، اصل وطن اور سلسلۂ بیعت کی نسبت سے وہ ''اشرف الموسوی المدنی الشاہی'' کہلاتا تھا ۔ اس کے باپ دادا مشائخ اور قضاۃ میں سے تھے ۔ خاندان مرفہ الحال تھا ۔[1]

اشرف ، اورنگ زیب کے آخری دور میں پیدا ہوا ۔ نادر شاہ کے حملۂ ہند (۱۱۵۱ھ) کے بارے میں اس کے دیوان میں بعض اشارات ملتے ہیں ، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس وقت زندہ تھا[2] ۔ نصیرالدین ہاشمی نے لکھا

۱۔ نصیرالدین ہاشمی نے لکھا ہے کہ ''غربت اور مفلسی میں بسر ہوتی تھی'' (دکن میں اُردو ، ص ۲۷۹) لیکن قاضی احمد میاں اختر جونا گڑھی نے اشرف کی جن خاندانی دستاویزوں کا حوالہ دیا ہے ، ان سے اس بات کی تردید ہوتی ہے ۔

۲۔ اشرف کا ۱۱۵۹ھ تک زندہ ہونا ثابت ہے ۔ (رک : دیگر نسخے ، نسخہ نمبر ۳)

ہے کہ اشرف نے ''دکن سے شمالی ہند کا سفر کیا اور دہلی بھی ہو آیا تھا''۔ ''یادگار ولی'' کے ایک مقالہ نگار نے بھی ہاشمی صاحب کے اس بیان کی بنیاد پر اشرف کو ان دکنی شعرا میں شامل کیا ہے جنھوں نے شمالی ہند کا سفر کیا تھا (مکمل حوالہ ''مآخذ'' میں) ۔ اس کی تصدیق کسی دوسرے ذریعے سے نہیں ہوتی ۔ شاید اس غلط فہمی کا سبب یہ ہے کہ شیخ چاند نے اپنے مذکورہ بالا تمہیدی نوٹ میں لکھا ہے :

''. . . اشرف کا معاصر ولی ہونا ثابت ہے ۔ ایک اور ثبوت ان کی معاصرت کا ہے ۔ ولی نے اپنے کلام میں سیّد ابوالمعالی نامی سیّد زادے کا ذکر کیا ہے اور بقول قائم اس کے ساتھ ۱۱۱۲ھ میں دہلی کا سفر بھی کیا تھا . . .'' ۔ (''اُردو'' ، محولہ بالا ، ص ۵۸۴)

ہاشمی صاحب نے ''اس کے ساتھ'' کے الفاظ کو اشرف سے متعلق سمجھ لیا ، حالانکہ یہاں ذکر ابوالمعالی کا ہے ۔

اشرف ولی کا شاگرد تھا ۔ اس نے اپنی غزلوں میں جا بجا ولی کا ذکر عقیدت سے کیا ہے ۔ تعلقات کی نوعیت ایسی تھی کہ ولی نے اپنی متعدد غزلیں اشرف کو دے دی تھیں ۔ ایک مقطع میں اشرف نے اس کا اعتراف بھی کیا ہے :

ولی نے یو غزل اشرف کرم سوں مجکوں بخشی ہے
سو اپنے نام سوں اس کوں کیا جاری اکو پوچھو

دیوانِ اشرف میں ولی کی ۱۳ غزلیں اشرف کے تخلّص کے ساتھ موجود ہیں ۔ (''اشرف گجراتی'' ، از قاضی احمد میاں اختر جونا گڑھی ، رسالہ ''اُردو'' ، جنوری ، ۱۹۴۷ء ، صص ۲۶ - ۱)

اشرف کی تصانیف میں ایک دیوان غزلیات ہے ۔ اور ایک مثنوی ''جنگ نامہ حیدر'' جو ۱۱۲۵ھ کی تصنیف ہے ۔ اس کے بارے میں ڈاکٹر محی الدین قادری زور نے یہ معلومات فراہم کی ہیں :

"برٹش میوزیم میں اشرف کی مثنوی کا جو مخطوطہ (ایڈیشنل ، ۱۵۹۰) ہے اس میں ۸۶۲ ، اشعار ہیں لیکن شاعر نے خود کتاب میں ۸۰۶ شعر کا ذکر کیا ہے . . . یہ اوپجی تصنیف نہیں بلکہ کسی فارسی مثنوی کا ترجمہ ہے . . . باوجود ایک مذہبی نظم ہونے کے اس میں شاعری کے دل چسپ نمونے پائے جاتے ہیں ، اسلوبِ بیان غیر دل چسپ نہیں ہے - شاعرانہ حیثیت سے زبان بہت عمدہ ہے" - (أردو شہہ پارے ، اوّل ، صص ۳۸ - ۱۳۷)

اشرف نے مراثی بھی لکھے ہیں - ڈاکٹر زور اس سلسلے میں لکھتے ہیں :

"اس کے مرثیوں کی تعداد ۱۳ ہے جو ایڈنبرا یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ ہیں - ان میں ۱۳۰ اشعار ہیں" - (ایضاً ، ص ۱۳۸)

مآخذ : (۱) نکات ، ۱۰۱ - (۲) گفتار ، ۱۲ - (۳) چمنستان ، ۳۵ - (۴) شعرائے أردو ، ۶ - (۵) گلزار ، ۱۲ - (۶) شورش ، اوّل ، ۱۷ - (۷) عیّار ، ۳۵ - (۸) مجموعہ ، اوّل ، ۶۲ - (۹) یادگار ، ۳۳ - (۱۰) أردو شہہ پارے ، اوّل ، ۳۸ - ۱۳۷ و ۷۰ - ۲۶۸ - (۱۱) یورپ میں دکنی مخطوطات ، ۳۳۷ - (۱۲) دکن میں أردو ، ۸۱ - ۲۷۸ - (۱۳) یادگار ولی ، (مکمل حوالہ ولی کے مآخذ میں) ۲۰۳ - ۶ - (مقالہ "دکنی شعرا کا سفرِ ہند" ، از خلیق احمد نظامی) - (۱۴) دکنی ادب کی تاریخ ، ۳۵ - ۱۲۳ - (۱۵) تاریخ ادبیات ، ششم ، ۱۰۱ - ۵۰۷ - (۱۶) بیاض مراثی ، مرتبہ افسر امروہوی ، کراچی ، ۱۹۷۵ء ، صص ۵ و ۱۷۲ -

• • •

٦۴

دیوانِ انشا [۱]

انشاء اللہ خان انشا

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی ۔
نمبر : ۱۸/۲۳۷ء 1956
سائز : ½ ۲۰ × ۲۱ س م
اوراق : ۵۹
سطور : ۱۹
کاتب : ننانند ۔
تاریخِ کتابت : ۱۱ رمضان ، ۱۲۶۲ھ [م : ۵ ستمبر ، ۱۸۴۶ء]
خط : نستعلیق ، شکستہ مائل ، اوسط ۔
کیفیت : مخطوطہ کیرم خوردہ ، آب رسیدہ اور دریدہ ہے ۔ ابتدائی ۲۲ ، اوراق پر آب رسیدگی کے اثرات بہت زیادہ ہیں ۔ جابجا روشنائی پھیل گئی ہے ۔ پہلا ورق اُوپر کے بائیں طرف کے کونے سے پھٹ چکا ہے ۔ اوراق ۲ ، ۷ ، ۸ اور ۵۰ پر دونوں طرف بٹر پیپر چسپاں کیا گیا ہے ۔ یہ کام نہایت بے احتیاطی سے انجام پایا ہے جس سے ان اوراق ، خصوصاً ورق ۲ ، الف کے متن کو بہت نقصان پہنچا ہے ۔ اوراق ۱۸ ، ۲۳ ، ۴۰ سادہ ہیں ۔ متن کا جائزہ لینے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان نمبروں کے اوراق ضائع ہو گئے تھے جن کی جگہ یہ سادہ اوراق زمانۂ کتابت کے کچھ عرصے بعد ہی لگائے گئے ہوں گے کیونکہ ان کا کاغذ بھی مخطوطے کے کاغذ جیسا

دبیز اور مٹیالا ہے اور اس پر کہنگی کے اثرات بھی ویسے ہی ہیں -

متن ورق ۱ ، الف سے شروع ہوتا ہے اور ۵۷ ب پر ختم ہوتا ہے - ورق ۵۸ ، ب پر ، ترقیمے کے بعد "غزلیات اوستادان کہ بہ صنعتِ نوع نوع است بقلم می آرم - نقط" - کے عنوان کے تحت مختلف شعرا کا فارسی کلام درج کیا گیا ہے جو ورق ۵۹ ، ب کے آخر تک ہے - اوراق پر نمبر شمار مخطوطے کے کاتب کے قلم سے ہیں -

آغاز : "اے خداوند مہ و مہر و ثریا و شفق
لمعۂ نور سے ہے تیرے ، جہاں کو رونق
بیٹھ کر لکنتِ[1] ابداع میں تو نے کھولے
دفعتاً نسخۂ افلاک کو جوں . . .[2] [دریدہ]
تذکرہ پھر تو ہوا مسئلۂ وحدت کا
عقل اول . . . .[3] [دریدہ]
ذات کی کنہ کو تفہیم کریں کیا اوہام
سیکڑوں نوع کے ہیں جس میں دقائق مغلق
کیجیے گر نظرِ غور بہ انواعِ صفات
خیرہ ہو ذہن کہے ہے ، یہ مسائل ہیں ادق"

اختتام : "قال[4] (کذا) عالم کر چکا غمزہ تو فرمانے لگے
کیا کیا تو نے ارے اے خانماں برباد ہے

[ان اوراق میں جہاں کہیں بھی کلامِ انشا کے سلسلے میں نسخۂ مطبوعہ کا حوالہ دیا جائے گا ، اُس سے مراد "کلامِ انشا" شائع کردہ ہندستانی اکیڈیمی ، الہ آباد ہوگا - اس کا مکمل حوالہ "مآخذ" میں ہے] :

۱- صحیح : مکتب (نسخۂ مطبوعہ ، ص ۲۹۰) -
۲- نسخۂ مطبوعہ ، ص ۲۹۰ : دفعۃً نسخۂ افلاک کے جوں سات ورق -
۳- ایضاً : عقل اول نے پڑھا تجھ سے مودب ہو سبق -
۴- ایضاً ، ص ۲۲۶ : قتل -

آج تو کپڑے نہ بدلو تم کو میری ہے قسم
آپ کا میلا کچیلا پن ہی[1] کچھ بیداد ہے
وو نٹھے رات کے دکھلا مجھے لو ہو لونان[2] (کذا)
صبح وو[3] ہوئیے ارے تو بھی بڑا جلّاد ہے
سن[4] کے یہ اشعار میرے کہتے ہیں سب اہل رشک
کوئی اس کو کیا کرے یہ تو خدا کی داد ہے
میں کہے دیتا ہوں انشا سے ذرا بچ کھیلیو
وہ[5] بلائے قہر ہے، لعنت ہے ایک اوستاد ہے"

ترقیمہ : "تمت تمام شد، کار من نظام شد۔ ھو الکتاب دیوان انشاءاللہ خان قدس اللہ سرہ۔ التحریر پنجم ماہِ ستمبر، ۱۸۴۶ء مطابق یازدھم ماہِ رمضان المبارک ۱۲۶۲ھ . . . [دریدہ] دوندی تردوشی سمت ۱۹۰۳ بر وفق چہاردھم ماہِ بھادوں، ۱۲۵۳ فصلی بروز جمعہ بخط بد خط نیازمند ننالند ولد نہیر داس ساکن کوٹ قاسم خوس قصبہ سنبل وارد حال شہر میرٹھ از کتاب لالہ بختاور لعل صاحب ولد ریوا رام بسکہ بدیوان بسرعت ہرچہ تمام تر بر طوریکہ دست داد مقام نقل برداشتہ شد۔ واللہ عالم (کذا) بالصواب۔ تمام شد"۔

مندرجات : یہ انشا کا مکمل دیوان نہیں ہے۔ قصیدے صرف دو ہیں۔ ایک تو حمد میں، جس کے اشعار آغاز کی مثال میں دیے گئے ہیں، اور دوسرا حضرت علیؓ کی مدح میں (. . . احراق آتش)۔ قصیدے ورق ۱، الف سے ۳ ب تک ہیں۔ غزلیات ورق ۳، ب سے ۵ ب تک ہیں۔

خصوصیات : کاتب نہایت بے احتیاط اور غلط نویس ہے۔ شاید ہی کوئی

۱- ایضاً : بھی۔ ۲- ایضاً : وہ . . . لوہو لنہان۔
۳- ایضاً : وہ۔
۴- ایضاً : سن کے اب اشعار میرے کہتے ہیں یہ اہلِ رشک۔
۵- ایضاً : وہ بلا ہے، قہر ہے، آفت ہے، اک استاد ہے۔

ورق غلطیوں سے پاک ہو۔ غلطیوں کا کچھ اندازہ آغاز و اختتام کے اقتباسات سے کیا جا سکتا ہے۔

دیگر نسخے : ۱- نسخۂ انڈیا آفس، لندن :

فہرست نمبر ۱۷۶ - اوراق ۳۸۸ - سائز ۳/۴ ۹ × ۳/۴ ۷" - سطور ۱۳ - عمدہ نستعلیق - اُنیسویں صدی کا مکتوبہ۔ مندرجات : دیوان غزلیات فارسی، فارسی مثنویات، شرح مائۃ عامل (فارسی نظم)، قصائد (اُردو، فارسی اور ترکی) - اُردو غزلیات، فردیات، رباعیات، مستزاد، قطعات وغیرہ - چیستان و پہیلی، مخمّسات، دیوان بے نقط (اُردو) مثنوی بے نقط (فارسی)، مثنوی شکارنامہ (فارسی)، مثنویات (اُردو)، دیوان ریختی - (انڈیا آفس، ہندوستانی، صص ۹۳ - ۹۱)

کتب خانۂ سالار جنگ، حیدر آباد دکن میں کلامِ انشا کے تین نسخے ہیں :

۲- فہرست نمبر ۵۳۵ - لائبریری نمبر ۶۹۶ - سائز ۱۳ × ۸" - صفحات ۶۰۱ - سطور ۱۷ - خط نستعلیق - "یہ انشا کا مکمل کلیات ہے - اس میں اولاً فارسی کلام ہے۔ قصائد، غزلیات، مثنوی وغیرہ ہیں - اس کے بعد اُردو کلام کا آغاز ہوتا ہے - اس میں بھی آغاز و اختتام میں چند قصیدے ہیں - ان کے علاوہ مثنویات، غزلیات، ہجو، قطعے، رباعی وغیرہ . . . ناقص الآخر معلوم ہوتا ہے کیونکہ خاتمے پر کوئی عبارتِ اختتام نہیں ہے - ریختی کے سلسلے پر کلیات ختم ہو جاتا ہے" - (سالار جنگ، صص ۳۳ - ۳۳۲)

۳- فہرست نمبر ۵۳۶ - لائبریری نمبر ۵۷۵ - سائز ۱/۲ ۸ × ۵" - صفحات ۱۷۹ - سطور ۱۵ - خط نستعلیق - "اِس دیوان میں اولاً ردیف وار غزلیات ہیں، پھر چند فرد اور رباعیات، دوسرا اور کوئی کلام نہیں ہے"۔

ترقیمہ: ”تمام شد دیوانِ انشاء اللہ خان بتاریخ ھفدھم ماہ رمضان المبارک روز دو شنبہ ۱۲۳۶ھ“ - (ایضاً ، صص ۳۴ - ۴۳۳)

۴- فہرست نمبر ۵۴۷ - لائبریری نمبر ۵۹۵ - سائز ۹ × ۵ ۱/۴“ - صفحات ۸۲ - سطور ۱۵ - خط نستعلیق - ”اس مجموعے میں انشا کے ہزلیات ، غزلیات وغیرہ شامل ہیں اور یہ سب ردیف وار ہیں“ - (ایضاً ، ص ۴۳۴)

کتب خانۂ خدا بخش ، بانکی پور میں کلامِ انشا کے چار نسخے ہیں[1] :

۵- فہرست نمبر ۱۲ - پروگریس نمبر ۶۳۱۸ (کلیات) - اوراق ۲۸۶ - سطور غیر معین - خط نستعلیق - سالِ کتابت ۱۲۳۰ھ - کاتب محمد امین بیگ (بانکی پور ، ص ۲)

۶- فہرست نمبر ۱۳ - پروگریس نمبر ۶۳۴۲ (کلیات) - اوراق ۱۶۷ - سطور غیر معین - خط نستعلیق -

---

۱- انشا کی ایک مثنوی جو خالص ہندوستانی زبان میں ہے ، قاضی عبدالودود نے رسالہ ”معاصر“ پٹنہ ، حصہ اول ، میں شائع کرائی تھی - یہ مثنوی کلیات کے مطبوعہ نسخوں میں نہیں ہے اور قلمی نسخوں میں بھی صرف دو میں ہے اور یہ دونوں نسخے کتب خانۂ خدا بخش میں ہیں - قاضی صاحب نے مذکورہ مثنوی کے بارے میں جو نوٹ لکھا ہے ، اُس میں کلیات انشا کے متعلقہ نسخوں کا تعارف یوں کرایا ہے : ”شمار ۱۳ جو ۱۲۳۰ھ کا مکتوبہ ہے اور شمار ۳۷ جو ۱۲۶۱ فصلی کا لکھا ہوا ہے“ - یہاں شمار سے مراد ہینڈ لسٹ نمبر ہے - کتب خانۂ خدا بخش کے اُردو مخطوطات کی فہرست میں جو ہینڈ لسٹ نمبر دیے گئے ہیں ، اُن کے مطابق مذکورہ نسخے ہماری اِس فہرست (دیگر نسخے) کے نمبر ۵ و ۶ پر ہیں -

سال کتابت ۱۲۸۸ھ - کاتب عبدالغفار - (ایضاً ، ص ۲)

۷- فہرست نمبر ۱۴ - پروگریس نمبر ۳۳۸۹۲ (دیوان)- اوراق ۶۴ - سطور ۱۵ - خط نستعلیق - ناقص الآخر - (ایضاً ، ص ۲)

۸- فہرست نمبر ۱۵ - پروگریس نمبر ۶۳۸۹ (دیوانِ ریختی) - اوراق ۲۳ - سطور ۱۸ - خط نستعلیق - سالِ کتابت ۱۲۳۳ ف - کاتب شیخ سبحان احمد - (ایضاً ، ص۲)

۹- نسخۂ کلیات انجمن ترقی اُردو ، ہند :

فہرست نمبر ۴۶۹ - سالِ کتابت ۱۲۳۲ھ (اُردو ادب ، مارچ ۱۹۵۳ء ، ص ۱۵۰)

۱۰- نسخۂ کلیات مملوکہ ڈاکٹر محمد عبدالرحمٰن بارکر - (کنیڈا) :

"... یہ نقل انشا کے انتقال کے بعد تیار کی گئی - نستعلیق - اوراق ۳۲۳ - ۱۱ ، ۱۵ سطری - سائز ۱۰½ × ۷½" - مندرجات : غزلیات فارسی ، مثنوی شیر و برنج ، قصائد ، دیوانِ ہندی ، رباعیات ، قطعات ، دیوانِ بے نقط - ترکی ، پنجابی ، پشتو (کلام) ، مزید مثنویات ، دیوانِ ریختی" - (اُردو ادب ، ۱۹۶۸ء ، شمارہ ۲ ، ص ۹۷)

۱۱- نسخۂ جامعہ نظامیہ ، حیدرآباد دکن :

فہرست نمبر ۹۴ - یہ دیوان کا انتخاب ہے - ("نوائے ادب" ، اپریل ، ۱۹۶۴ء ، ص ۳۹)

۱۲- نسخۂ شاہان اودھ :

فہرست نمبر ۶۳۷ - یہ نسخۂ کلیات موتی محل میں تھا -

مندرجات :

فارسی منظومات	۲۸	صفحات (۱۵ شعر فی صفحہ)
ریختہ منظومات	۱۰۰	صفحات (تقریباً)

مثنوی شیر و برنج (فارسی)
۵۰ صفحات (۱۵ شعر فی صفحہ)

فارسی غزلیات	۳۲	صفحات
ریختہ غزلیات	۲۸۰	صفحات
رباعیات وغیرہ	۸	صفحات
منقبت	۴۸	صفحات
غزلیات بے نقط	۱۴	صفحات

ان کے علاوہ غزلیات و مثنویات[1] کا ایک اور حصہ ہے جس میں مثنوی ''سحر حلال'' بھی شامل ہے - ریختی اور کچھ نظمیں ''فقیروں کی زبان'' میں ہیں - (شاہان اودھ ، صص ۱۶ - ۱۵ ۴) آخرالذکر سے اشپرنگر کی مراد شاید پہیلیوں سے ہے -

۱۳- نسخہ مولوی محمد وجیہہ :

اس کی اطلاع بھی اشپرنگر ہی نے دی ہے کہ مولوی محمد وجیہہ (؟) کے پاس ایک عمدہ نسخہ کلیات تھا - (شاہان اودھ ، ص ۱۰۴)

۱۴- نسخہ کتب خانہ فیلسوف جنگ ، حیدرآباد دکن :

فہرست نمبر ۵۱۱ - (مطبوعہ فہرست - ''فن دواوین وغیرہ'' ، ص ۶)

۱- موتی محل میں مثنوی ''مرغ نامہ'' کا بھی ایک مخطوطہ مکتوبہ ۱۲۱۰ھ تھا - صفحات ۲۰ - فی صفحہ ۴ شعر (شاہان اودھ ، ص ۱۵۴)

رضا لائبریری ، رام پور میں کلامِ انشا کے پانچ نسخے ہیں[1] :

۱۵- لائبریری نمبر ۹۳۳ - دیوان - مکتوبہ ۱۲۲۲ھ - صفحات ۱۵۷ - (انشاء اللہ خاں انشا ، عہد اور فن ، ص ۱۸۳)

۱۶- لائبریری نمبر ۹۳۴ - دیوان[2] - مکتوبہ ۱۲۳۱ھ بخط امر سنگھ - صفحات ۲۳۲ - (ایضاً)

۱۷- لائبریری نمبر ۹۳۵ - دیوان - کاتب ، قاسم علی بن محمد علی بن محمد جعفر الخراسانی - صفحات ۲۴۲ - (ایضاً)

۱۸- لائبریری نمبر ۹۳۶ - دیوان - مکتوبہ ۱۲۸۴ھ - صفحات ۲۲۵ - (ایضاً ، ص ۱۸۵)

۱۹- لائبریری نمبر ۱۱۹۴ - قصائد - اوراق ۷ - (ایضاً)

ادارۂ ادبیات اُردو ، حیدر آباد دکن میں کلامِ انشا کے چار نسخے ہیں :

۲۰- فہرست نمبر ۸۵ -(دیوان) اوراق ۹۶ - سطور ۱۵ - سائز ۹ × ۵ ½″ - خط نستعلیق شکستہ آمیز - ''انشا کا یہ

۱- ''انشاء اللہ خاں انشا ، عہد اور فن'' میں انشا کے کلام کے قلمی نسخوں کی جو مختصر فہرست دی گئی ہے (ص ۱۸۳) ، اُس میں ''کلیات انشا (قلمی) مکتوبہ ۱۲۴۲ھ ، کاتب امر سنگھ'' کا بھی ذکر ہے ، لیکن یہ نہیں بتایا گیا کہ یہ نسخہ کس کتب خانے میں ہے - معلوم ہوتا ہے کہ کتاب مذکور کے مصنّف نے رام پور کے نسخۂ مکتوبہ امر سنگھ کو اپنی فہرست میں سہواً مکرر درج کر دیا ہے اور سالِ کتابت ۱۲۳۱ھ کی بجائے ۱۲۴۲ھ لکھ دیا ہے - مذکورہ مصنّف نے کلیات کے نسخوں کو بھی ''دیوان'' لکھا ہے - ۱۹۴۳ء میں جب ''دستور الفصاحت'' شائع ہوئی تھی تو اس کتب خانے میں کلیات کے دو نسخے تھے - ان کا ذکر عرشی صاحب نے ان الفاظ میں کیا ہے :

''کتاب خانۂ عالیہ رام پور دو نسخہ ہائے خطّیہ کلیاتش را داراست - یکی ازینہا بتاریخ ۱۱ ذیقعدہ ، ۱۲۳۱ھ بر دست امر سنگھ اتمام یافتہ است'' - (دستور ، حاشیہ ، ص ۱۰۷)

۲- یہ نسخۂ کلیات ہے - رک : حاشیہ ۱ -

دیوانِ غزلیات اس لیے خاص اہمیت رکھتا ہے کہ اس کے کاتب دکن کے ایک بہت بڑے اُردو شاعر میر احمد علی عصر ہیں جو حضرت فیض کے شاگرد رشید اور عزیز یار جنگ بہادر عزیز کے استاد تھے . . . انشا کے اس دیوان میں تقریباً تین ہزار اشعار ہیں اور چونکہ ایک بڑے شاعر نے اس کو نقل کیا ہے ، اس لیے بہت صحیح اور قابلِ اعتماد نسخہ ہے" ۔ ترقیمہ : ''تمت تمام شد بتاریخ هجدهم ماہِ جمادی الثانی ، ۱۲۶۸ھ بروز شنبہ بوقت مغرب در مکان میر تہور علی نبسۂ میر فضل علی خان ، از دست میر احمد علی المتخلص عصر ۔ باستصواب اوستاذنا و مولانا سر آمد شعرائے ہند و دکن ، جامع ہر کمال و ہر فن ، سلطان الشاعرین ، جناب حضرت مولوی حافظ میر شمس الدین صاحب قبلہ المتخلص بہ فیض ادام اللہ فیوضہ ، از دیوان مرزا احمد علی بیگ تخلص زور بطریق مشق برائے شوق خود ارقام نمودہ شد ۔ تمت بالخیر'' ۔ (ادبیاتِ اُردو ، اوّل ، ص ۸ - ۱۰۷)

۲۱- فہرست نمبر ۸۶ - (کلیات) اوراق ۱۹۰ - سطور ۱۴ - سائز $5\frac{1}{2} \times 8\frac{1}{2}$" - خط شکستہ ۔ ناقص الاول ۔ کیرم خوردہ ۔ ''غزلیں ، مثنویات ، رباعیات ، قطعاتِ تاریخی ، ہجویات ، ہزلیات اور مخمسات وغیرہ درج ہیں ۔ یہ نسخہ نہایت قدیم ہے اور بطور بیاض کے لکھا گیا ہے'' ۔ (ایضاً ، ص ۱۰۸)

۲۲- فہرست نمبر ۵۹۴ (دیوان) ۔ اوراق ۱۰ ۔ سطور ۹ - سائز 8×5" - یہ دیوان ''نامکمل ہے اور صرف غزلوں پر مشتمل ہے ۔ کاغذ اور کتابت و سیاہی قدیم ہے" ۔ (ایضاً ، سوم ، ص ۲۰۱)

۲۳- فہرست نمبر ۹۳۶ - اوراق ۱۳ - فی صفحہ ۱۴ شعر - سائز $5\frac{1}{2} \times 8\frac{1}{2}$" - ''ناقص الطرفین ہے مگر نہایت خوش خط ، بڑے اہتمام اور صحت کے ساتھ نقل کیا گیا

ہے۔ اکثر حاشیوں پر الفاظ کے نسخے (؟) اور اشعار درج ہیں۔ . . . ، ۱۲۵۰ھ سے قبل کی کتابت معلوم ہوتی ہے"۔ (ایضاً ، پنجم ، ص ۷۵)

۲۴- نسخۂ مرزا احمد علی بیگ زور :

اس کا ذکر مذکورہ بالا نسخہ نمبر ۲۰ کے ترقیمے میں ہے۔ معلوم نہیں یہ نسخہ اب کہاں ہے۔

کتب خانۂ کلیہ جامعہ عثمانیہ ، حیدر آباد دکن میں کلام انشا کے دو نسخے ہیں :

۲۵- فہرست نمبر ۷۴ (کلیات)۔ اوراق ۱۶۵۔ سطور ۱۲۔ سائز ۱۲ × ۶½"۔ خط نستعلیق شکستہ آمیز۔ بے حد کیرم خوردہ۔ "ورق ۴ ، ب سے قصائد شروع ہوتے ہیں۔ . . . غزلیں ورق ۱۹ ، الف سے شروع ہوتی ہیں۔ . . . ورق ۱۲۹ ، ب پر غزلیں ختم ہو جاتی ہیں۔ اس کے آخر میں ایک ترقیمہ ہے . . . :

تمت بالخیر دیوان میر انشاء اللہ خاں بتاریخ ۲ شہر صفرالمظفر ، ۱۳۳۰ھ۔ (کذا)

ورق ۱۳۰ ، الف سے ریختی کا دیوان شروع ہوتا ہے۔ . . . ورق ۱۶۱ ، ب پر ریختی کا دیوان . . . ختم ہو جاتا ہے۔ اس کے آخر میں ترقیمہ یہ ہے :

تمت تمام شد بتاریخ بست و نہم شہر صفرالمظفرھجری بروز شنبہ کاتب الحروف میر ابوالقاسم طباطبائی۔

ورق ۱۶۱ ، ب کے بعد ایک قصیدہ نظام الملک سلیمان شکوہ آصف جاہ کی مدح میں لکھا ہوا ہے"۔ (مخطوطات جامعۂ عثمانیہ ، ص ۴۷ - ۱۴۴)

"کلام انشا" (ہندستانی اکیڈیمی) کے دیباچے میں اس نسخے کا جو تعارف کرایا گیا ہے ، اُس میں اور مذکورہ تعارف میں بعض امور کا اختلاف ہے۔ "کلام انشا" کے دیباچہ نگار محمد رفیع نے لکھا ہے :

"... یہ سب سے پرانا نسخہ ہے، اور صحت
لحاظ سے سب سے بہتر۔ کیرم خوردہ ہو۔
باعث کہیں کہیں حرف ضائع ہو گئے ہیں
بیشتر پڑھ لیے جاتے ہیں۔ اس میں پہلے اُر
پانچ قصیدے، پھر غزلیں اور ان کے خاتمے
ترقیمہ ہے:

تمت بالخیر دیوان میر انشاء اللہ
بتاریخ ۲ شہر صفرالمظفر، ۱۲۳۰ ء
بروز یکشنبہ۔ تمت تمام شد۔

اگلے صفحے پر دیوانِ ریختی شروع ہوتا ہے
کے ختم پر یہ ترقیمہ ہے:

تمت تمام شد بتاریخ بیستم [کذا] و نہ
صفرالمظفر، ۱۲۳۰ ہجری بروز شنبہ
الحروف میر ابوالقاسم طباطبائی۔

پھر کاتب نے نئے صفحے سے بسم اللہ الرحمٰن
لکھ کر ایک قصیدہ اُنچاس شعر کا درج کیا۔

زہے فتوح کہ کھولیں دلوں سے یار
موافقت کی ہم دیں باختیار

اس قصیدے کے ختم پر پھر "تمت تمام شد"
ہے اور اس کے بعد انشا کی کچھ پہیلیاں
ہیں" ۔ (صص ۷ - ۲)

دیباچہ نگار نے حاشیے میں اُس قصیدے کے بارے
جس کا ایک شعر اُوپر درج ہوا ہے، لکھا ہے کہ
خواجہ احسن الدین بیان کا قصیدہ ہے جو
نظام علی خاں والیٔ حیدر آباد کی سالگرہ کی تہنیت
لکھا تھا"۔

۲۶- فہرست نمبر ۴۸ (دیوان) ۔ اوراق ۱۱۲ - سطور ۔
سائز $8\frac{1}{4} \times 7$"۔ شکستہ آمیز نستعلیق خط ۔ "یہ ۔
قصائد، غزلوں اور رباعیات کا مجموعہ ہے"۔ ترقی
"تمام شد دیوان انشاء اللہ خان بتاریخ پنجم شہر

روز پنجشنبہ ۱۲۳۰ ہجری"۔ (مخطوطات جامعۂ عثمانیہ، صص ۳۹ - ۱۳۸) "صحت کے لحاظ سے نسخہ اچھا نہیں" - (کلامِ انشا ، دیباچہ ، ص ۶)

ایشیاٹک سوسائٹی لائبریری ، کلکتہ میں کلامِ انشا کے تین نسخے ہیں :

۲۷- فہرست نمبر ۳۳ (دیوان) - لائبریری نمبر ۳۴ - (فہرست ایشیاٹک سوسائٹی ، ص ۳) - اس نسخے کے بارے میں جاوید نہال نے مندرجہ ذیل معلومات فراہم کی ہیں :

"یہ نسخہ کچھ ناقص ہے اور نامکمل بھی - غزلیات کا حصہ ۱۷۰ صفحات پر مشتمل ہے . . . غزلوں کے بعد . . . قصیدوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے - کئی قصائد مختلف لوگوں کی شان میں ہیں . . . خطی دیوان میں جابجا غلطیاں ملتی ہیں - کسی کم سواد کاتب کا نوشتہ ہے"۔ (بنگال ، صص ۵۱ - ۳۵۰)

۲۸- فہرست نمبر ۹۶ (کلیات) - لائبریری نمبر ۳۷۶ - (فہرست ایشیاٹک سوسائٹی ، ص ۴)

۲۹- فہرست نمبر ۴ (کلیات ، اُردو و فارسی) - اس نسخے پر لائبریری نمبر درج نہیں ہے - فہرست میں بھی اس قسم کے نسخوں کا اندراج الگ سلسلہ نمبر کے تحت کیا گیا ہے - (ایضاً ، ص ۱۰)

مولانا آزاد سنٹرل لائبریری ، بھوپال میں دیوانِ انشا کے دو نسخے ہیں :

۳۰- فہرست نمبر ۱ ، (ہماری زبان ، ۸ جنوری ، ۱۹۶۹ء ، ص ۸)

۳۱- فہرست نمبر ۲ - (ایضاً)

۳۲- **نسخۂ برٹش میوزیم ، لندن :**

فہرست نمبر ۸۲ - غزلیاتِ انشا کا یہ انتخاب ایک بیاض میں ورق ۳ ب سے ۳۵ الف تک ہے - یہ بیاض ۱۱۴ ،

اوراق پر مشتمل ہے ۔ سائز ۱۰ × ۶ ۱/۴" ۔ سطور ۹ ۔ خط نستعلیق ۔ سال کتابت غالباً ۱۸۲۶ء ۔ مرتّب بیاض نامعلوم ۔ مرتّب نے دیباچے میں لکھا ہے کہ جب وہ ۱۸۲۶ء میں شاہجہانپور میں رہتا تھا تو اُس کی ملاقات مارگن (Capt. Morgan ?) سے ہوئی ۔ اُس نے ایک بیاض مرتّب کرنے کے لیے کہا ۔ یہ بیاض غالباً خود مرتّب کی مکتوبہ ہے ۔ (برٹش میوزیم ، ہندوستانی ، ص ۸۲ - ۸۳)

۲۳۔ نسخۂ ہندستانی اکیڈیمی ، الٰہ آباد :

اس نسخۂ دیوان کے بارے میں ''کلامِ انشا'' کے دیباچہ نگار نے مندرجہ ذیل معلومات فراہم کی ہیں :

''نشان ۱ - ۸۱۱/۲۲۶ . . . کتابت ۱۱ مئی ۱۸۵۴ء (مطابق ۱۳ شعبان ، ۱۲۷۰ھ) کو ہوئی تھی ۔ اس کا ابتدائی ورق اور آخر کے کچھ اوراق نہیں ہیں ۔ لیکن کاغذ مضبوط اور خط صاف ہے . . . ابتدا میں چار قصیدے ہیں ۔ پہلا قصیدہ حمد میں . . . اس کے ابتدائی ۹ شعر نہیں ہیں ۔ دوسرا قصیدہ منقبت حضرت علی میں ہے . . . تیسرا قصیدہ جارج سوم شاہِ انگلستان کی مدح میں ۔ . . . اور چوتھا شاہزادہ سلیمان شکوہ کی مدح میں ہے . . . ان کے بعد غزلیں اور غزلوں کے بعد فردیات ، رباعیات اُردو اور فارسی ، پھر مقطعات کے عنوان سے تاریخی قطعات درج ہیں ۔ اس کے بعد چیستان اور پہیلیاں پھر مخمّسات ۔ مخمّسات کے ختم پر یہ ترقیمہ ہے :

تمت تمام شد دیوان تصنیف انشاء اللہ خاں بتاریخ یازدهم مئی ۱۸۵۴ عیسوی حسب الفرمایش صاحب والا مناقب [لی] صاحب بہادر دام اقبالہ ۔

صاحبِ فرمایش کا نام دھو دیا گیا ہے ۔ مگر
سیاقِ عبارت سے یقین ہوتا ہے کہ کسی انگریز
عہدہ دار کے لیے یہ کتاب لکھی گئی تھی ۔ اس
کے بعد مرزا قاسم جان مغل کی ہجو کے اشعار
ہیں اور مچھر کی ہجو اور مکھی کی نامکمل ہجو
ہے'' ۔ (دیباچہ ، صص ۸ - ۷)

۴۳۔ رک : مخطوطہ نمبر ۶۵ ۔

مطبوعہ نسخے : ۱۔ کلیاتِ انشا پہلی مرتبہ مطبع دہلی اُردو اخبار ، دہلی
سے شائع ہوا تھا ۔ اس پر تاریخِ طباعت ۴ رجب ،
۱۲۷۱ھ/۲۳ مارچ ، ۱۸۵۵ء درج ہے ۔ اس کا ایک نسخہ
کتب خانۂ خاص ، انجمن ترقی اُردو ، کراچی میں ہے ۔
اس پر پرنٹر اور پبلشر کی حیثیت سے محمد حسین کا نام
درج ہے ۔ اس سلسلے میں ''کلامِ انشا'' کے دیباچہ نگار
نے لکھا ہے :

''. . . 'دہلی اُردو اخبار' کے مدیر اور مالک مولوی
محمد باقر تھے ۔ اس لیے خیال ہوتا ہے کہ یہ محمد حسین
. . . عجب نہیں مولوی محمد باقر کے بیٹے مولوی
محمد حسین آزاد ہوں'' ۔ (دیباچہ ، حاشیہ ، ص ۹)

۲۔ مطبع نول کشور ، لکھنؤ سے ۱۸۷۶ء/۱۲۹۳ھ میں کلیات
شائع ہوا تھا ۔ اس کا ایک نسخہ مذکورہ کتب خانے
میں ہے ۔

۳۔ مطبع نول کشور ، کانپور سے ۱۸۹۴ء/۱۳۱۲ھ میں کلیات
شائع ہوا تھا ۔

۴۔ ہندستانی اکیڈیمی ، الہ آباد سے ۱۹۵۲ء میں ''کلامِ انشا''
کے نام سے انشا کا اُردو کلام شائع ہوا تھا جسے مرزا
محمد عسکری اور محمد رفیع نے مرتب کیا تھا ۔ اس کا
متن جامعۂ عثمانیہ ، حیدر آباد کے نسخے (مذکورہ بالا
نمبر ۲۵) پر مبنی ہے ۔ جامعۂ عثمانیہ کے دوسرے
قلمی نسخے (مذکورہ بالا نمبر ۲۶) ، ہندستانی اکیڈیمی

کے نسخے (مذکورہ بالا نمبر ۳۳) اور مذکورہ بالا تینوں مطبوعہ نسخوں سے بھی متن کی تصحیح میں استفادہ کیا گیا ہے - یہ نسخہ اس اعتبار سے بھی اہم ہے کہ طباعت سے پہلے اس کے متن کی تنقیح ڈاکٹر عبدالستار صدیقی نے کی تھی - یہ نسخہ نہایت احتیاط سے مرتب کیا گیا ہے ، حواشی میں اختلافِ نسخ کے ساتھ خاص خاص الفاظ کے معنی بھی دیے گئے ہیں - شروع میں مرزا محمد عسکری نے انشا کے حالات لکھے ہیں ، اور خصوصیاتِ کلام پر مفصل بحث کی ہے -

۵- ''کلیاتِ انشا'' مرتبہ خلیل الرحمٰن داؤدی کی پہلی جلد مجلس ترقی ادب ، لاہور کی طرف سے ۱۹۶۹ء میں شائع ہو چکی ہے - اس جلد میں صرف غزلیات اور مخمسات ہیں - شروع میں ڈاکٹر آمنہ خاتون کا مقدمہ ہے جس میں انشا کے مفصل حالات ہیں -

۶- ''رنگین و انشا'' کے نام سے نظامی بدایونی نے رنگین اور انشا کا ریختی کلام بدایوں سے شائع کیا تھا - اس کتاب پر سالِ طباعت درج نہیں ہے -

۷- مولانا حسرت موہانی نے انشا کے کلام کا انتخاب ۱۹۴۳ء میں کانپور سے شائع کیا تھا جو چوبیس صفحات پر مشتمل ہے - یہ انتخاب ، ''انتخابِ سخن'' کی گیارھویں جلد کے جزو اول میں شامل ہے - اس میں صرف غزلوں کا انتخاب ہے - آخر میں چند شعر ریختی کے بھی ہیں -

مصنف : انشا ، حکیم ماشاء اللہ مصدر کے بیٹے تھے - آبائی وطن نجف تھا جہاں سے انشا کے دادا دہلی آئے تھے - مصدر ، نامی گرامی طبیب تھے - وہ دہلی سے مرشد آباد چلے گئے ، وہیں سراج الدولہ کے عہد میں انشا پیدا ہوئے - سراج الدولہ کا عہد رجب ، ۱۱۶۹ھ (اپریل ، ۱۷۵۶ء) سے شوال ، ۱۱۷۰ھ (جون ، ۱۷۵۷ء) تک ہے -

۱۱۷۸ھ (۶۵ - ۱۷۶۴ء) سے قبل شجاع الدولہ کے عہد میں مصدر مع اہل و عیال لکھنؤ آئے اور پھر فیض آباد پہنچے ۔ انشا اُس وقت تقریباً نو برس کے تھے ۔ انشا کی تعلیم بہت عمدگی سے ہوئی ۔ کم عمری ہی میں انھوں نے مروجہ علوم کی تحصیل کر لی ۔ طب اور سپہ گری میں بھی مہارت حاصل کی ۔ شعرگوئی کا شوق کم عمری ہی سے تھا ۔ سولہ برس کی عمر میں دیوانِ ہندی مرتب کر لیا ۔ اسی عمر میں انشا شجاع الدولہ کے دربار سے وابستہ ہو گئے ۔ شجاع الدولہ کی وفات کے بعد لکھنؤ دوبارہ دارالحکومت بنا تو انشا اپنے والد کے ساتھ لکھنؤ آ گئے ۔ ۱۱۹۴ھ (۱۷۸۰ء) کے لگ بھگ انشا دہلی آئے ۔ کچھ عرصہ ذوالفقار الدولہ نجف خاں کے لشکر سے وابستہ رہے ، پھر شاہی دربار تک رسائی حاصل کی ۔ ۱۲۰۳ھ (۸۹ - ۱۷۸۸ء) میں انشا دوبارہ لکھنؤ گئے اور نواب الماس علی خاں کی سرکار میں ملازم ہو گئے ۔ ۱۲۰۵ھ (۹۱ - ۱۷۹۰ء) میں مرزا سلیمان شکوہ کی ملازمت اختیار کر لی ۔ مصحفی سے اُن کی معرکہ آرائی اسی ملازمت کے زمانے میں ہوئی ۔

۱۲۱۵ھ (۱ - ۱۸۰۰ء) کے قریب سعادت علی خاں کے دربار سے انشا وابستہ ہوئے ۔ یہ انشا کی زندگی کا زرّیں دور تھا ۔ انشا کو نواب سعادت علی خاں کے مزاج میں بے حد دخل تھا ۔ لیکن اس قربت کا انجام اچھا نہ ہوا ۔ تقریباً گیارہ برس تک دربار سے وابستہ رہنے کے بعد ۱۲۲۶ھ (۱۸۱۱ء) میں انشا ملازمت سے معزول کر دیے گئے ، اور انھوں نے نواب کے حکم سے خانہ نشینی اختیار کر لی ۔ انشا کا انتقال ۱۲۳۳ھ (۱۸ - ۱۸۱۷ء) میں ہوا ۔

انشا کی نثری تصانیف دریائے لطافت ، کہانی رانی کیتکی اور کنور اودے بھان کی ، لطائف السعادت ، سلک گوہر ، ترکی روزنامچہ اور مطرالمرام ہیں ۔ شعری تصانیف میں دیوانِ اُردو ، دیوانِ فارسی ، دیوانِ ریختی ، دیوانِ بے نقط ، قصائد و مثنویات اور دیگر اصنافِ سخن ہیں ۔

مآخذ : (۱) طبقات ، ۲۰۴ - (۲) شعرائے اُردو ، ۱۹ - (۳) شورش ، اول ، ۷ - (۴) مسرت ، ۲۳ - (۵) گلزار ، ۱۷ - (۶) گلشن سخن ، ۶۴ - (۷) ہندی ، ۲۳ - (۸) عیّار ، ۱۷ - (۹) حیدری ، ۳۳ - (۱۰) عشقی ، اول ، ۸ - (۱۱) دستور ، ۱۰۳ - (۱۲) گلشن ہند ، ۳۵ - (۱۳) عمدہ ، ۲۴ - (۱۴) سفینہ ، ۱۹ - (۱۵) مجمع ، ۶۷ - (۱۶) مجموعہ ، اول ، ۸۰ - (۱۷) دیوان ، ۳۰ - (۱۸) ابن طوفان ، ۳ ، ۲۶ ، ۷۷ ، ۸۱ - (۱۹) گلشن ، ۹ - (۲۰) مداغ ، ۹ ، الف - (۲۱) بہار ، ۴۷ - (۲۲) بے خزاں ، ۳۸ - (۲۳) نازنیناں ، ۱۷۰ - (۲۴) گلستان ، ۱۰ - (۲۵) خوش معرکہ ، اول ، ۳۱۱ - (۲۶) شعرائے ہند ، ۲۰۱ - (۲۷) سراپا سخن ، ۱۳۳ ، ۱۶۴ ، ۲۲۴ ، ۲۲۷ - (۲۸) یادگار ، ۳۴ - (۲۹) سخن شعرا ، ۵۲ - (۳۰) نادر ، ۳۵ - (۳۱) شمیم ، اول ، ۲۷ - (۳۲) طور ، ۱۶ - (۳۳) بزم ، ۱۹ - (۳۴) آب حیات ، ۱۷۱ ، ۲۴۵ ، ۲۵۹ ، ۳۱۷ - (۳۵) جلوہ ، اول ، ۱۶۱ - (۳۶) خم خانہ ، اول ، ۴۶۷ - (۳۷) تذکرۂ ریختی ، ۳ - (۳۸) معرکہ ، ۱۴۱ ، ۲۴۶ - (۳۹) تاریخ فرخ آباد ، ۲۴ - اُردو ترجمہ ، ۳۶۹ - (۴۰) وقائع عبدالقادر ، ۱۵۹ - (۴۱) گارسیں دتاسی ، دوم ، ۳۳ - (۴۲) سکسینہ : نظم ، ۱۷۹ - (۴۳) گل رعنا ، ۲۵۷ - (۴۴) شعرالہند ، اول ، ۹۳ - دوم ، ۱۰۲ - (۴۵) سیرالمصنّفین ، اول ، ۱۲۷ - (۴۶) لکھنؤ ، ۱۹۵ - (۴۷) دلّی ، ۲۲۸ - (۴۸) داستان ، ۱۶۷ - (۴۹) مرأة ، اول ، ۲۸۹ - (۵۰) تاریخ ادبیات ، ہفتم ، ۲۹۵ ، ۴۹۱ - (۵۱) بیل ، ۱۲۰ - (۵۲) میر حسن ، ۱۷۴ - (۵۳) اُردو مثنوی ، عقیل ، ۱۳۷ - (۵۴) اُردو مثنوی ، گیان چند ، ۳۵۵ - (۵۵) منظوم داستانیں ، ۱۸۲ - (۵۶) نثری داستانیں ، ۲۴۰ - (۵۷) انشاء اللہ خاں انشا ، عہد اور فن ، اسلم پرویز ، دہلی ، ۱۹۶۱ء - (۵۸) ''لطائف السعادت مصنّفہ انشا'' ، قاضی عبدالودود ، معاصر ، پٹنہ ، حصہ ۴ - (۵۹) ''میر ماشاء اللہ مصدر'' ، قاضی عبدالودود ،

معاصر ، پٹنہ ، حصہ ۲ - (۶۰) ''مصحفی اور انشا'' ، قاضی عبدالودود ، اُردو ادب ، علی گڑھ ، جنوری و اپریل ، ۱۹۵۱ء - (۶۱) ''کچھ انشا کے بارے میں'' ، قاضی عبدالودود ، نوائے ادب ، بمبئی ، جنوری ، ۱۹۵۱ء و اکتوبر ، ۱۹۵۳ء - (۶۲) ''انشا کی دو نادر کتابیں ، سلک گہر اور روزنامچہ بزبانِ ترکی'' ، امتیاز علی عرشی ، نیا دور ، لکھنؤ ، اپریل ، ۱۹۶۰ء - (۶۳) مصحفی ، حیات و کلام ، افسر امروہوی ، کراچی ، ۱۹۷۵ء ، ص ۱۰۸ - (۶۴) دلّی کالج میگزین ، خصوصی شمارہ ، دلّی کا دبستانِ شاعری ، دلّی ، ۱۹۶۱ء ، صص ۱۲۱ ، ۱۴۷ - (۶۵) حیاتِ انشا ، ایم عبدالعلی ، لاہور ، ۱۹۰۲ء - (۶۶) سعادت یار خاں رنگین ، ڈاکٹر صابر علی خاں ، کراچی ، ۱۹۵۶ء ، بمدد اشاریہ - (۶۷) دریائے لطافت ، بہ تصحیح و اہتمام مولوی احمد علی گوپاموی ، مطبع آفتاب عالمتاب ، مرشد آباد ، ۱۲۶۶ھ - (۶۸) دریائے لطافت ، مرتّبہ مولوی عبدالحق ، اورنگ آباد ، ۱۹۱۶ء - (۶۹) دریائے لطافت ، اُردو ترجمہ از پنڈت برجموہن دتاتریہ کیفی - اورنگ آباد ، ۱۹۳۵ء - (۷۰) کہانی رانی کیتکی اور کنور اودے بھان کی ، مرتّبہ مولوی عبدالحق ، اورنگ آباد ، ۱۹۳۳ء - کراچی ، ۱۹۵۵ء - کراچی ، ۱۹۷۵ء (آخرالذکر ایڈیشن کے مرتبین مولوی عبدالحق ، مولانا امتیاز علی عرشی اور قدرت نقوی ہیں) - (۷۱) لطائف السعادت ، مرتّبہ ڈاکٹر آمنہ خاتون ، میسور ، ۱۹۵۵ء - (۷۲) سلک گوہر ، مرتبّہ مولانا امتیاز علی عرشی ، رامپور ، ۱۹۴۸ء - (۷۳) ارمغان ، ۵ ، ۱۷ - (۷۴) دل کشا ، اوّل ۳۰ - (۷۵) بیاض ، ۳۸ - (۷۶) ''سید انشا کی ایک نادر تصنیف'' (مطرالمرام ، شرح قصیدہ طورالکلام) ، مقالہ از ڈاکٹر مختارالدین احمد ، مشمولہ ''ارمغانِ مالک'' دوم ، دہلی ، ۱۹۷۱ء -

• • •

٦٥

دیوانِ انشا [۲]

انشاء اللہ خاں انشا

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی -

نمبر : ۱۹۷۰ء۲۶

سائز : ۲۱½×۱۳½ س م

اوراق : ۱۲۲

سطور : ۱۳

زمانۂ کتابت : تیرھویں صدی ہجری کا ربع ثالث (قیاساً)

خط : نستعلیق ، اوسط -

کیفیت : نسخہ عمدہ حالت میں ہے - کاغذ باریک ، مٹیالا - ورق اوّل سے قبل ، جدید جلد سازی میں ایک سادہ ورق لگایا گیا ہے ، اُس پر ''غزلیات ہندی از انشا'' لکھا ہے - اسی ورق کے اُوپر کے دائیں کونے میں ''دیوانِ انشا مالک میرزا سکندر علی بیگ'' لکھا ہے - یہ نسخہ سندھ کے سابق حکمران تالپور خاندان کے کتب خانے کا ہے - ورق ۱ ، الف سادہ ہے - متن ۱ ، ب سے شروع ہوتا ہے - قصیدوں کے عنوانات لکھنے کے لیے جگہ سادہ رکھی گئی ہے ، شاید کاتب انھیں سرخ روشنائی سے لکھنے کا ارادہ رکھتا ہوگا ، جس کی نوبت نہیں آئی -

آغاز : ''صبا بترب کریم یار ترے ہیں ہر ایک۱ مبتلا (کذا)
کہ اگر الست برنکم تو ابھی کہے تو کہیں بلیٰ
ہوس جمال حبیب ہو تجھے کچھ دلا تو کلیم وش
نہ وہ لن ترانی اُدھر کی سن ارنی ہی کہنے پہ جی جلا
وہ جو مخمور۲ (کذا) مست لقارہ ہیں یہی آہ بھر کے کہیں ہیں وہ
کہ اسی تجلی نور نے ہیں۳ (کذا) مثل طور دیا چلا''

اختتام : [از قصیدہ در مدح شہزادہ سلیمان شکوہ] :
''کرنا و دہل و بوق کی آوازوں میں
ہم کو سوجھا کرے آرام و خوشی کی کروٹ
کھا کلا رنگ گریں تیرے سبھی اعدا یوں
راگ مالا میں کھنچی جیسے کہ ہو۴ (کذا)
بس سلیمان جہاں تو ہی ہو اور دنیا ہو
جب تلک گنبد مینا میں رہے چمکاہٹ''

مندرجات : غزلیات ورق ۱ ، ب تا ۱۰۳ ب
عشق کی تعریف میں ایک نظم ورق ۱۰۴ تا ۱۰۶ ، الف
دو قطعات تاریخ ورق ۱۰۶ ، الف
قصائد ورق ۱۰۶ ، الف تا ۱۲۲ ب

خصوصیات : اس نسخے میں انشا کا غیر مطبوعہ کلام بھی ہے ۔ مثلاً اوپر عشق کی تعریف میں جس نظم کا حوالہ آیا ہے ، وہ مطبوعہ نسخوں میں نہیں ہے ۔ یہ اکیاون اشعار کی نظم ہے ۔ اس کا آخری شعر یہ ہے :

عشق سے انشا کو بھی ارشاد ہے
شاد جو اس کا دل ناشاد ہے

دونوں قطعات تاریخ بھی جو مرہٹہ سردار سیندھیا کی موت پر کہے گئے تھے ، غیر مطبوعہ ہیں ۔

۱- نسخۂ مطبوعہ ، ص ۱ : . . . ترے ہیں ہر ایک یہ مبتلا
۲- ایضاً ، ص ۲ : محو ۳- ایضاً : ہمیں
۴- ایضاً ، ص ۳۱۲ : راگ مالا میں کھنچی جیسے کہ ہو صورت نٹ

اس نسخے میں اُردو اور فارسی غزلیں الگ الگ نہیں ہیں - ہر ردیف کے تحت اُردو غزلوں کے ساتھ فارسی غزلیں بھی لکھی گئی ہیں - غزلوں کے بعض اشعار بھی اس نسخے میں ایسے ہیں جو مطبوعہ نسخوں میں نہیں ہیں - مثلاً ذیل کا مقطع :

سیّد انشا نے عرش پر دیکھی
ہو بہو اپنے پیر کی صورت

اس نسخے میں غزلیات کا اختتام اچانک ہوتا ہے ، جیسے کاتب نے لکھتے لکھتے چھوڑ دیا ہو - آخری غزل کے صرف تین شعر ہیں ، جن میں سے آخری یہ ہے :

پیچ نیچے کے ترے حقہ پہ بولے ہیں یہی
گر سنے کوئی عجوبہ ہے یہ حق حق سانپ کی

نسخۂ مطبوعہ (صص ۲۵ - ۲۲۴) میں اس غزل میں مزید آٹھ اشعار ہیں ، نیز اس غزل کے بعد بھی متعدد غزلیات ہیں جو زیرِ نظر مخطوطے میں نہیں ہیں -

ورق ۲ ، الف ؛ ۳۰ ب ، اور ۳۱ ب کے حاشیوں پر انشا کا ریختی کلام اضافہ کیا گیا ہے - یہ اضافہ کاتب مخطوطہ کے قلم سے نہیں ہے -

اس نسخے میں کتابت کی اغلاط خاصی ہیں - کاتب غیر محتاط ہے -

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ٦۴ -

● ● ●

٦٦

دیوانِ بیان

خواجہ احسن الدین خاں بیان

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو ، کراچی۔

نمبر : قا ۳/۱۳۳

سائز : ۲۰$\frac{۳}{۴}$ × ۱۶$\frac{۱}{۴}$ س م

اوراق : ۵۲

سطور : ۱۷

کاتب : سیّد محمد علی عرش ملیح آبادی ۔

تاریخِ کتابت : ۱۶ صفر ، ۱۳۲۷ھ [م : ۹ مارچ ، ۱۹۰۹ء]

خط : نستعلیق ، اوسط ۔

مہر : ورق ۱ ، الف پر بیضوی مہر ہے جس میں حاشیے پر انگریزی میں اور اندر اُردو میں ''سیّد محمد علی ملیح آبادی'' لکھا ہے ۔

کیفیت : کاغذ ولایتی ، دبیز ، چکنا ، سفید ۔ عنوانات اور تخلّص سرخ روشنائی سے ۔ ورق ۱ ، الف پر ذیل کی عبارت پورے صفحے پر پھیلا کر لکھی گئی :

"۸۶ء

دیوانِ بیان
یعنی
خواجہ احسن اللہ خاں شاگرد حضرت
مظہر جانِ جاناں
کی
فکر کا نتیجہ
جس کو
خاکسار سیّد محمد علی ملیح آبادی نے بمقام
کھمم ، اندرونِ قلعہ ، ایک صحیح نسخے سے نقل کیا
اور مختصر دیباچے کا اضافہ بھی کیا
ماہِ صفر ۱۳۲۷ھ"

ورق ۱ ، ب تا ۴ ب سادہ ہیں - یہ اوراق شاید دیباچہ اور بیان کے سوانح زندگی لکھنے کے لیے سادہ رکھے گئے تھے - متن ورق ۵ ، الف سے شروع ہوتا ہے ، اس پر صفحہ نمبر ۱ درج کیا گیا ہے - آخری ورق پر صفحہ نمبر ۹۶ درج ہے - آیندہ سطور میں انھیں صفحات نمبر کے حوالے دیے جائیں گے - متن ص ۹۳ پر ختم ہوتا ہے - ص ۹۴ ، ۹۵ پر فہرست مضامین ہے - ص ۹۶ سادہ ہے -

بعض جگہ کاتب نسخۂ منقول عنہ کی عبارتیں پڑھ نہیں سکا - ایسے مقامات پر نقطے لگائے گئے ہیں - اس کی مثالیں متعدد صفحات پر ملتی ہیں - مثلاً ص ۴۱ ، ۴۲ ، ۴۵ ، ۵۰ وغیرہ پر -

اس نسخے کا نسخۂ منقول عنہ سے بعدِ کتابت مقابلہ کیا گیا ہے - ص ۴۵ پر پنسل سے ایک یادداشت بقلم کاتب ہے - "یہاں تک صحت ہو گئی - ۱۶ شعبان ، ۱۳۲۷" -

آغاز :
"کیا کیجیے بیان اس کے وجوب اور قدم کا
طاقت نہ زباں کی ہے نہ مقدور قلم کا
آدابِ رہِ نعت پیمبر نہ بیاں ہوں
لوں خامہ صفت سر سے اگر کام قلم کا

کیا مدح کروں آل اور اصحاب کی اس کے
یہ مرتبہ کب ہے مری تحریر و رقم کا
بندے سے ثنا حضرت اُستاد کی کیا ہو
مظہر ہے خداوند کی وہ شانِ اتم کا
سنتا ہے بیاں عذر ترے سب ہیں یہ مسموع
کیا مدح کرے جس کو سلیقہ نہیں ذم کا"

اختتام : "مثنوی ریختہ :

مجھے ایک ہی نام سے کام ہے
وہی کام آغاز و انجام ہے
محب نبی فخر دنیا و دیں
امام ھدیٰ قبلۂ راستیں
خدایا بحق بنی فاطمہ
اسی نام پر ہو مرا خاتمہ
یہی نام لیتا رہوں گور میں
یہی نام لوں حشر کے شور میں
نجانو (کذا) کچھ نام کے میں سوا
یہی اسم اعظم ہے نام خدا
زباں پر یہی نام مجھ کو رہے
اسی نام سے کام مجھ کو رہے
بیاں بس اسی نام کو یاد رکھ
دو عالم سے خاطر کو آزاد رکھ"

ترقیمہ : "درگھمم سیت ضلع ورنگل ملکِ نظام بعرصہ سہ یوم اختتام یافت ، ۱۶ صفرالمظفر ، ۱۳۲۷ھ ، روز سہ شنبہ - بقلم خود هیچمدان سیّد محمد علی ملیح آبادی - [دستخط] سیّد محمد علی کان اللہ لہ" -

مندرجات : ۱- غزلیات ص ۱ تا ۵۳

۲- [قطعہ] "در مبارک سالگرہ حضور پرنور"
[نظام الملک آصف جاہ] ص ۵۳ (دو شعر)

۳- ''مطلع دعائیہ بجناب خداوند لعمت مدظلہ العالی''
[نظام الملک آصف جاہ]　　ص ۵۵

۴- ''در مدح بندگان عالی نواب نظام الملک
میر نظام علی خان بہادر آصف جاہ''
ص ۵۵ (۷ شعر)

۵- ''مخمّس بر ریختہ مرزا رفیع السودا''
[غزل سودا : خشک ہونے سے ہمارا دیدۂ تر پاک ہے]
ص ۵۵ تا ۵۶ (۶ بند)

۶- مخمّس کا ایک بند
[مصرعِ اول : مری دشمن ہوئی شب مہتاب]
ص ۵۶

۷- ''مخمّس بر ابیات نعمت خان عالی''
ص ۵۶ تا ۵۷ (دو بند)

۸- [رباعی] ''در تعریف خضاب عالمگیر بادشاہ گزرانید''
ص ۵۷

۹- ''بجناب حضرتِ پیر و مرشد دام برکاتہ''
[مولانا فخرالدین کی مدح میں دو رباعیاں]
ص ۵۷

۱۰- [رباعی] ''در مدح حضور پُرنور''
[نظام الملک آصف جاہ]　　ص ۵۷

۱۱- رباعیات [تعداد : ۳۸]　　ص ۵۸ تا ۶۴

۱۲- ''قصیدہ در منقبت''　　ص ۶۴ تا ۶۷ (۲۴ شعر)

۱۳- مرثیہ [شہیدانِ کربلا کا]　　ص ۶۷ تا ۶۹ (۱۱ بند)

۱۴- فارسی اشعار پر تضمین
[۷ بند]　　ص ۶۹ تا ۷۱

۱۵- ''مثنوی ردالابراد رو ئے سخن بہ میر سجاد''
[تعداد اشعار : ۱۰۱ - اس میں دوسروں کے جو فارسی اشعار بطور سند دیے گئے ہیں وہ شمار نہیں کیے گئے][1]
ص ۱ تا ص ۷۷

۱۶- [مثنوی] ''چہک نامہ'' [تعداد اشعار : ۶۶ - اس میں بہت سے پرندوں کے نام یک جا کیے گئے ہیں]
ص ۷۸ تا ۸۱

۱۷- [مثنوی در تعریف] ''چاہ مومن خاں''
[تعداد اشعار : ۳۲] ص ۸۲ تا ۸۳

۱۸- ''مخمّس بر ریختہ انعام اللہ خاں یقین''
[۵ بند - مصرع یقین :
گالی بھی پی گئے ہیں ماریں بھی کھائیاں ہیں]
ص ۸۳ تا ۸۵

۱۹- ''سہ مصرع بر شعر مخلص'' [فارسی] ص ۸۵

۲۰- ''عرض آداب بجناب پیغمبر علیہ السلام و آلہ الکرام''
[۱۲ شعر] ص ۸۵ تا ۸۶

۱- اس مثنوی کا موضوع یہ ہے کہ کسی محفل میں کسی نے بیان کے اس شعر منقبت :

آسماں پر دست قدرت نے لکھی ہے اس کی مدح
نا سمجھ جس کے تئیں کہتے ہیں خط استوا

پر اعتراض کیا کہ :

ہے سما پر استوا یارو کہاں
یہ تو ہے فرق زمین و آسماں

اس محفل میں مشہور شاعر میر سجاد بھی تھے - اُنھوں نے معترض کو مناسب جواب دیا - بیان نے یہ واقعہ لکھنے کے بعد اپنے شعر کے صحیح ہونے کے سلسلے میں شعرائے فارسی کے کلام سے اسناد پیش کی ہیں - میر سجاد کی تعریف بھی کی ہے اور کہا ہے کہ ان سے میری آشنائی نہ تھی لیکن اُنھوں نے از خود میری طرف داری کی ہے -

۲۱- مرثیہ امام حسین [چھ چھ اشعار کے ۱۵ بند]
ص ۸۶ تا ۹۰
۲۲- "قصیدہ در مدح نواب میر نظام علی خان بہادر آصف جاہ" [تعداد اشعار : ۳۹] ص ۹۰ تا ۹۳
۲۳- "مثنوی ریختہ" [۷ شعر - رک : اختتام]
ص ۹۳

ردیف ی کی غزلوں کے درمیان مندرجہ ذیل کلام بھی ہے :

(۱) [قطعہ] "در مدح بندگان خداوند عالم پناہ نظام الملک میر نظام علی خان بہادر آصف جاہ دام اقبالہ" ۔ [۵ شعر] ص ۵۱
(۲) م ، الف ، نون اور ر کی ردیفوں کے سات متفرق اشعار۔ ص ۵۳
(۳) ردیف و کی ۵ شعر کی غزل ص ۵۳

منظومات کے درمیان ص ۸۷ پر نون کی ردیف کی ایک غزل ہے ۔

خصوصیات : بیان کے دیوان کا یہ مخطوطہ گو مختصر ہے ، لیکن اسے مکمل دیوان تسلیم کرنے میں کوئی قباحت نہیں ۔ خود بیان نے "مثنوی رد الایراد . . ." کے آغاز میں اپنے دیوان کو "ڈیڑھ جزو کی کلیات" کہا ہے ۔ غزلیں عموماً مختصر ہیں ۔ ہر حرف کی ردیف میں غزلیں ہیں ، لیکن بیشتر ردیفوں میں ایک ایک غزل ہے ۔ زیادہ غزلیں الف ، ن اور ی کی ردیفوں میں ہیں ۔

اس مخطوطے کے حواشی پر مولوی عبدالحق نے بھی پنسل سے کچھ یادداشتیں لکھی ہیں ۔ ص ۱۰ پر "از بیاض خرد" کے الفاظ لکھ کر ذیل کے دو شعر درج کیے ہیں :

آونا خط کا جدائی کے سبب پر ہے دلیل
دیکھنا اس کا لہ ہو یا رب نصیبوں میں لکھا

میری طرف سے نامے کو قاصد سمجھ سجن
کچھ تو بھلا لکھا تھا پیارا کہ خط لکھا

ص ۳۳ پر ''منقول از بیاض قدیم'' کے الفاظ لکھ کر ذیل کے تین شعر نقل کیے ہیں :

زبان خاموش یا ذکر خدا کے نام میں راکھو
بنایا ہے اسے جس کام کوں اس کام میں راکھو

چاہتے ہو جو رونق وصلی
خط اصلاح لے کے صاف کرو

یہی مضمون خط ہے احسن اللہ
کہ حسن ماہ رویاں عارضی ہے

آخری شعر بیان کا نہیں ، احسن اللہ احسن کا ہے (نکات الشعرا ، ص ۲۷) ۔ مذکورہ بالا دیگر اشعار بھی زبان و بیان کے اعتبار سے بیان کے معلوم نہیں ہوتے ۔ دونوں شاعروں کے ناموں میں یکسانیت کی وجہ سے مولوی صاحب کو غلط فہمی ہوئی ہے ۔

ص ۹۷ پر مثنوی چھک نامہ کے سلسلے میں یہ الفاظ مولوی صاحب کے قلم سے ہیں :

''ان تمام پرندوں کے شعر نقل کر لیے جائیں'' ۔

دیگر نسخے : ۱۔ نسخہ کتب خانہ سالار جنگ ، حیدر آباد دکن :

فہرست نمبر ۵۴۷ ۔ لائبریری نمبر ۵۷۶ ۔ سائز ۹ × ۵" ۔ صفحات ۱۲۹ ۔ سطر ۱۵ ۔ خط نستعلیق ۔ ترقیمہ :

''بموجب فرمایش نواب حیات الدولہ سلطان مرزا خان بہادر حیدرآباد ، تحریر فی التاریخ ۲۲ جمادی الاول ، ۱۲۰۸ھ'' ۔ (سالار جنگ ، صص ۶ - ۴۲۵)

نصیرالدین ہاشمی نے اپنے ایک مقالے[۱] میں بھی اس

۱۔ ''کتب خانہ نواب سالار جنگ کے بعض نایاب اُردو قلمی دیوان'' ۔ ماہنامہ ''آج کل'' دہلی ، جولائی ، ۱۹۵۸ء ۔

مخطوطے کی تفصیلات پیش کی ہیں ۔ سالار جنگ اور انجمن کے مخطوطوں میں کلام یکساں ہے ، البتہ ترتیب میں جزوی اختلاف ہے ۔

اس نسخے کے بارے میں سخاوت مرزا لکھتے ہیں :

''. . . نسخہ مکمل اور خوش خط ہے مگر اس میں . . . بعض نظمیں نہیں ہیں ۔ مثلاً 'ہجو مرزا فیضو' . . . نصیرالدین ہاشمی صاحب نے اس کا سنہ کتابت ۱۲۰۸ھ قرار دیا ہے جو صحیح نہیں ہے ۔ صفحہ اوّل و آخر پر سیّد محمد علی خان بہادر کی مستطیل مہر ثبت ہے جس پر ۱۲۲۱ھ کندہ ہے ۔ نیز یہ کہ جب اس دیوان میں بعض قطعاتِ تاریخی ۱۲۱۰ھ کے درج ہیں تو ۱۲۰۸ھ سنہ کتابت صحیح نہیں ہو سکتا ۔ دیوان کے سرورق پر ان کا نام اس طرح لکھا ہے 'دیوان احسن الدین خان بہادر تخلّص بیان' . . . [یہ نسخہ] مرزا سلطان المخاطب بہ سلطان مرزا خان بہادر حیات الدولہ کی ِملک میں رہ چکا ہے ۔ ممکن ہے اس کا سنہ کتابت ۱۲۱۸ھ ہو اور ۱۲۲۱ھ میں نواب حیات الدولہ کے ہاتھ آیا ہو'' ۔ (اُردو نامہ ، شمارہ ۱۹ ، صص ۳۴ - ۳۳)

۲- نسخہ' کتب خانہ' آصفیہ ، حیدر آباد دکن :

فہرست نمبر ۳۹ ۔ لائبریری نمبر ''دواوین ۲۹۸۹۹''۔ سائز ۸ × ۵'' ۔ صفحات ۱۴۴ ۔ سطور ۹ ۔ خط شکستہ ۔ سالِ کتابت ۱۲۰۰ھ ۔ ''اس دیوان میں ردیف وار غزلیات ، رباعیات ، مخمّس ، قصیدہ ، ہجو ، مثنوی وغیرہ شامل ہیں'' ۔ (آصفیہ ،اوّل ، صص ۳۱ - ۳۰)

اس نسخے کے بارے میں سخاوت مرزا لکھتے ہیں :

''اس میں ۲۰۴ غزلیات ، ۴۰ رباعیات ، ۴ مخمّس ، ایک مختصر مثنوی در تعریف چاہ مومن خاں ، ۲۳

ابیات کی اور دوسری ، در جواب ایراد ، ۱۰۱ ابیات پر مشتمل ہے . . . ایک واسوخت (۴ صفحات) قصیدہ در منقبت حضرت علی (۱۴ بیت) ۔''
(اُرڈو نامہ ، شمارہ ۱۶ ، ص ۳۳)

۳۔ نسخہ مولانا آزاد لائبریری ، ذخیرہ حبیب گنج ، علی گڑھ ،
اس کا ذکر ڈاکٹر مختارالدین احمد نے کیا ہے (حیدری ، حاشیہ ، ص ۴۰) لیکن تفصیلات فراہم نہیں کیں ۔

۴۔ نسخہ حسرت موہانی :
مولانا حسرت موہانی کے پاس بھی دیوانِ بیان کا ایک قلمی نسخہ تھا ۔ اسی کا انتخاب انھوں نے شائع کیا تھا ۔

۵۔ نسخہ لالہ سری رام :
مولف خم خانہ جاوید کے پاس بھی دیوانِ بیان کا ایک نسخہ تھا ۔ اُنھوں نے اپنے تذکرے میں اسی سے کلامِ بیان کا انتخاب دیا ہے (اول ، ۶۱۷) بنارس یونیورسٹی لائبریری کے ذخیرۂ سری رام کی جو فہرست شائع ہوئی ہے ، اس میں اس دیوان کا ذکر نہیں ہے ۔[1]

۶۔ مہتمم عثمانیہ ریڈنگ روم و لائبریری حیدرآباد دکن کے ذاتی ذخیرۂ کتب میں بھی دیوان بیان کا ایک نسخہ تھا ۔ مولوی عبدالحق نے اس مخطوطے کو دیکھا

۱۔ نصیرالدین ہاشمی کی اطلاع کے مطابق ترتیبِ دیوان کے بعد کا بیان کا کلام ''مجموعہ فصاحت'' از شاہ تجلّی میں شامل ہے۔(''آج کل'' ، دہلی ، جولائی ، ۱۹۵۸ ، ص ۵۲)
مولوی عبد الحی لکھتے ہیں کہ دیوانِ بیان کا ایک نسخہ انڈیا آفس میں ہے ۔ (گلِ رعنا ، ص ۱۹۶) لیکن مطبوعہ فہرست سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی ۔

اور اس کے بارے میں "اُردوئے معلّی" میں ایک مقالہ بھی لکھا تھا (مکمل حوالہ "ماخذ" کے تحت) ۔ معلوم نہیں یہ نسخہ اب کہاں ہے ۔ مولوی عبدالحق نے اپنے مقالے میں جو تفصیلات دی ہیں ، اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ بڑی حد تک انجمن ترقی اُردو کے زیر نظر نسخے کے مطابق تھا ۔

مطبوعہ نسخے : دیوانِ بیان شائع نہیں ہوا ۔ نصیرالدین ہاشمی لکھتے ہیں : "ڈاکٹر عبدالستار صدیقی . . . دیوانِ بیان کو مرتّب کر رہے تھے ۔ اُمید ہے کہ جلد شائع ہو جائے گا ۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے حیدرآباد سے پورا کلام یک جا کر لیا ہے" (کتب خانۂ نواب سالار جنگ کے بعض نایاب قلمی دیوان" ، مقالہ محولہ بالا ، ص ۵۲) ۔

۱۹٦۱ء میں عبدالرزاق قریشی نے یہ اطلاع دی تھی : "عرصہ ہوا ڈاکٹر عبدالستار صدیقی صاحب نے ایک صحبت میں فرمایا تھا کہ وہ اسے [دیوانِ بیان] مرتّب کر رہے ہیں" ۔ (مرزا مظہر جان جاناں اور ان کا اُردو کلام ، ص ۱۱) ۔ ۱۹٦۷ء میں ڈاکٹر مختارالدین احمد نے اس سلسلے میں لکھا تھا : "متعدد نسخوں سے اس کا تنقیدی متن جناب ڈاکٹر عبد الستار صدیقی نے طباعت کے لیے تیار کیا ہے ۔ ابھی حال میں اطلاع ملی ہے کہ جناب عبدالرزاق قریشی اسے بمبئی سے عنقریب شائع کرنے والے ہیں" ۔ (حیدری ، حاشیہ ص ۴) ۔ لیکن تاحال (اکتوبر ، ۱۹۷۵ء) یہ نسخہ شائع نہیں ہوا ۔

انتخابِ بیان :

مولانا حسرت موہانی نے دیوانِ بیان کا مختصر انتخاب (۵ صفحات) کانپور سے شائع کیا تھا جو سلسلۂ انتخاب

دواوین کی جلد چہارم ، جزو اوّل میں شامل ہے ۔
سالِ طباعت درج نہیں ۔ اس جلد کا جزو دوم ۱۹۴۳ء
میں شائع ہوا تھا ۔ ممکن ہے کہ جزو اوّل بھی اسی
سال شائع ہوا ہو ۔

مصنّف : بیان کا نام تذکروں میں ''احسن اللہ خاں'' اور
''احسن الدین خاں'' دونوں طرح آیا ہے ۔ بعض تذکروں
میں انھیں ''خواجہ'' بھی لکھا گیا ہے ۔ صحیح
''احسن الدین خاں'' ہے جو ''مناقب فخریہ'' میں نواب
عمادالملک غازی الدین خاں نظام نے لکھا ہے (ص ۲۳۹) ۔
بیان کے عماد الملک سے گہرے مراسم تھے ، اور ایک
عرصے تک دونوں کا ساتھ رہا ہے ، اس لیے عماد الملک کا
بیان قابلِ اعتماد ہے ۔ بیان کے شاگرد گلاب چند ہمدم نے
بھی اپنے ایک قصیدے میں نام ''احسن الدین خاں'' ہی
لکھا ہے (دیوان ہمدم ، ص ۶۰۱) ۔ بیان کا خاندان کشمیر
سے تعلق رکھتا تھا (ذکا ، سرور ، قاسم) ۔ پیدائش اکبر آباد
کی ہے (حیرت) ۔ نشو و نما اور تربیت دہلی میں ہوئی ۔ بیان
شاعری میں مرزا مظہر جان جاناں کے شاگرد تھے ۔ روحانی
تربیت اپنے مرشد شاہ فخرالدین دہلوی سے حاصل کی تھی ۔
یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ بیان دہلی کب آئے ، لیکن عالمگیر
ثانی کے عہد تک (۱۱۷۳ھ/۱۷۵۹ء) ان کا قیام دہلی میں رہا ۔
(ایمان) ۔ قائم نے لکھا ہے کہ بیان ''فنِ ندیمی'' یعنی مصاحبت
میں ماہر تھے ۔ اس سے واضح ہے کہ ان کا ذریعۂ معاش
یہی ''فن'' تھا ۔ اشرف علی فغان سے تعلق کا ذکر قائم نے
کیا ہے اور شاہ محمد حمزہ مارہروی نے فص الکلمات میں
لکھا ہے کہ بیان ۱۱۸۴ھ (م : ۱ - ۱۷۷۰ء) میں نواب
عماد الملک کے ساتھ مارہرہ آئے تھے ۔ اس بیان سے یہ نتیجہ
نکالنا غلط نہ ہوگا کہ بیان نواب مذکور کے ساتھ دہلی
سے نکلے اور ان کے ساتھ ہی مختلف علاقوں میں مقیم رہے ۔
نواب عماد الملک ۱۱۸۷ھ (م : ۷۴ - ۱۷۷۳ء) میں دکن

پہنچے اور پھر وہاں سے بندر سورت کے راستے بذریعہ جہاز حج کے لیے روانہ ہو گئے (ماثرالامرا ، دوم ، کلکتہ ، ۱۸۹۰ء ، صص ۵۵-۸۵۴)۔ گمان غالب ہے کہ بیان سفرِ دکن میں نواب مذکور کے ساتھ ہوں گے ، اور وہ دکن ہی میں رہ گئے ہوں گے ۔

دیوانِ بیان میں نظام الملک آصف جاہ ثانی کی مدح میں قصیدے اور قطعات وغیرہ موجود ہیں ۔ ان کی بنا پر یہ قیاس غلط نہ ہوگا کہ بیان آصف جاہی دربار سے وابستہ ہو گئے تھے ۔ بیان کا انتقال صفر ۱۲۱۳ھ [م: جولائی ، اگست ۱۷۹۸ء] میں ہوا ۔ گلاب چند ہمدم (شاگرد بیان) نے قطعۂ تاریخِ وفات کہا ۔ مادۂ تاریخ ''استاد از جہان رفت'' ہے ۔

مآخذ : (۱) ریختہ گویاں ، ۲۷ - (۲) فص الکلمات از شاہ محمد حمزہ مارہروی ، ۱۸۴ ، الف (بحوالہ : دستور ۸۳) - (۳) مخزن ، ۱۲۶ - (۴) مقالات ، ۲۷ - (۵) چمنستان ، ۵۲ - (۶) طبقات ، ۲۴۰ - (۷) منتخب ، ۱۱۵ - (۸) شعرائے اُردو ، ۲۶ - (۹) شورش ، اوّل ، ۸۳ - (۱۰) مسرت ، ۳۲ - (۱۱) گلزار ، ۳۴ - (۱۲) گلشنِ سخن ، ۶۸ - (۱۳) تکملۃ الشعرا ، ۳ ، ب (بحوالہ : دستور ، ۸۳) - (۱۴) ہندی ، ۳۶ - (۱۵) دستور ، ۸۲ - (۱۶) عیّار ، ۷۰ - (۱۷) حیدری ، ۴۰ - (۱۸) عشقی ، اوّل ، ۸۴ - (۱۹) گلشنِ ہند ، ۵۵ - (۲۰) عمدہ ، ۱۴۴ - (۲۱) سفینۂ ہندی ، ۲۶ - (۲۲) مجمع ، ۶۸ - (۲۳) مجموعہ ، اوّل ، ۲۳ - (۲۴) طبقاتِ سخن (بحوالہ : ہماری زبان ، ۲۲ جنوری ، ۱۹۶۰ء) - (۲۵) نشترِ عشق ، ۱۰۶ ، الف (بحوالہ : دستور ، ۸۳) - (۲۶) آزردہ ، ۲۷ و ۲۷ - (۲۷) بے جگر در ردیف ب - (۲۸) گلشن ، ۳۷ - (۲۹) بہار ، ۸۸ - (۳۰) گلستان ، ۳۸ - (۳۱) شعرائے ہند ، ۱۵۴ - (۳۲) یادگار ، ۴۰ - (۳۳) سخنِ شعرا ، ۷۰ - (۳۴) دلکشا ، اوّل ، ۵۱ - (۳۵) خزینہ ، ۱۵۲ - (۳۶) شمیم ، اوّل ، ۲۴ - (۳۷)

ارمغان ، ۱۸ - (۳۸) صبح ، ۷۰ - (۳۹) طور ، ۱۹ -
(۴۰) بزم ، ۲۴ - (۴۱) شعرائے دکن ، اوّل ، ۳۰۸ -
(۴۲) خمِ خانہ ، اوّل ، ۶۱۷ - (۴۳) جواہر ، اوّل ، ۲۹۳ -
(۴۴) بیاض ، ۱۸ - (۴۵) گارسیں دتاسی ، اوّل ، ۳۰۹ -
(۴۶) گلِ رعنا ، ۱۹۶ - (۴۷) سکسینہ ، نظم ، ۲۱۸ -
(۴۸) شعرالہند ، اوّل ، ۱۱۸ - (۴۹) دلّی ، ۲۶۰ -(۵۰)
مرأۃ ، اوّل ، ۱۴۴ - (۵۱) میر و سودا ، ۲۲۷ - (۵۲) تاریخِ
ادبیات ، ہفتم ، ۲۱۶ - (۵۳) بیل ، ۷۰ - (۵۴) قاموس ،
اوّل ، ۱۴۵ - (۵۵) مناقب فخریہ ، از نواب عماد الملک
غازی الدین خاں نظام ، اُردو ترجمہ ، کراچی ، ۱۹۶۱ء ،
۲۷۹ - (۵۶) میرزا مظہر جان جاناں اور اُن کا
اُردو کلام ، عبدالرزاق قریشی ، بمبئی ، ۱۹۶۱ء ، ص ۱۱۱ -
(۵۷) ''احسن اللہ خاں بیان'' ، مولوی عبدالحق ،
اُردوئے معلّٰی ، علی گڑھ ، دسمبر ، ۱۹۰۵ء - (۵۸)
تحقیقی جائزے ، اوّل ، ڈاکٹر اکبر حیدری کشمیری ،
لکھنؤ ، ۱۹۶۸ء - مقالہ : ''احسن اللہ خاں بیان'' ، ۸۰ -
(۵۹) ''خواجہ احسن اللہ بیان'' ، ڈاکٹر خلیق انجم ، دلّی
کالج میگزین ، دلّی کا دبستان شاعری نمبر ، ۱۹۶۱ء - (۶۰)
''احسن اللہ بیان'' سخاوت مرزا ، ''اُردو نامہ'' ، کراچی ،
شمارہ ۱۶ ، اپریل تا جون ، ۱۹۶۴ء - (۶۱) دیوانِ ہمدم ،
گلاب چند ہمدم ، حیدر آباد دکن ، ۱۲۸۰ھ ، ص ۵
و ۶۰۱ -

● ● ●

٦٧

دیوانِ بیدار

میر محمدی بیدار

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو ، کراچی ۔

نمبر : قا ۱۳۵/۳

سائز : ۲۱ × ۱۴ س م

اوراق : ۱۱۲

سطور : ۱۲

زمانۂ کتابت : تیرھویں صدی ہجری کا ربع ثانی (قیاساً)

خط : ورق ۳۵ ، الف تک نستعلیق شکستہ مائل ، کاتب نہایت بدخط ہے ۔ اس کے بعد کے اوراق کسی دوسرے کاتب کے قلم سے ہیں جس کا خط شکستہ ، عمدہ ہے ۔

مہر : ورق ۱ ، الف پر ۱/۴ ۱ مربع ۱ س م سائز کی ایک مہر ہے جس پر یہ عبارت درج ہے :

"محمد سراج الدین ولد ایاز الدین ۱۲۷۰"

کیفیت : مجلد ، لیکن جلد علحیدہ ہو چکی ہے ۔ معمولی طور پر کِرم خوردہ ۔ کاغذ دبیز ، سفید ۔ یہ مخطوطہ کسی کھاتے کے باقی ماندہ اوراق پر لکھا گیا ہے ۔ کسی کسی ورق کے کنارے پر ہندی میں لوگوں کے نام مع تاریخ اور مہینہ درج ہیں ۔ آگے واجب الوصول رقم لکھی ہے ۔ ورق ۱ ، الف پر آغازِ دیوان سے پہلے کسی کم سواد شخص نے یہ

عبارت لکھی ہے : ''ایں را دیوان بیدار گوید ۔ ایں دیوانہ کتاب از خانہ میاں علی انور خاں ہست ، برادر دیوان انور خاں ولد دیوان نور بیگ خاں الغان . . . [ناخوانا] شہر بھوپال تال اگر دیگر داوا (کذا) بکند خلاف . . .''۔ آگے کی عبارت جلد سازی میں کٹ گئی ہے ۔ متن ورق ۱۱۰ ، ب پر ختم ہوتا ہے ، اسی ورق سے ایک فارسی عبارت شروع ہوتی ہے جو شاہ ولایت پناہ المعروف بہ قدرت اللہ کی کسی تصنیف کا اقتباس ہے جس میں امیرالدولہ حیدر بیگ خاں اور سرفرازالدولہ حسن رضا خاں کا ذکر ہے ۔

: ''ہے نام ترا باعثِ ایجاد رقم کا
محتاج نہیں وصف ترا لوح و قلم کا
مقدور بشر کب ہے تری حمد سرائی
کیا قطرۂ ناچیز سے اوصاف ہو یم کا
کیا جانیے کیا جلوہ نما تو ہے کہ یاں تو[1]
ہے داغ تری یاس سے دل دیر و حرم کا
گر دست کشاں جلوہ توفی[2] (کذا) ہو تیرا
تو پہونچوں ، وگرنہ نہیں مقدور قدم کا
تجھ گنج محبت کا طلب گار پھروں ہوں
نے طالب دینار نے[3] (کذا) مشتاق درم کا''

: ''بروز مرگ کہ خواہد شدن اذیت نزع
کہ سخت می شود آں دم بجاں صعوبت نزع
بحال خستۂ بیدار مرحمت فرما
بنام خویش دمِ واپسیں تمام نما
بحق احمد مختار و حیدر کرار
بحق بنت نبی و ائمۂ اطہار''

صح ، مطابق نسخہ مطبوعہ ، ''ہندستانی اکیڈیمی'' ، ص ۱ : کیا نے کہاں جلوہ نما . . .
صح ، ایضاً : جذبۂ توفیق ۳۔ صحیح ، ایضاً : نہ

مندرجات :	غزلیات	ورق ۱ ، الف تا ۶۹ ب	
	مخمّسات (آٹھ عدد)	ورق ۶۹ ، ب تا ۷۱ ب	
	مسدس در نعت	ورق ۷۱ ، ب تا ۷۴ ب	
	مخمّسات (دو عدد)	ورق ۷۴ ، ب تا ۷۵ ب	
	رباعیات	ورق ۷۵ ، ب تا ۷۷ ، الف	
	فارسی کلام	ورق ۷۷ ، الف تا ۱۱۰ ب	

فارسی کلام میں پہلے رباعیات ہیں ، پھر قطعات تاریخ ۔ ایک منظوم مکتوب ہے ۔ اس کے بعد غزلیں ہیں ۔ آخر میں دیگر منظومات ۔

خصوصیات : مخطوطے اور مطبوعہ نسخے (ہندستانی اکیڈمی) میں اُردو کلام تقریباً برابر ہے ۔ صرف چند غزلیں مطبوعہ میں زائد ہیں ۔ یا پھر غزلوں کی ترتیب دونوں نسخوں میں قدرے مختلف ہے ۔ مطبوعہ و مخطوطہ میں اختلافِ متن البتہ خاصا ہے ۔ اس کی ایک دو مثالیں :

مخطوطہ :

حصولِ فقر گر چاہے ہے چھوڑ اسباب دنیا کو
لگا دے آگ یک سر بسترِ سنجابِ دنیا کو
رکھیں ہیں حق پرستاں ترک جمیعت میں جمعیت

مطبوعہ :

. . . . چاہے تو چھوڑ . . . . .
. . . . سنجاب و دیبا کو
رکھے ہیں . . . .

مخطوطے میں کتابت کی اغلاط بھی خاصی ہیں ۔ خصوصاً شروع کے ۳۵ ، اوراق میں جن کا کاتب حد درجہ بے احتیاط ہے ، شاید ہی کوئی صفحہ ایسا ہو گا جو اغلاط سے پاک ہو ۔

دیگر نسخے : انڈیا آفس میں دیوانِ بیدار کے دو نسخے ہیں :

۱- فہرست نمبر ۱۵۶ - اوراق ۸۷ - سائز ۹ × ۵½"-
سطور ۱۳ - خط نستعلیق - بہت کیرم خوردہ ہے - اس
میں اُردو غزلیات کے بعد رباعیات ، مخمسات ، مسدسات ،
(جن میں سے بعض فارسی ہیں) اور فارسی مثنویاں اور
غزلیں ہیں - ترقیمہ : ''تمت تمام شد دیوانِ بیدار از طبع
زاد شاہ صاحب مشفق . . . شاہ مہدی صاحب سلمہ اللہ
المتخلص بہ شاہ بیدار بحسب ایمائے شریف ایشاں بندہ
اوحد الدین در بلدۂ بدایوں بتاریخِ ششم رجب المرجب
یوم یک شنبہ بوقت دوپہر در سنہ ۱۱۹۴ ھجری مقدسہ
بدستخط خود باتمام رسانیدہ ـ الخ'' - (انڈیا آفس ، ص ۸۱)
فہرست نگار نے لکھا ہے کہ یہ نسخہ خود مصنّف کا
مکتوبہ ہے - لیکن مذکورہ ترقیمے سے اس کی تائید نہیں
ہوتی - یہ نسخہ اس اعتبار سے اہم ہے کہ مصنف کی فرمایش
پر لکھا گیا تھا -

۲- فہرست نمبر ۱۵۷ - اوراق ۱۴۶ - سائز ۱۰½ × ۸" -
سطور ۱۳ تا ۱۵ - خط نستعلیق - آخری اوراق قدرے
کیرم خوردہ - انیسویں صدی عیسوی کا مکتوبہ - اس
کے شروع میں فارسی دیوان ہے - (ایضاً ، ص ۸۱)

۳- **نسخۂ کتب خانۂ آصفیہ ، حیدرآباد دکن :**
فہرست نمبر ۴۲ - لائبریری نمبر ''دواوین ۱۰۹۶'' -
سائز ۹ × ۶" - صفحات ۵۸ - سطور ۱۱ - خط نستعلیق -
''اس دیوان میں صرف ردیف وار غزلیات ہیں'' -
ترقیمہ : ''در ماہ رمضان ، ۱۲۶۴ھ بست و چہارم ،
در ڈیوڑھی نواب شمس الامرا بہادر کتابت دیوانِ بیدار
تمام شد'' - (آصفیہ ، اوّل ، صص ۳۲ - ۳۱)

۴- **نسخۂ انجمن ترقی اُردو ہند :**
فہرست نمبر ۵۳۳ - (اُردو ادب ، مارچ ، ۱۹۵۳ء ،
ص ۱۵۳)

۵- نسخہ شاہان اودھ :

فہرست نمبر ۶۰۱ - تقریباً ۷۰ صفحات - ۲۰ سطور - غزلیات اور چند رباعیات - قدیم نسخہ - (شاہان اودھ ، ص ۶۰۲)

۶- نسخہ کتب خانہ کلیہ جامعہ عثمانیہ ، حیدرآباد دکن :

فہرست نمبر ۳۱ - اوراق ۹۲ - سطور ۱۰ - سائز $8\frac{1}{2} \times 5\frac{3}{4}$" - خط نستعلیق - مکتوبہ ۱۲۱۲ ہجری - کاتب ہدایت بیگ - یہ دیوان ایک مجموعے میں ورق ۹۲ ، الف تک ہے (اس کے بعد دیوان یقین ہے) - ''ورق ۸۱ ، ب تک غزلیں ہیں ، ۸۲ ، الف و ب پر نا تمام غزلوں کے مطلعے اور مقطعے اور متفرق اشعار درج ہیں - ورق ۸۳ ، الف [سے] مخمسات شروع ہوتے ہیں . . .'' - (جامعہ عثمانیہ ، ص ۱۳۳)

۷- نسخہ رضا لائبریری ، رام پور :

دیوان بیدار کا ۱۲۳۶ھ کا مکتوبہ نسخہ رضا لائبریری ، رام پور میں ہے - (دستور ، حاشیہ ، ص ۷۵)

۸- نسخہ جلیل قدوائی :

دیوان بیدار (ہندستانی اکیڈمی) کا متن جن دو قلمی نسخوں پر مبنی ہے ، ان میں سے ایک نسخہ مرتب دیوان جلیل قدوائی کی ملکیت تھا جو اب مولانا آزاد لائبریری ، مسلم یونیورسٹی ، علی گڑھ میں ہے - جلیل قدوائی نے اس نسخے کے بارے میں یہ اطلاعات فراہم کی ہیں - ''دیوان بیدار بانگ درا سائز کے ۱۴۷ صفحوں پر مشتمل ہے . . . کاغذ پرانا ، بادامی ، چکنا ، کہیں سے خراب نہیں ہوا ہے - اس میں چھوٹی بڑی ۲۲۶ غزلیں ہیں - ۲۶ رباعیاں ، ۲ نعتیہ مسدس اور ۱۱ مخمس . . . دیوان کی ترتیب میں یہ جدت ہے کہ

ردیف وار غزلوں کے ساتھ رباعیاں بھی درج ہیں ۔
کتابت باریک ہے اور جا بجا املا اور ہجا کی غلطیاں
ہیں ۔ کاتب کا نام نبی بخش ہے ۔ خوش خط نہیں ہے ۔
خود اعتراف کرتا ہے : 'بہ خط بد خط نبی بخش' ۔
مگر کتابت صاف ہے ۔ سال ِ کتابت درج نہیں ۔[1] لیکن
بیدار کی زندگی کے زمانے کا نسخہ نہیں ہے کیونکہ
آخر میں خود لکھا ہے :

''تمام شد دیوان من تصنیف مولوی محمدی بیدار
صاحب اکبر آبادی مرحوم و مغفور' ۔''[2]
(مقدمہ ، دیوان ِ بیدار ، صص ۹ - ۸)

۹۔ نسخۂ مولانا احسن مارہروی :

دیوان ِ بیدار کی تدوین میں جلیل قدوائی نے جو دوسرا
نسخہ استعمال کیا ہے ، وہ مولانا احسن مارہروی کی
ملکیت تھا جو اب مولانا آزاد لائبریری ، مسلم یونیورسٹی،
علی گڑھ میں ہے ۔ اس نسخے کے بارے میں جلیل قدوائی
لکھتے ہیں : ''احسن صاحب کا نسخہ ناقص و نا مکمل
ہے اور کسی حد تک زیادہ پرانا معلوم ہوتا ہے اور
اس کا کاتب بھی بہت بد خط ہے . . . اس سے پوری
ایک غزل نئی ملی اور اشعار تو بہت سے ملے'' ۔
(ایضاً ، ص ۳۱)

۱۔ حاشیہ از جلیل قدوائی :
''کتاب کے خاتمے پر یا شروع میں تاریخ ِ کتابت کے طور پر کہیں
سال وغیرہ نہیں درج ہے لیکن ِ جلد کھولتے ہی جو ورق ملتا ہے
اس کے ایک کنارے پر کسی دوسرے خط میں بالکل غیر متعلق
طریقے پر یکم ماہ فروری ، ۱۸۳۲ء لکھا ہے'' ۔

۲۔ جلیل قدوائی نے یہ بھی لکھا ہے :
''مختلف تذکروں سے مقابلہ کرنے پر یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ
بعض اشعار یا غزلیں میرے نسخے میں نہیں ہیں'' ۔ (مقدمہ ،
ص ۸) ۔

۱۰- **نسخۂ عبدالقدوس پادشاہ :**

یہ نسخہ مدراس کے ایک رئیس عبدالقدوس پادشاہ کے ذاتی کتب خانے سے محمد حسین محوی کو ملا تھا ۔ یہ دیوان ایک مجموعے میں ہے جس میں تاباں ، درد ، سودا اور بیدار کے دواوین شامل ہیں ۔ یہ بیدار کا مکمل دیوان نہیں ، بلکہ مختصر انتخاب ہے ۔ محمد حسین محوی نے ''دیوانِ بیدار'' کی تدوین میں اس سے استفادہ کیا ہے ۔ مذکورہ مجموعے کے صفحات تقریباً پانچ سو ہیں ۔ (مقدمہ ، دیوانِ بیدار ، مرتّبہ محوی) ۔

مطبوعہ نسخے: ۱- پہلی مرتبہ دیوانِ بیدار محمد حسین محوی نے مرتّب کر کے مدراس سے ۱۹۳۵ء میں شائع کیا تھا ۔ اس کا متن دو نسخوں پر مشتمل ہے جن میں سے ایک تو عبدالقدوس پادشاہ کا نسخہ تھا ، جس کا ذکر اُوپر آ چکا ہے ، دوسرا مولوی عبدالحق کا نسخہ تھا جو انجمن ترقی اُردو ، کراچی میں ہے ، اور اس وقت زیرِ تبصرہ ہے ۔ اس مطبوعہ نسخے میں ۲۱۶ غزلیات ، ۱۳ متفرق شعر ، دس خمسہ جات ، ۱۲ بند کا مسدس ، بعنوان ''سلام بحضور سرور کائنات'' اور ۱۶ رباعیاں شامل ہیں ۔ اس نسخے میں بیدار کا فارسی کلام بھی شامل ہے ۔

۲- دوسری مرتبہ ''دیوانِ بیدار'' ہندستانی اکیڈمی الٰہ آباد کی طرف سے ۱۹۳۷ء میں شائع ہوا تھا ۔ اسے جلیل قدوائی نے مرتّب کیا تھا ۔ اس کا متن جلیل قدوائی کے اپنے اور مولانا احسن مارہروی کے ذاتی نسخے پر مبنی ہے ۔ اپنے طریقِ تدوین کے بارے میں جلیل قدوائی نے لکھا ہے ۔ ''بعض جگہ دونوں نسخوں کے متن میں اختلاف تھا ۔ ایسے موقعوں پر میں نے شاعر کے زمانے کی زبان کا خیال رکھا ہے اور اپنی محدود بصیرت کے مطابق جو صورت بہتر اور زیادہ صحیح معلوم ہوئی اسے متن میں قائم رکھا ہے ۔ ہاں اختلاف ظاہر کرنے کو دوسری

صورت حاشیہ پر دکھا دی ہے ۔ جہاں کہیں کتابت کی غلطیاں تھیں ، وہاں بھی اپنے عقل و ذوق کو راہ دی ہے'' ۔ (مقدمہ ، ص ۹) اس نسخے میں بیدار کا صرف اُردو کلام ہے ۔

مصنّف : بیدار کا نام تذکروں میں مختلف طرح سے آیا ہے ۔ میر حسن اور مصحفی چونکہ بیدار سے ذاتی طور پر واقفت تھے ، اس لیے ان دونوں کے بیانات کی بنیاد پر صحیح نام ''محمد علی'' اور عرفیت ''میر محمدی'' قرار دی جا سکتی ہے ۔ اس کی تائید شاہ کمال کے بیان سے بھی ہوتی ہے جنھوں نے نام میر محمد علی اور عرفیت شاہ محمدی لکھی ہے ۔ بیدار نام سے زیادہ عرفیت سے پہچانے جاتے ہیں ۔ اُن کا ''میر محمدی'' اور ''شاہ محمدی'' دونوں ہی طرح مشہور ہونا قرین ِ قیاس ہے کیونکہ بقول قاضی عبدالودود ''تصوّف کے علاقے کے باعث لوگ شاہ بھی کہتے ہوں گے'' ۔ (اشتر و سوزن ، ص ۵۰)

بیدار کو تذکروں میں عام طور پر ''میر'' لکھا گیا ہے ، اس لیے ذکا اور قاسم نے انھیں سادات میں سے بتایا ہے ۔ وطن کے سلسلے میں تذکرہ نگاروں میں اختلاف ہے ۔ شوق نے بدایوں ، ذکا ، سرور اور قاسم وغیرہ نے اکبرآباد اور شیفتہ اور باطن وغیرہ نے دہلی کو وطن بتایا ہے ۔ بدایوں کو وطن لکھنا درست نہیں ہو سکتا کیونکہ شوق کے بیان کی تائید کسی دوسرے ذریعے سے نہیں ہوتی[1] ۔ بیدار چونکہ آخر عمر میں اکبر آباد چلے گئے تھے ۔ اس لیے بعض تذکرہ نگاروں نے انھیں اکبر آبادی الاصل سمجھ لیا ۔ اگر بیدار کا وطن اکبر آباد ہوتا تو باطن اس بات کو

۱۔ بیدار کا بدایوں میں قیام ضرور رہا ہے جس کی تائید دیوان بیدار ، نسخہ انڈیا آفس (دیگر نسخے : ۱) کے ترقیمے سے ہوتی ہے ۔ لیکن اس بنا پر بدایوں کو بیدار کا ''وطن'' نہیں کہا جا سکتا ۔

خوب بڑھا چڑھا کر بیان کرتا ۔ لیکن باطن نے بیدار کے اکبر آباد آنے اور اپنے دادا سے ان کے دوستانہ مراسم کا ذکر تو کیا ہے ، لیکن بیدار کو دہلوی الاصل ہی بتایا ہے ۔ جب تک بیدار کے اکبر آبادی الاصل ہونے کی کوئی قطعی دلیل نہ مل جائے ، ان کا وطن دہلی ہی تسلیم کرنا ہوگا ۔

مختلف تذکرہ نگاروں ، خصوصاً میر کے بیان کی روشنی میں بیدار کا سالِ ولادت ۱۱۴۵ھ (م : ۳۳ - ۱۷۳۲ء) کے لگ بھگ قرار پاتا ہے ۔ دہلی میں ان کا قیام عرب سرائے میں تھا (مصحفی ، ذکا وغیرہ) ، بیدار ۱۱۶۸ھ (سالِ تالیف مخزن نکات) سے قبل درویشی اختیار کر چکے تھے ۔ وہ پہلے شاہ عبدالستارؒ کے اور بعد میں مولانا فخرالدینؒ کے مرید ہوئے ۔ اِنھیں دونوں بزرگوں کے فیضِ تربیت سے بیدار درویشی کی طرف اس حد تک مائل ہوئے کہ بقول سرور ، دنیاوی تعلقات سے آزاد ہو گئے ۔ مصحفی نے ان کے لباسِ درویشی کی یہ تفصیل لکھی ہے : ''قامت حال خود را بہ لباس درویشی آراستہ دارد یعنی پھینٹھ گیروی بر سرتاج می بندد و دیگر لباس او بطور دنیاداران است'' ۔ (ہندی)

بیدار ۱ - ۱۲۰۰ھ کے لگ بھگ دہلی سے اکبر آباد چلے گئے اور وہیں انھوں نے وفات پائی ۔ مصحفی نے لکھا ہے کہ ''از چندے در اکبر آباد رونق افزاست'' ۔ (ہندی) ۔ کریم الدین نے اس بیان کی بنیاد پر ''درمیان ۱۷۹۳ء کے وہ اکبر آباد میں رہتا تھا'' لکھا ہے ۔ کریم الدین نے خاتمۂ تذکرۂ ہندی ۱۲۰۹ھ (م : ۹۵ - ۱۷۹۴ء) کے پیشِ نظر یہ تصور کر لیا کہ بیدار ۱۲۰۹ھ سے ایک دو برس قبل اکبرآباد میں رہتے ہوں گے ، اور یہ صحیح ہے ۔ لیکن لالہ سری رام نے کریم الدین کے بیان سے نہ جانے کیوں یہ نتیجہ نکال لیا کہ بیدار کا انتقال ۱۷۹۴ء میں ہوا ۔ مولوی عبدالحی نے گلِ رعنا میں یہی سالِ وفات لکھ کر اس کے ساتھ ۱۲۰۹ھ بھی لکھ دیا ۔ اس سنہ کی ایسی شہرت ہوئی کہ

بعد کے تمام ادبی مورخوں نے مولوی عبدالحی کی تقلید میں بیدار کا سال وفات ۱۲۰۹ھ لکھا ۔

صحیح سال وفات ۱۲۱۲ھ (م : ۹۸ - ۱۷۹۷ء) ہے جو عشقی نے لکھا ہے ۔ عشقی ، بیدار کا ہم عصر تھا ، اس لیے اس کے بیان کو تسلیم نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

تذکرہ نگاروں نے بیدار کو مرتضیٰ قلی فراق ، شاہ حاتم اور خواجہ میر درد کا شاگرد لکھا ہے ۔ فراق کی شاگردی میں کوئی شک نہیں کیونکہ اس سلسلے میں ایسے تذکرہ نگاروں کی شہادت موجود ہے جو بیدار کے ہم عصر ، یا ان سے ذاتی طور پر واقف تھے ۔ جہاں تک شاہ حاتم اور میر درد کا شاگرد ہونے کا تعلق ہے تو اس کا کوئی ٹھوس ثبوت نہیں ملتا ۔ اگر بیدار ، ان دونوں کے یا ان میں سے کسی ایک کے شاگرد ہوتے تو کم از کم میر ، قائم ، میر حسن اور مصحفی اس کا ذکر ضرور کرتے ۔ بیدار فارسی اور اُردو دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے ۔ فارسی میں کم کہتے تھے ۔

ماخذ : (۱) نکات ، ۱۳۲ - (۲) ریختہ گویاں ، ۲۵ - (۳) مخزن ، ۱۶۷ - (۴) چمنستان ، ۵۰ - (۵) طبقات ، ۱۱۵ - (۶) گل عجائب ، ۲۴ - (۷) شعرائے اُردو ، ۳۱ - (۸) شورش ، اول ، ۷۷ - (۹) مسرت ، ۳۶ - (۱۰) گلزار ، ۴۷ - (۱۱) گلشن سخن ، ۷۵ - (۱۲) عقد ، ۱۴ - (۱۳) ہندی ، ۳۱ - (۱۴) عیار ، ۶۳ - (۱۵) حیدری ، ۴۲ - (۱۶) عشقی ، اول ، ۷۸ ، ۹۱ ، ۹۲ - (۱۷) گلشن ہند ، ۵۹ - (۱۸) عمدہ ، ۱۲۲ - (۱۹) مجمع ، ۶۹ - (۲۰) مجموعہ ، اول ، ۱۱۷ - (۲۱) دیوان ، ۹۴ - (۲۲) بے جگر ، در ردیف ب ۔ (۲۳) دستور ، ۴۷ - (۲۴) گلشن ، ۳۵ - (۲۵) بہار ، ۸۷ ۔ (۲۶) آزردہ ، ۲۷ ، ۱۷ - (۲۷) بے خزاں ، ۴۲ - (۲۸) گلستان ، ۳۶ - (۲۹) شعرائے ہند ، ۱۵۶ - (۳۰) سراپا سخن ، ۱۲۵ ، ۲۶۷ ، ۲۶۹ - (۳۱) یادگار ، ۴۳ - (۳۲)

قطعہ ، ۲۶ - (۳۳) سخنِ شعرا ، ۴۷ - (۳۴) شمیم ، اول ، ۱۰۲ - (۳۵) روز ، ۱۳۱ - (۳۶) طور ، ۱۹ - (۳۷) بزم ، ۲۵ - (۳۸) جلوہ ، اول ، ۱۴۰ - (۳۹) خم خانہ ، اول ، ۶۶۳ - (۴۰) ارباب ، ۹ - (۴۱) گارسیں دتاسی ، اول ، ۳۱۲ - (۴۲) سکینہ ، نظم ، ۲۱۴ - (۴۳) گلِ رعنا ، ۲۰۰ - (۴۴) شعرالہند ، اول ، ۱۴۳ - (۴۵) دلّی ، ۲۵۸ - (۴۶) مرأۃ ، اول ، ۲۶۶ - (۴۷) میر و سودا ، ۳۸۲ - (۴۸) تاریخِ ادبیات ، ہفتم ، ۲۱۹ - (۴۹) خواجہ میر درد ، ۲۱۰ - (۵۰) "میر مہدی بیدار" ، مقالہ از حسرت موہانی ، اُردوئے معلّٰی ، علی گڑھ ، دسمبر ، ۱۹۰۳ء (بحوالہ مقدمہ دیوانِ بیدار مرتبہ محوی) - (۵۱) دل کشا ، اول ، ۵۵ - (۵۲) ارمغان ، ۱۹ - (۵۳) بیاض ، ۲۵ -

● ● ●

٦٨

کلیاتِ پروانہ

جسونت سنگھ پروانہ

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو ، کراچی ۔

نمبر : قا ۳/۱۰۸

سائز : $24\frac{5}{8} \times 16\frac{1}{2}$ س م

اوراق : ۲۳۳

سطور : ۱۱

کاتب : نام درج نہیں ۔ بعض حصے خود مصنّف کے قلم سے ہیں ، جن کی تفصیل آگے آئے گی ۔

سالِ کتابت : اس میں پروانہ کے پسر کوچک کا قطعۂ تاریخِ وفات ۱۲۲۵ھ شامل ہے ۔ اس لیے کتابت کا زمانہ ۱۲۲۵ھ [م : ۱۸۱۰ء] سے ۱۲۲۸ھ [م : ۱۸۱۳ء] (سالِ وفات پروانہ) تک متعین کیا جا سکتا ہے ۔

خط : نستعلیق اوسط ۔ مصنّف کے اضافے خط شکستہ میں ہیں ۔

مہریں : شرف الدین احمد خاں کی ۱۲۴۳ھ کی مہر ورق ۱ ، الف پر ہے ۔ ”اقتدار الدولہ محتشم الملک مہدی علی خان بہادر ضیغم جنگ“ کی ۱۲۶۶ھ کی مہر ورق ۱ ، الف ؛ ٦ ، الف اور ۴۴ ، الف پر ہے ۔

کیفیت : مخطوطہ اچھی حالت میں ہے ۔ ماضی قریب میں اس کی جلد سازی ہوئی ہے ۔ تمام اوراق کے گرد نئے کاغذ کا حاشیہ لگایا

گیا ہے ، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جلد سازی سے پہلے یہ نسخہ خاصی خستہ حالت میں تھا ۔ تاہم بعض اوراق اب بھی خاصے بوسیدہ اور آب رسیدہ ہیں اس وجہ سے بعض الفاظ پڑھنے میں نہیں آتے ۔ ہر صفحے پر نیلی اور سرخ جدولیں ہیں ۔ آمنے سامنے لکھے ہوئے مصرعوں کی درمیانی جگہوں پر ہر صفحے پر اوپر سے نیچے دو طرفہ سرخ لکیریں ہیں ۔ غزلوں کے مقطعے ، جن کے مصرعے صفحے کے درمیان اوپر نیچے لکھے گئے ہیں ، دو سرخ لکیروں کے درمیان ہیں ۔ تخلّص اور عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں ۔ کاغذ باریک ، چکنا اور زردی مائل ہے ۔

آغاز : ”میں نے کل عرض یہ کی پیر خرد سے جا کر
کہ غم و درد سے اب تنگ ہے عرصہ دل پر
[ناخوانا] . . . موئے میاں کے ہم دست[1]
زلف معشوق . . . [ناخوانا] . . . حال ابتر
اخگر سرخ ہے ہر قطرۂ خونناب سر شک
سینۂ تفتہ دہکتا ہے برنگِ مجمر
باد و باراں سے نہ ہو نفع جو بے موسم ہو
سود یوں گریہ و نالے سے نہیں غیر ضرر
روزِ روشن ہے شب مرگ کی مانند سیاہ
شامِ غم دیکھیے تو وہ بھی ہے صبح محشر“

اختتام : ”ناز کے وقت دیکھ کر غمزے
لاکھوں کرنے لگی شتر غمزے
گر لگوں اور عیب بتلانے
جی لگے گا ہر اک کا متلانے
اس سے کرتا ہوں ہجو اب موقوف
جوڑے کا جوڑا ہے غرض معروف

۱۔ ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ (ورق ۱ ، ب) کے نسخے میں یہ شعر اس صورت میں ہے :

خالِ محبوب سا ہے روز سیہ تر اپنا
زلف معشوق سا لت حال رہے ہے ابتر

جی جلایا تھا اس نے پروانہ
تب یہ لکھا گیا ہے افسانہ
یہ زماں نے کیا ہے سب مذکور
ہجو پر ہاتھ سے ہے اب مسطور''

مندرجات :	قصائد	ورق ۱ ، ب تا ۴۴ ب (ورق ۱ ، الف سادہ ہے)
	غزلیات	ورق ۴۴ ، ب تا ۲۱۹ ب (ورق ۴۴ ، الف سادہ ہے)
	قطعات تاریخ	ورق ۲۲۰ ، الف و ب
	رباعیات	ورق ۲۲۱ ، الف تا ۲۲۵ ب
	ہجویات	ورق ۲۲۶ ، الف تا ۲۳۳ ب

قصیدے تعداد میں دس ہیں جو حضرت علیؓ ، امام مہدی اور آصف الدولہ وغیرہ کی مدح میں ہیں ۔ غزلیات تعداد میں ۳۲۱ ہیں ۔ قطعات تاریخ تین ہیں جو پروانہ کے والد مہاراجہ بینی بہادر (۱۲۱۰ھ) ، پروانہ کے ایک بچے (۱۲۲۵ھ) اور جرأت (۱۲۲۴ھ) کی وفات پر لکھے گئے ہیں ۔ ۳۰ رباعیاں ہیں ۔ ہجویات دو ہیں ۔ ایک کا عنوان ہے ''ہجو مسمّی بطائر نامہ حسب الفرمایش در بنارس گفتہ'' اور دوسری ہجو کوڑا مل نامی ایک شخص اور اس کی بیوی کی ہے ۔ اس ہجو کے آخری اشعار اُوپر ''اختتام'' کی مثال کے طور پر درج کیے گئے ہیں ۔

خصوصیات : یہ مصنّف کا ذاتی نسخہ ہے ۔ اس میں نہ صرف جا بجا اصلاحیں پائی جاتی ہیں بلکہ تمام اصنافِ سخن میں اضافے بھی ہیں جو مصنّف کے قلم سے ہیں ۔ یہ نسخہ مصنّف نے اس انداز سے کتابت کرایا ہے کہ ہر صنفِ سخن کے بعد چند صفحات خالی چھوڑ دیے گئے ہیں نیز ہر ردیف کی غزلیات کے آخر میں بھی یہی اہتمام کیا گیا ہے ۔ مصنّف نے کلام پر نظر ثانی کی ۔ بہت سے اشعار قلم زد کر دیے ، بہت سے اضافہ کیے اور بہت سوں میں ترمیم کی ۔ یہ اضافے عام طور

پر حواشی میں ہیں لیکن اس مخطوطے کی کتابت کے بعد جو کلام تصنیف ہوا تھا ، مصنّف نے اُسے اُن اوراق پر لکھا ہے جو اس مقصد کے لیے سادہ رکھے گئے تھے ۔ اصلاحوں اور ان آخرالذکر اضافوں کا قلم ایک ہی ہے ، لہٰذا یہ یقینی ہے کہ اصلاحیں اور اضافے خود مصنّف کے قلم سے ہیں ۔ اگر اس مخطوطے میں صرف اصلاحیں ہوتیں تو یہ فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ یہ اصلاحیں خود مصنّف کے قلم سے ہیں یا اس کے استاد مصحفی کے قلم سے ، کیونکہ ہمارے پاس پروانہ یا مصحفی کے خط کا کوئی نمونہ نہیں ہے ۔ اس مخطوطے میں اصلاحوں کی نوعیت ذیل کی چند مثالوں سے واضح ہوگی :

اصل مصرع	:	اخگر سرخ ہے ہر پارہ دل سوزاں کا
اصلاح	:	اخگر سرخ ہے ہر قطرۂ خونناب سرشک
اصل	:	خوان سیمن سحر کا ہے پر از خاکستر
اصلاح	:	طاس سیمن سحر میں ہے بھری خاکستر
اصل	:	جام جمشید کو کرتا ہے گدا کا کچکول سنگ ماتم سے سدا عیش کا توڑے ساغر
اصلاح	:	تاج ادہم کو بناتا ہے گدا کا کچکول سنگ ماتم سے یہ جمشید کا توڑے ساغر
اصل	:	جوں خط موج ہو پھر بھر جہاں سے زائل
اصلاح	:	خط امواج سے ہو بھر جہاں سے زائل

یہ چند اصلاحیں مخطوطے کے پہلے ورق سے لی گئی ہیں ۔ مخطوطے کا کوئی ورق ایسا نہیں جس پر اس قسم کی اصلاحیں موجود نہ ہوں ۔ اور بعض مقامات پر تو اصلاحوں میں بھی ترمیم کی گئی ہے ۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مخطوطہ اکثر مصنّف کے زیر نظر رہتا تھا اور وہ اپنے کلام کو بہتر سے بہتر بنانے کے لیے کوشاں رہتا تھا ۔ اضافوں کی صورت یہ ہے کہ نواں قصیدہ جو کسی امیر کی مدح میں ہے اور دسواں جو حضرت علیؓ کی مدح میں ہے ، بعد میں اضافہ

کیے گئے ہیں - یہ اصل کاتب کے قلم سے نہیں بلکہ اس قلم
سے ہیں جس میں اصلاحیں ملتی ہیں - اسی طرح متعدد غزلیں
بھی اضافہ کی گئی ہیں ، مثلاً ردیف ی کی غزلوں کے آخر
میں تیرہ غزلیں مصنّف کے قلم سے ہیں - ہجویات میں سے
دوسری بھی بعد کا اضافہ ہے -

دیگر نسخے : ۱- نسخۂ ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ :

یہ نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی (بنگال) کلکتہ کی لائبریری
میں ہے (لائبریری نمبر ۶۲)[۱] - جیسا کہ اس کے ورق
۱ ، ب پر درج ہے ، یہ نسخہ فورٹ ولیم کالج کی ملکیت
تھا ، وہاں سے ایشیاٹک سوسائٹی کی لائبریری میں
منتقل ہوا - سائز نسخۂ انجمن ترقی اُردو ، کراچی کے
مطابق ہے - اوراق ۱۵۳ - فی صفحہ ۱۳ سطریں - اس
کے مندرجات کی تفصیل یہ ہے :

قصائد	ورق ۱ ، ب تا ۲۸ ، الف
غزلیات	ورق ۲۸ ، ب تا ۱۴۷ ، الف
مطلع ہائے متفرقہ	ورق ۱۴۷ ، الف تا ۱۴۸ ، الف
ہجو مسمّٰی بطائر نامہ	ورق ۱۴۸ ، الف تا ۱۵۱ ، الف
قطعات تاریخ	ورق ۱۵۱ ، ب تا ۱۵۲ ، الف
رباعیات	ورق ۱۵۲ ، الف تا ۱۵۳ ، الف

ترقیمہ : "تمام شد ختم گردید دیوان پروانہ بروز
سہ شنبہ بتاریخ بستم اپریل ، ۱۸۱۳ء عیسوی مطابق
ہیزدہم ربیع الثانی ، ۱۲۲۸ ہجری بخط ناقص جھبن لال
کایتھ ساکن بلدہ لکھنؤ پیرایہ اتمام یافت" -

اس نسخے میں جو کلام شامل ہے ، وہ نسخۂ انجمن
ترقی اُردو ، کراچی کے غیر اصلاحی متن کے مطابق ہے -

۱- ایشیاٹک سوسائٹی کی فہرست میں اس کا اندراج نمبر ۵۳ پر ہے -
راقم الحروف کے پیش نظر اس کا فوٹو اسٹیٹ ہے -

نیز اس میں وہ تمام کلام بھی نہیں ہے جو مصنّف نے
نسخۂ انجمن میں اضافہ کیا ہے ۔[1] اس سے یہ نتیجہ نکالنا
بے جا نہ ہوگا کہ پروانہ نے جب اپنا دیوان ۱۲۲۵ھ
کے لگ بھگ مرتّب کیا تو اس کی ایک نقل اور بھی
تیار ہوئی ۔ یہ نقل وہی ہے جس کا ذکر ''شاہان اودھ''
میں ملتا ہے ۔ (اس کی تفصیل سطور ذیل میں آئے گی)
کیونکہ اس میں بھی ہر صنف کے کلام کے بعد سادہ
صفحات ملتے ہیں ۔ گمان غالب ہے کہ ایشیاٹک
سوسائٹی ، کلکتہ کا نسخہ شاہان اودھ کے نسخے کی
نقل ہے ۔

۲۔ نسخۂ شاہانِ اودھ :

شاہان اودھ کے کتب خانوں میں بھی دیوانِ پروانہ کا
ایک نسخہ تھا ۔ اشپرنگر نے اس کے متعلق یہ اطلاعات
فراہم کی ہیں :

''اس میں صرف غزلیات ہیں جو ردیف وار مرتّب
کی گئی ہیں ۔

آغاز : میں نے کل عرض یہ کی پیرِ خرد میں جا کر
کہ غم و درد سے اب تنگ ہے عرصہ دل پر

. . . صفحات تقریباً ۵۰۰ ۔ سطور ۱۳ فی صفحہ ۔
کتابت عمدہ ۔ ہر ردیف کی غزلوں کے آخر میں ایک
یا دو صفحے سادہ چھوڑے گئے ہیں ۔ اس سے ظاہر
ہے کہ یہ نسخہ مصنّف نے خود یا اس کے لیے لکھا
گیا ہوگا'' ۔ (شاہانِ اودھ ، فہرست نمبر ۶۸۹ ،
ص ۶۳۱)

۱۔ نسخۂ کلکتہ میں جو متفرق مطلعے ہیں ، وہ نسخۂ کراچی میں نہیں ملتے ۔
جیسا کہ عرض کیا گیا ، نسخۂ کراچی پہلے خاصی خستہ حالت میں
تھا ، ماضی قریب میں اس کی جِلد سازی ہوئی ۔ ممکن ہے جِلد سازی
کے دوران یا اس سے پہلے متفرق مطلعوں والا ورق ضائع ہوگیا ہو ۔

اشپرنگر کا یہ بیان درست نہیں ہے کہ اس مخطوطے
میں صرف غزلیات ہیں ۔ اُوپر آغاز کی مثال میں جو شعر
دیا گیا ہے وہ ایک طویل قصیدے کا پہلا شعر ہے جو
حضرت علیؓ کی مدح میں ہے ۔ اشپرنگر نے مخطوطے
کے صفحات کی جو تعداد بتائی ہے ، اس کے پیش نظر
یقین ہے کہ اس میں دیگر اصناف بھی ہوں گی ۔

۳- انتخابِ غزلیاتِ پروانہ :

تفصیل کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۶۹ ۔[1]

مصنّف : پروانہ ، شجاع الدولہ کے مدارالمہام راجہ بینی بہادر کا بیٹا
تھا ۔ ولادت لکھنؤ میں ۱۱۷۴ھ [م : ۶۱ - ۱۷۶۰ء] کے
لگ بھگ ہوئی ۔ پروانہ کی تعلیم عمدہ طریقے سے ہوئی اور
اس نے کم عمری ہی میں بقول مصحفی ، اچھی خاصی
استعداد بہم پہنچا لی ۔ پروانہ نے ابتدا فارسی‌گوئی سے کی
اور سرب سکھ دیوانہ کی شاگردی اختیار کی ۔ دیوانِ فارسی
اب نایاب ہے ۔ تذکروں میں فارسی کے چند اشعار ملتے
ہیں - ۱۱۹۷ھ کے قریب اُس نے اُردو گوئی کی طرف
توجہ کی اور مصحفی کی شاگردی اختیار کی ۔ پروانہ نے
''حملہ حیدری'' کو اُردو میں نظم کیا تھا ، لیکن یہ
مثنوی بھی دیوانِ فارسی کی طرح ناپید ہے ۔ پروانہ کا انتقال
۱۲۲۸ھ [م : ۱۸۱۳ء] میں ہوا ۔ دیوانِ ناسخ (مکمل
حوالہ ذیل میں) میں قطعۂ تاریخ وفات موجود ہے ۔ (ماخوذ

۱- پروانہ کے ایک دیوان کا ذکر کریم الدین نے بھی کیا ہے ۔ ''اس کا
ایک دیوان شاہ عالم ثانی کے چوبیسویں سال جلوس میں یعنی ۱۷۸۵ء
میں لکھنؤ میں تھا'' ۔ (شعرائے ہند ، ص ۱۴۸) کریم الدین کا ماخذ
گارسیں دتاسی کی ''تاریخ'' ہے ۔ گارسیں دتاسی نے علی ابراہیم خلیل کی
تقلید میں لکھا ہے کہ پروانہ شاہ عالم ثانی کے چوبیسویں سال جلوس
میں لکھنؤ میں تھے ۔ (جلد دوم ، ص ۲۹۳) کریم الدین نے یہ بات
پروانہ کی بجائے اس کے دیوان کے بارے میں لکھ دی ہے ۔

از مقالہ ''جسونت سنگھ پروانہ'' از راقم الحروف ، مکمل حوالہ ذیل میں) ۔

مآخذ : (۱) گلزار ، ۵۱ - (۲) گلشن سخن ، ۰۷ - (۳) عقد ، ۱۵ - (۴) ہندی ، ۳۶ - (۵) دستور ، ۱۱۰ - (۶) عیار ، ۹۸ - (۷) حیدری ، ۳۴ - (۸) عشقی ، دوم ، ضمیمہ ، ۳ - (۹) عمدہ ، ۱۵۴ - (۱۰) مجمع ، ۶۹ - (۱۱) مجموعہ ، اول ، ۱۰۳ - (۱۲) دیوان ، ۵۳ - (۱۳) آزردہ ، ۲۸ ، ۴۷ - (۱۴) مرقع ، ۱۰ - (۱۵) بے جگر ، در ردیف پ - (۱۶) گلشن ، ۳۲ - (۱۷) گارسیں دتاسی ، دوم ، ۲۹۲ - (۱۸) بہار، ۸۳ - (۱۹) گلستان ، ۴۸ - (۲۰) خوش معرکہ ، اول ، ۳۹۲ - (۲۱) شعرائے ہند ، ۱۴۷ - (۲۲) سراپا سخن ، ۱۶۷ - (۲۳) یادگار ، ۴۶ - (۲۴) قطعہ ، ۷۸ - (۲۵) سخن شعرا ، ۷۸ - (۲۶) شمیم ، اول ، ۱۰۴ - (۲۷) دلکشا ، اول ، ۵۸ - (۲۸) روز ، ۱۳۸ - (۲۹) شعرائے ہند ، دوم ، ۸۴ - (۳۰) خم خانہ ، دوم ، ۹ - (۳۱) بہار سخن ، ۸۹ - (۳۲) ہندو شعرا ، ۳۹ - (۳۳) ہندو ادیب ، ۳۵ - (۳۴) دیوان ناسخ ، دوم ، نول کشور ، لکھنؤ ، ۱۸۹۳ء ، ص ۲۱۸ - (۳۵) شاہان اودھ ، ۶۳۱ - (۳۶) بیل ، ۲۱۶ - (۳۷) قاموس ، اول ، ۱۵۱ - (۳۸) لکھنؤ ، ۲۳۸ - (۳۹) میر حسن ، ۳۲۱ - (۴۰) تلامذۂ میر ، ۲۴ - (۴۱) ''اُردو ادب'' علی گڑھ ، جون ، ۱۹۵۶ء (مقالہ : مصحفی اور ان کے تلامذہ از نسیم احمد فریدی) - (۴۲) ''معاصر'' ، پٹنہ ، شمارہ ۲ ، ص ۲۲ (مقالہ : تعین زمانہ از قاضی عبدالودود) - (۴۳) دلی کالج میگزین ، میر نمبر ، ۱۹۶۲ء ، ص ۹۴ - (۴۴) ''غالب'' ، کراچی ، شمارہ اول ، ۱۹۷۵ء (مقالہ : جسونت سنگھ پروانہ از مشفق خواجہ) - (۴۵) ارمغان ، ۲۰ -

● ● ●

٦٩

انتخابِ غزلیاتِ پروانہ

جسونت سنگھ پروانہ

کتب خانہ : ڈاکٹر قاضی فضلِ عظیم - ۱۲ - ۱۳/سی - ۵ ، ناظم آباد ، کراچی -

سائز : ۲۳ × ۱۵ س م

اوراق : ۸

زمانۂ کتابت : ۱۲۲۵ھ [م : ۱۸۱۰ء] (سالِ وفات پسر پروانہ) اور ۱۲۲۸ھ [م : ۱۸۱۳ء] (سالِ وفات پروانہ) کے مابین - ترقیمے سے ظاہر ہے کہ مخطوطہ پروانہ کی زندگی میں لکھا گیا تھا -

خط : نستعلیق ، شکستہ مائل -

کیفیت : مخطوطہ مجلد ہے اچھی حالت میں ہے - جلد ساز کی غلطی سے ورق ۳ اور ۴ کے درمیان ورق ۵ لگایا گیا ہے - تمام مقطعوں میں تخلّص کی جگہ خالی ہے - کاغذ دبیز ، مٹیالا -

آغاز :

"جس باغ میں ہو سرو گل اندام ہمارا
اے پیک صبا کہیو تو پیغام ہمارا
اپنی ہی ہمیں آٹھ پہر یاد ہے اب تو
یعنی کہ وہ محبوب ہے ہم نام ہمارا
جو دیکھے ہے وہ روئے کتابی سو پڑھے ہے
آغاز خط سبز سے انجام ہمارا
جس مشرق کُو سے کہ نکلتا ہے وہ خورشید
واں نت ہے گزر صبح سے تا شام ہمارا

اب نیند کہاں آنکھوں میں آتی ہے کہ ہمدم
سب ساتھ گیا یار کے آرام ہمارا
کیفیتِ چشم اس کی سمائی رہی دل میں
خالی نہ رہا مے سے کبھو جام ہمارا"

اختتام : [قطعہ تاریخ وفات جرأت]

جو کہ کرتا ہے فکر شعر و سخن
اس زمانے میں وہ غنیمت ہے
کہ نہ اگلے سے لوگ ہیں باقی
نہ وہ مجلس ہے اور نہ صحبت ہے
اک سخن گو کہ تھا قلندر بخش
نام جرأت سے جس کی شہرت ہے
کر گیا کوچ اس مقام سے حیف
آج منزل نشین حسرت ہے

۱۲۲۴ھ

ہے یہ تاریخ اوّل اور ثانی
کہو: جنّت نصیب جرأت ہے"

۱۲۲۴ھ

ترقیمہ : "چند غزلیات شمع انجمن زمانہ ، کنور جسونت سنگھ بہادر متخلّص بہ پروانہ بطریق انتخاب قلمی شد" ۔

مندرجات : اس میں ۱۷ غزلیں ہیں ۔ پھر مذکورہ ترقیمہ ۔ اور آخر میں پروانہ کے پسر کوچک اور جرأت کے قطعات تاریخِ وفات ہیں ۔

خصوصیات : اس مخطوطے کا متن کلیاتِ پروانہ ، نسخۂ کلکتہ کے مطابق ہے ۔

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ٦٨ ۔

• • •

۷۰

دیوانِ تاباں [۱]

عبدالحی تاباں

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو ، کراچی ۔
نمبر : قا ۳/۱۳۹
سائز : $23\frac{3}{4} \times 14\frac{1}{2}$ س م
اوراق : ۱۰۴
سطور : ۱۵
زمانۂ کتابت : بارھویں صدی ہجری کا ربع آخر (قیاساً)
خط : نستعلیق ، شکستہ مائل ، عمدہ ۔
مہر : ورق ۵ ، الف پر ''نجف علی خاں ممتازالدولہ بہادر'' کی مہر ہے ۔
کیفیت : متن ورق ۱ ، ب سے شروع ہوتا ہے اور ۱۰۴ ، الف پر ختم ہوتا ہے ۔ ورق ۱ ، الف اور ۱۰۴ ، ب پر نعتیہ اشعار اور طبّی نسخے وغیرہ ہیں جو کسی نے بعد میں لکھے ہیں ۔ کاغذ دبیز ، مٹیالا ۔ مخطوطہ کرم خوردہ ہے ۔ ہر ورق پر کیڑوں نے سوراخ بنائے ہیں لیکن متن کو نقصان نہیں پہنچا ۔
آغاز :

''اے مرد خدا ہو تو پرستار بتاں کا
مذہب میں مرے کفر ہے انکار بتاں کا
لگتی وہ تجلّی شرر سنگ کے مانند
موسیٰ تو اگر دیکھتا دیدار بتاں کا

گردن میں مرے طوق ہے زنّار کے مانند
ہوں عشق میں از بسکہ گرفتار بتاں کا
دونوں کی ٹک اک سیر کر انصاف سے اے شیخ
کعبے سے ترے گرم ہے بازار بتاں کا
دوں ساری خدائی کو عوض ان کے میں تاباں
کوئی مجھ سا بتا دے تو خریدار بتاں کا"

اختتام : "ز بس ہے مرے تئیں خیال شراب
سمجھتا ہوں ساغر مہ و آفتاب
مجھے سایۂ تاک افلاک ہے
یہ پرویں نہیں خوشۂ تاک ہے
ارے جس کو ہو یہ تمنّا بھلا
کوئی اس سے رکھتا ہے مے کو بچا
مجھے مے پلا مے پلا مے پلا
کہ ہو مست مانگوں یہ حق سے دعا
یہ ساقی ہو اور مے ہو اور ہو بہار
یہ دنیا ہو اور میرا تاباں ہو یار"

مندرجات : اس مخطوطے میں وہ تمام کلام موجود ہے جو مولوی عبدالحق کے مرتّبہ مطبوعہ نسخے میں ہے ۔ صرف ترتیب کا فرق ہے ۔ غزلیات ، فردیات ، قطعات اور رباعیات تک اس مخطوطے اور مطبوعہ نسخے کی ترتیب یکساں ہے ۔ مخطوطے کے مندرجات کی تفصیل یہ ہے :

غزلیات	ورق ۱ ، ب تا ۷۴ ب
فردیات	۷۴ ب تا ۷۵ ، الف
رباعیات	۷۵ ، الف تا ۷۶ ، الف
قطعات و قطعات تاریخ	۷۶ ، الف تا ۷۷ ، الف
مسدسات ، مخمسات ، مستزاد ، تضمینات ، ترکیب بند	۷۷ ، الف تا ۹۸ ، الف

قصیدہ ۹۸ ، الف تا ۹۹ ب
مثنوی ۹۹ ب تا ۱۰۴ ، الف

خصوصیات : مولوی عبدالحق کے مرتّبہ دیوانِ تاباں کا متن جن تین مخطوطوں پر مشتمل ہے ، ان میں سے ایک زیرِ نظر مخطوطہ ہے ۔ اس میں کتابت کی اغلاط خاصی ہیں ۔ مثلاً ورق ۲۵۴ ، ب پر "طرح" کو "ترہ" لکھا ہے ۔ ورق ۷۶ ، الف پر ایک رباعی (میں ہجر میں رہتا ہوں تمھارے مجبور) کے صرف پہلے دو مصرعے لکھے گئے ہیں ، باقی دو مصرعے کاتب کی بے احتیاطی کی نذر ہوگئے ہیں ۔

دیگر نسخے : ۱۔ نسخہ کتب خانۂ سالار جنگ ، حیدر آباد دکن :

فہرست نمبر ۵۰۹ ، لائبریری نمبر ۵۸۲ ۔ سائز ۸ × ۵" ۔ صفحات ۶۳ ۔ سطور ۱۱ تا ۱۳ ۔ خط شکستہ ۔ ترقیمہ : "تمت تمام شد ۔ بفضلہ دیوانِ تاباں موسوم عبدالحی تاباں در بلدۂ فرخندہ بنیاد حیدر آباد ۔ چہار شنبہ بتاریخ نوزدھم ماہ صفرالمظفر ، ۱۱۹۵ھ ۔ کاتب الحروف کنول رام ولد تنوس قوم کایستھ" ۔ (سالار جنگ ، ص ۳۰۶)

۲۔ نسخہ کتب خانۂ خدا بخش ، پٹنہ :

فہرست نمبر ۱۸ ۔ پروگریس نمبر ۳۶۵۳۸ ۔ اوراق ۵۵ ۔ سطور ۱۱ ۔ خط نستعلیق ۔ فہرست نگار نے لکھا ہے کہ "یہ نسخہ . . . نوادرات سے ہے" (بانکی پور ، ص ۲) لیکن اس کی کوئی وجہ نہیں بتائی ۔

یہ نسخہ پہلے کتب خانۂ الاصلاح دیسنہ میں تھا ۔ "سائز ۸ × ۵" عطیہ پروفیسر ابو ظفر ندوی" ۔ (الاصلاح ، صص ۷۶ - ۷۵)

۳۔ نسخہ کتب خانۂ آصفیہ ، حیدر آباد دکن :

فہرست نمبر ۱۴ ۔ لائبریری نمبر "دواوین ۹۳۷" ۔ سائز ۹ × ۵" ۔ صفحات ۶۲ ۔ "اس دیوان میں صرف

ردیف وار غزلیات ہیں'' ۔ ترقیمہ : ''دیوانِ تاباں بہ اختتام رسید ، بروز سہ شنبہ بوقت دوپہر ، ۱۲۲٦ھ نوشتہ شد ۔ سیّد قاسم علی'' ۔ (آصفیہ ، اوّل ، ص ۳۱)

۴۔ نسخۂ شاہانِ اودھ :

فہرست نمبر ۱۰۷ ۔ صفحات ۱۳۰ ۔ نو بیت فی صفحہ ۔ اس میں صرف غزلیات ہیں ۔ (شاہان اودھ ، ص ٦۳۹)

۵۔ نسخۂ بوڈلین لائبریری :

فہرست نمبر ۲۳۲۷ (۲۰) ۔ یہ نسخہ ایک مجموعے میں (ورق ۱ تا ٥٦) ہے ۔ دو کالمی ۔ سطور ۱۱ فی کالم ۔ خط جلی نستعلیق ۔ سائز $\frac{3}{8}$ ۱۱ × $\frac{3}{4}$ ۹" ۔ کاتب سیّد برکت علی ۔ مکتوبہ ۱۲ رمضان ، ۱۲۴۰ھ (۳۰ اپریل ، ۱۸۲۵ء) در عظیم آباد ۔ (بوڈلین ، دوم ، ص ۱۲۹۵)

٦۔ نسخۂ برٹش میوزیم :

فہرست نمبر ٦۲ ۔ یہ دیوان ، سودا کے دیوان کے ساتھ ایک مجموعے میں ہے ۔ مجموعے کے اوراق ۱۱٦ ہیں ۔ ورق ۸٦ ، ب سے آخر تک دیوانِ تاباں ہے ۔ سائز $\frac{1}{4}$ ۹ × $\frac{1}{4}$ ٦" ۔ سطور ۱۳ ۔ خط نستعلیق ۔ کاتب سورج بھان ۔ مکتوبہ ۷ ذیقعدہ ۱۲۳٦ھ (م : ۲۵ ستمبر ، ۱۸۲۱ء) ۔ برائے جگت نراین بھان و کاشی ناتھ بھان در سورت ۔ اس دیوان میں صرف غزلیات ہیں ۔ (برٹش میوزیم ، ہندوستانی ، صص ۳۲ - ۳۱)

۷۔ نسخۂ پنڈت کیفی :

دیوانِ تاباں (مطبوعہ) کے مقدمے میں مولوی عبدالحق نے ان نسخوں کی تفصیل دیتے ہوئے جن سے دیوانِ تاباں کا متن تیار کیا گیا تھا ، لکھا ہے : ''ایک نسخہ جو سب سے ضخیم اور مکمل ہے ، وہ

محترم پنڈت برج موہن دتاتریہ صاحب کیفی دہلوی کا عطیہ ہے''۔ (ص ۵) معلوم نہیں یہ نسخہ اب کہاں ہے۔

۸۔ نسخۂ ری سرچ انسٹی ٹیوٹ مدارس یونیورسٹی :

اس کا ذکر بھی مولوی عبدالحق نے کیا ہے۔ (ایضاً، ص ۵)

۹۔ نسخۂ لالہ سری رام :

دیوانِ تاباں کا ایک نسخہ لالہ سری رام کے پاس تھا، اسی سے انھوں نے اپنے تذکرے کے لیے تاباں کے کلام کا انتخاب کیا تھا۔ (خم خانہ، دوم، ص ۱۵)

۱۰۔ نسخۂ عبدالقدوس پادشاہ (مدراس) :

عبدالقدوس پادشاہ کے ذاتی کتب خانے میں تقریباً پانچ سو صفحات کا ایک ناقص الآخر مجموعہ ہے جس میں بیدار، درد، یقین اور سودا کے کلام کے ساتھ تاباں کا دیوان بھی ہے۔ (مقدمہ، دیوانِ بیدار، مدراس، ۱۹۳۵ء)

۱۱ - ۱۲۔ رک : مخطوطہ نمبر ۷۱، ۷۲۔

مطبوعہ نسخے: ۱۔ عمادالملک سیّد حسین بلگرامی نے سلسلۂ مختار اشعار کے تحت افسوس، تاباں، ممنون، نظیر اکبر آبادی اور مرزا تقی ہوس کے انتخاب کا ایک مجموعہ مدراس سے ۱۹۰۷ء میں شائع کیا تھا (پرنٹ لائن میں سالِ طباعت ۱۹۰۸ء درج ہے اور سرورق پر ۱۹۰۷ء)۔ اس میں تاباں کا کلام ص ۱۷ سے ۳۴ تک ہے۔ یہ مجموعہ ترقی اُردو بورڈ، کراچی کے کتب خانے میں ہے۔

۲۔ دیوانِ تاباں مرتّبہ مولوی عبدالحق۔ ۱۹۳۵ء میں انجمن ترقی اُردو، اورنگ آباد کی طرف سے شائع ہوا تھا۔ اس دیوان کا متن تین نسخوں سے تیار کیا گیا ہے جس

میں سے ایک تو انجمن کا نسخہ زیرِ نظر ہے
دو نسخوں کا ذکر اوپر "دیگر نسخے" کے
و ۸ پر کیا گیا ہے ۔ اس نسخے میں طباعت
کی خاصی اغلاط ہیں ، جن کی تفصیل قاضی
کے تبصرے (معیار ، پٹنہ ، بابت جولائی ، ۳٦
ملتی ہے ۔

مصنف : تاباں ، حضرت علی موسیٰ رضا کی اولاد سے
نجیب الطرفین سید تھے ۔ ۱۱۲۸ھ [م : ۱٦ - ۱۵
قریب دہلی میں پیدا ہوئے ۔ فارسی ، عربی کی تعا
کی ۔ موسیقی سے بھی لگاؤ تھا ۔ تاباں شکل و
اعتبار سے اپنی مثال آپ تھے ۔ تذکرہ نگاروں
سلسلے میں ان کی بڑی تعریف کی ہے ۔ لوگ ان
نظر دیکھنے اور ملنے کے لیے بے تاب رہتے تھے
تاباں سلیمان نامی ایک امرد پر عاشق تھے ۔ ا
عمدۃ الملک امیر خاں انجام کے متوسلین سے تھے
کے انتقال کے بعد نواب عنایت اللہ خاں سے رابطہ پ
تاباں شاعری میں ، شاہ حاتم اور محتشم علی خا
کے شاگرد تھے ۔ ۱۱٦۳ھ [م : ۵۰ - ۱۷۴۹ء]
تاباں نے وفات پائی ۔ (ماخوذ از مقالہ کلب علی خا
مکمل حوالہ ذیل میں ہے)

مآخذ : (۱) نکات ، ۱۰۸ ۔ (۲) گفتار ، ۴۳ ۔ (۳) ریختہ
۳۱ ۔ (۴) مخزن ، ۱۴۵ ۔ (۵) چمنستان ، ۵۳۳
طبقات ، ۹۵ ۔ (۷) شعرائے اردو ، ۳۵ ۔ (۸)
اوّل ، ۱۰۰ ۔ (۹) مسرت ، ۳۹ ۔ (۱۰) گلزار
(۱۱) گلشنِ سخن ، ۸۱ ۔ (۱۲) ہندی ، ۴۷
حیدری ، ۴۴ ۔ (۱۴) عشقی ، ضمیمہ ۱ ، ۳ ۔
گلشنِ ہند ، ٦۷ ۔ (۱٦) عمدہ ، ۱۵٦ ۔ (۱۷) مجمع
(۱۸) مجموعہ ، اوّل ، ۱۳۱ ۔ (۱۹) دیوان ،
(۲۰) دستور ، ٦۰ ۔ (۲۱) آزردہ ، ۲۸ ، ۴۷
طبقاتِ سخن ، (ہماری زبان ، ۸ فروری ، ۱۹٦۰ء)

بے جگر ، در ردیف ت - (۲۴) گلشن ، ۳۸ - (۲۵) بہار ، ۹۱ -
(۲٦) گلستان ، ۵۱ - (۲۷) خوش معرکہ ، اوّل ، ۱۱۹ -
(۲۸) شعرائے ہند ، ۱٦٦ - (۲۹) سراپا سخن ،
۳۰۰ - (۳۰) یادگار ، ۹۴ - (۳۱) سخنِ شعرا ، ۸۰ -
(۳۲) شمیم ، اوّل ، ۲۴ - (۳۳) طور ، ۲۰ - (۳۴) بزم ،
۲٦ - (۳۵) جلوہ ، اوّل ، ۱۳ - (۳٦) خم خانہ ، دوم ،
۱۴ - (۳۷) ارباب ، ۹ - (۳۸) جواہر ، اوّل ، ۳۰۰ - (۳۹)
گارسیں دتاسی ، سوم ، ۱۹۲ - (۴۰) آب ، ۱۳۹ - (۴۱)
سکسینہ ، نظم ، ۹۳ - (۴۲) گلِ رعنا ، حاشیہ ، ۱۲۸ -
(۴۳) شعرالہند ، اوّل ، ۱۳۷ - (۴۴) بیاض ، ۵۲ -
(۴۵) دلّی ، ۱۹۰ - (۴٦) مرأۃ ، اوّل ، ۱۳۴ - (۴۷)
میر و سودا ، ۲۳۹ - (۴۸) تاریخِ ادبیات ، ہفتم ، ۲۰۳ -
(۴۹) بیل ، ۲٦۷ - (۵۰) قاموس ، اوّل ، ۱۵۴ - (۵۱)
"عبدالحی تاباں پر ایک نظر" مقالہ از ڈاکٹر
غلام مصطفیٰ خاں ، "اُردو" ، اپریل ، ۱۹۵۴ء - (۵۲)
"تاباں"، مقالہ از کلب علی خاں فائق رام پوری ، "صحیفہ"،
شمارہ ۲۱ ، اکتوبر ، ۱۹٦۲ء - (۵۳) "میر عبدالحی تاباں" ،
مقالہ از فضل حق کامل قریشی ، دلّی کالج میگزین ،
خصوصی شمارہ بابت دلّی کا دبستانِ شاعری ، دہلی ،
۱۹٦۱ء - (۵۴) سرگزشتِ حاتم ، ڈاکٹر محی الدین قادری
زور ، حیدرآباد دکن ، ۱۹۴۴ء ، ص ۲۷ - (۵۵) دل کشا ،
اوّل ، ٦۰ - (۵٦) بیاض ، ۱۳ -

● ● ●

۷۱

دیوانِ تاباں [۲]

عبدالحی تاباں

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو ، کراچی ۔

نمبر : قا ۳/۱۳۸

سائز : ۳۸ × ۲۴ س م

اوراق : ۴۲

سطور : ۲۸

کاتب : محمد فاروق ۔

تاریخِ کتابت : ۲۲ فروری ۱۹۴۲ء

خط : نستعلیق ، معمولی ۔

کیفیت : لکیردار کاغذ پر ، کاغذ کے ایک طرف یہ دیوان لکھا گیا ہے ۔ شروع میں ایک سادہ ورق ہے جس پر "دیوانِ تاباں" لکھا ہے اور نیچے کاتب کا نام ہے ۔

آغاز : مخطوطہ نمبر ۷۰ کے مطابق ، مندرجہ ذیل اختلافات کے ساتھ :

شعر ۱ ۔ مصرع ۱ : "ہے" بجائے "ہو"

شعر ۲ ۔ مصرع ۱ : "طور" بجائے "سنگ"

مصرع ۲ : "آکر" بجائے "اگر"

شعر ۴ ۔ مصرع ۱ :

دو دن کی ٹک ایک سیر کر انصاف سے اب تو شیخ (کذا)

شعر ۵ ۔ مصرع ۱ :

دیں ساری خدائی کو غرض اس کی میں تاباں (کذا)

اختتام : ''سیدی احمد کا میں جب مرنا سنا
کیا کہوں تاباں کے کیا غم[1] ہوا (کذا)
فکر میں تاریخ کی تب میں گیا
کیوں مجھ سے تھا بہت وہ آشنا[2]
یوں کہا ہاتف نے ہے ہے کیا ہوا
سیدی احمد مر گیا واحسرتا''[3]

ترقیمہ : نہیں ہے۔ خاتمہ دیوان کے بعد صرف وہ تاریخ لکھی ہے، جو اُوپر درج کی جا چکی ہے۔ یہ تاریخ انگریزی ہندسوں میں ہے (22 . 2 . 42)۔

مندرجات : غزلیات ورق ۱ تا ۳۹
ابیات متفرق، رباعیات اور تین قطعات تاریخ ورق ۴۰ تا ۴۲

خصوصیات : یہ دیوانِ تاباں کے کسی نسخے کی نقل ہے جو مولوی عبدالحق نے تیار کرائی تھی۔ نسخۂ منقول عنہ کے بارے میں تفصیلات معلوم نہیں ہو سکیں۔ صرف اتنا معلوم ہوا ہے کہ اس کے صفحات کی تعداد ۱۰۹ تھی کیونکہ زیرِ نظر نقل کے حاشیوں پر نسخۂ منقول عنہ کے صفحات کے نمبر لکھے ہیں، جو ۱ سے ۱۰۹ تک ہیں۔ نسخۂ منقول عنہ، مکمل دیوان نہیں، انتخاب تھا۔

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۷۰۔

● ● ●

۱- نسخۂ مطبوعہ، ص ۲۷۰ : کیا کہوں تاباں کہ کیا کیا غم ہوا
۲- نسخۂ مطبوعہ، ص ۲۷۰ : کیوں کہ تھا مجھ سے بہت وہ آشنا
۳- دیوانِ تاباں کے اختتام کے بعد کاتب نے برہان الدین عاصمی کے تین شعر لکھے ہیں۔

۷۲

دیوانِ تاباں [۳]

عبدالحی تاباں

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو ، کراچی ۔

نمبر : قا ۳/۱۳۷

سائز : $22\frac{1}{2} \times 12\frac{1}{2}$ س م

اوراق : ۲۸

سطور : ۱۳

سالِ کتابت : ۱۲۴۵ھ [م : ۱۸۳۰ء][1]

خط : نستعلیق ، شکستہ مائل ، اوسط ۔

کیفیت : کیرم خوردہ ۔ کاغذ دبیز ، مٹیالا ۔ متن ورق ۱ ، ب سے شروع ہوتا ہے ۔ ورق ۱ ، الف پر جلی حروف میں لکھا ہے : ''این کتاب مرزا صادق علی بیگ است ، اگر کسے دعویٰ کند باطل است'' ۔ ترقیمے کے بعد بھی یہی عبارت لکھی ہے اور یہ الفاظ اضافہ کیے ہیں ۔ ''این کتاب بتاریخ دوازدهم ماہ مارچ برائے مطالعہ خود خریدم'' ۔

آغاز : مطابق مخطوطہ نمبر ۷۰ ، ان اختلافات کے ساتھ :
شعر ۱ ۔ مصرع ۱ : ''ہے'' بجائے ''ہو''

۱۔ ترقیمے میں مہینے کے نام کا صرف جزو اول (ذی) لکھا ہے جو ظاہر ہے ذی قعدہ یا ذی الحجہ کا مہینہ ہو سکتا ہے ۔

شعر ۲ - مصرع ۱ : "وو" بجائے "وہ"
"طور" بجائے "سنگ"

شعر ۴ - مصرع ۱ :
دو دن کی ٹک اپکہ سیر کر الصاف اے شوخ (کذا)

شعر ۵ - مصرع ۱ :
دیں ساری خدائی کو عوض اس کے اے تاباں

اختتام : "آئی بہار کیونکہ گریباں کروں کا چاک[1]
ہاتوں میں ہائے ضعف سے طاقت نہیں رہی
ہرگز ہم اپنے قتل سے ناخوش نہ ہوں کبھی[2]
اس میں اگر خوشی ہے تمھاری تو یوں سہی
ظالم نے جاں کنی میں مجھے دیکھ کر کہا
عاشق تو کیوں ہوا تھا سزا ہے تری یہی
تاباں نے تجھ کو دیکھتے ہی اپنا جاں دیا[3]
سننے نہ پائے[4] تیری نہ اپنی ہی کچھ کہی"

ترقیمہ : "بپاس خاطر برخوردار نیک کردار سعادت اطوار اقبال نشان سیّد سراج الدین حسن خان طول عمرہ و زاد قدرہ و مزید دولۃ بتاریخ بست و سوم ماہ ذی (کذا) ۱۲۳۵ھ ہجری" ۔

مندرجات : اس دیوان میں صرف غزلیں ہیں ، اور ان کا بھی انتخاب ہے ۔ بعض مکمل غزلیں اور بعض غزلوں کے متعدد اشعار اس میں موجود نہیں ہیں ۔ مثلاً دیوان مطبوعہ کی دوسری غزل کے دو (تیسرا اور چوتھا) اور تیسری غزل کے تین شعر (تیسرا ، چوتھا ، پانچواں) اس میں نہیں ہیں ۔

خصوصیات : کتابت کی اغلاط خاصی ہیں ۔

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۰۷ ۔

● ● ●

۱- نسخۂ مطبوعہ ، ص ۱۸۹ : ... گریباں کو کرلیے چاک
۲- ایضاً ، ص ۱۹۰ : کبھو
۳- ایضاً ، : جی   ۴- ایضاً : پایا

۷۳

کلیاتِ جرأت

قلندر بخش جرأت

کتب خانہ : ترقی اُردو بورڈ ، کراچی ۔
نمبر : ۸۷۲ (داخلہ)
سائز : ۲۹ × ۱۵½ س م
اوراق : ۲۲۸
سطور : ۱۹
زمانۂ کتابت : تیرھویں صدی ہجری کا ربع دوم (قیاساً)
خط : نستعلیق ، عمدہ ۔
مہریں : ورق ۱۹ ، الف پر ایک مہر ہے جس پر ''ولاتی خانم ۱۲۸۸ھ'' کی عبارت پڑھنے میں آتی ہے ۔ اس مہر کا دایاں حصہ ضائع ہو چکا ہے ۔ اس لیے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ صحیح نام کیا تھا ۔ ورق ۲۲ ، الف پر ''امام خانم'' کے نام کی مہر ہے ۔ اس میں سنہ نہیں ہے ۔
کیفیت : کاغذ باریک ، سفید ۔ تقریباً ہر ورق کیرم خوردہ ۔ جلد سازی بے احتیاطی سے ہوئی ہے ۔ مخطوطے کو کناروں کی طرف سے کاٹنے کی وجہ سے متن کو نقصان پہنچا ہے ، متعدد اوراق کے اُوپر یا نیچے کے مصرعے کٹ گئے ہیں ۔ کیرم خوردہ مقامات پر بٹر پیپر چسپاں کیا گیا ہے ، یہ کام ایسی بے احتیاطی سے ہوا ہے کہ اکثر مصرعے پڑھنے میں نہیں آتے ۔ بعض اوراق (مثلاً ۳۳ ، ۳۴) پر بٹر پیپر کی جگہ

دبیز کاغذ چسپاں کیا گیا ہے۔ اس سے بھی متن کو نقصان پہنچا ہے۔ مخطوطے کی شیرازہ بندی بھی غلط ہوئی ہے۔ ورق ۲ اور ۳ ، ایک دوسرے کی جگہ پر ہیں۔ ورق ۱۲۷ کے بعد جو ورق آنا چاہیے وہ ۱۳۶ نمبر پر ہے۔ ورق ۳۳ ، الف پر ردیف الف کی غزلیات ختم ہوتی ہیں۔ ورق ۳۳ ، ب سادہ ہے۔ ورق ۳۵ ، الف سے ردیف ب کی غزلیات شروع ہوتی ہیں۔ لیکن بعد میں کسی اور ردیف کی غزلوں کو نئے صفحے سے شروع نہیں کیا گیا۔ ورق ۹۹ ، الف سے مقطعوں میں تخلّص سرخ روشنائی سے لکھا گیا ہے۔ اس سے پہلے کے اوراق میں یہ اہتمام نہیں ہے۔

آغاز : "ہر چند کروں نالۂ شبگیر میں جرأت
پر چونکے ہے کب نیند سے وہ نیند کا ماتا
نہیں کرنے کا رسوا تجکو مجھ سے روٹھ مت جانا
جو پھر محفل میں روؤں تو مری آنکھیں نکلوانا
کروں گر بزم میں پھر حشر برپا آہ و نالہ سے
تو پھر مجھ کو قیامت تک تو اپنا منہ نہ دکھلانا
ترے قربان جاؤں لے گلے لگ جا کہ لوگوں میں
بلائیں پھر تری لے لوں تو میرے ہاتھ کٹوانا
کسی کا ہوں گریباں گیر گر اب کے ترے در پر
تو پھر صاف اے پری رو جانیو تو مجھ کو دیوانا"

اختتام : "... ۱ عشق میں تو مزا نہ پایا ہم نے
ایک دل ہی لو مفت میں گنوایا ہم نے

۱- ضائع شدہ الفاظ کی جگہ نقطے لگائے گئے ہیں۔ کلیاتِ جرأت ، مطبع کارنامہ ، لکھنؤ ، ۱۳۰۰ھ ، میں یہ رباعی یوں ہے :

کچھ عشق میں تو مزا نہ پایا ہم نے
اک دل ہی بکو مفت میں گنوایا ہم نے
اور جس کے لیے گنوایا دل کو جرأت
اس کو اپنا کبھی نہ پایا ہم نے (ص ۲۴۷)

. . . جس کے لیے دل کو گنوایا جرأت
اس کو اپنا کبھو نہ پایا ہم نے
. . . . تیرے مسکرانے سے کھلی[1]
اور دیکھ کے مجھ کو منہ . . . . "

مندرجات :	غزلیات	ورق ۱ ، الف تا ۱۷۶ ب
	مخمس	ورق ۱۷۷ ، الف و ب
	مثنویات	ورق ۱۷۸ ، الف تا ۲۰۵ ب
	ہجویات	ورق ۲۰۵ ، ب تا ۲۲۰ ، الف
	قطعات تاریخ	ورق ۲۲۰ ، ب تا ۲۲۱ ، الف
	رباعیات	ورق ۲۲۱ ، الف تا ۲۲۸ ب

خصوصیات : مخطوطہ ناقص الطرفین والاوسط ہے ۔ درمیان سے متعدد مقامات سے اوراق کم ہیں ۔ مثلاً ورق ۹۰ ، ب پر آخری غزل ردیف "ز" کی ہے ۔ اور ورق ۹۱ ، الف کے آغاز میں ردیف "ک" کی ایک غزل کے آخری دو اشعار ہیں ۔ نسخہ مطبوعہ (مطبع کارنامہ) سے مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ دونوں اوراق کے درمیان متعدد غزلیں تھیں جو ضائع ہو چکی ہیں ۔ اسی طرح متعدد اوراق ایسے ہیں ، جن کا سلسلہ ان کے بعد کے اوراق سے نہیں ملتا ۔ کاتب غیر محتاط ہے ۔ کتابت کی اغلاط بکثرت ہیں ۔

دیگر نسخے : ۱۔ نسخۂ انڈیا آفس ، لندن :

فہرست نمبر ۱۶۳ - اوراق ۲۹۷ - سائز ۱۲ × ۸½" - سطور ۱۵ - خط نستعلیق - انیسویں صدی عیسوی کا مکتوبہ - (انڈیا آفس ، صص ۸۵ - ۸۴)

۱- کلیات مطبوعہ مذکورہ میں مکمل رباعی یوں ہے :
چاہت مری تیرے مسکرانے سے کھلی
اور دیکھ کے مجھ کو منہ چھپانے سے کھلی
دل لے کے تو مت مکر کہ میرے دل کی
چوری تیری آنکھ کے چرانے سے کھلی (ص ۲۴۸)

کتب خانۂ سالار جنگ حیدر آباد دکن میں کلامِ جرأت کے دو نسخے ہیں :

۲۔ فہرست نمبر ۵۴۳ ۔ لائبریری نمبر ۳۰۵ ۔ سائز ۱۳ × ۸" ۔ صفحات ۵۳۸ ۔ سطور ۱۷ ۔ خط نستعلیق ۔ ''اس دیوان میں اولاً ردیف وار غزلیات ہیں اور آخر پر چند فرد ہیں دوسرا اور کوئی کلام نہیں ہے'' ۔ (سالار جنگ ، صص ۳۱ - ۴۳۰)

۳۔ فہرست نمبر ۵۴۴ ۔ لائبریری نمبر ۵۷۲ ۔ سائز ۱۱ × ۶ ۱/۲" ۔ صفحات ۹۸۴ ۔ سطور ۱۵ ۔ خط نستعلیق ۔ ''اس کلیات میں اولاً ردیف وار غزلیات ہیں ، ان کے بعد رباعیات . . . مخمس ، پھر مسدس ، ترجیع بند ، پھر قطعہ اور ترکیب بند ، ان کے بعد مثنویاں ہیں'' ۔ ترقیمہ : ''تمت تمام شد بموجب حکم نواب مستطاب ، فلک جناب ، قمر رکاب ، سپہرالنساب (کذا) نواب میر محمد علی صاحب قبلہ دام اقبالہ المعروف میر ابوالقاسم بن مرحوم میر محمد علی طباطبائی بتاریخ دوم شہر رجب بروز جمعہ ۱۲۴۱ھ'' ۔ (سالار جنگ ، صص ۳۲ - ۴۳۱)

۴۔ کتب خانۂ خدا بخش پٹنہ میں کلیاتِ جرأت دو حصوں میں ہے :

حصہ اوّل : فہرست نمبر ۲۷ ۔ پروگریس نمبر ۶۳۵۳ ۔ اوراق ۲۷۹ ۔ سطور ۱۵ ۔ خط نستعلیق ۔

حصہ دوم : فہرست نمبر ۲۸ ۔ پروگریس نمبر ۶۳۵۴ ۔ اوراق ۲۸۰ ۔ سطور ۱۵ ۔ خط نستعلیق ۔ (بانکی پور ، ص ۳)

کتب خانۂ آصفیہ ، حیدر آباد دکن میں کلامِ جرأت کے چار نسخے ہیں :

۵۔ فہرست نمبر ۴۸ ۔ لائبریری نمبر ''دواوین ۶۳۶'' ۔ سائز ۱۵ × ۸" ۔ صفحات ۵۳ ۔ سطور ۱۳ ۔ خط نستعلیق ۔

''اس دیوان میں صرف ردیف وار غزلیات ہیں'' - ترقیمہ :
''تمت الکتاب نسخۂ دیوان جرأت بتاریخ بست و پنجم شہر ربیع الثانی ، ۱۲۳۸ھ بخط اضعف العباد مرزا فضل علی حسب الفرمایش صاحب زادہ بلند اقبال . . . (کذا) طال اللہ عمرہ و ضاعف قدرہ'' - (آصفیہ ، اول ، ص ۳۳)

۶- فہرست نمبر ۴۹ - لائبریری نمبر ''دواوین ۱۳۲۸'' - سائز ۱۵ × ۸" - صفحات ۳۸۹ - سطور ۲۵ - خط نستعلیق - تعداد اشعار سولہ ہزار - ''اس دیوان میں غزلیات ، رباعیات ، مسدس ، مثنویاں ، ہجو ، سب کچھ شامل ہیں'' - ترقیمہ : ''تمت تمام شد دیوان جرأت بروز چہار شنبہ ، بوقت مغرب ، بتاریخ دویم صفرالمظفر ، ۱۲۷۹ ہجری در ہند چیناپٹن بخط عقیدت اشتباہ عظیم اللہ و انتقال در سنہ آخر بعارضہ تشنج افتادہ بود -[1] عظیم اللہ بن ولی اللہ بن نجیب اللہ بن خواجہ عصمت اللہ خاں بن خواجہ عبداللہ خاں بلخی'' - (آصفیہ ، اول ، صص ۳۵ - ۳۴)]

۷- فہرست نمبر ۵۰ - لائبریری نمبر ''دواوین ۱۰۱۱'' - سائز ۱۲×۸" - صفحات ۲۱۶ - سطور ۲۰ - خط شکستہ - ''اس دیوان میں غزلیات ، رباعیات اور ہجو شامل ہیں'' - (آصفیہ ، اول ، ص ۳۵)

۸- فہرست نمبر ۱۸۷ - لائبریری نمبر ''دواوین جدید شامل ۳۸۳۵'' - سائز $\frac{1}{2}$۷ × $\frac{1}{4}$۴" - صفحات ۲۸ - سطور ۸ - خط نستعلیق - ''جرأت کی غزلیات کا انتخاب ردیف وار ہے جو بیاض نمبر ۳۸۳۵ میں شامل ہے'' - (آصفیہ ، اول ، ص ۸۵)

بنارس یونیورسٹی میں کلام جرأت کے دو نسخے ہیں :

۹- لائبریری نمبر ۳ - U. IX/۳۲ - ''مکمل کلیات'' - (نوادر بنارس ، اُردو ، ص ۷۰)

۱- یہ عبارت کسی دوسرے کا اضافہ معلوم ہوتی ہے - اس سلسلے میں فہرست نگار نے کوئی صراحت نہیں کی (م - خ)

۱۰- لائبریری نمبر ۳ - ۳۳/U. IX - ''در ہجو سرما و دیگر مثنویاں'' - (نوادر بنارس ، اُردو ، ص ۷۰)

۱۱- نسخۂ انجمن ترقی اُردو ہند (کلیات) :

فہرست نمبر ۵۰۷ - (اُردو ادب ، مارچ ، ۱۹۵۳ء ، ص ۱۵۲)

۱۲- نسخۂ مانچسٹر (جون ریلنیڈ لائبریری) (کلیات) :

لائبریری نمبر ''ہندوستانی ۲۵'' - ''مکتوبہ بست و ہفتم ذی الحجہ ۱۲۴۶ھ . . . یہ نسخہ . . . کرنل ہملٹن کے کتب خانے کا ہے'' - (معاصر ، حصہ ۱۰ ، ص ۱۷)

۱۳- نسخۂ کلیات کتب خانۂ ذاتی گارسیں دتاسی :

فہرست نمبر ۲۸۱۴ - مکتوبہ ۱۸۰۸ء - صفحات ۸۳۵ - (نوائے ادب ، جنوری ، ۱۹۵۸ء ، ص ۳۱)

۱۴- نسخۂ کلیات جامعہ نظامیہ ، حیدرآباد دکن :

فہرست نمبر ۸۳ و ۸۴ - یہ نسخہ دو حصوں میں ہے جنھیں ''جلد اوّل'' اور ''جلد دوم'' کہا گیا ہے - (نوائے ادب ، اپریل ، ۱۹٦۴ء ، ص ۳۸)

۱۵- نسخۂ شاہان اودھ :

فہرست نمبر ٦۴۱ - یہ نسخہ موتی محل میں تھا -

مشمولات :

غزلیات ٦۳۰ صفحات (۱۲ شعر فی صفحہ)

فردیات ، رباعیات ، ہفت بند ، ہجویات

۱۹۴ صفحات

مثنوی ٦۲ صفحات

مثنوی ۳۲ صفحات (تصنیف ۱۲۲۵ھ)

(شاہان اودھ ، ص ٦۱٦)

مذکورہ مثنویوں کے بارے میں ڈاکٹر گیان چند لکھتے ہیں : ''غالباً اشپرنگر کے ذہن میں مثنوی

'حسن و عشق' اور 'کارستان الفت' ہیں کیونکہ یہی سب سے طویل مثنویاں ہیں"۔ (اُردو مثنوی، گیان چند، ص ۳۴۶)

۱۶- نسخۂ کتب خانۂ کلیہ جامعہ عثمانیہ، حیدر آباد دکن (دیوان):

فہرست نمبر ۳۲ - اوراق ۱۰۵ - سطور ۹ - سائز $\frac{1}{2}$۷ × $\frac{1}{2}$۵" - شکستہ آمیز نستعلیق - "ورق ۱، الف پر 'ظہیرالدین احمد خان بہادر' کی تین مہریں لگی ہوئی ہیں، جس کا سنہ ۱۲۸۱ھ ہے" - (جامعہ عثمانیہ، صص ۳۶ - ۱۳۵) - فہرست نگار نے آغاز و اختتام کی جو مثالیں دی ہیں، ان سے واضح ہے کہ اس نسخے میں صرف غزلیات ہیں۔

ایشیاٹک سوسائٹی لائبریری کلکتہ میں کلامِ جرأت کے چار نسخے ہیں:

۱۷- فہرست نمبر ۳۶ (دیوان) - لائبریری نمبر ۹۶۶ - (فہرست ایشیاٹک سوسائٹی، ص ۳)

۱۸- فہرست نمبر ۳۷ (دیوان) - لائبریری نمبر ۱۴۴ - (ایضاً)

۱۹- فہرست نمبر ۹۸ (کلیات) - لائبریری نمبر ۴۳۴ - (ایضاً، ص ۴)

۲۰- فہرست نمبر ۹۹ (کلیات) - لائبریری نمبر ۶۶ - (ایضاً)

۲۱- نسخۂ دیوان مولانا آزاد سنٹرل لائبریری، بھوپال۔ ("ہماری زبان" ۸، جنوری ۱۹۶۹ء، ص ۸)

۲۲- نسخۂ کلیات ڈاکٹر سیّد محمد عقیل (الٰہ آباد):

ڈاکٹر سیّد محمد عقیل نے کلیات کے ایک نسخے کا ذکر کیا ہے، لیکن یہ نہیں بتایا کہ یہ نسخہ ان کی ذاتی ملکیت ہے یا کسی کتب خانے میں ہے۔ انھوں نے اس کی یہ تفصیلات فراہم کی ہیں:

"... تحقیق کے سلسلے میں ہمیں ایک قلمی

نسخہ کلیات ِ جرأت کا ملا جس کے سرورق پر اب صرف یہ عبارت رہ گئی ہے 'کلیات میاں جرأت' ۔ یہ کلیات کافی کیرم خوردہ ہے ۔ حاشیے وغیرہ سب نذر ِ دیمک ہو چکے ہیں ۔ نہ ابتدا میں سن ِ تصنیف ہے اور نہ آخر میں سن ِ کتابت ۔ صرف قرائن اور طرز ِ کتابت ہی اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ یہ کلیات اٹھارویں صدی کے اختتام یا انیسویں صدی کے آغاز میں لکھا گیا ہے . . . اس کلیات میں تین مثنویاں مکمل ہیں ۔ ایک مثنوی در ہجو نزلہ ہے جس کے صرف آٹھ اشعار کلیات میں موجود ہیں ۔ اس کے بعد کا ایک صفحہ غائب ہے جس میں کہیں سے دوسری مثنوی بھی شروع ہو جاتی ہے جس کا صرف آخری حصہ کتاب میں موجود ہے ۔ اس طرح کل پانچ مثنویاں ملتی ہیں . . . . :

(۱) مثنوی تپ لرزہ . . . .
(۲) مثنوی خارش . . . .
(۳) مثنوی چیچک . . . .
(۴) مثنوی در ہجو نزلہ . . . .
(۵) مثنوی نامعلوم . . . .'' ۔ (اُردو مثنوی ، عقیل ، ص ۱۴۱)

۲۳۔ نسخہ' مولانا آزاد لائبریری ، علی گڑھ :

اس لائبریری میں کلیات کا ایک نسخہ ہے ۔[1] (اُردو مثنوی ، گیان چند ، ص ۳۴۳)

۱۔ مولانا حبیب الرحمٰن شیروانی کے پاس بھی کلیات ِ جرأت کا ایک نسخہ تھا (صحیفہ ، ۹۱ ، ص ۵۴) ۔ مولانا شیروانی کا ذخیرۂ کتب اب مولانا آزاد لائبریری ، علی گڑھ میں ہے ۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ ڈاکٹر گیان چند نے جس نسخے کا ذکر کیا ہے ، وہ مولانا شیروانی کا ہے یا کوئی دوسرا نسخہ ہے ۔

برٹش میوزیم میں کلامِ جرأت کے دو نسخے ہیں :

۲۴- فہرست نمبر ۶۶ - کلیات - اوراق ۴۲۸ - سائز $10\frac{3}{4} \times 8\frac{1}{2}$" - سطور ۱۵ - خط نستعلیق - کاتب ، محمد امین بیگ ، ساکن دہلی - ورق ۱ ، الف پر سابقہ مالک کا نام لکھا ہے جو یہ ہے : "J. Ruddlle 1806" - اس اندراج سے فہرست نگار نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ یہ نسخہ ۱۸۰۰ کے قریب کا مکتوبہ ہے - **مشمولات :**

دیوان غزلیات	ورق ۱ ، ب
فردیات	ورق ۳۰۲ ، ب
رباعیات	ورق ۳۰۴ ، ب
مسدسات و مخمّسات	ورق ۳۲۰ ، ب
ہفت بند و ترجیع بند	ورق ۳۴۴ ، ب
مقطعات	ورق ۳۴۵ ، ب
سلام و مراثی	ورق ۳۷۶ ، ب
فال نامہ	ورق ۴۲۴ ، ب

پہلے اور دوسرے مراثی کے اختتام (ورق ۴۰۵ ، الف و ۴۰۸ ، ب) پر ان کی تاریخ ہائے تصنیف کے مادے ہیں جن سے بالترتیب ۱۱۹۱ھ (۱۷۷۷ء) اور ۱۱۹۲ھ (۱۷۷۸ء) برآمد ہوتے ہیں - (برٹش میوزیم ، ہندوستانی ، ص ۳۵)

ترقیمہ : ''تمام شد کلیات میاں جرأت از برائے خاطر داشت محمد خاں صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ از دست احقرالعباد محمد امین بیگ ساکن دہلی غفراللہ ذنبہ :

اے کریم از کرم رساں بہ بہشت
ہر کہ گفت ہر کہ خواند ہر کہ نوشت''

(''نیا دور''، کراچی ، شمارہ اوّل)

۲۵- فہرست نمبر ۶۷ - دیوان - اوراق ۳۰۰ - سائز $13\frac{1}{4} \times 9$" - سطور ۱۹ - خط نستعلیق - ظاہرا انیسویں صدی عیسوی کے آغاز کا نسخہ - اس میں صرف

غزلیات (ردیف وار) ہیں ، لیکن غزلوں کی ترتیب وہ نہیں جو مندرجہ بالا کلیات میں ہے ۔ (برٹش میوزیم ، ہندوستانی ، صص ۳۹ - ۳۵)

اس نسخے کے بارے اقتدا حسن لکھتے ہیں :

"برٹش میوزیم میں دیوان جرأت کا جو جامع نسخہ . . . ہے وہ نہایت نفیس دبیز ولایتی کاغذ پر (جس پر "J. Whatman 1809" واٹر مارک ہے) صاف خط میں لکھا ہوا ہے اور املا میں جو احتیاط برتی گئی ہے (یعنی اعراب اور نقطوں کا التزام وغیرہ) اس سے اس گمان کو تقویت ملتی ہے کہ یہ نسخہ جرأت کے کسی ولایتی مداح کے لیے تیار کیا گیا تھا . . . دیوان کا کاغذ چونکہ ۱۸۰۹ء کا بنا ہوا ہے اس لیے جرأت کی وفات کے پانچ سال کے اندر اندر اس نسخے کا سنہ کتابت متعین کیا جا سکتا ہے" ۔ (کلیاتِ جرأت ، اوّل ، مجلس ترقی ادب ، حرفِ آغاز ، ص ۳۳)

۲۶۔ نسخہ فورٹ ولیم کالج ، کلکتہ :

دیوان کا ایک نسخہ فورٹ ولیم کالج ، کلکتہ میں تھا ۔ اس کا ذکر اشپرنگر نے کیا ہے ۔ (شاہانِ اودھ ، ص ۶۱۶)

رضا لائبریری رام پور میں کلیاتِ جرأت کے پانچ نسخے ہیں :

۲۷۔ مخطوطہ نمبر ۹۲۳ ۔ سنہ کتابت ندارد ۔ (کلیاتِ جرأت ، مجلس ترقی ادب ، حرفِ آغاز ، ص ۳۱)

۲۸۔ مخطوطہ نمبر ۹۲۶ ۔ سنہ کتابت ندارد ۔ (ایضاً ، ص ۳۱)

۲۹۔ مخطوطہ نمبر ۹۲۷ ۔ سنہ کتابت ندارد ۔ (ایضاً ، ص ۳۱)

۳۰ و ۳۱۔ مولانا امتیاز علی عرشی نے صرف اتنا لکھا ہے کہ

رضا لائبریری میں دیوانِ جرأت کے پانچ نسخے ہیں ۔ (دستور ، حاشیہ ، ص ۹۹) ۔ ان میں سے تین نسخوں کا ذکر اوپر آ چکا ہے ، باقی دو کے بارے میں تفصیلات دستیاب نہیں ہو سکیں ۔

۳۲۔ نسخۂ فطرت موہانی :

مولوی سیّد ثمرالحسن فطرت موہانی کے کتب خانے میں کلامِ جرأت کا ایک نسخہ تھا ۔ حسرت موہانی نے اس نسخے کی ''دس یا بارہ غزلیں'' انتخابِ جرأت میں شامل کی ہیں ۔ (انتخابِ جرأت ، سرورق ۳)

۳۳۔ نسخۂ کتب خانۂ اہلِ اسلام ، مدراس :

فہرست نمبر ۲۲۵۹ ۔ دیوان ۔ عطیہ نواب غلام غوث خان بہادر ۔ (مطبوعہ فہرست ، ص ۲۱۵)

مطبوعہ نسخے: ۱۔ جرأت کا کلام پہلی مرتبہ ۷۷ صفحات کے انتخاب کی صورت میں مطبع نظامی ، کانپور سے ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۹ء میں شائع ہوا ۔ (انتخابِ سخن ، حسرت موہانی ، جلد پنجم ، سرورق ۳ و کلیاتِ جرأت ، مجلس ترقی ادب ، لاہور ، حرفِ آغاز ، ص ۲۹)

۲۔ ''کلیاتِ جرأت'' ۱۸۸۳ء/۱۳۰۰ھ میں مطبع کارنامہ ، فرنگی محل ، لکھنؤ سے مولوی محمد یعقوب کے اہتمام سے شائع ہوا ۔ خاتمۃ الطبع میں مولوی محمد یعقوب نے بتایا ہے کہ کلیاتِ جرأت کا ''اصل نسخہ و چند نقول اسی زمانے کے بکمال تلاش بہم پہنچا کے بڑی کد و کاوش سے راقم نے ترتیب دیا ہے'' ۔ کلیاتِ جرأت کے مرتّب اقتدا حسن نے اس نسخۂ کلیات کو ''جامع انتخاب'' کا نام دیا ہے اور لکھا کہ ''اس مجموعۂ کلام میں جرأت کی بیشتر غزلیات شامل ہیں ۔ البتہ ایسی غزلیں بہت کم ہوں گی جن کے اشعار کی تعداد برقرار رکھی گئی ہو'' ۔ (کلیاتِ جرأت ، مجلس ترقی ادب ، حرفِ

آغاز ، ص ۲۹) ۔ اس کلیات کا ایک نسخہ ترقی اُردو بورڈ ، کراچی کے کتب خانے میں ہے ۔

۳۔ انتخابِ کلامِ جرأت ، مرتبہ، نواب عمادالملک سیّد حسین بلگرامی۔ یہ انتخاب ، سلسلۂ مختار اشعار کی جلد اول کے طور پر مطبع مفید عام ، آگرہ سے ۱۸۹۷ء میں شائع ہوا تھا ۔ یہی انتخاب بعد میں ۱۹۰۲ء میں مدراس سے بھی شائع ہوا ۔ ان دونوں ایڈیشنوں کا ایک ایک نسخہ انجمن ترقی اُردو ،کراچی کے کتب خانۂ خاص میں ہے ۔ جلد اول میں جرأت کے ساتھ سودا کا انتخابِ کلام بھی ہے ۔

۴۔ مولانا حسرت موہانی نے سلسلۂ انتخابِ سخن کی جلد پنجم کے طور پر ۱۹۲۸ء میں کانپور سے "انتخابِ دیوانِ جرأت" شائع کیا تھا ۔ یہ غزلیات کا انتخاب ہے جس کے آخر میں چند رباعیات بھی ہیں ۔ اس کے شروع میں جرأت کے استاد ، مرزا جعفر علی حسرت کا انتخابِ کلام ہے ۔ اور آخر میں جرأت کے شاگردوں رضا ، رقت ، محنت اور محبّت وغیرہ کا انتخاب ہے ۔ دوسرے اور تیسرے سرورق پر جرأت کے مختصر حالات ہیں ۔ جرأت کا انتخاب ۷۲ صفحات پر مشتمل ہے ۔ اس کے بارے میں مولانا حسرت موہانی لکھتے ہیں :

> "[یہ] انتخاب زیادہ تر کلیاتِ جرأت مطبوعہ مطبع کارنامہ سے ماخوذ ہے ، صرف دس بارہ غزلیں جو قلمی نسخے [نسخۂ فطرت موہانی] میں زیادہ تھیں ، وہ آور لے لی گئیں ۔ حسبِ معمول اس دیوان میں بھی انتخاب اس طور پر کیا گیا ہے کہ باوجودِ اختصار دیوان کی صورت قائم ہے ۔ اگرچہ منتخب غزلوں میں اصلی غزلوں سے اشعار کم ہیں لیکن غزل کی حیثیت بجنسہ باقی رکھی گئی ہے" ۔ (انتخابِ سخن ، پنجم ، سرورق ۳)

۵- ڈاکٹر ابواللیث صدیقی کی کتاب ''جرأت ، ان کا عہد اور عشقیہ شاعری'' کے آخر میں ۲۹ صفحات کا انتخابِ غزلیات جرأت ہے - یہ کتاب کراچی سے ۱۹۵۲ء میں شائع ہوئی تھی -

۶- ڈاکٹر اقتدا حسن کے مرتّبہ کلیاتِ جرأت کی جلد اول مجلس ترقی ادب ، لاہور کی طرف سے ۱۹۶۸ء میں شائع ہوئی تھی - ''حرف آغاز'' میں درج شدہ منصوبے کے مطابق بقیہ تین جلدیں (دو جلدیں متن کی اور ایک مقدمہ و تعلیقات و اختلافِ نسخ کی) ۱۹۷۱ء تک شائع ہونی تھیں ، لیکن بوجوہ یہ منصوبہ مکمل نہیں ہو سکا - پہلی جلد جو شائع ہوئی ہے اس میں ردیف الف سے نون تک کی غزلیات ہیں - اس کا متن نسخۂ دیوان برٹش میوزیم (رک : دیگر نسخے ۲۵) اور نسخۂ کلیات پنجاب یونیورسٹی ، لاہور ، مکتوبہ ۱۲۲۳ھ پر مبنی ہے -

۷- کلیاتِ جرأت مرتّبہ ڈاکٹر اقتدا حسن کی پہلی دو جلدیں Instituto Universitario Orientale نیپلز (اطالیہ) کی طرف سے بالترتیب ۱۹۷۰ء اور ۱۹۷۱ء میں شائع ہو چکی ہیں - جلد اول میں غزلیات ہیں - جلد دوم میں بقیہ اصنافِ سخن ہیں - اس جلد کے آخر میں دو ضمیمے بھی ہیں جن میں غزلیات کے متفرق اشعار اور ایسی غزلیات ہیں جو جلد اول میں شامل نہ ہو سکیں - پہلی جلد کے دیباچے میں مرتّب نے لکھا ہے کہ متن بنیادی طور پر دو نسخوں پر مبنی ہے اور ایک درجن دوسرے نسخوں سے (جو پاک و ہند اور انگلستان کی مختلف لائبریریوں میں محفوظ ہیں) استفادہ کیا گیا ہے - مرتّب نے ان نسخوں کی تفصیل نہیں بتائی ، یہاں تک کہ ان دو نسخوں کے بارے میں بھی کچھ نہیں لکھا جن سے متن تیار کیا گیا ہے - گمان غالب ہے کہ یہ دونوں نسخے وہی ہوں گے جو کلیات شائع کردہ مجلس ترقی ادب کے سلسلے میں استعمال کیے گئے ہیں -

دوسری جلد کے ضمیموں میں بیشتر کلام علی گڑھ کے
نسخے سے حاصل کیا گیا ہے - مرتب نے دونوں
جلدوں میں اختلافِ نسخ نہیں دیا - یہ ، مقدمے کے
ساتھ تیسری جلد میں ہوگا - دیباچۂ مرتب کے مطابق
تیسری جلد کو ۱۹۷۳ء میں شائع ہونا تھا لیکن یہ
جلد تا حال (اکتوبر ، ۱۹۷۵ء) شائع نہیں ہوئی -

مصنف : جرأت کا نام یحییٰ مان اور عرفیت قلندر بخش تھی - باپ کا
نام حافظ مان تھا جو رائے مان ابن شادمان کے بیٹے تھے -
ان کے خاندان کو دربارِ مغلیہ میں دربانی کی خدمت
حاصل تھی - ''مان'' خطاب تھا جو نام کا جزو بن گیا -
جرأت کے دادا رائے مان کو ''رستمِ ہند'' کا خطاب ملا
تھا اور انھیں نادر شاہ کے حکم سے اواسط ذی الحجہ
۱۱۵۱ھ [م : مارچ ، ۱۷۳۹ء] میں قتل کیا گیا تھا - جرأت
کے پردادا شادمان کا انتقال ۱۱۲۶ھ [م : ۱۷۱۴ء] میں ہوا
تھا - جرأت دہلی میں ۱۱۶۳ھ [م : ۵۰ - ۱۷۴۹ء) میں
پیدا ہوئے - سات برس کی عمر میں ۱۱۷۰ھ میں دہلی سے
فیض آباد گئے - یہیں انھوں نے تعلیم و تربیت حاصل کی -
مروجہ درسی کتب پڑھنے کے ساتھ انھوں نے موسیقی سے
بھی دلچسپی لی - ستار وہ بہت عمدہ بجاتے تھے - علمِ نجوم
میں بھی مہارت حاصل کی - ۱۱۸۰ھ کے لگ بھگ انھوں
نے شاعری شروع کی اور جعفر علی حسرت کی شاگردی اختیار
کی - جرأت جوانی میں نابینا ہو گئے - یہ واقعہ ۱۱۹۱ھ
[م : ۱۷۷۷ء] کے بعد اور ۱۲۰۰ھ [م : ۸۶ - ۱۷۸۵ء]
سے قبل پیش آیا - جرأت پہلے نواب محبت خاں محبّت کے
متوسل تھے ، بعد میں مرزا سلیمان شکوہ کی ملازمت اختیار
کی - جرأت کا انتقال ۱۲۲۴ھ [م : ۱۰-۱۸۰۹ء] میں ہوا -
(ماخوذ از مقالہ ''جرأت اور اس کی شاعری'' از کلب علی
خاں فائق ، صحیفہ ، شمارہ ۱۸ و ۱۹ ، جنوری و اپریل ،
۱۹۶۲ء)

مآخذ : (۱) طبقات ، ۳۰۲ - (۲) شعرائے اُردو ، ۴۴ - (۳) شورش ، اول ، ۵۱۵ - (۴) مسرت ، ۵۳ - (۵) گلزار، ۶۲ - (۶) گلشنِ سخن ، ۹۴ - (۷) ہندی ، ۶۳ - (۸) دستور ، ۹۸ - (۹) عیار ، ۳۲ - (۱۰) حیدری ، ۷۴ - (۱۱) عشقی ، اول ، ۱۷۶ - (۱۲) گلشنِ ہند ، ۳۷ - (۱۳) عمدہ ، ۱۹۲ - (۱۴) مجمع ، ۷۳ - (۱۵) مجموعہ ، اول ۱۵۵ - (۱۶) طبقات ، ۳۰۲ - (۱۷) دیوان ، ۱۷ - (۱۸) آزردہ ، ۳۲ و ۸۰ - (۱۹) بے جگر در ردیف ج - (۲۰) ابن طوفان ، ۴ ، ۲۶ تا ۲۸ ، ۵۲ ، ۷۱ ، ۷۷ - (۲۱) گلشن ، ۴۶ - (۲۲) بہار ، ۱۰۱ - (۲۳) انتخاب ، ۱۲۵ - (۲۴) بے خزاں ، ۴۷ - (۲۵) نازنیناں ، ۱۴۷ - (۲۶) گلستاں ، ۵۹ - (۲۷) خوش معرکہ ، اول ، ۲۶۲ - (۲۸) شعرائے ہند ، ۲۰۵ - (۲۹) سراپا سخن ، ۱۷ ، ۸۵ ، ۱۵۷ ، ۱۸۶ ، ۳۷۴ ، ۳۷۸ ، ۳۸۰ - (۳۰) یادگار ، ۶۰ - (۳۱) ریاض ، ۶۴ - (۳۲) قطعہ ، ۸ ، ۲۰۹ ، ۳۱ ، ۳۴ ، ۳۵ ، ۳۶ ، ۳۹ ، ۴۲ ، ۴۶ ، ۴۸ ، ۵۱ ، ۵۵ ، ۶۷ ، ۷۳ ، ۸۰ - (۳۳) سخنِ شعرا ، ۱۰۲ - (۳۴) نادر ، ۵۱ - (۳۵) دل کشا ، اول ، ۶۷ - (۳۶) شمیم ، اول ، ۳۲ - (۳۷) روز ، ۱۶۶ - (۳۸) طور ، ۲۴ - (۳۹) بزم ، ۳۴ - (۴۰) جلوہ ، اول ، ۱۳۲ - (۴۱) خم خانہ ، اول ، ۲۱۸ - (۴۲) آبِ بقا ، ۱۶۷ - (۴۳) گارسیں دتاسی ، دوم ، ۱۱۲ - (۴۴) آبِ حیات ، ۲۳۶ - (۴۵) سکسینہ ، نظم ، ۱۹۲ - (۴۶) گلِ رعنا ، ۲۵۱ - (۴۷) شعرالہند ، اول ، ۸۶ ، ۱۴۷ - (۴۸) لکھنؤ ، ۱۷۵ - (۴۹) دلّی ، ۲۴۱ - (۵۰) مرآۃ ، اول ، ۲۸۱ - (۵۱) تاریخِ ادبیات ، ہفتم ۲۸۴ - (۵۲) بیل ، ۱۳۶ - (۵۳) قاموس ، اول ، ۱۹۷ - (۵۴) بیاض ، ۳۷ - (۵۵) میر حسن ، ۱۰۸ - (۵۶) منظوم داستانیں ، ۳۲۶ - (۵۷) اُردو مثنوی ، گیان چند ، ۳۴۳ - (۵۸) اُردو مثنوی ، عقیل ، ۱۴۰ - (۵۹) اُردو مثنوی ، سروری ، ۱۱۳ - (۶۰) ''مصحفی اور

جرأت'' مقالہ از قاضی عبدالودود ، معاصر ، حصہ ۲ ، ص ۱۳ - (۶۱) ''معارضہ جرأت و نوا'' مقالہ از افسرالدولہ فیاض الدین حیدر ، معاصر ، حصہ ۲ ، ص ۳ے - (۶۲) أردو مرثیہ ، سفارش حسین ، ص ۲۳۶ - (۶۳) ''مزے دار شاعر'' مقالہ از محمد حسن عسکری ، مشمولہ ''ستارہ یا بادبان'' ، کراچی ، ۱۹۶۳ء - (۶۴) ''کلیات جرأت'' [مخطوطہ برٹش میوزیم کا تعارف] از ڈاکٹر محمد اشرف ، ''نیا دور'' ، کراچی ، شمارہ اوّل - (۶۵) ارمغان ، ۲۸ -

● ● ●

۷۴

دیوانِ جویا

شاہ الطاف حسین جویا

کتاب خانہ : ڈاکٹر یونس حسنی ، شعبۂ اردو ، کراچی یونی ورسٹی ، کراچی ۔

سائز : ۲۰ × ۱۳ س م

اوراق : ۵۸

سطور : ۱۶

سالِ ترتیب : ۱۹۳۱ء (جلد پر ایک کاغذ چسپاں ہے جس پر ''دیوان شاہ الطاف حسین جُویا'' لکھ کر مذکورہ سنہ درج کیا گیا ہے)

کاتب : خود مصنّف ۔

سالِ کتابت : ۱۹۳۱ء

خط : نستعلیق ، معمولی ۔

کیفیت : یہ نسخہ مجلد ہے اور اچھی حالت میں ہے ۔ ابتدائی ۱۲ اوراق کا کاغذ دبیز خاکی رنگ کا ہے ۔ باقی اوراق کا کاغذ سفید چکنا اور باریک ہے ۔

آغاز : ''حمد باری تعالیٰ :

تو واحد مطلق ہے خداوند تعالیٰ
جلوہ تری یکتائی کا ہے اسفل و اعلیٰ
تو شاہ ازل ، لم یزلی ذات ہے تیری
ہمسر کوئی تیرا ہے نہ ثانی کوئی تیرا

"تو صانع مطلق ہے تو ہے خالق مطلق
انساں تری توصیف بیاں کر نہیں سکتا
قدرت ہوئی جس وقت دکھانی تجھے منظور
اک کن سے دو عالم کیے اک آن میں پیدا
ہے خلق دو عالم کی یہی علّت غائی
تا دیکھ لیں سب تیری خدائی کا تماشا"

اختتام : "آخر کسی کے دل کی کدورت نہ چھپ سکی
خط بھی لکھا مجھے تو بخطِ غبار تھا
تبدیل کر سکی نہ محبت کو موت بھی
مرقد میں بھی مجھے تو وہی انتظار تھا
لایا زباں پر ترا شکوہ نہ جیتے جی
اب بھی یقیں نہیں کہ میں الفت شعار تھا
جویا جہاں میں ہوتے بھلا خاک نیک نام
اپنے نصیب میں تو دل بے قرار تھا"

مندرجات : یہ دیوان نامکمل ہے ، صرف ردیف الف کی غزلیات پر مشتمل ہے ۔ اس کے بعد ۵۷ اوراق سادہ ہیں جو بقیہ ردیفوں کی غزلیات لکھنے کے لیے تھے ، مگر اس کی نوبت نہ آئی ۔ (سادہ اوراق کو مخطوطے کے اوراق میں شمار نہیں کیا گیا)۔ ابتدا میں حمد ورق ۳ ، الف تک ہے۔ ۳ ب سے ۵ ب تک کے اوراق سادہ ہیں ۔ ورق ۶ ، الف سے غزلیات شروع ہوتی ہیں ۔ اس مخطوطے میں ۲۷½ × ۲۲½ س م سائز کا ایک تہہ کیا ہوا ورق رکھا ہے ، اس پر مہاراجہ جھالا واڑ کا قصیدہ ہے جس کے پہلے اور آخری اشعار یہ ہیں :

مہراج جھالا واڑ ہے راجوں کا راج دار
ان کے ہی دم قدم سے زمانے میں ہے بہار
جویا کی یہ دعا ہے پھلے پھولے دہر میں
گل زار زیست ان کا ہمیشہ ہو پُر بہار

خصوصیات : متعدد جگہ غزلوں میں اشعار اضافہ کیے گئے ہیں ۔ کہیں کہیں اصلاحیں بھی ہیں ۔ ورق ۴۶ ، الف پر ایک غزل کے

متعدد شعروں میں ترمیم کی ہے اور بعض شعر کاٹ کر از سرِ نو لکھے ہیں ۔ متن اور اصلاحوں وغیرہ کا قلم ایک ہی ہے جس سے واضح ہے کہ مخطوطہ خود مصنّف کا نوشتہ ہے ۔ مخطوطے کے مالک ڈاکٹر یونس حسنی نے بھی بتایا ہے کہ یہ مخطوطہ بخط مصنّف ہے ۔

دیگر نسخے : اس مخطوطے کا کوئی اَور نسخہ راقم کے علم میں نہیں ہے ۔

مطبوعہ نسخے: یہ دیوان شائع نہیں ہوا ۔

مصنّف : جویا پانی پت میں ۱۸۵۷ء میں پیدا ہوئے ۔ ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی ۔ مزید تعلیم کے لیے اودھ کا سفر کیا ۔ جونپور میں مذہبی تعلیم حاصل کر رہے تھے کہ سیّد عبدالرشید بن سیّد عبدالجلیل (رک : بیاض شاہ جلیل مخطوطہ نمبر ۱۸۸) سے ملاقات ہوئی اور ان کے ساتھ رائے بریلی چلے آئے ۔ ایک عرصے تک دائرہ شاہ علم اللہ میں قیام کیا جہاں سیّد احمد شہید کا خاندان آباد تھا ۔ شاعری کی ابتدا جونپور میں ہوئی ۔ ۱۹۲۳ء میں ٹونک چلے گئے اور وہاں صاحب زادہ احمد سعید خاں عاشق شاگرد داغ دہلوی سے تعلقات رہے اور شاعری میں ان کے اثرات قبول کیے ۔ نواب ٹونک نے ان کا وظیفہ مقرر کر دیا تھا ۔ مسجد سیّد عرفان میں موذن کے فرائض انجام دیتے تھے ، تا حیات یہی مشغلہ رہا ۔ ۱۹۴۴ء میں انتقال کیا ۔ (بموجب یادداشت نوشتہ ڈاکٹر یونس حسنی) ۔

● ● ●

۷۵

بیاضِ جویا

شاہ الطاف حسین جویا

ہ خانہ : ڈاکٹر یونس حسنی ، شعبۂ اُردو ، کراچی یونی ورسٹی ، کراچی۔

ٔ : ۱۵ × ۱۰ س م

ق : ۷۸

ور : غیر معین ، ۱۲ تا ۲۶

ب : خود مصنّف۔

 : نستعلیق ، معمولی۔

یت : غیر مجلد۔ خاصی خستہ حالت میں ہے۔ آب رسیدگی کی وجہ سے اکثر جگہ روشنائی پھیل گئی ہے۔ بیاض کا نچلا دایاں کونا چوہوں نے کتر لیا ہے اور ½ م × ۱ س م حصہ ضائع ہوگیا ہے۔ ورق ۵۳ کا صرف تھوڑا سا حصہ موجود ہے ، باقی ضائع ہو چکا ہے۔ اس ورق پر جو کلام تھا ، اس کے صرف کچھ الفاظ باقی رہ گئے ہیں۔

از :

"جو عشق میں گزرا اس افسانے کو کیا کہیے
دیوانہ تھا دل اپنا دیوانے کو کیا کہیے
لیلیٰ ہی کے کوچے میں رہنا تھا تجھے مجنوں
آباد کیسا تُو نے ویرانے کو کیا کہیے

رہ اپنی خوشی ساقی چکّر میں نہیں دیتا
تقدیر میں گردش ہے پیمانے کو کیا کہیے
مے پارسا پیتا تو ہاں طعن کے قابل تھا[1]
رندانہ ہے رندانہ رندانے کو کیا کہیے
ہر عضو بتا دے گا محشر میں خطا اپنی
اپنا ہی نہیں اپنا بیگانے کو کیا کہیے"

اختتام : "افسوس کہ بیمار تپ ہجر بتاں کو
ایسا کوئی دنیا میں نہیں ہے جو دوا دے
دل لے کے رفاقت نہیں کرتا ہے وہ ظالم
تسکین دل آفت زدہ کو اس کے بلا دے
اس شوخ ستم گار سے اتنا نہیں ہوتا
میرے دل غمگیں کو جو تسکین ذرا دے
تو دل کے لگانے سے نہ باز آئے گا جب تک
وہ دل کے لگانے کی تجھے کوئی سزا دے
جویا کو تو دے عشق بس اپنا ہی الٰہی
دنیا کے غم و رنج کو اب دل سے بھلا دے"

مندرجات : ورق ۷۶، ب تک غزلیات ہیں ۔ اس کے بعد کے دو اوراق پر مختلف طبّی نسخے اور تعویذ لکھے ہیں ۔

خصوصیات : مصنّف نے غزلوں میں جا بجا اصلاح و ترمیم کی ہے ۔ بہت سے اشعار قلم زد کر دیے ہیں ، اور متعدد نئے شعر اضافہ کیے ہیں ۔

مصنّف : رک : دیوان جویا ، مخطوطہ نمبر ۳۷ ۔

• • •

۱۔ پہلے یہ مصرع یوں تھا :
"گر پارسا مے پیتا تو اس سے گلہ کرتے"

٧٦

کلیاتِ حسرت

مرزا جعفر علی حسرت

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو ، کراچی۔

نمبر : قا ۳/۱۱۱

سائز : ۳۳ × ۲۲ س م

اوراق : ۳۳۴

زمانۂ تصنیف : دیوان اول : تاریخِ اختتام ۱۱۹۲ھ [م : ۷۹-۱۷۷۸ء]۔
بقیہ کلام مابین ۱۱۹۲ھ و ۱۲۰۶ھ [م : ۹۲-۱۷۷۸ء]

سالِ کتابت : درج نہیں ۔ قیاساً تیرھویں صدی ہجری کی ابتدا کا مکتوبہ نسخہ ہے۔

خط : نستعلیق ، عمدہ۔

مہر : ورق ۳ ، الف پر ''محمد رکن الدین حسان (عثمانیہ)'' کی مہر ہے جس میں روشنائی استعمال نہیں کی گئی بلکہ حروف کو کاغذ پر ابھارا گیا ہے۔

کیفیت : یہ نسخہ غیر مجلد ہے ، لیکن اچھی حالت میں ہے ۔ بہت اہتمام سے لکھا گیا ہے ۔ ہر صفحے پر سرخ دہری جدولیں اور نیلا باریکا ہے ۔ کاغذ دبیز ، سفید اور چکنا ہے ۔ یہ نسخہ محمد رکن الدین حسان کی ملکیت تھا ۔ ورق ۱ ، ب پر ان کے دستخط ہیں ۔ اور نیچے ''۲۶ نومبر ، ۱۹۵۰ء ، حیدرآباد'' لکھا ہے ۔ اس کے نیچے یہ عبارت

ہے ۔ ''بابائے اُردو ڈاکٹر عبدالحق کی خدمت میں ۔ قدر
گوہر شاہ داند یا بداند جوہری ۔ محمد رکن الدین حسان
(عثمانیہ) ، ۲۴ مارچ ، ۱۹۵۳ء ۔ اُردو کالج ، کراچی'' ۔ ورق
۱ ، الف سادہ ہے ۔ متن ورق ۱ ، ب سے شروع ہوتا ہے ۔

آغاز : ''من قصائد

سبحہ سجادہ و اسلام و حرم چاروں ایک
عاشق و بتکدہ و کفر و صنم چاروں ایک
اس کی دو چشم دو ابرو ہو بہم چاروں ایک
کہتے ہیں دل کہیں چھوڑیں گے نہ ہم چاروں ایک
ایک جی کا مرے پھر آہ خدا حافظ ہے
جب ہوئے درد و محن رنج و الم چاروں ایک
مومن و گبر و نصارا و یہودی ہر ایک
تُو نے مذہب کیے اے عشق کے غم چاروں ایک
یار و غم ، عشق و فلک ، آٹھ پہر اس دل پر
کرتے ہیں ظلم و جفا ، جور و ستم چاروں ایک''

اختتام : ''ازیں رباعی تاریخ بر می آید ۱۱۹۲ ہجری

دیوان پڑھے جو کوئی میرا حسرت
پیدا ہو اوس کو شاعری کی قدرت
تاریخ یہی ہے اس میرے دیوان کی
کل طے یہ ہوا تمام باب صنعت''

۱۱۸۲ھ

[۱۱۸۲ھ سہو کتابت ہے ، صحیح ۱۱۹۲ھ ہے جو رباعی
سے قبل لکھا ہے]

مندرجات : قصائد ورق ۱ ، ب تا ۱۹ ، ب
مخمسات ، ترکیب بند ، ترجیع بند ۱۹ ، ب تا ۳۱ ، الف
واسوز ۳۱ ، الف تا ۴۵ ، الف
مثنوی ساقی نامہ ۴۵ ، الف تا ۵۲ ، الف

مثنوی در ہجو طبیب	۵۲ ، الف تا ۵۴ ، الف
غزلیات	۵۵ ، الف تا ۱۴۹ ، ب
رباعیات	۱۴۹ ، ب تا ۱۵۲ ، ب
مخمسات	۱۵۳ ، الف تا ۱۶۳ ، ب
غزلیات	۱۶۵ ، ب تا ۲۹۱ ، ب
رباعیات	۲۹۱ ، ب تا ۳۳۴ ، ب

اوراق ۱ ، الف ؛ ۱۶۴ ، ب اور ۱۶۵ ، الف سادہ ہیں ۔

خصوصیات : اس نسخے میں کلیات مطبوعہ (مرتبہ ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی) کے بعض اشعار موجود نہیں ہیں ۔ مثلاً کلیات مطبوعہ کے پہلے قصیدے (ص ۲ - ۳) کے اشعار ۵ ، ۲۶ تا ۳۰ ، ۴۷ ، ۵۰ ، ۵۱ ، ۵۵ و ۵۸ ، اس نسخے میں نہیں ہیں ۔ اسی طرح بعض اور اشعار بھی اس نسخے میں موجود نہیں ہیں ۔ اس کے برعکس مخطوطے میں کوئی شعر ایسا نہیں ہے جو مطبوعہ کلیات میں نہ ہو ۔ زیرِ نظر مخطوطے اور مخطوطہ کلیات جلسہ تہذیب لائبریری ، لکھنؤ (تفصیل آگے آئے گی) کی ترتیب میں فرق ہے ۔ نسخہ لکھنؤ میں جو کلام ''دیوان اوّل غزلیات مع دیوانِ رباعیات'' کے عنوان سے ہے ، وہ زیرِ نظر نسخے کے آخر میں ہے ، اور اس نسخے کے شروع میں جو کلام ہے وہ نسخہ لکھنؤ میں ''قصائد . . . ہجو حکیم'' کے عنوان کے تحت ہے ۔ گویا زیرِ نظر نسخے میں دیوان اوّل کی غزلیات بعد میں ہیں اور دیوان دوم کی غزلیات پہلے ۔ زیرِ نظر نسخے میں مثنوی ''طوطی نامہ'' بھی شامل نہیں ہے جو نسخہ لکھنؤ میں موجود ہے ۔ اس نسخے میں ایک ورق کم ہے ۔ یہ ورق ، اوراق ۵۴ و ۵۵ کے درمیان ہونا چاہیے ۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ دیوان دوم کا آغاز ورق ۵۵ ، الف پر اس شعر سے ہوتا ہے :

وقفِ بے خوابی کیا آرام و خواب
اور غذا کھانا غمِ جان کاہ کا

کلیات مطبوعہ میں یہ دیوان دوم کی پہلی غزل کا آٹھ
شعر ہے۔ اس سے پہلے کے سات شعر زیر نظر مخطوطے
موجود نہیں ہیں جو لازماً ضائع شدہ ورق پر ہوں گے۔

دیگر نسخے : ۱۔ نسخۂ جلسۂ تہذیب لائبریری ، لکھنؤ :

اس نسخۂ کلیات کے بارے میں ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی
نے مندرجہ ذیل اطلاعات فراہم کی ہیں :

"دیوان اوّل غزلیات مع دیوانِ رباعیات	۳۳۵ صفحات ، ۱۵ سطر
قصائد و مخمسات و ترجیع بند و ترکیب بند و مثنوی ساقی نامہ و ہجو حکیم	۱۰۸ صفحات ، ۱۵ سطر
دیوان دوم غزلیات مع رباعیات و مخمسات و مثلث وغیرہ'	۲۲۰ صفحات ، ۱۵ سطر
مثنوی طوطی نامہ	۱۶۵ صفحات ، ۱۵ سطر
کل تعداد صفحات	۸۲۸

ترقیمہ : تمت تمام شد کلیات میاں حسرت مغفور
۱۲۲۳ھ۔

کاتب کا نام درج نہیں۔ پورا نسخہ خط شفیعا میں نہا
خوش خط لکھا ہوا ہے۔ دیوانِ رباعیات میں رباعیات کو
فصلوں میں تقسیم کر دی گئی ہیں۔ پہلے حروفِ تہجی کے اعت
سے رباعیاں ہیں۔ اس کے بعد دوسری فصل میں معشو
کا سراپا بیان ہوا ہے ، تیسری فصل کی رباعیوں میں تم
صنائع و بدائع لفظی و معنوی کا التزام رکھا گیا ہے
چوتھی فصل میں 'شہر آشوب' پیش کیا گیا ہے یعنی مختل
پیشے کے لڑکوں یا عورتوں کا ذکر ہے۔ پانچویں فص

میں چند ہجویات مشتمل بر ہجو (کذا) ہیں ۔[1] آخری رباعی . . . میں دیوان اول کے ختم کرنے کی تاریخ ہے . . .'' ۔[2] (دیباچہ، کلیات حسرت ، مطبوعہ ، ص الف)

شاہان اودھ کے کتب خانوں میں کلام حسرت کے تین نسخے تھے :

۳۔ مخطوطہ نمبر ۶۲۷ ۔ کلیات کا یہ ''نہایت عمدہ'' نسخہ فرح بخش میں تھا ۔ اس کے مندرجات کی تفصیل حسب ذیل یہ ہے :

غزلیات	۲۳۶ صفحات فی صفحہ ۱۳ بیت
رباعیات و مخمسات	۸۰ صفحات فی صفحہ ۱۰ بیت
قصائد	۳۶ صفحات
ترکیب بند وغیرہ	۵۲ صفحات
ساقی نامہ اور مثنوی در ہجو طبیب	
	۲۰ صفحات
غزلیات دیوان دوم	۲۰۰ صفحات
رباعیات وغیرہ	۶۲ صفحات
مثنوی طوطی نامہ	۱۶۰ صفحات

(شاہان اودھ ، صص ۱۰ - ۶۰۹)

اشپرنگر نے مصرع تاریخ ''کل طے یہ ہوا تمام باب صنعت'' درج کر کے سال ترتیب دیوان (اول) ۱۱۸۲ھ لکھا ہے جب کہ صحیح ۱۱۹۲ھ ہے ۔ غلط سنہ اصل مخطوطے میں ہوگا ، جیسا کہ نسخہ انجمن ترقی اردو میں ہے ۔

۱۔ نسخہ انجمن ترقی اردو ، کراچی میں بھی دیوان رباعیات کی یہی ترتیب ہے ۔

۲۔ یہ رباعی اوپر درج کی جا چکی ہے ۔

۳- دیوان اوّل کا ایک نسخہ توپ خانے میں تھا - (شاہان اودھ - ص ۶۱۰)

۴- ایک نسخہ موتی محل میں تھا ، اس میں دیوان اوّل کی صرف غزلیات تھیں - (ایضاً)

۵- نسخۂ حسرت موہانی :

۱۹۲۸ء میں حسرت موہانی نے ''انتخابِ سخن'' ، جلد پنجم ، سلسلۂ جرأت کے شروع میں جرأت کے اُستاد کی حیثیت سے جعفر علی حسرت کے کلام کا انتخاب بھی شامل کیا تھا - یہ انتخاب سولہ صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں دونوں دیوانوں کی غزلیات کے اشعار ہیں - انتخابِ دیوان دوم کے آخر میں ''ساقی نامہ'' کے بھی کچھ اشعار ہیں - اس سے واضح ہے کہ حسرت موہانی نے کلیات کے کسی نسخے سے انتخاب کیا تھا - اس نسخے کے بارے میں معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ اب بھی کہیں موجود ہے یا ضائع ہو چکا ہے -

۶- نسخۂ رضا لائبریری ، رام پور :

ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی نے اس کے بارے میں مندرجہ ذیل تفصیلات فراہم کی ہیں :

''(نمبر شمار ۹۰۳ - نمبر موجودات ۳۲۹۸) ۳۶۰ صفحات پر مشتمل ہے - خوش خط - ۶½ × ۱۱" - اس میں صرف دیوان اوّل ہے جس میں پہلے قصائد درج ہیں پھر مخمسات ، ترجیع بند و ترکیب بند و مثنوی ساقی نامہ و ہجو حکیم - اس کے بعد دیوان اوّل غزلیات ، بعد ازاں دیوانِ رباعیات - ترقیمہ کوئی نہیں'' - (دیباچہ ، کلیات مطبوعہ ، ص ب)

۷- نسخۂ لالہ سری رام :

''ان [حسرت] کا قلمی دیوان راقم کے کتب خانے میں

موجود ہے" - (خم خانہ جاوید ، دوم ، ص ۳۰۹) - سری رام نے یہ صراحت نہیں کی کہ ان کے پاس دیوان اول تھا یا دیوان دوم - لیکن خم خانہ جاوید میں حسرت کا جو انتخاب کلام ہے ، وہ دیوان اول سے ماخوذ ہے ، دیوان دوم کا اس میں کوئی شعر نہیں ہے۔

۸- نسخۂ برٹش میوزیم :

اس کا ذکر ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی نے دیباچۂ کلیات مطبوعہ میں ان الفاظ میں کیا ہے - "برٹش میوزیم کے نسخے کی نقل دہلی یونیورسٹی میں موجود ہے" - (صفحہ الف) لیکن اس نسخے کا ذکر برٹش میوزیم کے اردو مخطوطات کی فہرست مرتبہ بلوم ہارٹ میں نہیں ہے - معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ نسخۂ کلیات ہے یا کوئی دیوان -

۹- نسخۂ خواجہ عشرت لکھنوی :

خواجہ عبدالرؤف عشرت لکھنوی لکھتے ہیں : "ان [حسرت] کے دو دیوان غزلوں کے اور ایک دیوان قطعات کا ، ایک دیوان رباعیات کا ، ایک دیوان قصائد کا ، ایک مثنوی ، ایک دیوان مخمس میری نظر سے گزرا" - (آب بقا ، ص ۳۷) - قیاس ہے کہ خواجہ عشرت کی نظر سے کلیات کا وہی نسخہ گزرا ہوگا جو جلسۂ تہذیب لائبریری ، لکھنؤ میں ہے - گو مندرجات کے بیان میں عشرت کو یہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ حسرت نے قطعات ، قصائد اور مخمسات کے الگ الگ دیوان بھی مرتب کیے تھے - شاید انھوں نے ترجیع بندوں کو قطعات سمجھ لیا ہے ، ورنہ حسرت نے قطعات کا دیوان مرتب نہیں کیا تھا ۔

مطبوعہ نسخے: ۱- قیام پاکستان سے کچھ عرصہ قبل انڈین پریس ، الہ آباد سے "دیوان حسرت" شائع ہوا تھا - سرورق پر مصنف

کا صرف تخلّص لکھا ہے ۔ شروع میں کوئی دیباچہ یا تمہید نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہو کہ یہ دیوان کس نے مرتّب کیا تھا اور اس کا متن کس نسخے پر مبنی ہے ۔ یہ حسرت کا دیوان دوم ہے ۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ مذکورہ پریس سے دیوانِ اوّل کی طباعت بھی عمل میں آئی تھی کہ نہیں ۔ مذکورہ ایڈیشن کا ایک نسخہ کتب خانۂ خاص ، انجمن ترقی اُردو میں ہے ۔ اس پر سالِ طباعت درج نہیں ہے ۔

۲۔ ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی نے جلسۂ تہذیب لائبریری ، لکھنؤ کے نسخۂ کلیات کو بنیاد بنا کر اور رضا لائبریری ، رام پور کے نسخۂ دیوان اوّل کے اختلافات حواشی میں دے کر کلیات مرتّب کیا ہے جو ۱۹۶۶ء میں سرفراز پریس ، لکھنؤ سے طبع ہوا ہے ۔ ڈاکٹر صاحب نے کلیات کی ترتیب قلمی نسخے کے مطابق نہیں رکھی بلکہ یہ ترتیب اختیار کی ہے :

(۱) قصائد ۔ (۲) مخمّسات (دیوان اوّل) ۔ (۳) ترکیب بند ۔ (۴) ترجیع بند ۔ (۵) واسوز ۔ (۶) مثنوی ساقی نامہ ۔ (۷) مثنوی در ہجو طبیب ۔ (۸) مخمّسات (دیوان دوم) ۔ (۹) غزلیات (دیوان اوّل) ۔ (۱۰) دیوانِ رباعیات ۔ (۱۱) غزلیات (دیوانِ دوم) ۔ (۱۲) غزل در زبان پوربی (دیوان اوّل) ۔ (۱۳) مرثیہ (یہ مرثیہ ۹ ۲ بند کا ہے جو مذکورہ دونوں مخطوطوں میں شامل نہیں ۔ یہ مرثیہ بقول ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی ، ڈاکٹر مسیح الزمان کو جائس سے ملا تھا) ۔

۳۔ انتخاب از حسرت موہانی ۔ اس کی تفصیل اُوپر درج ہو چکی ہے ۔ (دیگر نسخے : ۵)

مصنّف : مرزا جعفر علی حسرت ، ابوالخیر عطار کے بیٹے تھے جن کا تعلق دہلی کے ایک قدیم خاندان سے تھا ۔ حسرت ۱۱۴۷ھ [م : ۳۵ - ۱۷۳۴ء] کے گرد و پیش دہلی میں پیدا ہوئے ۔

وہیں تعلیم حاصل کی۔ سرب سُکھ دیوانہ اور مرزا فاخر مکین کے شاگرد تھے۔ حملہ درانی (۱۱۷۰ھ) کے بعد دہلی سے لکھنؤ گئے۔ ۱۱۷۹ھ کے بعد فیض آباد گئے اور دس برس تک وہاں رہے۔ ۹۰-۱۱۸۹ھ میں دوبارہ لکھنؤ گئے۔ حسن علی خاں یاس، نواب محبت خاں محبّت، اور مرزا جہاندار سے قریبی مراسم رہے۔ یاس اور محبّت شاگرد تھے اور مرزا جہاندار سے ملازمت کا تعلق تھا۔ ۱۲۰۲ھ کے قریب دنیا ترک کی اور ۱۲۰۶ھ [م: ۹۲-۱۷۹۱ء] میں وفات پائی۔ حسرت لکھنؤ کے نامور اساتذہ میں سے تھے۔ شاگردوں کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ بقول میر حسن، حسرت کے لیے شاگردوں کی صورت پہچاننا بھی مشکل تھا۔ جرأت جیسا ممتاز شاعر بھی ان کا شاگرد تھا۔ حسرت کی زندگی کا ایک اہم واقعہ یہ ہے کہ ان میں اور سودا میں معرکہ آرائی ہوئی تھی۔ (حسرت کے مفصل حالات کے لیے ملاحظہ ہو راقم الحروف کا مقالہ ''مرزا جعفر علی حسرت، حالات و آثار''۔ سہ ماہی اُردو نامہ، کراچی بابت مارچ، ۱۹۷۵ء، شمارہ ۵۰)

مآخذ: (۱) طبقات، ۲۹۰ - (۲) شعرائے اُردو، ۵۲ - (۳) مسرت ۵۸ - (۴) شورش، اول، ۲۱۹ - (۵) گلزار، ۸۸ - (۶) گلشن سخن، ۱۱۳ - (۷) انیس (بحوالہ "نوائے ادب"، بمبئی، اپریل، ۱۹۵۷ء، ص ۱۴) - (۸) ہندی، ۷۴ - (۹) عیار، ۱۴۵ - (۱۰) حیدری، ۵۳ - (۱۱) عشقی، اول، ۲۲۰ - (۱۲) گلشن ہند، ۸۴ - (۱۳) عمدہ، ۲۲۲ - (۱۴) مجمع، ۹۷ - (۱۵) سفینۂ ہندی، ۶۲ - (۱۶) مجموعہ، اول، ۲۰۷ - (۱۷) دیوان، ۹۱ - (۱۸) آزردہ، ۳۷ - (۱۹) مرقع، ۱۳ - (۲۰) بے جگر، در ردیف، ح - (۲۱) دستور، ۲۷، ۳۷، ۱۱۷، ۱۲۱ - (۲۲) گلشن، ۵۶ - (۲۳) بہار، ۱۱۱ - (۲۴) گلستان، ۶۸ - (۲۵) شعرائے ہند، ۲۵۱ - (۲۶) خوش معرکہ زیبا، اول، ۲۴۸ - (۲۷) بیاضیں، ۵۶ - (۲۸) سراپا سخن، ۲۱۲، ۲۶۸، ۳۷۸،

۳۸۰ - (۲۹) شاہان اودھ ، ۱۰ ، ۶۰۹ - (۳۰) یادگار ، ۴۲ - (۳۱) سخنِ شعرا ، ۱۲۷ - (۳۲) قطعہ ، ۴۷ ، ۵۲ ، ۸۴ - (۳۳) گارسیں دتاسی ، اوّل ، ۵۸۴ - (۳۴) نادر ، ۵۶ - (۳۵) شمیم ، اوّل ، ۳۶ - (۳۶) روز ، ۲۰۲ - (۳۷) طور ، ۲۸ - (۳۸) بزم ، ۳۹ - (۳۹) آبِ حیات ، ۲۳۷ - (۴۰) جلوہ ، اوّل ، ۱۳۰ - (۴۱) خم خانہ ، دوم ، ۴۰۸ - (۴۲) آبِ بقا ، ۱۷۳ - (۴۳) ارباب ، ۱۶ - (۴۴) جواہر ، اوّل ، ۳۹۱ - (۴۵) لکھنؤ ، ۱۴۵ - (۴۶) دلّی ، ۲۲۶ - (۴۷) شعرالہند ، اوّل ، ۱۶۰ - (۴۸) مرأۃ ، اوّل ، ۳۲۲ - (۴۹) میر حسن ، ۱۵۸ - (۵۰) سکسینہ ، نظم ، ۲۱۱ - (۵۱) منظوم داستانیں ، ۳۱۸ - (۵۲) تاریخِ ادبیات ، ہفتم ، ۳۴۵ - (۵۳) مخطوطاتِ انجمن ، اوّل ، ۲۵۸ - (۵۴) میر و سودا ، ۴۰۰ - (۵۵) نگارشات ادیب ، مسعود حسن رضوی ادیب ، لکھنؤ ، ۱۹۶۹ء - مقالہ : شہر آشوب ، ۲۱۲ - (۵۶) بیل ، ۱۰۶ - (۵۷) قاموس ، اوّل ، ۲۰۱ ، ۲۲۴ - (۵۸) "معاصر" ، پٹنہ ، شمارہ ۱ (مقالہ : تعیّن زمانہ از قاضی عبدالودود ، ص ۱۵۸) - (۵۹) "معاصر" ، پٹنہ ، شمارہ ۲ (مقالہ : کچھ سودا کے بارے میں از قاضی عبدالودود ، ص ۱۱۷) - (۶۰) سہ ماہی "صحیفہ" ، لاہور ، شمارہ ۳۸ ، جنوری ، ۱۹۶۷ء (مقالہ : "حسرت" از کلب علی خان فائق) - (۶۱) اُردو مثنوی ، عقیل ، ۱۵۴ - (۶۲) اُردو مثنوی ، گیان چند ، ۲۵۷ - (۶۳) دل کشا ، اوّل ، ۸۰ - (۶۴) بیاض ، ۳۶ -

● ● ●

۷۷

دیوانِ میرحسن

میر حسن دہلوی

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو ، کراچی ۔
نمبر : قا ۳/۱۵۳
سائز : ۲۲ ۱/۲ × ۱۵ ۱/۲ س م
اوراق : ۱۲۱
سطور : ۱۵
کاتب : سیّد محمد مہدی ۔
تاریخ کتابت : ۱۷ رجب ، ۱۳۲۳ھ [م : ۱۸ ستمبر ، ۱۹۰۵ء]
خط : نستعلیق ، اوسط ۔
کیفیت : کاغذ دبیز ، مٹیالا ۔ متن ورق ۱ ، ب سے شروع ہوتا ہے ۔ ۱ ، الف سادہ ہے ۔
آغاز : ''گر کیجیے رقم گر (کذا) تری وحدت کے بیان کا
ماتی سے سب آلودہ ہے اس باب (کذا) جہاں کا[1]
تو ہے تو مری جان و دل و جسم ہے ورنہ
کیسا یہ دل اور کیسا یہ جی اور میں کہاں کا

۱۔ دیوانِ میر حسن ، نول کشور ، لکھنؤ ، طبع اوّل ، ۱۹۱۲ء ، میں یہ شعر یوں ہے :
گر کیجیے رقم کچھ تری وحدت کے بیان کا
تو چاہیے خامہ بھی اسی ایک زبان کا

رہتے ہیں نہ کچھ نام ہی اپنا نہ نشاں ہم
کیا نام و نشاں پوچھو ہو بے نام و نشاں کا
اس بات کو ٹک سن کہ جہاں کا نہ ہو اثبات
کیا دل میں بھروسا کرے پھر کوئی وہاں کا
مت دستِ ہوس کو تو جھکا لینے کو اس کے
ساقی سے سب آلودہ ہے اسباب جہاں کا''

اختتام : ''قطعہ بند
چلے آنا لپک کر اور جھجک کر منہ چھپا لینا
نہیں بے وجہ کچھ ہونا یہ تیرا روبرو چپ چپ
مجھے معلوم ہوتا ہے تری اس کم نگاہی کا (کذا)
اُڑایا چاہتا ہے دل کو نظروں میں ہی تو چپ چپ
جہاں دیکھا حسن نے نقشِ پا تیرا وہاں لوٹا
نکالی یوں قدم بوسی کی اس نے آرزو چپ چپ''

ترقیمہ : ''تمام شد نقل دیوان ہذا تاریخ ۱۸ ستمبر، ۱۹۰۵ء مطابق ۱۷ رجب، روز شنبہ ۱۳۲۳ ہجری - ۱۵ جز، ۲ صفحہ، بقلم سیّد محمد مہدی عفی عنہ'' -

مندرجات : ۱- غزلیات ورق ۱ ب تا ورق ۹۷، الف
۲- ترکیب بند ورق ۹۷، الف تا ورق ۱۰۰، الف

مصرع اول :
ہر ایک بزم میں ہے ذکر اس کا صبح و شام

۳- مخمس بغزل محمد قائم[1] - ورق ۱۰۰، الف و ب

مصرع اول قائم :
ہو کر ایسے ہی مری شکل سے بیزار بہت

۴- مخمس وجہ قولِ زار - ورق ۱۰۱، الف و ب

مصرع اول زار :
لے جاؤ گے تم اس کی گلی سے جہاں مجھے

۱- یہ عنوانات مطابق اصل ہیں -

۵- مخمس بغزل مولوی جامی
ورق ۱۰۱ ، ب تا ۱۰۲ ، الف
مصرع اوّل جامی :
ہر لحظہ جمال خود نوع دگر آرائی

۶- مخمس بغزل نواب شوکت جنگ سوزاں
ورق ۱۰۲ ، الف تا ورق ۱۰۳ ، ب
مصرع اوّل سوزاں :
مت دل لگا بتوں سے کہنے پہ جا کسی کے

۷- مخمس بغزل شیخ محمد علی حزیں
ورق ۱۰۳ ، الف تا ۱۰۴ ، ب
مصرع اوّل حزیں :
بوثاق مستمنداں چو فتاد رہ صبا را

۸- رباعیات
ورق ۱۰۴ ، ب تا ۱۰۹ ، ب
(تعداد رباعیات : ۴۷)[1]

۹- رباعیاتِ فارسی
ورق ۱۰۹ ب و ۱۱۰ ، الف
(تعداد رباعیات : ۵)
(آخری رباعی کی تمہیدی عبارت یہ ہے : ''در ایامے کہ نواب سالار جنگ از فیض آباد تشریف بردہ ہم راہ بندگانِ عالی شریک مہم افاغنہ شدند ، حسب اتفاق بمجرد رسیدن ایشاں فتح عظیم بر افاغنہ دست داد ، سرحافظ رحمت خاں آوردند ۔ بعد از چندی بندگانِ عالی باز رخصت ایشاں را بہ طرف فیض آباد فرمودند ۔ بندہ وقت ملازمت این رباعی گفتہ گذرانید'' ۔)

۱- دو رباعیاں ورق ۹۰ ، الف پر اور دو ۹۱ ب پر ، ردیف ی کی غزلوں کے درمیان بھی ہیں ۔

۱۰- رباعیات — ورق ۱۱۰ ، الف و ب (تعداد رباعیات : ۶ - ان کے آغاز میں یہ عبارت ہے : ''و این چند رباعیات در مرثیہ نواب شجاعت الدولہ (کذا) مغفور گفتہ شد'' -)

۱۱- رباعی در وفات میاں فیضو
ورق ۱۱۰ ، ب
(مصرع آخر :
گفت از سر افسوس کہ فیضو مرحوم[1])

۱۲- رباعی — ورق ۱۱۰ ، ب

۱۳- قطعات — ورق ۱۱۰ ، ب (تعداد قطعات : ۲)

۱۴- فردیات و اشعار متفرقہ
ورق ۱۱۰ ب تا ۱۱۱ ، الف [تعداد : ۲۰ - تمہیدی عبارت : ''فردیات و اشعار متفرقہ کہ مسودہ ها در آتش سوختہ بودند انچہ ازاں جملہ . . . (ایک لفظ ناخوانا) دو سہ بیت بود'' -]

۱۵- فردیات ایہام — ورق ۱۱۱ ، الف و ب - (تعداد : ۵)

۱۶- در موسم بہار بسنت علی خاں گفتہ شد
ورق ۱۱۱ ، ب (۲ شعر)

۱۷- تزئین شعر فارسی
ورق ۱۱۱ ، ب (دو فارسی اشعار پر دو دو اُردو مصرعے لگائے ہیں)

۱۸- فردیات — ورق ۱۱۱ ، ب تا ۱۱۳ ، ب (۳۱ اشعار جو شرفو ، چنّی ، جلالو ، ماہ رتن ، فیضو ، ننھی ، وغیرہ طوائفوں کے بارے میں ہیں - ان اشعار سے پہلے یہ

۱- فیضو مرحوم = ۱۱۹۰ + ۱ = الف (سر افسوس) = ۱۱۹۱ھ

تمہید ہے : ''بر سخنوران شاطر و دانشوران ماہر پوشیدہ نماند کہ روزی در مجلس نواب فلک جناب سالار جنگ بہادر در تقریب شادی مرزا قاسم علی خان دام اقبالہ جمعی طوائف اہل نشاط جمع بودند ۔ شخصی از یاران عاصی نصر علی نامی نیز در آنجا حاضر بودند ، گفت ، می تواند کہ طوائف در آنجا حاضر آمد بطور ایہام ہر یک را تعریف علیحدہ تصریف نماید ۔ چون طبیعت بندہ ہم دران وقت رجوع بود چند اشعار جہۃ یادگار بعرصۂ ظہور بطور فردیات آمدہ'' ۔)

۱۹۔ ہجو مولوی ساجد

ورق ۱۱۴ ، الف

۲۰۔ قطعہ در تعریف نوازش علی خان سالار جنگ

ورق ۱۱۴ ، الف

۲۱۔ قطعہ ''در تہنیت شادی مرزا قاسم علی خان و در عید مبارک بادی گفتہ شد''

ورق ۱۱۴ ، الف

۲۲۔ قطعہ در تہنیت نسبت شادی

ورق ۱۱۴ ، الف و ب

۲۳۔ ہجو عظیم نامی کشمیری

ورق ۱۱۴ ، ب تا ۱۱۵ ، ب

۲۴۔ نقل قصاب برائے مزاح

ورق ۱۱۵ ، ب تا ۱۱۶ ، الف

۲۵۔ در تعریف ساچق آصف الدولہ بہادر عرف مرزا امانی

ورق ۱۱۶ ، الف تا ۱۱۹ ، الف

۲۶۔ قصیدہ در مدح نواب سالار جنگ

ورق ۱۱۹ ، الف تا ۱۲۱ ، الف

۲۷- غزل ورق ۱۲۱ ب - مطلع :

کبھی یہ تھا کہ ہم کو دیکھتا تھا تند خو چپ چپ
ادا کرتا تھا خاموشی میں کیا کیا گفتگو چپ چپ

خصوصیات : اس مخطوطے کا مطبوعہ دیوان سے مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مخطوطے میں ۶۲ غزلیں ایسی ہیں جو مطبوعہ دیوان میں نہیں ہیں - ان میں ۴۶ غزلیں صرف ردیف ی کی ہیں - دیوان مطبوعہ کی ۵۸ غزلیں بھی مخطوطے میں موجود نہیں ہیں - غزلوں کے اشعار کی تعداد میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے - مثلاً نسخۂ مطبوعہ کی پہلی غزل کا آٹھواں ، نواں اور دسواں شعر مخطوطے میں نہیں ہے - دونوں میں اختلافِ نسخ بھی موجود ہے - مثلاً ردیف م کی ایک غزل کے ابتدائی چار شعر مطبوعہ دیوان (ص ۵۶) میں یوں ہیں :

نہ غرض مجھ کو ہے کافر سے نہ دیں دار سے کام
روز و شب ہے مجھے اس کاکل خم دار سے کام
باغ میں کوئی نہ لے جاؤ قفس کو میرے
مجھ گرفتار تئیں کیا گل و گلزار سے کام
رستمی اپنی پر اب کیوں نہ کرے رستم ناز
نہ پڑا اس کو کبھی شوخ کی تلوار سے کام
تار کاکل کو ترے جانے ہیں اک دین اپنا
اور نہ تسبیح سے مطلب ہے نہ زنّار سے کام

قطع نظر اس سے کہ غلط کیا ہے اور صحیح کیا ، مخطوطے میں ذیل کے اختلافاتِ متن ملتے ہیں :

مصرع ۲ : . . . . . . اس کے گل رخسار سے کام
مصرع ۴ : بیٹھ کر خاک کے تئیں . . . .
مصرع ۶ : نہ پڑا اس کو کہیں شوخ . . . .
مصرع ۸ : اور تسبیح سے مطلب . . . .

یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ زیرِ نظر مخطوطہ کس مخطوطے کی نقل ہے - تاہم یہ یقینی ہے کہ مخطوطۂ منقول

عنہ حیدر آباد دکن کے کسی کتب خانے میں تھا جس کی یہ نقل مولوی عمر یافعی نے حاصل کی اور ان کی دیگر کتابوں کے ساتھ انجمن کے کتب خانے میں داخل ہوئی۔ مخطوطۂ منقول عنہ میں بعض اشعار نامکمل تھے۔ زیرِ نظر مخطوطے کے کاتب نے انھیں اسی طرح نقل کر دیا۔ مثلاً مخطوطے کے ورق ۶۰، ب پر مندرجہ ذیل دو اشعار اس صورت میں درج ہیں۔ (سادہ جگہوں پر نقطے لگائے گئے ہیں):

ہمارے ہاتھ سے ساغر چھنا غیروں کو دیتا ہے
خدا کے واسطے ٹک . . . .
تپ ہجراں میں دل مت چشم کو دے رخصت گریہ
کہ اس آتش کی خاصیت ہے . . . .

مولوی عمر یافعی نے کسی اور مخطوطے یا مطبوعہ دیوان کو سامنے رکھ کر اس قسم کے نامکمل اشعار کو کہیں کہیں مکمل کرنے کی کوشش کی ہے۔

دیگر نسخے: کتب خانۂ سالار جنگ حیدرآباد دکن میں دیوانِ میر حسن کے تین نسخے ہیں:

۱- فہرست نمبر ۵۲۸ - لائبریری نمبر ۴۹۳ - سائز ۱۱ × ۱/۲-۶" - صفحات ۸۵ - سطور ۱۵ - خط نستعلیق - "صرف ردیف وار غزلیات ہیں اور ان کے بعد بارہ رباعیات" - ترقیمہ: "ایں کتاب دیوان میر حسن دھلوی بانصرام رسید بتاریخ بست و ھشتم ماہ شوال، ۱۲۸۴ھ روز یک شنبہ" - (سالار جنگ، صص ۴۱۸ - ۱۹)

۲- فہرست نمبر ۵۲۸ - لائبریری نمبر ۵۰۷ - سائز ۸ × ۶" - صفحات ۹۷ - سطور ۹ تا ۱۷ - خط نستعلیق - یہ دیوان "لختِ حسن" کے نام سے محمد علی عرش ملیح آبادی نے مرتب کیا تھا۔ اس میں انھوں نے مختلف تذکروں سے کلامِ حسن جمع کیا ہے، نیز ایک قدیم بیاض مملوکہ سیّد اصغر بلگرامی سے کلامِ حسن نقل کیا ہے۔ اس

دیوان کی جمع و ترتیب کا کام عرش نے ۱۳۲۷ھ میں شرع کیا اور ۷ ربیع الثانی ، ۱۳۲۹ھ کو ختم کیا ۔ شروع میں مرتب نے ایک دیباچہ بھی لکھا ہے ۔ (ایضاً ، صص ۲۰ - ۴۱۹)

۳۔ فہرست نمبر ۵۳۰ - لائبریری نمبر ۶۸۱ - سائز $8\frac{1}{2} \times 5\frac{1}{2}$" - صفحات ۱۰۲ - سطور ۱۳ و ۱۴ - خط نستعلیق ۔ سال کتابت ۱۲۳۴ھ ۔ (ایضاً ، ص ۴۲۰)

۴۔ **نسخۂ کلیات ، کتب خانۂ خدا بخش بانکی پور ، پٹنہ :**

فہرست نمبر ۴۱ - پروگریس نمبر ۶۳۰۸ - اوراق ۱۹۲ - سطور ۱۷ - خط نستعلیق - سال کتابت ۱۲۵۲ھ - (بانکی پور ، ص ۵)

قاضی عبدالودود کے مکتوب (ستمبر ، ۱۹۵۴ء) بنام ڈاکٹر وحید قریشی میں اس نسخے کی یہ تفصیلات ز ملتی کی ہیں :

''ورق ۱ ، ب سے آغاز ، حوض میں غزل ، مصرع ۱ : گر کیجیے رقم کچھ ترے وصفوں کے بیاں کا ۔ حاشیہ : قصیدہ منقبت علیؓ . . . قصیدہ منقبت امام حسنؓ . . . قصیدہ در مدح آصف الدولہ . . . مدح سالار جنگ . . . مدح آصف الدولہ . . . مدح جواہر علی خاں . . . مدح آفرین علی خاں . . . - ۱۷ ، الف پر قصیدہ ختم اور اسی سے مثنوی [سحرالبیان] . . . شروع - ختم بر ۹۷ ب ۔ اس میں مرقوم : تمام شد . . . مثنوی . . . در ۱۲۵۴ھ -

حاشیہ : مثنوی [رموز العارفین] . . . مثنوی [در وصف قصر جواہر] از ۱۱۸ تا ۱۳۰ ب ۔ مثنوی شادی [آصف الدولہ] از ۱۳۰ ب تا ۱۳۳ ب ۔ ہجو حویلی میر حسن ۱۳۳ تا ۱۳۸ ، الف ۔

مثنوی باورچی خانہ ۱۳۸ تا ۱۴۱ ، الف ۔ تعریف فیض آباد [گلزار ارم] ۱۴۱ ، ب ؛ ۱۵۴ ، الف ۔ تہنیت عید جواہر علی ، ۱۵۴ ، الف ؛ ۱۵۶ ، الف ۔ نقلیں از ۱۵۶ - ۱۵۸ ، الف ۔ یہ سب حواشی پر اور اس کے بعد حواشی سادہ ۔ حوض : غزل کا خاتمہ ۱۳۳ ۔ شعر آخر :

بھاتا ہے دل سے مصرع واقف مجھے حسن
داتا مرا کریم مرا مرتضیٰ علی

اس کے بعد فردیات از ۱۳۳ ۔ ختم ۱۳۵ ، ب ۔ رباعیات ۱۳۵ ، ب ؛ ۱۳۹ ، ب ۔ مخمّسات ۱۳۹ ، ب ۔ غزل قائم و میر محمد علی زار و شوکت جنگ و جامی و حزین و میر (۵ غزلیں میر) و سودا و اہلی و مخمّس در منقبت (ہے گرگ فلک سخت بلا یا اسد اللہ) مخمّس ہجو ضاحک (نہ خوف کر تو . . . چھچھوندر) خاتمہ ۱۶۰ ، ب ۔ مسدس (اک قصہ میں سنا ہے مردم سے یہ قضا را) ختم ۱۶۰ ، ب ۔ واسوخت (ہر ایک بزم میں ہے اس کا ذکر صبح و مسا) تا ۱۶۴ ۔ مثلثات ۱۶۴ ، ب ؛ ۱۸۸ ، ب ۔ ترکیب تضمین ایجاد حسن ۱۸۸ ، ب تا ۱۹۲ ، الف ۔ اسی پر ختم ۔ خاتمہ کاتب یا مصنّف یا دیباچہ ندارد'' ۔ (میر حسن ، صص ۳۳۷ - ۳۸)

۵۔ نسخۂ دیوان جامعہ نظامیہ ، حیدر آباد دکن :

فہرست نمبر ۸۹ ۔ ''اس میں ۱۶۹ غزلیں پائی جاتی ہیں'' ۔ (نوائے ادب ، ۱۹۶۴ء ، جنوری ، ص ۵۷ - اپریل ، ص ۳۹)

شاہان اودھ کے کتب خانوں میں دیوان کے دو نسخے تھے :

۶۔ فہرست نمبر ۶۲۵ ۔ مشمولات :

فارسی نثر میں دیباچہ	۴ صفحات
قصائد	۱۸ صفحات

غزلیات	۲۵۶ صفحات
متفرق نظمیں	۱۹۰ صفحات

(شاہانِ اودھ ، ص ۹۰۶)

۷- فہرست نمبر ۶۲۵ - اس میں دیباچہ نہیں ہے اور خط بھی ''خراب'' ہے - اس میں بہت سی ترمیمیں اور اصلاحیں ملتی ہیں - ظاہرا یہ نسخہ مصنّف کے قلم سے ہے - خاتمے پر سرخ روشنائی سے ''۲۵ ذوالحجہ اور (کذا - روز ؟) پنج شنبہ ، ۱۲۹۲ھ در بنگلہ'' - لیکن یہ یقینی نہیں کہ متن اور ترقیمہ ایک ہی کاتب کے قلم سے ہیں - اس میں چند فارسی رباعیاں بھی ہیں - (ایضاً)

ایشیاٹک سوسائٹی لائبریری کلکتہ میں کلامِ میر حسن کے تین نسخے ہیں :

۸- فہرست نمبر ۳۳ - لائبریری نمبر ۳۸ - دیوان - (فہرست ایشیاٹک سوسائٹی ، ص ۳)

۹- فہرست نمبر ۱۰۰ - لائبریری نمبر ۹۶۷ - کلیات - (ایضاً ، ۴)

۱۰- فہرست نمبر ۵ - کلیات - یہ نسخہ لائبریری کے ایسے نسخوں میں شامل ہے جن پر کوئی نمبر درج نہیں - فہرست میں ان نسخوں کا الگ اندراج ہے - (ایضاً ، ص ۱۰)

۱۱- نسخہ کلیات برٹش میوزیم -

فہرست نمبر ۶۹ - اوراق ۲۸۴ - سائز $11\frac{1}{4} \times 7$" - سطور ۱۹ - خط نستعلیق - مکتوبہ ۲۹ شعبان ، ۱۲۵۹ھ (۲۴ ستمبر ، ۱۸۴۳ء) - مشمولات :

(۱) دیباچہ ، سحرالبیان از افسوس

(۲) ورق ۵ ، الف   تین مثنویاں

(اوّل) نواب سالار جنگ کی مدح میں ۔ نامکمل[1]

آغاز : دل شکستہ کی تعمیر سے جو ہووے فراغ

(دوم) ورق ۶ ، الف نواب آصف الدولہ کی شادی

(سوم) ورق ۹ ، الف ۔ مثنوی در بیان توحید حق سبحانہ[2]

(۳) ورق ۳۴ ، الف مثنوی سحرالبیان

(۴) ورق ۹۲ ، الف :
مثنویوں[3] کا ایک اور مجموعہ جس میں پہلی فیض آباد کی مدح میں ہے ، دوسری میں لکھنؤ پر طنز ہے ، تیسری مثنوی "تہنیتِ عید" ہے ۔

(۵) ورق ۱۱۰ ، الف قصائد[4]

(۶) ورق ۱۱۹ ، ب :
دیوانِ غزلیات مردف مع دیباچہ ، بزبانِ فارسی ۔

دیوان کے آخر میں ترکیب بند (ورق ۲۳۷ ، الف) مخمّسات[5] (۲۳۹ ب) اور تین مثنویاں

۱۔ یہ مثنوی نہیں ، قصیدہ ہے ۔

۲۔ ڈاکٹر وحید قریشی کے بیان کے مطابق مثنوی شادی آصف الدولہ اور سحرالبیان کے درمیان دو مثنویاں "رموز العارفین" اور "مثنوی قصرِ جواہر" درج ہیں ۔ (میر حسن ، ص ۳۴۵)

۳۔ مثنوی سحرالبیان کے بعد اور مثنوی تہنیت عید سے قبل اس مخطوطے میں تین مثنویاں ہیں : (۱) مثنوی ہجو حویلی (۲) مثنوی خوانِ نعمت (مثنوی باورچی خانہ) ۔ (۳) مثنوی گلزارِ ارم ۔ (میر حسن ، ص ۳۴۵)

۴۔ قصائد چھ ہیں جو بالترتیب آصف الدولہ ، جواہر علی خاں ، آصف الدولہ ، آفرین علی خاں ، آصف الدولہ اور حضرت علیؓ کی مدح میں ہیں ۔ (میر حسن ، ص ۳۴۵)

۵۔ آخری مخمّس شاعر سکندر کی ہجو میں ہے ۔ اس کے بعد ایک مسدس ہے جو عظیم کشمیری کی ہجو میں ہے ۔ (میر حسن ، ص ۳۴۶)

(۲۵۰ ، الف) ہیں ۔ ان مثنویوں کے عنوانات ہیں :
ہجو قصائی ، نقل کلاونت ، نقل زن فاحشہ ۔

(۷) ورق ۲۵۱ ، ب — رباعیات
(۸) ورق ۲۶۶ ، ب — مثلثات[1]

(برٹش میوزیم ، ہندوستانی ، صص ۳۸ - ۳۶)

اس نسخے کے سر ورق پر یہ عبارت ہے : "کرنل جارج ہملٹن صاحب بہادر ۔ کلیاتِ میر حسن لکھنوی نوشتہ ۱۲۵۹ھ" ۔ ترقیمہ : "تمام شد کلیات میر حسن مغفور بتاریخ بست (و) نہم شعبان المعظم ۱۲۵۹ھ" ۔ (میر حسن ، ص ۳۴۵)

۱۲۔ نسخۂ کلیات مولانا حبیب الرحمٰن شیروانی :

مولانا حبیب الرحمٰن شیروانی کے ذاتی کتب خانے میں کلیاتِ میر حسن کا ایک نسخہ تھا ۔ مولانا کا کتب خانہ ، آزاد لائبریری ، مسلم یونیورسٹی ، علی گڑھ میں منتقل ہو چکا ہے ۔ یہ نسخہ اب اسی لائبریری میں ہے ۔ مولانا نے اپنے ایک مقالے میں اس کلیات کا تعارف ان الفاظ میں کرایا ہے :

"۔ ۔ ۔ کلیاتِ حسن کا نادر نسخہ لکھنؤ سے مجھ کو بھی مل گیا ۔ حبیب گنج کے مختصر سے کتاب خانے میں اس کا نمبر ۶۲/۵۳ ہے ۔ تقطیع

۱۔ رباعیات کے بعد اور مثلثات سے قبل بھی کچھ کلام ہے ۔ جس کی تفصیل یہ ہے :
خطابات ایہام (۵ شعر) ۔ فردیات (۸ شعر برائے بسنت علی خاں) ۔ تضمین شعر فارسی (۲ عدد) ۔ رباعیات اہلِ حرفہ (۱۳ رباعیاں) ۔ طوائفوں پر اشعار (۳۶ شعر) ۔ رباعیات ہجو مولوی ساجد (دو رباعیاں اور ایک بند تضمین) ۔ در تعریف کبڈی (۲ رباعیاں) ایک قطعہ ۔ تین شعر کا قطعہ در تہنیت بسنت ۔ (میر حسن ، ص ۳۴۶)

بڑی ہے - ۱۲ × ۸ ۱/۲ انچ - سطر فی صفحہ متن میں کہیں ۱۵ اور کہیں ۱۷ - حاشیہ پر فی صفحہ ۱۴ سطر - حجم چار سو صفحے - کاغذ باریک کشمیری - جدول سرخ ، سبز ، طلائی ، لاجوردی - پہلا صفحہ ندارد - دوسرا صفحہ زرافشاں مطلاّ - گل کار طلائی و رنگ آمیز - خط جلی نستعلیق صاف - آخر سے ناقص - سنہ ۱۲۵۹ھ کا لکھا ہوا - بڑی خوبی یہ کہ اکثر صحیح ہے - غلطیاں کم ہیں - تقریباً سات ہزار اشعار ہیں - اس میں سے غزل کے اشعار چار ہزار کے قریب ہیں - باقی دیگر اقسام - کاتب نے ترتیب یہ رکھی ہے کہ متن میں غزلیات ہیں - غزلیات کے بعد فردیات (۴۱) ، فردیات کے بعد رباعیات (۱۵۴) ، رباعیات کے بعد تضمین (۳) ، مخمّسات (۱۴) ، آخر کا مخمّس سخت فحش اور عظیم کی ہجو میں ہے - حافظ کی مشہور غزل ''دل می رود ز دستم صاحب دلاں خدا را'' کو تضمین کیا ہے - مسدس کے بعد واسوخت ہے - عام واسوختوں کے خلاف یہ مثمن ہے - بند کا ہر شعر فارسی ہے مختلف شعرا کا - واسوخت کے بعد مثلثات (۳۱۰) ناتمام - مثلثات پر نسخہ تمام ہو جاتا ہے - حاشیے پر سات قصیدے ہیں - گیارہ چھوٹی بڑی مثنویات . . . پہلا قصیدہ مسمّٰی بہ لمعہ نور منقبت میں ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی . . . ایک ورق کم ہونے کی وجہ سے شروع سے ناقص ہے - دوسرا قصیدہ حضرت امام حسن کی منقبت میں ہے . . . تیسرا نواب آصف الدولہ کی مدح میں ہے . . . چوتھا نواب سالار جنگ کی مدح میں . . . پانچواں قصیدہ نواب آصف الدولہ کی مدح میں . . . چھٹا

قصیدہ جواہر علی خاں کی مدح میں ہے ۔ ساتواں نواب آدم (آفرین ؟) علی خاں کی مدح میں . . . مثنویاں . . . اول سحرالبیان . . . دوسری رموز العارفین . . . تیسری مثنوی جواہر علی خاں کے قصر جواہر کی تعریف میں ہے . . . چوتھی مثنوی نواب آصف الدولہ کی شادی کی صفت میں ہے . . . پانچویں مثنوی ہجو حویلی میر حسن . . . چھٹی . . . خوان نعمت . . . ساتویں . . . گلزار ارم . . . آٹھویں مثنوی جواہر علی خاں کی مدح اور تہنیت عید میں ہے . . . نویں ، دسویں ، گیارھویں مثنویاں چھوٹی چھوٹی حکایتیں ہیں ۔ نویں[1] اورگیارھویں فحش ہے ۔ دسویں[2] مذاقیہ'' ۔ (''کلیات میر حسن دہلوی'' رسالہ ہندستانی ، الہ آباد ، اکتوبر ، ۱۹۳۱ء ، صص ۲۵ - ۵۰۵)

۱۳- نسخہ میر علی محمد عارف (لکھنؤ) :

نواب نصیر حسین خیال نے اپنے ایک مکتوب بنام مولانا حبیب الرحمٰن شیروانی میں لکھا ہے ۔ ''. . . میر حسن کا دیوان ، ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا ، جو مرحوم میر علی محمد صاحب عارف (میر نفیس کے نواسے) کے پاس محفوظ تھا . . . ۱۹۱۴ء میں میں نے دیکھا تھا'' ۔ (ماہنامہ ''جادو'' ، ڈھاکا ، مئی ، ۱۹۲۵ء ، ص ۴) ۔ خیال کے اس بیان کے بارے میں سیّد مسعود حسن رضوی ادیب لکھتے ہیں :

''. . . اس قول میں دو غلطیاں ہیں ۔ ایک یہ کہ میر علی محمد عارف میر انیس کے نہیں ، ان

۱- نقل زن فاحشہ اور نقل زن قصائی ۔
۲- نقل کلاونت ۔

کے فرزند میر نفیس کے نواسے تھے ۔ دوسری یہ
کہ دیوان کا جو نسخہ عارف مرحوم کو بزرگوں
سے ملا تھا ، وہ میر حسن کے ہاتھ کا لکھا ہوا
نہیں ہے ، بلکہ ان کے انتقال کے تیس برس بعد
نقل کیا گیا ہے ۔ کئی برس ہوئے میں نے اس
نسخے کا مطالعہ کر کے کچھ یادداشتیں لکھ لی
تھیں ۔ وہ نسخہ اس وقت عارف مرحوم کے فرزند
اکبر سیّد ظفر حسن عرف بابو صاحب فائق کی
ملک تھا اور اب بھی مرحوم کے بھائی سیّد
محمد ہادی لائق کے پاس موجود ہے . . . جنوری ،
۱۹۶۵ء کے دوسرے ہفتے میں میں نے اس
نسخے کو دوبارہ دیکھا ۔ وہ پہلے اچھی حالت
میں تھا ، مگر اب بہت کیرم خوردہ ہو گیا ہے ۔
اس نسخے کی ضخامت تفصیل ذیل کے مطابق
۵۰۱ صفحات ہے ۔

دیباچہ ۴ صفحے ، دیوان ۳۲۳ صفحے ،
گلزار ارم ۲۵ صفحے ، سحرالبیان ۱۴۹ صفحے ۔
دیوان غزلیات ، رباعیات اور مخمّسات پر مشتمل
ہے ۔ کاغذ مضبوط ، خط صاف اور روشنائی روشن
ہے ۔ دیوان کے خاتمے پر یہ عبارت ہے :

تمام شد دیوان میر حسن بتاریخ بست و
دویم شہر ذیحجہ روز شنبہ ، ۱۲۳۰ ھجری ۔

مثنوی سحرالبیان کے خاتمے پر اس کی کتابت کا
دن اور تاریخ یوں درج ہے : 'یوم چہار شنبہ بتاریخ نہم
صفرالمظفر ، بوقت سہ پہر تمام شد ، ۱۲۳۱ھ' ۔

اس دیوان کے ساتھ دو سو صفحے دوسرے قلم
سے لکھے ہوئے لگے ہیں ، جن کا خط ، روشنائی ، کاغذ
سب چیزیں ادنٰی درجے کی ہیں ۔ کاغذ اپنی عمر ختم
کر چکا ہے ۔ متعدد ورق پھٹ گئے ہیں ۔ تاریخ کتابت

کہیں درج نہیں ۔ ان دو سو صفحوں میں مندرجہ ذیل چیزیں اسی ترتیب کے ساتھ شامل ہیں ۔

مثنوی رموز العارفین ، مثنوی قصرِ جواہر ، مثنوی فی المدح جواہر علی خان بہادر در تہنیتِ عید ، قصیدہ در مدح آصف الدولہ ، قصیدہ فی المدح جواہر علی خان بہادر ، قصیدہ در مدح امام حسن ، قصیدہ فی المدح آفرین علی خان بہادر ، قصیدہ در مدح آصف الدولہ ، قصیدہ مسمّٰی بہ لمعۂ نور در مدح حضرت علی ، مخمّس غزل حزیں ، رباعیات ، جلے ہوئے اشعار جو یاد آئے ، دیوانِ رباعیات بترتیب حروفِ تہجی ، متفرق اشعار ، رباعیات در تعریف اہلِ حرفہ ، اشعار ایہام در تعریف طوائف ، قطعات وہجویات وغیرہ ۔ مثلثات ، مثنوی در ہجو مکان خود ، مثنوی خوانِ نعت ۔

. . . کلیاتِ میر حسن کے قلمی نسخے سے مطبوعہ دیوان (نول کشور، لکھنو ، ۱۹۱۲ء) کا مقابلہ کرنے پر معلوم ہوا کہ دونوں میں غزلوں کی ترتیب اور تعداد یکساں نہیں ہے ۔ الفاظ میں بھی کہیں کہیں فرق ہے ۔ (مقالہ ''کلیاتِ میر حسن'' ، ماہنامہ ''آج کل'' ، دہلی ، مارچ ، ۱۹۶۶ء ، صص ۲۹ - ۲۸)

۱۴- نسخۂ کلیات سیّد محمد عباس (لکھنؤ) :

یہ نسخۂ عارف (مذکورہ بالا نمبر ۱۳) کی نقل ہے ۔ پروفیسر مسعود حسن رضوی ادیب نسخۂ عارف کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔ ''اس نسخے کی ایک نقل بھی میں نے دیکھی ہے جو ۱۳/جمادی الثانی ، ۱۳۴۴ھ مطابق ۳۰ دسمبر ، ۱۹۲۵ء کو تمام ہوئی تھی اور خاندان انیس کے ایک فرد میرے عزیز شاگرد سیّد محمد عباس مرحوم کے پاس تھی'' ۔ (ایضاً ، ص ۲۸)

۱۵- نسخۂ کلیات مملوکہ نصیر حسین خیال :

ڈاکٹر وحید قریشی نے یہ اطلاع دی ہے کہ

نصیر حسین خیال کے پاس کلیات کا ایک نسخہ تھا نیز دیباچہ رموز العارفین طبع حیدر آباد (ص ۹) کے حوالے سے یہ بھی بتایا ہے کہ خیال نے حیدر آباد اولڈ بوائے میگزین میں اس نسخے پر ''ایک سرسری مضمون'' لکھا تھا ۔ (میر حسن ، ص ۳۴۲)

رضا لائبریری رام پور میں کلیات کے دو نسخے ہیں :

مولانا عرشی لکھتے ہیں :

''کتاب خانۂ عالیہ رام پور دو نسخۂ خطیہ کلیات حسن را داراست ، کہ یکی ازآنہا در رام پور بردست محمد رحیم ، خطاط نستعلیق ، بموجب حکم نواب سیّد احمد علی خان بہادر ، در ۱۲۵۳ھ (۱۸۳۷ء) باتمام رسیدہ . . .'' ۔ (دستور ، حاشیہ ، ص ۸۵) ان دونوں نسخوں کی تفصیلات ذیل میں درج کی جاتی ہیں ۔

۱۶- لائبریری نمبر ۳۶۹ :

''حاشیے پر قصائد اور ان کے خاتمے پر مثنویاں اور بیچ میں غزلیات ۔ بے حد خوش خط لکھا ہوا ۔ دیوان مکمل ہے یعنی کوئی صفحہ غائب نہیں ۔ قصائد (۱) . . . منقبت علیؓ ۔ (۲) منقبت حسینؓ . . . (۳) مدح نواب آصف الدولہ . . . ۔ (۴) قصیدہ سالار جنگ . . . ۔ (۵) مدح نواب آصف الدولہ . . . (۶) مدح جواہر علی خان . . . ۔ (۷) مدح آفرین علی خان ۔

مثنویاں : (۱) . . . [سحرالبیان] ۔ (۲) . . . [رموز العارفین] ۔ (۳) . . . [در وصف قصر جواہر] ۔ (۴) . . . [شادی آصف الدولہ] ۔ (۵) ہجو حویلی میر حسن . . . (۶) مثنوی گلزار ارم . . . (۷) در مدح جواہر علی خان در تہنیت عید . . . (۸) نقل [ہجو قصائی؟] ۔

(۹) نقل کلاونت ۔ (۱۰) نقل زن فاحشہ ۔

غزلیات : . . . تعداد ابیات ، ۳۰۳۲ ۔

فردیات : ۳۹ جس میں تعریف طوائف والی فردیات بھی شامل ہیں ۔

رباعیات : ۱۳۹ ۔

متفرق : تعریف بسنت ۳ شعر ۔ مدح نوازش علی خاں ۲ شعر ۔

مخمسات : قائم ، زار ، شوکت جنگ ، علی حزیں ، میر [۶ مخمس] ، اہلی ، مخمس در منقبت . . . مخمس در ہجو سودا و سکندر . . . ۔

واسوخت : ۱۹ بند ۔

ترقیمہ : دیوان کلیات میر حسن مع مثنویات بموجب حکم حضور پُر نور نواب قبلہ فیاضِ زماں نواب احمد علی خاں بہادر دام اقبالہ ، بدستخط . . . محمد رحیم اللہ بہ اتمام رسید ۱۲۵۳ھ'' ۔ (میر حسن ، صص ۳۰ - ۳۳۸)

۱۷- لائبریری نمبر ۳۷۰ :

" . . . اوراق ۳۱۸ ۔ سرورق کی عبارت . . . کلیاتِ میر حسن گذرانیدۂ فرزند حسن نبیرہ میر انس ، یکم جولائی ۱۹۰۶ء ۔

مثنویاں : (۱) رموز العارفین ۔ (۲) قصرِ جواہر ۔ (۳) سحرالبیان ۔ (۴) . . . در ہجو حویلی . . . (۵) در تعریف باورچی خانہ ۔ (۶) . . . گلزارِ ارم ۔ (۷) . . . در تہنیت عید ۔

قصائد : (۱) در مدح آصف الدولہ . . . (۲) جواہر علی خاں . . . (۳) . . . امام حسنؓ

. . . (۴) . . . آفرین علی خاں . . .
(۵) . . . آصف الدولہ . . . . (۶) قصیدہ
لمعہ نور در مدح حضرت علیؓ . . .
. . . (اس کے بعد دیباچہ دیوان بزبانِ فارسی)
. . . اس کے بعد کئی ورق غائب ہیں ۔ غزل بیچ سے
شروع ہو گئی ہے ۔ پہلا شعر غزل کا نسخے میں یہ ہے :

اسی میں ناخوشی گر ہو تو تو اے ماہ مت غم کھا
ترے کہنے سے اب میں تو نہیں دلدار رونے کا

. . . ابیات غزل صفحہ (کذا) ۱۰۹ سے ورق ۱۹۶ تک
ہر صفحے پر ۱۶ شعر، اس حساب سے تقریباً ۱۶ × ۲ × ۸۸
(= ۲۸۱۶) شعر ہوتے ہیں" ۔ (میر حسن ، صص
۳۱ - ۳۳۰)

غزلیات کے بعد اس مخطوطے میں جو کلام شامل
ہے ، وہ مخطوطہ ۱۶ مذکورہ بالا کے مطابق ہے ۔

مولانا آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں کلامِ حسن کے پانچ نسخے ہیں :

۱۸ - نسخۂ عبدالسلام (کلیات) :

لائبریری نمبر ۸۸۵/۷ ۔ اوراق ۲۳۶ ۔ سطور فی صفحہ
۱۹ ۔ "تحریر سرورق : دیوان میر حسن در حصہ جناب
بھائی صاحب [نام کسی کتاب فروش نے مٹا دیا ہے]
رفتہ بود ، حالا از برادر صاحب بہ قیمت مبلغ دوازدہ
روپیہ خرید کردہ شد ۔ المرقوم ۲۹ شہر رجب ۱۲۷۲ھ ۔
ورق ۱ ، ب کی پیشانی پر کسی کی بڑی مستطیل مہر
بھی ہے ۔ تفصیل مندرجات : (۱) ابتدا میں مثنویاں ،
حکایتیں ، نعتیں ۔ ورق ۱ ، ب — ۴۴ ب ۔ (۲) قصائد ،
۴۸ ب — ۶۰ ، الف . . . (۳) غزلیات ۔ ۶۱ ، الف
. . . (۴) فردیات . . . (۵) رباعیات ، ۱۷۵ ب ۔
(۶) مخمسات ، ۱۸۲ ، الف . . . (۷) مسدسات ،

۱۹۸ ، الف - (۸) ترکیب بند . . . (۹) مثلثات ،
۲۰۱ ب — ۲۲۶ ، الف - ترقیمہ : 'تمام شد بتاریخ یکم
صفرالمظفر ۱۲۶۷ ہجری نبوی' - نام کاتب درج نہیں -
ابتدائی ۴۸ ، اوراق ایک کاتب کے ہیں اور بقیہ یعنی
قصائد سے آخرِ کتاب تک دوسرے کاتب کے - آخرالذکر
کی تحریر واضح اور خوب صورت ہے'' - (میر حسن ،
صص ۴۴ - ۳۴۳)

۱۹- نسخہ ذخیرہ سبحان اللہ (دیوان) :
لائبریری نمبر ۳۳۱ ۴۴ ۱/۸۹۱ - اوراق ۳۷ - سطور ۱۸ -
''ابتدا قصیدہ رائیہ در مدح سالار جنگ سے ہوتی ہے -
یہ قصیدہ مکمل نہیں ہے . . . پھر غزلیات - پہلی غزل
. . . شب ہوگیا . . . نخشب ہوگیا - آخری غزل ،
ساتھ ہونے کو ہمارے رسم بر آتی نہیں . . . نظر آتی
نہیں - اس کے بعد کتاب نامکمل رہ جاتی ہے اور صفحہ
سادہ چھوٹ جاتا ہے'' - (میر حسن ، ص ۳۴۴)

۲۰- نسخہ کلیات :
لائبریری نمبر یونیورسٹی ، اُردو ادب ۸۵ - ''اوراق
۱۹۶ - سطور ۱۷ - غزلیات ، ۱ — ۱۳۷ ، ب - فردیات
وغیرہ تا ختمِ کتاب - مکتوبہ رجب علی ؟ دو شنبہ
بتاریخ چہاردہم شہر ذی الحجہ ۱۲۴۷ھ ؟ ترقیمہ
کسی نے مٹا دیا ہے - ممکن ہے کاتب کا نام رجب علی
ہو - سالِ کتابت بھی صاف نہیں'' - (میر حسن ،
صص ۴۵ - ۳۴۴)

۲۱ و ۲۲- ڈاکٹر وحید قریشی نے ''بیاض فائق'' کے حوالے سے
سبحان اللہ کلیکشن کے دو اور نسخوں کا ذکر کیا ہے :
(الف) دیوان نمبر ۵۸ مہری نواب صفدر علی خلف
محمد سعید - مکتوبہ یکم صفر ، ۱۲۶۷ھ - (ب) دیوان
نمبر ۸ - (میر حسن ، صص ۴۸ - ۳۴۷)

۲۳- نسخۂ لالہ سری رام :

لالہ سری رام لکھتے ہیں : ''دیوان حسن مشتمل بر جملہ اقسام سخن اور مثنوی بدر منیر و گلزار ارم اس وقت تک موجود و مشہور ہیں ۔ دیوان چونکہ چھپا نہیں ۔ اس لیے کم یاب ہے ۔ راقم تذکرہ کے کتب خانے میں اس کا ایک صحیح نسخہ موجود ہے''۔
(خم خانہ ، دوم ، ص ۲۳۱)

لالہ سری رام کے ذخیرۂ مخطوطات مخزونہ بنارس یونیورسٹی کی جو فہرست شائع ہوئی ہے ، اس میں اس نسخے کا ذکر نہیں ہے ۔ معلوم نہیں یہ نسخہ اب کہاں ہے ۔

۲۴- نسخۂ کلیات ، مملوکہ میر لائق :

اس کا ذکر ڈاکٹر وحید قریشی نے کیا ہے ۔
(میر حسن ، ص ۳۴۷)

۲۵- نسخۂ دیوان ، مملوکہ ذکی الحق ، پٹنہ :

یہ نسخہ ذکی الحق نے جولائی ، ۱۹۵۴ء میں لکھنؤ سے خریدا تھا ۔ (ایضاً)

۲۶- نسخۂ دیوان ، مملوکہ قاضی عبدالودود ، پٹنہ :

اس کا ذکر بھی ڈاکٹر وحید قریشی نے کیا ہے ۔
(ایضاً)

آخری تین نسخوں کے بارے میں کسی قسم کی معلومات دستیاب نہیں ہو سکیں ۔

مطبوعہ نسخے: میر حسن کا تمام کلام ''کلیات'' کی صورت میں کبھی شائع نہیں ہوا ۔ بعض مثنویاں الگ الگ اور کتابی صورت میں شائع ہو چکی ہیں ۔ (سحرالبیان اور گلزار ارم کے مطبوعہ نسخوں کی تفصیل ان کے مخطوطات کے تحت ملاحظہ ہو) ۔ مثنویات کا مستند نسخہ وہ ہے جو ڈاکٹر وحید قریشی نے

مرتب کیا ہے اور جسے مجلس ترقی ادب ، لاہور نے ۱۹۶۶ء میں شائع کیا ہے - اس میں ''سحرالبیان'' نہیں ہے ، باقی تمام مثنویاں ہیں - میر حسن کے دیوانِ غزلیات اور انتخابِ کلام کے مندرجہ ذیل نسخے شائع ہو چکے ہیں :

۱- **دیوانِ میر حسن :** یہ دیوان جو ۱۴۴ صفحات پر مشتمل ہے ، دسمبر ، ۱۹۱۲ع مطابق ذی الحجہ ، ۱۳۳۰ھ میں مطبع نول کشور ، لکھنؤ سے شائع ہوا تھا - اس میں ۷۴۴ غزلیں ہیں - یہ میر حسن کی غزلیات کا مکمل مجموعہ نہیں ہے - دیوان حسن مخطوطہ انجمن ترقی اُردو ، کراچی میں ۶۲ غزلیں ایسی ہیں جو اس مطبوعہ نسخے میں نہیں ہیں - یقیناً دوسرے قلمی نسخوں میں بھی ایسی غزلیات ہوں گی جو اس مطبوعہ دیوان میں شامل نہیں ہیں -

۲- **انتخاب از حسرت موہانی :** مولانا حسرت موہانی نے ''انتخابِ سخن'' کی جلد چہارم کے جزو دوم میں میر حسن کے دیوانِ غزلیات کا انتخاب کانپور سے ۱۹۴۳ء میں شائع کیا تھا - یہ انتخاب بارہ صفحات پر مشتمل ہے -

۳- **غزلیاتِ میر حسن :** ''اس عنوان سے مرزا علی حسن صاحب نے ۱۹۴۴ء میں سرفراز پریس ، لکھنؤ سے ایک مجموعہ شائع کرایا جس میں ۸۵ غزلوں کے اشعار ہیں - صفحات ۶۰'' - (میر حسن ، ص ۳۰)

مصنف : میر حسن ، میر غلام حسین ضاحک کے بیٹے تھے - ۱۱۵۴ھ [م : ۴۲ - ۱۷۴۱ء] کے قریب دہلی میں پیدا ہوئے - ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی اور ۱۱۷۹ھ میں دہلی سے نکلے - پہلے لکھنؤ اور پھر ۸۱ - ۱۱۸۰ھ میں فیض آباد پہنچے - یہیں انھوں نے اُردو شاعری کی طرف توجہ کی اور میر ضیا کی شاگردی اختیار کی - سودا سے بھی انھوں نے استفادہ کیا - ۱۱۸۸ھ میں انھوں نے نواب سالار جنگ کی ملازمت اختیار کی اور انھیں کے ساتھ ۹۰ - ۱۱۸۹ھ میں لکھنؤ چلے آئے - ملازمت کا یہ

تعلق ۱۱۹۶ھ تک رہا ۔ میر حسن کا آخری زمانہ پریشان حالی میں گزرا ۔ اُنھوں نے یکم محرم ۱۲۰۱ھ [م : ۲۴ اکتوبر ۱۷۸۶ء] کو لکھنؤ میں انتقال کیا ۔ میر حسن کی تصانیف میں تذکرہ شعرائے اُردو (۱۱۸۹ھ) اور دیوانِ غزلیات و دیگر اصناف کے علاوہ ۱۲ مثنویاں بھی ہیں ، جن کے نام یہ ہیں :

(۱) نقل کلاولت ۔
(۲) نقل زن فاحشہ ۔
(۳) نقل قصاب برائے تصریح مزاح ۔
(۴) نقل قصائی ۔
(۵) مثنوی شادیٔ آصف الدولہ (۱۱۸۳ھ) ۔
(۶) مثنوی رموزالعارفین (۱۱۸۸ھ) ۔
(۷) مثنوی ہجو حویلی (۱۱۸۹ - ۹۰ھ) ۔
(۸) مثنوی[1] گلزارِ ارم (۱۱۹۲ھ) ۔
(۹) مثنوی در تہنیتِ عید (۱۱۹۹ھ) ۔
(۱۰) مثنوی در وصف قصر جواہر (۱۱۹۹ھ) ۔
(۱۱) مثنوی در خوانِ نعمت (۱۱۹۹ھ) ۔
(۱۲) مثنوی سحرالبیان (۱۱۹۹ھ) ۔

(ماخوذ از ''میر حسن اور ان کا زمانہ'' از ڈاکٹر وحید قریشی)

مآخذ : (۱) نکات ، ۱۳۶ - (۲) چمنستان ، ۱۴۷ - (۳) طبقات ، ۳۲۹ - (۴) شعرائے اُردو ، ۵۳ - (۵) شورش ، اول ، ۲۱۳ - (۶) مسرت افزا ، ۵۹ - (۷) گلزار ، ۱۰۱ - (۸) گلشنِ سخن ، ۱۱۵ - (۹) ہندی ، ۶۸ - (۱۰) عیار ، ۱۳۷ - (۱۱) حیدری ، ۵۵ - (۱۲) عشقی ، اول ، ۲۱۴ ، ۲۳۳ - (۱۳) گلشنِ ہند ، ۹۲ - (۱۴) عمدہ ، ۲۱۳ - (۱۵) سفینہ ،

۱۔ اصل نام ''گلذار ارم'' ۔ یہ تاریخی نام ہے اور ذال کے عدد شمار کرنے ہی سے مطلوبہ سنہ برآمد ہوتا ہے ۔

۶۱ - (۱۶) مجمع ، ۹۷ - (۱۷) مجموعہ ، اول ، ۲۰۲ -
(۱۸) دیوان ، ۸۱ - (۱۹) بے جگر ، در ردیف ح - (۲۰)
دستور ، ۸۵ - (۲۱) گلشن ، ۵۷ - (۲۲) بہار ، ۱۱۲ -
(۲۳) التخاب ، ۱۵۲ - (۲۴) بے خزاں ، ۴۹ - (۲۵)
گلستان ، ۶۷ - (۲۶) خوش معرکہ ، اول ، ۴۰ - (۲۷)
شعرائے ہند ، ۲۱۳ - (۲۸) سراپا سخن ، ۷۰ ، ۹۸ ،
۱۴۲ ، ۲۱۱ ، ۲۴۹ ، ۳۷۹ - (۲۹) یادگار ، ۳۷ - (۳۰)
گلستانِ سخن ، ۱۹۷ - (۳۱) سخنِ شعرا ، ۱۳۰ - (۳۲)
نادر ، ۵۷ - (۳۳) شمیم ، اول ، ۳۷ - (۳۴) طور ، ۲۹ -
(۳۵) بزم ، ۴۰ - (۳۶) آبِ حیات ، ۲۵۲ - (۳۷) جلوہ ،
اول ، ۱۸۲ - (۳۸) خم خانہ ، دوم ، ۴۲۹ - (۳۹)
معرکہ ، ۹۹ - (۴۰) مدائح ، ورق ۲۱ ، الف - (۴۱)
بیاضیں ، ۱۷ - (۴۲) گارسیں دتاسی ، اول ، ۵۲۸ - (۴۳)
سکسینہ ، نظم ، ۱۲۲ - (۴۴) گلِ رعنا ، ۲۳۸ - (۴۵)
شعرالہند ، دوم ، ۱۸۵ - (۴۶) لکھنؤ ، ۱۰۸ - (۴۷)
دلّی ، ۲۱۶ - (۴۸) مرأۃ ، اول ، ۴۷۲ - (۴۹) میر و سودا ،
۳۵۵ - (۵۰) تاریخِ ادبیات ، ہفتم ، ۱۶۷ - (۵۱) کاشف ،
دوم ، ۳۴۰ - (۵۲) بیل ، ۱۰۵ - (۵۳) قاموس ، اول ،
۲۰۲ - (۵۴) اُردو مثنوی ، سروری ، ۱۱۰ - (۵۵) اُردو
مثنوی ، عقیل ، ۱۱۸ - (۵۶) اُردو مثنوی ، گیان چند ،
۲۹۵ - (۵۷) منظوم داستانیں ، ۵۰۹ - (۵۸) اُردو شعرا
کے تذکرے ، ۱۵۳ - (۵۹) خواجہ میر درد ، ۲۰۴ - (۶۰)
اُردو مثنویاں ، ۲۱۵ و ۳۵۱ - (۶۱) اُردو کی تین مثنویاں ،
ڈاکٹر خان رشید ، کراچی ، ۱۹۶۰ء - (۶۲) ''میر حسن اور
ان کا زمانہ'' از ڈاکٹر وحید قریشی ، لاہور ، ۱۹۵۹ء - (اس
کتاب کے آخر میں میر حسن سے متعلق شائع شدہ کتب و مقالات
کی مفصل فہرست ہے) - (۶۳) مثنویات میر حسن ، مرتبہ
ڈاکٹر وحید قریشی ، لاہور ، ۱۹۶۶ء - (۶۴) ''میر حسن''
مقالہ از حسرت موہانی - پہلی مرتبہ یہ مقالہ ''اُردوئے معلیٰ''

اپریل ، ۱۹۰۷ء میں شائع ہوا تھا ۔ دوسری مرتبہ
''انتخاب اُردوئے معلیٰ'' ، حصہ اول (علی گڑھ ، تاریخ طبع
ندارد) میں شامل کیا گیا ۔ (۶۵) میر حسن اور ان کے
خاندان کے شعرا ، از محمود فاروق ، لاہور ، ۱۹۵۶ء ۔
(۶۶) ''سحرالبیان'' مقالہ از عبدالباری آسی ۔ تماہی
ہندستانی ، الہ آباد ، جنوری ، ۱۹۳۱ء ۔ (۶۷) ''میر حسن
کے خد و خال'' مقالہ از مولانا سبطین احمد ، دلّی کالج
میگزین ، خصوصی شمارہ بابت دلّی کا دبستانِ شاعری ، دلّی ،
۱۹۶۱ء ۔ (۶۸) ''مثنوی سحرالبیان کا تہذیبی مطالعہ''
مقالہ از اسا سعیدی ۔ ایضاً ۔ (۶۹) دل کشا ، اوّل ، ۸۳ ۔
(۷۰) ارمغان ، ۳۱ ۔ (۷۱) بیاض ، ۳۰ ۔

● ● ●

۷۸

دیوانِ حقیقت

میر حسین شاہ حقیقت

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو، کراچی۔

نمبر : قا ۳/۱۵۶

سائز : ۲۱×۱۵ س م

اوراق : ۵۰

سطور : ۱۱

زمانۂ کتابت : قیاساً مصنف کی زندگی کا نسخہ معلوم ہوتا ہے۔ قبل ۱۲۴۹ھ [م: ۳۴-۱۸۳۳ء]

خط : نستعلیق، شکستہ مائل۔

کیفیت : کِرم خوردہ، لیکن کِرم خوردگی کے اثرات زیادہ نہیں ہیں۔ کاغذ دبیز چکنا، سفید۔ تمام مقطعوں میں تخلّص پر سرخ روشنائی سے تخلّص کی علامت بنائی گئی ہے۔ عنوانات بھی سرخ ہیں۔ متن ورق ۱، ب سے شروع اور ۵۰، الف پر ختم ہوتا ہے۔ ورق ۱، الف اور ۵۰ ب سادہ ہیں۔

آغاز :

"مری آنکھوں کے مقابل سے جو محبوب گیا
اس قدر اشک بہے آہ کہ جی ڈوب گیا
لاجواب اس نے مجھے ایک ہی[1] نظارے میں کیا
عرض مطلب اوس سے جب میں نے اشارے میں کیا

۱۔ "ایک ہی" کا تلفّظ "ایکی" بر وزن فعلن ہے۔

ثابت اب جوشِ جنوں سے کب ہے پیراہن مرا
رفتہ رفتہ کر دیا وحشت نے عریاں تن مرا
چھپا [یا] تم نے منہ ایسا کہ بس جی ہی جلا ڈالا
تغافل نے تمھارے خاک میں ہم کو ملا ڈالا
اب اوروں سے کی گرم صحبت بھلا
بھلا بے بھلا ، بے مروت بھلا"

اختتام : "منصور کی بات تھی بڑے ہی گن کی
کھینچا اسے دار ہائے ری عقل ان کی
حلاج کی بات ہم پہ حل آج ہوئی
الحق کہتا تھا وو کچھ اور ہی دھن کی
شمع ساں سوزِ دل کہوں کیا آہ
بن کہے گو کہ جان نکلے ہے
کہ چھری بات بات میں یاں تو
کاٹنے کو زبان نکلے ہے"

مندرجات : ۱۔ مطلعے (چھ عدد) ورق ۱ ، ب

۲۔ ملمع غزل خواجہ حافظ شیرازی (اس میں حافظ کی ایک غزل کے مصرعوں پر اُردو مصرعے لگائے گئے ہیں مثلاً :

لانے میں اوس صنم کے جاتا ہے کیا تمھارا
دل میرود ز دستم صاحبدلاں خدا را
گر درد دل کا میرے کیجے گا کچھ نہ چارا
دردا کہ راز پنہاں خواہد شد آشکارا)

ورق ۲ ، الف تا ۲ ب

۳۔ غزلیات (تعداد اشعار : ۷۳۴)

ورق ، ۲ ب تا ۳۹ ، الف

۴۔ مخمسات (مخمس دو ہیں : پہلا جرأت کی غزل پر جس کا مطلع یہ ہے :

کل جو بیٹھا پاس ہیں یکجا ترے ہم نام کے
رہ گیا بس نام سنتے ہی کلیجہ تھام کے

دوسرا قیس کی غزل پر ہے ، جس کا مطلع یہ ہے :

دل سے مطلب نہ کام جی سے ہے
مدعا یار کی خوشی سے ہے)

ورق ۳۹ ، الف تا ۴۱ ، ب

۵- مثلثات (تعداد : ۴) ورق ۴۱ ، ب تا ۴۲ ، الف

۶- رباعیات (تعداد : ۶۴) ورق ۴۲ ، الف تا ۵۰ ، الف

۷- قطعہ ورق ۵۰ ، الف

ردیف ''ی'' کی غزلیات میں ایک نظم نما غزل ''در توصیف رقص زینت بائی'' کے عنوان سے ہے ۔ رباعیات کے آخر میں ایک قطعہ ہے (رک : اختتام) ۔

خصوصیات : یہ حقیقت کا مکمل دیوان نہیں ہے ۔ بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے دیوان سے انتخاب کیا ہے ۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ ن اور ی کی ردیفوں کے سوا باقی تمام ردیفوں میں ایک ایک دو دو غزلیں ہیں ۔ الف کی ردیف میں صرف چھ مطلعے ہیں اور حافظ کی غزل کا ''ملمع'' ہے ۔ اس ردیف میں ایک بھی مکمل غزل نہیں ہے ۔ تذکروں میں متعدد ایسے اشعار ملتے ہیں ، جو اس دیوان میں نہیں ہیں ۔ مثلاً خم خانۂ جاوید (دوم ، صص ۴۹۱ - ۴۹۲) میں جو انتخاب کلام ہے ، اس کے آٹھ شعر اس دیوان میں نہیں ہیں ۔ مخطوطے میں کہیں کہیں کتابت کی اغلاط تھیں ، انھیں درست کیا گیا ہے ۔ یہ تصحیحات کاتب متن کے قلم سے نہیں ہیں ۔ غزلیات کی طرح رباعیات بھی ردیف وار ہیں ۔

دیگر نسخے : حقیقت کے دیوان کے کسی دوسرے نسخے کا علم نہیں ہو سکا ۔

مطبوعہ نسخہ: یہ دیوان کبھی شائع نہیں ہوا ۔

مصنف : ان کا نام عام طور پر ''شاہ حسین'' لکھا جاتا ہے ، لیکن صحیح ''حسین شاہ'' ہے جو حقیقت نے خود زیر نظر دیوان کی ایک رباعی (ورق ۴۲ ، الف) میں نظم کیا ہے ۔ حقیقت کے بھائی حسن شاہ ضبط نے اپنے جو خاندانی حالات لکھے

ہیں ، ان کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت سیّد عبداللہ مظلوم کا سلسلۂ نسب گیارہ واسطوں سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے ۔ انھوں نے خلفائے بنی عباس کے ظلم کی وجہ سے ترکستان میں سکونت اختیار کی ۔ حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ انھیں حضرت مظلوم کی اولاد سے ہیں ۔ امیر کلال نے امیر تیمور گورگانی کو اپنا پسر خواندہ بنایا تھا اور اسے ''سلطنت ہفت کشور'' کی بشارت دی تھی ۔ امیر کلال کی اولاد میں سے سیّد میرک شاہ عازم ہندوستان ہوئے ۔ ۱۱۲۵ھ (م : ۱۳-۱۷۱۲ء) میں وہ کابل آئے اور وہاں سے لاہور پہنچے ۔ انھوں نے ''اطراف لاہور اور سرہند'' میں قیام کیا ۔ سیّد میرک شاہ کے چار بیٹے تھے ، ان میں سے تیسرے کا نام سیّد عرب شاہ تھا ۔ اور یہی حسین شاہ حقیقت کے والد تھے ۔ پنجاب میں ''سکھوں کی زبردستیوں سے تنگ ہو کر'' سیّد عرب شاہ ترکِ وطن کر کے آنولہ (بریلی) چلے گئے جہاں انھوں نے حکیم میر محمد نواز (جو سیّد عطا موسوی کی اولاد سے تھے ، اور یگانۂ وقت طبیب تھے) کی لڑکی سے شادی کر لی ۔ ۱۱۸۴ھ [م : ۷۱-۱۷۷۰ء] میں اُن کے بڑے لڑکے حسن شاہ ضبط پیدا ہوئے ، اس کے بعد دو اور بھائی حسین شاہ اور قاسم شاہ پیدا ہوئے ۔ ۱۱۹۱ھ [م : ۷۸-۱۷۷۷ء] میں سیّد عرب شاہ کا انتقال ہو گیا ۔ (لشتر ، صص ۸ - ۶)

حسن شاہ کی پیدایش ۱۱۸۴ھ کی ہے ، قاسم شاہ کی پیدایش ان کے والد کی وفات سے ایک سال قبل یعنی ۱۱۹۰ھ کی فرض کی جائے تو حسین شاہ حقیقت کا زمانۂ پیدائش ۱۱۸۵ھ [م : ۷۲-۱۷۷۱ء] اور ۱۱۸۹ھ [م : ۷۶-۱۷۷۵ء] کے درمیان متعین ہوگا ۔

حقیقت نے والد کی وفات کے بعد اپنے نانا کے زیرِ سایہ تعلیم و تربیت حاصل کی ۔ حکیم میر محمد نواز ایک انگریز مسٹر منگ ممبر کونسل کمپ کانپور کے پاس منشی گری کے عہدے پر فائز ہو کر کانپور چلے گئے ۔ اس طرح

یہ پورا خاندان آنولہ سے کانپور منتقل ہو گیا (نشتر ، صص ۹ - ۸)۔ ضبط نے قیام کانپور کے زمانے کے حالات بیان کرتے ہوئے اپنی عمر پندرہ برس بتائی ہے - اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ یہ خاندان (۱۱۸۴ + ۱۵ =) ۱۱۹۹ھ [م : ۸۵ - ۱۷۸۴ء] سے پہلے کانپور منتقل ہو چکا تھا -

حقیقت کانپور سے لکھنؤ پہنچے - مصحفی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حقیقت ''سن ِ تمیز'' میں لکھنؤ آئے - (''سن ِ تمیز'' سے چودہ پندرہ برس کی عمر مراد لی جا سکتی ہے) - وہ لکھنؤ میں ترک سواروں کے رسالے میں ملازم ہو گئے - جب یہ رسالہ ''برہم'' ہو گیا تو حقیقت نے اپنے استاد جرأت کے وسیلے سے امام بخش کشمیری کے پاس ملازمت کر لی - امام بخش کو ایک تذکرۂ شعرا لکھنے اور بچوں کی تعلیم کے لیے کسی موزوں آدمی کی ضرورت تھی - حقیقت ، یہ خدمت انجام دیتے رہے - امام بخش کشمیری نے مصحفی سے ان کے تذکرۂ شعرا کا مسودۂ خام حاصل کیا اور خفیہ طور پر اس میں سے شعرائے دہلی کے تراجم اور اشعار نقل کرا لیے - مصحفی کو جب اس کا علم ہوا تو انھوں نے یہ قطعہ لکھا :

جانتے ہیں سب کہ اک مدت سے یاں
مصحفی کے تذکرے کا شور ہے
تذکرہ یہ جو حقیقت نے لکھا
بے حقیقت مصحفی کا چور ہے

لکھنؤ میں حقیقت اپنی ''امردی و نو مشقی'' کے زمانے میں جرأت کی غزلوں کی کتابت کیا کرتے تھے جو نابینا ہونے کی وجہ سے خود لکھنے سے معذور تھے - (ہندی ، صص ۸۷-۸۶)

امام بخش کشمیری کے پاس ملازمت کے بعد حقیقت ''ریذیڈنٹ کلکتہ کے دفتر میں اول منشی رہے - ۱۸۱۰ء

میں نواب کرناٹک کی سرکار سے وابستہ ہوئے۔ زمانۂ آخر میں قسمت نے یاوری کی اور وہ کرنل کڈ کی وساطت سے میر منشی کے عہدے پر فائز ہو کر چیناپٹن مدراس گئے اور وہیں سکونت اختیار کر لی۔ حسنِ خدمت کے صلے میں ان کی اولاد کو پنشن جاری رہی۔ وہ ایک مرتبہ آخری بار لکھنؤ آئے مگر انہیں لکھنؤ پسند نہ آیا، اس لیے پھر مدراس چلے گئے۔ ۱۲۴۹ھ مطابق ۳۴ - ۱۸۳۳ء میں مدراس میں وفات پائی اور وہیں کی خاک میں آسودہ ہوئے"۔ (معارف، جولائی، ۱۹۶۸ء، ص ۶۴)۔ حقیقت کی تصانیف میں دیوان کے علاوہ سات اور کتابیں ہیں:

۱۔ جذبِ عشق (اُردو نثر): تصنیف ۱۲۱۲ھ۔ مطبوعہ مطبع مجدی لکھنؤ، ۱۲۶۹ھ۔
۲۔ صنم کدۂ چین (فارسی): تصنیف ۱۲۰۹ھ۔ مطبوعہ مطبع مجدی، لکھنؤ، ۱۲۶۳ھ۔
۳۔ تحفۃ العجم (فارسی زبان کی صرف و نحو اور معانی و بیان سے متعلق، بزبانِ فارسی): تصنیف ۱۲۱۳ھ۔ اس کے قلمی نسخے مولانا آزاد لائبریری، مسلم یونی ورسٹی، علی گڑھ، انجمن ترقی اُردو، کراچی اور قومی عجائب گھر، کراچی میں موجود ہیں۔
۴۔ خزینۃ الامثال: تصنیف ۱۲۱۵ھ۔ مطبوعہ مطبع مصطفائی، لکھنؤ، ۱۲۷۰ھ۔
۵۔ مثنوی ہشت گلزار (اُردو): تصنیف ۱۲۲۵ھ، مطبوعہ لکھنؤ، ۱۲۶۷ھ۔
۶۔ مثنوی ہیرا من طوطا: مطبوعہ کایستھ پریس، لکھنؤ، ۱۲۶۸ھ۔
۷۔ تذکرۂ احبا (تذکرۂ شعرا، بزبانِ فارسی): یہ تذکرہ ناپید ہے۔

مآخذ: (۱) ہندی، ۸۶ - (۲) عیار، ۱۵۷ - (۳) عمدہ، ۲۳۷ - (۴) مجمع، ۷۸ - (۵) مجموعہ، اوّل، ۲۱۹ -

(۶) بے جگر در ردیف ح - (۷) گلشن، ۶۱ - (۸) بہار، ۱۱۸ - (۹) گلستان، ۱۷ - (۱۰) شعرائے ہند، ۲۳۵ - (۱۱) سراپا سخن، ۱۰۵ - (۱۲) یادگار، ۶۷ - (۱۳) سخن شعرا، ۱۳۶ - (۱۴) بزم، ۴۲ - (۱۵) جلوۂ، اوّل، ۱۳۶ - (۱۶) خم خانہ، دوم، ۳۹۰ - (۱۷) تاریخِ فرخ آباد، ۲۸ - ترجمہ، ۳۷۷ - (۱۸) خوش معرکہ، اوّل، ۲۷۱ - (۱۹) گارسین دتاسی، اوّل، ۵۷۰ - (۲۰) اُردو کی نثری داستانیں، گیان چند، کراچی، ۱۹۶۹ء، ص ۱۵۹ - (۲۱) آصفیہ، اوّل، ۱۲۵ - (۲۲) مخطوطاتِ انجمن، اوّل، ۱۶۶ - (۲۳) بوڈلین، دوم، نمبر ۲۳۱۷/۱۰ - (۲۴) رجب علی بیگ سرور، از ڈاکٹر نیر مسعود، الہ آباد، ۱۹۶۷ء، ص ۵۵ - (۲۵) ''محسن لکھنوی اور تذکرۂ سراپا سخن''، مقالہ از اقتدا حسن، صحیفہ، شمارہ ۴۲، جنوری، ۱۹۶۸ء - (۲۶) ''میر حسین شاہ حقیقت'' مقالہ از ڈاکٹر لطیف حسین ادیب، معارف، اعظم گڑھ، جولائی و اگست، ۱۹۶۸ء - (۲۷) علمائے ہند، ۹۴ - اُردو ترجمہ ۱۶۴ - (۲۸) دل کشا، اوّل، ۸۸ - (۲۹) نشتر (ناول) مصنفہ حسن شاہ ضبط، اُردو ترجمہ از سجاد حسین انجم کسمنڈوی، مرتبہ عشرت رحمانی، مجلس ترقیِ ادب، لاہور، ۱۹۶۳ء -

● ● ●

۷۹

دیوانِ شاہ خاموش

شاہ معین الدین خاموش

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی ۔

نمبر : ۱۳۲۰ ۔ ۱۹۶۱ء

سائز : ۲۰½ × ۱۳ س م

اوراق : ۳۶

سطور : ۹

زمانۂ کتابت : تیرھویں صدی کا ربع آخر (قیاساً)

خط : نستعلیق ، معمولی ۔

کیفیت : مخطوطہ ناقص الاوّل ہے اور ورق ۴۴ ، ب پر ختم ہو جاتا ہے ۔ ''ختم شد'' کے الفاظ کے بعد کسی دوسرے شخص نے تین فارسی اور ایک اُردو شعر اضافہ کیا ہے ۔ ان اشعار کا اصل مخطوطے سے کوئی تعلق نہیں ۔ کاغذ ولایتی ، دبیز ، سفید ، آبی لکیروں والا ۔

آغاز : ''باوجودے کہ ترا مژدہ سخن ۱

گرچہ قرآن میں لکھا تھا مجھے معلوم نہ تھا

ہو کے سلطانِ حقیقت اسی آب و گل میں

در بدر مثلِ گدا تھا مجھے معلوم نہ تھا

۱۔ ایک لفظ ناخوانا ۔

مطلعِ دل پہ مرے چھایا تھا زنگارِ خودی
چاند بدلی میں چھپا تھا مجھے معلوم نہ تھا
ایک مدت حرم و دیر میں ڈھونڈا ناحق
سیمبر بر میں چھپا تھا مجھے معلوم نہ تھا
ہو کے خاموش عجب سیر و تماشا دیکھا
رنگ بے رنگ ہوا تھا مجھے معلوم نہ تھا"

اختتام : "صورتِ شاہدِ مقصود نظر آ جاوے
دیکھ لوں آئنۂ روئے مصفّا تیرا
چھوڑ کر جاؤں کہاں در ترا اے قطبِ زماں
ہم فقیروں کو دو عالم میں ہے تکیہ تیرا
دستگیری تری ہر حال میں ہے شاملِ حال
ہے بڑا ہم پہ سہارا مرے مولا تیرا
تو نہیں ذاتِ خدا سے کبھی رہتا ہے جدا
کیوں نہ ہو عارف باللہ شناسا تیرا
کیوں نہ جاوے گا ضیا منزلِ محبوب تلک
اس کے ہے پیشِ نظر نقشِ کفِ پا تیرا"

مندرجات : ورق ۷۲ ب تک ردیف وار غزلیں ہیں ۔ اس کے بعد نعتیں ہیں اور خواجہ معین الدین اجمیریؒ کی مدح میں ایک مخمّس ہے ۔ اس کے بعد پھر نعتیں ہیں اور شمس تبریزی ، جامی اور خسرو کا کلام ہے ۔ ورق ۸۳ ، الف پر ضامن تخلّص کے شاعر کی غزل ہے ۔ ورق ۸۴ ، ب پر "قصیدہ در شان محبوب رضی اللہ عنہ" ہے ۔ اس قصیدے کے آخر میں تخلّص ضیا آیا ہے (رک : اختتام) ۔ کاتب نے خاموش کا کلام نقل کرنے کے بعد بغیر کسی صراحت کے دوسرے شعرا کا کلام نقل کیا ہے ۔

دیگر نسخے : نسخۂ ادارۂ ادبیات اُردو ، حیدرآباد دکن (انتخابِ کلام) :
فہرست نمبر ۴۷۰ ۔ صفحات ۲۱ ۔ سطور ۱۰ ۔ سائز ۸×۶" ۔ یہ انتخاب ایک بیاض میں ص ۴۱ سے ۶۲ تک ہے ۔ ترقیمہ : "مورخہ ۱۶ ، رجب ، ۱۳۴۴ھ مطابق

۱۹ اسفندیار ۳۵ ف روز پنج شنبہ بوقت دس ساعت صبح۔
راقم برہان الدین"۔ (ادارۂ ادبیات ، دوم ، صص ۳۱ - ۱۳۰)

مطبوعہ نسخے: شاہ خاموش کی وفات کے بعد "جس قدر کلام دستیاب ہو سکا لوگوں نے جمع کیا اور دیوان کی شکل میں طبع کرایا جو متعدد مرتبہ طبع ہو چکا ہے"۔ (مرقعِ سخن ، دوم ، ص ۹۹)

"دیوان شاہ خاموش" ۱۳۹۱ھ میں مطبع خورشید عالم ، مراد آباد سے شائع ہوا تھا ۔ "سوانح عمری و دیوانِ شاہ خاموش" مرتّبہ سیّد محمد حسین سیّد کی طباعت مطبع فیض الکریم ، حیدرآباد دکن سے ۱۳۱۶ھ میں عمل میں آئی تھی ۔ یہ دونوں کتابیں کتب خانۂ خاص ، انجمن ترقی اُردو ، کراچی میں ہیں ۔

مصنّف : نام سیّد شاہ خواجہ معین الدین حسینی اور لقب شاہ خاموش تھا ۔ ایک عرصے تک خاموش رہنے اور کبھی کسی سے بات نہ کرنے کی وجہ سے انھیں "شاہ خاموش" کہا جانے لگا ۔ ۱۲۰۴ھ [م : ۹۰ - ۱۷۸۹ء] میں محمد آباد بیدر میں پیدا ہوئے ۔ ان کا سلسلۂ نسب خواجہ گیسو درازؒ سے ملتا ہے ۔ انھوں نے بچپن ہی میں اپنے خاندانی سلسلۂ طریقت نظامیہ سے فیض پایا ، اور پیدل سفر کر کے خواجہ معین الدین اجمیریؒ کے مزار پر پہنچ کر چِلّہ کشی کی ۔ وہ ایک عرصے تک اجمیر میں مقیم رہے ، اور پھر مرشد کامل کی تلاش میں سیاحت شروع کی ۔ اسی سلسلے میں وہ پنجاب گئے ، جہاں ایک بزرگ حضرت حافظ محمد موسیٰ صوفی سے مانک پور میں بیعت حاصل کی ۔ انھوں نے قادریہ ، چشتیہ اور صابریہ سلسلوں کی خلافت حاصل کی اور ایک عرصے تک اپنے مرشد کی خدمت میں حاضر رہے ۔ اس کے بعد شاہ خاموش مدینہ منورہ تشریف لے گئے ۔ وہاں دو برس قیام کیا ۔ مدینہ منورہ سے وہ ۱۲۵۰ھ میں حیدرآباد دکن آئے ۔ یہاں کے بہت سے امرا اور دوسرے بے شمار لوگ آپ کے

حلقۂ بیعت میں شامل ہوئے ۔ ۲ ذیقعدہ ، ۱۲۸۸ھ [م : ۱۵ جنوری ۱۸۷۲ء] کو ۸۴ سال کی عمر میں آپ نے انتقال فرمایا ۔

مآخذ : (۱) عروس ، ٦۳ و ۲۰۱ - (۲) محبوب ذی المنن تذکرۂ اولیائے دکن ، حصہ اوّل ، عبدالجبار خاں ملکا پوری ، حیدرآباد دکن ، ۳۱۲ - (۳) دکن میں اُردو ، ۱۴۴ - (۴) "شاہ خاموش" مقالہ از سیّد قطب الدین حسینی صابری ، مرقعِ سخن ، دوم ، ۹۷ -

● ● ●

۸۰

دیوانِ خبیر

غلام محمد خان خبیر

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی ۔

نمبر : ۴۴۳ ء ۱۹۵۸

سائز : ۳۰ × ۱۹ س م

اوراق : ۴۵۶

سطور : ۱۶

زمانۂ کتابت : انیسویں صدی عیسوی کا ربع آخر (قیاساً)

خط : نستعلیق ، عمدہ ۔

کیفیت : غیر مجلد ۔ نہایت خستہ حالت میں ۔ خستگی کی وجہ سے بعض اوراق کے کونے ضائع ہو چکے ہیں ۔ اوراق ۱۶۴ تا ۲۸۴ پر چوہوں کے کترنے کے نشانات ہیں ، ان اوراق کے پشتے کی طرف کے دونوں کونے ضایع ہو چکے ہیں ۔ نسخہ ناقص الآخر ہے ۔ آخری ورق (۴۵۶) نصف سے کم باقی ہے ۔ یہ نسخہ نہایت اہتمام سے لکھوایا گیا ہے ۔ لوح رنگین و منقش ہے اور ہر صفحے پر سرخ اور نیلی جدولیں ہیں ۔ کاغذ ولایتی ، باریک اور دبیز دونوں طرح کا ہے جو سفید ، نیلے اور مٹیالے رنگوں میں ہے ۔ تخلص سرخ روشنائی سے لکھا گیا ہے ۔ ورق ۱ ، الف سادہ ہے ۔ متن ۱ ، ب سے شروع ہوتا ہے ۔ اوراق ۲۵۳ اور ۲۶۶ لمبان کی طرف سے نصف کے قریب ضائع ہو چکے ہیں ۔ ورق ۲۸۵ موجود نہیں ہے ۔

آغاز : "کیوں نہ ساقی بے آرایش محفل آیا
سنتے ہیں موسم گل تو کئی منزل آیا
ڈوبنے کا بھی اگر قصد کیا دریا میں
کھولے آغوش مرے واسطے ساحل آیا
دیکھتا کیا ہوں کہ کھینچے ہوئے شمشیر نگاہ
ہاتھ میں جام شہادت لیے قاتل آیا
جان پر کھیل گیا دیکھ کے صورت میری
دفع آسیب محبت کو جو عامل آیا
کس سے ہو وصف یم ہمت عالی کا ترے
آسماں بن کے حباب لب ساحل آیا"

اختتام : "اگر وہ آئیں تو ہم وجہ قتل کی پوچھیں
دہان گور ہمارا ہے گفتگو کے لیے
سنا ہے میں نے ، ہے عقد نکاح دختر رز
کہیں سے لاؤں میں سہرا سر سبو کے لیے
ملا ہے خاک میں زاہد طفیل نقد ریا
نصیبہ ہوگا زر قلب خاک شو کے لیے
نہ دیکھی نکہت جسم ایسی تیز عالم میں
بساؤں پھولوں کو میں ازدیاد بو کے لیے
ہوں تیغ برق تجلائے یار کا بسمل
خبیو تار رگ برق ہو رفو کے لیے"

مندرجات : یہ مجموعۂ غزلیات ہے جو ردیف وار مرتّب کیا گیا ہے ۔ صرف ایک قصیدہ ہے جو ورق ۹۴۳ ، ب سے شروع ہوتا ہے ۔ یہ کسی "حکمران" کی مدح میں ہے ، جس کے نام وغیرہ کی طرف کوئی اشارہ نہیں ہے ۔ اس میں چند فارسی غزلیات بھی ہیں جو اوراق ۱۱۱ ، ب ؛ ۱۲۰ ، الف ؛ ۱۲۱ ، الف ؛ ۱۳۱ ، الف اور ۲۱۱ ، ب سے شروع ہوتی ہیں ۔

خصوصیات : یہ نسخہ مصنّف نے خود تیار کرایا تھا ، اور اس پر نظر ثانی بھی کی تھی ، اس کی تصدیق مندرجہ ذیل امور سے ہوتی ہے :

۱- اس میں جابجا اصلاحات پائی جاتی ہیں ـ کہیں شعر کے ایک دو لفظ بدلے گئے ہیں اور کہیں پورا مصرع ـ اس کی صورت یہ ہے کہ اصلاح طلب الفاظ یا مصرعوں کو کھرچ کر مٹا دیا گیا ہے ، اور پھر اسی جگہ نئے الفاظ یا مصرعے لکھے ہیں ـ اس کی مثالیں مخطوطے میں بکثرت ملتی ہیں ـ (مثلاً ۵۲ ، ب ؛ ۶۲ ، الف وغیرہ پر)

۲- بعض اشعار دیوان سے اس طرح خارج کیے گئے ہیں کہ کھرچ کر بالکل مٹا دے گئے ہیں اور ان کی جگہ خالی ہے ـ (مثلاً ۵۲ ، ب ؛ ۵۵ ، الف ؛ ۶۷ ، الف ؛ ۸۸ ، ب ؛ ۹۵ ، الف اور ۱۰۵ ، الف وغیرہ پر)

۳- بعض اشعار یا مصرعوں میں اصلاحیں تو کی گئی ہیں ، لیکن انھیں متن میں درج نہیں کیا گیا ـ ایسے مقامات پر مجوزہ مصرعے یا الفاظ چھوٹی چھوٹی پرچیوں پر لکھ کر رکھ دیے گئے ہیں تا کہ کاتب ان کے مطابق تصحیح کردے ـ اس قسم کی پرچیاں اس کلیات میں ایک درجن سے زائد ہیں ـ (مثلاً ورق ۲۷۲ ، الف اور ۲۹۸ ، ب وغیرہ پر)

۴- بعض اشعار کے مقابل حاشیے پر ''زیر تجویز'' لکھا ہے ـ ایسے اشعار عموماً وہ ہیں ، جن میں اصلاح کی ضرورت ہے ـ ایسے مصرعوں کے اصلاح طلب الفاظ کو کھرچ کر جگہ بھی خالی کی گئی ہے ـ (مثلاً ۱۷۰ ، الف ؛ ۱۷۶ ، الف اور ۲۷۲ ، الف وغیرہ پر)

۵- ورق ۳۴۹ ، ب سے جو قصیدہ شروع ہوتا ہے ، اس کے حاشیے پر لکھا ہے ''ایں قصیدہ نوشتہ نخواہد شد'' ـ چونکہ یہ صرف غزلیات کا مجموعہ ہے ، اس لیے یہ ہدایت لکھی گئی ہے ـ

مذکورہ اصلاحوں اور دیگر عبارتوں کے لیے ایک ہی قلم استعمال ہوا ہے ـ اور یہ ظاہر ہے کہ یہ مصنّف کے سوا کسی اور کا قلم نہیں ہو سکتا ـ

دیگر نسخے : نسخۂ کتب خانۂ سالار جنگ ، حیدرآباد دکن :

فہرست نمبر ۵۸۷ - لائبریری نمبر ۵۲۱ - سائز ۱۱½ × ۷½" - صفحات ۳۱۵ - سطور ۱۷ - سالِ کتابت ۱۲۷۴ھ - "دیوان کے آغاز میں ایک فارسی عرضی ہے ، پھر مختصر دیباچہ ہے - اس کے بعد ایک فارسی قصیدہ ہے ، اس کے بعد اُردو کلام شروع ہوا ہے . . . اس کلیات میں اولاً قصائد ہیں جو حمد و نعت میں ہیں - اس کے بعد افضل الدولہ کی مدح میں کئی قصیدے ہیں - اس کے بعد ردیف وار غزلیات ہیں - اُردو غزلیات کے بعد فارسی غزلیات ہیں . . . اس کے بعد اُردو اور پھر فارسی رباعیات ہیں - ان کے بعد چند اُردو رباعیات شامل ہیں - اس کے آخر پر چند تاریخی قطعات ہیں - ایک قطعے کا آخری شعر :

زد رقم سالِ عیسوی صفدر
کلیاتِ خبیر روشن دل
۱۸۶۳ء

ایک تاریخ سیّد اسمٰعیل حسین منشی المتخلّص نیر (منیر ؟) نے نکالی ہے ، اس کا تاریخی[1] مصرعہ :

گلدستۂ بستان معانی دیوان
۱۲۷۴ھ

. . . آخر پر ایک مخمّس ہے" - (سالار جنگ ، صص ۶۴ - ۴۶۵)

مصنّف : لالہ سری رام نے خبیر کے بارے میں یہ معلومات فراہم کی ہیں - "مولوی غلام محمد خان خٹک خبیر ، فرخ آبادی - حضرت رشک کے تلامذہ میں سے ہیں - ان کے بزرگ رؤساء بنگش کی سرکار میں ملازم تھے اور غلام قادر خان ان کے والد مہاراجہ سیندھیا کی فوج میں رسالہ دار تھے - یہ خود

۱- ہجری و عیسوی سنین میں مطابقت نہیں ہے (م - خ)

ایک عرصے تک نواب کلب علی خاں والیٔ رام پور کے مصاحب رہے۔ صاحبِ دیوان و مثنوی 'دریائے عشق' و 'سخنِ فیض' ہیں" ۔ (خم خانہ ، سوم ، ص ۱۲) ۔ نادر نے انھیں "صاحبِ دواوین ہندی و فارسی و عروض" (کذا) لکھا ہے ۔ ''خریطۂ سرور'' کے نام سے خبیر نے نو طرز مرصع کی کہانیوں کو منظوم کیا تھا ۔ یہ کتاب ۱۸۷۵ء میں لکھنؤ سے شائع ہوئی تھی (انڈیا آفس ، ہندوستانی ، ص ۶۸) ۔ ''خریطۂ سرور'' تاریخی نام معلوم ہوتا ہے ، اس سے سنہ ۱۲۹۰ھ (م : ۷۴ - ۱۸۷۳ء) برآمد ہوتا ہے ۔

مآخذ : (۱) نادر ، ۶۲ - (۲) سخنِ شعرا ، ۱۴۸ - (۳) خم خانۂ سوم ، ۱۲ - (۴) برٹش میوزیم ، ہندوستانی ، ۵۲ -

● ● ●

۸۱

انتخابِ دیوانِ درد [۱]

خواجہ میر درد

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو ، کراچی ۔

نمبر : قا ۲/۷۴

سائز : ۲۲ × ۱۴ س م

اوراق : ۴۳

سطور : ۱۵

زمانۂ کتابت : تیرھویں صدی ہجری کا ربع ثالث (قیاساً)

خط : نستعلیق ، شکستہ مائل ، معمولی ۔

کیفیت : یہ انتخاب ۵۸ اوراق کے ایک مجموعے میں شامل ہے ۔ ورق ۲ ، ب سے ۴۳ ب تک درد کے دیوان کا انتخاب ہے ۔ بقیہ اوراق پر ثناء اللہ خاں فراق اور میر اثر کا کلام ہے ۔ مخطوطہ کیرم خوردہ اور نہایت خستہ حالت میں ہے ۔ کاغذ دبیز ، مٹیالا ۔ جلد سازی ماضی قریب میں ہوئی ہے ۔ ہر ورق بٹر پیپر کے اندر ہے ۔ ورق ۱ ، الف کے اُوپر کے بائیں کونے میں یہ الفاظ درج ہیں : ''کتاب دیوانِ درد ، اثر ، فراق''۔ ورق ۱ ، ب پر یہ رباعی لکھی ہے :

جس دن سے کہ تم نے منہ دکھانا چھوڑا
ہم نے بھی غرض ادھر کا جانا چھوڑا
گر اب بھی مزاج پر ہے ملنا منظور
تو آج اِیدھر اُدھر کا جانا چھوڑا

ورق ۲ ، الف سادہ ہے ۔ صرف اُوپر کے بائیں کونے
پر یہ الفاظ لکھے ہیں ۔ "دیوانِ انتخاب خواجہ میر درد
سراپا درد عفی عنہ" ۔ متن ورق ۲ ، ب سے شروع ہوتا ہے ۔

آغاز : مطابق مخطوطہ نمبر ۸۲ (قوسین میں جو الفاظ ہیں ، ان کی شمولیت کے ساتھ) ۔

اختتام : "اے درد رموزِ کبریائی
کب سمجھے ہے زاہد ریائی
بے عجز نہیں ہے واں رسائی
ہے مجھ کو یہاں یہ پرکشائی
پرواز شکست بال و پر ہے"

مندرجات :	غزلیات	ورق ۲ ، ب تا ۴۰ ب
	رباعیات	ورق ۴۰ ، ب تا ۴۲ ، الف
	مخمسات	ورق ۴۲ ، الف تا ۴۳ ب

مندرجہ ذیل مخمّس ہیں :

(۱) کئی قیمت میں اس کے پاس نقد دین کو لائے
(۲) ہم وحشیوں کے دل میں کچھ اور ہی اُمنگ ہے
(۳) باطن سے جنھوں کے تئیں خبر ہے

خصوصیات : اس انتخاب میں درد کا نصف سے زیادہ کلام درج ہے ۔ مثلاً ردیف الف کی پچاس میں سے ۳۷ غزلیں ہیں ۔ عموماً مکمل غزلیں انتخاب کی گئی ہیں لیکن بعض غزلوں میں سے ایک آدھ شعر کم بھی کر دیا گیا ہے ۔ کتابت کی اغلاط بھی خاصی ہیں ۔ مثلاً درد کے مشہور مصرعے :

"جان پہ کھیلا ہوں میں میرا جگر دیکھنا

میں "جان" کی بجائے "نین" لکھا ہے ۔

دیگر نسخے : انڈیا آفس میں دیوانِ درد کے دو نسخے ہیں :

۱- فہرست نمبر ۱۳۸ - اوراق ۴۲ - سائز "۵×۸ - سطور ۱۴ - خط شکستہ آمیز - ترقیمہ : "از بے مقدار

عطا اللہ غفر عنہ عجالتہً در قصبہ گنگوہ در سنہ ۱۲۳۰ ہجری این اوراق را نوشتہ بود"۔ (انڈیا آفس، صص ۷۳-۷۲)

۲- فہرست نمبر ۱۳۹ - اوراق ۶۲ - سائز ۱۱½×۷" - سطور ۱۲ - خط نستعلیق - انیسویں صدی عیسوی کی ابتدا کا مکتوبہ - کاتب کا نام درج نہیں ہے - (انڈیا آفس، ص ۷۳)

کتب خانہ سالار جنگ حیدر آباد دکن میں دیوانِ درد کے آٹھ نسخے ہیں :

۳- فہرست نمبر ۵۲۰ - لائبریری نمبر ۲۵۳ - سائز ۹×۶" - صفحات ۱۰۱ - سطور ۱۲ - خط نستعلیق - ترقیمہ : "دیوان میر محمد صاحب متخلص بہ درد سلمہ اللہ تعالیٰ - این کتاب است بتاریخ بست و یکم شہر رمضان المبارک بوقت سہ پہر مرتب ۱۲۵۷ھ" - "کاتب نے کسی ایسے دیوان سے اس کو نقل کیا ہے جبکہ درد بقیدِ حیات تھے، اس لیے 'سلمہ اللہ تعالیٰ' لکھا ہے"۔ (سالار جنگ، صص ۱۴-۱۳م)

۴- فہرست نمبر ۵۲۱ - لائبریری نمبر ۵۰۷ - سائز ۸×۶" - صفحات ۹۲ - سطور ۱۷ - خط نستعلیق - ترقیمہ : "بتاریخ ۸ جمادی الثانی، ۱۳۲۸ھ روز پنج شنبہ کو نقل ختم ہوئی - از حیدر آباد دکن کوٹلہ اکبر چاہ - بقلم حقیر فقیر سیّد محمد علی عرش ملیح آبادی"۔ (سالار جنگ، صص ۱۵-۱۴م)

۵- فہرست نمبر ۵۲۲ - لائبریری نمبر ۵۷۸ - سائز ۹½×۵½" - صفحات ۱۱۸ - سطور ۱۱ - خط نستعلیق - (سالار جنگ، ص ۱۵م)

۶- فہرست نمبر ۵۲۳ - لائبریری نمبر ۶۲۰ - سائز ۸½×۵½" - صفحات ۳۰ - سطور ۱۵ - خط نستعلیق - "نامکمل ناقص نسخہ ہے"۔ (سالار جنگ، صص ۱۶-۱۵م)

۷- فہرست نمبر ۵۲۴ - لائبریری نمبر ۶۲۰ - سائز $8\frac{1}{2} \times 5\frac{1}{2}$" - صفحات ۱۰۹ - سطور ۱۲ - خط شکستہ - (سالار جنگ ، ص ۴۱۶)

۸- فہرست نمبر ۵۲۵ - لائبریری نمبر ۶۴۲ - سائز ۸ × ۵" - صفحات ۱۳۹ - سطور ۱۰ - خط نستعلیق - (سالار جنگ ، ص ۴۱۶)

۹- فہرست نمبر ۵۲۶ - لائبریری نمبر ۶۸۱ - سائز $8\frac{1}{2} \times 5\frac{1}{2}$" - صفحات ۸۴ - سطور ۱۳ و ۱۴ - خط شکستہ - کتابت ۱۲۳۴ھ - (سالار جنگ ، صص ۷-۴۱۶)

۱۰- فہرست نمبر ۶۱۱ - لائبریری نمبر ۶۵۶ - سائز ۸ × ۶" - صفحات ۹۳ - سطور ۱۲ - خط نستعلیق - کتابت ما بعد ۱۲۰۰ھ - یہ ایک بیاض ہے جس کے ص ۷۹ تک درد کی غزلیات ردیف وار ہیں - بقیہ صفحات میں ایجاد کا کلام ہے - (سالار جنگ ، ص ۴۸۳)

کتب خانۂ خدا بخش ، پٹنہ میں دیوانِ درد کے تین نسخے ہیں :

۱۱- فہرست نمبر ۵۰ - پروگریس نمبر ۶۳۳۷ - اوراق ۷۰ - سطور ۱۱ - خط نستعلیق - (بانکی پور ، ص ۵)

۱۲- فہرست نمبر ۵۱ - پروگریس نمبر ۶۳۸۲ - اوراق ۳۶ - سطور غیر معین - خط نستعلیق - سالِ کتابت ۱۲۸۱ھ - کاتب ، وہاب - ناقص الاول - (بانکی پور ، ص ۶)

۱۳- فہرست نمبر ۵۲ - پروگریس نمبر ۶۳۸۳ - اوراق ۴۹ - سطور غیر معین - خط نستعلیق - سالِ کتابت ۱۸۳۶ء - کاتب ، چنی لال - (بانکی پور ، ص ۶)

کتب خانۂ آصفیہ ، حیدرآبادِ دکن میں اس دیوان کے چھ نسخے ہیں :

۱۴- فہرست نمبر ۱۳ - لائبریری نمبر "دواوین ۲۹۹"-

سائز ۱۰ × ۶" - صفحات ۹۴ - سطور ۱۳ - خط نستعلیق - "اس میں ردیف وار غزلیات اور چند رباعیات شریک ہیں" - ترقیمہ : "... دیوانِ میر درد بتاریخ دوازدہم ماہ جمادی الاول ، بروز سہ شنبہ ۱۲۱۷ھ بموضع چمبہ پرگنہ قصبہ مانا تحریر یافت ..." - (آصفیہ ، اوّل ، صص ۲۲ - ۲۳)

۱۵- فہرست نمبر ۱۳ - لائبریری نمبر "دواوین ۹۶۴" - سائز ۹ × ۶" - صفحات ۱۰۴ - سطور ۱۲ - خط نستعلیق - اس میں صرف غزلیات ہیں - (آصفیہ ، اوّل ، ص ۲۴) -

۱۶- فہرست نمبر ۱۵ - لائبریری نمبر "دواوین ۱۸۱۴" - سائز ۹ × ۵" - صفحات ۸۷ - سطور ۱۵ - خط نستعلیق - ناقص الآخر - اس میں صرف غزلیات ہیں - (آصفیہ ، اوّل ، ص ۲۴)

۱۷- فہرست نمبر ۱۶ - لائبریری نمبر "دواوین ۸۹۴" - سائز ۹ × ۵" - صفحات ۴۴ - سطور ۱۳ - خط نستعلیق - "اس دیوان میں بلا ردیف غزلیات درج ہیں" - (آصفیہ ، اوّل ، ص ۲۴)

۱۸- فہرست نمبر ۱۷ - لائبریری نمبر "دواوین شاملات ۶۹۶" - سائز ۸ × ۵" - صفحات ۱۱۴ - سطور ۱۵ - خط نستعلیق - ناقص الآخر - "اس دیوان میں ردیف وار غزلیات ، رباعیات ، فرد ، ترکیب بند اور مخمّس شامل ہیں" - (آصفیہ ، اوّل ، ص ۲۴)

۱۹- فہرست نمبر ۴۴ - لائبریری نمبر "کتابِ جدید ، ۳۵۰۱" - سائز ۹ × ۶" - صفحات ۴۴ - سطور ۱۵ - خط نستعلیق - ناقص الطرفین - "ردیف وار مرتّب نہیں ہے ، صرف چند غزلیات ہیں" - (آصفیہ ، اوّل ، صص ۷۰ - ۶۹)

بنارس یونیورسٹی میں کلامِ درد کے دو نسخے ہیں :

۲۰- یونیورسٹی نمبر ۳ - U. IX/۷۴ - سالِ کتابت

۱۲۱۱ھ/۹۷–۱۷۹۶ء - ''دیوان'' - (نوادرِ بنارس ، اُردو ، ص ۷۰)

۲۱- یونیورسٹی نمبر ۳ - U. IX/۸م - ''بیاض درد و اثر''- یہ انتخاب کلام ہے - (نوادرِ بنارس ، اُردو ، ص ۷۰)

۲۲- نسخۂ دیوان انجمن ترقی اُردو ہند :

فہرست نمبر ۶۰۵ - اُردو ادب ، مارچ ، ۱۹۵۳ء ، ص ۱۵۲)

اس نسخے کے بارے میں ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی نے یہ اطلاعات فراہم کی ہیں :

''اس نسخے میں ۱۲۸ صفحات ہیں - یہ نسخہ کیرم خوردہ ہے ، تاہم کتاب [کتابت ؟] عمدہ ہے جو پڑھنے میں بخوبی آ جاتی ہے - اس مخطوطے پر نہ کاتب کا نام تحریر ہے اور نہ سنہ کتابت - صرف دن اور مہینہ لکھا ہوا ہے - انجمن کی فہرست میں اس کا سالِ کتابت قبل ۱۱۹۰ھ تحریر ہے مگر یہ محض قیاسی ہے ، البتہ کاغذ سے اس کی قدامت کا اندازہ ضرور ہوتا ہے . . . اس کا لائبریری نمبر ۸۹۱۰۵۵۱۲/۶۱ ہے - (دیوانِ درد ، عرضِ مرتّب ، ص ۹)

۲۳- نسخۂ دیوان بہار شریف :

مملوکہ حاجی شاہ مجتبٰی حسن - ترقیمہ : ''دیوان خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ ، کاتب الحروف فقیر زادہ عبدالحکیم عرف غلام حسین ، حسبِ خاطر میاں محمد اسحاق عرف پیرو مڑیا چشتی البہاری عفی اللہ عنہ ، وقت برخاستہ یک پاس روز دو شنبہ بتاریخ ہفدہم شہر جمادی الثانی جلوس سکہ عالم شاہ عمل داری و حکومت انگریزی ۱۲۴۰ فصلی مطابق ماہ کاتک . . . '' (''معاصر'' ، پٹنہ ، حصہ ۱۲ ، مقالہ ''بہار شریف میں

قلمی نسخوں کا ایک ذخیرہ'' از سیّد حسن ، صص ۶۰ - ۵۹)

۲۴- نسخہ دیوان کتب خانہ ذاتی گارسیں دتاسی :

فہرست نمبر ۲۸۱۸ - دواوین سودا و یقین کے ساتھ مجلد - (نوائے ادب ، جنوری ، ۱۹۵۸ء ، ص ۳۱)

۲۵- نسخہ شاہان اودھ :

فہرست نمبر ۶۱۰ (شاہان اودھ ، ص ۶۰۵) - اشپرنگر نے اس نسخے کا صرف مصرع اول لکھنے پر اکتفا کی ہے ، دیگر ضروری معلومات درج نہیں کیں -

۲۶- نسخہ بوڈلین لائبریری :

فہرست نمبر ۲۴۲۹ (۲۲) - یہ ایک مجموعے میں ہے - اوراق ۱۲۹ ، ب سے تا ۲۰۸ ، ب - دو کالمی - سطور ۱۱ فی کالم - جلی نستعلیق - سائز ۱۱ ۳/۸ × ۹ ۳/۴" - غزلیات ورق ۱۲۹ ، ب سے اور رباعیات ورق ۱۹۸ ، ب سے شروع ہوتی ہیں - کاتب سیّد برکت علی ، مکتوبہ ۵ رمضان ، ۱۲۴۰ھ (م : ۲۳ اپریل ، ۱۸۲۵ء) در عظیم آباد - (بوڈلین ، دوم ، ص ۱۲۹۶)

ادارۂ ادبیات اُردو ، حیدر آباد دکن میں دیوان درد کے چھ نسخے ہیں :

۲۷- فہرست نمبر ۷۷ - اوراق ۱۲ - سطور ۱۵ - سائز ۸ ۳/۴ × ۵ ۱/۴" - خط نستعلیق - ناقص الطرفین - ''بری طرح سے کیرم خوردہ . . . غالباً غلام حسین بیدری . . . نے اس کو ۱۲۲۳ھ میں نقل کیا تھا'' - (ادارۂ ادبیات ، اوّل ، ۱۰۱)

۲۸- فہرست نمبر ۹۸۴ - اوراق ۲۴ - سطور ۱۴ - سائز ۸ ۱/۴ × ۶" - ''. . . خط رواں نستعلیق . . . حاشیے پر مختلف نسخوں کے الفاظ اور اشعار کا اضافہ بھی کیا

گیا ہے" - ترقیمہ : "تمت بالخیر کتاب دیوان خواجہ میر درد ، سبب [حسب ؟] فرمایش مشفقی محمد حسین جمعدار ارقام یافت - باید کہ ھذا تسطیر از دست خاک پائے خلق اللہ سیّد اسرار علی شاہ ساکن نرمل بتاریخ سلخ ذیحجہ ، یوم دو شنبہ ، وقت یک پاس در ساعت مشتری ارقام اختتام شد - محررہ نسخ مسطور ۱۲۶۳ ہجری" - (ادارۂ ادبیات ، دوم ، صص ۱۵۰-۵۱)

۲۹- فہرست نمبر ۴۹۹ - اوراق ۴۳ - سطور ۱۴ - سائز ۷ۡ۱/۴ × ۵ۡ۱/۴" - " . . . قدیم اور بہت خوش خط ہے ، خاص اہتمام سے نقل کیا گیا ہے . . . نہجِ کتابت سے درد کے قریبی زمانے کا معلوم ہوتا ہے - ناقص الآخر ہے" - (ادارۂ ادبیات ، دوم ، ۱۵۱)

۳۰- فہرست نمبر ۵۹۱ - اوراق ۱۷ - سطور ۱۲ - سائز ۸ۡ۱/۴ × ۶" - "نہایت ہی خوش خط نستعلیق میں بہت اہتمام سے لکھا گیا ہے" - (ادارۂ ادبیات ، سوم ، ص ۱۹۷)

۳۱- فہرست نمبر ۵۹۵ - اوراق ۱۸ - سطور ۱۳ - سائز ۹ × ۵ۡ۱/۴" - "یہ دیوان دراصل منتخب دیوانِ درد ہے جس کو کسی شاعر نے اپنے لیے کئی اور شعرا . . . کے منتخب دواوین کے ساتھ . . . نقل کیا ہے . . . کتابت ۱۲۵۰ھ کے قریب کی ہے - خط شکستہ نستعلیق ہے . . . پوری کتاب کِرم خوردہ ہے" - (ادارۂ ادبیات ، سوم ، ص ۲۰۲)

۳۲- فہرست نمبر ۹۲۵ - اوراق ۲۵ - سطور ۱۵ - سائز ۱۰ × ۵" - "یہ ۱۲۶۹ھ سے قبل اورنگ آباد میں نقل کیا گیا ہے - خط نہایت پاک نستعلیق ہے - خاص اہتمام کے ساتھ لکھا گیا ہے . . . آخری ورق محفوظ نہیں" - (ادارۂ ادبیات ، پنجم ، صص ۷۵-۷۴)

۳۳- نسخۂ کتب خانۂ محبوب علی ، حیدرآباد دکن :

"دیوانِ درد مع اوراق متفرق کِرم خوردہ" -

صفحات ۱۳۹ - سائز ۱۰ ¼ × ۷ ½" - نستعلیق خام -
(فہرست کتب خانۂ ہذا ، ص ۱۷۵)

ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ کی لائبریری میں دیوان کے دو نسخے ہیں :

۳۴- فہرست نمبر ۴۲ - لائبریری نمبر ۳۴ - (فہرست ایشیاٹک سوسائٹی ، ص ۳)

۳۵- فہرست نمبر ۴۳ - لائبریری نمبر ۹۵۴ - (فہرست ایشیاٹک سوسائٹی ، ص ۳)

۳۶- نسخۂ دیوان مولانا آزاد سنٹرل لائبریری ، بھوپال :

فہرست نمبر ۱۰ - (ہماری زبان ، ۸ جنوری ، ۱۹۶۹ء ، ص ۸)

مولانا آزاد لائبریری ، مسلم یونیورسٹی ، علی گڑھ میں دیوان کے دو نسخے ہیں :

ان کے بارے میں ڈاکٹر ظہیرالدین صدیقی نے ذیل کی اطلاعات فراہم کی ہیں :

۳۷- "اس میں ۱۰۴ صفحات ہیں - کتاب پر اوراق کے نمبر بعد کے ڈالے ہوئے ہیں - اس میں درد کا پورا کلام اُردو موجود ہے - اس نسخے میں کاتب کا نام مذکور نہیں - ترقیمہ میں کتابت کی تاریخ موجود ہے - 'تاریخ غرّہ ماہ رجب المرجب ، ۱۲۲۲ھ . . . بروز چہار شنبہ بوقت برآمدن یکپاسی روز بمقام کلکتہ تحریر یافت' - اس کا کاغذ بادامی ہے - مسطر بدلتا رہا ہے - یہ آزاد لائبریری کے ذخیرۂ احسن میں موجود ہے - اس کا لائبریری نمبر ۵۵۱۱ ۸۹۱۰/۶ ہے" - (دیوانِ درد ، عرضِ مرتّب ، ص ۹)

۳۸- "اس نسخے کے صفحات کی تعداد ۱۸۸ ہے - اس میں درد کا مکمل اُردو کلام ہے - خط پاکیزہ ہے - اس نسخے کے کاتب پنڈت اجودھیا ناتھ کول معروف

یہ بخشی ہیں۔ کاتب نے اس کو لکھنؤ میں واجد علی شاہ کے عہد میں مکمل کیا۔ یہ نسخہ آزاد لائبریری، علی گڑھ کے ذخیرۂ سبحان اللہ میں موجود ہے۔ اس کا لائبریری نمبر ۱۱ ۴۳۱ ۸۹۱۰/۶ ہے"۔ (دیوانِ درد، عرضِ مرتب، ص ۹)

کتب خانۂ فیلسوف جنگ، حیدر آباد دکن میں دیوانِ درد کے چھ نسخے تھے:

۳۹- فہرست نمبر ۵۱-۵ (مطبوعہ فہرست، "فن دواوین وغیرہ" ص -)

۴۰- فہرست نمبر ۵۳۰۴ - (ایضاً، ص ٦)

۴۱- فہرست نمبر ۵۳۲۷ - (ایضاً، ص ۷)

۴۲- فہرست نمبر ۵۳۲۸ - (ایضاً، ص ۷)

۴۳- فہرست نمبر ۵۳۴٦ - (ایضاً، ص ۸)

۴۴- فہرست نمبر ۵۳٦۴ - اس نسخے کے ساتھ "دیوانِ درد وغیرہ" لکھا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دیوان کسی مجموعے میں شامل ہے۔ (ایضاً، ص ۹)

۴۵- **نسخۂ عبدالقدوس پادشاہ (مدراس):**

عبدالقدوس پادشاہ کے ذاتی کتب خانے میں تقریباً پانچ سو صفحات کا ایک ناقص الآخر مجموعہ ہے جس میں یقین، بیدار، تاباں اور سودا کے کلام کے ساتھ درد کا دیوان بھی ہے۔ (مقدمہ، دیوانِ بیدار، مدراس، ۱۹۳۵ء)

۴۶- **نسخۂ آسی:**

مولانا عبدالباری آسی نے اپنے مرتبہ دیوانِ درد کے مقدمے میں ایک قلمی نسخے کا ذکر کیا ہے جو "نہایت ہی مستند" تھا اور جس سے انھوں نے اپنے مرتبہ نسخے کی تصحیح کی تھی۔ (طبع کراچی، ۱۹۵۱ء، ص ۱۸)

۴۷- رک: مخطوطہ نمبر ۸۲ -

مطبوعہ نسخے: ۱- دیوانِ درد پہلی مرتبہ دہلی سے ۱۸۴۷ء میں شائع ہوا تھا - اسے مولوی امام بخش صہبائی نے اشپرنگر کی فرمایش پر[1] مرتّب کیا تھا - اس کے سرورق کی عبارت یہ ہے :

''دیوان خواجہ میر درد دہلوی قدس سرہ بہ تصحیح جناب مولوی امام بخش صاحب متخلص صہبائی ، مدرس اوّل فارسی ، اور اہتمام پنڈت دھرم نارائن کے مطبع العلوم ، دہلی میں چھپا - ۱۸۴۷ء'' -

اس دیوان میں یہ اہتمام کیا گیا ہے کہ ہر غزل کے شروع میں بحر کا نام اور ارکانِ بحر درج کیے گئے ہیں - صفحات کی تعداد ۱۴۱ ہے - اس میں بعض ایسے شعر نہیں ہیں جو بعد کے مطبوعہ نسخوں میں ملتے ہیں - اس کا ایک نسخہ ہارڈنگ لائبریری ، دہلی میں ہے - (تفصیل کے لیے رک : دیوانِ درد ، طبع اوّل ، مقالہ از ڈاکٹر تنویر علوی ، ماہنامہ ''قومی زبان'' ، کراچی ، جنوری و فروری ، ۱۹۷۰ء)

۲- مطبع کبیری سہسرام سے بھی دیوانِ درد طبع ہوا تھا - اس دیوان کی کیفیت ڈاکٹر عبدالستار صدیقی نے اپنے ایک مکتوب (بنام قاضی عبدالودود) میں ان الفاظ میں لکھی ہے :

''مطبع کبیری . . . کا نسخہ . . . کلیات ہے - فارسی کلام . . . حوض میں ، اُردو . . . حاشیے پر . . . خاتمۃ الطبع میں دو تاریخی قطعے ہیں - پہلے کے تیسرے شعر سے تاریخِ طبع ۱۲۶۱ھ نکلتی ہے . . . لیکن دوسرے قطعے میں مادہ ہے :

چہ درد عشق را آمد دوا دیوان پیر ما

۱۲۶۷ھ

۱- شاہان اودھ (ص ۶۰۵) -

یہ طباعت ختم ہونے کی تاریخ ہے ، جیسا کہ اس
شعر کے پہلے مصرع سے واضح ہوتا ہے : بہرِ تاریخ
اتمامش سروش غیب بشنیدم - یہ کلیات ص ۱۳۷
پر ختم ہوتا ہے اور ص ۱۳۷ سے ۱۳۸ تک
خاتمۃ الطبع اور پھر ۶ صفحے کا غلط نامہ" -
(حواشی ابنِ طوفان ، صص ۲۳ - ۲۲)

۳- مولانا عبدالباری آسی کا بیان ہے کہ دیوانِ درد
سلطان المطابع ، لکھنؤ سے بھی شائع ہوا تھا - (مقدمہ
دیوانِ درد ، طبع کراچی ، ۱۹۵۱ء ، ص ۱۸)

۴- مطابع مهدی ، لکھنؤ سے دیوانِ درد ۱۲۷۱ھ میں طبع ہوا
تھا - "اس میں ۴۸ صفحات ہیں - حاشیے پر بھی اشعار
درج ہیں - یہ مکمل درد کا دیوان (اُردو) ہے" -
(عرضِ مرتب ، دیوانِ درد ، مرتبہ ڈاکٹر ظہیر احمد
صدیقی ، ص ۹)

۵- مطبع مصطفائی ، دہلی سے دیوانِ درد ۱۲۷۲ھ میں طبع
ہوا تھا - یہ نسخہ میر محمد عطا حسین خاں تحسین نے
مرتب کیا تھا - ("تاریخ طباعتِ متن" مقالہ از ڈاکٹر
تنویر احمد علوی ، سہ ماہی 'نوائے ادب' بمبئی ،
جنوری ، ۱۹۷۳ء ، ص ۵۸)

۶- مجلس پریس ، دہلی سے دیوانِ درد ۱۲۷۱ھ اور پھر
۱۲۷۸ھ میں طبع ہوا تھا - اس کے بارے میں
رشید حسن خاں ، دیوانِ درد ، مکتبہ جامعہ ، دہلی کے
دیباچے میں لکھتے ہیں :

"ایک اور قدیم مطبوعہ نسخہ مجلس پریس دہلی
کا ۱۲۷۸ھ کا چھپا ہوا ہے - یہ اشاعت ثانی
ہے اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ پہلی
بار ۱۲۷۱ھ میں چھپا تھا - ناشر کا دعویٰ ہے کہ
اس نے متعدد قلمی اور مطبوعہ نسخوں کی مدد
سے متن کی تصحیح کی ہے" - (حوالہ مطابق
مذکورہ بالا نمبر ۵ ، ص ۵۹)

۷- مطبع اسدی، لکھنؤ سے ''دیوانِ ہندی خواجہ میر درد'' کے نام سے دیوانِ درد طبع ہوا تھا ۔ انجمن ترقی اُردو کراچی کے کتب خانۂ خاص میں اس کا ایک نسخہ ہے لیکن اس پر سالِ طباعت درج نہیں ۔ مذکورہ نام سے برٹش میوزیم کی ہندوستانی مطبوعات کی فہرست (ص ۱۰۳) میں ایک اندراج ملتا ہے، اس میں سالِ طباعت ۱۸۷۸ء بتایا گیا ہے۔

۸- مطبع نول کشور، لکھنؤ و کانپور سے یہ دیوان متعدد مرتبہ طبع ہو چکا ہے - ۱۸۸۱ء، ۱۸۹۱ء اور ۱۹۰۱ء کے مطبوعہ نسخے راقم الحروف کی نظر سے گزرے ہیں ۔ آخرالذکر دو نسخے چوتھی اور پانچویں طباعتوں کے ہیں ۔

۹- دیوانِ درد مطبع کراچی سے بھی طبع ہوا تھا ۔ اس پر سالِ طباعت درج نہیں ہے ۔ اس کے بارے میں ڈاکٹر تنویر احمد علوی لکھتے ہیں :

''دیوانِ درد کا ایک اور قدیم نسخہ بڑے اہتمام کے ساتھ مطبع کراچی سے شائع کیا گیا تھا ۔ سرورق جو تزئین کاری کا بہت عمدہ نمونہ ہے، ان کلمات سے آراستہ ہے : '. . . دیوان خواجہ میر درد بمطبع کراچی سعادت علی خاں طبع شد' ۔ دوسرے اور تیسرے صفحے کو بھی مزین اور منقش بنایا گیا ہے ۔ اس میں متن کے خاتمے پر تذکرۂ بہار بے خزاں سے مصنّف کا حال نقل کیا گیا ہے ۔ اس کی ایک جلد ہارڈنگ لائبریری، دہلی میں محفوظ ہے'' ۔ (حوالہ مطابق مذکور بالا نمبر ۵، صص ۶۰ - ۵۹)

۱۰- مطبع افتخار، دہلی سے ۱۸۹۲ء میں ''دیوانِ درد'' نراین داس جنگلی مل، تاجر کتب، دہلی کی فرمایش پر شائع کیا گیا تھا ۔ (مقدمہ، دیوانِ درد، مجلس ترقی ادب، لاہور، ص ۱۸۱)

۱۱- مطبع انصاری، دہلی سے دیوانِ درد ۱۳۰۹ھ میں طبع ہوا تھا ۔ اس کا ایک نسخہ کتب خانہ خاص، انجمن ترقی اُردو، کراچی میں محفوظ ہے ۔

۱۲- مطبع نظامی ، بدایوں سے ۱۹۲۳ء میں دیوانِ درد طبع ہوا تھا ۔ یہ سر سیّد راس مسعود کی فرمایش پر اور مولانا حبیب الرحمٰن شیروانی کے مقدمے کے ساتھ شائع ہوا تھا ۔ اسے سیّد معین الدین نے مرتّب کیا تھا ۔ بقول خلیل الرحمٰن داؤدی یہ دیوان دوسری مرتبہ ۱۹۳۲ء میں اور تیسری مرتبہ ۱۹۳۹ء میں شائع ہوا ۔ (مقدمہ ، دیوانِ درد ، مجلس ترقی ادب ، لاہور ، ص ۱۸۰)

۱۳- ۱۹۲۹ء میں مطبع نول کشور ، لکھنؤ نے مولوی عبدالباری آسی کا مرتّبہ نسخہ شائع کیا تھا ۔ اس کے مقدمے میں مرتّب نے لکھا ہے :

> ''مجھے نظامی پریس کے نسخے سے بھی اِس نسخے [مرتّبہ آسی] کے مقابلے کا اتفاق ہوا مگر بہت سے ایسے اختلافات جو اس نسخے اور اُس میں تھے، میں نے ان میں اِسی نسخے کو ترجیح دی ۔ کیونکہ ترجیح بلا وجہ کچھ اچھی نہیں معلوم ہوتی ۔ البتہ ایک نسخہ شاہی پریس سلطان المطابع کا چھپا ہوا اور قلمی مجھے نہایت ہی مستند معلوم ہوئے اور انھیں دونوں پر اس نسخے کی تصحیح کی بنا رکھی گئی ۔ بعض جگہ نظامی پریس کے اختلاف کو ترجیح دے کر اس کے مطابق بھی بنا دیا گیا'' ۔ (طبع کراچی ، ص ۱۸)

یہ نسخہ ۱۹۵۱ء میں اُردو اکیڈمی سندھ ،کراچی سے بھی شائع ہوا تھا ۔

۱۴- مولانا حسرت موہانی نے ۱۹۴۳ء میں کانپور سے ''انتخابِ درد'' شائع کیا تھا جو ''انتخابِ سخن'' کی جلد چہارم کے جزو دوم میں شامل ہے ۔ یہ صرف چھ صفحات پر مشتمل ہے ۔

۱۵- شیخ مبارک علی ، تاجر کتب ، لاہور نے بھی دیوانِ درد شائع کیا ہے ۔ اس کا چوتھا ایڈیشن ۱۹۴۴ء میں شائع ہوا تھا ۔ (مقدمہ ، دیوانِ درد ، مجلس ترقی ادب ، لاہور ، ص ۱۸۰)

۱۶- ۱۹۶۲ء میں مجلس ترقی ادب ، لاہور نے دیوان درد مرتبہ خلیل الرحمٰن داؤدی شائع کیا ۔ اس کے شروع میں ۱۸۱ صفحات کا مفصل مقدمہ ہے ۔ اس ایڈیشن کی تصحیح گیارہ قلمی اور مطبوعہ نسخوں سے کی گئی ہے ۔

۱۷- مکتبہ جامعہ ، دہلی سے دیوانِ درد مرتبہ ڈاکٹر ظہیرالدین صدیقی شائع کیا گیا ۔ اس کی طباعت ثانی ۱۹۶۳ء میں عمل میں آئی ۔ اس کا متن آزاد لائبریری کے مخطوطے (رک : دیگر نسخے نمبر ۳۷) پر مبنی ہے ۔ دیوان کے شروع میں مرتب نے طویل مقدمہ لکھا ہے ۔ اس میں درد کے حالات اور شاعری کی خصوصیات پر بحث کی گئی ہے ۔

۱۸- مکتبہ جامعہ ، دہلی سے ''معیاری ادب'' کے سلسلۂ کتب کے تحت ۱۹۷۱ء میں رشید حسن خاں کا مرتبہ انتخابِ درد شائع ہوا ۔

مصنف : خواجہ میر درد کا خاندان سادات بنی فاطمہ میں سے تھا ۔ والد کی جانب سے ان کا سلسلۂ نسب گیارہ واسطوں سے حضرت بہاء الدینؒ نقش بندی تک پہنچتا ہے ۔ ان کے والد خواجہ محمد ناصر عندلیب [پیدایش ۱۱۰۵ھ مطابق ۹۴ - ۱۶۹۳ء ۔ وفات ۲ شعبان ، ۱۱۷۲ھ مطابق ۳۱ مارچ ، ۱۷۵۹ء] اپنے عہد کے بلند مرتبہ صوفیہ میں سے تھے ۔ شاعر اور نثر نگار کی حیثیت سے بھی ان کو بلند مقام حاصل تھا ۔ ''رسالہ ہوش افزا'' اور ''نالۂ عندلیب'' ان کی مشہور تصانیف ہیں ۔ بقول ڈاکٹر الف ۔ د ۔ نسیم ''خواجہ محمد ناصر عندلیب کی زندگی اپنے باپ دادا کے برعکس درویشی اور درویش منشی میں گزری ہے ۔ دنیاوی شان و شکوہ اور مراتب و مدارج کی جو باتیں ان کے والد [نواب ظفراللہ خاں] میں تھیں ، انھوں نے ان میں سے عشرِ عشیر بھی ورثے میں نہیں پایا . . . [عندلیب] . . . اپنے زمانے کے مشہور نقش بندیہ بزرگ حضرت خواجہ محمد زبیر کے حلقۂ مریدی میں شامل ہو گئے . . . [ان] کی صحبت اور فیوض نے جو اپنے

زمانے کے قطب ارشاد ، قطب مدار اور قیوم تھے ۔ خواجہ ناصر عندلیب کو وہ بلند ترین روحانی مقام عطا کیا جو بہت کم طالبوں کو نصیب ہوتا ہے اور انھوں نے تصوّف میں محمدیہ کے نام سے ایک نئے مشرب کی بنیاد رکھی اور اس نسبت سے اپنے لیے امیرالمحمدین اور اپنے بیٹے اور خلیفہ خواجہ میر درد کے لیے اول المحمدین کے لقب استعمال کیے'' ۔ (اورینٹل کالج میگزین ، فروری و مئی ، ۱۹۵۸ء ، صص ۶۹ - ۱۶۲) ۔ عندلیب ، شاہ سعد اللہ گلشن کے عقیدت مند تھے ، اور انھیں کے تخلّص کی رعایت سے ، اپنے لیے تخلّص ''عندلیب'' اختیار کیا ۔

خواجہ میر درد ۱۹ ذی قعدہ ، ۱۱۳۳ھ (۱۱ ستمبر ، ۱۷۲۱ء) کو دہلی میں پیدا ہوئے ۔ ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والد کی نگرانی میں حاصل کی ۔ تفسیر و حدیث اور تصوّف کے ساتھ ساتھ موسیقی سے بھی گہرا شغف تھا ۔ اپنی قیام گاہ پر مہینے میں دوبار سماع کی محفلیں منعقد کرتے تھے ۔ ابتداءً بقول مصحفی ، محمد شاہ کے عہد میں ''سپاہی پیشہ'' تھے ۔ (ہندی ، ص ۹۲) لیکن ۲۹ برس کی عمر میں ملازمت چھوڑ کر درویشی اختیار کر لی ۔ والد کے انتقال کے بعد اُن کے جانشین کی حیثیت سے رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رکھا ۔ میر درد کا انتقال ۲۴ صفر ، ۱۱۹۹ھ (م : ۶ جنوری ، ۱۷۸۵ء) کو ہوا ۔ میر درد کی تصانیف میں اُردو و فارسی دواوین کے علاوہ ''اسرار الصلوٰۃ'' (۱۱۴۸ھ) ، ''واردات درد'' (۱۱۷۲ھ) ، ''علم الکتاب'' (۱۱۷۲ھ کے بعد) ''نالۂ درد'' (۱۱۹۰ھ) ، ''آہِ سرد'' (۱۱۹۳ھ) ، ''دردِ دل'' (۱۱۹۹ھ) اور ''شمع محفل'' (۱۱۹۹ھ) شامل ہیں ۔ تین اور کتابیں ''حرمتِ غنا'' ، ''واقعاتِ درد'' اور ''سوزِ دل'' بھی ہیں ، ان کے سالہائے تصنیف معلوم نہیں ہو سکے ۔ اُردو دیوان کی طرح درد کا فارسی دیوان بھی مختصر ہے ۔ درد کی تمام تصانیف شائع ہو چکی ہیں ۔ اس سلسلے میں خلیل الرحمٰن داؤدی لکھتے ہیں ۔ ''دیوان اُردو کو چھوڑ

کر بقیہ ۱۱ کتابیں فارسی زبان میں ہیں۔ یہ تمام کتابیں سیّد نورالحسن صاحب مرحوم ابن نواب مولوی سیّد محمد صدیق حسن خاں قنوجی ثم بھوپالی نے ۱۳۰۹ھ کے حدود میں مطبع انصاری، دہلی سے شائع کرا دی تھیں"۔ (مقدمہ، دیوانِ درد، ص ۱۰۷)

مآخذ : (۱) نکات، ۹۴ - (۲) ریختہ گویاں، ۵۳ - (۳) مخزن، ۱۰۲ - (۴) باغ معانی، نقش علی، (نوائے ادب، اپریل ۱۹۵۷ء، ص ۱۱) - (۵) مردم، ۹۷ - (۶) چمنستان، ۷۵ - (۷) طبقات، ۷۱ - (۸) منتخب، ۱۸۲ - (۹) شعرائے اُردو، ٦٦ - (۱۰) شورش، اوّل، ۲۵۱ - (۱۱) مسرت، ۷۷ - (۱۲) گلزار، ۱۵۴ - (۱۳) گلشنِ سخن، ۱۱۸ - (۱۴) عقد، ۲۷ - (۱۵) صحف، در ردیف د - (۱٦) ہندی، ۹۲ - (۱۷) دستور، ۳٦ - (۱۸) عیّار، ۱۸۴ - (۱۹) حیدری، ۵۷ - (۲۰) عشقی، اوّل، ۲۵۲ - (۲۱) گلشنِ ہند، ۹۸ - (۲۲) عمدہ، ۲۵۴ - (۲۳) سفینۂ ہندی، ۷۷ - (۲۴) مجمع، ۸۱ - (۲۵) مجموعہ، اوّل، ۲۳۰ - (۲٦) دیوان، ۱۱۲ - (۲۷) آزردہ، ۳۹، ۹۱ - (۲۸) بے جگر، در ردیف د - (۲۹) ابنِ طوفان، ۲ تا ۴، ۷۷، ۸۱ - (۳۰) گلشن، ٦۸ - (۳۱) مدائح، ورق ۲۲، ب - (۳۲) بہار، ۱۳۵ - (۳۳) انتخاب، ۳۱ - (۳۴) بے خزاں، ۵۴ - (۳۵) نازنیناں، ۲۳ - (۳٦) گلستان، ۸۰ - (۳۷) خوش معرکہ، اوّل، ۱۷۹ - (۳۸) شعرائے ہند، ۹۷ - (۳۹) سراپا سخن، ۱۰۲، ۲۴۷، ۲٦۹ - (۴۰) یادگار، ۸٦ - (۴۱) فردوس، ۸۷ - (۴۲) قطعہ، ۱۳، ۵۲، ۵۸، ٦۸، ۸۹ - (۴۳) سخنِ شعرا، ۱۵۸ - (۴۴) نادر، ٦۷ - (۴۵) دل کشا، اوّل، ۹٦ - (۴٦) شمیم، اوّل، ۲۸ - (۴۷) طور، ۳۵ - (۴۸) بزم، ۳۸ - (۴۹) جلوہ، اوّل، ۱۱۱ - (۵۰) شاد، ٦۷ - (۵۱) خم خانہ، سوم، ۱٦۸ - (۵۲) معرکہ، ۱۱۸ - (۵۳) گارسیں دتاسی، اوّل، ۴۰۸ - (۵۴) آبِ حیات، ۱۸۴ -

(۵۵) سکسینہ ، نظم ، ۱۰۰ - (۵۶) گلِ رعنا ، ۱۷۳ - (۵۷) شعرالہند ، اوّل ، ۱۳۰ - (۵۸) دلّی ، ۱۹۹ - (۵۹) مرأۃ ، اوّل ، ۱۵۵ - (۶۰) میر و سودا ، ۲۶۰ - (۶۱) تاریخِ ادبیات ، ہفتم ، ۱۵۰ - (۶۲) کاشف ، دوم ، ۱۱۰ ، ۲۹۳ - (۶۳) وقائع عبدالقادر ، ۲۲۷ - (۶۴) بیل ، ۷۹ - (۶۵) میر حسن ، ۱۳۷ - (۶۶) خواجہ میر درد ، ذکر و فکر ، از قدیر احمد ، دہلی ، ۱۹۶۳ء - (۶۷) ''درد اور آبِ حیات'' مقالہ از قاضی عبدالودود ، دلّی کالج میگزین ، شمارہ خصوصی بابت دلّی کا دبستانِ شاعری ، دلّی ۱۹۶۱ء (اس شمارے کے بعض دیگر مضامین میں بھی درد کا ذکر ہے) - (۶۸) خواجہ میر درد کا فنِ شاعری ، مقالہ از ڈاکٹر الف - د - نسیم ، اورینٹل کالج میگزین ، شمارہ جات اگست و نومبر ، ۱۹۵۵ء ؛ نومبر ، ۱۹۵۷ء - (۶۹) ''خواجہ میر درد کا خاندان'' مقالہ از ڈاکٹر الف - د - نسیم ، ایضاً ، خاص نمبر ، فروری ، مئی ، ۱۹۵۸ء - (۷۰) ''شمع محفل'' مقالہ از قاضی عبدالودود ، معاصر ، حصہ ۱۸ ، جولائی ، ۱۹۶۲ء - (۷۱) ''خواجہ میر درد کے زمانے کی سیاسیات'' از سیّد ہاشمی فرید آبادی ، اُردو ، اپریل ، ۱۹۳۵ء - (۷۲) اُردو دائرۂ معارف اسلامیہ ، جلد ۹ ، ص ۲۳۷ (مقالہ ''درد'' از ڈاکٹر سیّد محمد عبداللہ) - (۷۳) خواجہ میر درد تصوّف اور شاعری ، از ڈاکٹر وحید اختر - علی گڑھ ، ۱۹۷۱ء - (۷۴) ''میر درد'' (سوانح) از سیّد محمد فاروق شاہ پوری ، اسٹیم پریس ، لاہور (سالِ طباعت درج نہیں) شائع کردہ رسالہ ''صوفی'' پنڈی بہاء الدین - (۷۵) شرح درد ، از خواجہ محمد شفیع دہلوی ، محبوب المطابع پریس ، دہلی ، ۱۹۳۱ء (بحوالہ مقدمہ دیوانِ درد ، مجلس ترقی ادب ، لاہور ، ص ۱۸۰) - (۷۶) بے خانۂ درد ، ناصر نذیر فراق دہلی ، ۱۹۳۴ء - (۷۷) مقالات ، ۵۰ - (۷۸) ارمغان ، ۳۸ - (۷۹) بیاض - ۲۱ -

● ● ●

٨٢

غزلیاتِ درد [۲]

خواجہ میر درد

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو ، کراچی ۔

نمبر : قا ۳/۵۵ے

سائز : $۲۱\frac{۳}{۴} \times ۱۴\frac{۱}{۲}$ س م

اوراق : ۸

سطور : ۱۵

زمانۂ کتابت : تیرھویں صدی ہجری کا آغاز (قیاساً)

خط : نستعلیق ، معمولی ؛

کیفیت : غیر مجلد ، کیرم خوردہ ، کاغذ باریک ، مٹیالا ۔

آغاز : ''مقدور ہمیں کب ترے وصفوں کے رقم کا[1]
حقا کہ خداوند ہے تو (لوح و قلم) کا
جس مسند عزت پہ کہ تو جلوہ نما ہے
کیا تاب گذر ہووے تعقل (کے قدم کا)
بستے ہیں ترے سائے میں سب شیخ و برہمن
آباد ہے تجھ ہی سے تو گھر (دیر و حرم کا)''

۱- مخطوطے کے کیرم خوردہ ہونے کی وجہ سے جو الفاظ ضائع ہوگئے ہیں وہ قوسین میں درج کیے گئے ہیں ۔ یہ اضافے نسخۂ مطبوعہ مجلس ترقی ادب ، لاہور کے مطابق ہیں ۔

اختتام : ''شتابی میکدے میں آ کہیں تجھ بن تو اے ساقی
پڑا ہے جام بے کیفیت و مخمور ہے شیشا
بغل میں دیکھ میری جل گئے او دخترِ رز کو[1]
نہ بوجھو اس کو مینا ، دانۂ انگور ہے شیشا
بچ آیا محتسب کے ساتھ سے اے درد میں لیکن (کذا)[2]
مرے دل کی طرح میری بغل میں چور ہے شیشا''

مندرجات : اس مخطوطے میں دیوانِ درد کی ردیف الف کی ۲۷ غزلیں ہیں -

خصوصیات : کسی کسی غزل میں ایک آدھ شعر کم بھی ہے - مثلاً اختتام کے اقتباس میں جس غزل کے اشعار اُوپر درج کیے گئے ہیں ، اُس کا مطلع زیرِ نظر مخطوطے میں نہیں ہے - کتابت کی اغلاط بھی خاصی ہیں -

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۸۱ -

● ● ●

۱- نسخہ مطبوعہ مجلس ترقی ادب : بغل میں اپنی بیٹھا ہے لیے یہ دخترِ رز کو

۲- ایضاً : بچایا محتسب کے ہاتھ سے اے درد میں لیکن

۸۳

کلیاتِ سخن

میر غلام مصطفی سخن

کتب خانہ : قومی عجائب گھر، کراچی۔

نمبر : ۱۹۶۱ء ۱۳۹۲

سائز : ۲۰×۱۵ س م

اوراق : ۲۶۶

سطور : ۱۳

زمانۂ کتابت : ۱۲۴۵ھ [م : ۳۰ - ۱۸۲۹ء] کے بعد اور ۱۲۷۲ھ [م : ۵۶ - ۱۸۵۵ء] سے پہلے ۔ یہ نسخہ مصنّف کی زندگی میں لکھا گیا تھا ۔

خط : نستعلیق، معمولی ۔

کیفیت : مخطوطہ ناقص الآخر ہے ۔ آخری رباعی کے صرف ابتدائی دو مصرعے لکھے گئے ہیں ۔ کسی نے "ترک" کی جگہ سے ورق کاٹ دیا ہے، اور مذکورہ مصرعوں کے نیچے "تمت" لکھ کر یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ مخطوطہ مکمل ہے ۔ حاشیے پر درج اشعار جلد ساز کی بے احتیاطی سے کہیں کہیں سے کٹ گئے ہیں ۔ ورق ۱، الف سادہ ہے ۔ ورق ۱، ب سے متن شروع ہوتا ہے ۔

آغاز : "با ایں ہمہ تردد و تفتیش کیا ملا
دنیا کا ابتدا نہ ہمیں انتہا ملا

ملنے سے ان بتوں کے ہمیں کیا خدا ملا
ہاں داغ تو نصیب ہوا اور کیا ملا
ظاہر میں ایک (کذا) جہاں سے اگرچہ ملا جلا
پر دل کو کیا کریں کہ یہ جس سے ملا ملا
دیوانگی کو کم نہ سمجھے (کذا) کیا برا ہوا
مجنوں کے سلسلے سے اگر سلسلہ ملا
حیرت ہے مجھ کو اے دلِ ناآشنا ہنوز
ملتا نہیں وہ ہم سے تو اُس سے بھلا ملا''

اختتام : ''گر شمع چوں تست رفتارش کو
ور پستہ چو فم تست گفتارش کو
گر بستۂ زلف تست عالم لیکن
آزادہ ولے چو من گرفتارش کو
اے روئے تو ہمچو مو و رویت چو مو
آریم بریں سخن . . . [ناخوانا] جو''

مندرجات : ورق ۱ ، ب سے غزلیات شروع ہوتی ہیں جو ورق ۱۷۰ ، الف تک ہیں ۔ اسی صفحے سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ، حضرت فاطمہؓ اور دوازدہ اماموں کے بارے میں مدحیہ نظمیں ہیں ۔ ورق ۱۷۲ ، ب سے درد ، یقین ، سودا اور میر کی غزلوں پر مخمّس ہیں ۔ ورق ۱۸۰ ، ب سے ایک بے عنوان مثنوی شروع ہوتی ہے ۔ ورق ۱۸۴ ، ب سے دوسری مثنوی ''صریرِ سخن'' کا آغاز ہوتا ہے ۔ یہ تاریخی نام ہے جس سے ۱۲۱۰ھ برآمد ہوتا ہے ۔ ورق ۱۸۹ ، الف سے تیسری مثنوی شروع ہوتی ہے ۔ اس کا بھی کوئی نام نہیں ہے ۔ ان تمام مثنویوں میں قصّے نہیں ہیں ، فلسفیانہ و عاشقانہ خیالات ہیں ۔ آخری مثنوی دراصل ایک پیغام ہے معشوق کے نام ، جس میں ہجر کا بیان ہے ۔ ورق ۱۹۱ ، ب سے رباعیات ہیں ۔ ورق ۱۹۶ ، الف سے قصائد شروع ہوتے ہیں ۔ ورق ۲۲۹ ، الف سے فارسی غزلیات ہیں ۔ ۲۳۵ ، ب سے ایک فارسی مثنوی شروع

ہوتی ہے اور ۲۴۰ ، ب پر ختم ہوتی ہے - اسی صفحے سے قطعات تاریخ کا آغاز ہوتا ہے - اس میں اشخاص کی پیدایش و وفات ، عمارتوں کی تعمیر اور بعض واقعات کی تاریخیں ہیں - یہ تاریخیں ۱۲۰۸ھ سے لے کر ۱۲۴۵ء تک کے زمانے پر پھیلی ہوئی ہیں - اسی بناء پر اس کلیات کا زمانۂ کتابت ۱۲۴۵ھ کے بعد متعین کیا گیا ہے - ۱۲۴۵ھ کا قطعۂ تاریخ حاشیے پر اضافہ کیا گیا ہے ، جو یہ ہے :

بہرِ گلگشت بوستانِ دکن
شاعرِ بے مثالِ ہند آمد
سالِ رونق فزائیش دل گفت
بلبلِ خوش مقالِ ہند آمد

مخطوطے میں شاعر کا نام نہیں لکھا ، لیکن یہ یقینی ہے کہ یہ قطعہ شاہ نصیر دہلوی کے ورود دکن کا ہے - شاہ نصیر ۱۲۴۵ھ میں تیسری مرتبہ دکن گئے تھے - (''شاہ نصیر کی دکن سے واپسی'' از ڈاکٹر انصاراللہ نظر ، ''ہماری زبان'' ، علی گڑھ ، بابت ۱۵ مئی ، ۱۹۶۳ء)

تمام قطعاتِ تاریخ فارسی میں ہیں - صرف ایک قطعہ اُردو میں ہے جو ہولی کے بارے میں ہے اور جس سے ۱۲۳۳ھ برآمد ہوتا ہے -

خصوصیات : اس مخطوطے کے حواشی پر جابجا اضافے کیے گئے ہیں - متن کے کاتب کا قلم حواشی کے کاتب سے مختلف ہے - گمان غالب ہے کہ یہ حواشی خود مصنّف کے قلم سے ہیں -

دیگر نسخے : ۱- نسخۂ دیوان کتب خانۂ آصفیہ ، حیدرآباد دکن :

فہرست نمبر ۶۰ - لائبریری نمبر ''دواوین ۱۸۰'' - سائز ۱۰×۶" - صفحات ۳۸۶ - سطور ۱۴ - خط نستعلیق - تاریخ تصنیف ۱۲۳۹ھ - ''اس دیوان میں قصائد ، غزلیات ، مسدس ، ترجیح (کذا) بند ، رباعیات وغیرہ شامل ہیں - سخن کا فارسی کلام بھی ہے -'' (آصفیہ ،

اول ، صص ۳۹ - ۳۸) -

فہرست نگار نے شاید دیوان میں شامل کسی قطعہٴ تاریخ کی بنا پر سالِ تصنیف ۱۲۳۹ھ لکھا ہے - یہ سال ترتیبِ دیوان تو ہو سکتا ہے ، سالِ تصنیف نہیں -

۲- **نسخہٴ دیوان مجلس تحقیقات اُردو ، حیدر آباد دکن :**

اس کا ذکر ڈاکٹر ثمینہ شوکت نے ''مثنوی لطف'' (حیدر آباد دکن ، ۱۹۶۲ء) کے ایک حاشیے (ص ۴۲) میں کیا ہے ، لیکن تفصیلات فراہم نہیں کیں -

۳- **نسخہٴ کلیات عمر یافعی ، حیدر آباد دکن :**

کلیات کا ایک نسخہ مولوی عمر یافعی کے ذاتی کتب خانے میں تھا - اس نسخے کے بارے میں انھوں نے مجلہ ''مکتبہ'' حیدر آباد دکن میں ایک مقالہ لکھا تھا جس میں دیوان کا طویل انتخاب دیا گیا ہے - (مکمل حوالہ ''ماخذ'' کے تحت ہے)

مطبوعہ نسخہ : ''مثنوی لطف'' مرتّبہ ڈاکٹر ثمینہ شوکت (حیدر آباد دکن ، ۱۹۶۲ء) کے آخر میں ''مرتّب کی دوسری تصانیف'' کے عنوان کے تحت یہ اطلاع ملتی ہے کہ ڈاکٹر ثمینہ شوکت نے دیوانِ سخن ''سخن کی حیات اور شاعری پر ایک عالمانہ مقدمے کے ساتھ'' مرتّب کیا ہے - معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ دیوان شائع ہوا ہے یا نہیں -

مصنّف : سخن اورنگ آباد کے رہنے والے تھے - ۱۱۷۷ھ [م : ۶۴ - ۱۷۶۳ء] میں پیدا ہوئے - جب اورنگ آباد کی بجائے حیدر آباد سلطنت آصفیہ کا درالحکومت قرار پایا تو سخن بھی اورنگ آباد سے حیدر آباد چلے آئے - انھیں مہاراجہ چندو لال کے دربار سے تعلق تھا - سرکاری ملازمت سے بھی منسلک تھے - سخن فارسی اور اُردو دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے اور لچھمی نرائن شفیق کے شاگرد تھے -

میر احمد علی شہید کی کلیات میں سخن تخلّص کے ایک شاعر کا قطعۂ تاریخ وفات ملتا ہے جس کا مصرعِ تاریخ یہ ہے :
افسوس بدر آمدنِ جانِ سخن - اس سے ۱۲۷۲ھ [م : ۵۶ - ۱۸۵۵ء] برآمد ہوتا ہے - (ادارۂ ادبیات ، چہارم ، ص ۵۳) گمان غالب ہے کہ یہ قطعہ میر غلام مصطفیٰ سخن کی وفات کا ہے - شمالی ہند کے تذکرہ نگاروں میں سے ذکا ، سرور اور قاسم نے سخن کا ذکر کیا ہے ، صرف تخلّص لکھا ہے ، نام نہیں لکھا - ان تینوں تذکرہ نگاروں نے سخن کو دکن کے ایک شاعر کی حیثیت سے متعارف کرایا ہے اور تینوں نے ایک ہی قصیدے کے چند اشعار بطور نمونۂ کلام درج کیے ہیں -

مآخذ : (۱) عیّار ، ۳۶۳ - (۲) عمدہ ، ۳۴۷ - (۳) مجموعہ ، دوم ، ۳۸۸ - (۴) عروس ، ۸۳ و ۲۰۸ - (۵) دکن میں اُردو ، ۳۲۴ - (۶) آصفیہ ، اوّل ، ۳۸ - (۷) بادۂ کہن (مقالہ عمر یافعی بابت سخن) ، مجلہ مکتبہ ، حیدر آباد دکن ، اپریل تا ستمبر ، ۱۹۲۹ء - (۸) مقالہ بابت سخن از سخاوت مرزا ، سہ ماہی اُردو نامہ ، کراچی ، شمارہ ۳۲ ، جولائی تا ستمبر ، ۱۹۶۸ء -

● ● ●

۸۴

کلیاتِ سودا [۱]

مرزا محمد رفیع سودا

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی۔
نمبر : ۱۳۹۷ - ۱۹۶۱
سائز : ۲۲ × ۱۷ س م
اوراق : ۸۳
سطور : ۱۸
کاتب : یہ مخطوطہ دو کاتبوں نے لکھا ہے ۔ پہلے کا نام درج نہیں ہے ، دوسرے کا عبداللہ الحسین ہے۔
زمانۂ کتابت : تیرھویں صدی ہجری کا ربع اول (قیاساً)
خط : نستعلیق ، معمولی ۔
مہریں : آخری ورق پر دو مہریں ہیں ۔ ان پر روشنائی پھیر دی گئی ہے۔ تاہم ایک مہر میں لفظ ''نادر'' اور دوسری مہر میں سنہ کے ہزار اور سیکڑے کے ہندسے (۱۲) پڑھنے میں آتے ہیں ۔
کیفیت : مخطوطہ خاصی بوسیدہ حالت میں ہے ۔ کاغذ دبیز ، مٹیالا ۔ کاتبِ متن نے اوراق پر نمبر شمار درج کیے ہیں ۔ ورق اول پر نمبر ۸۰ ہے اور آخری پر ۱٦۷ ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مخطوطہ کسی مجموعے سے الگ کیا گیا ہے ۔ (آیندہ سطور میں انھیں درج شدہ نمبروں کے حوالے دیے جائیں گے) ۔ نسخہ ناقص الاوسط ہے ۔ ورق ۱۳۱ تا ۱۳۵ ، اِس میں نہیں ہیں ۔ ورق ۱٦۷ ، ب پر قادر تخلّص کے شاعر

کے اشعار ہیں - ان سے پہلے یہ عبارت ہے : ''از خامہ . . .
[ناخوانا] عبداللہ الحسین'' - ورق ۱۳۲ ، الف سے آخر تک
مخطوطے کی کتابت عبداللہ الحسین کے قلم سے ہے - ورق ۸۰ ،
الف سادہ ہے - متن ۸۰ ، ب سے شروع ہوتا ہے - ورق
۱۳۹ ، ب اور ۱۴۰ ، الف بھی سادہ ہیں ، ثانی الذکر ورق کی
آخری دو سطروں سے ایک غزل شروع ہوتی ہے -

آغاز : ''مقدور نہیں اُس کی تجلّی کے بیاں کا
جوں شمع سراپا ہو اگر صرف زباں کا
پردے کو تعیّن کے درِ دل سے ہٹا دے
کھلتا ہے ابھی پل میں طلسمات جہاں کا
ٹک دیکھ صنم خانۂ عشق آن کے اے شیخ
جوں شمعِ حرم رنگ جھمکتا ہے بتاں کا
اِس گلشنِ ہستی میں عجب دید ہے لیکن
جب آنکھ کھلی گُل کی تو موسم ہے خزاں کا
دکھلائیے لے جا کے تجھے مصر کا بازار
لیکن نہیں خواہاں کوئی واں جنسِ گراں کا''

اختتام : ''بس اب خموش ہو سودا کہ آگے تاب نہیں
وہ دل نہیں کہ اب اِس غم سے جو کباب نہیں
کسی کی چشم نہ ہوگی کہ وہ پُر آب نہیں
سوائے اس کے تری بات کا جواب نہیں
کہ یہ زمانہ ہے بے طرح کا زیادہ نہ بول''

مندرجات : غزلیات ورق ۸۰ ، ب تا ۱۳۵ ، الف
فردیات ورق ۱۳۵ ، الف
رباعیات ورق ۱۳۵ ، ب
واسوخت ورق ۱۳۶ ، الف تا ۱۳۹ ، الف
(یا الٰہی میں کہوں کس سیتی اپنا احوال)
غزلیات ورق ۱۴۰ ، الف و ب
مخمسات ورق ۱۴۶ ، الف تا ۱۵۵ ، الف
۱- چکارہ گر اِن امورون کا تھا میں بیچارہ

۲- جائے دنیا سے یہ دل اور گرفتاریٔ دل
۳- نہ کہہ عاشقوں میں محبّت کہاں ہے
۴- ایک تاریخ جو دیکھی تو پڑھا کیا کیا کچھ
۵- اُس شوخ سے اِس دل کے لگ جانے کو کیا کہیئے
۶- تجھ بن ہوا ستم ہے چمن میں بہار کی
۷- وہ مہر وہ وفا وہ عنایات ہو گئی
۸- ہم کو دکھا جب اپنے تم اطوار رہ گئے
۹- ساقی پہنچ کہ وقت تغافل نہیں رہا
۱۰- ہوا ہے اب کی سودا زور کیفیت سے دیوانا
۱۱- عیب گوکی جو ہوئی ان دنوں مجھ سے در خورد

ہجویات ورق ۱۵۵ ، الف تا ۱۶۲ ب

۱- جب میں سنا کہ بیاہ رچاتے ہیں شیخ جیو
۲- اک مسخرہ یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے
۳- شعر ناموزوں سے تو بہتر ہے کہنا ریختہ
۴- مولوی جی سے اب کوئی جا کے مرا پیام دو
۵- ندرت ہے لاکھ بھڑوا کاشو یہ ایک پدنا
۶- رکھے ہے مولوی دختر کہ دین و دل نیاز او

مخمسات ورق ۱۶۲ ، الف و ب

۱- نہ بلبل ہوں کہ اس گلشن میں سیرِ گُل مجھے بھاوے
۲- جب تلک بندگی میں شیخ کی تھا حلقہ بگوش

مخمس در ہجو ہاتف ورق ۱۶۳ ، الف
(آنی کہ طرز فتنہ تو ایجاد کردۂ)

مخمس در ویرانی شاہجہان آباد ورق ۱۶۳ ، ب تا ۱۶۷ ، الف
(کہا میں آج یہ سودا سے کیوں تو ڈانوا ڈول)

خصوصیات : یہ مکمل کلیات نہیں انتخاب ہے ۔ قصائد ، مثنویات ، سلام و مراثی تو اِس نسخے میں بالکل نہیں ہیں ، اور جو اصناف ہیں ، وہ بھی مکمل نہیں ہیں ۔ غزلوں کے بعض

اشعار ایسے ہیں جو نسخۂ مطبوعہ (مرتبہ آسی) میں نہیں
ہجو شیخ کا پہلا بند اور ندرت کشمیری کی ایک مکمہ
ہجو (ندرت ہے لاکھ بھڑوا . . .) بھی نسخۂ مطبوعہ م
نہیں ہے ۔

اس مخطوطے کا نسخۂ منقول عنہ یا کسی اور نسخہ
سے مقابلہ کیا گیا ہے ۔ بہت سے اشعار حواشی پر اضافہ کئے
گئے ہیں ۔ اس قسم کی مثالیں ورق ۸۲ ، الف ؛ ۸۲ ب
۸۳ ، الف ؛ ۹۳ ، الف ؛ ۱۰۱ ب ؛ ۱۱۱ ، الف او
۱۳۱ ب وغیرہ پر ملتی ہیں ۔ حواشی پر زیادہ تر غزلو
کے متفرق اشعار ہیں ، لیکن بعض جگہ مکمل غزلیں ، مخمس
اور رباعیات بھی ہیں ۔ متعدد مقامات پر مصرعوں میں ترمیم
بھی کی گئی ہے ۔ مثلاً :

اصل : پایا مزا نہ تو نے اب اس کے خمار کا
ترمیم : کھینچا نہ تو نے دردِ سر اس کے خمار کا

ورق ۸۱ ، الف

اصل : سرگرم نالہ میں بھی ہوں گلشن میں عندلیب
ترمیم : سرگرم نالہ ان دنوں میں بھی ہوں عندلیب

ورق ۸۶ ، الف

اصل : مرتبہ کو مری وحشت کے سمجھ رم سے دو
ترمیم : بلکہ رتبہ مری وحشت کا سمجھ رم سے دو

ورق ۹۶ ، ب

اس قسم کی ترمیمیں مخطوطے میں کثرت سے ملتی ہیں ۔

بعض جگہ شعروں پر نثری حاشیے بھی لکھے گئے
ہیں ۔ مثلاً ورق ۸۰ ، ب پر یہ مصرع ہے :

موسٰی نہیں جو سیر کروں کوہِ طور کا

اس پر یہ حاشیہ لکھا گیا ہے : ”شاعرے گفت کہ سیر ر
بلفظ تانیث استعمال نمایند نہ تذکیر ۔ شاعرے میگوید ک
اکثر استعمال لفظ سیر باضافت لفظ تذکیر در زبانِ ہند می
آید و ہم بزبانِ مردماں . . .“ [ایک لفظ ناخوانا]

مذکورہ بالا تمام اضافے ، ترمیمیں اور حواشی خط شکستہ میں ہیں ۔ یہ مخطوطے کے کاتبوں میں سے کسی کے قلم سے نہیں ہیں ۔

متن میں کتابت کی اغلاط بھی خاصی ہیں ۔

دیگر نسخے : مولانا آزاد لائبریری ، مسلم یونیورسٹی ، علی گڑھ میں کلیاتِ سودا کے دو نسخے ہیں :

۱۔ نسخۂ حبیب گنج : کلیاتِ سودا کے اب تک جتنے نسخے دریافت ہوئے ہیں ، یہ اُن میں قدیم ترین ہے ۔ شیخ چاند نے اس کے بارے میں مندرجہ ذیل اطلاعات فراہم کی ہیں :

''نسخہ بہت جلی اور خوش خط ہے ۔ کاغذ بھی نہایت دبیز اور مضبوط ہے ۔ ۔ ۔ ۔ لیکن افسوس کہ بہت غلط لکھا ہوا ہے ۔ املا غیر صحیح اور نادرست ہے ۔ کاتب کی 'بے حواسی اور عجلت' میں مصرعوں کے وزن و بحر بھی موزوں اور درست نہیں رہے'' ۔ (سودا ، ص ۱۰۶)

ترقیمہ : ''فقیر بے حاصل بدحاصل بے ماحصل گنہ گار سیہ کار صادق علی میرزا معدوم الاحوال پریشان خاطر و شکستہ روزگار بموجب فرمایش مہربان سراپا لطف و احسان حافظ نظارت خان سلمہ الرحمٰن بھگانہ نواب ناظر مرحوم روز افزوں خان انچہ کہ از دیوان مرزا رفیع السودا جمعے کہ نزد خود داشت در عین ہنگامۂ شاہ درانی و مرہٹہ کفرہ فجرہ کہ ہر روزش روز مصیبت و ہر شبش شبِ صعوبت بود از کمال پریشانی کہ اسباب کتابت درست نہ داشت از بے حواسی ضرورتاً بطریق مسودہ با استعجال تمام بجہت یادگاری بتاریخ ہفتدھم شہر ربیع الثانی مطابق سنہ ھجری یک ہزار و یک صد و ہفتاد و چہار در بلدۂ شاہجہان آباد در حویلی

نواب برہان الملک مغفور انزوا اختیار کردہ وقت سہ پہر اختتام تحریر نمود . . .“ ۔ (سودا ، شیخ چاند ، صص ۶ - ۱۰۵)

اس نسخے میں ۲۶ قصیدے ، ۲۳۳ غزلیں ، ۱۲ مخمّس ، ۷ ہجویں ، ۱۱ رباعیاں اور ۱۲ مطلعے ہیں ۔ (مرزا محمد رفیع سودا ، خلیق انجم ، ص ۴۴۴)

۲۔ دوسرے نسخۂ کلیات کے بارے میں ڈاکٹر ابواللیث صدیقی لکھتے ہیں :

”لٹن لائبریری ، مسلم یونیورسٹی ، علی گڑھ میں کلیاتِ سودا کا ایک نادر قلمی نسخہ موجود ہے اور اس پر کسی صاحب لچھمی نراین کی مہر اور ۱۱۱۶ھ/۱۷۰۴ء لکھا ہوا ہے ۔ . . . یہ مہریں کتاب میں تین جگہ موجود ہیں ۔ نسخہ اوّل و آخر سے مکمل ہے ۔ صرف آخری صفحے پر ایک سطر جلد بندی میں کٹ گئی ہے ۔ ممکن ہے اسی میں سنہ کتابت اور نام کاتب وغیرہ درج رہا ہو ۔ اس طرح اس نسخے کی صحیح کتابت کی تاریخ کا تعین دشوار ہے ۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ ۱۱۱۶ھ/۱۷۰۴ء کے بجائے اس کے قریبی زمانۂ مابعد کا ہو . . . ہمارا خیال ہے کہ [سودا کی] ولادت ۱۱۰۰ھ/۱۶۸۸ء سے قبل ہوئی ہوگی اور یہ بھی مان لیں کہ دیوان ۱۱۱۶ھ/۱۷۰۴ء میں ہی لچھمی نراین کے قبضے میں آیا تو اُس وقت سودا کی عمر پندرہ سولہ سال کی ہو چکی ہوگی اور اس مدت میں سودا جیسے قادرالکلام شاعر کا صاحبِ دیوان ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں“ ۔ (لکھنؤ ، صص ۶ - ۱۰۵)

اس نسخے کے بارے میں قاضی عبدالودود لکھتے ہیں :

”بعض اصحاب کا خیال ہے کہ کتب خانۂ

دانش گاہ علی گڑھ میں کلیاتِ سودا کا ایک نسخہ
۱۱۱۶ھ کا لکھا ہوا موجود ہے۔ یہ کسی طرح
ممکن نہیں۔ سودا کی ولادت . . . بارھویں صدی
کے تیسرے عشرے کے نصف آخر میں ہوئی تھی"۔
(سہ ماہی "سویرا"، لاہور، شمارہ ۲۹، ص ۴۷)

انڈیا آفس لندن میں کلیاتِ سودا کے دس نسخے ہیں :

۳۔ فہرست نمبر ۱۳۶ - اوراق ۳۷۰ - سائز $11\frac{3}{4} \times 6\frac{3}{4}$" -
سطور ۱۳ - عمدہ خط نستعلیق - تاریخِ کتابت اور
کاتب کا نام درج نہیں ہے۔ (انڈیا آفس، ہندوستانی،
صص ۷۸ - ۷۶)

اس نسخے کے بارے میں ڈاکٹر خلیق انجم نے یہ
تفصیلات فراہم کی ہیں :

"یہ وہ نسخہ ہے جسے سودا نے رچرڈ جانسن کی
خدمت میں پیش کیا تھا . . . کلیات میں سب سے
پہلے سودا کی ایک قلمی تصویر ہے جس میں سودا
کے ایک ہاتھ میں کاغذ ہیں، دوسرے ہاتھ سے
حقّہ پی رہے ہیں اور پیچھے ملازم کھڑا ہے۔ یہ
تصویر شیخ چاند کی 'سودا' میں بھی شامل ہے۔
تصویر کے بعد دو صفحے خالی ہیں۔ پھر ایک
صفحے کے بالکل اُوپر انگریزی میں یہ عبارت
لکھی ہے کہ رچرڈ جانسن کو مصنّف مرزا
سودا کا تحفہ[1]۔ اس کے بعد جانسن کی شان میں
قصیدہ شروع ہوتا ہے جس کے تیس اشعار ہیں۔
. . . اس صفحے سے اگلے صفحے پر یہ عبارتیں
ہیں :

'دیوان مرزا رفیع سودا گزرانیدہ میر حسین

---

1. "Mr. Richard Johnson, the gift of ye author Mirza Soudah" (انڈیا آفس، ہندوستانی، ص ۷۷).

صاحب در بلدہ لکھنؤ ، داخل کتب خانہ
سرکار شد' ۔

'دیوان سرکار نواب صاحب ممتازالدولہ
مفتخرالملک حسام جنگ مسٹر رچرڈ
جانسن صاحب بہادر دام اقبالہ' ۔

پہلی عبارت سے معلوم ہوتا ہے سودا نے خود نہیں
بلکہ میر حسین نے پیش کیا تھا ۔ میرا ذاتی
خیال ہے کہ سودا نے براہِ راست نہیں بلکہ
میر حسین کی معرفت گزرانا تھا ۔ میرے اس
خیال کا ثبوت جانسن کی شان میں قصیدہ اور
انگریزی عبارت ہے ۔

یہ کلیات سودا کے معتبر ترین نسخوں میں
ہے ۔ اس میں وہ تمام الحاقی کلام نہیں ہے جو
نسخۂ مصطفائی اور نسخۂ آسی میں ہے ۔ لیکن
سودا کے شاگرد فتح علی شیدا نے فدوی لاہوری
کی ہجو کہی تھی جو اس میں شامل ہے . . .'' ۔
(مرزا محمد رفیع سودا ، صص ۴۶ - ۴۵۴)

اس نسخے میں راجہ ٹکیت رائے کے باغ کے بارے
میں ۱۱۹۳ھ کا قطعۂ تاریخ شامل ہے ۔ اس سے ڈاکٹر
خلیق انجم نے اس کی ترتیب (کتابت) کی تاریخ ۱۱۹۳ھ
اور ۱۱۹۵ھ (سالِ وفات سودا) کے درمیان متعین کی
ہے ۔ ڈاکٹر شمس الدین صدیقی نے لکھنؤ میں رچرڈ جانسن
کے تقرر (بہ حیثیت ہیڈ اسسٹنٹ ریذیڈنٹ) کی تاریخ
(اکتوبر ، ۱۷۸۰ء/م : ۱۱۹۴ھ) کے پیشِ نظر اس
نسخے کا زمانۂ کتابت ۱۱۹۴ھ کا اواخر اور ۱۱۹۵ھ کا
اوائل متعین کیا ہے ۔ (کلیاتِ سودا ، اول ، ص ۱۵)

یہ نسخہ شیخ چاند کی نظر سے گزرا تھا ۔ وہ
لکھتے ہیں : ''بہت مستند اور صحیح نسخہ ہے ۔ کتابت
کی غلطیاں ہیں لیکن بہت شاذ'' ۔ (سودا ، ص ۱۰۸)

ڈاکٹر شمس الدین صدیقی اس نسخے کے بارے میں لکھتے ہیں :

''تقریباً ۹۵۰۰ ، ابیات . . . یہ نسخہ دوسرے تمام نسخوں کے مقابلے میں کتابت کی بہت کم غلطیوں کا حامل ہے، اور چونکہ سودا کی زندگی ہی میں ایک اہم برطانوی افسر کی خدمت میں پیش کیے جانے کے لیے لکھا گیا تھا ، اس لیے قیاس تو یہ چاہتا ہے کہ اس کی کتابت مکمل ہو جانے کے بعد سودا نے اس پر ایک نظر ڈالی ہوگی تاکہ غلطیاں درست ہو جائیں ۔ لیکن نسخے کا غائر مطالعہ اس نتیجے پر پہنچاتا ہے کہ یہ کتابت کے بعد سودا کی نظر سے نہیں گزرا ۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ سودا کو اس کے پیش کرنے کی جلدی تھی ۔ اس جلدی کا ثبوت یہ بھی ہے کہ سودا کے کلام کا خاصا حصہ اس نسخے سے حذف کر دیا گیا ہے . . . اس میں چند باتیں ایسی ہیں جو اگر سودا کی نظر سے گزرتیں تو وہ ان کی اصلاح ضرور کر دیتا . . . تاہم باوجود ان چند غلطیوں کے، یہی نسخہ تمام نسخوں میں بہترین اور سب سے زیادہ معتبر ہے . . . اور اشعار کا متن بھی عام طور پر دوسرے نسخوں کے متن سے زیادہ معقول اور زیادہ مناسب ہے'' ۔ (کلیاتِ سودا ، اوّل ، صص ۱۷ - ۱۵)

۴۔ فہرست نمبر ۱۴۷ ۔ اوراق ۴۶۷ ۔ سائز $\frac{1}{4}$۱۰ × ۶" ۔ سطور ۱۷ ۔ خط نستعلیق ۔ کیرم خوردہ ۔ ترقیمہ :
''روز جمعہ تاریخ یازدھم ماہ جماد الاول ، ۱۲۱۴ ھجری نبویہ مقدسہ بمطابق سنہ ۴۲ جلوس میمنت مانوس شاہ عالم بادشاہ غازی خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ بخط اضعف العباد

میر مقبول نبی بن انعام اللہ خان تخلّص یقین دیوان کلیات میرزا محمد رفیع السودا حسب الارشاد . . . راجہ بہادر سنگھ بہادر دام اقبالہ و حسن مالہ در مقام شاہجہان آباد صورت اتمام پذیرفت'' ۔ (انڈیا آفس ، ہندوستانی ، ص ۸۷)

''تقریباً ۱۵۵۰۰ ، ابیات . . . یہ سودا کے کلام کے ضخیم ترین مجموعوں میں سے ہے لیکن جگہ جگہ کرم خوردہ ہے اور اس میں تقریباً وہ سب الحاقی کلام موجود ہے جو سودا کے مطبوعہ کلیات میں شامل ہے ۔ اس کا متن بھی عام طور پر مطبوعہ کلیات مرتّبہ آسی کے مماثل ہے ۔ اس میں کئی سلام اور مرثیے موجود ہیں اور چند پہیلیاں بھی ہیں'' ۔ (کلیاتِ سودا ، مرتبہ ڈاکٹر شمس الدین صدیقی ، اول ، ص ۲۲)

۵۔ فہرست نمبر ۱۴۸ ۔ اوراق ۳۷۱ ۔ سائز $\frac{1}{2}$ ۱۴ × $\frac{3}{4}$ ۸'' ۔ سطور ۱۵ ۔ خط نستعلیق ۔ دو کالمی ، مع عنوانات ۔ ترقیمہ : ''تمّت تمام شد دیوان مرزا رفیع السودا مرحوم از دست احقر العباد محمد امین بیگ سنہ ۱۲۱۹ ھجری'' ۔ (انڈیا آفس ، ہندوستانی ، ص ۸۷)

''تقریبا ۱۱۰۰۰ ، ابیات . . . اس میں سب وہ کلام شامل ہے جو نسخۂ جانسن میں ہے ، سوائے حسب ذیل چیزوں کے :

(۱) قصیدہ : کیا تجھ کو سجی مسندِ دیوان وزارت

(۲) مخمّس : فصل ہے گل کی ہیں جلوے میں یہ بستان گل و صبح

(۳) غزل : سخن عشق نہ گوشِ دلِ مشتاق میں ڈال

اور :

(۴) قطعہ : حضور میں جو کوئی ہے مقرب الخاقاں ۔
اس کے برعکس اس نسخے میں کئی قصیدے ، غزلیں ، مخمّس ، رباعیاں ، مثنویاں اور قطعات ایسے ہیں جو نسخۂ جانسن میں نہیں ہیں . . . نسخۂ جانسن کو چھوڑ کر باقی سب نسخوں کے مقابلے میں یہ نسخہ کم غلطیوں کا حامل ہے اور الحاق کلام بھی اس میں دوسروں کے مقابلے میں سب سے کم شامل ہے ۔ اسی لیے میرے نزدیک یہ دوسرا بہترین نسخہ ہے ۔ . . . کوئی مرثیہ یا سلام اس نسخے میں شامل نہیں'' ۔ (کلیاتِ سودا ، محولہ بالا ، اوّل ، ص ۱۸)

۶۔ فہرست نمبر ۱۴۹ ۔ اوراق ۳۴۹ ۔ سائز ۱۲½ × ۹"۔ سطور ۱۵ ۔ جلی نستعلیق ۔ انیسویں صدی عیسوی کا مکتوبہ ۔ کلام چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے ، ہر حصے کی لوح منقّش ہے ۔ اور اس پر سیّد غلام رضا رضوی کی ۱۲۲۲ھ کی مہر ثبت ہے ۔ چاروں حصوں کی تفصیل یہ ہے :

(۱) قصائد مع فارسی دیباچہ ۔ ورق ۱
(۲) دیوانِ غزلیات مع مطلعات ، رباعیات و قطعات ۔ اس میں پہیلیاں بھی ہیں ۔ ورق ۸۹
(۳) مراثی کے فارسی تعارف کا ایک حصہ ۔ ورق ۲۲۱
(۴) مخمّسات ، مسدسات ، ۲ ترجیع بند ، ایک اور مجموعۂ قصائد و قطعات ، مثنویات ۔ ورق ۲۲۳
(انڈیا آفس ، ہندوستانی ، ص ۹۷)

''یہ نسخہ کتابت کی اتنی غلطیوں کا حامل ہے کہ شاید ہی کوئی شعر پورا صحیح مل سکے ۔ الحاق کلام بھی بہت ہے ۔ کوئی مرثیہ یا سلام شامل نہیں'' ۔ (کلیاتِ سودا ، محولہ بالا ، اوّل ، ص ۲۶)

۷- فہرست نمبر ۱۵۰ - اوراق ۵۷۳ - سائز ۱۴½ × ۹½" -
سطور ۱۷ - خط نستعلیق - یہ عمدہ نسخہ فورٹ ولیم
کالج میں ہندوستانی کے پروفیسر جے - ڈبلیو - ٹیلر
(J. W. Taylor) کے لیے تیار کیا گیا تھا - یہ سودا
کے کلام کا سب سے مکمل نسخہ ہے - ترقیمہ : "کلیات
مرزا رفیع السودا . . . صاحب عالی شان سخن رس
قدردان جناب ٹیلر صاحب بہادر دام ظلہم کے واسطے
بیسویں جنوری سن ۱۸۱۷ ، اٹھارہ سو سترہ عیسوی
. . . میں شیخ طیب اللہ نے لکھا — الخ" - (انڈیا آفس ،
ہندوستانی ، ص ۹۷)

"تقریباً . . . ۸ ، ابیات . . . یہ غالباً سودا کے
کلام کا سب سے ضخیم مجموعہ ہے - اس میں تقریباً وہ سب
کلام شامل ہے جو مطبوعہ کلیات میں ملتا ہے اور
اس کے علاوہ بھی بہت سی چیزیں ہیں - اکثر مرثیوں
اور سلاموں میں مہربان تخلّص ملتا ہے ، نہ کہ سودا -
اس مخطوطے میں فارسی رسالہ عبرت الغافلین بھی شامل
ہے اور بہت سی پہیلیاں بھی ہیں - الحاق کلام کی کثرت
کے لحاظ سے یہ . . . [مخطوطہ انڈیا آفس ، ہندوستانی ،
فہرست نمبر ۱۴۷] سے کم نہیں - کاتب نے کئی مقامات
پر ابیات میں من مانی تبدیلیاں کر دی ہیں" - (کلیاتِ
سودا ، محولہ بالا ، اوّل ، ص ۴۴)

۸- فہرست نمبر ۱۵۱ - اوراق ۲۹۵ - سائز ۱۲½ × ۸½" -
سطور ۱۷ - خط نستعلیق - انیسویں صدی عیسوی کی
ابتدا کا نسخہ - یہ ذیل کے سات حصوں پر مشتمل ہے :

(۱) دیوانِ ریختہ - اُردو غزلیات ، فردیات اور رباعیات -
ورق ۱

(۲) دیوان قصدیات عاقب نمیر - (قصائد) - ورق ۱۰۹

(۳) دیوانِ فارسی - ورق ۱۸۰

(۴) دیوان در بیان تاریخ و قطعہا - ورق ۱۹۴

(۵) دیوانِ ہجویات ۔ ورق ۲۰۰

(۶) دیوانِ مخمّسات در بیان عشق ۔ ورق ۲۵۷

(۷) مثنویات و واسوخت ۔ ورق ۳۷۵

(انڈیا آفس ، ہندوستانی ، صص ۸۰ - ۷۹)

''تقریباً ۱۰۰۰۰ ، ابیات . . . یہ نسخہ بھی اغلاط سے پُر اور الحاقی کلام بھی بہت ہے'' ۔ (کلیاتِ سودا ، محولہ بالا ، اوّل ، ص ۲۶)

۹۔ فہرست نمبر ۱۵۲ ۔ب اوراق ۳۲۶ - سائز ۱۳ × ۸" - سطور ۱۷ - دو کالمی ۔ خط نستعلیق ۔ ''یہ نسخہ دو جلدوں میں ہے ۔ اس کی جمع و ترتیب اور مختلف نسخوں سے مقابلے کا کام محمد عبدالقادر خاں ہمّت نے مسٹر سی ۔ پی براؤن (C. P. Brown) فارسی مترجم حکومت مدراس کی درخواست پر انجام دیا تھا ۔ کتابت بھی ہمّت نے کی ہے ۔ اُس نے مخطوطے میں جا بجا اصلاحیں اور اضافے کیے ہیں اور تشریحی حواشی لکھے ہیں ۔ ہمّت نے ابتدا میں فہرست مندرجات بھی دی ہے اور ایک دیباچہ بھی لکھا ہے جس میں اُس نے بتایا ہے کہ اس نسخے کی تکمیل ۱۸۴۴ء میں ہوئی تھی ۔ ہمّت نے اس کا نام 'گلدستۂ ہند' رکھا ہے'' ۔ (انڈیا آفس ، ہندوستانی ، ص ۸۰)

''تقریباً ۱۱۰۰۰ ، ابیات . . . کاتب نے اس کی ترتیب و 'اصلاح' کا دعویٰ بھی کیا ہے اور الفاظ کی شرح بھی دی ہے ۔ کئی ابیات میں اصلاح کا ثبوت یوں ملتا ہے کہ جو قرأت کاتب کو اُس نسخے میں ملی جس سے وہ نقل کر رہا تھا ، پہلے تو اُس نے اُسے اُسی طرح لکھ دیا لیکن نظر ثانی کرتے وقت اُس پر خطِ تنسیخ کھینچ کر اُوپر اپنی طرف سے اصلاح دے دی'' ۔ (کلیاتِ سودا ، محولہ بالا ، اوّل ، صص ۲۵ - ۲۴)

۱۰۔ فہرست نمبر ۱۵۳ - اوراق ۱۹۱ - سائز $12\frac{1}{2}$ × ۸" سطور ۱۷ ۔ خط نستعلیق ۔ انیسویں صدی عیسوی کا

مکتوبہ ۔ یہ کلیات کا ایک مختصر نسخہ ہے ۔
(انڈیا آفس ، ہندوستانی ، ص ۸۰)

''انداز کتابت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نسخے کا کاتب وہی شخص ہے جس نے نسخہ . . . [انڈیا آفس ، ہندوستانی ، فہرست نمبر ۱۵۲] لکھا ہے'' ۔ (کلیات سودا ، محولہ بالا ، اول ، ص ۲۸)

۱۱۔ فہرست نمبر ۱۵۴ ۔ اوراق ۱۸۴ ۔ سائز ۸ ½ × ۵'' ۔ سطور ۱۲ ۔ خط نستعلیق ۔ انیسویں صدی عیسوی کی ابتدا کا مکتوبہ ۔ مشمولات : دیوان غزلیات ، ورق ۱ ؛ رباعیات ، ورق ۶۸ ، الف ؛ مخمّسات ، ورق ۷۰ ۔ قصائد و مطلعات ، ورق ۹۰ ؛ مثنویات ، ورق ۱۴۴ ؛ فردیات ، ورق ۱۷۳ ۔ (انڈیا آفس ، ہندوستانی ، ص ۸۰)

۱۲۔ فہرست نمبر ۱۵۵ ۔ اوراق ۱۸۶ ۔ سائز ۹ × ¾ ۵'' ۔ سطور ۱۳ ۔ دو کالمی ۔ خط نستعلیق ۔ قدرے کرم خوردہ ۔ انیسویں صدی عیسوی کی ابتدا کا مکتوبہ ۔ اس مختصر مجموعے میں قصائد ، غزلیات ، مثنویات ، مخمّسات اور چند فردیات ہیں ۔ ترقیمہ : ''تمت تمام شد نسخہ ہذہ الکتاب دیوان میرزا رفیع السودا بتاریخ بیست پنجم شہر ربیع الثانی بوقت دوپہر بروز پنجہ (کذا) بدستخط حقیر حسن علی اضعف من عباد اللہ سراج الدین تمام یافت'' ۔ (انڈیا آفس ، ہندوستانی ، صص ۸۱ - ۸۰)

کتب خانہ سالار جنگ حیدر آباد دکن میں کلام سودا کے چھ نسخے ہیں :

۱۳۔ فہرست نمبر ۵۱۴ ۔ لائبریری نمبر ۵۱ ۔ سائز ۹ × ۶'' ۔ صفحات ۱۳۶ ۔ سطور ۱۱ تا ۱۳ ۔ خط شکستہ ۔ سال کتابت ۱۲۷۹ھ ۔ ''اس کتاب میں سودا کے کئی قصیدے ہیں . . . چند ہجو بھی ہیں . . . چند غزلیات ، قطعات اور فرد بھی ہیں'' ۔ (سالار جنگ ، صص ۴۱۰-۴۰۹)

۱۴- فہرست نمبر ۵۱۵ - لائبریری نمبر ۵۱۷ - سائز ۱۲½ × ۸" - صفحات ۲۲۰ - سطور ۷ - خط نستعلیق - ناقص الآخر - ''اولاً قصائد ہیں، اس کے بعد ردیف وار غزلیات جو صرف ردیف م تک ہیں''۔ (ایضاً، ص ۱۰۴)

۱۵- فہرست نمبر ۵۱۶ - لائبریری نمبر ۵۶۸ - سائز ۹ × ۵" - صفحات ۱۰۸۸ - سطور ۱۴ - خط نستعلیق - ترقیمہ : ''بتاریخ دوازدهم شهر شوال المکرم ، ۱۲۳۸ھ این مرثیه ها و سلام هائے سودا از کتاب باقر علی خاں نوشته شدند'' - ورق ۵۶ ، ب پر یہ عبارت درج ہے : ''این غزلیات و مثنویات وغیره مرزا رفیع سودا مرحوم داخل کتاب مہاراجہ صاحب راجہ بالا پرشاد[1] دام اقبالہ و شوکت اجلالہ از کلیات باقر علی خاں صاحب مقابلہ نمود و بصحت رسانیده بقلم آمده ، والسلام''۔

''اولاً فارسی کلام ہے ، اس کے بعد قصائد ہیں جو ورق ۱۰۷ تک حاوی ہیں - ان کے بعد غزلیات ہیں پھر دوسری نوع کا کلام یعنی مخمّس پہیلیاں وغیرہ ، ورق نشان ۳۲۶ پر ختم ہوئے ہیں - ان کے بعد مثنویاں ہیں جو ورق نشان ۳۸۶ تک آئے ہیں - اس کے بعد ایک فارسی دیباچہ ہے اور کسی قدر کلام کے بعد پھر ایک تنقیدی مقالہ فارسی میں لکھا گیا - اس کے مصنّف کا نام معلوم نہیں ہوتا - اس کے خاتمے پر بسم اللہ کے ساتھ پھر دوسرا دیباچہ درج ہے - اس کے بعد ایک مختصر قصیدہ اور پھر غزلیات ہیں - ان کے خاتمے پر ایک مثنوی ، چند مخمّس ، پہیلیاں آخر پر سلام اور مرثیے درج ہیں'' - (ایضاً ، ص ۱۱۴)

۱۶- فہرست نمبر ۵۱۷ - لائبریری نمبر ۶۰۶ - سائز ۱۲ × ۸" - صفحات ۲۶۷ - سطور ۱۵ - خط نستعلیق -

---

۱- راجہ چندو لال شاداں کے بیٹے -

سالِ کتابت ۱۲۴۷ھ ۔ کاتب ، مرزا اللہ داد بیگ ولد محمد امین بیگ ۔ ''فارسی کلام کے بعد اُردو قصائد ہیں ۔ ان کے بعد غزلیات . . . رباعیات پھر قطعات ۔ ان کے بعد مخمّس . . . مثنویات اور ہجو شامل ہیں ۔ آخر پر میر کے اعتراض اور سودا کا جواب شامل ہے جو قطعات میں لکھا گیا ہے'' ۔ (ایضاً ، ص ۴۱۲)

۱۷- فہرست نمبر ۵۱۸ - لائبریری نمبر ۶۹۸ - سائز ۷$\frac{1}{2}$×۱۲" ۔ صفحات ۱۵۷ ۔ سطور غیر معین ۔ خط شکستہ ۔ ''سودا کے متعدد قصائد اور کچھ ہجو بھی ہیں . . . قصائد کے پہلے صفحے پر حسب ذیل عبارت درج ہے : کلیات سودا الموسوم مرزا محمد رفیع المخاطب ملک الشعرا از بندر کلکتہ باالتسصواب (کذا) مرزا محمد حیدر . . . در ۱۲۴۷ھ یک جلد عرض دید'' ۔ اس تحریر کے نیچے سیّد عالم علی کے دستخط اور مہر ہے ۔ (ایضاً ، صص ۱۳ - ۴۱۲)

۱۸- فہرست نمبر ۵۱۹ ۔ لائبریری نمبر ۶۱۸ ۔ سائز ۸ × ۵" ۔ صفحات ۸۲ ۔ سطور ۱۳ ۔ خط نستعلیق ۔ ''اس مجموعے میں سودا کے کئی ایک قصائد شامل ہیں'' ۔ (ایضاً ، ص ۴۱۳)

کتب خانۂ خدا بخش ، بانکی پور ، پٹنہ میں کلامِ سودا کے سات نسخے ہیں :

۱۹- فہرست نمبر ۶۶ - پروگریس نمبر ۶۳۱۲ (کلیات) ۔ اوراق ۳۰۷ - سطور غیر معین ۔ خط نستعلیق ۔ سالِ کتابت ۱۲۴۱ھ ۔ کاتب ، حسین علی علی الہاشمی القندھاری ۔ (بانکی پور ، ص ۷)

۲۰- فہرست نمبر ۶۷ - پروگریس نمبر ۶۴۲۶ (کلیات) ۔ اوراق ۳۴۶ - سطور غیر معین ۔ خط نستعلیق ۔ ''ناقص الاوّل . . . جابجا اوراق دریدہ ہیں . . . تین عدد تصاویر بھی ہیں ۔ آخر میں سلیمان جاہ کے کتب خانے

کی ایک مہر بھی ہے'' - (ایضاً ، ص ۷)

۲۱- فہرست نمبر ۶۸ - پروگریس نمبر ۶۳۲۲ (کلیات) - اوراق ۲۲۸ - سطور غیر معین - خط نستعلیق - سال کتابت ۱۲۳۶ ف - کاتب سیّد اکبر علی رضوی - ناقص الاوّل - (بانکی پور ، ص ۸)

۲۲- فہرست نمبر ۶۹ - پروگریس نمبر ۳۰۶۷۵ (کلیات) - اوراق ۱۲۰ - سطور غیر معین - خط نستعلیق - ناقص الاوّل - (ایضاً ، ص ۸)

۲۳- فہرست نمبر ۷۰ - پروگریس نمبر ۳۰۵۶۳ (کلیات) - اوراق ۳۴۶ - سطور غیر معین - خط نستعلیق - سال کتابت ۱۲۲۹ھ - کاتب ، محمد امین بیگ - ''یہ نسخہ نامکمل ہے'' - (ایضاً ، ص ۸)

۲۴- فہرست نمبر ۷۱ - پروگریس نمبر ۳۱۷۰۲ (منتخبات دیوان) - اوراق ۲۱۸ - سطور ۱۵ - خط نستعلیق - (ایضاً ، ص ۸)۔

۲۵- قاضی عبد الودود نے ''نوائے ادب'' ، بمبئی ، جولائی ۱۹۶۱ء میں ''کلیاتِ سودا کا ایک خطّی نسخہ'' کے عنوان سے ایک مقالہ لکھا ہے۔ اس میں جس خطّی نسخے کی تفصیل ہے ، وہ کتب خانۂ خدا بخش ، بانکی پور ، پٹنہ میں ہے ، لیکن اس کتب خانے کی مطبوعہ فہرست میں اس کا ذکر نہیں - ذیل کی اطلاعات قاضی صاحب کے مذکورہ مقالے سے ماخوذ ہیں - ترقیمہ : 'تمام شد کلیات دیوان (کذا) . . . سودا بخطِ خام نعمت خاں در قصبہ ٹکاری' - . . . ٹکاری ضلع گیا صوبہ بہار میں ہے - یہ نسخہ اواسط مئۃ سیزدہم کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے'' - قاضی صاحب نے اس نسخے کا کلیات مطبوعہ مرتّبہ عبد الباری آسی سے مقابلہ کر کے بتایا ہے کہ مخطوطے میں متعدد اشعار مطبوعہ نسخے سے زائد ہیں -

ببلیوتک ناسیونال (پیرس) میں کلیاتِ سودا کے دو نسخے ہیں :

۲۶- مخطوطہ نمبر ۸۲۶ - سائز ۶۷۵ × ۱۶۰ ملی میٹر - صفحات ۶۵۰ - سطور ۱۲ - اٹھارویں صدی عیسوی کا مکتوبہ - ''اس مجموعے میں قصیدے، غزلیں، رباعیات، فرد، مخمّس، قطعات اور مثنویاں شامل ہیں'' - (مخطوطاتِ پیرس، صص ۸ - ۷)

۲۷- مخطوطہ نمبر ۸۵۱ - سائز ۱۶۵ × ۲۴۵ ملی میٹر - صفحات ۶۸۴ - سطور ۱۵ - ''اُردو فارسی کا مشترک کلیات ہے جس میں کچھ ایسا اُردو کلام بھی شامل ہے جو مخطوطہ نمبر ۸۲۶ میں نہیں'' - (ایضاً، صص ۱۹ - ۱۸)

ڈھاکہ یونیورسٹی لائبریری میں کلامِ سودا کے دو نسخے ہیں :

۲۸- فہرست نمبر ۳۸۰ - لائبریری نمبر ڈی یو /۱۷۷ - نسخہ کلیات - ناقص الاول والاوسط - اوراق ۱۳۲ - سطور ۱۶ - سائز ۸ × $۴\frac{۳}{۴}$" - بہت زیادہ کیرم خوردہ - خط عمدہ شکستہ - انیسویں صدی عیسوی کا مکتوبہ - اس میں قصائد، مخمسات، رباعیات اور ہجویات ہیں - (ڈھاکا، دوم، ص ۴۲۵)

۲۹- فہرست نمبر ۳۸۱ - لائبریری نمبر ڈی یو /۴۳۹ - فہرست میں عنوان ''مخمسات سودا'' ہے لیکن جو تفصیل دی گئی ہے، اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں ''قصائد، مخمسات اور ہجویات وغیرہ'' شامل ہیں - ناقص الاوسط والآخر - اوراق ۴۹ - سطور ۱۴ - سائز $۸\frac{۳}{۴}$ × $۶\frac{۱}{۴}$" - کیرم خوردہ - خط نستعلیق - (ایضاً، صص ۲۶ - ۴۲۵)

کتب خانۂ آصفیہ ، حیدر آباد دکن میں کلامِ سودا کے نو نسخے ہیں :

۳۰- فہرست نمبر ۱۸ - لائبریری نمبر ''دواوین ۹۸'' - نسخۂ کلیات - سائز ۱۲ × ۷" - صفحات ۶۱۰ - سطور ۱۹ - خط نستعلیق - ترقیمہ : کلیات مرزا رفیع سودا مرقوم از دست احقرالعباد محمد امین بیگ بتاریخ بست و ششم ذی قعدہ ، ۱۲۳۷ ہجری - ''اس کلیات میں ردیف وار غزلیات ، مثنویاں ، مسدس ، مرثیہ سب کچھ شریک ہیں - فارسی کلام بھی شامل ہے'' - (آصفیہ ، اول ، صص ۲۵ - ۲۴)

۳۱- فہرست نمبر ۱۹ - لائبریری نمبر ''دواوین ۵۸۵'' - نسخۂ کلیات - سائز ۸ × ۶" - صفحات ۴۰۰ - سطور ۱۱ - خط نستعلیق - ''اس کلیات میں غزلیات ، قصائد ، ہزلیات ، مثنویاں شامل ہیں'' - (آصفیہ ، اول ، ص ۲۵)

۳۲- فہرست ۲۰ - لائبریری نمبر ''دواوین ۳۷۷'' - نسخۂ کلیات - سائز ۸×۵" - صفحات ۳۰۴ - سطور ۱۳ - خط نستعلیق - ''اس کلیات کے آغاز میں ایک فارسی عبارت بطور دیباچہ شامل ہے - اس میں اشعار کے متعلق تعرض ، اصلاح وغیرہ درج ہے - ایک ایک شعر لکھ کر اس پر تنقید نظم میں کی گئی ہے - اس کے بعد قصائد ، پھر مثنویاں اور غزلیات ہیں'' - (آصفیہ ، اول ، ص ۲۵)

تاریخِ کتابت ۱۲۳۹ھ - اس میں ذیل کے چار قصیدے ایسے ہیں ''جو کسی اور نسخے میں نہیں'' -

۱- در مدح حضرت فاطمہ رض :

مکھڑے سے اپنے زلف کے پردے کو تو اُٹھا

۲- در مدح حضرت زین العابدین رض :

کہا میں ایک دن اُس سے کہ اے ستم ایجاد

۳- در مدح حضرت جعفر صادق رض :

فلک بتا دے مجھے اپنے عیش و غم کی طرح

۴۔ در مدح حضرت باقرؑ :

ہزار شکر گئے وہ خزاں کے رنج و الم

(مقدمہ ، کلیاتِ سودا ، مرتبہ ڈاکٹر شمس الدین صدیقی ، اول ، ص ۲۹)

۳۳۔ فہرست نمبر ۲۱ ۔ لائبریری نمبر ''دواوین ۱۵۲۰'' ۔ نسخۂ دیوان ۔ سائز ۹ × ۵" ۔ صفحات ۲۰۸ ۔ سطور ۹ ۔ خط نستعلیق ۔ ناقص الآخر ۔ ''اس دیوان میں صرف غزلیات ہیں ۔ پہلے صفحے پر حسب ذیل عبارت درج ہے : 'بتاریخ بست و نہم شوال ۱۲۶۳ھ بہ من عاصی عنایت شد' ۔ اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ یہ دیوان ۱۲۶۳ھ سے پہلے لکھا گیا'' ۔ (آصفیہ ، اول ، ص ۲۵)

۳۴۔ فہرست نمبر ۲۲ ۔ لائبریری نمبر ''قصائد ۲۳۸'' ۔ مجموعۂ قصائد ۔ سائز ۱۰ × ۶" ۔ صفحات ۱۶۱ ۔ سطور ۱۷ ۔ خط نستعلیق ۔ ''فارسی قصیدے کے بعد اردو قصائد ہیں ۔ اس نسخے میں کئی قصائد شامل ہیں جو سلاطینِ مغلیہ کی مدح میں کہے گئے ہیں'' ۔ (آصفیہ ، اول ، ص ۲۶ - ۲۵)

۳۵۔ فہرست نمبر ۲۳ ۔ لائبریری نمبر ''قصائد ۱۳۷'' ۔ مجموعۂ قصائد ۔ سائز ۹ × ۸" ۔ صفحات ۳۶ ۔ سطور ۱۵ ۔ خط نستعلیق ۔ سالِ کتابت ۱۲۱۲ھ ۔ ''اس کتاب میں چند قصائد ہیں'' ۔ (آصفیہ ، اول ، ص ۲۶)

۳۶۔ فہرست نمبر ۲۴ ۔ لائبریری نمبر ''قصائد ۱۱۸'' ۔ مجموعۂ قصائد ۔ سائز ۸ × ۵" ۔ صفحات ۱۵ ۔ سطور ۱۴ ۔ خط شکستہ ۔ ناقص الآخر ۔ ''اس کتاب میں چند قصائد ہیں'' ۔ (آصفیہ ، اول ، ص ۲۶)

۳۷۔ فہرست نمبر ۲۵ ۔ لائبریری نمبر ''قصائد ۲۸۳'' ۔ مجموعۂ قصائد و مثنویات ۔ سائز ۱۲ × ۹" ۔ صفحات ۱۳۲ ۔ سطور ۱۵ تا ۱۸ ۔ خط نستعلیق ۔ ''اس میں چند قصائد اور مثنویاں اور مرثیے شامل ہیں'' ۔ (آصفیہ ، اول ، ص ۲۶)

۳۸- فہرست نمبر ۱۸۶ - لائبریری نمبر ''دواوین جدید ۸۶۴۴''۔ مجموعۂ قصائد ۔ سائز ۹ × ۱/۲ ۶" ۔ صفحات ۴۳ ۔ خط نستعلیق ۔ ناقص الآخر ۔ ''پہلے ایک دیباچہ فارسی زبان میں ہے ۔ اس کے بعد قصائد کا آغاز ہے ۔ اس کے بعد کچھ رباعیات ہیں اور مدح آصف الدولہ میں ایک قصیدہ تحریر ہے''۔ (آصفیہ ، اول ، صص ۸۵ - ۸۴)

بنارس یونیورسٹی لائبریری میں کلام سودا کے نو نسخے ہیں :

۳۹- لائبریری نمبر ۳ - U.IX/۱/۶۸ - ''مجموعۂ قصائد'' - (نوادر بنارس ، اُردو ، ص ۱۷)

۴۰- لائبریری نمبر ۳ - U.IX/۳/۶۸ - ''کلیات'' - (ایضاً)

۴۱- لائبریری نمبر ۳ - U.IX/۴/۶۸ - ''کلیات'' (فارسی کلام بھی شامل ہے) - سال کتابت ۱۹۱۶ء - (ایضاً)

۴۲- لائبریری نمبر ۳ - U.IX/۵/۶۸ - ''کلیات مع دیباچۂ اصلح الدین'' - (ایضاً)

۴۳- لائبریری نمبر ۳ - U.IX/۶/۶۸ - ''کلیات'' (انتخاب) - (ایضاً)

۴۴- لائبریری نمبر ۳ - U.IX/۶۹ - ''قصائد'' - (ایضاً)

۴۵- لائبریری نمبر ۳ - U.IX/۱/۷۰ - ''دیوان'' - اس میں صرف غزلیں ہیں - (ایضاً)

۴۶- لائبریری نمبر ۳ - U.IX/۲/۷۰ - انتخاب غزلیات - (ایضاً)

۴۷- لائبریری نمبر ۳ - U.IX/۷۱ - قصائد - (ایضاً ، ص ۷۲)

انجمن ترقی اُردو ہند میں کلام سودا کے بیس نسخے ہیں :

۴۸- فہرست نمبر ۴۴۸ - کلیات - سال کتابت ۱۱۹۵ھ - (اُردو ادب ، مارچ ، ۱۹۵۳ء ، ص ۱۴۹)

۴۹- فہرست نمبر ۴۴۹ - کلیات - (ایضاً).

۵۰- فہرست نمبر ۴۵۰ - کلیات - (ایضاً)

۵۱- فہرست نمبر ۴۵۱ - دیوان - سالِ کتابت ۱۱۹۳ھ - (ایضاً)

۵۲- فہرست نمبر ۴۵۲ - دیوان - سالِ کتابت ۱۲۶۸ھ - (ایضاً)

۵۳- فہرست نمبر ۴۵۳ - دیوان - (ایضاً ، ص ۱۵۰)

۵۴- فہرست نمبر ۴۵۴ - دیوان - (ایضاً)

۵۵- فہرست نمبر ۴۵۵ - دیوان - (ایضاً)

۵۶- فہرست نمبر ۴۵۶ - دیوان - (ایضاً)

۵۷- فہرست نمبر ۴۵۷ - دیوان - (ایضاً)

۵۸- فہرست نمبر ۴۵۸ - دیوان - (ایضاً)

۵۹- فہرست نمبر ۴۵۹ - دیوان - (ایضاً)

۶۰- فہرست نمبر ۴۶۰ - ''انتخـابِ کلام (مخمسات)'' - (ایضاً)

۶۱- فہرست نمبر ۴۶۱ - ''کلامِ سودا'' - (ایضاً)

۶۲- فہرست نمبر ۵۵۰ - قصائد - (ایضاً ، ص ۱۵۴)

۶۳- فہرست نمبر ۵۵۱ - قصائد - (ایضاً)

۶۴- فہرست نمبر ۵۵۲ - قصائد - (ایضاً)

۶۵- فہرست نمبر ۵۵۳ - قصائد - سالِ کتابت ۱۳۰۳ھ - (ایضاً)

۶۶- فہرست نمبر ۵۵۴ - قصائد - (ناقص) - (ایضاً ، ص ۱۵۵)

۶۷- فہرست نمبر ۵۵۵ - قصائد (ناقص) - (ایضاً)

جون ریلنیڈ لائبریری مانچسٹر میں کلیات کے دو نسخے ہیں :

۶۸- لائبریری نمبر ''ہندوستانی ۱۷'' - مکتوبہ ۱۸۰۰ء - (معاصر ، حصہ ۱۰ ، ص ۲۷)

۶۹- لائبریری نمبر ''ہندوستانی ۳۴'' - (ایضاً)

۰ے- نسخۂ دیوان ، کلیولینڈ پبلک لائبریری ، اوہائیو (امریکہ) :

"ناقص - نستعلیق خط - اوراق ۲ے - سائز ۱۰؍۹ × ٦" - دو کالمی - ۱۵ سطری - . . . نمبر WO 91.991432 SA 85" - (اُردو ادب ، ۱۹٦۸ء ، شمارہ ۲ ، ص ۹۸)

کارسیں دتاسی کے کتب خانے میں کلام سودا کے چار نسخے تھے :

۱ے- فہرست نمبر ۲۸۱ے - کلیات - " . . . سلام و مراثی کی کمی - بہت خوبصورت مخطوطہ ، عطیہ N. Bland - نوشتہ ۱ے۹۰ء" - (نوائے ادب ، بمبئی ، جنوری ۱۹۵۸ء ، ص ۳۱)

۲ے- فہرست نمبر ۲۸۱۸ - دیوان - دواوین یقین و درد کے ساتھ مجلّد - صفحات ۳۹۰ - (ایضاً)

۳ے- فہرست نمبر ۲۸۱۹ - دیوان - (ایضاً)

۴ے- فہرست نمبر ۲۸۲۱ - دیوان - (دیوان ولی کے ساتھ مجلّد) اس میں مثنوی "شاہ و گدا" [درویش] شامل ہے - (ایضاً)

جامع مسجدگورکھپور میں کلیات سودا کے دو نسخے ہیں :

ڈاکٹر محمود الٰہی نے "اُردو ادب" ، علی گڑھ ، شمارہ ۲ ، ۳ ، ۱۹٦۲ء (صص ۱۸ - ۱) میں "کلیات سودا کے دو قلمی نسخے" کے عنوان کے تحت ایک مقالہ لکھا ہے - ذیل کی اطلاعات اسی مقالے سے ماخوذ ہیں :

۵ے- صفحات ۸٦۸ - پہلے صفحے پر ۱۲۲۹ھ کی مہریں اور ۱۲۴۲ھ کی ایک عبارت ہے - اس میں "مرثیے کے علاوہ ہر صنف سخن شامل ہے" - مندرجات :

فارسی قصیدے	ص ۲ تا ٦
فارسی غزلیں	ص ۸ تا ۴۳

جو ورق شمار میں نہیں آئے وہ سادہ ہیں ۔

''نسخے کی کتابت کسی اچھے کاتب نے کی ہے۔ اس کے بعض صفحات کیرم خوردہ ہیں جس سے تقریباً دو سو اشعار متاثر ہوئے ہیں اور ان کا متن صحیح نہیں پڑھا جا سکتا . . . اُردو غزلیات (ردیف الف) کے سلسلے کا غالباً ایک ورق غائب ہے''۔

قصیدے ۴۲ ہیں ۔ مثنویاں ۱۵ ہیں۔ تین مثنویاں ''منقبت'' ، ''مثنوی در احوال مرزا فاخر'' اور ''مثنوی در ہجو دایہ بچو'' کلیات مطبوعہ (مرتبۂ آسی) میں شامل نہیں ہیں ۔ مخمسات ۲۲ ہیں ، ان میں سے بعض کا متن مطبوعہ سے مختلف ہے ، نیز بعض بند زائد ہیں ۔ مخمسات ہی کے باب میں ایک مسدس ، ایک ترجیع بند اور ایک واسوخت ہے ۔ ۳۴ قطعات ہیں ، جن میں سے چار غیر مطبوعہ ہیں ۔ ''اس نسخے میں لگ بھگ سو غزلیں مطبوعہ کلیات کے مقابلے میں کم ہیں ، نیز یہ کہ بعض غزلوں میں اشعار کی تعداد کم ہے'' ۔ زیر نظر نسخے میں بعض ایسے اشعار بھی ہیں جو مطبوعہ کلیات میں نہیں ہیں ۔

۷۶- یہ کلیات سودا کا انتخاب ہے - ترقیمہ حصہ غزلیات کے
آخر میں ہے جو یہ ہے : ''تمام ہوا انتخاب دیوان
غزلیات اور مطلعات اور رباعیات مرزا محمد رفیع سودا کا
بروز پنجشنبہ بوقت گذشتن سہ پہر از شب جمعہ تاریخ
دوم شہر رجب المرجب ، ۱۲۳۰ فصلی'' -

''اس نسخے کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں
قصائد وغیرہ کے عنوانات فارسی کے بجائے اُردو میں ہیں
... مرتب یا کاتب نے اس نسخے کو دو حصوں میں
تقسیم کر دیا ہے - پہلا حصہ غزلیات ، مطلعات اور
رباعیات پر مشتمل ہے - دوسرے حصے میں قصائد ،
مخمسات ، واسوخت اور مثنویاں ہیں - پہلا حصہ مکمل
ہے ... دوسرا حصہ ناقص الآخر ہے ... انتخاب
میں بڑی سختی برتی گئی ہے ، نہ صرف یہ کہ غزلوں
وغیرہ کا بڑا حصہ نظر انداز کر دیا گیا ہے ، بلکہ جن
غزلوں کا انتخاب کیا گیا ہے اُن کے بھی بعض شعر
شامل نہیں کیے گئے - پہلا حصہ ۱۲۸ صفحات پر مشتمل
ہے - مسطر ۱۵ سطری ہے - یہ حصہ غزلیات سے شروع
ہو کر پہیلی پر ختم ہو جاتا ہے - اس میں ۳۱ مطلعے ،
۵ رباعیاں ، ایک قطعہ (در تہنیت سالگرہ نواب
شجاع الدولہ بہادر) ایک پہیلی اور ۲۲۳ غزلیں شامل
ہیں'' -

غزلوں میں بعض ایسے اشعار بھی ہیں جو مطبوعہ
کلیات میں نہیں ہیں - ''دوسرا حصہ قصائد سے شروع
ہوتا ہے - اس میں کل ۱۴ قصیدے ہیں ... قصائد کے
بعد تین مخمسات ہیں ... اس کے بعد واسوخت ہے
... اس کے بعد مثنویات ہیں'' -

۷۷- **نسخۂ شاہان اودھ (کلیات) :**

فہرست نمبر ۷۰۳ - **مشمولات :**

قصائد	۲۳۰ صفحات

غزلیات ، رباعیات وغیرہ	۳۲۴ صفحات
قطعات و قطعاتِ تاریخ	۳۲ صفحات
پہیلیاں	۴ صفحات
۹۵ سلام اور مراثی	۳۲۴ صفحات
مثنویات و متفرق منظومات مع فارسی نثر	۴۰۰ صفحات

(شاہان اودھ ، ص ۶۳۶)

۷۸- نسخہ پرنسٹن یونی ورسٹی لائبریری (امریکہ) - (کلیات) :
فہرست نمبر ۱۸۳ - اوراق ۴۵۵ - سائز ۳۶٫۲ × ۲۲ س م - دو کالمی - سطور ۱۳ - اس میں دس[1] رنگین قلمی تصاویر ہیں - انیسویں صدی عیسوی کی ابتدا کا نسخہ ہے - مشمولات :

قصائد	ورق ۱ تا ۱۰۵
مراثی	ورق ۱۰۶ تا ۱۷۸
فارسی غزلیات	ورق ۱۷۹ تا ۱۹۵
اُردو غزلیات	ورق ۱۹۶ تا ۳۶۱
مثنویات	ورق ۳۶۲ تا ۴۵۵

(پرنسٹن ، ص ۸۳ - اُردو ادب ، ۱۹۶۸ء ، شمارہ ۲ ، ص ۹۰)

بوڈلین لائبریری میں کلامِ سودا کے دو نسخے ہیں :

۷۹- فہرست نمبر ۲۳۲۳ (۱۶) - (کلیات) - اوراق ۳۸۰ - دو کالمی - سطور ۱۶ فی کالم - خط شکستہ - لوح منقش - سائز $\frac{۷}{۸}$۸ × ۶" - ورق ۹۷ سے ورق ۱۰۵ تک کی

۱- ڈاکٹر گوپی چند نارنگ نے تصاویر کی تعداد سات لکھی ہے - (اُردو ادب ، محولہ بالا)

شیرازہ بندی غلط ہوئی ہے ۔ مشمولات :

رسالہ سبیل ہدایت	ورق ۱ ، ب
سلام و مراثی	ورق ۱۸ ، الف
قصائد	ورق ۶۳ ، الف
قطعات	ورق ۱۳۵ ، الف
رباعیات	ورق ۱۵۶ ، ب
پہیلیاں	ورق ۱۶۰ ، الف
غزلیات فارسی	ورق ۱۶۲ ، ب
متفرق منظومات (مع واسوخت)	ورق ۲۷۰ ، الف
مخمسات و مثنویات	ورق ۳۱۹ ، الف

(بوڈلین ، دوم ، صص ۹۳ - ۱۲۹۲)

۸۰- فہرست نمبر ۲۲۲۳ (۱۷) - (دیوان) اوراق ۲۰۵ - سطور ۱۱ - خط نستعلیق - سائز $11\frac{1}{2} \times 7\frac{3}{4}$" -

مشمولات :

غزلیات	ورق ۱ ، الف
فردیات و رباعیات	ورق ۸۰ ، ب
مخمسات	ورق ۸۲ ، ب
قصائد	ورق ۱۱۲ ، ب
مثنویات	ورق ۱۷۰ ، ب
قطعات	ورق ۲۰۱ ، ب
مزید فردیات و رباعیات	ورق ۲۰۳ ، ب
تہنیت عید	ورق ۲۰۵ ، الف

اس نسخے کی کتابت احتیاط سے کی گئی ہے - (بوڈلین ، دوم ، ص ۱۲۹۳)

۸۱- نسخۂ ایشیاٹک سوسائٹی لندن - (کلیات) :

فہرست نمبر ''ہندوستانی ۷'' - خط نستعلیق - اوراق ۳۸۵ - سطور ۱۵ - سائز $10\frac{1}{2} \times 7$" - (ایشیاٹک ، لندن ، ص ۵۳۶)

ادارۂ ادبیات اُردو ، حیدر آباد دکن میں کلام سودا کے دس نسخے ہیں :

۸۲- فہرست نمبر ۳۷ - (دیوان) - اوراق ۳۸ - سطور ۱۵ - سائز ۸ ۳/۴ × ۵ ۱/۲" - خط نستعلیق پاکیزہ - ''حاشیے پر کاتب نے سودا کے متعدد اشعار اور غزلوں کا اضافہ کیا ہے . . . یہ دیوان غزلوں سے شروع ہوتا ہے جن کے آخر میں دو تین مخمس اور ایک قصیدہ در شان بسنت خاں درج ہیں - مخمسوں کے بعد ہم عصر شعرا مثلاً آرزو ، فطرت ، مظہر . . . وغیرہ کی غزلوں کا انتخاب درج ہے اور سراج کی مثنوی سوز و گداز پوری نقل کی گئی ہے - اس نسخے میں سودا کے تقریباً سات سو اشعار ہیں''- کاتب ، غلام حسین بیدری- مکتوبہ ۱۲۲۳ھ بمقام بیدر - (ادارۂ ادبیات : اول ، ص ۹۹)

۸۳- فہرست نمبر ۸۷ - (کلیات) - اوراق ۱۳۴ - سطور ۱۵ - سائز ۹ × ۵ ۱/۲" - خط نستعلیق پاکیزہ - ''نفیس اور ایک حد تک مکمل نسخہ ہے . . . ابتدائی ۷۰ ، اوراق غزلیات پر مشتمل ہیں جن میں تقریباً دو ہزار اشعار ہیں - اس کے بعد رباعیاں . . . ہیں جن کی تعداد پچیس ہے - ایک صفحہ فردیات کے لیے وقف ہے - ورق ۷۵ سے مخمسات و مسدسات شروع ہوتے ہیں جن کا سلسلہ ورق ۹۵ پر ختم ہوتا ہے - ورق ۹۵ کے وسط سے مثنویاں شروع ہوتی ہیں جو ورق ۱۱۱ پر ختم ہوتی ہیں - یہ تقریباً پانچ سو ابیات پر مشتمل ہیں - ورق ۱۱۲ سے قصیدے لکھے گئے ہیں جن کی تعداد آٹھ ہے اور جو ورق ۱۳۲ پر ختم ہوتے ہیں - آخر میں پھر پانچ صفحات کا ایک مخمس لکھ کر کلیات کو ختم کیا گیا ہے . . . یہ نسخہ خوبیٔ کتابت کے علاوہ تاریخی قدامت کے لحاظ سے بھی نہایت اہم ہے کیونکہ سودا کی وفات سے صرف سولہ سترہ سال بعد ہی لکھا گیا

گیا ہے'' ۔ ترقیمہ : ''تمام شد مخمس مرزا محمد رفیع سودا ، ۲۹ شوال المکرم ۱۲۱۳ھ روز شنبہ بخط اضعف العباد ہیم راج متصدی پیشہ قوم کایستھ سکسینہ۔ قیمت کتاب دہ روپیہ گرفتہ شد'' ۔ (ایضاً ، اول ، ص ۱۰۲)

۸۴- فہرست نمبر ۹۷ - (کلیات) - اوراق ۱۸۴ - سطور ۱۳ - سائز ۷½ × ۴½" - خط نستعلیق جلی - ''یہ سودا کی وفات کے ایک سال کے اندر ہی مرتب ہوا ہے . . . آغاز میں اصلح الدین کا لکھا ہوا فارسی نثر میں دیباچہ ہے'' - ترقیمہ دیباچہ : ''بروز چہار شنبہ و بتاریخ بیست و ہفتم جمادی الثانی ۱۱۹۵ ہجری تحریر یافت :

جمع این اوراق از باد پریشانی مصئون
ہست تا بر لوح امکان نقش ہستی آشکار''

''دیباچے کے بعد ۱۹ قصیدے نقل کیے گئے ہیں - ان کے بعد مثنویاں اور مرثیے ہیں - یہ حصہ ورق ۹۳ پر ختم ہو جاتا ہے'' - اس حصے کا ترقیمہ : ''دیوانِ سودا بخط لالہ دولہ رائے جیو و مکھن لعل بروز دو شنبہ بتاریخ بیست و پنجم جمادی الثانی ، ۱۱۹۵ھ صورت تحریر پذیرفت - تمت تمام شد'' - ''غزلوں کا حصہ ورق ۹۴ سے شروع اور ۱۵۹ پر ختم ہوتا ہے اور پھر رباعیاں شروع ہوتی ہیں جن کے بعد ورق ۱۶۰ ، ب سے مخمسات لکھی گئی ہیں'' - اس حصے کا ترقیمہ : ''بتاریخ ہشتم جمادی الثانی بروز جمعہ ۱۱۹۵ھ تحریر یافت'' - (ایضاً ، اول ، صص ۴ - ۱۰۳)

۸۵- فہرست نمبر ۸۰ - (منتخب دیوان) - اوراق ۵ - سطور ۱۴ - سائز ۹ × ۵½" - خط نستعلیق - ''یہ نسخہ اوائل تیرھویں صدی ہجری کی کتابت ہے - معلوم ہوتا ہے کہ مہاراجہ چندو لال شاداں کی فرمایش پر یا اُن کے زمانے میں مرتب کیا گیا ہے - اس میں سودا کی مختلف

غزلوں کے سو سے زیادہ منتخب اشعار جمع کیے ہیں''۔
(ایضاً ، اوّل ، ص ۱۰۳)

۸٦- فہرست نمبر ۵۳۵ - (انتخابِ کلام) - اوراق ۹ - سائز ۹ × ۵½" ''. . . کاتب کم سواد ہے۔ اُس نے بلا ترتیب سودا کی مختلف غزلیں درج کر دی ہیں۔ اکثر اشعار غلط نقل کیے ہیں۔ مخطوطہ ناقص الطرفین ہے'' ۔ (ایضاً ، سوم ، صص ۷۰-٦۹)

۸۷- فہرست نمبر ۵۹۸ - (دیوانِ فارسی کے منتشر اوراق) - اوراق ۳ - سطور ۱۵ - سائز ۹ × ۵½"- ''ان [اوراق] میں ردیف الف کی ٦ ، اور ردیف ت کی ۵ غزلیں درج ہیں'' ۔ (ایضاً ، سوم : ص ۲۰۵)

۸۸- فہرست نمبر ۵۹۹ - (مجموعہ قصائد اُردو) - تعداد اوراق درج نہیں - سطور ۱۵ - سائز ۸½ × ۵½" - رواں نستعلیق - تعداد قصائد ۴۰ - ناقص الآخر - ''غالباً مہاراجہ چندو لال کے لیے اس کی نقل کی گئی تھی - کتابت ۱۲۵۰ھ کے قریب ہوئی ہے - ان قصائد کے آگے سودا کی ۴ فارسی غزلیں بھی درج ہیں - معلوم ہوتا ہے کہ نسخہ نمبر ۵۹۸ [مذکورہ نمبر ۸۷] میں جو فارسی کلام ہے وہ اسی سے مسلسل ہے'' - (ایضاً ، سوم ، صص ۲۰۵-۷)

۸۹- فہرست نمبر ۷۵۵ - (کلیات) - اوراق ۳۹٦ - سطور ۱۴ - سائز ۱۱½ × ۷½" - ''یہ مخطوطہ . . . اہم ، مکمل اور خوش خط ہے - سودا کی وفات کے بعد ہی لکھنؤ میں خاص احتیاط اور صحت کے ساتھ لکھوایا گیا ہے - اس میں ان کا جملہ فارسی و اُردو کلام درج ہے . . . ہر حصۂ کلام کی پیشانی پر طلائی لاجوردی نقش و نگار بنائے گئے ہیں . . . آغاز ایک مسجد کے تاریخی قصیدے (کذا) سے ہوتا ہے . . . اس کے بعد غزلیات شروع کی ہیں . . . فارسی غزلیں جملہ ردیفوں میں ہیں -

ان کے بعد فارسی قطعات ہیں ۔ پھر اُردو قصائد سے کلیاتِ اُردو شروع ہوتی ہے" ۔ یہ مخطوطہ مولانا حسرت موہانی اور ڈاکٹر حفیظ سیّد کی تحویل میں رہ چکا ہے ۔ (ایضاً ، چہارم ، ص ۹۸ - ۹۷)

۹۰- فہرست نمبر ۸۸۹ - (دیوان غزلیات) - اوراق ، درج نہیں - فی صفحہ ۱۰ شعر - سائز ۱۲ × ۷" - "زیرِ نظر مخطوطہ غالباً سودا ہی کی زندگی میں بہت ہی جلی حروف میں نہایت اعلیٰ پایہ خط میں . . . لکھا گیا ہے . . . یہ دراصل دیوان غزلیات ہے . . . صرف دو صفحے بعنوان 'قصائدات' لکھ کر اُن کے ایک مشہور قصیدے [ہے چرخ جب سے ابلق ایام پر سوار] کے ۱۱ شعر لکھے ہیں . . . اس دیوان میں جملہ ردیفوں میں مکمل غزلیں ہیں . . . [غزلوں کے بعد] . . . دس رباعیاں اور دو بندوں کا ایک مخمّس نقل کیا ہے - پھر پانچ صفحات خالی چھوڑ کر 'قصائدات' کا عنوان قائم کرکے دو صفحے لکھے ہیں ۔ اس کے بعد صفحہ خالی چھوڑ دیا ہے - پھر نئے صفحے سے . . . غزلیں لکھنی شروع کی ہیں ۔ اس حصۂ غزلیات میں چار ورق ہیں" ۔ (ایضاً ، چہارم ، ص ۳۹ - ۲۴۸)

۹۱- فہرست نمبر ۹۲۳ - (دیوان) - اوراق ۷۰ - سطور ۱۵ - سائز ۹ × ½ ۵" - "صرف اُردو کلام پر مشتمل ہے . . . ابتدائی ۶۰ ، اوراق میں غزلیں درج ہیں جو جملہ ردیفوں میں ہیں ۔ ان میں تقریباً ایک ہزار اشعار ہیں ۔ . . . غزلیات کے بعد قصیدے اور مخمّس شروع کیے گئے ہیں . . . خط نستعلیق شکستہ . . . کاغذ بوسیدہ اور کیرم خوردہ ہو گیا ہے" ۔ (ایضاً ، پنجم ، ص ۷۳ - ۷۲)

۹۲- **نسخۂ کتب خانۂ محبوب علی ، حیدر آباد دکن (دیوان) :**

صفحات ۲۱۶ - سائز ½ ۱۲ × ½ ۱۱" - کیرم خوردہ -

(فہرست کتب خانۂ ہذا ، ص ۱۹۷)

۹۳- نسخۂ جامعہ نظامیہ ، حیدر آباد دکن (دیوان) :
فہرست نمبر ۸۵ - ناقص الآخر - (نوائے ادب ، بمبئی
اپریل ، ۱۹۶۴ء ، ص ۳۹)

۹۴- نسخۂ کتب خانۂ کلّیہ جامعہ عثمانیہ ، حیدرآباد دَ
(کلیات) :
فہرست نمبر ۹۴ - اوراق ۳۹۶ - سطور ۱۵ - سا
$9\frac{3}{4} \times 6\frac{1}{4}$" - خط نستعلیق - بے حد کیرم خوردہ
ناقص الاوسط - ''کلیات کے ورق ۱ ، ب اور ۲ ، ال
پر حکیم سیّد اصلاح الدین [اصلح الدین ؟] خ
مرتّب دیوان کا فارسی دیباچہ ہے - اس کے بعد
فارسی دیوان شروع ہوتا ہے جو ۱۷ ، ب پر ختم ہو
ہے . . . قصائد ورق ۱۸ ، ب سے شروع ہوتے ہ
. . . قصائد کے اختتام پر غزلوں کا دیوان شرو
ہوتا ہے . . . غزلیات کے اختتام سے قطعات ، مخمّسات
مثنویاں ، ہجو میر تقی مرثیہ گو ، مرثیے ، ہجو
اسی ترتیب سے لکھی ہوئی ہیں - ہجویں ناتمام ہیں''
(مخطوطات جامعہ عثمانیہ ، صص ۵۲ - ۱۴۹)

ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ کی لائبریری میں کلامِ سودا کے چ
نسخے ہیں :

۹۵- فہرست نمبر ۵۸ (دیوان) - لائبریری نمبر ۴۷
(فہرست ایشیاٹک سوسائٹی ، ص ۳)

۹۶- فہرست نمبر ۱۰۴ (کلیات) - لائبریری نمبر ۹۶۹
(ایضاً ، ص ۴)

۹۷- فہرست نمبر ۱۲۶ (مجموعۂ قصائد) ، لائبریری نم
۶۷ - (ایضاً)

۹۸- فہرست نمبر ۷ (کلیات) - اس نسخے پر لائبریری نم
درج نہیں ہے ، فہرست میں بھی اس کا اندراج علیحد

سلسلہ نمبر کے تحت ہے (ایضاً ، ص ۱۰) ۔ ممکن ہے
یہ وہی نسخہ ہو جس کا ذکر اشپرنگر نے کیا ہے ۔
یہ ۱۲۱۲ھ کا مکتوبہ نسخہ ہے اور لائبریری نمبر ۴۶
ہے ۔ (شاہان اودھ ، ص ۶۳۶)

۹۹- فورٹ ولیم کالج میں بھی کلیات کا ایک نسخہ تھا ۔
(شاہان اودھ ، ص ۶۳۶)

برٹش میوزیم ، لندن میں کلامِ سودا کے آٹھ نسخے ہیں :

۱۰۰- فہرست نمبر ۵۷ (کلیات) ۔ اوراق ۳۳۴ ۔ سائز
۸ × ۱۲½" ۔ سطور ۱۷ ۔ خط نستعلیق ۔ ظاہرا انیسویں
صدی عیسویں کے آغاز کا نسخہ ۔ مشمولات :

(۱) دیباچہ فارسی از سودا ورق ۳ ، ب
(۲) دیوان غزلیات ، چند فارسی غزلیں بھی ہیں ، آخر
میں فردیات ، رباعیات اور قطعات

ورق ۵ ، ب

(۳) دیوان قصائد ۔ اس دیوان کے ساتھ چند مثنویات ،
مخمسات اور ایک ترجیع بند (در ہجو ضاحک)

ورق ۱۵۰ ، ب

(۴) مثنویات ورق ۳۰۷ ، الف
(۵) اعتراضات بر سلام و مرثیہ میر محمد تقی

ورق ۳۲۱ ، ب

(برٹش میوزیم ، ہندوستانی ، صص ۳۰ - ۲۹)

اس نسخے کے بارے میں ڈاکٹر شمس الدین
صدیقی نے یہ معلومات فراہم کی ہیں :

"... دو مختلف کاتبوں نے کتابت کی ہے جن
میں سے ایک کا نام مردان علی ہے ، دوسرے
کا نام معلوم نہیں ۔ تاریخ ۱۲۰۳ھ مطابق
۸۹ - ۱۷۸۸ء ۔ تقریباً ۱۱۰۰۰ ، ابیات ۔ یہ نسخہ
اصل میں دو نسخوں کی نمایندگی کرتا ہے کیونکہ

کئی ابیات کی متبادل قرأتیں بھی حاشیے میں دی
گئی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کاتبوں کے
پیشِ نظر دو نسخے تھے جن سے وہ نقل کر رہے
تھے اور انھوں نے کسی ایک قرأت کو اختیار
کرنے اور دوسری، کو مسترد کرنے کے بجائے
ایک قرأت متن میں دی اور دوسری حاشیے میں ۔
نیز حاشیے میں بعض صفحوں پر اضافی ابیات ہیں
جو بظاہر اصل کتابت مکمل ہو جانے کے بعد
اُس وقت لکھی گئی ہیں جب یہ محسوس کیا گیا
کہ غلطی سے وہ اصل متن میں شامل ہونے سے
رہ گئی ہیں . . . کاتبوں نے کتابت میں بہت
بے پروائی کا مظاہرہ کیا ہے ۔ بے شمار غلطیاں
کی ہیں اور بہت سے لفظ چھوڑ گئے ہیں'' ۔
(کلیاتِ سودا ، اوّل ، صص ۲۱ - ۲۰)

۱۰۱- فہرست نمبر ۵۸ (کلیات) ۔ اوراق ۳۷۶ ۔ سائز
۱۵ × $8\frac{1}{2}$'' ۔ سطور ۱۵ ۔ خط نستعلیق ۔ ظاہرا
اُنیسویں صدی عیسوی کے آغاز کا مکتوبہ ۔ فہرست نگار
کے بقول اس نسخے کے مشمولات نسخۂ کلیات فہرست
نمبر ۵۷ (مذکورہ بالا نمبر ۱۰۰) کے مطابق ہیں ۔
فرق صرف یہ ہے کہ زیرِ بحث نسخے کی ترتیب ،
نسخۂ ثانی الذکر سے بہتر ہے ۔ (برٹش میوزیم ،
ہندوستانی ، ص ۲۹)

ڈاکٹر شمس الدین صدیقی لکھتے ہیں :

''. . . کاتب کا نام محمد امین بیگ دہلوی . . .
تقریباً ۱۱۰۰۰ ، ابیات ۔ یہ نسخہ مشمولات اور
متن کی قرأتوں کے لحاظ سے . . . [نسخۂ کلیات
انڈیا آفس ، فہرست نمبر ۱۴۸ ، مذکورہ بالا نمبر ۵]
. . . کے مماثل ہے ۔ اس میں کوئی چیز ایسی شامل
نہیں جو . . . [نسخۂ مذکور] . . . میں نہ ہو اور

معلوم ہوتا ہے کہ اُسی نسخے سے نقل کیا گیا ہے
جس سے . . . [انڈیا آفس کا مذکورہ نسخہ] . . .
نقل کیا گیا تھا ۔ اگرچہ کاتب کا نام بھی محمد
امین بیگ ہے لیکن خط کا انداز بتلاتا ہے
کہ یہ . . . مختلف شخص ہے . . . اس نسخے
میں کوئی مرثیہ یا سلام شامل نہیں ہے"۔
(کلیاتِ سودا ، اول ، ص ۲۵)

۱۰۲- فہرست نمبر ۵۹ (کلیات) ۔ اوراق ۲۴۷ ۔ سائز ۱۳ × ۸½" ۔ سطور ۱۳ (متن) ۔ ۳۰ (حواشی) ۔ خط نستعلیق ۔ مکتوبہ صفر ، شوال ، ۱۲۲۰ھ [۱۸۰۵ء] ۔ یہ نسخہ دو حصوں میں منقسم ہے ۔ اس میں تمام منظومات کو حواشی اور متن میں یک جا کر دیا گیا ہے ۔ منظومات کے عنوانات درج نہیں کیے گئے ، اس لیے ان کی شناخت میں دقت ہوتی ہے ۔ مشمولات :

حصہ اول : ورق ۱ تا ۲۱۱ ۔ اس کے مندرجات یہ ہیں ۔ دیوانِ غزلیات ، قصائد ، مخمّسات ، رباعیات ، پہیلیاں ، قطعات ، مثنویات اور کچھ دوسری مختصر نظمیں ۔ ورق ۱۶۳ ، ب سے ۱۹۲ ، ب تک "عبرت الغافلین" بھی شامل ہے جو کلیات کے مذکورہ نسخوں [دیگر نسخے : ۱۰۰ و ۱۰۱] میں نہیں ہے ۔ اس حصے کے ترقیمے میں ختمِ کتابت کی تاریخ ۲۴ صفر ، ۱۲۲۰ھ [۲۴ ، مئی ۱۸۰۵ء] درج ہے ۔ مقامِ کتابت فرخ آباد ۔

حصہ دوم : ورق ۲۱۲ تا ۲۴۷ ۔ اس میں مرثیے اور سلام ہیں ۔ ختمِ کتابت کی تاریخ ۷ شوال ، ۱۲۲۰ھ [۲۹ دسمبر ، ۱۸۰۵ء] ۔
(برٹش میوزیم ، ہندوستانی ، صص ۳۱ - ۳۰)

ڈاکٹر شمس الدین نے یہ معلومات فراہم کی

ہیں : ''تقریباً ۱۱۰۰۰ ، ابیات ۔ اس نسخے میں کتابت کی غلطیاں اور تصحیفیں زیادہ نہیں ہیں لیکن حاشیے میں اشعار کی ترتیب جا بجا غلط ہوگئی ہے ۔ کسی جگہ کوئی عنوان نہیں دیا گیا ہے'' ۔ (کلیاتِ سودا ، اوّل ، ص ۲۳)

۱۰۳- فہرست نمبر ۶۰ (انتخابِ کلام) :

اوراق ۲۰۵ ۔ سائز $6\frac{1}{2} \times 4\frac{1}{4}$" ۔ سطور ۱۱ ۔ خط نستعلیق خفی ۔ مکتوبہ ۱۱ ربیع الاوّل ، ۱۲۱۲ھ [۳ ستمبر ، ۱۷۹۷ء] ۔ مشمولات :

دیوانِ غزلیات	ورق ۲ ب
مخمسات	ورق ۸۵ ، الف
قطعات و دیگر مختصر منظومات	ورق ۱۰۹ ، الف
قصائد	ورق ۱۲۶ ، ب

(برٹش میوزیم ، ہندوستانی ، ص ۳۱)

ڈاکٹر شمس الدین صدیقی لکھتے ہیں :

''تقریباً ۴۵۰۰ ، ابیات ۔ یہ ایک پاکٹ سائز نسخہ ہے جسے برٹش میوزیم نے ولیم ارسکن سے حاصل کیا تھا ۔ اگرچہ اسے ترقیمے میں دیوان . . . کہا گیا ہے لیکن اصل میں یہ سودا کے کلام کا انتخاب ہے جس سے تقریباً دو تہائی کلام حذف کر دیا گیا ہے ۔ اس انتخاب میں بھی الحاق چیزیں خاصی ہیں ، جس نسخے سے انتخاب کیا گیا ہے اُس میں یقیناً الحاق کلام اَور بھی زیادہ ہوگا'' ۔ (کلیاتِ سودا ، اوّل ، صص ۲۲ - ۲۱)

۱۰۴- فہرست نمبر ۶۱ (انتخابِ کلام) :

اوراق ۱۳۹ ۔ سائز $8 \times 4\frac{3}{4}$" ۔ سطور ۱۹ و ۱۳ ۔ خط شکستہ آمیز اور نستعلیق ۔ ظاہرا انیسویں صدی کی

ابتدا کا نسخہ ۔ مشمولات :

حصہ اول ۔ چھ مثنویاں ورق ۱ ، الف

حصہ دوم ۔ قصائد سودا مع دیباچہ فارسی ۔ دیباچے کا پہلا صفحہ موجود نہیں نیز آخر سے ناقص ہے ۔

ورق ۱۳ ، الف

دونوں حصے الگ الگ لکھے گئے ہیں ۔ دونوں کے کاتب الگ الگ ہیں ۔ پہلا حصہ شکستہ آمیز میں ہے اور دوسرا نستعلیق میں ۔ (برٹش میوزیم ، ہندوستانی ، ص ۳۱)

۱۰۵- فہرست نمبر ۶۲ (انتخابِ کلام) :

یہ نسخہ ایک مجموعے میں ہے جو ۱۱۶ ، اوراق پر مشتمل ہے ۔ ورق ۵ ، الف سے ۸۶ ، الف تک سودا کا کلام ہے ، اور باقی اوراق میں عبدالحی تاباں کا کلام ہے ۔ سائز ۹ ۱/۲ × ۶ ۱/۲" ۔ سطور ۱۳ ۔ خط نستعلیق ۔ مکتوبہ در سورت ، ۲۰ ذیعقدہ ، ۱۲۳۶ھ [۱۹ ستمبر ، ۱۸۲۱ء] ۔ کاتب سورج بھان ۔ برائے جگت نراین بھان اور کاشی ناتھ بھان ۔ اس میں غزلیات ہیں اور آخر میں چند رباعیات ، مخمسات ، قصائد اور دیگر متفرق نظمیں ہیں ۔ (برٹش میوزیم ، ہندوستانی ، صص ۳۲ - ۳۱)

۱۰۶- فہرست نمبر ۸۲ (مجموعۂ قصائد) :

یہ مجموعہ ایک بیاض میں شامل ہے ۔ بیاض کے اوراق کی تعداد ۱۱۴ ہے اور قصائد سودا ، ورق ۳۵ ، ب سے ۵۹ ، الف تک ہیں ۔ سائز ۱۰ × ۶ ۱/۲" ۔ سطور ۹ ۔ خط نستعلیق ۔ مکتوبہ غالباً ۱۸۳۶ء ۔ (برٹش میوزیم ، ہندوستانی ، صص ۸۳ - ۸۲)

۱۰۷- فہرست نمبر او ۔ آر ۱۲۱۱۷ ۔ (کلیات) :

اس نسخے کا ذکر فہرست میں نہیں ہے ۔ ڈاکٹر

شمس الدین صدیقی نے ذیل کی معلومات فراہم کی ہیں :

"اوراق ۲۸۹ . . . پندرہ سطریں ، سائز ۱۳ × ۹"،
خط گوارا نستعلیق ۔ کاتب . . . محمد امین بیگ ،
تاریخِ کتابت ۱۲۰۱ھ مطابق ۸۷ - ۱۷۸۶ء
بمقام لکھنؤ ۔ تقریباً ۱۱۵۰۰ ، ابیات ۔ اس نسخے
پر شمس الدولہ نجم الملک نواب احمد علی خان
بہادر کی مہر لگی ہوئی ہے جو غازی الدین
حیدر شاہ اودھ کے چھوٹے بھائی تھے ۔ یہ فرض
کیا جا سکتا ہے کہ یہ نسخہ والیانِ اودھ کے
کتب خانے کے لیے لکھوایا گیا تھا ۔ برٹش
میوزیم میں پہنچنے سے پہلے یہ حکیم سیّد علی آشفتہ
کی ملکیت میں تھا ۔ کاتب کے خط کا انداز بتاتا
ہے کہ یہ وہی محمد امین بیگ ہے جس نے . . .
[نسخۂ کلیات ، انڈیا آفس ، فہرست نمبر ۱۳۸ ،
مذکورہ بالا نمبر ۵] . . . کی کتابت کی ہے ۔
اس مخطوطے میں آٹھ کتابی تصویریں ہیں یعنی
(۱) ایک شبیہ عالم گیر ثانی کی (۲) ایک شبیہ
عمادالملک غازی الدین خاں کی (۳) ایک شبیہ
شاہ عالم بادشاہ کی (۴) ایک جنگ کا منظر مابین
شجاع الدولہ والیٔ اودھ و افغانانِ روہیل کھنڈ (۵)
ایک شبیہ آصف الدولہ والیٔ اودھ کی (۶) ایک
تصویر گھوڑے اور اُس کے سوار کی (۷) ایک
تصویر والدۂ مرزا حسن کی ، اور (۸) ایک
تصویر پہلوانوں کے اکھاڑے کی ۔

اس نسخے میں وہ تمام کلام شامل ہے جو
. . . [انڈیا آفس کے محولہ بالا نسخے] . . . میں
موجود ہے سوائے . . . دو غزلوں کے . . . نیز
اس نسخے میں ایسی بھی بہت سی چیزیں ہیں جو
. . . [انڈیا آفس کے محولہ بالا نسخے] . . . میں

شامل نہیں . . . کتابت کی غلطیاں اور تصحیفیں
خاصی ہیں - کوئی مرثیہ یا سلام شامل نہیں ہے -
(کلیات سودا ، اوّل ، صص ۲۰ - ۱۹)

۱۰۸- نسخۂ اسکول آف اورینٹل اینڈ افریقن اسٹڈیز ، لندن -
(انتخاب کلام) :

لائبریری نمبر ۱۵۱۲ - اوراق ۷۶ - سطور ۱۱ -
خوش خط نستعلیق - تاریخ کتابت ۱۸۰۲ء بمقام کلکتہ -
(کلیات سودا ، مرتبہ ڈاکٹر شمس الدین صدیقی ، اوّل ،
ص ۲۸)

۱۰۹- نسخۂ قاضی عبدالودو (پٹنہ) :

قاضی عبدالودود نے رسالہ ''سویرا''، لاہور ، شمارہ ۲۹
میں ''کلیات سودا کا پہلا مطبوعہ نسخہ'' کے عنوان سے
(صص ۶۳ - ۷۴)نسخۂ مطبوعہ مطبع مصطفائی دہلی کے
بارے میں ایک مقالہ لکھا تھا ، اس میں انھوں نے
کلیات کے ایک قلمی نسخے سے ایسے اشعار درج کیے ہیں
جو مطبع مصطفائی کے نسخے میں نہیں ہیں - قلمی نسخے
کے بارے میں قاضی صاحب نے یہ معلومات فراہم
کی ہیں :

"نسخہ ۱۲۱۲ فصلی ، مکتوبہ شیخ نعمت علی ،
بمقام جونپور ، مہاراجہ دلیپ نراین کے لیے
نقل ہوا تھا - یہ غالباً بابو دلیپ نراین سنگھ
برادر راجہ بنارس ہیں جو اہل علم کے بڑے
مربی تھے . . . یہ نسخہ بہت غلط ہے''- (مقالہ
مذکور ، حاشیہ ، ص ۵۹)

۱۱۰- نسخۂ برلن :

اس نسخے کے متعلق قاضی عبدالودود لکھتے ہیں :
''ابھی حال میں یہ اطلاع ملی ہے کہ خود سودا
کے ہاتھ کا لکھا ہوا کلیات برلن میں موجود ہے -

جب تک اُسے دیکھا نہ جائے اُس کی تصدیق نہیں کی جا سکتی" - (سویرا ، شمارہ ۲۹ ، مقالہ محولہ بالا ، ص ۴۷)

۱۹۷۰ء میں قاضی عبدالودود صاحب جب کراچی تشریف لائے تھے تو انھوں نے ۲۵ نومبر ، ۱۹۷۰ء کو آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کے ایک جلسے میں شرکت کی تھی ، جلسے کے اختتام پر ایوب قادری صاحب نے اُن سے پوچھا "اخبارات میں خبر آئی تھی کہ سودا کے دیوان کا ایک قدیم نسخہ بریلی . . . میں ایک صاحب کے پاس ہے - اس کی کیا کیفیت ہے"- اس کے جواب میں قاضی صاحب نے فرمایا - "یہ سب غلط اور جعل ہے" - دوسرا سوال یہ کیا گیا "کیا آپ نے وہ دیوان ملاحظہ فرمایا ہے" - قاضی صاحب نے فرمایا - "بعض معتبر لوگوں نے بیان کیا ہے"- (مقالہ: "قاضی عبدالودود کی تصنیفی زندگی اور اس کے تجربات" مرتبہ محمد ایوب قادری ، سہ ماہی "العلم" ، کراچی - شمارہ جنوری تا مارچ ، ۱۹۷۱ء ، ص ۱۴)

۱۱۱- **نسخۂ عبدالقدوس پادشاہ (مدراس) :**

عبدالقدوس پادشاہ رئیس مدراس کے ذاتی کتب خانے میں تقریباً پانچ سو صفحات کا ایک ناقص الآخر مجموعہ ہے جس کے آخر میں سودا کے کلام کا انتخاب ہے - (مقدمہ ، دیوانِ بیدار ، مدراس ، ۱۹۳۵ء)

۱۱۲- **نسخۂ صولت پبلک لائبریری ، رام پور :**

فہرست نمبر ۳۷۴ - دیوانِ قصائد و ہجویات - اوراق ۵۱ - ناقص الطرفین - تیرھویں صدی ہجری کی ابتدا کا مکتوبہ - (صولت ، ص دوم ، ضمیمہ)

کتب خانۂ نیلسوف جنگ ، حیدرآباد دکن ، میں کلامِ سودا کے تین نسخے تھے :

۱۱۳- فہرست نمبر ۵۳۴۳ - دیوانِ قصائد - (فیلسوف جنگ ، فنِ دواوین وغیرہ ، ص ۸)

۱۱۴- فہرست نمبر ۵۴۶۵ - کلیات - (ایضاً ، ص ۱۴)

۱۱۵- فہرست نمبر ۵۵۲۳ - دیوانِ قصائد - (ایضاً ، ص ۱۶)

۱۱۶- رک : مخطوطہ نمبر ۸۵ -

مطبوعہ نسخے : میر شیر علی افسوس نے ''آرایشِ محفل'' کے دیباچے میں لکھا ہے کہ ''باغِ اُردو'' کی تحریر سے فراغت پانے (۱۸۰۲ء) کے بعد :

''چند اوقات . . . مرزا رفیع السودا کے کلیات کی صحت میں کاٹی [کاٹے ؟] از بسکہ وہ کاتبوں کے قلمِ جہل سے اغلط ہوگیا تھا ، جیسا چاہیے ویسا صحیح نہ ہو سکا اور نسخہ بھی دوسرا کہ بہ مرتبۂ صحیح ہو ، ہم نہ پہنچا - بہ سبب اس کے کہیں کہیں غلط رہ گیا'' -

(طبع مجلس ترقی ادب ، لاہور ، ۱۹۶۳ء ، ص ۳)

فورٹ ولیم کالج کونسل کی رپورٹ مرتّبہ ۴ اپریل ، ۱۸۰۳ء سے معلوم ہوتا ہے کہ کلیاتِ سودا تین جلدوں میں طباعت کے لیے پریس بھیجا جا چکا تھا - (گلکرسٹ ، ص ۱۹۷) افسوس نے مذکورہ اقتباس میں جس نسخے کی صحت کا ذکر کیا ہے ، یقیناً وہی نسخہ پریس بھیجا گیا ہوگا - لیکن اُس کی طباعت عمل میں نہیں آئی -

کلیاتِ سودا کے جو مختلف ایڈیشن شائع ہوئے ہیں ، اُن کی تفصیل یہ ہے :

۱- پہلی مرتّبہ کلیاتِ سودا ، مطبع مصطفائی دہلی سے طبع ہوا - تاریخِ تکمیلِ طباعت ۱۰ جمادی الثانی ، ۱۲۷۲ھ (۱۷ فروری ، ۱۸۵۶ء) ہے - متن کی تصحیح میر عبدالرحمٰن آہی (شاگرد مومن) نے کی تھی - اس نسخے کا متن غلام احمد کے مرتّبہ نسخے پر مبنی

ہے ۔ صفحات ۴۸۹ ہیں ۔ (سودا ، خلیق انجم ، ص ۴۴۸)

۲۔ مطبع نول کشور ، کانپور نے ۱۸۷۲ء (انڈیا آفس ، ہندوستانی ، ص ۷۷) ۱۸۷۳ء ، (برٹش میوزیم ، ہندوستانی مطبوعات ، ص ۲۴۸) ۱۸۸۷ء (مطابق حوالہ اوّل) اور ۱۹۱۶ء میں اس کے چار ایڈیشن شائع کیے ۔ ان کا متن بھی غلام احمد کے مرتّبہ نسخے کے مطابق ہے جسے نسخۂ مطبع مصطفائی سے نقل کیا گیا ہے ۔

۳۔ مطبع نول کشور ، لکھنؤ نے ۱۹۳۲ء میں عبدالباری آسی کا مرتّبہ نسخہ شائع کیا ۔ اپنے طریقِ تدوین کے بارے میں آسی لکھتے ہیں :

''. . . دو نسخے قلمی ، ایک مطبع مصطفائی کا مطبوعہ ، ایک قدیم نسخۂ کشوری حاصل کر کے اسی سے اس نسخے کی تصحیح کی گئی ۔ تمام نسخوں میں اختلاف ہے اور اختلاف بھی بہت شدید ۔ اسی لیے یہ طریقہ اختیار کیا گیا کہ جس کو ترجیح سمجھی گئی ویسا ہی بنایا گیا ۔ اور جو غلطی قدیم نسخوں میں بھی موجود تھی اُس کو اُسی طرح چھوڑ دیا گیا اور سمجھ لیا گیا کہ یہ صرف ہمارے نزدیک غلطی ہے ، ممکن ہے کہ خود سودا کے نزدیک صحیح ہو ۔ اور یا ہم نہ سمجھ سکے ہوں اور کوئی سمجھ لے'' ۔ (مقدمہ ، صص ۱۹ - ۱۸)

آسی نے یہ بھی بتایا ہے کہ نسخۂ مطبع مصطفائی میں ''فحش اور قابلِ گرفت'' اشعار تھے ۔ یہ اشعار نول کشوری ایڈیشنوں سے نکال دیے گئے تھے ۔ ایسے اشعار آسی نے بھی اپنے مرتّبہ نسخے میں شامل نہیں کیے ۔ اس نسخے کے بارے میں ڈاکٹر محمد شمس الدین صدیقی لکھتے ہیں :

''[اس] میں ہر قسم کی بے شمار غلطیوں کے علاوہ الحاقی کلام بھی بہت سا شامل ہے . . . یہ

ایڈیشن قریب قریب اتنا ہی ناقابلِ اعتبار ہے
جتنا کہ . . . پہلا ایڈیشن" ۔ (پیش لفظ ،
کلیاتِ سودا ، اوّل ، ص ۲)

۴۔ ڈاکٹر محمد شمس الدین صدیقی نے "کلیاتِ سودا" مرتب کر کے ۱۹۶۷ء میں لندن یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی سند لی تھی ۔ اُن کے مرتبہ متن کی پہلی جلد جو غزلیات پر مشتمل ہے ۱۹۷۳ء میں مجلس ترقی ادب ، لاہور کی طرف سے شائع ہو چکی ہے ۔ ڈاکٹر صدیقی نے نسخہ رچرڈ جانسن (دیگر نسخے : ۳) کو بنیاد بنایا ہے ، اور جو کلام اس نسخے میں نہیں تھا ، وہ بعض دوسرے نسخوں سے حاصل کیا ہے ۔ مجموعی طور پر انھوں نے دس قلمی نسخوں کو پیشِ نظر رکھ کر متن مرتب کیا ہے ، اور اختلافِ نسخ کی نشاندہی کی ہے ۔ ان کے علاوہ نو مزید قلمی نسخوں اور دو مطبوعہ نسخوں سے بھی استفادہ کیا ہے ۔ ڈاکٹر صدیقی نے کلامِ سودا کو چھ حصوں میں تقسیم کیا ہے ۔ اس تقسیم سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ کلام کا کس قدر حصہ یقینی طور پر سودا کی تصنیف ہے اور کتنے حصے کی سودا سے نسبت غیر یقینی اور مشکوک ہے ۔

سودا کا کلام انتخاب کی صورت میں بھی متعدد مرتبہ شائع ہو چکا ہے ۔ ان میں سے بعض یہ ہیں :

۱۔ کلامِ سودا کا پہلا انتخاب ۱۸۱۰ء میں فورٹ ولیم کالج کلکتہ کی طرف سے شائع ہوا تھا ۔ اسے کاظم علی جوان اور محمد اسلام نے مرتب کیا تھا (برٹش میوزیم ، ہندوستانی مطبوعات ، ص ۲۴۸) ۔ یہ انتخاب دوسری مرتبہ ۱۸۴۷ء میں شائع ہوا تھا ۔ اس کا خاتمۃ الطبع یہ ہے :

"الحمد للہ کہ انتخاب غزلیاتِ کلیات مرزا رفیع سودا کا اہتمام سے عاصی پُر معاصی غلام حیدر

ساکن ہوگلی کے مطبع اخوان الصفا میں پہلی تاریخ رجب ، ۱۲۶۳ ہجری قدسی اور پندرھویں جون ، ۱۸۴۷ء میں دوسری مرتبہ سینتیس برس بعد معدن علم و فضل جناب میجر جارج ترلیل مارشل صاحب بہادر سکرتر فورٹ ولیم کالج کے وقت میں چھاپا گیا'' ۔ (بحوالہ : اُردو مثنوی ، عقیل ، حاشیہ ، ص ۹۷)

۲- شیخ چاند نے لکھا ہے : ''۱۸۵۲ء میں منشی کریم الدین نے ایک انتخاب چھاپا تھا'' ۔ (سودا ، ص ۱۰۹)

۳- ''انتخاب کلیات قصائد وغیرہ مرزا رفیع السودا کا'' ۔ اس نام سے ایک انتخاب ۱۸۶۰ء میں آگرے سے شائع ہوا تھا ۔ (برٹش میوزیم ، ہندوستانی مطبوعات ، ص ۳۴۸)

۴- ''کالج پریس کلکتہ میں 'منتخب کلیاتِ سودا' کے نام سے ۱۱۶۸ء میں ایک دیوان چھپا تھا'' ۔ (سودا ، شیخ چاند ، ص ۱۰۹)

۵- ''منتخب قصائد مرزا رفیع سودا'' کی اشاعت ۱۸۶۸ء میں لکھنؤ سے عمل میں آئی ۔ (برٹش میوزیم ، ہندوستانی مطبوعات ، ص ۲۴۸)

۶- ''مثنویات مرزا رفیع السودا'' کے نام سے اُردو میں ہائی پرافیشنسی (High Proficiency) کے طلبہ کے لیے ایک انتخاب مرتّب کیا گیا تھا جو حکومتِ ہند کے ہوم ڈیپارٹمنٹ کے حکم سے چھاپا گیا تھا اور جسے کپتان ایچ ایس جیرٹ (Jarret) نے مرتّب کیا تھا ۔ اس کے پہلے ایڈیشن کی تاریخِ طباعت معلوم نہیں ہو سکی ۔ نظر ثانی شدہ ایڈیشن ۱۸۷۵ء میں کلکتہ سے شائع ہوا تھا ۔ اس کا ایک نسخہ انجمن ترقی اُردو کراچی کے کتب خانۂ خاص میں ہے ۔

۷- عماد الملک سیّد حسین بلگرامی نے سلسلۂ مختار اشعار کی جلد اوّل کے طور پر ۱۸۹۷ء میں آگرے سے سودا اور جرأت کے دواوین کا انتخاب شائع کیا تھا۔ یہی انتخاب ۱۹۰۲ء میں مدراس سے بھی شائع ہوا۔ دونوں مرتبہ سودا اور جرأت کے انتخابات یک جا مجلد بھی تھے اور الگ الگ بھی۔ ان دونوں اشاعتوں کے نسخے کتب خانۂ خاص، انجمن ترقی اُردو، کراچی میں ہیں۔

۸- ۱۹۲۷ء میں مطلب حسین عالی نے انتخابِ سودا شائع کیا تھا۔ (سودا، شیخ چاند، ص ۱۱۰)

۹- ثاقب کانپوری کا ''انتخابِ سودا'' ۱۹۲۷ء میں دہلی سے اور پھر ۱۹۵۶ء میں کراچی سے شائع ہوا تھا۔

۱۰- ڈاکٹر وحید قریشی کا ''انتخابِ دیوانِ سودا'' ۱۹۵۷ء میں لاہور سے شائع ہوا۔

۱۱- ''کلامِ سودا'' کے نام سے ڈاکٹر خورشید الاسلام کا مرتّبہ انتخاب انجمن ترقی اُردو ہند، علی گڑھ نے ۱۹۶۴ء میں شائع کیا۔

۱۲- ''ایک بار رباعیات کے ساتھ چند پہیلیاں جمع کرکے 'چمنستانِ ہندی' کے نام سے ایک انتخاب مرتّب کیا گیا تھا''۔ (سودا، شیخ چاند، ص ۱۰۹) اس انتخاب کا سال و مقام طباعت معلوم نہیں ہو سکا۔

مصنّف : نام مرزا محمد رفیع، باپ کا نام مرزا محمد شفیع تھا۔ ان کے آباء و اجداد بخارا سے آئے تھے۔ سودا دہلی میں ۱۱۱۸ھ [م : ۷-۱۷۰۶ء] کے لگ بھگ پیدا ہوئے۔ تعلیم دہلی میں حاصل کی، گو اس سلسلے کی تفصیلات نہیں ملتیں، تاہم اُن کے کلام سے اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنے عہد کے مروّجہ علوم، خصوصاً فارسی زبان کی تحصیل عمدگی سے کی تھی۔ سودا کے والد تجارت پیشہ تھے۔ اُن کے انتقال کے وقت سودا کو جو ترکہ ملا، وہ کچھ دنوں

میں ختم ہوگیا اور انھوں نے ملازمت کو ذریعۂ معاش بنا لیا ۔ گردیزی نے اُن کا پیشہ سپہ گری اور قائم نے مصاحبت بتایا ہے ۔ سودا نے خان آرزو کی محفلوں میں زبان و ادب کے مسائل سے آگاہی حاصل کی اور شاہ حاتم کی باقاعدہ شاگردی اختیار کی ۔ شگفتہ مزاجی اور زندہ دلی سودا کی شخصیت کے بنیادی عناصر تھے ، اس کی تصدیق اُن کے کلام سے بھی ہوتی ہے ۔ موسیقی سے بھی اُنھیں شغف تھا ۔

۱۱۷۴ھ [م : ۶۱-۱۷۶۰ء] کے لگ بھگ سودا اپنے مربّی نواب غازی الدین خان عماد الملک کے ساتھ دہلی سے نکلے اور فرخ آباد پہنچے ۔ فرخ آباد میں وہ نواب مہربان خاں رند کے متوسلین میں شامل ہوگئے ۔ ۱۱۸۵ھ [م : ۷۲-۱۷۷۱ء] میں سودا فیض آباد آئے اور شجاع الدولہ کی سرکار میں ملازم ہوگئے ۔ شجاع الدولہ کے بعد آصف الدولہ نے ان کی سرپرستی کی ، ۹۰-۱۱۸۹ھ میں جب آصف الدولہ نے فیض آباد کی بجائے لکھنؤ کو دارالحکومت قرار دیا تو سودا بھی لکھنؤ چلے آئے ۔ یہیں سودا کا انتقال ، بقول لچھمی نراین شفیق ، ۴ رجب ، ۱۱۹۵ھ [م : ۲۷ جون ، ۱۷۸۱ء] کو ہوا ۔

سودا کی زندگی ہنگامہ آرائیوں میں گزری ۔ قائم ، بقا ، حسرت ، ضاحک اور مصحفی وغیرہ سے اُن کے ادبی معرکے اُردو ادب کی تاریخ کا دلچسپ باب ہیں ۔

مآخذ : (۱) نکات ، ۳۱ ۔ (۲) گفتار ، ۳۷ ۔ (۳) ریختہ گویاں ، ۶۷ ۔ (۴) مخزن ، ۸۶ ۔ (۵) چمنستان ، ۳۲۷ ۔ (۶) طبقات ، ۱۱۹ ۔ (۷) عقد ، ۳۲ ۔ (۸) گلِ عجائب ، ۵۷ ۔ (۹) شعرائے اُردو ، ۸۲ ۔ (۱۰) شورش ، اوّل ، ۳۷۸ ۔ (۱۱) مسرت ، ۹۶ ۔ (۱۲) گلزار ، ۱۸۱ ۔ (۱۳) گلشنِ سخن ، ۱۳۹ ۔ (۱۴) ہندی ، ۱۲۵ ۔ (۱۵) عیّار ، ۳۱۹ ۔ (۱۶) حیدری ، ۶۵ ۔ (۱۷) عشقی ، اوّل ، ۳۸۰ ۔ (۱۸)

گلشنِ ہند ، ۱۰۳ - (۱۹) عمدہ ، ۳۱۷ - (۲۰) سفینۂ ہندی ، ۱۰۵ - (۲۱) مجمع ، ۸۶ - (۲۲) مجموعہ ، اوّل ، ۳۰۴ - (۲۳) دیوان ، ۱۴۱ - (۲۴) ابنِ طوفان ، ۲ - (۲۵) دستور ، ۱۴ - (۲۶) گلشن ، ۹۹ - (۲۷) بہار ، ۱۷۶ - (۲۸) انتخاب ، ۶۷ - (۲۹) بے خزاں ، ۶۴ - (۳۰) لازلیناں ، ۲۴ - (۳۱) گلستان ، ۱۰۸ - (۳۲) شعرائے ہند ، ۱۰۹ - (۳۳) سراپا سخن ، ۳۷۹ - (۳۴) یادگار ، ۱۱۱ - (۳۵) خوش معرکہ ، اوّل ، ۳ - (۳۶) سخنِ شعرا ، ۲۲۲ - (۳۷) نادر ، ۸۳ - (۳۸) شمیم ، اوّل ، ۲۵ - (۳۹) طور ، ۵۱ - (۴۰) بزم ، ۶۲ - (۴۱) آبِ حیات ، ۱۴۸ ، ۱۸۷ ، ۱۹۶ - (۴۲) جلوہ ، اوّل ، ۱۱۰ - (۴۳) شاد ، ۸۷ - (۴۴) نغم خانہ ، چہارم ، ۲۶۳ - (۴۵) ارباب ، ۹ - (۴۶) معرکہ ، ۱۴۱ - (۴۷) وقائع عبدالقادر ، اوّل ، ۲۸۸ - (۴۸) تاریخِ فرخ آباد ، ۳۱ - ترجمہ ، ۳۸۷ - (۴۹) گارسیں دتاسی ، سوم ، ۶۶ - (۵۰) سکسینہ ، نظم ، ۱۰۸ - (۵۱) بیاضیں ، ۲۷ - (۵۲) گلِ رعنا ، ۱۲۶ - (۵۳) شعرالہند ، اوّل ، ۱۲۶ ، ۱۳۳ - (۵۴) لکھنؤ ، ۹۴ - (۵۵) دلّی ، ۱۶۸ - (۵۶) مرأۃ ، اوّل ، ۱۱۳ - (۵۷) میر و سودا ، ۲۷۰ - (۵۸) تاریخ ادبیات ، ہفتم ، ۹۲ - (۵۹) کاشف ، دوم ، ۱۰۶ ، ۲۳۳ - (۶۰) میر حسن ، ۱۴۲ - (۶۱) اُردو مثنوی ، عقیل ، ۷۸ - (۶۲) اُردو مثنوی ، گیان چند ، ۱۸۱ - (۶۳) منظوم داستانیں ، ۲۷۹ - (۶۴) حالاتِ سودا ، احمد حسین خاں ، لاہور ، ۱۸۹۶ء - (۶۵) نیرنگِ سودا ، منشی عبدالرفیع اثر کاکوروی ، الٰہ آباد ، ۱۹۳۵ء - (۶۶) سودا ، شیخ چاند ، طبع دوم ، کراچی ، ۱۹۶۳ء - (۶۷) مرزا محمد رفیع سودا ، ڈاکٹر خلیق انجم ، دہلی ، ۱۹۶۶ء - (۶۸) سودا کا ایک قصیدہ ، امتیاز علی عرشی ، اُردو ادب ، علی گڑھ ، جولائی ، ۱۹۵۰ء - (۶۹) مصحفی اور سودا ، قاضی عبدالودود ، اُردو ادب ، علی گڑھ ، اکتوبر ،

۱۹۵۰ء - (۷۰) سودا کی صحیح عمر ، کلب علی خاں فائق ، معارف ، اعظم گڑھ ، جولائی ، ۱۹۵۲ء - (۷۱) سودا کے کبت ، قاضی عبدالودود ، معاصر ، پٹنہ ، حصہ اول - (۷۲) کچھ سودا کے بارے میں ، قاضی عبدالودود ، معاصر ، پٹنہ ، حصہ دوم - (۷۳) معارضۂ سودا و مکین پر کچھ نئی روشنی ، افسرالدولہ فیاض الدین حیدر ، معاصر ، پٹنہ ، حصہ ۱۹ - (۷۴) سودا اور آبِ حیات ، قاضی عبدالودود ، نیا دور ، لکھنؤ ، اگست ، ۱۹۶۲ء - (۷۵) دل کشا ، اول ، ۱۲۹ - (۷۶) ارمغان ، ۴۷ - (۷۷) بیاض ، ۱۳ -

● ● ●

۸۵

کلیاتِ سودا [۲]

مرزا محمد رفیع سودا

کتب خانہ : قومی عجائب گھر، کراچی۔

نمبر : ۱۳۹۵ ء ۱۹۶۱

سائز : ۲۰ × ۱۴ س م

اوراق : ۱۵۰

سطور : ۱۵

زمانۂ کتابت : تیرھویں صدی ہجری کا ربع اوّل (قیاساً)

خط : نستعلیق، شکستہ مائل، اوسط۔

کیفیت : مخطوطہ کیرم خوردہ، دریدہ اور بوسیدہ حالت میں ہے۔ بعض اوراق ایک دوسرے سے پیوست ہیں۔ کاغذ، دبیز، مٹیالا ہے۔ ہر صفحے پر سرخ جدولیں ہیں۔ دورانِ کتابت جو اشعار کاتب سے لکھنے سے رہ گئے تھے، انھیں بعد میں حواشی پر لکھا گیا ہے۔ مخطوطہ ناقص الاوسط ہے۔ مخمّس (اک مسخرہ یہ کہتا ہے کتوا حلال ہے) کے بعد کچھ اوراق کم ہیں۔ متن ورق ۱، ب سے شروع ہوتا ہے اور ۱۵۰، الف پر ختم ہوتا ہے۔ ورق ۱، الف اور ۱۵۰، ب سادہ ہیں۔

آغاز : "ہوا جب کفر ثابت ہے وہ تمغائے مسلمانی
نہ ٹوٹی شیخ سے زنّار تسبیح سلیمانی

ہنر پیدا کر اوّل ترک کیجو تب لباس اپنا
نہ ہو جوں تیغِ بے جوہر وگرنہ ننگ عریانی
فراہم زر کا کرنا باعثِ اندوہ دل ہووے
نہیں کچھ جمع سے غنچے کو حاصل جز پریشانی"

اختتام : مطابق مخطوطہ نمبر ۸۴ -

مندرجات : اس مخطوطے میں قصائد ، ہجویات ، غزلیات ، مخمسات ، واسوخت ، فردیات اور رباعیات ہیں - یہ مکمل کلیات نہیں ہے ، انتخاب ہے - کئی اصناف بالکل موجود نہیں ، اور جو ہیں اُن میں بھی مکمّل کلام نہیں ہے - اس نسخے میں مندرجہ ذیل قصیدے ہیں :

۱- ہوا جب کفر ثابت ہے وہ تمغائے مسلمانی
۲- چہرۂ مہر وش ہے ایک سنبلِ مشک فام دو
۳- بسانِ دانۂ روئیدہ ایک بار گرہ
۴- سنگ کو اتنے لیے کرتا ہے پانی آسماں
۵- سوائے خاک نہ کھینچوں گا منت دستار
۶- ہے یہ رُوش سخن کی مجھے اپنی جاں تلک
۷- اگر عدم سے نہ ہو ساتھ فکر روزی کا
۸- عیب پوشی ہو لباس چرک سے کیا ننگ ہے
۹- جوں غنچہ آسماں نے مجھے بہرِ عرضِ حال
۱۰- رکھے ہمیشہ تری تیغ کارِ کفر تباہ
۱۱- کہے ہے کاتبِ دوراں سے منشیٔ تقدیر
۱۲- فجر ہوتے جو گئی شب کو مری آنکھ جھپک
۱۳- برجِ حمل میں بیٹھ کے خاور کا تاج دار
۱۴- ہمجوش کا ہو دل تو رہے دہر سے بتنگ
۱۵- ہے سخن سنج اک جوانِ متین
۱۶- کل حرص نام شخصے سودا پہ مہرباں ہو
۱۷- اب سامنے میرے جو کوئی پیر و جواں ہے
(قصیدۂ شہر آشوب)

۱۸- یوں سنا ہے کہ خسرو یک عصر
(قطعہ سوال و جواب بادشاہ و درویش)
۱۹- ہے چرخ جب سے ابلقِ ایام پر سوار
(قصیدہ تضحیک روزگار)
ہجویات میں راجہ نرپت سنگھ، حکیم غوث،
طفل لکڑی باز، شیدی فولاد خاں، امیر دولت مند بخیل،
میاں فراق اور میر تقی کی ہجویات کے علاوہ وہ چھ
ہجویات بھی ہیں جو مخطوطہ نمبر ۸۴ میں ہیں۔

ذیل کے مخمسات اس مخطوطے میں ہیں:
۱- عیب گو کی جو ہوئی ان دنوں مجھ سے در خورد
۲- ہم کو دکھا جب اپنے تم اطوار رہ گئے
۳- وہ مہر وہ وفا وہ عنایات ہو گئی
۴- اُس شوخ سے اس دل کے لگ جانے کو کیا کہیئے
۵- نہ بلبل ہوں کہ اس گلشن میں سیرِ گُل مجھے بھاوے
۶- تجھ بن ہوا ستم ہے چمن میں بہار کی
۷- کہا میں آج یہ سودا سے کیوں تو ڈانواں ڈول
(مخمس در ویرانیٔ شاہجہان آباد)
موسم سرما اور چاہ مومن خاں سے متعلق دو مثنویاں
اور واسوخت (یا النبی میں کہوں کس سیتی اپنا احوال)
بھی اس میں ہیں۔

خصوصیات : اس مخطوطے میں کتابت کی اغلاط بکثرت ہیں۔

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۸۴ -

● ● ●

٨٦

دیوانِ میر سوز

محمد میر سوز

کتب خانہ : ترقی اُردو بورڈ ، کراچی -

نمبر : ۱۳۳۳ (داخلہ)

سائز : ½۲۱ × ½۱۵ س م

اوراق : ۲۳۸

سطور : ۱۱

کاتب : سیّد میر -

زمانۂ کتابت: جمادی الثانی ، ۱۲۴۵ھ [م : نومبر ، دسمبر ، ۱۸۲۹ء]

خط : نستعلیق ، معمولی -

کیفیت : کرم خوردہ ہے ، لیکن متن کا نقصان نہیں ہوا - ہر ورق بٹر پیپر میں محفوظ کیا گیا ہے - ناقص الاوّل - ورق ۱۵۳ ، الف تک کسی نے تمام غزلیات کے مقطعوں میں تخلّص "سوز" پر سیاہی پھیر دی ہے - بعد میں کسی اور نے دوبارہ ہر مقطع میں مسخ شدہ مقام کے اُوپر یہی تخلّص لکھ دیا ہے - بعض اوراق کے حواشی پر اشعار بھی اضافہ کیے گئے تھے ، ایسے متعدد اشعار پر سیاہی پھیر کر انھیں ناخوانا بنا دیا گیا ہے (مثلاً ورق ۹۴ ، ب ؛ ۷۷ ، ب ؛ ۱۱۰ ، الف ؛ ۱۲۰ ، الف ؛ ۱۲۳ ، الف وغیرہ) - تاہم بعض اوراق کے حواشی پر اضافہ شدہ اشعار محفوظ ہیں (مثلاً ورق ۵۵ ،

الف ؛ ۱۲۰ ، ب ؛ ۱۷۰ ، الف ؛ ۲۱۰ ، ب وغیرہ)
ہر ردیف کی غزلیات سے پہلے عنوان درج کیا گیا ہے ۔ تمام عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں جو اس قسم کے ہیں : ''شروع ردیف البا'' ۔ ''شروع ردیف التاء'' ۔ وغیرہ ۔
یہ نسخہ پہلے احسان دانش کی ملکیت تھا ۔ ورق ۲۴۶ ، ب پر یہ اندراج ملتا ہے : ''احسان دانش ۔ کاندھلہ ، ضلع مظفر نگر ۔ ۱۸ جولائی ، ۱۹۳۹ء'' ۔ متن سے قبل چند سادہ اوراق زمانۂ حال میں اضافہ کیے گئے ہیں ۔ ان میں سے پہلے ورق پر احسان دانش کی یہ تحریر ہے : ''اب تک جتنے مضامین میں حوالے دیے گئے ہیں ان سب میں یہ مکمل ترین نسخہ ہے'' ۔

آغاز : ''جز شکر قلم صفحہ پہ خلاق جہاں کا
چاہے جو کرے وصف تو منہ کیا ہے زباں کا
پہنچے ہے خیال اوس کے کوئی وصف تک اپنا
واں دخل فرشتے کو نہیں وہم و گماں کا
ایک (کذا) نسخہ نویس اوس کے مطب کا ہے مسیحا
ہے علم مداوا کے اسے سود و زیاں کا
ہے شخص کسی کا دہن ایسا ہی کہ جستے
چھٹ اوس کے ادا شکر ہو بخشندۂ جاں کا
ہر موں (کذا) بہ تن خلقت خاکی جو زباں ہو
مقدور کسے ہے ترے احساں کے بیاں کا''

اختتام : ''لا اللہ کے معنی جانو
غیر نہیں ہے جانو مانو
لاکھ طرح تو میں نے چھپایا
ہے ہے تم نے بھید نہ پایا
ڈھونڈھو اپنا آپ ٹٹولو
اپنا گورکھ دھندا کھولو
میں کا میں نے کیا بیان
تو جان اور ترا گیان

میں میں مت کہہ چہرہ سوز
تو میں میں بہنا نہ سوز"

ترقیمہ : "تمت تمام شد ، کارمن نظام شد ، کاتب الحروف احقر العباد سیّد میر عفی اللہ عنہ تحریر فی التاریخ شہر جمادی الثانی روز سہ شنبہ ، ۱۲۴۵ ھجری

هر کہ خواند دعا طمع دارم
زانکہ من بندۂ گنہ گارم"

مندرجات : غزلیات (غزلیات کی تعداد ۷۲ ہے اور اشعار کی مجموعی تعداد ۳۱۴۱ ہے۔ سب سے زیادہ غزلیات ی کی ردیف میں (۲۸۶) ہیں۔ الف میں ۱۲۹ ، ن میں ۸۵ ، و میں ۴۶ ، ر میں ۳۲ ، ت میں ۱۱ ، ل میں ۱۵ ، م میں ۱۳ ، ہائے ہوز میں ۱۶ ہیں۔ ث ج ذ ص ض ظ میں ایک ایک غزل ہے اور خ ش ع غ ق میں دو دو۔ باقی ردیفوں میں دو سے زیادہ اور دس سے کم غزلیات ہیں) - ورق ۱ ، الف تا ۲۳۰ ، ب

"مطلعیات"	ورق ۲۳۰ ، ب تا ۲۳۱ ب
"رباعیات میر سوز صاحب" (۲۴ عدد - آخری سات رباعیاں فارسی میں ہیں)	ورق ۲۳۱ ، ب تا ۲۳۷ ، الف
رباعیات مستزاد[1] (۳ عدد)	ورق ۲۳۷ ، الف و ب
قطعات[2] (۶ عدد)	ورق ۲۳۷ ، ب تا ۲۳۹ ، الف
مخمسات[3] (۴ عدد)	ورق ۲۳۹ ، الف تا ۲۴۲ ب
مثنوی	ورق ۲۴۲ ، ب تا ۲۴۸ ب

مثنوی کا آغاز: میں کس سے کہوں دل کی باتیں
کٹتی ہیں کس دکھ میں راتیں

خصوصیات : اس نسخے کے حواشی پر جو اشعار اضافہ کیے گئے ہیں ، وہ متن کے کاتب کے قلم سے نہیں ہیں۔ یہ اشعار کسی

۱- تیسری رباعی پر عنوان "غزل مستزاد" لکھا ہے جو سہو کاتب ہے۔
۲- پہلے قطعے پر عنوان "غزل مستزاد" لکھا ہے جو سہو کاتب ہے۔
۳- پہلے تین مخمسات میں سودا کی غزلوں کی اور چوتھے مخمس میں خود سوز کی غزل کی تضمین ہے۔

دوسرے نسخے سے مقابلے کے بعد اضافہ کیے گئے ہیں۔
زیرِ نظر نسخے میں کتابت کی اغلاط خاصی ہیں۔ مخطوطہ
ناقص الاوّل ہے۔ قیاس ہے کہ شروع کا صرف ایک ورق
ضائع ہوا ہے۔ اس کی وجہ یہ کہ موجودہ ورق اوّل کی
ابتدا حمد سے ہوتی ہے جس پر "ولہ" کا عنوان درج ہے۔
ظاہر ہے کہ اس سے پہلے بھی حمد ہوگی۔ انڈیا آفس کے
مخطوطے کا آغاز اس حمد سے ہوتا ہے:

سر دیوان پر اپنے جو بسم اللہ میں لکھتا
بجائے مدّ بسم اللہ مدّ آہ میں لکھتا

یہ حمد نسخۂ زیرِ نظر میں نہیں ہے۔ قیاس ہے کہ جو
ورق ضائع ہو چکا ہے، اس پر یہی حمد ہوگی۔

مطبوعہ نسخے سے مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے
کہ کچھ کلام ایسا ہے جو اس مخطوطے میں ہے اور مطبوعہ
نسخے میں نہیں۔ یا صورتِ حال اس کے بالعکس ہے۔ مثلاً
اُوپر آغاز کی مثال میں جو غزل دی گئی ہے وہ مطبوعہ
نسخے میں نہیں ہے۔ ذیل کا شعر بھی مطبوعہ میں نہیں:

بہت ہنستے تو ہو تم میرے رونے پر میاں صاحب
کہیں اپنے تئیں دیکھوگے تب پوچھوگے ہاں صاحب

مخطوطے کی آخری فارسی رباعی بھی مطبوعہ میں نہیں ہے۔
اسی طرح نسخۂ مطبوعہ کی ردیف ب کی دوسری، پانچویں،
چھٹی، ساتویں، نویں، پندرھویں اور سترھویں غزل
مخطوطے میں نہیں ہے۔ مکمل مقابلے سے اس قسم کی بہت
سی مثالیں مل سکتی ہیں۔

دیگر نسخے: نسخۂ انڈیا آفس، لندن:

۱۔ فہرست نمبر ۱۴۴۔ اوراق ۱۴۱۔ سائز ۱۱ ۱/۲ × ۶"۔
سطور ۱۳۔ عمدہ نستعلیق۔ مکتوبہ ۱۴ جمادی الثانی،
۱۲۱۶ھ (۱۸۰۱ء)۔ (انڈیا آفس، ص ۷۵)

کتب خانۂ سالار جنگ ، حیدر آباد دکن میں دیوانِ سوز کے چار نسخے ہیں :

۲- فہرست نمبر ۱-۵ - لائبریری نمبر ۱۷۰ - سائز ۹ × ۵ ۱/۲" - صفحات ۲۰۰ - سطور ۱۵ - خط نستعلیق - ''اس دیوان میں صرف غزلیات ہیں جو ردیف وار ہیں - ناقص الآخر ہے'' - (سالار جنگ ، صص ۴۲۰-۴۲۱)

۳- فہرست نمبر ۵۳۲ - لائبریری نمبر ۱۶۰ - سائز ۸ × ۶" - صفحات ۴۴ - سطور ۱۱ - خط شکستہ - ''اس مختصر دیوان میں غزلیات ہیں جو چند ردیف پر مشتمل ہیں - آخر پر تین رباعیات بھی ہیں'' - (سالار جنگ ، ص ۴۲۱)

۴- فہرست نمبر ۵۳۳ - لائبریری نمبر ۴۴۲ - سائز ۱۰ ۱/۲ × ۷ ۱/۲" - صفحات ۱۲۲ - سطور ۱۱ - خط نستعلیق - ''اس دیوان میں صرف ردیف وار غزلیات ہیں'' - (سالار جنگ ، ص ۴۲۲)

۵- اس نسخے کا ذکر مطبوعہ فہرست میں نہیں ہے - ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی نے اس کے بارے میں مندرجہ ذیل اطلاعات فراہم کی ہیں :

> ''مخطوطے کا نمبر داخلہ ۷۴۵ اور نمبر کتاب ۱۷ ہے - سائز ۸ ۱/۴ × ۶" اور اوراق کی تعداد ۱۵۴ ہے - پہلے صفحے پر ۱۲ شعر عید کے متعلق ہیں - یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ شعر کس کے ہیں - دوسرے صفحے پر تین مہریں ہیں - دو مہریں صاف نہیں ہیں - ایک مہر کی عبارت 'محترم الدولہ ۱۲۵۷ھ' صاف پڑھنے میں آتی ہے . . . اس مجموعے میں غزلوں کے علاوہ رباعیات ، مخمسات اور مثنویات بھی ہیں . . . اس مجموعے میں میر سوز کے علاوہ کچھ دوسرے شعرا کا کلام بھی شامل ہے لیکن اس کی تعداد نسبتاً کم

ہے - غالب حصہ میر سوز کے کلام پر مشتمل ہے - آخر میں دو ترقیمے ہیں . . . -

ترقیمہ اول : تمت الکتاب بعون الوہاب حسب الفرمایش نواب ذوالاقتدار بیدار بخت ، سزاوار تاج و تخت ، نواب محترم جنگ بہادر دام دولۃ و ملکہ ، بخط اضعف العباد میر عظیم علی ایلچپوری احسن اللہ فی دارین بتاریخ ہفتدھم ماہ ربیع الثانی ، ۱۲۵۱ ھجری بمطابق ۱۲۳۵ فصلی -

ترقیمہ ثانی : روز یک شنبہ بتاریخ بیست و یکم ماہ ربیع الثانی ، ۱۲۵۱ھ کتابت دیوان میر سوز کہ از نزد فرزند فیاض علی خاں مرحوم گرفتہ بدست میر عظیم الدین سیّد نویسالیدہ شد -

(اُردوئے معلیٰ ، دہلی ، میر سوز نمبر ، جلد ۵ ، شمارہ ۷ - ۶ ، ۱۹۶۳ء ، صص ۵۷ - ۵۶)

نسخہ دیوان کتب خانہ خدا بخش ، بانکی پور ، پٹنہ :

۶- فہرست نمبر ۲۷ - پروگریس نمبر ۳۱۵۳۲ - اوراق ۱۷۸ - سطور ۱۴ ، ۱۵ - خط نستعلیق - (بانکی پور ، ص ۸)

کتب خانہ آصفیہ ، حیدرآباد دکن میں دیوان سوز کے تین نسخے ہیں :

۷- فہرست نمبر ۲۷ - لائبریری نمبر ''دواوین ۹۴۷'' - سائز ۹ × ۵" - صفحات ۷۰ - سطور ۱۳ - خط نستعلیق - ''اس دیوان میں ردیف وار غزلیات ہیں اور آخر پر چند رباعیات بھی شامل ہیں - متن کے علاوہ حاشیے پر بھی غزلیات درج ہیں'' - (آصفیہ ، اوّل ، ص ۲۷)

۸- فہرست نمبر ۲۸ - لائبریری نمبر "دواوین ۱۲۱۷"- سائز ۸ × ۶" - صفحات ۴۴ - سطور ۱۵ - خط نستعلیق - "اس دیوان میں ردیف وار غزلیات اور آخر میں چند رباعیات ہیں اور ایک مستزاد ہے . . . آخر پر دو تاریخیں محمد زمان خاں کے شہید ہونے کی درج ہیں - اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ نسخہ ۱۲۹۲ھ میں لکھا گیا ہوگا" - (آصفیہ ، اوّل ، ص ۷۲)

۹- فہرست نمبر ۱۴۵ - لائبریری نمبر "کتاب جدید ۲۲۹۸"- سائز ۷½ × ۵½" - صفحات ۵۶ - سطور ۱۱ - خط نستعلیق - "غزلیات ردیف وار ہیں- آخر میں صرف چار رباعی اور ایک مستزاد صرف چار شعر میں ہے" - ترقیمہ : "۲۷ شہر ربیع الاوّل روز سہ شنبہ بوقت عصر اختتام شد ، در میلا پور ، بحسب فرمایش محمد محی الدین حسین خاں صاحب بہادر بدست سیّد جہانگیر شاہ باتمام رسید" - (آصفیہ ، اوّل ، ص ۷۰)

انجمن ترقی اُردو ہند میں "دیوانِ سوز" کے تین نسخے ہیں[1] :

۱۰- فہرست نمبر ۴۷۷ - (اُردو ادب ، مارچ ، ۱۹۵۳ء ، ص ۱۵۱)

۱۱- فہرست نمبر ۴۷۸ - (ایضاً)

۱۲- فہرست نمبر ۴۷۹ - (ایضاً)

۱- ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی نے دیوانِ میر سوز کی تدوین میں ، ان تینوں نسخوں میں سے کسی ایک کو استعمال کیا ہے ، لیکن یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ کون سا نسخہ ان کے پیشِ نظر رہا ہے - متعلقہ نسخے کے بارے میں اُنھوں نے لکھا ہے : "نسخۂ کتب خانۂ انجمن ترقی اُردو . . . ناقص الآخر ہے اور صرف غزلیات پر مشتمل ہے - اس کا کاتب غلط نویس ہے - بیشتر اشعار غلط نویسی کا شکار ہوئے ہیں جن میں سے کچھ کو صحیح پڑھنا مشکل ہے" - (اُردوئے معلٰی ، محولہ بالا ، ص ۶۱)

۱۳- نسخۂ دیوان ، رضا لائبریری ، رام پور :

اس کے بارے میں خواجہ احمد فاروقی نے یہ اطلاعات فراہم کی ہیں :

"اس میں غزلیات کے علاوہ دیگر اصناف بھی ہیں . . . نسخہ خاصا کیرم خوردہ ہے ۔ جلد ساز نے زیادہ مجروح اوراق پر سفید باریک کاغذ کی چیپیاں لگائی ہیں ، جن سے متعدد مقامات پر اشعار کے بعض حصے پڑھنے میں نہیں آتے ہیں . . . ترقیمہ : 'بتاریخ هفدهم یوم شنبه شهر محرم الحرام ۱۲۲۷ھ صورت اتمام یافت' ۔ کل صفحات ۱۵م ہیں" ۔ (اُردوئے معلّٰی ، محولہ بالا ، ص ۶۱)

شاہان اودھ کے کتب خانوں میں کلامِ سوز کے چار نسخے تھے :

۱۴- فہرست نمبر ۸۰۷ ۔ غزلیات ۳۰۰ صفحات (۱۲ شعر فی صفحہ) ۔ رباعیات ، مخمس ، مثنوی ، ۲۲ صفحات ۔ (شاہان اودھ ، ص ۶۳۸)

۱۵ تا ۱۷ - موتی محل لکھنؤ میں دیوانِ سوز کے تین عمدہ نسخوں کی موجودگی کی اطلاع اشپرنگر نے دی ہے ، لیکن تفصیلات فراہم نہیں کیں ۔ (شاہان اودھ ، ص ۶۳۸)

۱۸- نسخۂ ایشیاٹک سوسائٹی ، کلکتہ :

فہرست نمبر ۱۷۹ (دیوان) ۔ (شاہان اودھ ، ص ۶۳۸)

۱۹- نسخۂ ادارۂ ادبیات اُردو ، حیدر آباد دکن :

فہرست نمبر ۴۰۰ (دیوان) ۔ اوراق ۲۶ ۔ سطور ۱۱ - سائز ½۸×۶" ۔ "یہ نسخہ نہایت قدیم ہے . . . خوش خط نستعلیق . . . ابتدا اور انتہا کا ایک ورق غائب ہے لیکن کاغذ اور نہجِ کتابت سے اندازہ ہوتا ہے کہ سوز کے قریبی زمانے میں نقل کیا گیا ہے" ۔ (ادارۂ ادبیات ، دوم ، ص ۱۱۵)

۲۰۔ سوز کا خود نوشتہ نسخہ :

کلامِ سوز کے انتخاب کا ایک نسخہ جو بخط مصنّف ہے ، اس کے بارے میں ڈاکٹر مختار الدین احمد نے ایک مختصر مقالہ لکھا ہے ۔ انھوں نے یہ نہیں بتایا کہ یہ نسخہ کہاں ہے اور کس کی ملکیت ہے ۔ وہ لکھتے ہیں :

''. . . ایک صاحب کے پاس دیوانِ سوز کا ایک مختصر سا انتخاب دیکھنے میں آیا . . . اس میں کوئی ۴۰۰ شعر ہوں گے ۔ اس انتخاب کی دو بڑی اہمیتیں ہیں ۔ انتخاب خود سوز کا کیا ہوا ہے اور پورا انتخاب انھیں کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے ۔ یہ بیاض کی شکل میں ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اپنے کلام کا انتخاب کر کے اپنے پاس رکھنے کے لیے یا کسی کو پیش کرنے کے لیے انھوں نے لکھا ہے ۔ ابتدا میں اشعار سے پہلے ''لمحررہ سیّد محمد میر سوز'' لکھا ہوا ہے ۔ تعداد صفحات ۱۸ ہے ۔ پہلے صفحے میں ۱۰ شعر ہیں . . . لیکن بعد کے صفحات میں خصوصاً آخری صفحات کی کتابت باریک ہو گئی ہے اور ایک صفحے میں ۲۵ سے بھی زیادہ اشعار ہیں'' ۔ (''دیوانِ سوز کا ایک نادر نسخہ'' ، سہ ماہی 'اُردو' کراچی ، جنوری ، ۱۹۵۴ء ، صص ٦ - ۴)

مخطوطے کے تعارف کے ساتھ پہلے صفحے کا عکس بھی چھاپا گیا ہے ۔ میر سوز بقول تذکرہ نگاروں کے خط شفیعا میں بے نظیر تھے ۔ یہ صفحہ خط شفیعا کا بہترین نمونہ ہے ۔

۲۱۔ نسخۂ برٹش میوزیم (دیوان) :

فہرست نمبر ٦۵ ۔ اوراق ۱۸٦ ۔ سائز $\frac{3}{4}$ ۱۴ × ۹" ۔ سطور ۱۵ ۔ جلی نستعلیق ۔ اٹھارویں صدی عیسوی کے

اختتام کا نسخہ ۔ اس پر شاہان اودھ کی مہریں ہیں ، جن سے واضح ہے کہ یہ نسخہ اودھ کے شاہی کتب خانے کا ہے ۔ مشمولات :

غزلیات	ورق ۲ ، ب
رباعیات	ورق ۱۷۶ ، الف
مخمسات (سودا کی غزلوں پر)	ورق ۱۸۰ ، الف
مثنویات	ورق ۱۸۳ ، الف

(برٹش میوزیم ، ہندوستانی ، صص ۳۵ - ۳۴)

نسخۂ مطبوعہ: دیوانِ سوز پہلی بار مکمل صورت میں دہلی یونیورسٹی کے شعبۂ اُردو کی طرف سے رسالہ ''اُردوئے معلّٰی'' کے میر سوز نمبر (جلد ۴ ، شمارہ ۷ - ۶ ، بابت نومبر ، ۱۹۶۳ء) میں شائع ہوا تھا ۔ اسے ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی نے مرتّب کیا ہے ۔ متن رضا لائبریری ، رام پور کے نسخے پر مبنی ہے اور حاشیے میں انجمن ترقی اُردو (ہند) کے نسخے کے اختلافات دیے گئے ہیں ۔ آخر میں بطور ضمیمہ سوز کے وہ تمام اشعار شامل کر دیے گئے ہیں جو شاہ کمال کے ''مجمع الانتخاب'' میں ملتے ہیں ۔ دیوان سے پہلے ''میر سوز اور ان کی شاعری'' کے عنوان سے (صص ۵۴ - ۹) ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی کا مقالہ ہے جس میں پہلی مرتبہ تفصیل کے ساتھ ، مستند مآخذ کی روشنی میں سوز کے حالات لکھے گئے ہیں ۔ دیوان ص ۶۵ سے ۵۲۳ تک ہے ۔ ص ۵۲۷ سے ۵۵۸ تک مجمع الانتخاب سے ترجمۂ سوز اور انتخابِ کلام نقل کیا گیا ہے ۔

مذکورہ دیوان سے پہلے سوز کا کلام انتخابات کی صورت میں شائع ہوتا رہا ہے ، ایسے چند انتخابات یہ ہیں :

۱- ۱۸۱۰ء میں فورٹ ولیم کالج کے ہندوستانی طلبہ کے لیے ایک انتخاب کلکتہ سے چھپا تھا ۔ (انڈیا آفس ، ہندوستانی ، ص ۵۷)

۲- ایک انتخاب جو ۹ ۵ صفحات پر مشتمل تھا ، ۱۸۳۱ء میں

کلکتے سے شائع ہوا تھا ۔ (برٹش میوزیم ، ہندوستانی مطبوعات ، ضمیمہ ، ص ۳۳۶)

۳۔ ایک اور انتخاب ۱۸۴۰ء میں کلکتہ ہی سے شائع ہوا تھا ۔ (شاہان اودھ ، ص ۶۳۸)[1]

۴۔ حسرت موہانی نے بھی ۲۸ صفحے کا ایک انتخاب رئیس المطابع ، کانپور سے طبع کرا کے شائع کیا تھا جو ''انتخابِ سخن'' کی جلد چہارم ، جزو دوم میں شامل ہے ۔ راقم کے سامنے جزو دوم کا جو نسخہ ہے ، اس کے سرورق پر ''طبع اول ، ۱۹۴۳ء'' درج ہے ۔ لیکن انتخابِ سوز کے سرورق پر سنہ درج نہیں ، ''دوسری بار'' کے الفاظ لکھے ہیں ۔

مصنّف : میر سوز کا نام محمد میر تھا اور وہ سادات میں سے تھے ۔ ان کے والد کا نام ضیاء الدین تھا اور وہ روحانی اعتبار سے ایک بلند مرتبہ بزرگ تھے ۔ سوز کا سلسلۂ نسب حضرت قطب عالم گجراتی تک پہنچتا ہے ۔ بزرگوں کا اصل وطن بخارا تھا ۔ ان کا خاندان بخارا سے دہلی آیا اور قراول پورہ میں مقیم ہوا ۔ سوز کا سالِ پیدائش ۱۱۴۳ھ [م : ۳۱ - ۱۷۳۰ء] کے لگ بھگ ہے ۔ ان کا تخلّص پہلے میر تھا ، بعد میں سوز اختیار کیا ۔ سوز نے مختلف علوم و فنون کی تعلیم حاصل کی ۔ خطّاطی ، تیر اندازی اور شہسواری میں وہ ماہر تھے ۔ خطّاطی میں اُنھوں نے کمال حاصل کیا ۔ نسخ ، نستعلیق اور شفیعا میں وہ بے نظیر تھے ۔ شعر پڑھنے کا بھی اُنھوں نے خاص طریقہ ایجاد کیا تھا اور بقول آزاد ''شعر کو اس طرح ادا کرتے تھے کہ خود مضمون کی صورت بن جاتے تھے'' ۔

۱۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ تینوں کتابیں ، ایک ہی انتخاب کے مختلف ایڈیشن ہیں یا الگ الگ انتخاب ہیں ۔ گمان غالب یہی ہے کہ نصاب میں شامل ہونے کی وجہ سے ایک ہی انتخاب متعدد مرتبہ شائع ہوا ہو گا ۔

۱۱۷۴ھ [م : ۶۱ - ۱۷۶۰ء] کے لگ بھگ سودا فرخ آباد گئے (مرزا محمد رفیع سودا ، از خلیق انجم ، ص ۱۱۶) سوز ان سے کچھ عرصہ قبل وہاں پہنچ چکے تھے - فرخ آباد میں سوز ، نواب مہربان خاں رند سے وابستہ ہوگئے ، یہ تعلق اُستادی شاگردی کا تھا - ۱۱۸۵ھ [م : ۷۲-۱۷۷۱ء] کے بعد وہ فیض آباد آ گئے اور پھر ۱۱۹۱ھ [م : ۷۸-۱۷۷۷ء] میں لکھنؤ چلے گئے - وہاں سے ۱۲۱۲ھ [م : ۹۸ - ۱۷۹۷ء] میں مرشد آباد گئے اور نواب سرکار الدولہ سے منسلک ہوگئے - اسی سال وہ مرشد آباد سے واپس لکھنؤ آ گئے - اگلے سال یعنی ۱۲۱۳ھ [م : ۹۹ - ۱۷۹۸ء] میں انتقال کیا - جرأت کے قطعۂ تاریخ وفات کا مصرع تاریخ یہ ہے :

"داغ اب سوز کا لگا دل کو"

۱۲۱۳ھ

سوز کے ایک بیٹے مرزا مہدی داغ بھی شاعر تھے - شاگردوں میں مرزا رضا قلی آشفتہ ، نواب آصف الدولہ ، میر شیر علی افسوس ، مہربان خاں رند اور مرزا خانی نوازش جیسے مشاہیر شامل ہیں - (ماخوذ از مقالۂ محولہ بالا از ڈاکٹر ظہیرالدین صدیقی)

مآخذ : (۱) نکات ، ۱۵۰ - (۲) ریختہ گویاں ، ۱۳۸ - (۳) مخزن ، ۱۳۱ - (۴) طبقات ، ۲۳۱ - (۵) شعرائے اُردو ، ۸۷ - (۶) شورش ، اوّل ، ۴۲۵ - (۷) مسرت ، ۱۰۲ - (۸) گلزار ، ۲۸۴ - (۹) گلشنِ سخن ، ۱۴۹ - (۱۰) عقد ، ۳۳ - (۱۱) ہندی ، ۱۱۱ - (۱۲) دستور ، ۵۰ و بعد اشاریہ - (۱۳) عیّار ، ۳۳۷ - (۱۴) حیدری ، ۶۶ - (۱۵) عشقی ، اوّل ، ۴۲۶ - (۱۶) گلشنِ ہند ، ۱۱۳ - (۱۷) عمدہ ، ۳۳۴ - (۱۸) مجمع ، ۸۹ - (۱۹) مجموعہ ، اوّل ، ۳۲۰ - (۲۰) طبقات ، بحوالہ بے جگر - (۲۱) دیوان ، ۱۴۷ - (۲۲) بے جگر ، در ردیف س - (۲۳) آزردہ ، ۵۰ - (۲۴) ابنِ طوفان ، ۳ ، ۲۵ ، ۲۶ - (۲۵) گلشن ، ۱۰۴ - (۲۶)

بہار ، ۱۸۲ - (۲۷) بے خزاں ، ۶۶ - (۲۸) گلستان ، ۱۱۴ -
(۲۹) خوش معرکہ ، اوّل ، ۲۰۷ و بعدہ اشاریہ - (۳۰)
شعرائے ہند ، ۱۳۵ - (۳۱) سراپا سخن ، ۹۸ - (۳۲)
یادگار ، ۱۱۱ - (۳۳) فردوس ، ۹۷ - (۳۴) قطعہ ۱۵ ،
۵۹ ، ۶۹ ، ۹۲ - (۳۵) سخنِ شعرا ، ۲۲۷ - (۳۶) نادر ،
۸۳ - (۳۷) دل کشا ، اوّل ، ۱۳۰ - (۳۸) شمیمِ سخن ،
اوّل ، ۲۹ - (۳۹) ارمغان ، ۴۲ - (۴۰) روز ، ۳۷۳ -
(۴۱) طور ، ۴۵ - (۴۲) بزم ، ۶۴ - (۴۳) جلوہ ، اوّل ،
۱۲۵ - (۴۴) خم خانہ ، چہارم ، ۲۷۶ - (۴۵) اربابِ سخن ،
۱۶ - (۴۶) تاریخِ فرخ آباد ، ۳۲ - (۴۷) گارسیں دتاسی ،
سوم ، ۱۵۳ - (۴۸) آبِ حیات ، ۱۹۳ - (۴۹) سکسینہ ،
نظم ، ۱۰۶ - (۵۰) گلِ رعنا ، ۱۸۳ - (۵۱) لکھنؤ ، ۱۴۸
و بعد اشاریہ - (۵۲) دلّی ، ۲۰۴ - (۵۳) مرأۃ ، اوّل ،
۲۳۰ - (۵۴) میر و سودا کا دور ، ۳۳۵ - (۵۵)
تاریخِ ادبیات ، ہفتم ، ۲۰۵ - (۵۶) بیلی ، ۲۶۳ - (۵۷)
اُردو مثنوی ، گیان چند ، ۱۹۷ - (۵۸) بیاض ، ۲۰ -

● ● ●

۸۷

دیوان اوّل [۱]

بہادر شاہ ظفر

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی -

نمبر : ۱۹۶۸ء ۶۳۱

سائز : ۲۲½ × ۲۰½ س م

اوراق : ۴۴۲

سطور : ۱۵

زمانۂ تکمیل تصنیف : ۲۴ - ۱۲۲۳ھ [م : ۱۰ - ۱۸۰۸ء]

زمانۂ کتابت: تیرھویں صدی ہجری کا ربع آخر (قیاساً)

خط : نستعلیق ، معمولی -

کیفیت : نسخہ مجلد ہے لیکن ابتدائی اور آخری اوراق جلد سے الگ ہو چکے ہیں - جلد پر نہایت عمدہ نقش و نگار بنے ہیں - کاغذ ولایتی ، باریک ، آسمانی رنگ کا ہے - متن ورق ۱ ، ب سے شروع ہوتا ہے - ورق ۱ ، الف پر مخطوطے کے سابق مالک کا نام ''میر عباس علی بیگ حیدر آباد'' درج ہے - یہ سندھ کے تالپور حکمرانوں کے کتب خانے کا نسخہ ہے -

آغاز : ''مقدور کس کو حمد خدائے جلیل کا
اس جائے بے زباں ہے دہن قال و قیل کا

پانی میں اُس نے راہبری کی کلیم کی
آتش میں وہ ہوا چمن آرا خلیل کا
اُس کی مدد سے فوج ابابیل نے کیا
لشکر تباہ کعبے پہ اصحاب فیل کا
پیدا کیا وہ اُس نے بشر عوج بن عنق
پُل جس کی ساقِ پا سے بنا رودِ نیل کا
پھرتا ہے اُس کے حکم سے گردوں یہ رات دن
چلتا ہے یاں عمل کوئی جرّ ثقیل کا"

اختتام : "بہت دنن میں ہاتھ لگے ہو کیسے جانے دوں گی
آج ہے پھگوا تو سوں کانا پھٹیہ پکڑ کے لوں گی

دیر آمدی اے نگار سرمست
زودت ندھم ز دامنت دست

شوق رنگ ایسے ڈھیٹ لنگر سے کھیلے کون اب ہوری
مکھہ نسینڈے اور بانہہ مڑوڑے کر کے وہ بر جوری"

مندرجات : غزلیات ورق ۱ ، ب تا ۳۰۴ ، الف
مخمّسات ورق ۳۰۴ ، الف تا ۳۲۵ ، الف
مسدسات ورق ۳۲۵ ، الف تا ۳۲۹ ، الف
مثلثات ورق ۳۲۹ ، الف تا ۳۴۱ ، ب
ہندی فارسی اشعار ورق ۳۴۲ ، الف و ب

خصوصیات : یہ نسخہ خاص اہتمام سے لکھا گیا ہے ، تاہم کتابت کی اغلاط بھی کہیں کہیں ملتی ہیں ۔

دیگر نسخے : ۱۔ بنارس یونیورسٹی لائبریری میں نمبر ۳/IX/یو/۲۰ پر کلیاتِ فراق کا ایک نسخہ ہے ۔ اس کے ساتھ ظفر کا انتخاب بھی ہے ۔ (نوادر بنارس ، اُردو ، ص ۶۹)

۲۔ مولانا آزاد سنٹرل لائبریری ، بھوپال میں ظفر کے دیوان چہارم کا انتخاب ہے ۔ (ہماری زبان ، ۸ جنوری ، ۱۹۶۹ء ، ص ۸)

۳۔ رک : مخطوطہ نمبر ۸۸ ۔

مطبوعہ نسخے: امیر احمد علوی نے کلامِ ظفر کے مطبوعہ نسخوں کے بارے میں مندرجہ ذیل تفصیلات فراہم کی ہیں :

''بادشاہ کے پانچ دیوان تھے ، لیکن دفتر پنجم آشوب غدر میں ضائع ہوگیا اور اب رائج الوقت کلیات میں صرف چار دیوان ہیں ۔ پہلا دیوان زمانۂ ولی عہدی کی تصنیف ہے ، اس کا بیشتر حصہ ۱۲۲۳ھ یا ۱۲۲۴ھ میں شیخ ابراہیم ذوق کی شاگردی شروع ہونے سے پہلے مرتّب ہو چکا تھا مگر تفکرات اور تہی دستی کی بدولت مدت تک شائع نہ ہو سکا ۔ سنہ ۹ جلوس میمنت مانوس (۱۲۶۱ھ) میں پہلی مرتبہ مطبع ساطانی واقع قلعہ معلّٰی میں چھپا ۔ اس دیدہ زیب ایڈیشن کا ایک نسخہ کتب خانۂ سرکاری ریاست رامپور میں موجود ہے ... بادشاہ کا دوسرا دیوان ۱۲۶۶ھ (۱۳ جلوس) میں مطبع سلطانی سے شائع ہوا[1] ... دیوان ثانی ... شیخ قادر بخش مالک مطبع اودھ گزٹ محلہ حسین گنج در کوٹھی غلام حسین نے ۱۲۷۶ھ (مطابق ۱۸۶۰ء) میں شائع کیا ۔ دیوان اول کا کوئی مکمل نسخہ شیخ قادر بخش کو دستیاب نہ ہو سکا ۔ چند غزلیں اس دیوان کی میسر آئی تھیں لہٰذا 'انتخاب دیوان اوّل' کے نام سے اس دیوان کے ساتھ بطور ضمیمے کے چھاپی گئیں[2] ... سب سے پہلے مطبع مصطفائی دہلی ... نے بادشاہ کے چاروں دیوان ۱۲۷۸ھ (مطابق ۱۸۶۲ء) میں یک جا شائع کیے ... منشی نول کشور نے ۱۸۶۹ء میں اسی مجموعے کی منشی امیر اللہ تسلیم سے تصحیح کرائی اور اپنے

۱- چوتھا دیوان مطبع سلطانی سے ۱۲۷۲ھ میں شائع ہوا تھا ۔ اس کا ایک نسخہ کتب خانۂ خاص ، انجمن ترقی اُردو ، کراچی میں ہے ۔

۲- اس ایڈیشن کا بھی ایک نسخہ کتب خانۂ مذکور میں ہے ۔ دیوان اوّل کے انتخاب کا عنوان ''انتخابِ لاجواب'' ہے ۔

مشہور مطبع سے ۱۸۷۰ء میں کلیات مروجہ کا پہلا ایڈیشن شائع کیا[۱] . . . . ۱۹۱۸ء میں پانچویں بار طبع ہوا . . . ہر ایڈیشن میں غلطیوں کی تعداد بڑھتی گئی اور اب مروجہ دیوان کا کوئی ورق اغلاط سے خالی نہیں'' ۔ (بہادر شاہ ظفر ، صص ۵۱ - ۱۵۰)

دیوان اوّل مطبع دہلی اُردو اخبار سے بھی شائع ہوا تھا ۔ اس کا ایک نسخہ کتب خانۂ خاص ، انجمن ترقی اُردو ، کراچی میں ہے ۔ اس پر سالِ طباعت درج نہیں ہے ۔ سرورق پر مندرجہ ذیل عبارت ہے :

''یہ دیوان اوّل مطبع سلطانی میں چھپا تھا مگر اکثر جگہ صحت کو نہ پہونچا تھا سو اب مکرّر بتصحیح جناب افصح الفصحا ابلغ البلغا خاقانی ہند شیخ محمد ابراہیم صاحب ذوق دام برکاتہم باہتمام بندہ خاکسار پنڈت موتی لعل پرنٹر و پبلشر مطع دہلی اُردو اخبار مکان مولوی محمد باقر صاحب میں چھاپا'' ۔

کلیات کا ایک اَور ایڈیشن ۱۸۹۰ء میں انوارالمطابع بمبئی سے شائع ہوا تھا (بہادر شاہ ظفر ، خواجہ تہوّر حسین ، ص ۲۳) ۔ کلیات کا ایک ایڈیشن سنگِ میل پبلی کیشنز ، لاہور نے ۶۹ - ۱۹۶۸ء میں شائع کیا ہے ۔

کلامِ ظفر کے متفرق مجموعے اور انتخابات بھی کثرت سے شائع ہوئے ہیں ۔ ان میں سے بعض یہ ہیں :

۱- ۱۹۰۱ء میں لکھنؤ سے ''دیوانِ ظفر'' کے نام سے ایک مجموعے کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا تھا ۔ (برٹش میوزیم ، ہندوستانی مطبوعات ، ضمیمہ ، ص ۲۷)

۱- نول کشور ، کانپور سے کلیات کا ایک ایڈیشن ۱۸۷۶ء میں اور ایک ۱۸۸۷ء میں شائع ہوا تھا ۔ ثانی الذکر چوتھا ایڈیشن ہے ۔ اوّل الذکر کے دیوان سوم و چہارم اور ثانی الذکر کا مکمل نسخہ کتب خانۂ خاص ، انجمن ترقی اردو کراچی میں ہے ۔

۲- اگست ۱۹۱۳ء میں مجیدی پریس ، کانپور سے دیوان اول شائع ہوا تھا ۔ اس کا ایک نسخہ کتب خانۂ خاص ، انجمن ترقی اُردو ، کراچی میں ہے ۔

۳- مطبع راجپوت پرنٹنگ ورکس ، لاہور نے ۱۹۱۷ء میں دیوان اول شائع کیا تھا ۔ اس کا ایک نسخہ کتب خانۂ مذکور میں ہے ۔

۴ ، ۵- مطبع جیون پرکاش ، دہلی اور شیخ غلام علی ، ناشران کتب ، لاہور نے قیامِ پاکستان سے کچھ عرصہ قبل دیوان اول شائع کیا تھا ۔ ان نسخوں پر تاریخِ طباعت درج نہیں ہے ۔ یہ بھی کتب خانۂ مذکور میں ہیں ۔

٦- شان الحق حقی نے ظفر کے چاروں دیوانوں کا انتخاب کیا تھا جسے انجمن ترقی اُردو ، دہلی نے ذوق کے انتخاب (مرتبہ پنڈت برجموہن دتاتریہ کیفی) کے ساتھ ۱۹۴۵ء میں شائع کیا تھا ۔

۷- چاروں دیوانوں کا ایک انتخاب مشورہ بک ڈپو ، دہلی نے ۱۹٦۰ء میں شائع کیا تھا ۔

۸- ''انتخابِ کلامِ ظفر'' از شاہد علی خاں ، آئینہ ادب ، لاہور نے ۱۹٦۹ء میں شائع کیا تھا ۔

۹- خلیل الرحمٰن اعظمی نے ظفر کے چاروں دیوانوں کا انتخاب ''نوائے ظفر'' کے نام سے شائع کیا ہے (انجمن ترقی اردو ہند ، دہلی ، ۱۹۷۵ء) ۔ اس کے آخر میں ''دکھی کی پکار'' کے عنوان کے تحت ظفر کا وہ کلام بھی یک جا کر دیا گیا ہے جو رنگون میں ایامِ اسیری کی یادگار ہے ، اور کلیات میں شامل نہیں ہے ۔

۱۰- مولانا حسرت موہانی نے بھی ظفر کے دیوان اول کا ایک مختصر انتخاب شائع کیا تھا ۔ راقم کے پیشِ نظر جو نسخہ ہے اُس پر سرورق نہیں ہے ، اس لیے سالِ طباعت معلوم نہیں ہو سکا ۔

مصنف : آخری مغلیہ فرماں روا بہادر شاہ ظفر (ابن اکبر شاہ ثانی ابن شاہ عالم ثانی) ۱۱۸۹ھ/۱۷۷۵ء میں پیدا ہوئے - عربی ، فارسی کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی - تیغ زنی ، شہسواری اور تفنگ اندازی کے ساتھ خطاطی کی مشق بھی بہم پہنچائی - اپنے والد کے انتقال کے بعد ۲۸ ستمبر ، ۱۸۳۷ء کو تخت نشین ہوئے - ان کا اقتدار برائے نام تھا - "خلقت خدا کی ، ملک بادشاہ کا اور حکم سرکار کمپنی کا" کے اصول پر عمل ہوتا تھا - اس صورت حال کا نتیجہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی صورت میں رونما ہوا - ۱۹ ستمبر ، ۱۸۵۷ء کو بہادر شاہ کی گرفتاری عمل میں آئی اور ان پر مقدمہ چلایا گیا - اور پھر جلا وطنی کی سزا دے کر انھیں رنگون بھیج دیا گیا جہاں پانچ برس تک انھوں نے انتہائی تکلیف دہ طریقے سے زندگی بسر کی - ۷ نومبر ۱۸۶۲ء کو اُن کا انتقال ہوا -

ظفر شاعری میں ابتداءً شاہ نصیر کے شاگرد تھے - پھر بالترتیب میر کاظم حسین بے قرار ، ذوق اور غالب سے اصلاح لی - قاسم نے میر عزت اللہ عشق کو بھی ظفر کا اُستاد لکھا ہے -

مآخذ : ظفر کی سیاسی حیثیت کی وجہ سے اُن کے بارے میں بہت کچھ لکھا گیا ہے - ان تمام مآخذوں کی نشان دہی بے جا طوالت کا باعث ہوگی - یہاں صرف تذکروں اور ظفر کی ادبی حیثیت سے متعلق تحریروں کا حوالہ دیا جا رہا ہے :

(۱) عیار ، ۴۴۹ - (۲) عمدہ ، ۴۱۱ - (۳) مجموعہ اول ، ۳۷۲ - (۴) گلشن ، ۱۲۹ - (۵) بہار ، ۲۱۸ - (۶) بے خزاں ، ۲۷ - (۷) نازنیناں ، ۱ - (۸) گلستان ، ۱۵۱ - (۹) شعرائے ہند ، ۴۳۴ - (۱۰) سراپا ، ۲۳۲ ، ۲۷۲ - (۱۱) یادگار ، ۱۳۳ - (۱۲) گلستان سخن ، ۳۴۵ - (۱۳) سخن شعرا ، ۳۰۷ - (۱۴) نادر ، ۱۰۵ - (۱۵) شمیم ، اول ، ۳۷ - (۱۶) طور ، ۶۷ - (۱۷) بزم ، ۸۲ - (۱۸)

جلوہ ، اول ، ۲۳۰ - (۱۹) خم خانہ ، پنجم ، ۳٦۹ - (۲۰) آبِ حیات ، ۱۴۴ - (۲۱) آبِ بقا ، ۸۰ - (۲۲) سکسینہ ، نظم ، ۲۰۸ - (۲۳) گلِ رعنا ، ۲۹٦ - (۲۴) دلّی ، ۲۹۰ - (۲۵) مرأة ، اول ، ۴۹٦ - (۲٦) تاریخِ ادبیات ، ہشتم ، ۱٦۸ - (۲۷) ۱۸۵۷ء کے مجاہد شعرا ، امداد صابری ، دہلی ۱۹۵۹ء ، ص ۹۲ - (۲۸) تلامذۂ غالب ، مالک رام ، نکودر ۱۹۵۷ء ، ص ۲۰۷ - (۲۹) بہادر شاہ ظفر اور اس کا عہد ، رئیس احمد جعفری ، لاہور ، ۱۹۵۵ء - (۳۰) بہادر شاہ ظفر ، فن و شخصیت ، خواجہ تہوّر حسین ، کراچی ، ۱۹٦۵ء - (۳۱) بہادر شاہ ظفر ، امیر احمد علوی ، لکھنؤ ، ۱۹۳۵ء - (۳۲) گارسیں دتاسی ، سوم ، ۳۱۷ - (۳۳) دل کشا ، اول ، ۲ - (۳۴) ارمغان ، ۳٦ - (۳۵) بیاض ، ۸٦ -

• • •

۸۸

دیوان اوّل [۲]

بہادر شاہ ظفر

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی -

نمبر : ۹۷۵/۶ ء ۱۹۵۷

سائز : $۲۴\frac{۱}{۲} \times ۱۵\frac{۱}{۲}$ س م

اوراق : ۳۲۸

سطور : ۱۵

زمانۂ تکمیلِ تصنیف : ۲۳ - ۱۲۲۳ھ [م : ۱۰ - ۱۸۰۸ء]

زمانۂ کتابت : تیرھویں صدی ہجری کا ربع آخر (قیاساً)

خط : نستعلیق ، معمولی -

کیفیت : مخطوطہ ناقص الطرفین ہے - کاتب نے صفحات پر نمبر شمار درج کیے ہیں - ورق ۱ ، الف پر صفحہ نمبر ۲۵ ہے اور آخری ورق (۳۲۸ ، ب) پر ۸۸۰ - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شروع کے بارہ ورق ضائع ہوئے ہیں - کاتب نے صفحات پر ہندسے خاص طریقے سے لکھے ہیں -

مثلاً ۶۰ کو ۰۶ لکھا ہے
۸۰ کو ۰۸ لکھا ہے
۱۰۰ کو ۰۱۰ لکھا ہے
۱۰۵ کو ۵۱۰ لکھا ہے
۶۰۱ کو ۶۰۰۱ لکھا ہے

صفحات نمبر غلط بھی درج ہوئے ہیں - ۸۹ کے بعد ۹۱ ہے پھر ۹۰ ، اور آخر میں ۹۲ - مضمون کے اعتبار سے ان اوراق کی شیرازہ بندی درست ہے - کاغذ دبیز ، مٹیالا ہے - ہر صفحے پر سرخ اور نیلی جدولیں ہیں - ہر غزل کے مقطع کے اوپر اور نیچے سرخ لکیریں کھینچی گئی ہیں -

آغاز : "رات بھر مجھ کو غمِ یار نے سونے نہ دیا
صبح کو خوفِ شبِ تار نے سونے نہ دیا
شمع کی طرح کٹی رات مجھے سُولی پر
چین سے یادِ قدِ یار نے سونے نہ دیا
یہ کراہا ترا بیمارِ الم درد کے ساتھ
کسی ہمسائے کو بیمار نے سونے نہ دیا
اے دلِ زار تو سوتا کیا آرام سے رات
مجھے پل بھر بھی دلِ زار نے سونے نہ دیا
میں وہ مجنوں ہوں کہ زنداں میں نگہبانوں کو
میری زنجیر کی جھنکار نے سونے نہ دیا"

اختتام : "رین دنا میں ککدی پھردی بیکل مینڈی جان[1]
لیکن جس دے کارن ککدی پھردی اوسیو ناہیں دھیان
الٰہی کیا ہوا ، تھا وہ جو نالوں میں اثر پہلے
پھنذ لیا دل اوس نے مینڈا مار برہ دا جال
اب کب چھٹدا اس پھندے سی چھٹنا بڈا محال"[2]

مندرجات : مطابق مخطوطہ ۸۲ - ناقص الاول ہونے کی وجہ سے ابتدائی ۳۳ غزلیات اور ناقص الآخر ہونے کی بنا پر آخری دو منظومات کم ہیں -

---

۱- یہ مثلث کے دو بند ہیں - ہر بند کے پہلے دو مصرعے پنجابی میں ہیں اور تیسرا اردو میں -

۲- اس بند کا تیسرا مصرع یہ ہے :
جو کچھ ہونا تھا سو وہ ہو چکا ہے اے ظفر پہلے
ناقص الآخر ہونے کی وجہ سے مخطوطے میں یہ مصرع موجود نہیں ہے -

خصوصیات : کتابت کی اغلاط خاصی ہیں نیز کاتب نے بعض
خاص انداز سے لکھا ہے۔ مثلاً ''کھ'' کو ہر۔
لکھا ہے ، جیسے ''لکھتے'' کی بجائے ''لگہتے''
کی بجائے ''دیکہنا''۔ کاتب نے بعض الفاظ
بھی لکھا ہے جیسے ''چم کا'' بجائے ''چمکا''۔
مصنف اور مآخذ کے لیے وک : مخطوطہ نمبر ۸۷ -

● ● ●

۸۹

نگارستان

مولانا ظفر علی خاں

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی ۔

نمبر : ۱۹۵۸ء ۱/۱۶

سائز : ۲۳ ½ × ۱۹ س م

اوراق : ۱۸۲

سطور : غیر معیّن ۔ ۱۰ سے ۲۴ تک (عموماً ایک صفحے پر ایک نظم لکھی گئی ہے ، نظم کی طوالت کے اعتبار سے سطور میں کمی بیشی ہوئی ہے)

زمانۂ تصنیف: ۱۹۰۸ء تا ۱۹۴۰ء

کاتب : خود مصنّف ۔

زمانۂ کتابت : ۴۱ - ۱۹۴۰ء

خط : نستعلیق ، پختہ ، رواں دواں ۔

کیفیت : یہ وہ مسودہ ہے جو مولانا ظفر علی خاں نے ''نگارستان'' کی طباعت کے لیے تیار کیا تھا ۔ اسی سے کاتب نے کتابت کی تھی ۔ کاتب نے مسودے پر جا بجا کتابت شدہ اجزا کے صفحات نمبر درج کیے ہیں ۔ منظومات پر بھی نمبر شمار کاتب کے قلم سے ہیں اور کتابت ہی کی روشنائی سے ہیں ۔ کہیں کہیں کاتب نے اپنی یادداشت کے لیے ''کاپی شروع'' کے الفاظ بھی لکھے ہیں (جیسے ورق ۱۲۰ ، الف پر) ۔ بعض اوراق

پر کتابت کی روشنائی کے چھینٹے بھی نظر آتے ہیں - ورق ۱۳۵ ، الف و ب اور ورق ۱۳۶ الف پر کتابت کی روشنائی خاصی مقدار میں گر گئی تھی ، جس کے نشانات موجود ہیں - ورق ۱۶۳ تک ہلکے سبز رنگ کا لکیردار کاغذ ہے اور اس کے بعد ہلکے گلابی رنگ کا - نظمیں کاغذ کے ایک طرف لکھی گئی ہیں - مصنّف نے سیاہ روشنائی استعمال کی ہے ، صرف ایک جگہ (ورق ۱۷۰ ، الف) ایک حاشیہ پنسل سے لکھا ہے - یہ مسودہ اچھی حالت میں ہے ، ''چمنستان'' (رک : مخطوطہ نمبر ۹۰) اس کے ساتھ مجلد ہے -

آغاز : ''چراغ کعبہ

عرب کا اور عجم کا ذرّہ ذرّہ جگمگا اُٹھا
جہاں میں روشنی پھیلی چراغ کعبہ کی گھر گھر
جب اس کی تیل بتی کا نبی خود کر گئے ساماں
بجھا سکتی ہے پھر کب اس دیے کو کفر کی صرصر
یہاں الہام کی باتیں وہاں اوہام کی گھاتیں
اِدھر اسلام کی، تکبیر اُدھر اصنام کی ہر ہر''

اختتام : [نظم ''میثاق گجرات''[۱]]

''سیاست اس کو کہتے ہیں کہ چھپ کر گھر میں جا بیٹھے
لڑا کر جنگ کے میدان میں سرکار سے ہم کو
اگر ڈر ہے تو ہے احرار کی مسلم نمائی کا
کوئی طاقت ڈرا سکتی نہیں کفار سے ہم کو
اُڑائیں دھجیاں گجرات کے میثاق کی جس نے
خداوندا بچا اس وضع کے غدار سے ہم کو
۳۰ جون ، ۱۹۳۶ء''

۱- مطبوعہ ''نگارستان'' میں اس نظم کے بعد بھی پانچ نظمیں ہیں ، لیکن وہ اس مسودے میں شامل نہیں - یہ پانچ نظمیں ''چمنستان'' کے مسودے کے شروع میں ہیں -

مندرجات : اس میں ۱۹۰۸ء سے ۱۹۳۶ء تک کا کلام ہے۔ کچھ نظمیں ۱۹۴۰ء کی بھی ہیں۔

خصوصیات : اس مخطوطے کے شروع میں ایک علیحدہ کاغذ پر مولانا غلام رسول مہر نے مندرجہ ذیل نوٹ لکھا ہے :

"مولانا خلیل الرحمٰن صاحب یہ مسودہ میرے پاس لائے تو میں نے دیکھتے ہی کہا کہ یہ تو مولانا ظفر علی خاں مرحوم و مغفور کا خط ہے۔ پھر میں نے مولانائے مرحوم کی مطبوعہ نظموں سے اس کا مقابلہ بھی کیا اور اس نتیجے پر پہنچا :

(۱) اس مسودے میں وہ تمام نظمیں آ گئیں جو "نگارستان" اور "چمنستان" (تا ص ۱۷۶) شائع ہوئیں۔

(۲) صرف "نگارستان" کی وہ نظم اس میں شامل نہیں جو ابتدائے کتاب میں "نگارستان" کے عنوان سے چھپی ہے۔ یہ نظم غالباً اس زمانے میں لکھی گئی جب یہ مسودہ زیر کتابت تھا۔

(۳) نظموں کے عنوان، تمہیدی نثریں اور حواشی مولانائے مرحوم ہی کے قلم سے ہیں۔

(۴) بعض طبع شدہ نظموں اور اس مسودے کی نظموں میں کسی قدر تقدیم و تاخیر ہے۔ لیکن میرے علم کی حد تک دونوں میں اور کوئی تفاوت نہیں۔

(۵) "نگارستان" کی پندرہ یا سولہ نظموں کی تاریخیں مطبوعہ نسخے میں نہیں دی گئیں اور مسودے میں تاریخیں موجود ہیں۔

یہ مسودہ اس وجہ سے بڑا قیمتی ہے کہ پورا مولانا کے قلم سے لکھا ہوا ہے۔ میرے نزدیک اسے آیندہ نسلوں کے لیے محفوظ کر دینے کا مناسب انتظام ہو

جانا چاہیے ۔ ایسا بیش بہا ذخیرہ آسانی سے ہاتھ نہ آئے گا ۔

مسلم ٹاؤن ، لاہور   غلام رسول مہر
۲۵ اکتوبر ۱۹۵۷ء"

دیگر نسخے : اس تصنیف کا کوئی دوسرا قلمی نسخہ راقم کے علم میں نہیں ہے ۔

مطبوعہ نسخے: یہ کتاب دو بار لاہور سے شائع ہو چکی ہے ۔ پہلی مرتبہ ۱۹۴۲ء میں اور دوسری مرتبہ ۱۹۶۳ء میں ۔

مصنّف : مولانا ظفر علی خاں تحصیل وزیر آباد کے گاؤں کوٹ مہرتھ میں ۱۲۹۰ھ [م : ۱۸۷۳ء] میں پیدا ہوئے ۔ والد کا نام مولوی سراج الدین احمد خاں ہے ۔ مڈل تک تعلیم وزیرآباد میں حاصل کی ۔ انٹرنس کا امتحان پٹیالہ سے پاس کیا ۔ اس کے بعد وہ علی گڑھ چلے گئے جہاں سے ۱۸۹۲ء میں انھوں نے ایم ۔ اے ۔ او کالج سے انٹرمیڈیٹ کا امتحان پاس کیا ۔ ۱۸۹۵ء میں الٰہ آباد یونیورسٹی سے بی ۔ اے کی سند لی ۔ علی گڑھ کے قیام کے دوران پروفیسر آرنلڈ اور علامہ شبلی جیسے اساتذہ سے انھوں نے فیض حاصل کیا ۔ تعلیم ختم کرنے کے بعد مولانا نے تقریباً ایک برس تک نواب عماد الملک کے پرائیویٹ سیکریٹری کی حیثیت سے کام کیا ۔ اور پھر ریاست حیدرآباد دکن چلے گئے اور وہاں فوج کے محکمے میں ملازمت کر لی ۔ بعد ازاں وہ ہوم آفس میں مترجم ہو گئے اور پھر لیجسلیٹیو کونسل کے رجسٹرار اور اسسٹنٹ ہوم سیکریٹری کے عہدوں پر کام کیا ۔

اُن کی علمی و ادبی سرگرمیاں طالب علمی ہی کے زمانے سے شروع ہو گئی تھیں ۔ ۱۹۰۲ء میں انھوں نے حیدرآباد دکن سے ماہوار رسالہ "افسانہ" اور ۱۹۰۳ء میں "دکن ریویو" جاری کیا ۔ ثانی الذکر کا شمار اُردو کے بلند پایہ علمی جرائد میں ہوتا ہے ۔ ۱۹۰۹ء میں مولانا کو حکومت کے خلاف سازش کے الزام میں حیدرآباد دکن سے نکال دیا گیا

اور وہ کرم آباد (وزیر آباد) چلے آئے۔ مولانا کے والد سرکاری ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد ''زمیندار'' کے نام سے ایک اخبار نکالتے تھے ، والد کی وفات کے بعد انھوں نے اس اخبار کی ادارتی ذمہ داریاں سنبھال لیں ۔ اگست ، ۱۹۱۰ء میں انھوں نے کرم آباد ہی سے ماہنامہ ''پنجاب ریویو'' جاری کیا جو کچھ عرصے تک شائع ہوتا رہا ۔ اسی زمانے میں وہ لاہور منتقل ہو گئے ۔ اور مذکورہ دونوں جریدے یہیں سے شائع ہونے لگے - ۵ اکتوبر ، ۱۹۱۱ء سے ''زمیندار'' روزنامہ ہوگیا اور اس کا شمار ملک کے مقبول ترین اخباروں میں ہونے لگا ۔ لاہور ہی کے قیام کے دوران مولانا کی سیاسی سرگرمیوں کا آغاز ہوا ، ان کے مضامین اور تقریروں کی سارے ملک میں دھوم مچ گئی - ۱۹۱۲ء میں اور پھر ۱۹۱۳ء میں مولانا نے دو مرتبہ انگلستان کا سفر کیا ۔ اس دوران میں انھوں نے فرانس اور بعض دوسرے یورپی ممالک کی سیاحت کے ساتھ ترکی اور مصر کی سیاحت بھی کی ۔

مولانا کی سیاسی سرگرمیاں حکومت کی نظر میں ناپسندیدہ تھیں ، اس وجہ سے انھیں اکتوبر ، ۱۹۱۴ء میں کرم آباد میں نظر بند کر دیا گیا ۔ ۱۹۱۷ء میں انھوں نے کرم آباد سے رسالہ ''ستارۂ صبح'' جاری کیا ۔ اس رسالے میں مولانا نے نقلی صوفیوں اور جھوٹے پیروں کے خلاف جہاد شروع کیا تو اس کے نتیجے میں انھیں پنجاب چھوڑنا پڑا ۔ کچھ عرصے وہ حیدر آباد دکن میں رہے ۔ لیکن انھیں دوبارہ ریاست بدر کر دیا گیا اور وہ واپس پنجاب آ گئے ۔ ''زمیندار'' جو بند ہو چکا تھا ، مارچ ، ۱۹۲۰ء میں دوبارہ جاری کیا گیا ۔ ستمبر ، ۱۹۲۰ء میں جب وہ کانگرس کے اجلاس کلکتہ میں شرکت کے بعد واپس آ رہے تھے تو انھیں گرفتار کر لیا گیا اور ان پر ایک باغیانہ تقریر کے الزام میں مقدمہ چلایا گیا ۔ انھیں دو مختلف دفعات کے تحت پانچ سال اور دو سال کی قید بامشقت کی سزائیں دی گئیں ۔ دونوں سزائیں ایک ساتھ شروع ہوئیں ۔ مولانا نے قید کا

زمانہ منٹگمری جیل میں گزارا ۔

مولانا ظفر علی خاں مختلف سیاسی تحریکوں میں شامل ہو کر ہندوستان کی آزادی کی جد و جہد میں حصہ لیتے رہے ۔ بالآخر ۱۹۳۷ء میں وہ مسلم لیگ میں شامل ہو گئے ۔ اسی سال وہ لاہور سے مرکزی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے ۔ ۱۹۴۶ء کے عام انتخابات میں بھی انھوں نے مذکورہ رکنیت کے لیے انتخاب میں کام یابی حاصل کی ۔ ۱۹۴۶ء میں ان پر فالج کا حملہ ہوا اور وہ گوشہ نشین ہو گئے ۔ دو تین برس تک مولانا کا قیام لاہور ہی میں رہا اور پھر وہ کرم آباد چلے گئے جہاں ۲۷ نومبر ، ۱۹۵۶ء کو ان کا انتقال ہو گیا ۔

مولانا نے متعدد انگریزی کتابوں کے اردو میں ترجمے کیے ۔ ان کے شعری مجموعے مندرجہ ذیل ہیں :

(۱) حبسیات ، لاہور ، ۱۹۲۶ء ۔ طبع دوم ، ۱۹۶۳ء

(۲) بہارستان ، لاہور ، ۱۹۳۷ء ۔ طبع دوم ، ۱۹۶۵ء

(۳) نگارستان ، لاہور ، ۱۹۴۲ء ۔ طبع دوم ، ۱۹۶۳ء

(۴) چمنستان ، لاہور ، ۱۹۴۴ء ۔ طبع دوم ، ۱۹۶۳ء

(۵) ارمغان قادیان ، لاہور

(ماخوذ از "ظفر علی خاں ، ادیب و شاعر" ، مصنفہ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار ، لاہور ، ۱۹۶۷ء)

مآخذ : (۱) مولانا ظفر علی خاں ، از شورش کاشمیری ، لاہور ۱۹۵۷ء ۔ (۲) مولانا ظفر علی خاں ، از اشرف عطا ، لاہور ۱۹۶۲ء ۔ (۳) شعرائے پنجاب ، نسیم رضوانی ، گجرات ۱۹۳۷ء ص ۴۳ ۔ (۴) جدید اُردو شاعری ، عبدالقادر سروری لاہور ، ۱۹۴۶ء ، ص ۲۴۵ ۔ (۵) مرأۃ ، دوم ، ۳۱۸ (۶) تذکرۂ شعرائے اُردو ، اصغر حسین خاں نظیر لدھیانوی

لاہور ، ۱۹۵۳ء ، ص ۲۹۹ - (۷) جدید شعرائے اُردو ، ڈاکٹر عبد الوحید ، لاہور ص ۳۵۶ - (۸) اُردو شاعری کا سیاسی اور سماجی پس منظر ، غلام حسین ذوالفقار ، لاہور ، ۱۹۶۶ء ، ص ۴۵۰ - (۹) تذکرہ شعرائے پنجاب ، خواجہ عبدالرشید ، کراچی ، ۱۹۶۷ء ، ص ۲۲۶ - (۱۰) تاریخِ ادبیات ، دہم ، ص ۹۲ - (۱۱) یارانِ کہن ، عبدالمجید سالک ، لاہور ، ۱۹۵۵ء ، ص ۶۹ - (۱۲) نقوش و تاثرات ، حکیم محمد امام امامی ، کراچی ، ۱۹۵۸ء ، ص ۴۰۲ - (۱۳) انجمن ، از فقیر سیّد وحید الدین ، کراچی ، ۱۹۶۶ء ، ص ۶۱ - (۱۴) فارسی گویانِ پاکستان ، اوّل ، ڈاکٹر سیّد سبطِ حسن ، راولپنڈی ، ۱۹۷۴ء ، ص ۲۶۸ -

● ● ●

۹۰

چمنستان

مولانا ظفر علی خاں

کتب خانہ : قومی عجائب گھر، کراچی۔

نمبر : ۱۹۵۸ء ۱/۱۶

سائز : ۲۳½ × ۱۹ س م

اوراق : ۱۵۹

سطور : مطابق مخطوطہ ۸۹

زمانۂ تصنیف: ۱۹۳۶ء تا ۱۹۳۸ء

کاتب : خود مصنف۔

زمانۂ کتابت: ۱۹۳۰ - ۳۱ء

خط : نستعلیق، پختہ، رواں دواں۔

کیفیت : یہ نسخہ، مخطوطہ نمبر ۸۹ کے ساتھ مجلد ہے۔ یہ وہ مسودہ ہے جو طباعت کے لیے تیار کیا گیا تھا۔ کتابت کے نشانات اس میں بھی تھے، لیکن انھیں مٹا دیا گیا ہے۔ تاہم بغور دیکھنے سے یہ نظر آ جاتے ہیں۔ یہ مسودہ نامکمل ہے۔ اس میں "چمنستان" مطبوعہ کے ص ۱۷۶ تک کی نظمیں شامل ہیں۔ ابتدائی سات اوراق کا کاغذ ہلکے گلابی رنگ کا ہے اور باقی اوراق کا ہلکے سبز رنگ کا، لکیر دار۔

: [نظم : میرا گناہ[1]]

''مرا گناہ یہی ہے کہ مجھ کو ہے اصرار
شہید گنج کی مسجد کی بازیابی پر
کسی سے جرم یہ سرزد اگر ہو معنی میں
تو حد شرع نہ جاری ہو کیوں شرابی پر
مری نظر میں ہے (کذا) مسجد کے منبر و محراب
جمی ہوئی نظر احرار کی ہے لابی[2] پر''

: ''وہ سرخی عارض ملت پہ جو رہ رہ کے جھلکے گی
شہیدوں کے جمال افزا لہو کا غازہ ہوتا ہے
سکندر اور جینا قوم کی آنکھوں کے تارے ہیں
اسی سے شوکت اسلام کا اندازہ ہوتا ہے
شہید سہروردی کو بنایا ساربان ہم نے
رواں کس شان سے اسلام کا جنازہ ہوتا ہے

کلکتہ

۱۰ اپریل، ۱۹۳۸ء''

رجات : اس میں ۱۹۳۶ء سے ۱۹۳۸ء تک کا کلام ہے۔

سوصیات : ''اختتام'' کے تحت جو اشعار دیے گئے ہیں وہ نظم ''مولوی فضل الحق صدر اعظم بنگال'' کے آخری اشعار ہیں۔ مطبوعہ ''چمنستان'' میں اس نظم کے بعد بھی متعدد نظمیں ہیں جو اس مسودے میں شامل نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسودے کے آخری اوراق ضائع ہو گئے ہیں۔

---

[1] یہ اور اس کے بعد کی چار نظمیں مطبوعہ ''چمنستان'' میں شامل نہیں بلکہ ''نگارستان'' کے آخر میں شامل ہیں۔
[2] حاشیہ مصنف : مجلس وضع آئین و قوانین کے ایوان کی غلام گردش۔

دیگر نسخے : اس تصنیف کا کوئی دوسرا قلمی نسخہ راقم کے علم میں نہیں ہے -

مطبوعہ نسخے: یہ مجموعۂ کلام دو مرتبہ ۱۹۴۴ء اور ۱۹۶۳ء میں لاہور سے شائع ہو چکا ہے -

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۸۹ -

● ● ●

۹۱

دیوانِ ظہیر

محمد ظہیرالدین ظہیر

ب خانہ : شفیق احمد فاروق - ۱۱ ، ایف ، نیو کراچی ، کراچی -

: ۲۴×۱۴ س م

اق : ۱۸۲ .

ر : ۱۵

نہٗ کتابت : ۲۵ - ۱۳۲۴ھ [م : ۸ - ۱۹۰۶ء] کے لگ بھگ -

: نستعلیق ، عمدہ -

فیت : مخطوطہ اچھی حالت میں ہے - کاغذ ولایتی ، چکنا ، بادامی - ہر ردیف کی غزلیات کے بعد سادہ اوراق رکھے گئے ہیں - اصل دیوان ورق ۵ ، ب سے شروع ہوتا ہے - اس سے پہلے کے اوراق پر ایک مختلف قلم سے ، جامنی رنگ کی روشنائی سے کچھ اشعار لکھے گئے ہیں - لکھنے والے نے ورق ۲ ، ب پر مصنّف کو ''بھائی ظہیرالدین مرحوم'' لکھا ہے - اس سے ظاہر ہے کہ یہ اشعار ظہیر ہی کے ہیں اور ان کے مرنے کے بعد ان کے بھائی نے اضافہ کیے ہیں - ورق ۱ ، الف پر ''از جناب مولوی مختارالدین انصاری انسپکٹر زراعت'' کا عنوان لکھ کر دو اُردو اور تین فارسی اشعار لکھے گئے ہیں جو ظاہر ہے کہ مصنّف کے نہیں - ورق ۲ ، ب سے ۳ ب تک ظہیر کی تین غزلیں ہیں جو ان کے بھائی نے اضافہ کی ہیں -

آغاز : "یہ وحشت خیز ہے عالم جنونِ فتنہ ساماں کا
کہ کوسوں چاک آتا ہے نظر دامن بیاباں کا
بلا کی آگ ہوتی ہے بھرا ہو سوزِ ہجراں کا
برنگ شمع جل کر رہ گیا رشتہ رگِ جاں کا
وہ طوفاں باندھتے ہیں دیدۂ گریاں یہ طوفاں کا
نچوڑا ہے ابھی صرف ایک گوشہ اپنے داماں کا
شبِ تاریک کا غم ہے نہ مجھ کو روزِ ہجراں کا
نظر میں پھر رہا ہے جلوہ اوس مہر درخشاں کا
قیامت تک نہیں چھٹنے کا ساتھ اب دست و داماں کا
کھنچا ہے وحشت دل میں مرے نقشہ بیاباں کا"

اختتام : [امیر کابل کی آمد ہند پر لکھے گئے قطعۂ تاریخ کے آخری دو شعر]

"مبارک باد اہلِ ہند را سیرِ شہہِ کابل
سراج الملۃ و والدین حبیب اللہ خاں یا رب
ظہیر از بہر سالِ او بہ عنوان دعا گفتم
بود بر جملہ عالم شاہ کابل حکمراں یا رب"

۱۳۲۴ھ

مندرجات : غزلیات ردیف الف ورق ۵ ، الف تا ۱۵ ، الف
غزلیات ردیف ب ورق ۳۲ ، الف و ب
غزلیات ردیف ر ورق ۶۱ ، الف تا ۶۴ ، الف
غزلیات ردیف ن ورق ۱۰۴ ، الف تا ۱۰۸ ب
غزلیات ردیف و ورق ۱۳۳ ب تا ۱۳۴ ، الف
غزلیات ردیف ہ ورق ۱۳۸ ، الف
غزلیات ردیف ی ورق ۱۴۰ ، الف تا ۱۵۵ ، الف
قطعات تاریخ ورق ۱۵۸ ، الف

اوپر کی فہرست میں جو اوراق شمار میں نہیں آئے نیز ۱۵۸ ، الف کے بعد کے تمام اوراق سادہ ہیں۔ قطعات تاریخ دو ہیں ۔ ان میں سے پہلا امیر مینائی کے حیدر آباد آنے کا ہے

جس سے سنہ ۱۹۰۰ء برآمد ہوتا ہے اور دوسرا امیر کابل کے
ہندوستان آنے کا ہے جس سے سنہ ۱۳۲۲ھ برآمد ہوتا ہے ۔

خصوصیات : یہ مصنّف کا ذاتی نسخہ ہے جسے کاتب سے لکھوایا گیا ہے ۔ درمیان میں سادہ اوراق اس لیے رکھے گئے ہیں کہ ان پر نئی غزلوں کا اندراج ہو سکے ، لیکن ایسا بہت کم ہوا ہے ۔ تاہم ورق ۱۵ ، الف ؛ ورق ۵۳ ، الف اور ۱۵۵ ، الف پر مصنّف نے ردیف الف اور ی میں چند غزلیں اپنے قلم سے اضافہ کی ہیں ۔ اغلاطِ کتابت کی تصحیح بھی کی ہے ۔ اغلاط کی نشان دہی حواشی پر پنسل سے کی گئی ہے اور متن میں اس کے مطابق کاتب نے اصلاح کر دی ہے ۔ اوراق ۱۲ ، ب ؛ ۱۳ ، الف ؛ ۱۳۹ ، الف اور ۱۵۱ ، الف پر چند نامکمل شعر ہیں جن کا صرف ایک ایک مصرع ہی لکھا گیا ہے ۔ دوسرے مصرعے کی جگہ خالی ہے ۔

بعض اشعار میں اصلاحیں بھی ملتی ہیں ۔ مثلاً ص ۶۳ ب پر ایک شعر ہے :

تپ غم سے مثال شمع روشن ہڈی ہڈی ہے
بھرا ہے سوز دل رگ رگ میں مغز استخواں ہو کر

اس کے پہلے مصرعے میں ''روشن ہڈی ہڈی ہے'' کو قلم زد کر کے ''ہے ہر استخواں اپنا'' مصرعے کے اوپر لکھا گیا ہے ۔

دیگر نسخے : اس دیوان کا کوئی دوسرا قلمی نسخہ راقم کے علم میں نہیں ہے ۔

مطبوعہ نسخے: یہ دیوان شائع نہیں ہوا ۔

مصنّف : مخطوطے کے مالک شفیق احمد خاں فاروق ، ظہیر کے خاندان سے ہیں ۔ ان سے جو حالات معلوم ہو سکے وہ یہ ہیں ۔ ظہیر کا اصل وطن کانپور تھا ۔ والد کا نام مولانا قاضی شاہ محمد رفیع الدین نقش بندی مجددی تھا ۔ وہ حیدر آباد دکن میں منصب دار تھے ۔ ظہیر کو

شعر و سخن کا ذوق ورثے میں ملا تھا ۔ ان کے والد بھی شاعر تھے اور فارسی میں صرف حمد و نعت کہتے تھے ۔ ظہیر ، امیر مینائی کے شاگرد تھے ۔ انھیں خطّاطی اور علمِ جفر سے بھی دلچسپی تھی ۔ ذریعۂ معاش ملازمت تھی ۔ وفات حیدر آباد میں ہوئی اور وہیں دفن ہوئے ۔ صحیح سالِ وفات معلوم نہیں ، تاہم یہ یقینی ہے کہ ۱۳۵۰ھ [م : ۳۲ - ۱۹۳۱ء] اور ۱۳۵۶ھ [م : ۳۸ - ۱۹۳۷ء] کے درمیان انتقال ہوا ۔

● ● ●

۹۲

دیوانِ عزلت [۱]

سیّد عبدالولی عزلت

کتب خانہ	: انجمن ترقی اُردو ، کراچی ۔
نمبر	: قا ۳/۱۷۱
سائز	: ۲۲ ۳/۴ × ۱۴ ۱/۴ س م
اوراق	: ۶۶
سطور	: ۱۵
زمانۂ ترتیب	: دیوانِ عزلت چمنستانِ شعرا کی تالیف (۱۱۷۵ھ/۱۷۶۱ء) کے وقت مرتب ہو چکا تھا ۔ (مقدمہ ، دیوان مطبوعہ ، ص ۴۷)
زمانۂ کتابت	: بارھویں صدی کا ربع آخر (قیاساً)
خط	: نستعلیق ، شکستہ مائل ، اوسط ۔
کیفیت	: مخطوطہ کرم خوردہ ، آب رسیدہ اور نہایت بوسیدہ حالت میں ہے ۔ متن کو بھی نقصان پہنچا ہے ۔ عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں ۔ تخلّص کا نشان بھی سرخ ہے ۔ کاغذ باریک ، مٹیالا ۔

مخطوطہ ناقص الطرفین والاوسط ہے ۔ آغاز دیباچے سے ہوتا ہے جو نصف کے قریب موجود نہیں ہے ۔ شروع کا صرف ایک ورق ضائع ہوا ہے ۔ ورق ۴۸ ، ب کا ترک اگلے ورق سے مربوط نہیں ہے ۔ مخطوطہ نمبر ۹۳ سے مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ورق ۴۸ اور ۴۹ کے درمیان

کا ایک ورق ضائع ہوا ہے - ورق ۵۲ ، ب کے آخر میں بارہ ماسے کے ماہ چیت کے چار شعر ہیں ، اس مہینے سے متعلق پانچواں شعر اور بارہ ماسے کا بقیہ حصہ مخطوطے میں نہیں ہے - ورق ۵۳ ، الف ''دو ارتھی'' کے چھٹے شعر سے شروع ہوتا ہے - مخطوطہ نمبر ۹۳ سے مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مکرنیاں ، پہیلیاں اور دو ارتھی کے پہلے پانچ سوال و جواب مخطوطے میں نہیں ہیں - اندازہ ہے کہ ورق ۵۲ اور ۵۳ کے درمیان کم از کم تین ورق اور تھے جو ضائع ہو چکے ہیں - یہ نسخہ ''ساقی نامے'' کے درمیان سے بھی ناقص ہے - ورق ۶۰ ، ب کے آخر میں ترک ''سہج'' ہے لیکن ورق ۶۱ ، الف کا پہلا شعر اس لفظ سے شروع نہیں ہوتا - جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا ''ساقی نامے'' کے ۱۳ ، اشعار کم ہیں - اس لیے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ ورق ۶۰ اور ۶۱ کے درمیان کا کم از کم ایک ورق ضائع ہو چکا ہے - ساقی نامے کے آخری ورق (جو مخطوطے کا بھی آخری ورق ہے) پر ترک موجود ہے جس سے واضح ہے کہ یہ مخطوطہ ناقص الآخر ہے - آخری ورق یعنی ۶۶ ، ب کے آخر میں ساقی نامے کے خاتمے کے اشعار ہیں ، اس لیے قیاس ہے کہ مخطوطے کے آخر کا کم از کم ایک ورق ضائع ہو چکا ہے -

آغاز : ''اور اسی بہانے ہم سے پاپی اُبن لیویں - اما پیچھے عجز حمد و درود کے یہ فقیر سیّد عبدالولی عزلت ، بخشے اوسے علی الحقیقت ، پُتر حضرت سیّد سعد اللہ قدس سرہ کا زبانِ بے جوہری سے عرض کرتا ہے کہ یہ کیتے جلے ہوئے دم آتش خالہٗ دیوان ہندی سے نکال کر اوراقِ پریشان بیانی میں جمع کیے ہیں تاں دوستوں پاس ہم جہاں فراموشوں کا یادگار رہے'' -

اختتام : ''نبی کی ہوئی بسکہ ہمّت ضرور
اس اُمّت پہ آیا ہے طوفانِ نور

حکایت یہ سن میں تعجب کیا
کہ کیوں اہلِ معنی کریں یوں خطا
محمد ؐ کی اُمّت ہی کے عامیاں
یہ طوفاں کے . . .[1] نہیں . . .[2] جہاں
نبی جیسے دلیا بہ مہتاب ہے
کہ ہر ماہ میں سیر کا باب ہے
سرِ اُمّتِ نوع ہر ایک بار
وہ طوفان اب آ گیا اپنی ٹھار"

مندرجات	: دیباچہ	ورق ۱ ، الف	
	غزلیات	ورق ۱ ، الف تا ۴۹ ب	
	رباعیات	ورق ۴۹ ، ب تا ۵۰ ، الف	
	بارہ ماسہ	ورق ۵۰ ، ب تا ۵۲ ، ب	
	دو ارتھی ، شش ارتھی ، کبت ، دوہرے ، بروا ، سورٹھ ، جھولنہ	ورق ۵۳ ، الف تا ۵۶ ب	
	ساقی نامہ	ورق ۵۷ ، الف تا ۶۶ ب	

خصوصیات : اس نسخے کا مطبوعہ نسخے سے مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مطبوعہ کی بعض غزلیں اس میں نہیں ہیں ۔ مثلاً ردیف الف کی مندرجہ ذیل غزلیں مخطوطے میں نہیں ہیں :

۱۔ گر میرے لہو رونے کا باران بنے گا (ص ۱۳)

۲۔ ہو قلندر تو نہ چکھ شیخی و میری کا مزا (ص ۱۶)

۳۔ مرے نزع کو مت اوس سے کہو ہوا سو ہوا (ص ۲۵)

مخطوطے کے بعض اشعار ایسے ہیں جو مطبوعہ نسخے میں نہیں ۔ مثلاً :

غنی گر تنگ دل ہو سہل مال اوپر تجیے عزت
کرے ہے کون فروشی ایک تاگے کے لیے گوہر

---

۱ و ۲۔ ایک لفظ ناخوانا ۔

جہاں کی سرد مہری سے ٹھٹھر کر کانپتا ہے دل
نہالی ہو جو سی لوں دونوں پلکیں ترش روئی کر
(ورق ۱۵ ، ب)

زیر نظر نسخے میں بعض اشعار پر حواشی بھی لکھے گئے ہیں جو کاتب کے قلم سے نہیں ہیں ۔ مثلاً پہلی غزل کا پانچواں شعر یہ ہے :

نو رتن اُوپر ید اللہ کے نثار اشکوں سے کر
گوہر شہوار ، میں کہتا ہوں ہر ہر کی ثنا

اس شعر پر یہ حاشیہ لکھا ہے :

''یعنی از حضرت امام زین العابدین تا حضرت مہدی صلوٰت اللہ و سلام علیہم کہ 'نہ امام اند اینہا در دست خدائے 'نہ رتن اند کہ نام زیور مشہور است'' ۔

اسی قسم کے حواشی بعض دوسرے اوراق پر بھی ہیں ۔ نسخۂ مطبوعہ میں بھی اس قسم کے حواشی ہیں لیکن جو حاشیہ اُوپر درج ہوا ہے ، وہ مطبوعہ نسخے میں نہیں ہے ۔

اس مخطوطے اور مطبوعہ نسخے میں خاصا اختلافِ نسخ بھی ہے ۔ مخطوطے میں کتابت کی غلطیاں خاصی تعداد میں تھیں ، لیکن ان میں سے بیشتر اغلاط کی تصحیح حاشیے پر یا متن ہی میں کر دی گئی ہے ۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس نسخے کا نسخۂ منقول عنہ سے مقابلہ کیا گیا تھا ۔ تاہم کتابت کی بعض اغلاط اب بھی باقی ہیں ۔ جو اشعار دورانِ کتابت لکھنے سے رہ گئے تھے انھیں حواشی پر اضافہ کیا گیا ہے ۔ اس قسم کی مثالیں ورق ۱۶ ب ، ۲۳ ب ، ۲۴ ب ، ۴۰ ، الف اور ۴۳ ب وغیرہ پر ملتی ہیں ۔ یہ تمام اصلاحیں اور اضافے مخطوطے کے اصل کاتب کے قلم سے نہیں ہیں ۔

اس نسخے کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں عزلت کا ''ساقی نامہ'' شامل ہے جو دیوانِ عزلت کے

کسی دوسرے نسخے میں نہیں ہے ۔ یہ ''ساقی نامہ'' مطبوعہ نسخے میں بھی شامل نہیں ہے ۔[1] شفیق نے ''ساقی نامہ'' کے اشعار کی تعداد ۳۳۱ بتائی ہے ۔ زیرِ نظر مخطوطے میں ۲۹۰ شعر ہیں ، گویا ۴۱ شعر مخطوطے کے ناقص الاوسط اور ناقص الآخر ہونے کی وجہ سے ضائع ہوگئے ہیں ۔ شفیق نے ساقی نامے کے جو پانچ اشعار بطور نمونہ دیے ہیں ، ان میں سے آخری شعر مخطوطے میں نہیں ہے ۔ ساقی نامہ ۱۱۴۷ھ میں لکھا گیا تھا ۔ یہ سنہ ''بیان ظہور'' سے برآمد ہوتا ہے جو اس کا تاریخی نام ہے ۔ ساقی نامے کا آغاز ان اشعار سے ہوتا ہے :

جہاں میں جہاں حمد ہے اے خدا
تجھی کو سزا ہے کہوں کیا ثنا
مفصل ستایش مری حد نہیں
سمایا ہے قطرہ میں دریا کہیں
تری ذات کا عین ہے ہر کمال
سو اس کا تصوّر میں آنا محال

''ساقی نامہ'' سات ابواب پر مشتمل ہے ۔ ان ساتوں ابواب کی سرخیاں یہ ہیں :

۱۔ ساقی نامہ اعجاز شمامہ کہ نام و تاریخش ''بیانِ ظہور'' است از فقیر عزلت غفراللہ تعالیٰ ۔ [حمد و نعت]
۲۔ تمہید مدح حضرت دلی مدظلہ کہ مرشد منست و سبب شوق مثنوی گفتن ۔
۳۔ سوال پروانہ از شمع ۔
۴۔ جواب شمع بہ پروانہ ۔
۵۔ خطاب طعن آمیز بہ شیخ کہ منکرِ مے کشی است ، متضمن ترغیب می دادنِ ساقی را و مشتمل بر اظہار مطلب ۔

۱۔ بعد میں عبدالرزاق قریشی نے یہ ''ساقی نامہ'' زیرِ بحث نسخے سے حاصل کرکے ''نوائے ادب'' ، بمبئی ، جولائی ۱۹۶۳ء میں شائع کرا دیا تھا ۔

۶- بیان آمد آمدِ شاہِ بہار و جوشِ جنون و اُلفت توام فصلِ گل در چمن -

۷- بیان حکایت اتفاق سخن در سخن بعضی اہل معنی و اظہار الہاماتِ بے بدل الٰہی کہ محض بفضلہٖ تعالیٰ مورد آں شدم و ختمِ کلام مشتمل بر تاریخ و نام ساقی نامہ اعجاز شمامہ -

دیگر نسخے : ۱- نسخہ انڈیا آفس ، لندن :

فہرست نمبر ۱۰۲ - یہ نسخہ مثنوی راگ مالا کے ساتھ مجلد ہے - ورق ۱ سے ۴۴ تک مثنوی ہے - اور ورق ۴۵ سے ۷۷ تک دیوان - سائز ۸½ × ۵½" - سطور ۱۵ - خط نستعلیق - فہرست نگار کا خیال ہے کہ یہ دیوان ، مثنوی ''راگ مالا'' کے کاتب کے قلم سے ، اور اسی زمانے کا مکتوبہ ہے - ''راگ مالا'' کے کاتب کا نام سیّد عبدالنبی[۱] ہے اور تاریخِ کتابت ۲۵ محرم ، ۱۱۷۳ھ [م : ۱۷۵۹ء] - (انڈیا آفس ، ص ۵۵)

اس نسخے کے بارے میں عبدالرزاق قریشی لکھتے ہیں :

''. . . یہ نسخہ نامکمل ہے - اس میں 'ی' کی ردیف میں صرف دو شعر ہیں . . . ابتدا میں خود عزلت کے ہاتھ کی لکھی ہوئی مندرجہٗ ذیل تحریر ثابت کرتی ہے کہ یہ نسخہ مکمل نہیں ہے بلکہ ان کے کلیات کا انتخاب ہے :

'منتخب کلیات فکریٔ ہندی مشتمل بر اقسام سخن از فقیر عزلت غفرہ اللہ تعالیٰ'

۱- دیوانِ عزلت کا نسخہٗ بمبئی بھی اسی کاتب نے لکھا ہے - شاید یہ کاتب مستقل طور پر عزلت سے وابستہ تھا - نکات الشعرا اور تذکرۂ ریختہ گویان کے مطبوعہ نسخوں کے متن جن قلمی نسخوں پر مبنی تھے ، وہ دونوں اسی کاتب کے قلم سے تھے ، اور عزلت ہی کے لیے لکھے گئے تھے - (نکات ، ص ۱۸۰ - ریختہ گویان ، ص ۱۶۸)

یہ نسخہ عزلت نے نواب منیرالدولہ کے لیے تیار
کرایا تھا کیونکہ مندرجہ بالا عبارت کے نیچے
یہ الفاظ بھی ہیں :

''یہ نواب منیرالدولہ اقبالہ' ۔''

(مقدمہ دیوان عزلت ، صص ۱۷۸-۱۷۹)

۲- نسخہ' کتب خانہ' آصفیہ ، حیدر آباد دکن :

اس نسخے کا ذکر مخطوطات کی مطبوعہ وضاحتی فہرست
میں نہیں ہے ۔ عبدالرزاق قریشی نے اس کے بارے میں
مندرجہ ذیل اطلاعات فراہم کی ہیں :

''. . . ۱۱۹۲ھ کا لکھا ہوا ہے ، یعنی عزلت
کی وفات کے تین سال بعد لکھا گیا . . . اس نسخے
میں متعدد غزلیں ایسی ہیں جو . . . [بمبئی اور
انڈیا آفس کے نسخوں] میں نہیں ہیں'' ۔ (مقدمہ ،
دیوانِ عزلت ، ص ۱۷۹)

۳- نسخہ' انجمن اسلام ری سرچ انسٹی ٹیوٹ ، بمبئی :

''. . . خاتمے پر کاتب تحریر کی مندرجہ ذیل عبارت ہے :
'تمت دیوان حضرت سیّد عبدالولی صاحب عزلت
تخلّص در فارسی و ریختہ و در کبت و دوہرہ
نرگن تخلّص دارند ۔ تحریر بیست و ہفتم شہر
ذیحجہ ، ۱۱۷۲ھ سنہ یک ہزار و یک صد و ہفتاد
و دو من ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بہ
حسب فرمایش حضرت موصوف و مذکور باتمام
رسانید ۔ کاتب الحروف سیّد عبدالنبی ابن سیّد
محمود غفراللہ تعالٰی ذنوبہ و ستر عیوبہ' ۔

اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ یہ نسخہ خود
عزلت کی فرمایش پر نقل ہوا اور ۱۱۷۲ھ/۱۷۵۸ء میں
لکھا گیا ۔ یہ نسخہ عزلت کی نظر سے گزرا ہے ۔ متعدد
مقامات پر انھوں نے تصحیح کی ہے ۔ حواشی میں

اشعار کے اضافے کیے ہیں اور کاتب کے تتمہ کی تحریر کے بعد اپنے ہاتھ سے ایک کبت لکھا ہے ۔ دیوان کے پہلے صفحے پر بھی ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ایک مختصر سی تحریر ہے جو بدقسمتی سے ورق کے اوپری حصے کے پھٹ جانے کی وجہ سے مکمل نہیں رہی ۔ جو عبارت باقی رہ گئی ہے وہ یہ ہے :

'ہبہ کردم بطریق یادگاری باعزی . . . اُمید کہ ہرگاہ بنظر آورد فقیر دور افتادہ را . . .'

اس تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ عزلت نے یہ نسخہ اپنے کسی دوست کو دیا تھا . . . نسخے . . . میں . . . ۱۱۸ ، صفحے ہیں ۔ ہر صفحے پر ۱۵ سطریں ہیں ۔ پورا نسخہ ایک خط میں ہے ۔ . . . خط نستعلیق اور پاکیزہ ہے ۔ غلطیاں شاذ و نادر ہیں" ۔ (مقدمہ ، دیوانِ عزلت ، ص ص ۸۲ - ۱۷۶)

۴۔ رک : مخطوطہ نمبر ۹۳ ۔

نسخہ مطبوعہ: دیوانِ عزلت انجمن اسلام ری سرچ انسٹی ٹیوٹ ، بمبئی نے ۱۹۶۲ء میں شائع کیا تھا ۔ جسے عبدالرزاق قریشی نے مرتب کیا ہے ۔ اس کا متن انجمن اسلام بمبئی ، انڈیا آفس اور کتب خانۂ آصفیہ کے نسخوں پر مبنی ہے ۔ دیوان کی ترتیب کے وقت مرتب کو انجمن ترقی اُردو ، کراچی کے دونوں نسخوں کا علم نہیں تھا ، اس لیے ان سے استفادہ نہیں کیا جا سکا ۔ مرتب نے دیوان کے شروع میں ایک طویل مقدمہ لکھا ہے جس میں پہلی مرتبہ عزلت کے حالات تفصیل کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں ، اور عزلت کی شاعری کی خصوصیات واضح کی گئی ہیں ۔ آخر میں فرہنگ بھی ہے ۔

مصنف : "عزلت کے والد سیّد سعداللہ بن غلام محمد کی ولادت سلون (ضلع رائے بریلی) میں ہوئی ۔ ان کا سلسلۂ نسب باپ کی طرف سے حضرت موسیٰ کاظم تک پہنچتا ہے اور ماں کی طرف سے وہ فاروقی شیخ ہیں . . . وہ ۱۰۷۱ھ/۱۹۶۰ء میں

پیدا ہوئے اور ۶۸ سال کی عمر میں ۱۱۳۸ھ/۱۷۲۵ء میں انھوں نے وفات پائی . . . سیّد سعداللہ . . . علومِ ظاہری و باطنی . . . میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے . . . مکہ سے لوٹنے کے بعد سیّد سعداللہ نے سورت میں مستقل سکونت اختیار کی اور وہیں شادی بھی کی . . . سیّد عبدالولی عزلت کی پیدایش ۱۱۰۴ھ/۱۶۹۲ء میں سورت میں ہوئی ۔ ان کا نشو و نما اور تعلیم و تربیت بھی سورت ہی میں ہوئی ۔ ان کے والد چونکہ صاحبِ علم تھے اور درس و تدریس ان کا مشغلہ تھا ، اس لیے عزلت کی تعلیم و تربیت خود انھوں نے کی ۔ عزلت نے اپنی ذہانت و فطانت سے منقولات ، معقولات دونوں میں فضیل و کمال کا درجہ حاصل کیا . . . نظام الملک کے عہد میں اورنگ آباد گئے اور کچھ دن نواب موصوف کی خدمت میں رہے . . . اورنگ آباد سے سورت واپس گئے اور پھر دہلی کا قصد کیا ۔ ۴ جمادی الاوّل ، ۱۱۶۴ھ/ ۷ مارچ ، ۱۷۵۰ء کو وہ شاہ جہاں آباد پہنچے . . . یہاں ان کی ملاقات بلکہ مراسم دہلی کے شعرا سے رہے ۔ تذکرہ نگاروں نے سراج الدین علی خاں آرزو کا نام خصوصیت سے لیا ہے . . . میر تقی میر اور سیّد فتح علی گردیزی سے بھی عزلت کے مراسم تھے . . . دہلی سے عزلت مرشد آباد گئے . . . ، ۱۱۷۲ھ/۱۷۵۸ء میں یا اس سے ذرا قبل حیدر آباد آئے . . . حیدر آباد میں نواب امیر الملک سیّد محمد خاں بن آصف جاہ نے ان کی قدر کی اور ان کی گزر بسر کے لیے ایک گاؤں عنایت کیا . . . عزلت نے تقریباً بیس برس دکن میں گزارے . . . عزلت کو موسیقی میں کمال کا درجہ حاصل تھا ۔ . . . مصوّری میں وہ کمال حاصل تھا کہ شفیق انھیں ثانی' بہزاد کہتے ہیں ۔ . . . عزلت نے ۱۶ رجب ، ۱۱۸۹ھ/۴ ۔ اگست ، ۱۷۷۵ء کو وفات پائی اور میر مومن استر آبادی کے دائرہ میں مدفون ہوئے'' ۔ (عبدالرزاق قریشی ، مقدمہ ، دیوانِ عزلت ، ص ۵۶ - ۱۳)

عزلت کی تصانیف میں سے دیوانِ اُردو ، ساقی نامہ ،

اور مثنوی راگ مالا شائع ہو چکی ہیں ۔ اوّل الذّکر دو تصانیف کے حوالے اُوپر آ چکے ہیں ۔ مثنوی راگ مالا بھی عبدالرزاق قریشی نے مرتّب کی ہے اور انجمن اسلام ری سرچ انسٹی ٹیوٹ ، بمبئی کی طرف سے ۱۹۷۱ء میں شائع ہو چکی ہے ۔ دیوانِ فارسی بقول شفیق چودہ ہزار اشعار پر مشتمل تھا ، دو اور تصانیف کے نام بھی ملتے ہیں ۔ ''تعلیقات بر حواشی میر زاہد'' اور ''شطرنج کبیر جدید'' ۔ میر اور گردیزی نے ''بیاضِ عزلت'' کا بھی ذکر کیا ہے ۔

مآخذ : (۱) نکات ، ۹۲ ۔ (۲) گفتار ، ۶۵ ۔ (۳) تحفہ ، ۱۶ ۔ (۴) سرو ، ۲۳۶ ۔ (۵) ریختہ گویاں ، ۱۱۰ ۔ (۶) مخزن ، ۱۷۲ ۔ (۷) بے نظیر ، ۹۷ ۔ (۸) مردم ، ۱۷۳ ۔ (۹) چمنستان ، ۵۴۴ ۔ (۱۰) رعنا ، ۲۵۶ ۔ (۱۱) طبقات ، ۱۵ ۔ (۱۲) گل عجائب ، ۹۹ ۔ (۱۳) شعرائے اُردو ، ۱۰۷ ۔ (۱۴) شورش ، دوم ، ۷۴ ۔ (۱۵) مسرت ، ۱۳۸ ۔ (۱۶) گلزار ، ۳۲۰ ۔ (۱۷) گلشنِ سخن ، ۱۷۲ ۔ (۱۸) عیّار ، ۳۸۱ ۔ (۱۹) حیدری ، ۳۷ ۔ (۲۰) عشقی ، دوم ، ۷۵ ۔ (۲۱) گلشنِ سخن ، ۱۲۴ ۔ (۲۲) عمدہ ، ۱۴۱ ۔ (۲۳) مجمع ، ۹۳ ۔ (۲۴) مجموعہ ، اوّل ، ۳۸۳ ۔ (۲۵) گلشن ، ۱۳۳ ۔ (۲۶) بہار ، ۲۲۸ ۔ (۲۷) گلستان ، ۱۶۰ ۔ (۲۸) مخزنِ شعرا ، ۷۶ ۔ (۲۹) یادگار ، ۱۴۰ ۔ (۳۰) سخنِ شعرا ، ۳۲۵ ۔ (۳۱) شعرائے دکن ، ۸۱۱ ۔ (۳۲) گارسیں دتاسی ، سوم ، ۲۵۵ ۔ (۳۳) بیاض ، ۶ ۔ (۳۴) گلِ رعنا ، ۱۰۰ ۔ (۳۵) تاریخِ ادبیات ، ہفتم ، ۸۶ ۔ (۳۶) دکن میں اُردو ، ۲۳۸ ۔ (۳۷) جواہر ، اوّل ، ۱۶۶ ۔ (۳۸) دکنی ادب کی تاریخ ، ۱۳۷ ۔ (۳۹) شاہانِ اودھ ، ۵۸۱ ۔ (۴۰) یورپ میں دکنی مخطوطات ، ۵۱۷ ، ۵۲۱ ، ۶۶۷ ۔

● ● ●

۹۳

دیوانِ عزلت [۲]

سیّد عبدالولی عزلت

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو ، کراچی -
نمبر : قا ۳/۱۷۰
سائز : ۲۱½ × ۱۶½ س م
اوراق : ۱۸۱
سطور : غیر معیّن - کسی صفحے پر ۱۴ ، کسی پر ۱۵ اور بعض پر اس سے بھی کم -
زمانۂ ترتیب دیوان : یہ دیوان ۱۱۷۵ھ/۱۷۶۱ء تک مرتّب ہو چکا تھا - (مقدمہ ، دیوان مطبوعہ ، ص ۷۴)
زمانۂ کتابت : بیسویں صدی عیسوی کا ربع اول -
خط : نستعلیق اوسط -
کیفیت : کاغذ سفید ، دبیز - اوراق کے ایک طرف لکھا گیا ہے - متن ورق ۱ سے شروع ہوتا ہے اور ورق ۱۸۱ پر ختم ہوتا ہے - پانچ ورق متن سے پہلے اور پانچ متن کے بعد علیحدہ سے شامل کیے گیے ہیں -

شروع کے پانچ زاید اوراق کی تفصیل یہ ہے :

ورق ۱ ، الف : اس پر سرخ روشنائی سے ''دیوانِ عزلت'' لکھا ہے -

ورق ۱ ، ب : اس پر سیّد سرفراز علی رضوی کی ایک یادداشت ہے جس کا ذکر آگے آئے گا -

ورق ۲ ، الف و ب : دیباچہ دیوانِ فارسی کی نقل ۔ اس کے عنوان کی مندرجہ ذیل تحریر مولوی عبدالحق مرحوم کے قلم سے ہے :

''دیباچہ دیوانِ عزلت فارسی منقول از نسخۂ کتاب خانۂ احمد نگر نوشتہ دوازدہم جمادی الثانی ، ۱۱۹۳ھ حیدر آباد'' ۔

ورق ۳ ، الف : اس پر کاتب مخطوطہ کے قلم سے یہ تحریر ہے :

''دلاور حسین خاں شاگرد فقیر عزلت :

بد اگر کہتے ہیں بے ایمان یاروں کو سبھی
سب کو بہتر جانیے دینی مروّت کی قسم''

یہ اندراج اس اعتبار سے اہمیت رکھتا ہے کہ دلاور حسین خاں کا ذکر کہیں نہیں ملتا ۔ دیوان عزلت مطبوعہ کے مقدمے میں شاگردانِ عزلت کی جو فہرست ہے اس میں بھی دلاور حسین خاں کا نام نہیں ہے ۔

ورق ۴ ، الف : مولوی عبدالحق کے قلم سے یہ الفاظ لکھے ہیں :

''دیوان سیّد عبدالولی عزلت''

اوراق ۳ ، ب ؛ ۴ ، ب اور ۵ ، الف و ب سادہ ہیں ۔

متن کے بعد کے پانچ زاید اوراق میں سے دوسرے ، تیسرے اور چوتھے ورق پر مولوی عبدالحق کے قلم سے چند یادداشتیں ہیں جو ''منڈے نامہ از سیّد علی'' اور ''دیوانِ احمد'' کے بارے میں ہیں ۔ چند اشعار محمود کے ہیں جن میں قاضی محمد کا ذکر ہے ۔

آغاز : ''نثر[1] دیباچۂ ہندی مخترع فقیر عزلت عفی اللہ عنہ
اے سنسار کے کرنہار ، سب شوبیاں ازل سے ابد[2] تئیں

۱- دیوان مطبوعہ : مختصر ۔
۲- [illegible]

آپ ہی آپ ثابت نہیں کہ ہماری زبان قاصر بیان سے تیری
بڑائی کا حق ادا ہو سکتا ہو ۔ اور اے دو جگ کے ایک
کرتار تیرا تنزۂ ذات و صفات ایسا دور باش عقلوں کا نہیں
کہ جبرئیل اندیشے کا تیرے حریم قدس کے دور گردوں
ہے[1] نسبت نزدیکی کی رکھتا ہو ، تو ویسا ہے جیسا کچھ
آپ کو آپ سرا[2] چکا ہے ۔"

اختتام :

"تم مجھ سے آنکھ کے موندنے میں جو اشارے سے غیر بلاوتے ہو[3]
بھاؤ ناز کا تیرا یہ اور دیکھیں مجھے بیچ میں مفت نہاوتے ہو
تمھیں دل دیا تھا یہ جان کے میں کئی پیاروں سے رکھو گے گھیر اسے
ساتھ آئے کو مت ذلیل کرو تیری بے رخی کی مجھے تاب نہیں
میں نے تم کو جگہ اپنی آنکھ بیچ دی تھی تا کہ پل بھر نظر سیتی جاؤ گے نہ
سو تم نے تو یہ حقوق میرے میٹ دیے ایسے گویا پھیر منہ دکھاؤ گے نہ"

مندرجات :

۱- دیوان مطبوعہ : سے
۲- دیوان مطبوعہ : سراہ
۳- یہ مصرعے جھولنے کے ہیں ۔ مطبوعہ دیوان سے مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زیر نظر مخطوطے میں اس اقتباس کے پہلے چار مصرعے غلط نقل ہوئے ہیں ۔ پہلا مصرع ، مطبوعہ میں تیسرے شعر کا دوسرا مصرع ہے ۔ اور دوسرا مصرع مطبوعہ کے چوتھے شعر کا دوسرا مصرع ہے ۔ اسی طرح مذکورہ بالا دوسرا شعر دیوان مطبوعہ کے پانچویں اور چھٹے شعروں کے پہلے مصرعوں پر مشتمل ہے ۔

مکرنیاں[1]	ورق ۱۶۸ تا ۱۷۰
پہیلیاں[2]	ورق ۱۷۱ تا ۱۷۳
دوارتھی[3] اور شش ارتھی	ورق ۱۷۳ تا ۱۷۵
کبت[4] ، دوہرے[5] ، بروے ، سورٹھ اور جھولنہ	ورق ۱۷۵ تا ۱۸۱

خصوصیات : زیر نظر مخطوطہ دیوان عزلت کے کسی قدیم نسخے کی نقل ہے - یہ نقل مولوی عبدالحق نے تیارکرائی تھی - نسخۂ منقول عنہ کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ کہاں ہے - زیر نظر مخطوطے میں کتاب خانۂ احمد نگر کے نسخۂ دیوانِ فارسی از عزلت کا دیباچہ بھی شامل ہے - ممکن ہے دیوانِ اُردو بھی کتاب خانۂ احمد نگر میں ہو -

غزلیات کی حد تک یہ نسخہ ، نسخۂ مطبوعہ کے مطابق ہے - البتہ دیگر اصناف میں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے ، جس کی تفصیل یہ ہے :

۱- مخمس (مطبوعہ ، ص ۱۷۰) کے بندوں کی ترتیب مخطوطے سے مختلف ہے -

۲- مطبوعہ کی چوتھی رباعی مخطوطے میں نہیں ہے -

۱- ان سے پہلے یہ عبارت بطور عنوان درج ہے : "ایں سہ مکرہائے (کذا) ازوست کہ دریں زبان نرگن تخلّص دارد" - (ہندی کلام میں عزلت نے تخلّص نرگن استعمال کیا ہے - چمنستان شعرا ، ص ۳۴۴ ، میں "نرگس" سہو طباعت ہے) -

۲- ان سے پہلے یہ عنوان ہے : "ایں ہمہ پہیلی ہا نیز از فقیر نرگن غفرہ اللہ تعالٰی" -

۳- ان سے پہلے یہ عنوان ہے : "ایں ہمہ دو ارتھی ہا نیز از فقیر نرگن غفرہ اللہ تعالٰی" -

۴- ان سے پہلے عنوان : "ایں ہمہ کبت ہا و دوہرہ ہا نیز از فقیر نرگن غفرہ اللہ تعالٰی" -

۵- ان سے پہلے عنوان : "ایں ہمہ دوہرہ ہا و سورٹھ ہا نیز از فقیر نرگن غفرہ اللہ تعالٰی" -

۳- تین مکرنیاں (ایک آنب کی اور دو حقّے کی) مطبوعہ میں نہیں ہیں -
۴- مخطوطے میں ۹ پہیلیاں ہیں جب کہ مطبوعہ میں ایک بھی نہیں ہے -
۵- مطبوعہ کا آٹھواں اور گیارھواں دوہرا ، مخطوطے میں نہیں ہے - مخطوطے میں دو دوہرے ایسے ہیں جو مطبوعہ میں نہیں -
۶- تیسرا بروا مخطوطے میں نہیں ہے -
۷- جھولنے کے مندرجہ ذیل مصرعے مخطوطے میں نہیں ہیں :
۵ ، ۷ ، ۱۰ ، ۱۲ تا ۱۴ ، ۱۷ تا ۲۰ -

مخطوطے اور مطبوعہ نسخے میں اختلافِ متن بھی پایا جاتا ہے -

نسخۂ منقول عنہ کے متعدد الفاظ ، زیرِ نظر مخطوطے کے کاتب سے پڑھے نہیں جا سکے - ایسے تمام الفاظ کے لیے جگہ سادہ رکھی گئی ہے -

انجمن ترقی اُردو کے کتب خانۂ خاص کے مہتمم سیّد سرفراز علی رضوی صاحب نے نہایت محنت سے اس مخطوطے کا مقابلہ دیوانِ عزلت کے دوسرے نسخے (دیگر نسخے : ۹۲) سے کیا ہے - انھوں نے زیرِ نظر مخطوطے میں اختلافات سرخ روشنائی سے درج کیے ہیں - اس سلسلے میں رضوی صاحب نے زیرِ نظر مخطوطے کی ابتدا میں یہ یادداشت لکھی ہے :

"نسخۂ ہذا کا مقابلہ کتب خانۂ خاص کے دوسرے نسخے سے کیا گیا - جس نسخے سے اس کا مقابلہ کیا گیا ہے وہ ناقص الاوّل و آخر ہے - اُس میں دیباچے کا پہلا اور ایک صفحہ آخر کا نہیں ہے - لیکن اُس نسخے میں ساقی نامہ زاید ہے جو اِس نسخے میں نہیں ہے - اُس کو نسخۂ ثانی میں ملاحظہ فرمائیں" -

عزلت کا مکمل دیوانِ فارسی نایاب ہے - اس کا

ایک انتخاب مولوی عمر یافعی مرحوم کے کتب خانے (حیدرآباد دکن) میں تھا ۔ دیوان یا انتخاب کا ایک نسخہ نواب حیدر یار جنگ کے کتب خانے (حیدرآباد دکن) میں ہے ۔ اول الذکر انتخاب ناقص الاول ہے اور ثانی الذکر کے بارے میں کسی قسم کی معلومات مہیا نہیں ہو سکیں ۔ (مقدمہ ، دیوانِ عزلت ، مطبوعہ ، ص ۹۳) فارسی دیوان کا ایک نسخہ شاہان اودھ کے کتب خانے میں بھی تھا ۔ (فہرست نمبر ۵۴۶) ۔ دیوان کی نایابی کے پیش نظر مخطوطۂ زیرِ نظر میں عزلت کے دیوانِ فارسی کے دیباچے کی جو نقل ہے ، اُس کی خاص اہمیت ہے ۔ یہ مختصر دیباچہ یہاں اصل کے مطابق نقل کیا جاتا ہے ۔ کاتب کی اغلاط کی تصحیح نہیں کی گئی :

دیباچہ ، دیوانِ عزلت فارسی

منقول از نسخۂ کتاب خانۂ احمد نگر

نوشتہ دوازدہم جمادی الثانی ، ۱۱۹۳ھ حیدرآباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سپاسہا ہمہ راجع درگاہ ہست کنندۂ نیستیہاست ۔ گفتگو پس از من امتثال حدیث ختم الانبیاست ۔ علیہ و آلہ الصلوات والسلام الاعلیٰ ۔ و درود ہا تمام عاید جناب حضرت باعث خلق دو سرا و آلہ الاوضاست (؟) غرض از وردش تا دم باز پسیم تلذذ ذایقۂ شوق خدا ۔ بیت :

خوش نمک خوانِ تمنائے حق
سوز درود نبی دال اوست

اما بعد میگوید تراب اقدام المومنین العارفین فقیر سیّد عبدالولی عزلت غفرہ و کان لہ ، الموجود بالحقیقت خلف حضرت سیّد سعداللہ قد سنا اللہ تعالیٰ بسرہ المعلیٰ ، کہ چون بوئے گل بغضب افتادن در دل ہائے شکستہ ، یکقدم پیش از رتبہ سلیمانی ام ۔ یعنی تخت روان شاہی منّت ہوا و بدستگیری نسیم دم سرد لومیدی صاحب علو عرفانی ام ، یعنی

با اسیریٔ زندانِ تن موجودم ہمہ جا ، اگرچہ نامہ سیاہم ، امّا چوں لباس کعبہ بحسن قبول الٰہی تاحدٍّ امکان واجب الاحترام و ہر چند برگشتہ طالعم ، لیکن چوں نقش سکّہ بوسیلۂ از خود تہی شدن ُپر مقرب سلطان ربوبیتم و مدارالمہام انام ۔ چند دیوانہ ہائے واردات جنونِ آگہی را بسلسلہ ہائے مضلوع کشیدہ ام ۔ و دیوان خود را نامِ خدا بزنجیر خامہ آمدہ ہر سطرش کہ نفس سوختۂ سعی گرم از خود رفتن منست ۔ کوچہ ایست دامن کشِ دل ہائے سیّار معنی مشتاقاں ، و ہر بیتش کہ مقام خانہ سرائے راہ سیر سخنست ، حجرہ ایست آرام بخش مسافران نگاہ نکتہ وراں ۔ ذوق فرہاد ہنراں بے ستون شیریں کلامی بہ داد معنی مآلے رسیدہ بآفرین و تحسین تا دم خواہد فرمود ۔ و چشم انصاف نگاہاں دفتر نازک بیانی بہ درد سخنم ُپر آب شدہ از حلقۂ مژہ ہا صادش خواہد نمود ۔ پسند دل ہائے شکستۂ درست فکراں باد ۔ بحق حق العباد و محمد و آلہ الامجاد ۔

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۹۲ ۔

• • •

۹۴

دیوانِ عیشی

طالب علی خان عیشی

کتب خانہ : [illegible] ترقیِ اردو ، کراچی ۔

نمبر : [illegible]

سائز : [illegible]

اوراق : [illegible]

سطور : [illegible]

کاتب : [illegible] اللہ داد بیگ بسمل ۔

تاریخِ کتابت : ۲۰ شعبان ، ۱۲۵۴ھ [م : ۱۸ نومبر ، ۱۸۳۸ء]

خط : نستعلیق ، شکستہ مائل ، اوسط ۔

کیفیت : نسخہ اچھی حالت میں ہے ۔ کاغذ ، دبیز ، سفید ۔ ماضی قریب میں جلد سازی ہوئی ہے ، ہر ورق کے بعد ایک سادہ ورق لگایا گیا ہے ۔

آغاز :

”بسکہ آرام کی جا گوشۂ مدفن سمجھا
غلغل حشر کو میں یاروں کا شیون سمجھا
باغ دیکھا نہ کبھی خوفِ خزاں سے ہرگز
بے ثباتی کو میں قفل در گلشن سمجھا
دوش پر بارِ گرانِ عشق کا رکھا ، شاید
میری ، خلاق نہ بے طاقتیٔ تن سمجھا
تھا مہیّائے فنا مثلِ چراغِ سحری
چشمک باد کو میں جنبشِ دامن سمجھا

آتشِ گل نے جلایا مجھے اتنا تجھ بن
کہ گلستاں کو دل غم زدہ گلخن سمجھا"

اختتام : "نہ پیری میں ستا اے محنتِ عشق
اُٹھاتی تھی ترے صدمے جوانی
کیا خاک در ہے خالہ مجھ کو
جزاک اللہ دورِ آسمانی
میں ہوں وہ سوختہ خرمن کہ جس پر
خجل ہو ، کر کے برق آتش فشانی
کھنچے تصویر اس نازک بدن کی
اگر ہو موجِ گل سے کلکِ مانی
شب غم میں موا ، جل جل کے عیشی
سنا ہے شمع محفل کی زبانی"

ترقیمہ : "تحریر فقیر حقیر کثیر التقصیر اللہ داد بیگ بسمل - بتاریخ بستم شہر شعبان المعظم - دیوان ہندی عیشی ۱۲۵۴ھ :

هر کہ خواند دعا طمع دارم
زاں کہ من بندۂ گنہ گارم

طالب علی خاں عیشی مرحوم ہم عصر خواجہ حیدر علی آتش مرحوم کی غزلیں ختم ہوئیں - فقط مرزا . . ."

[شعر کے بعد کی عبارت کاتبِ متن کے قلم سے نہیں ہے - اس کے آخر میں دستخط ہیں جن کا پہلا لفظ "مرزا" ذرا کوشش سے پڑھنے میں آ جاتا ہے لیکن دوسرا لفظ ناخوانا ہے] -

مندرجات : اس دیوان میں غزلیات ہیں جو تعداد میں ۱۱۳ ہیں - ۲۳ شعر کا ایک قطعہ تہنیت شبِ برات بھی ہے -

خصوصیات : غزلیات کا مکمل دیوان نہیں ہے - شروع کی حمدیہ غزل جو نسخۂ رام پور میں ہے ، اس میں نہیں ہے - بعض ایسے اشعار بھی نہیں ہیں جو مختلف تذکروں میں ملتے ہیں - کتابت کی اغلاط ہیں مگر کم ، اور ان میں سے بیشتر کو خود کاتب

ہی نے درست کر دیا ہے ۔ کہیں کہیں یہ اغلاط اب بھی باقی ہیں ۔

دیگر نسخے : ۱۔ **نسخۂ بنارس یونیورسٹی (کلیات) :**
لائبریری نمبر ۳ . IX . U/۳ ۔ سال کتابت ۱۸۸۰ء ۔ غزلیں ، مسدس ، مخمّس ، مثنوی شرارۂ عشق ، مشاعرہ بے دود کی طرحی غزلیں ۔ (نوادر بنارس ، اُردو ، ص ۶۷)

۲۔ **نسخۂ انجمن ترقی اُردو ہند (کلیات) :**
مکتوبہ ۱۲۴۲ھ ۔ (''اُردو ادب'' ، مارچ ، ۱۹۵۳ء ، ص ۱۵۳)

۳۔ **نسخۂ رضا لائبریری ، رام پور (کلیات) :**
اس نسخے کے بارے میں سیّد محمود حسن قیصر امروہوی نے مندرجہ ذیل اطلاعات فراہم کی ہیں :

''یہ کلیات غزلیات سے شروع ہوتا ہے . . . غزلیات کی کل تعداد ۱۱۵ ہے جو ورق ۱ ، ب سے شروع ہو کر ورق ۴۵ ، ب پر ختم ہوتی ہے ، غزلیات کے بعد ایک مثنوی ہے جس میں شاعر نے ایک برہمن زادے کے عشق کا قصہ نظم کیا ہے ، اس کے اشعار کی تعداد ۱۴۹ ہے ۔ مثنوی کے خاتمے پر ۲۱ بند کا ایک واسوخت ہے جس میں شاعر نے یہ التزام کیا ہے کہ ہر بند کی بیت فارسی ہے . . . اس کے بعد ۴۳ بند کا ایک مرثیہ ہے جو مسدس کی شکل میں ہے . . . مرثیے کے خاتمے پر سات تضمینیں ہیں جو ورق ۶۴ ، سے شروع ہو کر ۷۳ ، ب پر ختم ہوتی ہیں ۔ آخر میں عیشی کی ایک تالیف 'سرو چراغاں' ہے ۔ خاتمے کی عبارت یہ ہے :

'تمت تمام شد کلیات طالب علی خاں عیشی تخلّص بموجب فرمایش جناب فیض مآب ،

منبع فواضل ، مجمع فضائل ، عالم العلماء ،
فاضل الفضلاء ، فلاطون فطرت ، ارسطو
منزلت ، شجاع زمان و رستمِ دوران ،
غلام حیدر خان و غلام صفدر خان صاحب
دام اقبالہ و اجلالہ ، از دستخط بندہ احقر العباد
اجودھیا پرشاد ، بتاریخ دوم جمادی الاوّل ،
۱۲۴۵ھ باختتام رسید ، بمنہ و کرمہ' ۔

نسخہ عمدہ ، کشمیری کاغذ پر لکھا ہوا ہے ،
روشنائی سیاہ ہے لیکن مخصوص الفاظ اور عنوانات سرخ
روشنائی سے ہیں ۔ جداول لاجورد اور شنجرف سے ہیں ۔ خط
نستعلیق عمدہ ، مسطر ۱۵ سطری ، ناپ ۱/۲ ۹ × ۱/۲ ٦" ۔
کہیں کہیں کیرم خوردگی بھی پائی جاتی ہے" ۔ (معارف ،
اعظم گڑھ ، اپریل ، ۱۹٦۰ء ، صص ٦٦ - ۲٦۴)

۴۔ نسخۂ کتب خانۂ سالار جنگ ، حیدر آباد دکن (دیوانِ
غزلیات) :

فہرست نمبر ۱٦۲۱ ، سائز ۹ × ۵" ، صفحات ۵۳ ۔ سطور
۱۵ ۔ خط نستعلیق ۔ (سالار جنگ ، ص ۱٦۴)
نصیر الدین ہاشمی نے اس دیوان کا انتساب عیش تخلّص
کے شاعر سے کیا ہے اور لکھا ہے ۔ "عیش کئی شعرا
کا تخلّص تھا . . . نہیں معلوم یہ دیوان کون سے عیش
کا ہے" ۔ انھوں نے اس دیوان کی تاریخ تصنیف "مابعد
۱۲۵۰ھ" لکھی ہے ، جبکہ عیشی کا انتقال ۱۲۴۰ھ
میں ہو چکا تھا ۔ ہاشمی صاحب نے نسخۂ سالار جنگ
کے آغاز و اختتام کے جو اشعار دیے ہیں وہ انجمن ترقی
اُردو ، کراچی کے نسخے میں موجود ہیں ۔ سالار جنگ
کے نسخے کا خاتمہ ان اشعار پر ہوتا ہے :

آہستہ عیش[1] اٹھے گل سر بالیں پہ ہمارے
تنہائی کی شب ہے نہ کہیں نیند اوچٹ جائے

۱۔ نسخۂ انجمن ترقی اُردو ، کراچی : ہنس

وان گر دلِ افسردہ سے کھچوں[1] نفسِ سرد
خورشید قیامت کی تپش ان[2] میں گھٹ جائے

نسخۂ انجمن میں اس غزل میں مذکورہ اشعار کے بعد بھی متعدد اشعار ہیں ، نیز اس غزل کے بعد متعدد غزلیں ہیں - اس سے معلوم ہوتا ہے نسخۂ سالار جنگ ناقص الآخر ہے -

۵- نسخۂ بوہار لائبریری ، کلکتہ :

فہرست نمبر ۳۲۵ - اوراق ۲۷۷ - سطور ۲۱ - سائز ½۱۳ × ۸" - خط نستعلیق - مکتوبہ ۱۲۴۲ھ - اس نسخے کے شروع میں فارسی کلام ہے - ورق ۲۰۱ ، ب سے اُردو کلام ہے - مشمولات : قصائد ، غزلیات ، مسدس ، مخمّس ، مثنوی [عنوان : ''در بیان عاشق شدن برھمن زادہ بر زنی''] مرثیہ ، قطعہ -

مطبوعہ نسخے: عیشی کا مکمل کلام کبھی شائع نہیں ہوا - ان کی ایک مثنوی ''سوز و ساز'' شائع ہو چکی ہے - ڈاکٹر گیان چند لکھتے ہیں : ''مطبع مصطفائی شاہجہان آباد کے ۱۲۶۸ھ کے ایڈیشن میں غلطی سے اس کا نام 'جگر سوز' چھپ گیا ہے - حسرت موہانی نے یہ مثنوی اُردوئے معلیٰ دسمبر ، ۱۹۰۶ء میں شائع کی - اس میں تین سو سے اُوپر شعر ہیں'' - (اُردو مثنوی ، گیان چند ، ۳۲۷)

مولانا حسرت موہانی ہی نے ۱۹۴۳ء میں کانپور سے انتخابِ سخن کی جلد ششم جزو دوم میں عیشی کے کلام کا انتخاب شائع کیا تھا جو ۱۴ صفحات پر مشتمل تھا -

مصنف : طالب علی خاں نام ، علی بخش خاں کے بیٹے تھے - عیشی نے اپنے کلیاتِ فارسی (نسخۂ رام پور) کے دیباچے میں لکھا ہے کہ ۱۲۳۲ھ میں ان کی عمر ۳۵ برس کی تھی -

---

۱- ایضاً : کھینچوں ۲- ایضاً : آن

اس حساب سے سالِ پیدائش [illegible] [م: ۸۳ - ۱۷۸۲ء] قرار پاتا ہے ۔ مصحفی نے انھیں الٰہی علی خاں کا متوسل لکھا ہے ، اور سعادت خاں ناصر نے ''خالہ زاد'' ۔ ناصر نے یہ بھی بتایا ہے کہ عیشی مرزا محمد تقی ہوس کی سرکار میں ملازم تھے ۔ تذکرہ نگاروں نے عیشی کے علم و فضل کی تعریف کی ہے ۔ شاعری میں بقول مصحفی وہ ، انشا اور قتیل کے ''خوشہ چیں'' تھے ۔ بعض تذکرہ نگاروں نے عیشی کو مصحفی کا شاگرد لکھا ہے ۔ یہ درست نہیں ۔ اگر ایسا ہوتا تو مصحفی اس کا ضرور ذکر کرتے ۔ تلمذ کے سلسلے میں مصحفی کا بیان درست ہے ۔ خود عیشی نے انشا اور قتیل دونوں کی شاگردی کا اعتراف کیا ہے ۔ ناصر نے تو یہ بھی لکھا ہے کہ قتیل نے مرض الموت میں عیشی کو اپنا قائم مقام قرار دیا تھا ۔ عیشی کا انتقال ۵ صفر ۱۲۴۰ھ [م : ۹ اکتوبر ۱۸۲۴ء] کو ہوا ۔

عیشی نے بقول ذکا دس ہزار شعر اُردو میں اور سولہ ہزار شعر فارسی میں کہے ۔ اور ان دونوں زبانوں میں چند مثنویاں بھی لکھیں ۔ خواجہ عبدالرؤف عشرت نے آبِ بقا میں اُنھیں صاحبِ تصانیفِ کثیرہ بتایا ہے اور لکھا ہے کہ عیشی کے چار فارسی دیوان ، ایک تذکرہ شعرائے عجم ، دو فارسی مثنویاں ، ایک مثنوی اُردو ، ایک دیوانِ اُردو اُن کی نظر سے گزرے ہیں ۔ عیشی نے شعرائے عجم کا کوئی تذکرہ نہیں لکھا ۔ ''سرو چراغاں'' کے حصۂ اوّل میں چونکہ فارسی غزلیات ہیں ، اس لیے خواجہ عشرت نے اسے ''تذکرۂ شعرائے عجم'' سمجھا ہوگا ۔ عیشی کی اس نوعیت کی کسی تصنیف کا کسی نے ذکر نہیں کیا ۔ عیشی کو نثر نویسی سے بھی شغف تھا ۔ کلیاتِ فارسی (رضا لائبریری ، رام پور) میں تقریظیں ، خطوط اور چند رسائل شامل ہیں ۔

محمد حسین آزاد نے ایک مثنوی کا نام ''سرو چراغاں'' (آبِ حیات ، حاشیہ ، ص ۳۰۷) لکھا ہے ۔ لیکن یہ مثنوی

نہیں ۔ مختلف شعرا کی غزلیات کا مجموعہ ہے ۔ (رک : مخطوطہ نمبر ۱۸۶)

مآخذ : (۱) عیار ، ۴۹۵ - (۲) عشقی ، دوم ، ۹۲ - (۳) عمدہ ، ۴۴۲ - (۴) ریاض ، ۲۱۴ - (۵) طبقات جگر در ردیف ع - (۶) گلشن ، ۱۳۷ - (۷) بہار ، ۲۲۷ - (۸) بے خزاں ، ۳۷ - (۹) خوش معرکہ ، اوّل ، ۴۲۶ و بمدد اشاریہ - (۱۰) گلستان ، ۱۶۷ - (۱۱) سراپا سخن ، ۳۲ ، ۳۷۴ - (۱۲) یادگار ، ۱۴۶ - (۱۳) سخنِ شعرا ، ۳۴۰ - (۱۴) نادر ، ۱۱۶ - (۱۵) شمیم ، اوّل ، ۱۷۵ - (۱۶) آبِ حیات ، ۳۷۰ ، ۳۹۵ - (۱۷) جلوہ ، دوم ، ۱۳۵ - (۱۸) آبِ بقا ، ۸۷ - (۱۹) مخطوطات انجمن ، اوّل ، ۱۹۴ - (۲۰) ناسخ از ڈاکٹر سیّد شبیہ الحسن ، لکھنؤ ، ۱۹۷۴ء ، صص ۵۶ - ۱۵۳ - (۲۱) "تعیّن زمانہ" از قاضی عبدالودود ، معاصر ۲ ، ص ۲۳ - (۲۲) "طالب علی عیشی" از سیّد محمود حسن قیصر امروہوی ، معارف ، اعظم گڑھ ، اپریل ، مئی ، ۱۹۶۰ء - (۲۳) گارسیں دتاسی ، اوّل ، ۱۶۶ - (۲۴) شعرائے ہند ، ۳۷۶ - (۲۵) دل کشا ، اوّل ، ۱۷۲ - (۲۶) ارمغان ، ۷۱ -

● ● ●

۹۵

دیوانِ فراق [۱]

ثناء اللہ خاں فراق

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو ، کراچی -
نمبر : قا ۳/۱۷۶
سائز : ۲۱ × ۱۳½ س م
اوراق : ۱۴۳
سطور : ۱۵
زمانۂ ترتیب : فراق نے ۱۱۸۸ھ [م : ۷۵ - ۱۷۷۴ء] کے بعد اور ۱۱۹۸ھ [م : ۸۴ - ۱۷۸۳ء] سے قبل دیوان کی روایت اوّل مرتّب کر لی تھی - روایت دوم میں آخری زمانے تک کا کلام ہے -
زمانۂ کتابت : تیرھویں صدی ہجری کا ربع دوم (قیاساً)
خط : نستعلیق ، شکستہ مائل - کاتب نہایت بد خط ہے -
مہریں : ورق ۲ ، الف پر ایک مہر ہے جس میں "سیّد ظفرالدین" لکھا ہے - ورق ۱۵ ، الف پر بھی ایک مہر ہے جس میں "مدد دستگیر محمد دین ۱۲۵۴ھ" درج ہے - ورق ۱۴۳ ، ب پر ایک نامکمل مہر ثبت ہے جس میں "ولد" اور "سیّد" کے الفاظ پڑھنے میں آتے ہیں -
کیفیت : نسخہ کِرم خوردہ ہے لیکن کِرم خوردگی سے متن کو معمولی نقصان پہنچا ہے - کاغذ دبیز ، مٹیالا - شیرازہ بندی غلط ہوئی ہے - ورق ۳ تا ۱۴ کو ورق ۶۰ کے بعد آنا چاہیے - کتابت کی غلطیاں بے شمار ہیں ، جنھیں کسی نے

درست کیا ہے ۔ اصلاحوں کا خط پختہ اور قدیم ہے ۔ متن ورق ۱ ، ب سے شروع ہوتا ہے ۔ ۱ ، الف پر کچھ اشعار ہیں جن کا مخطوطے کے متن سے کوئی تعلق نہیں ۔ متن ورق ۱۴۳ ، ب پر ختم ہوتا ہے ۔ اس کے بعد دو ورق الگ سے ہیں ، ان کا بھی اصل مخطوطے سے کوئی تعلق نہیں ۔ ان پر کچھ فارسی اشعار اور طبّی نسخے وغیرہ درج ہیں ۔ ورق ۱۴۳ ، ب پر دیوان کے خاتمے کے فوراً بعد "تمام شد کار من نظام شد" کے الفاظ کے نیچے قاضی شہاب الدین کی مدح میں ۴ شعر کا ایک اُردو قطعہ ہے ۔ یہ مخطوطے کے کاتب کے قلم سے نہیں ہے ۔ کسی نے بعد میں اضافہ کیا ہے ۔

آغاز : "ہر ذرّے میں ہے جلوہ تری جلوہ گری کا
ہر شیشے میں یاں رنگ جھمکتا ہے پری کا
جوں سرو زبس رہ میں تری خاک نشیں ہوں
کاف یہی مجھ کو ہے ثمر بے ثمری کا
نے خواہش گل مجھ کو نہ پروائے گلستاں
ممنون ہوں میں عالم بے بال و پری کا
جس راہ میں جلتے ہوں پر و بالِ ملائک
اس راہ میں مقدور کسے نامہ بری کا
سرگرم سر راہ فنا ہوں میں فراق اب
کیا نقش قدم ہوں میں کسی رہ گزری کا"

اختتام : "یا رب کر دور یہ تباہی میری
یا جان کو غم سے کر تو راہی میری
تو عالم و آگاہ ہے حالت سے مری
تقصیر نہیں ہے کچھ الٰہی میری"

مندرجات : ورق ۱ ، ب سے ورق ۱۴۱ ، الف تک غزلیات ہیں ۔ اسی ورق سے رباعیات شروع ہو جاتی ہیں ، جو ورق ۱۴۳ ، ب تک ہیں ۔ ان کی تعداد ۲۲ ہے ۔

خصوصیات : اس نسخے میں ایسی متعدد غزلیں ہیں جو مخطوطہ نمبر ۹۶ میں نہیں ہیں ۔ گمان غالب ہے کہ یہ نسخہ مصنّف کی زندگی

کا مکتوبہ ہے ، اور دیوان کی روایت دوم ہے - دیگر
تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۹۶ -

نسخے : ۱- نسخۂ دہلی :

یہ نسخہ انجمن ترقی اُردو (ہند) ، دہلی کے کتب خانے
میں ہے - مطبوعہ اجمالی فہرست میں اس کا نمبر ۴۷۴
ہے - اس فہرست میں نسخے کے بارے میں کسی قسم
کی معلومات نہیں دی گئیں - (''اُردو ادب'' ، علی گڑھ ،
بابت مارچ ، ۱۹۵۳ء ، ص ۱۵۱)

ڈاکٹر انصار اللہ نظر نے راقم کے نام ایک خط میں ،
اس نسخے کے بارے میں یہ معلومات فراہم کی ہیں :
''۱۳۰ صفحے ، ۵ (۱۵ ؟) سطور فی صفحہ ، متن نہایت
خوب صورت ، خوش خط اور صاف ہے - ص ۱۱۴ پر
حاشیہ ہے : 'غزل سیّد روشن فی جواب غزل . . .' -
ص ۱۱۵ پر مقطع ، اس کے بعد اسی صفحے پر 'دیگر
غزل سیّد روشن اسد الشاعر' - حاشیہ نسبتاً جلی قلم
سے بھونڈا اور ناصاف ہے ، حاشیے پر کم و بیش سبھی
غزلیں سیّد روشن کی ہیں - زیادہ نہیں ہیں ، مشکل سے
چار پانچ ہوں گی - مخطوطے کی تحریر بلاشبہ بہت پہلے کی
ہے ، یہ بھی ممکن ہے کہ عہدِ فراق کی ہو - ترک
کا التزام ہے لیکن جزو بندی میں عموماً ترک کے الفاظ
کٹ گئے ہیں - پہلا شعر :

کروں کیا وصف میں . . . تیری خوش نگاہی کا[1]
یہ اک دام نگہ میں جال ہے کیا پشت ماہی کا

آخری شعر :

پابند زلف ہونا دل کو ضرور کیا تھا
تڑپھے ہے دام میں یہ نخچیر اپنے ہاتوں''

---

[1] مطابق مخطوطۂ زیرِ نظر (نمبر ۹۵) :
کروں کیا وصف میں صیاد تیری خوش نگاہی کا
ہر اک دام نگہ میں جال ہے کیا پشت ماہی کا

پہلا شعر جس غزل کا ہے، وہ زیرِ نظر مخطوطے اور مخطوطہ نمبر ۹۶ میں کئی غزلوں کے بعد ہے۔ دوسرا شعر ردیف نون کا ہے۔ اس سے واضح ہے کہ یہ نسخہ ناقص الطرفین ہے۔

۲۔ نسخۂ بھوپال :

محمد اجمل خاں مرحوم (سیکریٹری مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم) کو بھوپال میں دیوانِ فراق کا ایک نسخہ ملا تھا۔ اس میں صرف غزلیات تھیں۔ اس نسخے کے حوالے سے محمد اجمل خاں نے ثناء اللہ فراق کی شاعری پر ایک مقالہ لکھا تھا جو سہ ماہی ''ہندوستانی''، الہ آباد بابت جنوری، ۱۹۳۵ء میں (صص ۸۲ - ۵۹) شائع ہوا تھا۔ معلوم نہیں یہ نسخہ اب کہاں ہے۔

۳۔ نسخۂ بنارس :

یہ نسخہ لالہ سری رام مؤلف خم خانہ جاوید کے ذخیرۂ مخطوطات مخزونہ سنٹرل لائبریری بنارس ہندو یونیورسٹی میں موجود ہے۔ اس ذخیرے کے مخطوطات کی فہرست میں اس نسخے کا نام ''کلیاتِ فراق'' درج ہے اور لائبریری نمبر U.IX . ۳/۲ . ۲ ہے۔ اس ''کلیات'' کے ساتھ ''انتخابِ ظفر'' بھی مجلّد ہے۔ (نوادر بنارس، ''اُردو''، ص ۹۹) ڈاکٹر مختارالدین احمد نے اسے ''کلیات'' نہیں ''دیوان'' بتایا ہے۔ (حیدری، حاشیہ، ص ۷۸)

۴۔ رک : مخطوطہ نمبر ۹۶ -

۵۔ رک : مخطوطہ نمبر ۹۷ -

مطبوعہ نسخے: فراق کا دیوان شائع نہیں ہوا۔

مصنف : ثناء اللہ فراق، دہلی کے مشہور شاعر ہدایت اللہ خاں ہدایت کے بھتیجے تھے۔ وطن دہلی تھا۔ خاندان لودھی افغانوں کا تھا۔ ان کے جد کلاں کی والدہ شریف النسب سادات کے خاندان سے

تھیں ۔ فراق کی پیدائش ، ۱۱۶۸ھ (م : ۵۵ - ۱۷۵۴ء) کے لگ بھگ ہوئی ۔ انھوں نے علومِ متعارفہ کی تعلیم حاصل کی ۔ وہ اپنے زمانے کے نامور اطبا میں سے تھے ۔ تذکرۂ میر حسن کی تالیف کے زمانے (۱۱۸۸ھ کے لگ بھگ) تک فراق شاعر کی حیثیت سے متعارف ہو چکے تھے ۔ شاعری میں انھوں نے خواجہ میر درد اور اپنے چچا ہدایت کی شاگردی اختیار کی ۔ ذکا اور قاسم نے انھیں مرزا سودا کا شاگرد بھی بتایا ہے لیکن یہ درست نہیں ہو سکتا کیونکہ سودا ۱۱۷۴ھ (م : ۶۱ - ۱۷۶۰ء) کے قریب جب دہلی سے رخصت ہوئے تو اس وقت فراق کی عمر تقریباً چھ برس کی تھی ، ظاہر ہے کہ اس عمر میں شعر کہنے یا سودا کی شاگردی اختیار کرنے کا سوال پیدا نہیں ہوتا ۔ فراق ، خواجہ میر درد کے مرید بھی تھے ۔ وہ متعدد شاگردوں کے استاد تھے ۔ قاسم نے ان کے ۲۲ شاگردوں کا ذکر کیا ہے ۔ چند مزید شاگردوں کے نام دوسرے تذکروں میں بھی ملتے ہیں ۔ مشہور شاعر نصر اللہ خاں وصال انھیں کے بیٹے تھے (رک : مخطوطہ نمبر ۵۴) ۔ فراق کا انتقال ۱۲۴۲ھ (م : ۲۷ - ۱۸۲۶ء) اور ۱۲۴۷ھ (م : ۳۲ - ۱۸۳۱ء) کے درمیان ہوا ۔ (فراق کے مفصل حالات کے لیے ملاحظہ ہو راقم الحروف کا مقالہ : ''ثناء اللہ فراق'' مشمولہ سہ ماہی ''غالب'' ، کراچی ،شمارہ دوم ، اپریل تا جون ، ۱۹۷۵ء)

مآخذ : (۱) شعرائے اُردو ، ۱۲۵ - (۲) گلزار ، ۳۴۶ - (۳) ہندی ، ۱۵۷ - (۴) عیّار ، ۵۲۱ - (۵) حیدری ، ۷۸ - (۶) عشقی ، دوم ، ۱۳۹ - (۷) عمدہ ، ۴۵۹ - (۸) مجمع ، ۹۶ - (۹) مجموعہ ، دوم ، ۹۴ - (۱۰) دیوان ، ۱۸۲ - (۱۱) آزردہ ، ۶۲ ، ۱۱۸ - (۱۲) طبقاتِ سخن ، بحوالہ بے جگر - (۱۳) بے جگر در ردیف ف - (۱۴) گلشن ، ۱۴۹ - (۱۵) گارسیں دتاسی ، اوّل ، ۴۶۷ - (۱۶) بہار ، ۲۴۴ - (۱۷) گلستان ، ۱۸۱ - (۱۸) خوش معرکہ ، اوّل ، ۱۹۳ -

(۱۹) شعرائے ہند ، ۱۸۰ - (۲۰) یادگار ، ۱۵۴ - (۲۱)
گلستانِ سخن ، ۳۸۵ - (۲۲) قطعہ ، ۶۲ ، ۱۰۰ - (۲۳)
سخنِ شعرا ، ۲۶۱ - (۲۴) شمیم ، اوّل ، ۱۸۰ - (۲۵)
دل کشا ، اوّل ، ۱۸۳ - (۲۶) طور ، ۷۶ - (۲۷)
بزم ، ۹۲ - (۲۸) جلوہ ، اوّل ، ۱۵ ، ۲۷۴ ، ۲۷۶ -
(۲۹) ارباب ، ۱۵ - (۳۰) مکسینہ ، نظم ، ۲۱۵ -
(۳۱) شعرالہند ، اوّل ، ۱۴۱ - (۳۲) دلّی ، ۲۵۱ -
(۳۳) مرأة ، اوّل ، ۲۴۹ - (۳۴) خواجہ میر درد ،
۲۱۶ - (۳۵) میر و سودا کا دور ، ۴۷۹ - (۳۶) ارمغان ،
۷۸ - (۳۷) بیاض ، ۲۳ -

● ● ●

۹٦

دیوانِ فراق [۲]

ثناء اللہ خاں فراق

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو ، کراچی ۔
نمبر : قا ۳/۱۷۵
سائز : ۲۲ ½ × ۱۴ ½ س م
اوراق : ٦۰
سطور : ۱۵
زمانۂ ترتیب : رک : مخطوطہ نمبر ۹۵
سالِ کتابت : ۱۲۲٦ھ [م : ۱۲ - ۱۸۱۱ء]
خط : نستعلیق ، اوسط ۔
کیفیت : نسخہ کیرم خوردہ اور دریدہ ہے ۔ حاشیوں پر کیرم خوردگی کا اثر زیادہ ہے ، متن کو بھی نقصان پہنچا ہے ۔ ماضی قریب میں عمدہ طور پر جلد سازی ہوئی ہے ۔ ہر ورق بٹر پیپر کے لفافے میں رکھا گیا ہے ۔ متن ورق ۱ ، ب سے شروع ہوتا ہے ۔ ورق ۱ ، الف کے بائیں ہاتھ کے اُوپر کے کونے میں "دیوانِ فراق" لکھا ہے ۔ متن ۵۹ ، الف پر ختم ہو جاتا ہے ۔ ۵۹ ب پر صرف یہ الفاظ لکھے ہیں :

"از اوستاد قدیم
یہ غلط ہے کہ فلک"

دوسری سطر میں کسی شعر کے ابتدائی الفاظ ہیں ۔ ورق

۹۰ ، الف پرکسی دوا کا ایک نسخہ ہے۔ اور ورق ۹ ، ب سادہ ہے۔

آغاز : مطابق مخطوطہ نمبر ۹۵ ۔

اختتام : "قاتل ہر ایک آن ہیگی جس کی
ہو سامنے اس کے تاب و طاقت کس کی
[1] . . . کہ جی . . . جاتا ہے جلا
کافر لیتا ہے اس ادا سے مسکی"

ترقیمہ : "تمت تمام شد ، کار من نظام شد ، دیوان فراق ، ۱۲۲۶ھ"۔

مندرجات :

غزلیات	ورق ۱ ، ب تا ۵۳ ب
مخمّس (تعداد : ۲)	ورق ۵۳ ، ب تا ۵۵ ، ب
ترکیب بند	ورق ۵۵ ، ب تا ۵٦ ب
رباعیات (تعداد : ۱۷)	ورق ۵٦ ، ب تا ۵۸ ، الف
غزل	ورق ۵۸ ، ب
رباعی	ورق ۵۸ ، ب تا ۵۹ ، الف

خصوصیات : غزلیات کے علاوہ اس نسخے میں جو کلام ہے ، وہ مخطوطہ نمبر ۹۵ میں نہیں ہے۔ دونوں نسخوں کی رباعیات الگ الگ ہیں ، کوئی رباعی ایسی نہیں ہے جو دونوں میں مشترک ہو۔ زیر نظر نسخے میں غزلیات کم ہیں۔ دونوں نسخوں کی ردیف الف کی غزلیات کا مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مخطوطہ نمبر ۹۵ کی مندرجہ ذیل غزلیں زیر نظر مخطوطے میں نہیں ہیں :

۱۔ ایک دن آسودگی سے میں نہ عالم میں رہا
۲۔ تیر مژہ جگر کے مرے پار پھر ہوا
۳۔ تیرے ہونٹوں کا نمونہ جام و پیمانہ بنا
۴۔ بھر رہا ہے وہ مرے دیدۂ تر میں دریا
۵۔ برنگ یوسف کے جب عزیزاں وہ بزم خوباں میں یار آیا
٦۔ تو سن ناز پہ یاں تک بت چالاک چڑھا

۱۔ کرم خوردہ مقامات کی جگہ نقطے لگائے گئے ہیں۔

۷- تیکھا ہے نکیلا ہے طرح دار ہمارا
۸- مے خانے میں ہمیشہ مذکور ہے ہمارا
۹- وہ گرم ناز رات جو محفل میں کل گیا
۱۰- مانی نے اور جوں توں نقش و نگار کھینچا
۱۱- خط ترا دیکھتے ہی چاک گریبان کیا
۱۲- ترے کوچے میں جو میں بیٹھ کر غم و درد سے بکا کیا (کذا)
۱۳- عشق میں ترے ہم کو یہ جالانہ ہوا (کذا)
۱۴- رونے سے دردِ دل نہ ذرا آج کم ہوا
۱۵- کس کس طرح سے سوزِ جگر جلوہ گر ہوا
۱۶- ایک تو ہجر یار نے مارا
۱۷- شکوہ مت کر نہ ہمارے لب اظہار کھلا
۱۸- ہوئی ہے مدت ترس گئے ہیں شتاب دکھلا جمال اپنا
۱۹- سادہ رو در کا ترے اک وہ ہی سائل ہوئے گا
۲۰- اس کی جفا کو یار کیا ہم نے کیا کیا
۲۱- غیروں کے تئیں بوسہ ہمیں جام نہ دینا
۲۲- ہم سے تو بر آیا نہ کبھو کام تمنا
۲۳- داغ دل رکھتے ہیں گو ہووے نہ پر کا تکیا
۲۴- شب اپنے ہم آغوش جو وہ غنچہ دہن تھا
۲۵- جنوں سے عزم میں کرتا ہوں جس گھڑی بن کا
۲۶- کہاں قاصد کو طاقت ہے جو اس کے روبرو پہنچا
۲۷- جوں تیر نگہ اس کا مری جان میں ڈوبا
۲۸- گرداب میں خط کے نہ ہوا غرق دل اپنا
۲۹- نہیں معلوم دھیان ہے کس کا
۳۰- جور سے پامال کر یا ناز سے ٹھوکر لگا
۳۱- کچھ نہ آنکھوں ہی میں رہتا ہے ترا دھیان لگا
۳۲- دل اُس نے جونہی مانگا آئینہ اُٹھا لایا
۳۳- دل کے ٹکڑوں کا پری وش نہیں انبار لگا

• مخطوطہ نمبر ۹۵ میں ردیف الف کی ۷۶ غزلیں ہیں ۔ زیرِ نظر نسخے میں کوئی غزل ایسی نہیں جو مخطوطہ نمبر ۹۵ میں نہ ہو ۔ لیکن بعض اشعار ایسے ہیں جو

مذکورہ مخطوطے سے زائد ہیں۔ مثلاً :

جس گھڑی اس آئنہ رو نے مجھے رخصت کیا
رو دیا ان نے اُدھر اور میں نے اِیدھر رو دیا

نے پوچھنا خبر کو نہ مکتوب دیکھنا
ٹک اس طرف تو اے بتِ محبوب دیکھنا

گزری تمام عمر اسی شغل میں فراق
یا سیرِ باغ یا رخِ محبوب دیکھنا

اس قسم کے اَور اشعار بھی ملتے ہیں۔

دونوں دیوانوں کی غزلوں کی ترتیب بھی بڑی حد تک مختلف ہے۔

بعض جگہ اشعار میں تبدیلی کی گئی ہے۔ مثلاً مخطوطہ نمبر ۹۵ کی ایک غزل کا مطلع یہ ہے :

گلزار کدھر کا ہے چمن زار کدھر کا
دیکھوں ہوں تماشا میں گلِ زخمِ جگر کا

زیرِ نظر نسخے میں یہ مطلع نہیں ہے ، اس کی جگہ ذیل کا مطلع ملتا ہے ہے :

ہر جا ہے زمیں پر اثر اس دیدۂ تر کا
محتاج نہیں ہوں غرض اب آبِ خضر کا

دونوں نسخوں میں اختلافِ نسخ بھی پایا جاتا ہے۔ لیکن بیشتر مقامات پر زیرِ نظر نسخے میں سہو کاتب ہے۔ مثلاً ورق ۵ ، الف پر ایک شعر اس طرح ہے :

کسی نگری و کسی بستی میں
ہے جہاں جا کے رہا کیجیے گا

مخطوطہ نمبر ۹۵ میں اس کی صحیح صورت یہ ہے :

کسی نگری میں کسی بستی میں
جی جہاں چاہے رہا کیجیے گا

یا ورق ۱۱ ، الف کا یہ مصرع :

ڈالے کیوں کر کوئی گل رو کے گلے میں باؤں

مخطوطہ نمبر ۹۵ میں یوں ہے :

ڈالے کیوں کر کوئی گل رو کے گلے میں باہیں

"باہیں" کی جگہ "پاؤں" سہو کاتب ہے۔

زیرِ نظر مخطوطے کے ورق ۵۸ ، الف پر ایک رباعی میں خاصی کاٹ چھانٹ کی گئی ہے۔ ابتداءً یہ چار مصرعے لکھے گئے تھے :

ہر تعزیہ جو جلوہ گر ہے قندیل (کذا)
جوں غنچۂ گل چاک جگر ہے قندیل
شبیر کے ماتم میں نہیں تعزیہ دار
ہر ایک ہے یاں حلقۂ ماتم قندیل

بعد میں چوتھے مصرعے پر "لا لا لا لا" لکھ کر اسے نظری کر دیا ہے۔ تیسرے مصرعے کو چوتھا بنا دیا ہے اور اُسے بعدِ ترمیم ذیل کی صورت میں لکھا گیا ہے :

شبیر کے غم میں چشم تر ہے قندیل

اور حاشیے پر تیسرا مصرع یہ اضافہ کیا ہے :

شعلہ ہی پڑا ہاتھ نہ کچھ ملتا ہے

ظاہر ہے کہ اس قسم کی ترمیمات مصنّف کے سوا کوئی اور نہیں کر سکتا۔ ممکن ہے یہ نسخہ مصنّف کے پیشِ نظر رہا ہو۔

گمان غالب ہے کہ زیرِ نظر مخطوطہ دیوانِ فراق کی روایت اول ہے۔ اور مخطوطہ نمبر ۹۵ ، روایت دوم۔

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۹۵ ۔

• • •

۹۷

انتخابِ دیوانِ فراق [۳]

ثناء اللہ خان فراق

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو ، کراچی ۔
نمبر : قا ۲/۴۷
سائز : ۲۲ × ۱۴ س م
اوراق : ۱۱
سطور : ۱۵
زمانۂ ترتیب : رک : مخطوطہ نمبر ۹۵
زمانۂ کتابت : تیرھویں صدی ہجری کا ربع ثالث (قیاساً)
خط : نستعلیق ، شکستہ مائل ، معمولی ۔
کیفیت : نسخہ کیرم خوردہ ہے ۔ کاغذ دبیز ، مٹیالا ۔ یہ انتخاب ایک مجموعے میں شامل ہے جس میں میر درد اور میر اثر کا انتخاب بھی ہے ۔ فراق کا انتخاب ورق ۴۳ ب سے ۵۳ ب تک ہے ۔ انتخابِ درد کے بعد سرخ لکیر کھینچ کر ''ریختۂ دیوانِ فراق'' کا عنوان لکھا گیا ہے ۔
آغاز : مطابق مخطوطہ نمبر ۹۵ ۔
اختتام : ''مجھسے گاہے جلاتا ہے یہ دل گاہ رولاتا ہے[1]
دیوانہ[2] ہوں میں اس کے ہی لگانے اور بجھانے کا

۱۔ . . . یہ دل گاہے رلاتا ہے (مخطوطہ نمبر ۹۵)
۲۔ دوانہ (ایضاً)

مبارک باد اے بلبل کہ آمد فصل گل کی ہے[1]
کہ پھر آتا ہے اب موسم وہی دھومیں مچانے کا
اِدھر دیکھا . . .[2] اودھر مار رکھا ایک عالم کو
قیامت ڈھب اسے بھی یاد ہے آنکھیں لڑانے کا
فراق خستہ جاں کو اے عزیزو کوئی مت چھیڑو
یہ رو دے گا کروگے فکر گر اس کے ہنسانے کا
حسرت چشم میں یاں اشک بہانے نہ دیا
آتش دل کو مری ٹک بھی بجھانے نہ دیا

مندرجات : اس میں دیوانِ فراق کی ردیف الف کی ۳۷ غزلوں کے اشعار ہیں ۔ غزلوں کی ترتیب مخطوطات نمبر ۹۵ و ۹۶ سے مختلف ہے ۔

خصوصیات : کاتب بے حد غلط نویس ہے ۔

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۹۵ ۔

● ● ●

۱۔ . . . کہ فصل گل کی آمد ہے ۔ (مخطوطہ نمبر ۹۵)
۲۔ ایک لفظ ناخوانا ۔ مخطوطہ نمبر ۹۵ میں ''اور'' ۔

۹۸

دیوانِ قدرت (اوّل)

شاہ قدرت اللہ قدرت

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو ، کراچی ۔
نمبر : قا ۳/۱۷۸
سائز : ۲۶ $\frac{1}{4}$ × ۱۵ $\frac{1}{4}$ س م
اوراق : ۲۷
سطور : ۱۹
زمانۂ ترتیب دیوان : تالیف گلزار ابراہیم کے زمانے ۱۱۹۶ھ [م: ۸۲-۱۷۸۱ء] تک یہ دیوان مرتب ہو چکا تھا ۔
زمانۂ کتابت : تیرھویں صدی ہجری کا ربع اوّل (قیاساً)
خط : نستعلیق ، معمولی ۔
مہر : ورق ۱ ، ب پر ایک مہر ہے جو ناخوانا ہے ۔
کیفیت : ورق ۱ ، الف اور ۲۷ ب سادہ ہیں ۔ ماضی قریب میں کسی نے مخطوطے پر صفحات نمبر درج کیے ہیں جو ص ۱ سے ۵۳ تک ہیں (ص ۵۴ پر نمبر شمار درج نہیں کیا گیا) ۔ ورق ۱ ، الف پر کسی نے یہ شعر لکھا ہے :

ھر کہ بر راہ دوست سر دارد
آنکس از دوستی خبر دارد

اس میں ترقیمہ نہیں ہے ۔ آخر میں صرف ''تمام شد'' لکھا ہے ۔ قدرے کیرم خوردہ ہے لیکن متن کو نقصان نہیں پہنچا ۔ کاغذ دبیز ، مٹیالا ۔

آغاز : "بے تابیوں سے یہ دل بے تاب رہ گیا
اپنی تپش میں جل کے یہ سیاب رہ گیا
دامن سے اس کے جتنے تھے گستاخ لگ چلے
میں تیرہ روز از روئے آداب رہ گیا
سمجھا نہ پائے دولت بیدار کی میں قدر
خوابیدہ بخت تھا گروِ خواب رہ گیا
آنسو تھمیں ہیں پر نہیں سوکھی ہے چشم تر
دریا اُتر گیا پہ یہ گرداب رہ گیا
قدرت نشان اوس دل از خود رمیدہ کا
نوکِ مژہ پہ قطرۂ خون ناب رہ گیا"

اختتام : "میرے دامن پر ہے جیب پیرہن
گھر تو قدرت ہو گیا دارالمحن
جس جگہ جاتا ہوں پیش مرد و زن
ہمچو حافظ روز و شب بے خویشتن
کشتہ ام گریان و سوزان الغیاث"

مندرجات : اس میں ۱۳۳ غزلیں اور چار مخمّس ہیں ۔ ورق ۲۴ ، ب تک غزلیات ہیں جن کے اشعار کی مجموعی تعداد ۷۵۷ ہے ۔ پ ، ٹ ، ڑ ، ز ، س ، ص ، ض ، ظ ، ع اور ہ کی ردیفوں میں کوئی غزل نہیں ہے ۔ مخمّسات کی تفصیل یہ ہے :

۱۔ مخمّس بر غزل حافظ :
این خرقہ کہ من دارم در رهن شراب اولیٰ
این دفتر بے معنی غرق مے ناب اولیٰ
ورق ۲۵ ، الف

۲۔ ایضاً : دل میرود ز دستم صاحب دلان خدا را
دردا کہ رازِ پنہان خواهد شد آشکارا
ورق ۲۵ ، الف تا ۲۶ ، الف

۳۔ ایضاً : اے پادشہِ خوبان داد از غم تنہائی
دل بے تو بجان آمد وقت است کہ باز آئی
ورق ۲۶ ، الف تا ۲۶ ب

۴- ایضاً : درد ما را نیست درماں الغیاث
ہجر ما را نیست پایاں الغیاث
ورق ۲۶ ، ب تا ۲۷ ، الف

خصوصیات : مخطوطے میں کتابت کی اغلاط خاصی تعداد میں ہیں -

دیگر نسخے : ۱- نسخۂ کتب خانۂ بوڈلین :

فہرست نمبر ۲۳۲۸ (۲۱) - یہ دیوان ایک مجموعے میں ورق ۲۰۹ سے ۲۵۶ تک ہے - دو کالمی - فی کالم ۱۱ سطور - جلی نستعلیق - سائز $11\frac{3}{4} \times 9\frac{3}{4}$" - کاتب ، سیّد برکت علی ، بمقام پٹنہ ، تاریخِ کتابت ۲۱ رمضان ، ۱۲۴۰ھ (۹ مئی ، ۱۸۲۵ع) - اس میں غزلیات اور مخمّسات ہیں - (بوڈلین ، دوم ، صص ۹۶ - ۱۲۹۵)

۲- نسخۂ شاہانِ اودھ :

فہرست ۶۹۳ - اس میں صرف غزلیات ہیں - آغاز :
جز[1] نقشِ پا جہاں کہ یہ مجبور رہ گیا
طاقت بھی وہاں سے چل گئی مقدور رہ گیا
(شاہانِ اودھ ، ص ۶۳۲)
مذکورہ شعر زیرِ نظر مخطوطہ انجمن ترقی اُردو میں ستائیسویں غزل کا مطلع ہے - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نسخۂ شاہانِ اودھ کی ترتیب مختلف ہوگی - اس کا بھی امکان ہے کہ یہ نسخہ ناقص الاوّل ہو -

۳- نسخۂ کتب خانۂ ایشیاٹک سوسائٹی ، کلکتہ :

فہرست نمبر ۵۶ - لائبریری نمبر ۵۳ - (فہرست ایشیاٹک سوسائٹی ، ص ۳) اشپرنگر نے بھی اس نسخے کا ذکر کیا ہے - اس نے لائبریری نمبر ۱۶۳ بتایا ہے - صفحات ۳۳ - فی صفحہ ۱۳ بیت - ''ایک عمدہ نسخہ'' (شاہانِ اودھ ، ص ۶۳۲)

۱- صحیح مطابق نسخۂ انجمن : جیوں

۴۔ نسخۂ قاضی عبدالودود ، پٹنہ :

اس کی اطلاع قاضی صاحب کے مکتوب مورخہ ۱۰ جنوری ، ۱۹۷۵ء بنام راقم الحروف سے ملی ہے۔ تفصیلات معلوم نہ ہو سکیں ۔

مطبوعہ نسخے : یہ دیوان تا حال شائع نہیں ہوا ۔ ڈاکٹر مختار الدین احمد لکھتے ہیں : ''جناب قاضی عبدالودود صاحب نے دیوان کا تنقیدی ایڈیشن مرتب کر لیا ہے ۔ مقدمہ دیوان زیر طبع ہے'' ۔ (حیدری ، حاشیہ ، ص ۸۱) یہ اطلاع ۱۹۶۷ء میں دی گئی تھی ، لیکن تا حال (اکتوبر ، ۱۹۷۵ء) یہ دیوان شائع نہیں ہوا ۔

مصنف : نام قدرت اللہ ، تخلّص قدرت ، بزرگی و درویشی کی وجہ سے ''شاہ'' نام کا جزو ہوگیا ۔ اسی لیے بیشتر تذکرہ نگاروں نے انھیں ''شاہ قدرت اللہ قدرت'' لکھا ہے ۔ شاہ عبدالعزیز شکر بار کی اولاد سے تھے ۔ شمس الدین فقیر سے بھی رشتہ داری تھی ۔ اس سلسلے میں تذکرہ نگاروں کے بیانات مختلف ہیں ۔ کسی نے قدرت کو فقیر کا بھانجا (شورش) بتایا ہے اور کسی نے بھتیجا (ذکا) اور کسی نے چچا زاد بھائی لکھا ہے (شیفتہ ، محسن ، نسّاخ) ۔ کریم الدین نے بیٹا لکھا ہے جو صریحاً غلط ہے ۔ شاہ قدرت کا اصل وطن دہلی تھا ۔ سال پیدائش ۱۱۲۵ھ [م : ۱۴ - ۱۷۱۳ء] کے قریب ہے ۔ قائم نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ جوانی کے ابتدائی دنوں میں مخبوط الحواس رہے ۔ مشائخ سے اکثر ملتے رہتے تھے ۔ اس گروہ سے میل جول سے جب مقصد حاصل نہ ہوا تو قلندروں کے سرگروہ شاہ عشق اللہ سے ملے اور اپنے مقصد کو حاصل کیا ۔ ذکا کا بیان ہے کہ ''افاغنۂ ابدالی'' کے ہنگامے کے دوران دہلی کو خیرباد کہا ۔ اس اعتبار سے دہلی سے نکلنے کا زمانہ ۱۱۷۰ھ قرار پاتا ہے ۔ شاہ قدرت دہلی سے نکل کر لکھنؤ ، پٹنہ اور پھر مرشد آباد گئے ۔ میر حسن نے انھیں لکھنؤ میں دیکھا تھا ۔

میر حسن پہلی مرتبہ ١١٧٩ھ میں لکھنؤ گئے تھے - اسی زمانے میں انھوں نے شاہ قدرت کو وہاں دیکھا ہوگا۔ شاہ قدرت لکھنؤ میں کب تک رہے - اس سلسلے میں بھی میر حسن ہماری راہنمائی کرتے ہیں - وہ لکھتے ہیں - ''شنیدہ‌ام کہ میر مذکور الحال در مرشد آباد استقامت دارد''۔ (شعرائے اُردو ، ص ۱۳۳) - اس سے ہم نتجہ نکال سکتے ہیں کہ شاہ قدرت ١١٨٩ھ [م : ٧٦ - ١٧٧٥ء] (سالِ تکمیل تذکرۂ میر حسن) سے قبل لکھنؤ چھوڑ کر مرشد آباد جا چکے تھے -

شاہ قدرت نے مختصر عرصے کے لیے عظیم آباد میں قیام کیا - اس کی اطلاع شورش نے دی ہے - ''حسب اتفاق بہ عظیم آباد آوردند'' - (شورش ، دوم ، ۱۴۸) - اس اتفاق کا سبب یہ ہے کہ عظیم آباد ، لکھنؤ اور مرشد آباد کے راستے میں پڑتا ہے - مصحفی نے تذکرۂ ہندی میں لکھا ہے ''بہ طرف عظیم آباد قیام دارد'' - (ص ١٧٧) لیکن یہ درست نہیں - مصحفی نے جب اپنا تذکرہ لکھا تو شاہ قدرت مرشد آباد میں تھے جس کی تصدیق مسرت افزا اور گلزار ابراہیم سے ہوتی ہے -

مرشد آباد میں شاہ قدرت نے اپنی وفات تک کم از کم پندرہ برس قیام کیا - مرشد آباد میں ان کا ذریعۂ معاش امرا کی ''امداد'' تھی - (علی ابراہیم) - صاحب روز روشن کا بیان ہے کہ شاہ قدرت ، نواب دلاور جنگ ابن مظفر جنگ کے ملازم تھے -

لطف نے شاہ قدرت کا سالِ وفات ١٢٠٥ھ [م : ٩١ - ١٧٩٠ء] بتایا ہے - اس نے اس سنہ کے ساتھ ''شاید'' کا لفظ لکھ کر مزید تحقیق کی گنجائش رکھی ہے - بعد کے تذکرہ نگاروں نے لطف ہی کے بیان کو دہرایا ہے -

شاہ قدرت میر شمس الدین فقیر کے شاگرد تھے - قاسم اور ان کی تقلید میں لسّاخ نے انھیں مرزا مظہر جان جاناں کا

شاگرد لکھا ہے جو محتاجِ ثبوت ہے ۔ شاہ قدرت فارسی اور اُردو دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ فارسی کلام کا نمونہ ریاض الوفاق اور روز روشن میں ملتا ہے ۔ اُردو میں ان کے دو دیوان ہیں ۔ دیوان اول کے مرتب ہونے کی اطلاع سب سے پہلے علی ابراہیم نے دی ہے ۔ اس سے ہم نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ یہ دیوان ۱۱۹۶ھ [م : ۸۲ - ۱۷۸۱ء] سے قبل مرتب ہوگیا ۔ کسی تذکرہ نگار نے شاہ قدرت کے دیوانِ دوم کا ذکر نہیں کیا ۔ (دیوان دوم کے لیے : مخطوطہ نمبر ۹۹)

مآخذ : (۱) نکات ، ۱۵۳ - (۲) ریختہ گویاں ، ۱۲۶ - (۳) مخزن ، ۱۶۱ - (۴) چمنستان ، ۵۰۶ - (۵) شعرائے اُردو ، ۱۳۳ - (۶) شورش ، دوم ، ۱۴۸ - (۷) مسرت ، ۱۷۲ - (۸) گلزار ، ۳۵۹ - (۹) گلشنِ سخن ، ۱۹۲ - (۱۰) ہندی ، ۱۷۷ - (۱۱) عیار ، ۵۸۵ ، ۵۹۵ (دو مرتبہ ترجمہ لکھا ہے) - (۱۲) حیدری ، ۸۱ - (۱۳) عشقی ، دوم ، ۱۴۹ - (۱۴) گلشن ، ۱۳۸ - (۱۵) عمدہ ، ۴۹۳ ، ۵۲۶ (دو مرتبہ ترجمہ لکھا ہے) - (۱۶) مجمع ، ۹۶ - (۱۷) مجموعہ ، دوم ، ۱۲۳ و ۱۲۵ (دو مرتبہ ترجمہ لکھا ہے) - (۱۸) طبقاتِ سخن ، بحوالہ بے جگر - (۱۹) دیوان ، ۱۹۲- (۲۰) وفاق ، ۷۷ - (۲۱) بے جگر ، در ردیف ق - (۲۲) گلشن ، ۱۵۸ - (۲۳) بہار ، ۲۵۷ - (۲۴) گلستان ، ۱۹۲ - (۲۵) خوش معرکہ ، اول ، ۱۷۶ - (۲۶) شعرائے ہند ، ۱۶۳ - (۲۷) سراپا سخن ، ۲۴۰ - (۲۸) یادگار ، ۱۶۱ ، ۱۶۲ - (۲۹) قطعہ ، ۶۲ ، ۱۰۱ - (۳۰) سخنِ شعرا ، ۳۸۴ - (۳۱) شمیم ، اول ، ۱۸۷ - (۳۲) روز ، ۶۵۲ - (۳۳) طور ، ۸۰ - (۳۴) بزم ، ۹۶ - (۳۵) جواہرِ سخن ، اول ، ۳۱۳ - (۳۶) سکسینہ ، نظم ، ۲۱۳ - (۳۷) گلِ رعنا ، ۲۰۷ - (۳۸) دلی ، ۲۵۵ - (۳۹) میر و سودا کا دور ، ۴۲۰ - (۴۰) بیل ، ۱۵۵ - (۴۱) قاموس ، دوم ، ۱۴۰ - (۴۲)

مخطوطات انجمن ، اوّل ، ١٩٨ - (۴۳) تاریخ ادبیات ، ہفتم ، ۴۰۱ - (۴۴) دل‌کشا ، اوّل ، ١٩٣ - (۴۵) ارمغان ، ۸۳ - (۴۶) بیاض ، ۳۳ - (۴۷) وفاق ، تبریز ، ۷۷ - پٹنہ ، ۷۲ -

• • •

۹۹

دیوانِ قدرت (دوم)

شاہ قدرت اللہ قدرت

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی ۔
نمبر : ۱۹۶۱ء ۱۳۹۳
سائز : ۲۲×۱۳ س م
اوراق : ۳۸
سطور : غیر معیّن ۔ کم از کم ۱۴
زمانۂ ترتیب و تالیف : ۱۱۹۶ھ [م : ۸۲ - ۱۷۸۱ء] کے بعد[1] اور ۱۲۰۵ھ [م : ۹۱ - ۱۷۹۰ء] (وفات قدرت) سے قبل ۔
کاتب : ورق ۱۶ ، ب تک ایک نامعلوم کاتب نے لکھا ہے ، اس کے بعد کے اوراق بخط مصنّف ہیں ۔
زمانۂ کتابت : مطابق زمانۂ ترتیب و تالیف ۔
خط : ورق ۱۶ ، ب کے ابتدائی تین اشعار تک نستعلیق ، اوسط ، اس کے بعد نستعلیق ، شکستہ مائل ، رواں دواں ۔
کیفیت : کاغذ باریک ، مٹیالا ہے ۔ نسخہ نہایت کیرم خوردہ اور خستہ حالت میں ہے ۔ متن کو خاصا نقصان پہنچا ہے ۔ اوراق کی شیرازہ بندی بھی درست نہیں ہے ۔ موجودہ ورق ۲۳ کو مخطوطے کے آخر میں آنا چاہیے ۔ کم از کم تیس چالیس برس پہلے مخطوطے کے اوراق کی پیوندکاری کی

۱- ۱۱۹۶ھ تک قدرت کا دیوان اوّل مرتّب ہو چکا تھا ۔

گئی تھی - یہ کام کسی ناتجربہ کار اور غیر محتاط شخص نے انجام دیا ہے - دریدہ مقامات پر دبیز کاغذ کے پیوند لگائے گئے ہیں ، اس وجہ سے بعض الفاظ کاغذ کے نیچے دب گئے ہیں اور متن کو مزید نقصان پہنچا ہے - شروع کے مقطعوں میں تخلّص کے لیے جگہ چھوڑی گئی ہے ، شاید بعد میں سرخ روشنائی سے لکھنے کا خیال ہوگا ، لیکن ورق ۵ ، الف سے یہ اہتمام نہیں ہے - تخلّص کے لیے جگہ نہیں چھوڑی گئی اور سیاہ روشنائی ہی سے لکھا گیا ہے -

ورق ۱ ، الف کے کونے پر ''کلامِ قدرت . . . [کیرم خوردہ] قدرت'' لکھا ہے اور اس کے نیچے ۱۲۰۳ھ درج ہے - اسی ورق کی پیشانی پر ''کلیم بلیغ زبان'' کے الفاظ لکھے ہیں - اور یہ شعر بھی مرقوم ہے :

در جواہر خانۂ آب کردگار
. . . سلیمان . . . ایں لیل و نہار

(کیرم خوردہ مقامات پر نقطے لگائے گئے ہیں)

آغاز : ''کھلے کب حُسن پر اوس یار کے دیدہ دو عالم کا
ہے جس کے باغ میں خورشید ہر یک قطرہ شبنم کا
رکھے کب تاب اوس دیدار کی دیدہ دو عالم کا[1]
چمن میں جس کے ہے خرشید[2] بھی یک قطرہ شبنم کا

جو ہوتا کوئی دن خالی یہاں بندِ تعلق سے
نہ ہوتا سلسلے میں موج کے پا بجرِ قلزم کا
دکھایا رُو ہی کا شعلہ رُو سے مجکو پیری نے
ہوا ہر مو سفید اب زخم پر کافور مرہم (کذا) کا

۱- ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کاتب نے جس مسودے سے یہ غزل نقل کی ہے ، اُس میں مطلع کے ابتدائی اور اصلاحی دونوں متن تھے - کاتب نے اِن دونوں کو نقل کر دیا -
۲- مطابق اصل -

خیال آگے نہ تھا یکانگی سے آشنا ہرگز
کیا ہے ہشق آہو چشم شاید ان دنوں رم کا[1]
عدم سے لا دکھائی ہستیٔ بے بود یا قسمت
نہ تھے ہم جب تلک ہرگز نہ تھا نام و نشاں غم کا"۔

اختتام : اوراق کی غلط شیرازہ بندی کی وجہ سے مخطوطے کا آخری ورق اپنی صحیح جگہ پر نہیں ہے ۔ اس کا اختتام ان اشعار پر ہوتا ہے ۔ کیرم خوردہ مقامات پر نقطے لگائے گئے ہیں :

"عجب نہیں میل کھینچے مہر پر خط شعاعی (کذا) سے
جو سر پر چیرۂ[2] زر تار کو وہ مہ جبیں باندھے
سوا اوس کے ندوں ہرگز دلِ مجروح محشر میں
اگر یک لخت رُو سے مہر اپنا . . . . باندھے
دہن دشمن کا لت شیریں ہے میری کرامت سے
بجا ہے شان کو میری جو شانِ انگیں باندھے
نہیں قدرت جو کوئی حرف ہو باہر احاطے سے
. . . . نقشِ نگیں باندھے

تسلسل کے اعتبار سے مخطوطے کا ۲۲ واں ورق آخری ورق ہے ۔ اس کا اختتام اِن اشعار پر ہوتا ہے :

"یہی فریاد ہمیشہ رہی خودبینوں سے[3]
جنسِ ارزاں کا مری کوئی خریدار بھی ہے
راہ دوزخ میں مجھے ہے ، نہ ہے جنت میں گذر
مجسا بندوں میں ترے کوئی گنہ‌گار بھی ہے

۱۔ مخطوطے میں "مشق" کے بعد بھی لفظ "شاید" لکھا تھا ، جسے بعد میں قلم زد کیا گیا ۔
۲۔ مخطوطے میں : چیرہٗ
۳۔ مخطوطے میں : خودبین نو سے

آنکھوں میں جلے دل کی کب خواب ٹھہرتا ہے
آتش کے کبھی منہ پر سیاب ٹھہرتا ہے

. . . کچھ روز و شب خونخوار پہلو میں
ہوا اس دل کے ہاتھوں ایک . . . پہلو میں''

مندرجات : اس مخطوطے میں ردیف وار غزلیات ہیں جو ، ٹ ، ڈ ، ڑ ، ظ اور ق کے علاوہ باقی تمام ردیفوں میں ہیں ۔ آخری ورق (موجودہ ورق ۲۳) الف سے رباعیات شروع ہوتی ہیں ۔ کل چھ رباعیاں ہیں ۔ آخری رباعی ورق ۲۳ ، ب پر ہے ۔ اس کے بعد ایک غزل کے چار شعر اور دو مطلعے ہیں ۔

خصوصیات : یہ نسخہ اس اعتبار سے اہمیت رکھتا ہے کہ اس میں جابجا اصلاحیں اور اضافے ملتے ہیں جو ظاہر ہے کہ مصنّف کے سوا کوئی اور نہیں کر سکتا ۔ جیسا کہ لکھا جا چکا ہے ، یہ مخطوطہ ورق ۱۶ ، ب کے ابتدائی تین اشعار تک ایک نامعلوم کاتب کے قلم سے ہے ۔ اسی ورق سے ایک دوسرا خط شروع ہوتا ہے ، حواشی پر تمام اصلاحیں اور اضافے بھی اسی دوسرے خط میں ہیں ۔ یہ نتیجہ نکالنا غلط نہ ہوگا کہ ورق ۱۶ ، ب سے یہ مخطوطہ خود مصنّف نے لکھا ہے ۔ مصنّف نے پہلے یہ دیوان کسی کاتب سے لکھوانا شروع کیا تھا ، مگر بعد میں کسی وجہ سے خود ہی اس کی تکمیل کی ۔

اصلاحوں اور اضافوں کا عمل مخطوطے کے تمام اوراق پر ہے ۔ مصنّف نے ابتدائی اوراق کے کاتب کے تحریر کردہ متن ہی میں نہیں بلکہ خود نوشتہ متن میں بھی جابجا رد و بدل کیا ہے نیز متعدد اشعار اور بعض جگہ پوری پوری غزلیں حواشی پر اضافہ کی ہیں ۔ بعض اشعار بین السطور میں بھی اضافہ کیے گئے ہیں ۔ گو یہ ردیف وار دیوان ہے ، لیکن کہیں کہیں ردیف کا خیال کیے بغیر بھی اشعار اضافہ کیے گئے ہیں ۔ بعض نامکمل غزلوں کو مکمل کرنے کے

لیے سادہ جگہ بھی چھوڑی گئی ہے ۔ اس طرح یہ دیوان ایک بیاض یا دیوان کے ابتدائی مسودے کی صورت اختیار کر گیا ہے۔

مصنّف کی ترمیموں اور اصلاحوں کی چند مثالیں یہ ہیں :

اصل : حرام اوس باخبر پُرکیفیت ہو چشم کی تیری
ترمیم : . . . . چشم ساقی کی
ورق ۴ ، الف

اصل : حلاوت بخش دل اب تک ہے قدرت کا سخن اب تک
ترمیم : کہ بخشے ہے حلاوت دل کو قدرت کا سخن اب تک
ورق ۱۶ ، ب

اصل : مزا جو مرگِ بسمل کا ترے دیکھے مرے گارو
ووہیں رکھ دے سرِ حسرت دمِ شمشیر پر بلبل
ترمیم : مزا جو مرگ میں دیکھے ترے بسمل کا اے گارو
سرِ حسرت رکھے ووہیں دمِ شمشیر پر بلبل
ورق ۱۸ ، ب

اس دیوان میں ، دیوان اوّل کے بھی چند اشعار ملتے ہیں ۔ قدرت کی ایک مشہور غزل ہے جس کا مطلع یہ ہے :

دلِ پُر داغ ہے اور حسرتِ پابوسی ہے
دستِ اُمید ہے اور دامنِ مایوسی ہے

دیوان اوّل میں اس مطلع کے علاوہ پانچ شعر ہیں ۔ زیرِ نظر دیوان دوم میں صرف مطلع ہے ، اور ذیل کا ایک شعر ہے :

دل گم گشتہ خبردار کہ یاں سینے میں
تیر بیداد سدا درپےِ جاسوسی ہے

معلوم ہوتا ہے کہ اس غزل کے دو شعر لکھ کر مصنّف کو خیال آیا ہوگا کہ یہ غزل دیوان اوّل میں درج ہو چکی ہے ، اس لیے بقیہ اشعار نہیں لکھے ۔

اس دیوان کے بعض اشعار تذکروں میں بھی ملتے ہیں۔ مثلاً مندرجہ بالا دونوں شعروں کے علاوہ ذیل کے اشعار بھی ''گلزارِ ابراہیم'' اور ''گلشنِ سخن'' میں ملتے ہیں :

سینہ اس کا ہے دل اس کا جگر اُس کا ہے
تیرِ بیداد جدھر رُو کرے گھر اُس کا ہے
لختِ دل نوکِ مژہ پر نہ سمجھ اے ہمدم
تخمِ غم دل میں جو بویا یہ ثمر اُس کا ہے

اشک اب آنے ستی کچھ تھم رہے
لختِ دل مژگاں پہ شاید جم رہے
اب تو اس منزل سے نہیں اُٹھتے قدم
مہرباں آگے چلو تم ہم رہے

اس دیوان کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ بیشتر ردیفوں میں صرف ایک یا دو غزلیں ہیں۔ متفرق اشعار اور مطلعوں کی تعداد زیادہ ہے۔ اس سے یہ قیاس کرنا بے جا نہ ہوگا کہ اس مجموعے میں شاہ قدرت کا آخر عمر کا تقریباً سارا کلام موجود ہے۔

جیسا کہ اُوپر لکھا جا چکا ہے، مخطوطے کے ورق اوّل پر ''کلیم بلیغ زباں'' کے الفاظ درج ہیں۔ ان الفاظ کی نوعیت ایسی ہے کہ یہ کوئی مادۂ تاریخ معلوم ہوتا ہے۔ ان الفاظ کے اعداد کا مجموعہ ۱۲۰۲ ہے۔ کہیں یہ شاہ قدرت کی تاریخِ وفات کا مادہ تو نہیں؟ مخطوطہ نمبر ۹۸ کے تحت شاہ قدرت کے حالات میں لکھا جا چکا ہے کہ لطف نے شاہ قدرت کا سالِ وفات ۱۲۰۵ھ لفظ ''شاید'' کی قید کے ساتھ لکھا ہے، اور اس طرح مزید تحقیق کی گنجائش رکھی ہے۔ مذکورہ مادۂ تاریخ کی بنا پر شاہ قدرت کا سالِ وفات متعین جا سکتا ہے۔

ورق اوّل پر ہی سنہ ۱۲۰۴ھ بھی لکھا ہے۔ یہ سنہ اُس وقت لکھا گیا ہے جب کسی نے اس مخطوطے پر بطورِ عنوان

"کلامِ قدرت . . ." کے الفاظ درج کیے تھے - ۱۲۰۴ھ میں
یہ مخطوطہ کسی دوسرے شخص کی تحویل میں آ گیا ، اس
سے بھی اس قیاس کو تقویت پہنچتی ہے کہ ۱۲۰۲ھ میں
شاہ قدرت کا انتقال ہو چکا تھا -

دیگر نسخے : دیوان دوم کا کوئی دوسرا نسخہ راقم الحروف کے علم میں
نہیں ہے -

مطبوعہ نسخے: دیوان دوم شائع نہیں ہوا -

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۹۸ -

● ● ●

۱۰۰

دیوانِ محب

شیخ ولی اللہ محبؔ

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو ، کراچی -

نمبر : قا ۱۸۳/۳

سائز : ۲۵ × ۱۸ س م

اوراق : ۲۳۵

سطور : ۱۵

زمانۂ کتابت : ۱۲۰۷ھ [م : ۹۳ - ۱۷۹۲ء] سے چند برس قبل - مصنفؔ کی زندگی کا مکتوبہ نسخہ ہے -

خط : نستعلیق ، اوسط -

مہر : ورق ۱ ، ب پر ایک بیضوی مہر ہے جو مسخ ہو چکی ہے - صرف ۱۳ کا ہندسہ پڑھنے میں آتا ہے -

کیفیت : نسخہ کیرم خوردہ ، دریدہ اور نہایت بوسیدہ ہے - کم از کم پچاس برس پہلے جلد سازی ہوئی تھی - ہر ورق پر نیچے کی طرف کاغذ کی ایک پٹی لگائی تھی - اب یہ پٹی بھی خاصی بوسیدہ ہو چکی ہے - کاغذ چکنا ، باریک اور مٹیالا ہے - متن ورق ۱ ، ب سے شروع ہوتا ہے - ورق ۱ ، الف پر یہ عبارت ہے : ''دیوان شیخ ولی اللہ محب دہلوی شاگرد تاج الشعرا مرزا رفیع سودا'' - اس کے بعد دو شعر ہیں ، جو ذیل میں آغاز کے اقتباس کے شروع میں ہیں -

ورق ۲۳۳ ، ب پر ، کسی دوسرے قلم سے اُردو کا ایک اور فارسی کے دو شعر ہیں - دو شعروں کا ایک قطعہ تاریخ بھی ہے جو کسی نواب غلام رسول خاں کے بیٹے کی پیدائش کا ہے - اس سے ۱۲۴۳ھ برآمد ہوتا ہے - اس ورق کے اشعار میں سے کوئی محب کا نہیں ، یہ مخطوطے کے سابق مالک نے یادداشت کے طور پر لکھے ہیں - ورق ۲۳۴ ، الف پر عنوان "مخمّسات" ہے لیکن اس کے تحت ایک ہی مخمّس ہے -

آغاز : "اے خالق اکبر بشری تاب و تواں کا
کب حوصلہ ہے تیری ستائش کے بیاں کا
جلوے سے ترے نور کے ہے خاک کو یہ قدر
جھمکے ہے ہر ایک (کذا) ذرّے میں خورشید جہاں کا
آگے ترے مکھڑے کے یہ صورت ہوئی دل کی -
جوں روشنیٔ ماہ سے احوال کتاں کا
زاہد جو کرے سیر صنم خانے کی آ کر
ہو خواب فراموش خیال اوس کو جناں کا
ہے حوصلہ تنگی سے زباں لال سخن کی
کس مونہہ سے کروں وصف میں اوس غنچہ دہاں کا"

اختتام : "سنا ہے یوں کہ کل نکلا جو وو قاتل کمر کس کر
صف عشّاق کے درمیاں کودا کھینچ کے خنجر
چلائے وار جس جس طرح چاہے اوس نے دل بھر کر
بہت مارے گئے وہاں اور بہت زخمی ہوئے تسپر
محب کوچے میں اوس کے آج ہم پھر دل جلاتے ہیں"

مندرجات : ورق ۱ ، ب سے ۲۳۳ ، الف تک غزلیات ہیں اور آخر میں ایک مخمّس ہے - (ورق ۲۳۴ ، الف تا ۲۳۵ ب)

خصوصیات : یہ نسخہ کتابت کے بعد مصنّف کی نظر سے گزرا ہے - اس میں متعدد مقامات پر اصلاحیں اور اضافے ہیں - اصلاحوں کی صورت یہ ہے کہ غلط لفظ کو قلم زد کرکے اس کے مقابل حاشیے پر صحیح لفظ لکھ دیا گیا ہے - اضافے حواشی پر

ہیں ۔ مثلاً اوراق ۲٦ ، الف و ب ؛ ۲۸ ب ؛ ۵۴ ، الف ؛ ۸۴ ب ؛ ۸۵ ب وغیرہ پر ایک ایک شعر کا اضافہ ملتا ہے ۔ اوراق ۱۸۲ ، ب اور ۱۸۳ ، الف کے حاشیوں پر دو غزلیں اضافہ کی گئی ہیں ۔ ورق ۱۴۳ ، الف پر ایک غزل ہے جس کا مقطع یہ ہے :

اب قافیا (کذا) بدل کے محب اَور لکھ غزل
کوئی لکھے نہ خوب سو یہ وہ زمیں نہیں

اس کے بعد یہ غزل شروع ہو جاتی ہے :

خدائیاں جو خدا کی بنائیاں دیکھیں
بتوں کی چار طرف واں دہائیاں دیکھیں

پہلی غزل کے بعد یہ عبارت ملتی ہے ۔ ''غزل دویم بعد یک غزل نوشتہ شدہ است'' اور پھر صاد کا نشان بنا کر ''بہ بیند'' لکھا ہے ۔ یہ نشان مذکورہ دوسری غزل کے بعد کی غزل پر بھی لگایا گیا ہے جس کا مطلع ہے :

ملنے کا ہم کو یار سے اب کوئی ڈھب نہیں
طاقت جو دل میں صبر کی کچھ تھی سو اب نہیں

غزل اوّل میں قافیہ بدل کر غزل کہنے کا ذکر کیا گیا ہے ۔ یہ اہتمام تیسری غزل ہی میں ملتا ہے ۔ اس تفصیل سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اس قسم کی ہدایات بھی مصنّف ہی کے قلم سے ہیں کیونکہ ان ہدایات کا خط وہی ہے جو اصلاحوں اور اضافوں کا ہے ۔

دیگر نسخے : حکیم سیّد احمد اللہ قادری نے رسالہ ''زمانہ'' ، کانپور ، جولائی ، ۱۹۲۹ء میں محب کے بارے میں ایک مقالہ لکھا تھا ، اس میں انھوں نے دیوانِ محب کے ایک قلمی نسخے کا ذکر کیا ہے اور یہ لکھا ہے ''محب کے دیوان کا جو نسخہ ہمارے پیشِ نظر ہے ، غالباً خود انھیں کے ہاتھ سے لکھا ہوا ہے'' ۔ (ص ۳۲) معلوم نہیں یہ نسخہ اب کہاں ہے ۔

مطبوعہ نسخے: دیوانِ محب شائع نہیں ہوا ۔

مصنف : محب ہندوستاں زادوں کی گویائی کو کب پہنچے
سخن کہنے میں ہو جس کا وطن سرہند انبالہ

مذکورہ شعر کے حوالے سے سید احمد اللہ قادری نے محب کا وطن انبالہ (مشرقی پنجاب) بتایا ہے ۔ لیکن یہ شعر محب نے اپنے بارے میں نہیں کہا ، اپنے کسی ہم عصر پر چوٹ کی ہے ۔ تمام تذکرہ نگاروں نے انھیں دہلی کا باشندہ بتایا ہے ۔ بقول ذکا و قاسم وہ شاہ افضل خدا نما کی اولاد میں سے تھے ۔ محب نوکری پیشہ تھے (میر حسن) دہلی سے فرخ آباد گئے ۔ وہاں مہربان خاں رند نے ان سے مشفقانہ سلوک کیا ۔ یہ ان سے منسلک ہوگئے ۔ مسرت افزا کی تالیف (۱۱۹۳ھ/۱۷۷۹ء) کے زمانے تک محب کا فرخ آباد ہی میں رہنا ثابت ہے ۔ فرخ آباد سے وہ بقول مصحفی ، لکھنؤ آئے اور مرزا سلیمان شکوہ کی سرکار میں بصیغۂ شاعری ملازم ہوگئے ۔ مرزا سلیمان شکوہ ، محب کے شاگرد تھے ۔ (ذکا ، شاہ کمال ، قاسم) ۔

محب ، فرخ آباد سے سیدھے لکھنؤ نہیں گئے ، بلکہ وہ پہلے دہلی آئے اور کچھ عرصے یہاں قیام کیا ۔ جس زمانے میں انشا دہلی میں تھے ، محب بھی وہیں تھے ۔ دہلی میں امیرالدولہ معین الملک ناصر جنگ امیر کے ہاں جو مشاعرے ہوتے تھے ، ان میں انشا اور دیگر شعرا کے ساتھ محب بھی شرکت کرتے تھے ۔ انشا کا قیام دہلی میں ۱۱۹۳ھ [م : ۱۷۷۹ء] اور ۱۲۰۳ھ [م : ۸۹ - ۱۷۸۸ء] کے درمیان رہا ۔ ("انشاء اللہ خاں انشا ، عہد اور فن" از اسلم پرویز ، دہلی ، ۱۹۶۱ء ، صص ۳۴ - ۳۱)

آزاد لکھتے ہیں کہ مرزا سلیمان شکوہ "لکھنؤ گئے تو چند روز بعد یہ (محب) بھی گئے" ۔ (آبِ حیات ، حاشیہ ، ص ۲۶۱) ۔ مرزا سلیمان شکوہ ۱۲۰۵ھ [م : ۹۱ - ۱۷۹۰ء] میں لکھنؤ گئے ۔ (قیصر التواریخ ، اول ، ۲۸۰) تقریباً یہی

زمانہ محب کے لکھنؤ پہنچنے کا ہے ۔ مصحفی لکھتے ہیں :
"دو سال است کہ بہ مرض مزمن ناسور پا وداع جہان فانی کردہ ، مرقدش در پیر جلیل است" (ہندی ، ۲۳۱) ۔ اگر مصحفی نے ترجمۂ محب خاتمۂ ہندی (۱۲۰۹ھ) سے دو سال قبل لکھا ہو تو ۱۲۰۷ھ [م : ۹۳ - ۱۷۹۲ء] سالِ وفات قرار پاتا ہے ۔

تمام تذکرہ نگاروں نے محب کو سودا کا شاگرد بتایا ہے ۔ مصحفی نے "متبع و ہم صحبت" لکھا ہے اور یہی صحیح ہے ۔ محب ، سودا کے شاگرد نہیں تھے ۔ وہ خود کہتے ہیں :

شاگرد گو نہیں ہوں ، یہ انداز گفتگو
فیضانِ نطق مجکو ہے مرزا رفیع کا

محب اُردو اور فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے ۔ بقول مصحفی ، اُنھوں نے فارسی میں ایک مثنوی بھی لکھی تھی ۔

مآخذ : (۱) شعرائے اُردو ، ۱۵۹ - (۲) شورش ، دوم ، ۲۳۳ - (۳) مسرت افزا ، ۲۱۵ - (۴) گلزار ، ۳۱۵ - (۵) گلشنِ سخن ، ۲۲۵ - (۶) ہندی ، ۲۳۱ - (۷) عیّار ، ۶۳۸ - (۸) حیدری ، ۸۸ - (۹) عشقی ، دوم ، ۲۳۵ - (۱۰) عمدہ ، ۶۷۳ - (۱۱) مجمع ، ۱۳۰ - (۱۲) مجموعۂ ، دوم ، ۱۹۳ - (۱۳) بے جگر ، در ردیف م - (۱۴) گلشن ، ۱۷۰ - (۱۵) شعرائے ہند ، ۳۳۸ - (۱۶) سراپا ، ۳۵ - (۱۷) خوش معرکۂ ، دوم ، ۵۵۸ھ - (۱۸) یادگار ، ۱۷۵ - (۱۹) بہار ، ۲۷۶ - (۲۰) سخنِ شعرا ، ۳۱۵ - (۲۱) بزم ، ۱۰۳ - (۲۲) آبِ حیات ، ۲۶۱ و ۲۶۳ - (۲۳) جلوہ ، اوّل ، ۱۱۳ - (۲۴) ارباب ، ۹ - (۲۵) قاموس ، دوم ، ۱۷۶ - (۲۶) "شاگردانِ سودا" از حسرت موہانی ، اُردوئے معلیٰ ، مارچ ، ۱۹۱۱ء ، ص ۱۳ - (۲۷) "محب" از

سیّد احمد اللہ قادری رسالہ ''زمانہ''، کانپور، جولائی ، ۱۹۲۹ء - (۲۸) سودا ، خلیق انجم ، ۶۰۴ - (۲۹) دلّی ، ۲۵۳ - (۳۰) مرأة ، اوّل ، ۲۴۴ - (۳۱) میر و سودا ، ۴۴۴ - (۳۲) بادۂ کہن ، مولوی عبدالحق ، سہ ماہی ، اُردو ، اپریل ، ۱۹۲۷ء - (۳۳) دل کشا ، دوم ، ۲۰ -

• • •

۱۰۱

دیوانِ مزاج

نواب مظفرالدین خاں مزاج

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی ۔

نمبر : ۱۳۹۶ ء ۱۹۶۱

سائز : ۲۹ × ۱۹ س م

اوراق : ۱۱۹

سطور : غیر معیّن ، ۱۴ تا ۲۱

زمانۂ کتابت: ۱۸۵۴ء [م : ۱ے - ۱۲۷۰ھ] کے بعد اور ۱۸۷۵ء [م : رجب ، ۱۲۹۱ھ] سے قبل ۔ (تفصیل رک : خصوصیات)

خط : نستعلیق ، معمولی ۔

کیفیت : نسخہ اچھی حالت میں ہے ۔ کاغذ ولایتی ، دبیز ، نیلا ۔ آبی نشان کی تحریر یہ ہے :

Magnay & Benn

London

1854

بعض اوراق پر اس تحریر کی بجائے ایک عورت کی تصویر ہے ۔ شاید یہ تصویر مذکورہ کمپنی کا تجارتی نشان ہے ۔ اصل مخطوطے سے پہلے پانچ اوراق الگ سے لگائے

گئے ہیں - ان میں سے ورق ۱ ، الف پر مندرجہ ذیل عبارت ہے :

"دیوانِ حکیم الحکما نواب مظفرالدین خان المتخلّص بہ مزاج - زیرِ نظر مبیضہ میں فاضل مولف نے خود بہت کچھ حک و اصلاح فرمائی ہے" -

ورق ۱ ، ب سے ۳ ب تک اوراق سادہ ہیں - ورق ۴ ، الف سے ۵ ب تک مولوی عبدالحی لکھنوی کے قطعات تاریخ وفات ہیں جو عبدالعلی آسی کی تصنیف ہیں - پہلا قطعہ عربی میں ہے ، دوسرا فارسی میں - پھر چھ مختلف مصرعے ہیں جن سے ۱۳۰۴ھ برآمد ہوتا ہے - آخر میں لکھنے والے کے دستخط اور تاریخ ہے - دستخط ناخوانا ہیں - تاریخ اس طرح لکھی گئی ہے - "۱۱ - ۵ - ۴" اس سے مراد لازماً ۱۳۰۴ھ کے جمادی الاوّل کی گیارھویں تاریخ ہے - قطعات تاریخ سے پہلے یہ عبارت ہے :

"قطعات تاریخ انتقال ، صاحب الفضل والکمال ، محدث جلیل ، فقیہ بے بدیل ، مجمع العلوم ، مخزن الفہوم ، علامہ حقایق آگاہ ، آئینۂ من آیات اللہ ، ذات قدسی صفات ، سراپا افادات و افاضات ، جناب مولوی ابوالحیات حافظ حاجی مفتی واعظ مولانا مولوی محمد عبدالحی صاحب لکھنوی غفراللہ العلی ، مصنّفہ ادیب نامی لبیب گرامی مولوی عبدالعلی صاحب تخلّص آسی" -

اصل مخطوطے کے ورق ۱ ، الف پر یہ عبارت ہے :

"معلوم باد برسرِ ہر غزل لفظ 'زبان' مرقوم است کنایہ از غزل دیوان اوّل کہ ایں غزل ازاں دیوان است و بر ہر غزل کہ ایں لشان 'ب' لوشتہ است اشارۂ ازاں دیوان [دوم] و بر ہر غزل کہ ازیں ہر دو نشان مذکور ہیچ نیست مراد ازاں دیوان سیم - فقط" -

آغاز : ''مشتاق ہے گوش اب بھی الست' کی صدا کا
ہے منہ میں مزا آج تک اقرارِ بلیٰ کا
چمکا ہے ترا نور ہی کچھ ماہ کے منہ پر
جھمکا ہے رخِ مہر پہ تیری ہی ضیا کا
ہے خاک نشینوں سے عیاں نور کا عالم
آئینۂ توحید ہے انسان کا خاکا[1]
اندوہ[2] محبت کو سعادت سے ہوا ربط
انداز اُڑایا مرے نالوں نے ہما کا
مستی میں جھکا کیوں نہ رہے خوشۂ انگور
جب چشم سیہ مست کو سو آنکھ سے تاکا''

اختتام : ''آج کل رکھتے ہو سرمے کو بہت دوست مگر
چشمِ بد دور نہ ہو جائے نظر دشمن کی
بے حضوری ہی سہی اے نگہِ دزدیدہ
ہم بھی اب کرتے ہیں تدبیر الوپ انجن کی

ق

کہا ہے منہ اس کا چمن میں جو لگے آپ کے منہ
'ہو نکلتی ہے ابھی غنچے میں بالک پن کی
دیکھے نرگس تو میں نرگس کی نکالوں آنکھیں
بولے سوسن تو زباں کاٹ لوں میں سوسن کی
یک سوار فرسِ ناز ہے نظروں میں مزاج
مردم چشم جو پتلی ہے سمِ توسن کی''

مندرجات : اس دیوان میں غزلیات ہیں ۔ ہر غزل کے شروع میں

۱- پہلے یہ شعر لکھا تھا :
تو نور لطافت ہے یہ نقاش سے کہہ دے
تا کلکِ نظر سے لکھے تصویر کا خاکا
اسے قلم زد کر کے مذکورہ شعر درج کیا گیا ۔
۲- اصلاح مصنف : اندوہ محبت نے سعادت سے کیا ربط

نمبر شمار سرخ روشنائی سے درج کیا گیا ہے - غزلیات کی تعداد ۲۹۸ ہے -

خصوصیات : یہ مصنّف کے کلام کا مبیضہ ہے - اس پر جابجا اصلاحیں ہیں - کہیں لفظی ترمیم کی گئی ہے اور کہیں پورا شعر تبدیل کر دیا گیا ہے - (اس کی مثالیں "آغاز" کے تحت ملاحظہ ہوں) - یہ اصلاحیں کثرت سے ہیں - شاید ہی کوئی صفحہ ان سے خالی ہو - اصلاحیں روشنائی سے بھی ہیں اور پنسل سے بھی - بعض غزلیں حواشی پر بھی اضافہ کی گئی ہیں (جیسے ورق ۱ ، ب ؛ ورق ۳ ، الف و ب پر) -

"کیفیت" کے تحت ورق ۱ ، ب کی جو عبارت اُوپر نقل کی گئی ہے ، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنّف نے اپنی غزلوں کے تین دیوان مرتّب کیے تھے اور ان تینوں دیوانوں کی غزلیں اس مجموعے میں ہیں - مصنّف نے اس مبیضے سے جو تین دیوان مرتّب کیے تھے ، وہ بھی محفوظ ہیں (رک : دیگر نسخے) - تیسرے دیوان کا سالِ کتابت ۱۲۹۱ھ ہے - اسی بنا پر زیر نظر مخطوطے کے بارے میں رائے قائم کی گئی ہے کہ یہ ۱۲۹۱ھ سے پہلے کا مکتوبہ ہے - زیرِ نظر مخطوطے کا کاغذ آبی نشان کے مطابق ۱۸۵۴ء [م : ۷۱ - ۱۲۷۰ھ] کا ساختہ ہے - ظاہر ہے کہ مخطوطہ ۱۸۵۴ء کے بعد لکھا گیا ہوگا -

دیگر نسخے : **ادارۂ ادبیات اُردو ، حیدرآباد دکن میں مزاج کے تینوں دیوان موجود ہیں -**

۱- فہرست نمبر ۱۹۶ - (دیوان اوّل) - اوراق ۱۲۶ - سطور ۱۳ - سائز ۱۲ × $7\frac{1}{2}$" - "اس دیوان میں تقریباً ساڑھے تین ہزار اشعار ہیں - یہ غالباً مصنّف ہی کا مبیضہ ہے اور اس میں جگہ جگہ مصنّف نے اپنے قلم سے اصلاحیں اور ترمیمیں کی ہیں - جس ورق سے ردیف الف شروع ہوتی ہے ، اس کے حاشیے پر لکھا ہے 'ردیف الف از دیوان اوّل' جس سے ثابت ہوتا ہے

کہ یہ مزاج کا پہلا دیوان ہے ۔ اس میں ردیفوں کے آخر میں اضافے کے لیے متعدد سادہ اوراق بھی چھوڑ دیے گئے ہیں جن میں سے بعض پر اضافہ کیا گیا ہے اور بعض سادہ ہی رہ گئے ۔ اسی جلد میں مزاج کے اور دو دیوان بھی ہیں ۔ جن میں سے تیسرے دیوان کی تاریخ کتابت ۲ رجب ، ۱۲۹۱ھ درج ہے ۔ جس کے لحاظ سے یہ دیوان تو بہت پہلے ہی نقل کیا گیا ہوگا ۔ اس وقت مزاج کی عمر ساٹھ سال کی تھی اور اگر . . . انھوں نے پندرہ بیس سال کی عمر میں شعر کہنا شروع کیا تھا تو یہ دیوان اول ۱۲۶۱ھ سے قبل کا کلام قرار پاتا ہے'' ۔ (ادارۂ ادبیات ، اول ، صص ۳۸ - ۲۳۷)

۲- فہرست نمبر ۱۹۷ ۔ (دیوان دوم) ۔ اوراق ۶۹ ۔ سطور ۱۸ ۔ سائز ½۱۲ × ۸" ۔ کاتب غالباً مصنّف ۔ نستعلیق پاکیزہ ۔ ''(اس) میں تقریباً ڈھائی ہزار اشعار موجود ہیں . . . ابتدائی اور آخری اوراق غائب ہیں . . . بعض جگہ حاشیے پر اشعار اور غزلوں کا اضافہ کیا گیا ہے'' ۔ (ادارۂ ادبیات ، اول ، ص ۲۳۹)

۳- فہرست نمبر ۱۹۸ ۔ (دیوان سوم) ۔ اوراق ۸۰ ۔ سطور ۱۸ ۔ سائز ½-۱۲ × ۸" ۔ نستعلیق پاکیزہ ۔ کاتب غالباً مصنّف ۔ ''اس میں تقریباً چار ہزار اشعار ہیں . . . حاشیے پر بیسیوں غزلوں کا بعد میں اضافہ کیا گیا ہے'' ۔ ترقیمہ : ''بعونہ بااتمام رسید بتاریخ دوم شہر رجب ۱۲۹۱ ہجری'' ۔ (ادارۂ ادبیات ، اول ، صص ۴۰ - ۲۳۹)

مطبوعہ نسخے: ''ان کا ایک دیوان تین سو صفحات پر چھپ بھی چکا تھا ، مگر افسوس کہ شائع نہ ہو سکا ۔ اس کے مطبوعہ اوراق ان کے ایک عزیز نواب عزیز یار جنگ بہادر کے یہاں راقم الحروف [ڈاکٹر محی الدین قادری زور] کی نظر سے گزرے تھے'' ۔ (ادارۂ ادبیات ، اول ، ص ۲۳۸)

مصنف : حکیم محمد مظفر الدین خان مزاج ۱۲۳۱ھ [م : ۱۶ - ۱۸۱۵ء] میں پیدا ہوئے - عربی و فارسی کی تعلیم کے بعد طب کی تعلیم حاصل کی - وہ اپنے عہد کے با کمال طبیبوں میں شمار ہوتے تھے - وہ پائے گاہ نواب خورشید جاہ کے خاندانی طبیب تھے - وہاں سے منصب ملتا تھا - شاعری میں بھی اُنھوں نے بڑا نام پیدا کیا - وہ دکن کے ممتاز شاعر حافظ شمس الدین فیض کے شاگرد تھے اور پرگو شاعر تھے - انھوں نے چار دیوان مرتب کیے تھے ، جن میں سے تین ادارۂ ادبیات اُردو میں محفوظ ہیں - مزاج کا انتقال ۱۲ ذی الحجہ ، ۱۳۱۸ھ [م : ۲ اپریل ، ۱۹۰۱ء] کو ہوا -

مآخذ : (۱) عروس ، ۱۳۷ ، ۲۳۷ - (۲) مرقع سخن ، دوم ، ۱۰۱ (مقالہ از محمد اکبر الدین صدیقی) - (۳) دکن میں اُردو ، ۵۱۳ -

● ● ●

۱۰۲

دیوانِ مشتاق

محمد حافظ علی مشتاق

کتب خانہ : ڈاکٹر قاضی فضلِ عظیم - ۱۲ - ۱۳/ سی ۵ ، ناظم آباد ، کراچی -

سائز : ۱/۲-۲۳×۱۶ س م

اوراق : ۹۸

سطور : ۱۲ ، ۱۳

سالِ ترتیب : ۱۲۵۴ھ [م : ۹ - ۳۸ - ۱۸۳۸ء]

کاتب : خود مصنّف -

سالِ کتابت : ۱۲۵۴ھ [م : ۹ : ۳۸ : ۱۸۳۸ء]

خط : نستعلیق ، معمولی -

مہر : ورق ۱ ، الف پر یہ مہر ہے - "ڈاکٹر قاضی فضلِ عظیم بن قاضی محمد عظیم ۱۳۸۴ھ" (قاضی محمد عظیم ، مشتاق کے بھائی قاضی احمد رضا کے پوتے تھے)

کیفیت : نسخہ عمدہ حالت میں ہے - تمام اوراق پر بٹر پیپر چسپاں کیا گیا ہے - مشتاق کا دیوانِ فارسی بھی اس کے ساتھ ہی مجلّد ہے -

آغاز : ''فی التحمید

ہمارے دل میں ہے ہر دم خیالِ نامِ خدا
نہ کیوں ہو جلوہ گر اس میں جمالِ نامِ خدا

خدا کے نام سے رکھ ہمدمی دلا ہر دم
کہ جون وصالِ خدا ہے وصالِ نامِ خدا

رہے نہ سر میں ہوا کچھ بھی نخلِ طوبیٰ کی
اُگا جو گلشنِ دل میں نہالِ نامِ خدا

خدا کے نام پہ، گر سو ہزار جاں ہوں تو میں
کروں نثار بعز و جلالِ نامِ خدا

فدا نہ کیوں ہوں میں احمدؐ کے نام پر مشتاق
کہ حذف میم سے ہے وہ مثالِ نامِ خدا''

اختتام : ''میں ہوں پاک بازوں میں مشتہر مرے پاس بے خطر آئیے
نہیں ڈر کا کچھ یہ محل اجی اِدھر آئیے اُدھر آئیے

نہ شہد ناب ہی مرغوب ہے نہ قند مجھے
تمھارے ہونٹوں کی شیرینی ہے پسند مجھے

...

شب غزل گا کر سنائی جو پری انداز نے
کان کے پردے جلائے شعلۂ آواز نے''

مندرجات : حمد اور نعت کے بعد غزلیات ہیں جو ورق ۹۶، ب تک ہیں - ۹۷، الف پر ترتیبِ دیوان کے دو فارسی قطعات تاریخ ہیں جن میں سے ایک یہ ہے :

شکر خدا چوں نکنم زاں کہ دست
داد ز ترتیبِ غزل ھا فراغ
فکر چو کردم پےِ تاریخِ آں
بلبل دل گفت : گل چار باغ
۱۲۵۴ھ

ان قطعات کے بعد رباعیات اور مطلعے ہیں -

خصوصیات : یہ مصنّف کا خود نوشتہ مخطوطہ ہے ۔ مصنّف نے اس میں جابجا ترمیمیں کی ہیں ۔ کوئی صفحہ ایسا نہیں ہے جس پر اصلاحیں نہ ہوں ۔ بعض اشعار حواشی پر بھی اضافہ کیے گئے ہیں ۔

دیگر نسخے : اس کا کوئی دوسرا نسخہ راقم کے علم میں نہیں ۔

مطبوعہ نسخے: یہ دیوان شائع نہیں ہوا ۔

مصنّف : مصنّف نے خود اپنا پورا نام اس طرح لکھا ہے : ''محمد حافظ علی بن الحکیم محمد حسن رضا بن القاضی غلام مصطفیٰ الصدیقی الحنفی الفلشوری ثم الهندی الملیح آبادی'' ۔ (گلشنِ مشتاق ، ورق ۸۷ ، الف) ۔ مشتاق کے بزرگ سلطان محمود غزنوی کے عہد میں فرشور سے بلگرام آئے تھے ، اور وہاں سے ملیح آباد پہنچے ۔ منصبِ قضا اس خاندان میں موروثی تھا ۔

مشتاق ۱۲۲۰ھ [م : ٦ - ۱۸۰۵ء] میں ملیح آباد میں پیدا ہوئے ۔ کم عمری ہی میں انھوں نے متداولہ درسیہ کتب ختم کیں ۔ حدیث کا درس اپنے والد سے لیا ۔ قرآن شریف حفظ کیا اور فنِ تجوید میں بھی مہارت حاصل کی ۔ اسی کم عمری میں مشتاق کے والد نے عہدۂ قضا ان پر منتقل کر دیا تھا ، لیکن جب تک مشتاق بالغ نہ ہوئے اس عہدے کے فرائض ان کے والد ادا کرتے رہے ۔ مشتاق کو سیّد احمد شہید بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھی ۔ تاریخِ انتقال ۹ ۱ جمادی الاوّل ، ۱۲۷٦ھ [م : ۱۳ دسمبر ، ۱۸۵۹ء] ہے ۔

مشتاق کو مذہب کے ساتھ ساتھ ادب سے بھی گہری دل چسپی تھی ۔ اُردو اور فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے ۔ حافظ اور مشتاق دو تخلّص تھے ۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ شاعری میں کس کے شاگرد تھے ۔ مشتاق کی تصانیف میں دیوانِ اُردو کے علاوہ دیوانِ فارسی ، چمنستانِ اشعار (شعرائے فارسی کی ہم طرح غزلوں کا ضخیم انتخاب) ، گلشنِ مشتاق (تذکرہ شعرائے فارسی

بزبانِ فارسی) اور تصوّف ، فقہ اور حدیث پر چند اُردو فارسی رسالے شامل ہیں ۔

دیوانِ اُردو کی ترتیب (۱۲۵۴ھ) کے بعد مشتاق ۲۲ برس تک زندہ رہے ۔ اس دوران میں انھوں نے جو کچھ کہا اس کا کچھ حصہ متعدد پرچیوں کی صورت میں ڈاکٹر قاضی فضلِ عظیم کے پاس محفوظ ہے ۔

مآخذ : (۱) خاندانی کاغذات جو ڈاکٹر قاضی فضلِ عظیم کے پاس محفوظ ہیں ۔ (۲) گلشنِ مشتاق ، قلمی (مملوکہ ڈاکٹر قاضی فضلِ عظیم) ۔ (۳) واقعات ملیح آباد ، قلمی ، از محمد علی عرش ملیح آبادی ، مخزونہ انجمن ترقی اُردو ، کراچی ۔ (۴) مشتاق کے حالات اور تصانیف کی تفصیل کے لیے مقالہ "شعرائے فارسی کا ایک نو دریافت تذکرہ ، گلشنِ مشتاق" از مشفق خواجہ ، مطبوعہ سہ ماہی "اُردو" ، بابت جنوری ، ۱۹۷۵ء ۔

● ● ●

۱۰۳

دیوانِ ممتاز

حافظ فضل علی ممتاز

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو ، کراچی ۔

نمبر : قا ۱۸۶/۳

سائز : ۲۳ × ۱۳½ س م

اوراق : ۳۱

سطور : ۱۴

کاتب : حسن علی ۔

زمانۂ کتابت : تیرھویں صدی ہجری کا ربع اول (قیاسا)

خط : نستعلیق ، مائل بہ نسخ ۔ کاتب نہایت بد خط ہے ۔

کیفیت : یہ نسخہ نہایت کیرم خوردہ ہے ۔ اس کی جلد سازی ماضی قریب میں ہوئی ہے ۔ ہر ورق کے دونوں طرف بٹر پیپر چپکایا گیا ہے ۔ کیرم خوردگی ، اور پھر بٹر پیپر کی چسپیدگی سے بہت سے الفاظ پڑھنے میں نہیں آتے ۔ کاغذ باریک ، زردی مائل ۔ متن ورق ۱ ، ب سے شروع ہوتا ہے ۔ ورق ۱ ، الف پر متعدد اشعار ہیں جو بعد میں کسی نے لکھے ہیں اور وہ ممتاز کے نہیں ہیں ۔ متن ورق ۲۹ ، ب پر ختم ہوتا ہے ۔ ترقیمے کے بعد کسی دوسرے شخص کے قلم

سے دو شعر ہیں - ورق ۳۰ ، الف پر ایک غزل ممتاز۱ کی
اور تین شغر دوسروں کے ہیں - اس کے بعد کے ورق پر
بھی چند اشعار ، تعویذ اور طبّی نسخے وغیرہ ہیں جن کا
اصل دیوان سے کوئی تعلق نہیں - ورق ۱ ، الف سے یہ بھی
معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب "محمد اسمٰعیل" اور "غلام حیدر
امل قریشی" نامی اشخاص کی ملکیت رہ چکی ہے -

آغاز : "تھے مرے طالع بیدار سراپا اعجاز
آج جس دم کہ مری آنکھ کھلی وقتِ نماز
صبح تھی یا کہ تھا وہ مطلع انوار شہود
صبح تھی یا کہ وہ تھا جوہر آئینہ ساز
شعلۂ نور کا جس کے یدِ بیضا ہو غلام
اشعۂ طور ہو دیکھے سے جسے پا انداز
مردگاں خوابِ عدم چھوڑ کے ہوویں بیدار
یاں تلک تھا دمِ جاں بخش صبا کا دم ساز
فیض نکہت سے جو کی گل نے فروزاں منقل
شمع کافور کا افسردہ ہوا سوز و گداز"

اختتام : "اس دہر میں ممتاز جو تو ہے آگاہ
تو چھوڑ دے معشوقوں کی دنیا کے چاہ
کچھ ربط نہیں ، تو و بتاں کی پوجا !
لا حول ولا قوۃ الا باللہ"

ترقیمہ : "دیوان طبع زاد حضرت نواب عمدۃ الامرا بہادر مرحوم ،
مرقوم نوزدھم شہر ربیع الاول - کاتب حروف حسن علی -
پنجاہ و یک غزل ہفت رباعی دریں مسودہ داخل است -
تمام شد" - [کاتب نے اس دیوان کو ایک دوسرے شاعر
سے منسوب کیا ہے - اس کی بحث آگے آئے گی - نیز کاتب
نے غزلیات و رباعیات کی تعداد بھی غلط لکھی]

۱- اس غزل کے مقطع میں تخلّص ممتاز نظم ہوا ہے ، لیکن زبان و بیان
کے اعتبار سے یہ حافظ فضل علی کی نہیں ، بلکہ اسی تخلّص کے ایک
دوسرے شاعر نواب عمدۃ الامرا والیٔ ارکاٹ کی ہے -

مندرجات : دو نعتیہ قصیدے ورق ۱ ، ب تا ۵ ، الف
قصیدہ در مدح حضرت سیّد الشہدا
ورق ۵ ، الف تا ۷ ، الف
ایضاً ورق ۷ ، الف تا ۱۰ ، الف
ایضاً ورق ۱۰ ، الف تا ۱۰ ، ب
مکتوب منظوم ورق ۱۱ ، الف تا ۱۱ ، ب
سعدی کے دو شعروں کی تضمین ورق ۱۱ ، ب
غزلیات (تعداد : ۸۲) ورق ۱۲ ، الف تا ۲۹ ، الف
رباعیات (تعداد : ۵) ورق ۲۹ ، الف تا ۲۹ ب

خصوصیات : غزلیات کے اشعار کی تعداد کہیں تو ۹ (نو) تک ہے اور کہیں صرف ایک ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ مکمل دیوان نہیں ، انتخاب ہے ۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ اس دیوان میں جو غزلیات شامل ہیں ، اُن کے بعض اشعار تذکروں میں تو ملتے ہیں ، لیکن زیرِ نظر مخطوطے میں نہیں ہیں ۔ مثلاً طبقات الشعرا میں ممتاز کا جو کلام ہے ، اس کا موازنہ زیرِ نظر مخطوطے سے کرنے سے مندرجہ ذیل نتائج سامنے آتے ہیں (واضح رہے کہ طبقات میں ممتاز کا انتخابِ کلام خود ممتاز کے مسودات سے ماخوذ ہے) ۔

۱- زباں کو حمد سے تیری جو بہرہ مند کیا
میں بہترین سخن پہلے یہ پسند کیا

طبقات میں اس زمین میں دو شعر ہیں اور یہ دونوں مخطوطے میں نہیں ہیں ۔

۲- ہزار مرتبہ دیکھا ستم جدائی کا
ہنوز حوصلہ باقی ہے آشنائی کا

اس زمین میں یہ مطلع اور چار دیگر شعر طبقات میں ہیں ۔ مخطوطے میں مطلع تو ہے لیکن باقی چاروں شعر نہیں ہیں ۔

۳- الٰہی سوزِ محبت میں کیا اثر نہ رہا
کہ اس کو رحم مرے حالِ زار پر نہ رہا

طبقات میں اس زمین میں تین شعر ہیں ، مخطوطے میں ایک بھی نہیں -

۴- ردیف ''چ'' کا طبقات میں ایک شعر ہے ، مخطوطے میں ایک بھی نہیں -

۵- عذار چھوڑ کے دل کب پھنسے ہے کاکل میں
جو لطف گل میں ہے یارو کہاں ہے سنبل میں

طبقات میں اس زمین میں تین شعر ہیں - مخطوطے میں ایک بھی نہیں -

٦- سمجھیو عیب نہ افلاس کو کہ جوں شمشیر
ہمیشہ مرد کی یاں آبرو صفائی ہے

یہ جس غزل کا شعر ہے ، اس کے نو (۹) شعر مخطوطے میں ہیں ، لیکن یہ شعر نہیں ہے -

۷- ملتے تھے رات دن میں سو اب گاہ گاہ ہے
پیارے میں سچ کہوں تری دو دن کی چاہ ہے

اس زمین کے پانچ شعر طبقات میں ہیں لیکن مخطوطے میں ایک بھی نہیں ہے -

۸- جستجو سے بخوشی ہاتھ اُٹھایا ہم نے
ورنہ کس چیز کو ڈھونڈا کہ نہ پایا ہم نے

اس زمین کے دو شعر طبقات میں ہیں - مخطوطے میں ایک بھی نہیں ہے -

کتب خانۂ سالار جنگ میں دیوانِ ممتاز کا جو نسخہ ہے ، اس کا انتخاب ڈاکٹر خلیق انجم نے اپنی کتاب ''مرزا محمد رفیع سودا'' میں دیا ہے - اس انتخاب میں بعض ایسے شعر ہیں جو زیرِ نظر مخطوطے میں نہیں ہیں - لہٰذا یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ زیرِ نظر مخطوطہ انتخاب ہے ، مکمل دیوان نہیں -

زیرِ نظر مخطوطے کے ترقیمے میں اس دیوان کو نواب عمدۃ الامرا کی تصنیف بتایا گیا ہے - یہی غلطی

دیوانِ ممتاز کے دو اور نسخوں میں بھی ملتی ہے جو کتب خانۂ آصفیہ اور کتب خانۂ خواتین دکن (حیدر آباد دکن) میں موجود ہیں ۔ عمدۃ الامرا کے بارے میں نصیرالدین ہاشمی لکھتے : ''ممتاز عمدۃ الامرا والا جاہ محمد علی خاں کے فرزند تھے ۔ ۱۲۱۰ھ میں اپنے باپ کے انتقال پر حکومت ارکاٹ کے والی بنے اور صرف چھ سال کی حکومت کے بعد ۱۲۱۶ھ میں انتقال کیا ۔ شاعری سے شغف تھا ۔ ممتاز تخلّص تھا'' ۔ (آصفیہ، دوم ، ص ۳۱۱) ۔ اور فضل علی ممتاز کے بارے میں ہاشمی صاحب نے لکھا ہے : ''دہلی سے مدراس آئے ۔ والا جاہ کی مدح میں قصائد لکھے تھے''۔ (سالار جنگ، ص ۴۲۷) ۔ تذکرہ نگاروں نے ممتاز کے دکن جانے کا تو ذکر کیا ہے، لیکن ان کے کرناٹک جانے اور والا جاہ کی مدح میں قصائد لکھنے کی تائید کسی اور ذریعے سے نہیں ہوتی ۔ تاہم یہ یقینی ہے کہ ممتاز کا دیوان کرناٹک ضرور پہنچا اور وہاں تخلص کی یکسانیت کی وجہ سے، عمدۃ الامرا سے منسوب ہوگیا ۔

دیگر نسخے : ۱- نسخۂ کتب خانۂ سالار جنگ ، حیدر آباد دکن :

فہرست نمبر ۵۳۹ ۔ سائز : ۶ × $3\frac{1}{2}$" ۔ صفحات ۱۱۲۲ [یہ سہو کتابت ہے] ۔ سطور ۱۸ ۔ خط نستعلیق ۔ کاغذ دیسی ۔ تصنیف مابعد ۱۲۰۰ھ [یہ بھی درست نہیں ، تفصیل حالات ممتاز میں ہے] ۔ تاریخ کتابت ۷ جولائی ، ۱۸۷۹ء (سالار جنگ ، صص ۲۸ - ۴۲۷)

یہ نسخہ ناقص الآخر ہے ۔ آغاز کے جو تین شعر دیے ہیں ، وہ ایک غزل کے ہیں ، اور یہ غزل نسخہ انجمن ہی میں شامل ہے ۔ اختتام کا ایک ناکمل شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ہے ۔ آغاز و اختتام کے اقتباسات میں غزلوں کے اشعار سے واضح ہے کہ یہ دیوان صرف غزلیات پر مشتمل ہے ، اس میں دیگر اصنافِ سخن

نہیں ہیں ۔ اس مخطوطے کا مختصر انتخاب ڈاکٹر خلیق انجم
کی کتاب "مرزا محمد رفیع سودا" میں شامل ہے ۔

۲۔ نسخۂ کتب خانۂ آصفیہ ، حیدر آباد دکن :
فہرست نمبر ۴۹۸م ۔ سائز ۸×۶" ۔ صفحات ۱۰۸ ۔
سطور ۱۳ ۔ خط نستعلیق ، معمولی ۔ تاریخ تصنیف قبل
۱۲۰۰ھ ۔ (آصفیہ ، دوم ، ص ۳۱۱) ۔ واضح رہے کہ
اسی دیوان کے نسخۂ سالار جنگ کو ہاشمی صاحب
نے ۱۲۰۰ھ کے بعد کی تصنیف بتایا ہے ۔ نسخۂ انجمن
کی طرح یہ بھی عمدۃ الامرا سے منسوب ہے ۔ یہ مخطوطہ
"منتخب غزلیات از دیوان ممتاز" کے نام سے ہے ۔ آغاز
کے اقتباس میں جو دو شعر دیے گئے ہیں ، وہ سالار جنگ
اور انجمن کے نسخوں میں بھی ہیں ۔ البتہ اختتام کے
اقتباس سے دو شعر نسخۂ انجمن میں نہیں ۔

۳۔ نسخۂ کتب خانۂ خواتین دکن ، حیدر آباد دکن :
یہ نسخہ بھی عمدۃ الامرا سے منسوب ہے اور اس کے
بارے میں نصیرالدین ہاشمی نے صرف اتنا بتایا ہے
کہ یہ "مختصر" ہے ۔ (آصفیہ ، دوم ، ص ۳۱۱)

مطبوعہ نسخہ: یہ دیوان شائع نہیں ہوا ۔

مصنف : نام فضل علی ، تخلص ممتاز اور حافظ قرآن ہونے کی وجہ
سے حافظ مشہور تھے ۔ بعض تذکرہ نگاروں نے ان کا نام
'حافظ علی' ، 'حافظ تفضل علی' یا 'میر امانت علی'
لکھا ہے جو درست نہیں ۔ ممتاز دہلی کے رہنے والے تھے اور
وہاں کے شیخ زادوں میں سے تھے ۔ بعض تذکرہ نگاروں
نے انھیں فیض آباد کا باشندہ بتایا ہے ، یہ بھی درست
نہیں ۔ ممتاز ۱۱۳۵ھ [م : ۲۳ - ۱۷۲۲ء] کے قریب پیدا
ہوئے ۔ ۱۱۷۶ھ [م : ۶۳ - ۱۷۶۲ء] کے بعد کسی وقت
دہلی سے نکلے ۔ ۱۱۸۵ھ [م : ۷۲ - ۱۷۷۱ء] میں آنولہ
میں ان کی ملاقات قدرت اللہ شوق ، صاحب طبقات الشعراء

سے ہوئی - اس کے بعد وہ دکن کی طرف چلے گئے - وہاں کچھ عرصے قیام کے بعد واپس آ رہے تھے کہ ڈاکوؤں نے انھیں ہلاک کر ڈالا - یہ واقعہ ١١٨٥ھ اور ١١٨٨ھ [م : ٧٥-١٧٧٤ء] کے درمیانی زمانے کا ہے - ممتاز سودا کے شاگرد تھے - تذکرہ نگاروں نے ان کی شاعری اور شخصیت کا ذکر اچھے الفاظ میں کیا ہے - (ممتاز کے مفصّل حالات کے لیے ملاحظہ ہو راقم الحروف کا مقالہ ''فضل علی ممتاز''، سہ ماہی ''غالب''، کراچی، شمارہ ٣، بابت جولائی ١٩٧٥ء)

مآخذ : (١) مخزن، ١٨٢ - (٢) طبقات، ٢٥٠ - (٣) شعرائے اُردو، ١٦٠ - (٤) شورش، دوم، ١٨٨ - (٥) مسرت، ٢٢٣ - (٦) گلزار، ٤٢٦ - (٧) گلشنِ سخن، ٢٢٩ - (٨) عیّار، ٧٥٢ - (٩) حیدری، ٩١ - (١٠) عشقی، دوم، ١٨٩ - (١١) عمدہ، ٧١٢ - (١٢) ریاض، ٢٨٠ - (١٣) مجموعہ، دوم، ٣٠٤ - (١٤) گلشن، ١٨٧ - (١٥) گلستان، ٢٣١ - (١٦) خوش معرکہ، اوّل، ٢٢ - (١٧) شعرائے ہند، ١٩٣ - (١٨) یادگار، ١٩٣ - (١٩) سخنِ شعرا، ٤٥٥ - (٢٠) جلوہ، اوّل، ١١٤ - (٢١) سودا، خلیق انجم، ٦١٥ - (٢٢) گارسیں دتاسی، دوم، ٣٨٠ - (٢٣) دل کشا، دوم، ٤٨ -

• • •

۱۰۴

کلیاتِ ناسخ

شیخ امام بخش ناسخ

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی۔

نمبر : ۱۹۶۶ ء ۱۵۴

سائز : ۲۹ ½ × ۱۷ ½ س م

اوراق : ۳۲۸

سطور : ۱۶

زمانۂ ترتیب : دیوان اول ۱۲۳۲ھ [۱۷ - ۱۸۱۶ء] - دیوان دوم ۱۲۴۷ھ [۳۲ - ۱۸۳۱ء] - دیوان سوم ۱۲۵۴ھ [۳۹ - ۱۸۳۸ء][1]

زمانۂ کتابت : تیرھویں صدی ہجری کا ربع ثالث (قیاساً)

خط : نستعلیق ، عمدہ۔

مہر : ورق ۱ ، الف پر ''کتاب خانہ ملّی دکتر محمد باقر'' کی مہر ہے۔

۱- ''پہلے دیوان کا نام 'دیوانِ ناسخ' ہے . . . یہ تاریخی نام ہے جس سے بہ قاعدۂ زبر و بینّات سالِ ترتیب ۱۲۳۲ھ . . . برآمد ہوتا ہے . . . [دوسرے دیوان کا] تاریخی نام 'دفترِ پریشان' ہے جس سے سالِ ترتیب ۱۲۴۷ھ . . . برآمد ہوتا ہے . . . تیسرے دیوان کا تاریخی نام 'دفترِ شعر' ہے جس سے سالِ ترتیب ۱۲۵۴ھ نکلتا ہے''۔ (انتخابِ ناسخ ، تعارف از رشید حسن خاں ، ص ۱۱۷)

کیفیت : یہ نہایت اہتمام سے لکھا ہوا نسخہ ہے ۔ کاغذ باریک ، چکنا ، سفید ہے ۔ نسخہ چار حصوں پر مشتمل ہے ۔ پہلے ، دوسرے اور چوتھے حصوں کے شروع کے دو دو صفحات مطلاّ و منقّش ہیں ۔ ان تینوں حصوں کے ہر پہلے صفحے پر نہایت خوب صورت لوحیں ہیں جن کے نقش و نگار نیلے ، سنہرے ، سبز اور سرخ رنگوں سے بنائے گئے ہیں ۔ ابتدائی دو دو صفحات کے بین السطور میں زرفشانی کی گئی ہے ۔ آمنے سامنے لکھے گئے مصرعوں کے درمیان بھی خوب صورت بیل بنائی گئی ہے ۔ کلیات کے تیسرے حصے کے پہلے صفحے پر لوح کی جگہ سادہ ہے ۔ کلیات کے ہر صفحے پر سنہرے ، سرخ اور نیلے رنگوں کی جدولیں ہیں ۔ باریکا سیاہ ہے ۔ ہر غزل کے خاتمے پر پورے صفحے کی چوڑان میں دُہری لکیریں کھینچی گئی ہیں ۔ اور ان کے درمیان ہر غزل سے پہلے ''ولہ منہ'' کے الفاظ لکھے گئے ہیں ۔ متن ورق ۱ ، ب سے شروع ہوتا ہے ۔ ورق ۱ ، الف پر ڈاکٹر محمد باقر (سابق پرنسپل پنجاب یونی ورسٹی اورینٹل کالج ، لاہور) کے دستخط ہیں :

''محمد باقر ۔ تہران ۳ اپریل ، ۱۹۵۴ء''

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موصوف کو یہ نسخہ تہران سے ملا تھا ۔ کلیات کا ہر حصہ چونکہ نئے ورق کے جفت رخ سے شروع ہوا ہے ، اس لیے اوراق ۱۹۴ ب ؛ ۱۹۵ ، الف ؛ ۳۷۴ ب ؛ ۳۷۵ الف ؛ ۴۰۸ ب اور ۴۰۹ ، الف سادہ ہیں ۔ متن ورق ۴۲۶ ، الف پر ختم ہوتا ہے ۔ اس کے آگے کے اوراق (۴۲۶ ب تا ۴۲۸ ب) سادہ ہیں ، لیکن ان پر جدولیں موجود ہیں ، ترقیمے کے نہ ہونے اور جدولوں کی موجودگی سے شبہ ہوتا ہے کہ جیسے کاتب کو ابھی کچھ لکھنا تھا ۔ ان امور سے ، اور تیسرے حصے کے صفحۂ اوّل پر لوح کی جگہ سادہ رہ جانے سے اس خیال کو تقویت پہنچتی ہے کہ کسی وجہ سے کاتب مخطوطے کو مکمل نہیں کر سکا ۔

آغاز : ''بلبل ہوں بوستانِ جناب امیر کا
روح القدس ہے نام مرے ہم صفیر کا
بیعت خدا سے مجھ کو ہے بے واسطہ نصیب
دستِ خدا ہے نام مرے دستگیر کا
تن پروروں کی تیغِ زباں سے نہ تھی پناہ
گو درعہ تھا دراعہ نقوشِ حصیر کا
ایثار دیکھنا کہ عیاں ہل اتٰی میں ہے
مسکین کے بعد ذکر یتیم و یسیر کا
کیوں جو فروش کرتے ہیں گندم نمائیاں
خود ذوق تھا جناب کو نانِ شعیر کا''

اختتام : ''رفت آہ ظلِّ سبحاں سوئے ریاضِ رضواں
گوید تمام عالم صد حیف ظلِّ سبحاں
بہر سنینِ فوتِ آں بادشاہِ عادل
ناسخ رقم نمودم صد حیف ظلِّ سبحاں''[۱]

مندرجات : دیوان اوّل : ورق ۱، ب تا ۱۹۴، الف
غزلیات ۔ ورق ۱ ، ب تا ۱۴۴ ، ب
رباعیات ۔ ورق ۱۴۴ ، ب تا ۱۴۵ ب (یہ تعداد میں دس ہیں)
مخمّس - ورق ۱۴۵ ، ب تا ۱۴۶ ، ب
مثنوی[۲] - ورق ۱۴۶ ، ب تا ۱۷۰ ، الف
قطعات تاریخ[۳] ۔ ورق ۱۷۰ ، الف تا ۱۹۴ ، الف
دیوان دوم : ورق ۱۹۵ ، ب تا ۳۷۴ ، الف

۱۔ صد حیف ظلِّ سبحان = ۱۲۴۳ھ (سالِ وفاتِ غازی الدین حیدر)۔
۲۔ یہ مثنوی حضرت علیؓ کی ولادت اور فضائل کے بیان میں ہے۔ اشعار کی تعداد ۶۶۲ ہے۔
۳۔ یہ قطعات تعداد میں ۲۰۴ ہیں جن میں ۱۱۹۵ھ سے ۱۲۴۲ھ تک کے مادہ ہائے تاریخ ملتے ہیں۔

غزلیات ۔ ورق ۱۹۵ ، ب تا ۳٦۰ ، ب
رباعیات۔ ورق ۳٦۰ ، ب تا ۳٦۵ ، ب
قطعات تاریخ[1] ۔ ورق ۳٦۵ ، ب تا ۳۷۴ ، الف

دیوان سوم : ورق ۳۷۵ ، ب تا ۴۰۸ ، الف

اس میں ۸۴ غزلیات ، ایک رباعی اور ٦ مطلع ہیں ۔

دیوانِ فارسی : ورق ۴۰۹ ، ب تا ۴۲٦ ، الف

اس میں قصائد ، قطعاتِ تاریخ اور قطعاتِ تہنیت ہیں ۔

خصوصیات : کلیات کا یہ نسخہ متعدد وجوہ سے اہمیت رکھتا ہے ۔ اس میں ناسخ کا بہت سا ایسا کلام شامل ہے جو غیر مطبوعہ ہے ۔ غزلوں کے متعدد اشعار اور چند مکمل غزلیں مطبوعہ کلیات[2] میں موجود نہیں ہیں ۔ دیوان اول کی رباعیات اور مخمس بھی غیر مطبوعہ ہیں ۔ قطعاتِ تاریخ کی بہت بڑی تعداد ایسی ہے جو ہنوز غیر مطبوعہ ہے اور ان قطعات سے خود ناسخ کے حالاتِ زندگی کے بارے میں بہت سی نئی باتیں سامنے آتی ہیں ۔[3] دیوانِ فارسی کے بیشتر مندرجات غیر مطبوعہ ہیں ، کلیاتِ ناسخ کے کسی دوسرے نسخے میں فارسی کلام کو اس طرح یک جا نہیں کیا گیا ۔ مطبوعہ کلیات سے مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض غزلیں اور متعدد متفرق اشعار ایسے بھی ہیں جو اس مخطوطے میں نہیں ہیں ۔ کلیات مطبوعہ اور مخطوطۂ زیرِ نظر میں اختلافِ نسخ بھی پایا جاتا ہے ۔ مثلاً کلیات مطبوعہ کی

۱۔ یہ تعداد میں ۵۴ ہیں ۔
۲۔ کلیات کا چھٹا ایڈیشن (۱۸۹۳ء) شائع کردہ نول کشور پریس ، لکھنؤ پیشِ نظر ہے ۔
۳۔ قطعاتِ تاریخ ، دواوین کے سالہائے ترتیب سے مطابقت نہیں رکھتے ۔ جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے دیوانِ اول میں ۱۲۴۲ھ تک کے قطعاتِ تاریخ ہیں جبکہ یہ دیوان ۱۲۳۲ھ میں مرتّب ہوا تھا ۔ یہی حال دوم کا ہے کہ اس میں ۱۲۴۷ھ (سالِ ترتیب) کے بعد کے قطعات بھی ہیں ۔

پہلی غزل کے مندرجہ ذیل تین مصرعے ، مخطوطے میں مختلف صورت میں ہیں :

مطبوعہ : بے سایہ سرو شجرہ ہوا میرے پیر کا
مخطوطہ : بے سایہ سرو ہے شجرہ میرے پیر کا
مطبوعہ : اہلِ نفاق کفر خفی کرتے ہیں نہاں
مخطوطہ : . . . . کیا نہاں
مطبوعہ : ناسخ کا ادعا ہے یہی روز باز پُرس
مخطوطہ : ناسخ کی گفتگو ہے . . . . . .

مخطوطے کے حواشی پر بھی بہت سا کلام اضافہ کیا گیا ہے ۔ یہ سارا کلام کاتبِ متن کے قلم سے ہے ۔ اس قسم کے اضافی اوراق ۲۲۸ ، الف و ب ؛ ۲۳۷ ، الف و ب ؛ ۲۳۵ الف تا ۲۳۶ ، ب ؛ ۲۵۵ ، الف تا ۲۵٦ ، ب ؛ ۲٦۱ ، الف تا ۲٦۲ ، الف اور ۲۹۱ ، الف وغیرہ پر ہیں ۔ بیشتر مکمل غزلیں ہیں ، کہیں کہیں بعض غزلوں کے متفرق اشعار بھی ہیں ۔ قیاس ہے کہ یہ وہ کلام ہے جو مخطوطے کی کتابت کے بعد دستیاب ہوا تھا ۔ حواشی پر چند غزلیں ایسی ہیں جو متن میں بھی موجود ہیں ۔ مثلاً یہ غزل جس کا مطلع ہے :

ساقیا دے مجھے شراب شتاب
کب سے کرتا ہوں میں شراب شراب

متن میں ورق ۲۲۷ ، الف و ب پر موجود ہے ، اور ورق ۲۲۸ ، الف و ب کے حاشیے پر بھی لکھی گئی ہے ۔ یہ غزل :

کاٹے کھاتا ہے گھر جدائی میں
کامِ اژدر ہے در جدائی میں

ورق ۲٦۱ ، الف و ب کے حاشیے پر بھی ہے اور ورق ۲۷٦ ، الف و ب پر متن میں بھی ۔ اسی طرح یہ غزل :

لیتے لیتے کروٹیں تجھ بن جو گھبراتا ہوں میں
نام لے لے کر ترا راتوں کو چلّاتا ہوں میں

ورق ۲۶۲ ، الف کے حاشیے پر درج ہے ؛ یہ ورق ۲۶۵ الف و ب کے متن میں بھی ملتی ہے ۔

اس مخطوطے کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ناسخ کا دیوان سوم الگ سے موجود ہے ۔ اور یہ خصوصیت کلامِ ناسخ کے کسی معلومہ نسخے میں نہیں ہے ۔ ناسخ کے تیسرے دیوان کا ذکر سب سے پہلے اشپرنگر نے کیا ہے ۔ شاہان اودھ کے کتب خانوں میں اُسے کلیاتِ ناسخ کا جو نسخہ ملا تھا (دیگر نسخے : ۱) اُس میں تینوں دیوان تھے ۔ آزاد نے بھی تین دیوانوں کا ذکر کیا ہے ۔ ''دیوان ۳ ہیں مگر ۲ مشہور ہیں'' (آبِ حیات ، ص ۳۵۳) ۔ آزاد کے اس بیان سے یہ غلط فہمی پیدا ہوتی ہے کہ مطبوعہ کلیاتِ ناسخ میں جو کلام شامل ہے ، تیسرا دیوان اس کے علاوہ تھا ۔ لیکن صحیح صورتِ حال ، بقول سیّد مسعود حسن رضوی ادیب ، یہ ہے کہ :

''ناسخ کے مطبوعہ کلیات میں جس کو ہم اُن کا فقط دوسرا دیوان سمجھتے ہیں ، وہ دوسرے اور تیسرے دیوانوں کا مجموعہ ہے ۔ اس دعوے کی دلیل یہ ہے کہ کلیاتِ ناسخ کا پہلا ایڈیشن جو . . . مطبع مہدی لکھنؤ میں شیخ ناسخ کے انتقال کے صرف چار سال بعد ۱۲۵۸ھ میں چھپا تھا ، اُس کی عبارتِ خاتمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ . . . پہلا دیوان متن میں ، دوسرا دیوان حاشیے پر اور تیسرا دیوان بھی حاشیے پر ، دوسرے دیوان کی ہر ردیف کے ضمیمے کے طور پر اور مثنوی ، رباعیاں اور تاریخیں بھی متن میں اور بعض تاریخیں اور رباعیاں حاشیے پر درج کی گئیں ۔ . . . اس طرح جو ناسخ کا صرف دوسرا دیوان معلوم ہوتا ہے ، وہ حقیقت میں اُن کے دوسرے اور تیسرے دیوانوں کا مجموعہ ہے'' ۔[1]

۱۔ آبِ حیات کا تنقیدی مطالعہ ، لکھنؤ ، ۱۹۵۳ء ، ضمیمہ ، صص ۹۴ - ۹۳ ۔

رضوی صاحب کے کتب خانے میں ناسخ کے دیوان دوم کا ایک قلمی نسخہ ہے ، اُس کا حوالہ دیتے ہوئے وہ لکھتے ہیں :

''اگر ناسخ کے دوسرے دیوان کے قلمی نسخے کا اُن کے مطبوعہ دیوان دوم سے مقابلہ کیا جائے اور مطبوعہ دیوان سے وہ غزلیں نکال لی جائیں جو قلمی نسخے میں نہیں ہیں تو اُن غزلوں کے مجموعے سے ناسخ کا تیسرا دیوان [بن] جائے گا'' ۔۱

رضوی صاحب نے تیسرے دیوان کو دوسرے دیوان میں ضم کرنے کی وجہ یہ بتائی ہے :

''اُس زمانے میں کسی دیوان کی تکمیل کے لیے یہ ایک ضروری شرط تھی کہ اُس میں ہر حرف کی ردیف میں غزلیں موجود ہوں ۔ غالباً ناسخ کی غزلوں کا یہ آخری مجموعہ اس اعتبار سے مکمل دیوان نہیں سمجھا جا سکتا تھا ۔ اور شاید یہی سبب تھا کہ اس مجموعے کو علیحدہ مستقل دیوان کی صورت میں شائع کرنا مناسب نہ معلوم ہوا ، اور جن ردیفوں کی غزلیں اُس میں موجود تھیں ، وہ دوسرے دیوان کی انھیں ردیفوں میں شامل کر دی گئیں'' ۔۲

رضوی صاحب کے اس خیال کی تائید زیرِ نظر مخطوطے سے ہوتی ہے ۔ اس کے دیوان سوم میں جو غزلیات شامل ہیں ، اُن میں پ ، ٹ ، ث ، چ ، خ ، ڈ ، ذ ، ژ ، س ، ش ، ص ، ض ، ط ، ظ ، ع ، غ ، ک ، گ ، اور م کی ردیفوں میں کوئی غزل نہیں ہے ۔ لیکن یہ نتیجہ نکالنا درست نہیں کہ :

''دیوان سوم کبھی دیوان کی صورت میں مرتب نہیں ہوا بلکہ جب مرتبین کو کلیاتِ ناسخ کی اشاعت کا

۱۔ ایضاً ، ص ۹۵ ۔ ۲۔ ایضاً ، ص ۹۴ ۔

خیال آیا ہوگا تو ان غزلوں کی تلاش شروع ہوئی ہوگی جو ناسخ کے دونوں دیوانوں میں نہیں تھیں مگر جن کا علم ان لوگوں کو رہا ہوگا ۔ اسی کلام بازیافتہ کا نام دیوان سوم یا دفتر شعر رکھ ایا گیا ۔ اگر دیوان مرتّب ہوا ہوتا تو اُس کو حاشیے پر جداگانہ طور پر درج کرنا زیادہ آسان ہوتا'' ۔١

زیر نظر مخطوطے سے ثابت ہے کہ ناسخ کا تیسرا دیوان علیحدہ طور پر مرتّب ہوا تھا ۔

دیوان سوم میں ٨۴ مکمل غزلیں ہیں ، ٦ متفرق مطلع ہیں اور ایک رباعی ہے ۔ ذیل میں اس دیوان کی غزلوں کے پہلے مصرعے درج کیے جاتے ہیں ، تاکہ معلوم ہو سکے کہ یہ دیوان کن غزلوں پر مشتمل ہے ۔ متفرق مطلعوں کے مصرعوں کے آگے قوسین میں ''مطلع'' اور رباعی کے پہلے مصرعے کے آگے ''رباعی'' کے الفاظ لکھ دیے گئے ہیں ۔

١- آج دنیا میں امام انس و جاں پیدا ہوا
٢- آج مولد ہے جناب حیدر کرار کا
٣- ہو مبارک کہ ہوئے حیدر صفدر پیدا
۴- ہو مبارک قائم آل عبا پیدا ہوا
٥- واعظا حبِّ ذہب تیرا جو ایماں ہو گیا
٦- قمر ہے کیا ترے آگے محاق میں آیا
٧- انساں کو انسان سے کینہ نہیں اچھا
٨- گھر مرا فرقت میں سونا ہو گیا
٩- آگ داغوں سے ہمارا جسم عریاں ہو گیا
١٠- جوانی آ گئی خط بھی ہوا رخسار پر پیدا
١١- کیا ہی خوشبو ہے وہ گل جو باغ میں کل ہو گیا

١- مقالہ ''ناسخ کا دیوان دوم'' از ڈاکٹر محمد محمود الٰہی ، اُردو ادب ، علی گڑھ ، شمارہ ١ ، ١٩٦٣ء ۔ ص ٨ - ٧ ۔

۱۲- زاہدا حاجت روا ہو جا کسی محتاج کا
۱۳- صبح فرقت نے دکھایا روپ سارا شام کا
۱۴- جلد ہو مست یہی کر رہی ہے شور گھٹا
۱۵- عالم بالا بھی تجھ پر مبتلا ہو جائے گا
۱۶- جھومتی آتی ہے متوالی گھٹا
۱۷- زہر گیسو کا بہت ہے اور تھوڑا سانپ کا
۱۸- مل کے مسّی رتبہ دانتوں کا بہت کم کر دیا
۱۹- پیکر محبوب میں نقشہ ہے سارا صبح کا
۲۰- رات آئی تری فرقت میں جو اے یار گھٹا
۲۱- آنسوؤں میں ہے یہ نقشہ اپنے جسم زار کا
۲۲- بنا ہے قبّہ قبر امام سونے کا
۲۳- رفتار میں اورنگ سلیماں ہے یہ گھوڑا
۲۴- خط نے کیسا روئے گندم گون جاناں کر دیا
۲۵- ہجر میں لاغر بدن حد سے زیادہ ہو گیا
۲۶- ہو گئی زر کی جگہ دل میں خرابا ہو گیا
۲۷- اعلیٰ وہ ہے جو چھوڑ کے دنیا نکل گیا (مطلع)
۲۸- مقابل آپ کی آنکھوں سے آہو ہو نہیں سکتا
۲۹- ہیں اُمّت احمد میں تہتر مذہب
۳۰- ہوئے جوان سے بوڑھے ، گرے ہمارے دانت
۳۱- ہے نگاہ و ابرو و مژگان و چشم یار کج
۳۲- مشک لے آئی ہے شاید بیچ کر کافور صبح
۳۳- میں نے جو سنا ذکر عزازیل حسود (رباعی)
۳۴- تپ سے جلتا تھا بدن میرا ، ہوا اے یار سرد (مطلع)
۳۵- پھر بہار آئی نکلیے گھر سے دامن جھاڑ کر
۳۶- خاموش ایک دم نہیں رہتا دہان گور
۳۷- سر ہے بار اے محتسب مانند مینا دوش پر
۳۸- خواب غفلت میں جو آتی ہے نفس کی آواز (مطلع)
۳۹- عشق کو ترک کیا دل تو ہے غم ناک ہنوز
۴۰- مر گیا میں جو مجھے اُس نے سنائی آواز (مطلع)
۴۱- چل جنوں وادیٔ وحشت کی طرف

۴۲- طور موسیٰ ذرّۂ صحرائے عشق
۴۳- فصل گل آئی ہوا پھر جوش پر سودائے عشق
۴۴- غم سے دل پُرخوں ہے قطرہ دیدۂ تر میں نہیں
۴۵- تو وہ باطن ہے کہ جلباب ہیں تجھ پر لاکھوں
۴۶- ہیں بادہ وہ بے مثال آنکھیں
۴۷- دُر فشاں ہونٹ ہیں تقریر اسے کہتے ہیں
۴۸- خاک ہے او سخت جاں آخر ترا تن خاک میں
۴۹- کشتیٔ مے آج سرعت میں ہوا سے کم نہیں
۵۰- تلخ باتیں آپ کی شیریں سخن سے کم نہیں
۵۱- نہیں پروا اگر وہ روزنِ در بند کرتے ہیں
۵۲- دل تو کیا ، کرتے ہیں اشک اپنے اثر پتھر میں
۵۳- حاسد کو ایک دم نہیں صحبت جہاں میں
۵۴- ہو کسی کو مجھ سے کہنا پر مجھے کہنا نہیں
۵۵- ہے ہجر میں ماہ روئے دشمن
۵۶- نہیں عکس آئنے میں ہے مقرر آگ پانی میں
۵۷- گورے گورے گال تیرے دیکھ کر سیم آب ہو
۵۸- اے پری مکھڑا ملا ہے کیا ہی پیارا چاند کو
۵۹- چنپا کے پھول میں ہے نہ گل کی کلی میں بُو
۶۰- قمریاں کہتی ہیں باہم دیکھ کر بالائے سرو
۶۱- ہجر میں ہو گیا جہان سیاہ
۶۲- دیکھتا ہے کبھی اے رشکِ پری آئینہ
۶۳- پھرتا ہے کو بکو وہ صنم بوالہوس کے ساتھ
۶۴- ہوں وہ سوزاں شعلہ بھاگے دور میری خاک سے
۶۵- پاؤں تیرا پھرگیا بے پیر میری خاک سے
۶۶- خاک میں مل جائیے ایسا اکھاڑا چاہیے
۶۷- مینہ بھی ہے ساغرِ شراب بھی ہے
۶۸- اے جاں تری زلف گرہ گیر نہیں ہے
۶۹- جدا ہوگی نہ میرے پاؤں سے زنجیر لوہے کی

۷۰- حویلی ہوگی لنکا کی طرح اے یار سونے کی
۷۱- جو پہنی تو نے زنجیر اے بتِ بے پیر سونے کی
۷۲- میری تربت پرکبھی تو پاؤں رکھ دو ناز سے
۷۳- آج کچھ اندازِ بسمل اضطرابِ دل میں ہے
۷۴- آیا نہیں وہ ماہ مہینے گزر گئے
۷۵- یہ میں کب کہتا ہوں دروازہ ستم گر کھول دے
۷۶- سب زمینیں ہیں نئی بیتیں ہیں اے یار نئی
۷۷- پاک آبِ تیغِ حیدر سے بساطِ خاک ہے
۷۸- تو چاند ہے سایہ چاندنی ہے
۷۹- ابر مژگاں ہے جدائی میں ہوا برسات کی
۸۰- جب ہنسنے لگے دانت تمھارے نکل آئے
۸۱- جب چوک سے تمھاری سواری نکل گئی (مطلع)
۸۲- کوچۂ محبوب کے نزدیک ہم گاڑے گئے
۸۳- نہ تری گات بری ہے نہ تری بات بری
۸۴- کچھ بھی اے دل چھپا نہیں تجھ سے
۸۵- ہجر میں بارہ مہینے اپنی ایک اوقات ہے
۸۶- سرکاؤ زمرے کوئی پیمانہ چاہیے
۸۷- کیا کروں باغ سے آئے جو صبا کے جھونکے
۸۸- ہے شبِ ہجر جو اے ماہ جبیں تھوڑی سی
۸۹- باغ میں آج جو اُس گل کی سواری آئی (مطلع)
۹۰- میرے رونے سے مشابہ ہے جھڑی ساون کی
۹۱- کمال اے غیرت گل ہے تری نازک کمر پتلی

مذکورہ بالا فہرست میں شمار ۲۷، ۲۹، ۳۳، ۳۸، ۳۹ اور ۴۰، دیوان دوم (نول کشور، ۱۸۹۳ء) میں شامل نہیں۔

دیوان دوم کا ایک نسخہ کتب خانہ جامع مسجد گورکھپور (دیگر نسخے : ۱۵) میں ہے۔ ڈاکٹر محمود الٰہی نے اس کی غزلوں کی فہرست ''اُردو ادب'' میں شائع کی تھی، (حوالہ اُوپر آ چکا ہے)۔ زیرِ نظر مخطوطے کا مذکورہ

فہرست سے مقابلہ کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ ذیل کی
چھ غزلیں نسخۂ گورکھپور میں نہیں ہیں :

کوئی نامہ یا کوئی پیغام بھیج
ہوں میں بے آرام کچھ آرام بھیج

(ورق ۲۳۳ ، الف)

ہو جلد کہیں گزار قاصد
جی جاں سے ہوں نثار قاصد

(ورق ۲۳۰ ، ب)

آئے یا رب جلد در پر نامہ بر
دے مجھے مکتوب دلبر نامہ بر

(ورق ۲۴۵ ، الف)

آہِ شب کا تو اثر اُلٹا ہے اُس خورشید پر
مانگتا ہوں میں دعائے صبح کس اُمید پر

(ورق ۲۴۵ ، ب)

یار کے در پر سنا ہے غیر ہے
آج اس سے میری حالت غیر ہے

(ورق ۳۲۰ ، الف)

جنوں پسند مجھے چھاؤں ہے ببولوں کی
عجب بہار ہے ان زرد زرد پھولوں کی

(ورق ۳۳۸ ، ب)

کتب خانہ جامع مسجد گورکھپور کے نسخے کی صرف
دو غزلیں ایسی ہیں ، جو زیرِ نظر مخطوطے میں نہیں ہیں :

اے مغنّی ہیں مرے نالے ذرا پردیس میں
درد ایسا ہے بھلا کا ہے کو تیرے دیس میں

جب شبِ تاریک میں ہم کوئے جاناں کو چلے
آگے آگے جائے مشعل آتشیں نالے ہوئے

دیگر نسخے :

کلیات :

۱۔ نسخۂ کتب خانۂ شاہانِ اودھ :

فہرست نمبر ۹۷۶ ۔ اس میں تینوں دیوان شامل تھے ۔ (شاہان اودھ ، ص ۶۲۸)

۲۔ نسخۂ کتب خانۂ آصفیہ ، حیدرآباد دکن :

فہرست نمبر ۵۴ ۔ ''دواوین ۱۲۸۶'' ۔ سائز ۱۴ × ۸''۔ صفحات ۳۰۲ ۔ سطور ۱۲ (متن) ۔ ۲۰ (حاشیہ) ۔ تاریخِ کتابت ۳ جمادی الثانی ، ۱۲۶۶ھ ۔ (آصفیہ ، اول ، صص ۳۷ ۔ ۳۶) ۔ یہ نسخہ ، کلیاتِ مطبوعہ ۱۲۶۲ھ (مطبع مولائی ، لکھنؤ) کی نقل ہے ۔ کاتب نے خاتمۃ الطبع کی عبارت بھی بطور ترقیمہ نقل کر دی ہے ۔ صرف تاریخ بدل دی ہے ۔ یہ نقل صفحہ بہ صفحہ معلوم ہوتی ہے ۔ مطبوعہ کلیات کے صفحات بھی ۳۰۲ ہیں اور زیرِ نظر نسخے کے صفحے بھی اتنے ہی ہیں ۔ کلیات مطبوعہ میں دونوں دیوانوں کے بعد مثنوی ہے ، فہرست نگار نے مثنوی کو ''دیوان سوم'' قرار دیا ہے ۔

۳۔ نسخۂ ٹیگور لائبریری ، لکھنؤ یونی ورسٹی ، لکھنؤ :

''ایک نہایت صاف ستھرا اور خوش خط لکھا ہوا نسخہ . . . جس پر جان پامر کی مہر بھی ہے'' ۔ (ناسخ ، از ڈاکٹر سید شبیہ الحسن ، صص ۱۳۷ ، ۲۴۰ ۔ ۲۳۹)

دیوانِ اوّل :

جموں یونیورسٹی لائبریری میں تین نسخے ہیں :

۴ تا ۶۔ سیّد مسعود حسن رضوی ادیب کے کتب خانے میں دیوان اوّل کے تین نسخے تھے (آبِ حیات کا تنقیدی مطالعہ ، ص ۹۵) ۔ اب یہ تینوں نسخے جموں یونی ورسٹی کے شعبۂ اُردو کی لائبریری میں ہیں ۔ (للذر عابد ، ص ۲۹۱)

ادارۂ ادبیاتِ اُردو ، حیدرآباد دکن میں دیوان اوّل کے تین نسخے ہیں :

۷- فہرست نمبر ۱۹۱ - اوراق ۳۶ - سطور ۱۴ - سائز ۶×۹" - ''نستعلیق شکستہ'' - کتابت اواخر تیرھویں صدی ہجری کی ہے - ''زیرِ نظر مخطوطے میں تقریباً سات سو پچاس اشعار ہیں اور یہ ناسخ کے دیوان دوم [دیگر نسخے : ۱۹] کے بعد ایک ہی جلد میں (ورق ۸۲ سے) درج ہے . . . یہ دیوان کسی معمولی اور کم سواد کاتب نے نقل کیا ہے جس کا خط خراب اور املا غلط ہے - ساتھ ہی مسلسل اور مکمل دیوان اوّل کی نقل بھی معلوم نہیں ہوتی بلکہ غالباً انتخاب ہے جس میں کاتب نے ترتیب ردیف کا بھی خیال نہیں رکھا - چنانچہ ابتدا میں ۱۰ صفحات مسلسل الف کی غزلیں لکھ کر ردیف 'ر' شروع کر دی گئی ہے . . . 'ر' کی ردیف کی ایک غزل لکھ کر مختلف ردیفوں میں بے ترتیب غزلیں لکھنی شروع کر دی ہیں - درمیان میں کہیں کہیں رباعیاں بھی درج ہیں - یہ سلسلہ ورق ۱۰۹ ، ب پر ختم ہوتا ہے'' - (ادارۂ ادبیات ، اوّل ، ص ۲۳۲)

۸- فہرست نمبر ۵۹۰ - اوراق ۱۵۷ - سطور ۱۷ فی صفحہ - سائز ۶×۹" - ''. . . ابتدائی ایک ورق غائب ہے - غزلوں سے شروع ہوتا ہے اور اس صنف میں پانچ ہزار شعر ہیں - ورق ۱۵۰ ، ب سے رباعیات شروع کی گئی ہیں - پہلی دو رباعیاں لکھ کر مٹا دی گئی ہیں . . . جملہ ۶۳ رباعیاں نقل کرنے کے بعد ایک فارسی قطعۂ تاریخ ہے جس میں اپنی جلاوطنی ۱۲۳۳ھ کا ذکر لکھا ہے - اس کے بعد مزید ۵ قطعات ہیں جو سب فارسی میں ہیں . . . یہ دیوان نہایت ہی خوش خط نستعلیق میں . . . ہے . . . - ۱۲۵۰ھ کے قریب کی کتابت معلوم ہوتی ہے'' - (ادارۂ ادبیات ، سوم ، ص ۱۹۶) - ڈاکٹر زور نے اسے

ناسخ کا تیسرا دیوان بتایا ہے ، ڈاکٹر محمود الٰہی کا خیال ہے کہ یہ دیوان اوّل ہے ۔ وہ لکھتے ہیں :

''[ڈاکٹر زور نے] جس غزل کے اشعار بہ طور ثبوت پیش کیے . . . ہیں ، وہ غزل کلیاتِ ناسخ کے صفحہ ۱۴ پر ملتی ہے ۔ غزل حاشیے پر نہیں بلکہ متن میں ہے ، اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ دیوان اوّل کی غزل ہے . . . دیوان اوّل کی دس غزلوں کا اس قلمی نسخے سے مقابلہ کرا لیا ہے اور اس پر اعتماد کرتے ہوئے میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ یہ نسخہ دیوانِ سوم نہیں ہے'' ۔ (سہ ماہی ، اُردو ادب ، شمارہ ۱ ، ۱۹۶۳ء ، حاشیہ ، صص ۸ - ۷)

۹- فہرست نمبر ۸۳۳ ۔ صفحات ۳۱۱ ۔ سطور ۱۶ ۔ سائز ۸×۱۲" ۔ ''یہ ۱۲۷۵ھ سے قبل حیدرآباد میں نقل کیا گیا ہے . . . ابتدائی ایک ورق محفوظ نہیں ہے ۔ باقی ہر طرح مکمل ہے . . . جلی قلم میں لکھا گیا ہے . . . کِرم خوردہ . . . ہے . . . اس میں تقریباً پانچ ہزار شعر ہیں'' ۔ (ادارۂ ادبیات ، چہارم ، صص ۹۰-۱۸۹)

کتب خانہ سالار جنگ ، حیدرآباد دکن میں دیوان اوّل کے دو نسخے ہیں :

۱۰- فہرست نمبر ۵۵۸ ۔ لائبریری نمبر ۴۲۴ ۔ سائز ۵½×۹" ۔ صفحات ۳۳۶ ۔ سطور ۱۵ تا ۱۷ ۔ خط نستعلیق (سالار جنگ ، ص ۴۵۳) ۔ اختتام کی جو مثال دی گئی ہے ، اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ مخطوطہ ناقص الآخر ہے لیکن فہرست نگار نے اس سلسلے میں کچھ نہیں لکھا ۔

۱۱- فہرست نمبر ۵۵۷ - لائبریری نمبر ۲۹٦ - سائز ۱۰½ × ٦" - صفحات ۲۱۲ - سطور ۱۴ - خط نستعلیق -
''اس میں ردیف وار غزلیات ہیں ، آخر پر چند رباعی اور فرد بھی شامل ہیں'' - ترقیمہ : ''بتاریخ شانزدھم ماہ ربیع الثانی ، ۱۲۴۴ھ بحسب فرمایش خانِ والا شان یعنی جیون خان صاحب سلمہ ، دیوانِ ناسخ اہلِ ہند از اصل نقل گرفتہ شد ، کاتب الحروف خاکپائے خلق اللہ یعنی فدوی محمد عبداللہ خاں ، بتاریخ مذکور روز دو شنبہ چہار گھڑی روز برآمد تمام رسید ۱۲۴۴ھ'' - (سالار جنگ ، صص ۴۳ - ۴۴۲)

انجمن ترقی اُردو ہند کے کتب خانے میں دو نسخے ہیں :

۱۲ - ۱۳- فہرست مطبوعہ میں نمبر ۵۱۵ اور ۵۱٦ دونوں کے آگے ''جلد اوّل'' لکھا ہے - ظاہر ہے کہ اس سے مراد دیوان اوّل ہے - (سہ ماہی ، اُردو ادب ، علی گڑھ ، مارچ ۱۹۵۳ء ، ص ۱۵۳)

دیوان دوم :

۱۴- نسخۂ کتب خانۂ جامع مسجد ، گورکھپور :
اوراق ۱۸٦ - ''صفحہ ۱۷٦ تک غزلیات ہیں - اس کے بعد رباعیات اور قطعات ہیں - رباعیات کے حصے کا کم سے کم ایک ورق غائب ہے ، اس لیے نہیں کہا جا سکتا کہ اس نسخے میں کتنی رباعیاں شامل رہی ہوں گی . . . کاتب نے کہیں کہیں املا کی غلطیاں کی ہیں'' - ترقیمہ : ''تمام شد بتاریخ دوازدھم شہر شعبان ، ۱۲۵۷ھ بروز پنجشنبہ وقت سہ پہر نسخۂ دیوان ناسخ صورت باتمام رسید . . .'' -
''. . . مطبوعہ کلیات کا متن بعض بعض اشعار میں کافی مختلف ہے - اس میں ۲۵ یا ۳۰ غزلیں ایسی ہیں جن میں مطبوعہ کلیات کے مقابلے میں ایک ایک یا دو دو شعر کم ہیں - اس میں چند قطعات اور غزل کے

اشعار ایسے بھی ہیں جو مطبوعہ کلیات میں نہیں ملتے'' ۔ (ناسخ کا دیوان دوم ، مقالہ از ڈاکٹر محمود الٰہی ، سہ ماہی ، اُردو ادب ، علی گڑھ ، شمارہ ۱ ، ۱۹۶۳ء ، صص ۲۸ - ۵)

۱۵۔ نسخۂ سیّد مسعود حسن رضوی ادیب (لکھنؤ) :

''موصوف کے نسخے کے چند اوراق غائب ہیں اور اس لحاظ سے بھی یہ نسخہ نامکمل ہے کہ اس میں ترقیمہ نہیں ہے جس سے اس کے سالِ کتابت کا تعیّن کیا جا سکے ، لیکن ناسخ کے دیوان دوم کے تعیّن کے سلسلے میں اس نسخے کا مطالعہ ناگزیر ہے'' ۔[1] (ایضاً ، حاشیہ ، ص ٦)

یہ نسخہ اب جموں یونی ورسٹی کے شعبۂ اُردو کی لائبریری میں ہے ۔ اس کے بارے میں ڈاکٹر گیان چند لکھتے ہیں کہ یہ نسخہ ''کافی قدیم معلوم ہوتا ہے . . . اس کے آخر میں جو قطعات تاریخ ہیں ، ان میں سے دو سے [۱۲۴۹ھ اور ۱۲۵۱ھ] برآمد ہوتے ہیں''۔ (نذر عابد ، ص ۲۹۷)

کتب خانۂ سالارجنگ ، حیدرآباد دکن میں دیوان دوم کے تین نسخے ہیں :

۱٦۔ فہرست نمبر ۵۵٦ ۔ لائبریری نمبر ۲۵۳ ۔ سائز ۹ × ٦" ۔ صفحات ۲۵۰ ۔ سطور ۱۳ ۔ خط نستعلیق ۔ فہرست نگار نے یہ صراحت نہیں کی یہ کون سا دیوان ہے ۔ ''تاریخِ تصنیف ۱۲۳۲ - ۱۲۵۴ھ'' درج ہے جو پہلے اور تیسرے دیوان کے سالہائے ترتیب ہیں ۔ آغاز و اختتام

۱۔ ڈاکٹر محمود الٰہی نے اسی ضمن میں یہ بھی بتایا ہے کہ انھوں نے دیوان دوم مرتّب کیا ہے ، اور اس کے متن کا مقابلہ نسخۂ مسعود حسن رضوی سے کیا ہے ۔ معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ دیوان دوم شائع ہوا کہ نہیں ۔

کے جو اقتباسات دیے گئے ہیں ، اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دوسرا دیوان ہے جو ناقص الطرفین ہے ۔ اختتام کے اقتباس میں 'ن' کی ردیف کے اشعار ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دیوان کا آخری حصہ خاصا کم ہے ۔ یہ نسخہ ایک مجموعے میں ہے جس کے آخری صفحے پر اعتصام الملک کی ۱۲۷۲ھ کی مہر ثبت ہے ۔ (سالار جنگ ، صص ۲ - ۴۴۱)

۱۷۔ فہرست نمبر ۵۵۹ ۔ لائبریری نمبر ۶۲۱ ۔ سائز ۹ × ۵" ۔ صفحات ۱۴۰ ۔ سطور ۱۳ ۔ خط نستعلیق ۔ "یہ نامکمل دیوان ہے ، صرف ردیف 'واو' اور 'ہ' اور 'ی' کی غزلیات شامل ہیں ۔ کچھ قطعات ، رباعیات اور فرد بھی ہیں . . . اعتصام الملک ۱۲۷۴ھ اور محترم الدولہ ۱۲۵۸ھ کے مواہیر ثبت ہیں" ۔ (سالار جنگ ، صص ۴۴ - ۴۴۳) فہرست نگار نے گو صراحت نہیں کی ، لیکن آغاز و اختتام کے اقتباسات سے واضح ہے کہ یہ دیوان دوم کا ناقص الاوّل انتخاب ہے ۔

۱۸۔ فہرست نمبر ۵۶۰ ۔ لائبریری نمبر ۶۳۷ ۔ سائز ۱۰ × ۶$\frac{1}{2}$" ۔ صفحات ۲۹۴ ۔ سطور ۱۵ ۔ خط نستعلیق ۔ "ناقص الآخر ہے . . . اس دیوان میں ردیف وار غزلیات ، رباعیات اور قطعات وغیرہ شامل ہیں" ۔ (سالار جنگ ، ص ۴۴۴) ۔ فہرست نگار نے اس کے بارے میں بھی نہیں بتایا کہ یہ کون سا دیوان ہے ۔ آغاز و اختتام کے اقتباسات سے معلوم ہوتا ہے کہ دیوان دوم ہے ۔

۱۹۔ نسخہ ادارۂ ادبیات اُردو ، حیدرآباد دکن :

فہرست نمبر ۱۹۲ ۔ اوراق ۸۲ ۔ سطور ۱۴ ۔ سائز ۹ × ۶" ۔ خط نستعلیق ۔ کتابت اواخر تیرھویں صدی ہجری ۔ "اس میں تقریباً دو ہزار دو سو پچاس اشعار ہیں ۔

خوش خط . . . مکمل نہیں ہے بلکہ ردیف 'ن' پر ختم ہو جاتا ہے" ۔ (ادارۂ ادبیات ، اوّل ، صص ۳۳ - ۲۳۲)

کتب خانۂ آصفیہ ، حیدرآباد دکن میں دیوان دوم کے دو نسخے ہیں :

۲۰- فہرست نمبر ۵۳ ۔ لائبریری نمبر "دواوین ۱۳۲۵" ۔ سائز ۱۰×٦" ۔ صفحات ۳٤٤ ۔ سطور ۱۴ ۔ خط نستعلیق ۔ "اس دیوان میں ردیف وار غزلیات ہیں اور آخر پر چند رباعیات ہیں" ۔ ترقیمہ : "دیوانِ ناسخ بتاریخ دویم شہر جمادی الاوّل ، ۱۲۹۹ھ قلمی نمود ۔ فقیر حقیر سیّد شاہ داؤد اللہ حسینی نوشتہ نماید بخط غریب"۔ (آصفیہ ، اوّل ، ص ۳٦) ۔

فہرست نگار نے صراحت نہیں کی کہ یہ کون سا دیوان ہے ۔ آغاز کے اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دوسرا دیوان ہے ۔

۲۱- فہرست نمبر ۵۵ ۔ لائبریری نمبر "دواوین ۱۵۵۲" ۔ سائز ۱۰×٦" ۔ صفحات ۳٦۱ ۔ سطور ۱۵ ۔ خط نستعلیق ۔ "اس میں غزلیات ہیں ۔ آخر پر ایک مسدس ہے اور اس کے بعد ایک فارسی قطعہ ہے"۔ (آصفیہ ، اوّل ، ص ۳٤)

فہرست نگار نے اسے ناسخ کا تیسرا دیوان بتایا ہے ، لیکن یہ درست نہیں ۔ آغاز کے اقتباس سے واضح ہے کہ یہ دوسرا دیوان ہے ۔

۲۲- **نسخۂ رضا لائبریری ، رام پور :**

سائز ۲۲×۱٤ س م ۔ سطور ۱۳ ۔ اوراقِ متن ۱٦٤ ۔ اوراقِ فہرستِ اشعار ۸ ۔ (کل ۱٤۵ ، اوراق) ۔ "لیکن اس فہرستِ [اشعار] سے پتا چلتا ہے کہ اصل متن کے اوراق کی تعداد ۲۰۸ تھی ۔ . .

... اس نسخے میں اوراق ۲۴ ، ۴۰ ، ۴۹ ، ۵۴ ، ۹۳ ، ۱۲۷ ، ۱۲۸ ، ۱۵۸ ، ۱۶۱ ، ۱۹۴ ، ۱۹۸ ، ۲۰۳ ، ۲۰۶ کم ہیں ... فہرست اشعار کا پہلا ورق غائب ہے ... خط صاف اور رواں نستعلیق ہے ... کِرم خوردگی اور آب رسیدگی دونوں کے نشان پائے جاتے ہیں ، جلد شکستہ اور ورق بے شیرازہ ہوگئے ہیں ... ورق ۹ ، ب سے ۱۶۲ ، الف تک ردیف وار غزلیں مندرج ہیں - یہ ردیفیں ، الف ، ت ، د ، ذ ، ر ، ز ، ط ، ظ ، ع ، ن ، و ، ہ اور ی کی ہیں - ورق ۱۶۶ ، الف کی سطر ۱۰ سے آخر تک ردیفی ترتیب مفقود ہے ... اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ نسخے کی جتنی غزلیں ردیف وار ہیں ، وہ کسی اور بیاض سے نقل ہوئی ہیں - اس کے بعد جو کچھ کہا گیا ہے ، وہ ترتیبِ نظم کے مطابق لکھا جاتا رہا ... ناسخ کے دیوان دوم ... کی اکثر غزلوں کو اس نسخے کی مدد سے تاریخی ترتیب پر مرتّب کیا جا سکتا ہے ... دیوان کے ... جب سادہ صفحے ختم ہوگئے تو نئی غزلیں حاشیوں پر لکھی جانے لگیں ... جب ناسخ نے اسے مرتّب کرنا چاہا تو نقل کرنے والے کی سہولت کے لیے ردیف وار فہرست مرتّب کر کے شروع میں لگا دی جس میں ہر غزل کا مصرعِ اول لکھ کر اس کے اُوپر ... اس صفحے کا ہندسہ لکھا گیا ہے جس پر وہ غزل مندرج ہے - چاہیے یہ تھا کہ اس میں ہر ردیف کی غزلوں کو تاریخی ترتیب کے مطابق نقل کرایا جاتا مگر ایسا عمل میں نہیں لایا گیا اور ... ترتیب قطعاً غیر تاریخی ہوگئی ہے ... بظاہر نسخہء مطبوعہ کی ترتیبِ غزلیات کو ہمارے مخطوطے کی ترتیب کے مطابق ہونا چاہیے مگر دونوں کا مقابلہ کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایسا نہیں ہے بلکہ ناسخ یا اُن کے کسی شاگرد نے اس میں کسی

قدر رد و بدل کر دیا ہے جس کی وجہ سے مطبوعہ کی
ترتیب ، تاریخی ترتیب سے دور ہو گئی ہے . . . اس
مخطوطے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ناسخ نے اپنے
کلام میں کیا رد و بدل کیا ہے ۔ کون سے شعر مطبوعہ
نسخے میں دانستہ یا نادانستہ شامل نہیں کیے گئے اور
کون کون سے شعر یا غزلیں حاشیوں میں بڑھائی گئی
ہیں . . . اس مخطوطے کے حاشیوں میں کچھ دلچسپ
تشریحیں بھی مندرج ہیں'' ۔ (''دیوانِ ناسخ کا ایک
نادر مخطوطہ'' از امتیاز علی عرشی ، صحیفہ ، لاہور ،
شمارہ ۱۷ ، اکتوبر ، ۱۹۶۱ء ، صص ۸۱ - ۶۹)

۲۳- **نسخۂ شعبہ اُردو جمّوں ، یونی ورسٹی :**

اس نسخے کے متعلق ڈاکٹر گیان چند نے مندرجہ ذیل
معلومات فراہم کی ہیں ۔ ڈاکٹر صاحب نے اس نسخے
کو ''غیر مردّف نسخۂ جمّوں'' کا نام دیا ہے :

'' . . . شعرالعجم کے سائز کے دیسی کاغذ پر
ہے ۔ صفحات پر ترک کے سوا کوئی نمبر نہیں تھا
میں نے خود یہ نمبر ڈال دیے ہیں ، جن کے مطابق
اس نسخے میں کل ۱۸۴ صفحات ہیں ۔ . . . پہلے صفحے
پر امیر علی خاں ہلال کی ۱۲۷۵ھ کی مہر لگی ہے
اور صفحہ ۲ سے غزلیات شروع ہو جاتی ہیں ۔ نسخے
کی حالت بہت اچھی ہے ۔ ہر صفحے پر کئی کئی رنگوں
کا جدول بنا کر اس کے درمیان حوض میں کلام لکھا
ہے ۔ لکھنے والا کوئی خوش خط پیشہ ور کاتب معلوم
ہوتا ہے . . . ص ۵۷ تک ردیف الف کی غزلیں ہیں
جن کی ترتیب شروع میں مطبوعہ دیوان کے مطابق ہے
لیکن بعد میں فرق ہو جاتا ہے ۔ ردیف الف کے بعد
ردیف ب کی تین اور ت کی صرف ایک غزل ہے ۔ اس
کے بعد ردیفوں کا سلسلہ درہم برہم ہو جاتا ہے ۔
یعنی آگے نسخہ غیر مردّف ہے . . . غزلوں کا

سلسلہ ص ۳۸۳ تک چلا گیا ہے جس کے بعد قطعات و رباعیاتِ تاریخ شروع ہو جاتی ہیں - ان میں بہت سے غیر مطبوعہ ہیں - ص ۳۹۴ کے بیچ سے رباعیاں شروع ہوتی ہیں جو صفحہ ۴۰۶ تک چلی گئی ہیں - اسی صفحے پر ایک قطعۂ تاریخ ہے ، جس کے بعد پھر غزلیات شروع ہو جاتی ہیں - ص ۴۱۶ پر تین شعر ہیں . . . بہت سی غزلوں میں ایک سے زیادہ مطلع ہیں لیکن یہ سب ابتدا ہی میں مسلسل نہیں لکھے گئے ، بلکہ جابجا اشعار کے بیچ میں ہیں - اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاعر نے ان اشعار اور مطلعوں کو جس ترتیب سے کہا تھا اور اپنی اوّل بیاض میں لکھا تھا ، ہمارے نسخے میں بھی یہ اسی ترتیب سے نقل کر دیے گئے ہیں . . . [سات] غزلیں مکرر درج ہو گئی ہیں . . . یہ سب غزلیں ردیف الف کی ہیں . . . نسخے کے آخر میں کوئی ترقیمہ نہیں ہے ، لیکن اس میں جتنے قطعاتِ تاریخ ہیں ، اُن میں کسی سے ۱۲۳۸ھ کے بعد کی تاریخ برآمد نہیں ہوتی - . . . قدیم ترین تاریخ ۱۲۳۵ھ کی ہے - . . . ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ اس نسخے کا سالِ کتابت ۱۲۳۸ھ ہے . . . اس میں کئی جگہ اصلاحیں بھی ملتی ہیں - یہ دو قسم کی ہیں :

۱- کچھ سہو قلم کی تصحیحیں جو خود کاتب یا کسی دوسرے شخص نے کی ہیں -

۲- کچھ صورتوں میں مصرعوں کے متن میں اصلاح ہے یا کسی شعر پر خطِ تنسیخ کھینچا گیا ہے -

. . . جناب نادر آغا [تاجر کتب لکھنؤ ، جن کے ذریعے یہ نسخہ جمّوں یونی ورسٹی میں پہنچا] نے لکھنؤ کے جس خاندان سے یہ نسخہ حاصل کیا تھا ، وہیں سے نسخے میں رکھا ہوا ایک رقعہ بھی ملا - اس کے سرے کا ایک حصہ ضائع ہو گیا ہے جس سے

مکتوب نگار کا نام معلوم نہیں ہوتا . . . اس رقعے سے دو نہایت اہم باتیں معلوم ہوتی ہیں :

۱- میر علی اوسط رشک نے سراج نظم کے نسخے میں اصلاحیں کیں . . .

۲- ناسخ نے پچیس سلام بھی کہے تھے لیکن وہ نواب محسن الدولہ کے نام سے محسن تخلّص کے ساتھ تھے -

. . . اگر رشک نے منسلکہ رقعے کے مطابق 'سراج نظم' میں اصلاحیں کیں اور رشید حسن خاں کے فیصلے کے مطابق کلیاتِ ناسخ میں غلط نامے کے پردے میں ترمیم کرنا چاہی [مقدمہ انتخابِ ناسخ] تو گمان غالب یہ ہے کہ زیرِ نظر نسخے کی ترمیمات بھی رشک ہی نے کی ہوں گی"- (مقالہ "ناسخ کا ایک غیر مردف دیوان" از ڈاکٹر گیان چند ، نذر عابد ، ص ۲۹۱ - ۳۱۱)

لکھنؤ یونی ورسٹی لائبریری میں ناسخ کے دیوان دوم (غیر مردف) کے دو نسخے ہیں :

ان کے بارے میں ڈاکٹر گیان چند نے مندرجہ ذیل اطلاعات فراہم کی ہیں -

۲۳- ". . . مطلاً مخطوطہ ، جس میں نسخۂ جمّوں [دیگر نسخے : ۲۳] سے کم کلام ہے - اس میں کل ۲۹۶ صفحات ہیں - ۲۸۳ صفحات پر غزلیں ہیں - ص ۲۸۴ سے ۲۹۶ تک رباعیات ہیں اور اسی آخری صفحے پر رباعیوں کے بعد قطعاتِ تاریخ ہیں جن پر یہ نسخہ ختم ہو جاتا ہے . . . ابتدا میں الف کی غزلیں اُسی ترتیب سے ہیں ، جس طرح نسخۂ جمّوں میں ، لیکن . . . یہ سلسلہ صرف پندرہ صفحوں تک رہتا ہے اور اس کے بعد خلافِ ترتیب "ے" کی غزلیں آ جاتی ہیں اور پھر دوسری ردیفوں کی - آگے کی غزلوں میں بھی الف کی غزلوں کو چھوڑ کر نسخۂ لکھنؤ اور نسخۂ جموں دونوں میں

غزلیات کی ترتیب تقریباً یکساں ہے ۔ غالباً غیر مردف نسخۂ لکھنؤ کے مرتّب نے بھی مصنّف کی اصل بیاض سے ردیف وار ترتیب کا ارادہ کیا تھا ، لیکن صرف پندرہ صفحوں کے بعد عاجز آ گیا ۔ کہہ سکتے ہیں کہ ردیف الف کے ابتدائی پندرہ صفحوں کو چھوڑ کر نسخۂ لکھنؤ غزلیات دیوان دوم کی وہ ترتیب پیش کرتا ہے ، جس سے شاعر نے انھیں کہا تھا . . . [یہ] نسخہ جمّوں کے نسخے سے قبل کا معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس میں کلام کی مقدار کم ہے اور کوئی قطعۂ تاریخ ۱۲۴۷ھ کے بعد کا نہیں''۔ (نذر عابد ، ص ۲۹۱ ، ۲۹۲ ، ۲۹۳ ، ۳۱۰)

۲۵- ''لکھنؤ یونی ورسٹی ہی میں ایک دوسرا غیر مردف نسخہ ہے جو جدید کاغذ پر بیسویں صدی کا مکتوبہ معلوم ہوتا ہے ۔ یہ چنداں اہم نہیں ہے ۔ اس میں کلام بھی بہت کم ہے''۔ (ایضاً ، ص ۲۹۲)

۲۶- نسخۂ مہذب لکھنوی ، (لکھنؤ) :

اس کے متعلق ڈاکٹر گیان چند لکھتے ہیں : ''ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی نے اطلاع فراہم کی کہ لکھنؤ میں مہذب لکھنوی صاحب کے ذخیرے میں بھی ایک غیر مردف قلمی نسخہ ہے ۔ سیّد شبیہہ الحسن نونہروی نے اس کی تصدیق کی کہ انھوں نے بھی یہ نسخہ دیکھا ہے ۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ نادر آغا صاحب کی معرفت وہی نسخہ تو جمّوں نہیں پہنچ گیا''۔ (ایضاً ، ص ۲۹۲)

۲۷- نسخۂ کتب خانۂ محبوب علی ، حیدرآباد دکن :

"دیوان دوم ناسخ سے اوراق متفرق کیرم خوردہ ۔ خط شکستہ ۔ سائز $\frac{1}{4}$ ۷ × $\frac{1}{2}$ ۱۰" ۔ صفحات ۲۵۶ ۔ (فہرست کتب خانۂ ہذا ، ص ۱۷۵)

۲۸- نسخۂ ڈاکٹر انصار اللہ نظر ، علی گڑھ :

دیوان دوم کا ایک نسخہ ڈاکٹر محمد انصاراللہ نظر کے پاس ہے ، جس کا تفصیلی تعارف انھوں نے رسالہ

"نیا دور" لکھنؤ (اپریل و جولائی ، ۱۹۶۷ء) میں شائع کرایا تھا ۔ اس نسخے پر بریلی کالج کے ایک طالب علم کے ۱۲۸۰ھ کے دستخط ہیں ، جس سے یہ ثابت ہے کہ مخطوطہ اس سنہ سے پہلے کا مکتوبہ ہے ۔ ناقص الطرفین ہے ۔ موجودہ اوراق ۹ سے ۱۰۲ تک ہیں ۔ شروع کے آٹھ اور آخر کے چند اوراق موجود نہیں ہیں ۔ "نسخے میں ہر صفحے پر ۱۰ سطریں ہیں ۔ نہایت خوش خط اور صاف . . . بعض اشعار لکھے جانے کے بعد قلم زد کر دیے گئے ہیں اور بعض میں اصلاحیں بھی ملتی ہیں ۔ یہ اصلاحیں ظاہرا کسی ایسے شخص کے ہاتھ کی معلوم ہوتی ہیں جسے غالباً مصنّف سے خصوصی تعلق تھا . . . ان اصلاحوں میں عموماً یہ جذبہ کارفرما معلوم ہوتا ہے کہ اس دیوان میں سے متروک یا قابل ترک الفاظ حذف کر کے اس کی زبان کو زیادہ سے زیادہ صاف ، فصیح اور جدید ترین روزمرہ کے مطابق بنا دیا جائے ۔ . . . میرا خیال ہے کہ زیرِ بحث نسخے کی کتابت ناسخ کی زندگی میں ہوئی ہوگی اور نظر ثانی و اصلاح کا زمانہ بھی وہی رہا ہوگا" ۔ ("نیا دور" ، محولہ بالا ، ص ۲۷ - ۲۵) ۔ ڈاکٹر محمد انصار اللہ نظر نے اپنے مقالے میں دیوان کی تمام غزلیات کی فہرست دی ہے ۔ مطبوعہ نسخے سے مقابلہ کر کے اختلافِ متن اور زائد اشعار کی نشان دہی بھی کی ہے ۔

۲۹۔ رک : مخطوطہ نمبر ۱۰۵ ۔

متفرقات :

ذیل کے قلمی نسخوں کے بارے میں معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ ناسخ کے کس دیوان کے نسخے ہیں ۔

شعبۂ اُردو ، جمّوں یونی ورسٹی میں دو نسخے ہیں :

۳۰۔ جموں یونی ورسٹی کے شعبہ اُردو کی لائبریری میں دیوان کا ایک نسخہ سیّد مسعود حسن رضوی ادیب کے

کتب خانے سے حاصل کیا گیا ہے ۔ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ دیوان سوم ہے ، لیکن ''اسے دیوان سوم کہنا محلِ نظر ہے کیونکہ اس میں ۱۲۱۲ھ ، ۱۲۳۱ھ اور ۱۲۴۰ھ کے قطعاتِ تاریخ بھی شامل ہیں اور یہ دیوان اول و دوم کا زمانہ ہے'' ۔[۱] (نذر عابد ، ص ۳۱۰)

۳۱۔ مذکورہ لائبریری میں ایک مجموعۂ مخمّسات بھی ہے ''جس میں کسی نے ناسخ کی غزلوں کی تخمیس کی ہے'' ۔ (ایضاً ، ص ۲۹۱)

کتب خانۂ محبوب علی ، حیدرآباد دکن میں دو نسخے ہیں :

۳۲۔ ''دیوانِ ناسخ قدرے کِرم خوردہ'' ۔ خط نستعلیق ۔ سائز ۷ × ۱۰ ۱/۲ " ۔ صفحات ۳۲۳ ۔ (فہرست کتب خانۂ ہذا ، ص ۱۹۷)

۳۳۔ ''مجموعۂ اشعار ناسخ و گویا و دیگر مضامین ۔ قدرے کِرم خوردہ'' ۔ سائز ۷ ۱/۲ × ۱۰ ۱/۲ " ۔ صفحات ۴۹۰ ۔ (ایضاً)

۳۴۔ نسخۂ مانچسٹر (جون ریلنیڈ لائبریری) :

لائبریری نمبر ''ہندوستانی ۲۶'' ۔ مکتوبہ ۱۸۴۳ء ۔ (معاصر ، حصہ ۱۰ ، ص ۷۲)

۱۔ ''ناسخ کے دیوان سوم کا علیحدہ مخطوطہ بھی دستیاب ہو جاتا ہے ۔ اس میں سوا سو سے زیادہ غزلیں موجود ہیں ۔ اس کا ایک قدرے ناقص مخطوطہ . . . پروفیسر مسعود حسن رضوی کی ملکیت ہے'' ۔ (ناسخ ، از ڈاکٹر سیّد شبیہ الحسن ، ص ۲۰۹) ۔ غزلوں کی اس تعداد سے ظاہر ہے کہ یہ دیوان سوم نہیں ، ہاں اس میں دیوانِ سوم کی غزلیات بھی ہو سکتی ہیں ۔ دیوان سوم کی غزلوں کی تعداد اُوپر درج کی جا چکی ہے ۔

۳۵- نسخۂ میگل یونی ورسٹی - بلیکروڈ لائبریری - ذخیرۂ کیسی ُوڈ (مانٹریال ، کنیڈا) :
اوراق ۸۷ - دو کالمی - سطور ۱۴ ، ۱۶ - سائز ۵ء۹ × ۳ء۶" - خط نستعلیق - (سہ ماہی ، اُردو ادب ، علی گڑھ ، شمارہ ۲ ، ۱۹۶۸ء ، ص ۹۵)

مثنویات :

۳۶- سراج نظم :
اشپرنگر نے (فہرست نمبر ۶۸۰) اس کا ذکر کیا ہے - تفصیلات ندارد - (شاہان اودھ ، صص ۲۹ - ۶۲۸)

۳۷- معراج نامۂ ناسخ :
اس کا مخطوطہ رشید حسن خاں (دہلی) کی ملکیت ہے - اس مخطوطے کا تعارف انھوں نے سہ ماہی ''اُردو''، جنوری ۱۹۶۸ء میں کرایا تھا (صص ۱۰۴ - ۹۳) - ذیل کی معلومات اسی مقالے سے ماخوذ ہیں -

مخطوطہ ناقص الاول ہے - انیس سطری مسطر کے بیس صفحات پر مشتمل ہے - تعداد اشعار ۳۴۵ - کیرم خوردہ ہے جس کی وجہ سے بعض اشعار کے متن کو نقصان پہنچا ہے - ترقیمہ : ''تمام شد رسالۂ معراج نامہ من تصنیف شیخ امام بخش ناسخ لکھنوی ، از دست فقیر محمد عبدالجامع عفی اللہ عنہ ، ساکن فرنگی محل من محلات بیت السلطنت لکھنؤ ، در عہد شاہِ با شوکت و حشمت حضرت امجد علی بادشاہ خلد اللہ ملکہ ، بتاریخ بست و ہفتم ذیقعدہ یوم چہار شنبہ ۱۲۵۹ ہجری قدسی قریب یک پاس روز برآمدہ ہر کہ دعویٰ کند باطل است'' -

۳۸- مثنوی در فضائل حضرت علیؓ :
اس کا ایک نسخہ رضا لائبریری میں ہے (ناسخ ، ڈاکٹر سیّد شبیہہ الحسن ، ص ۲۳۹) - یہ مثنوی کلیات کے بعض مطبوعہ اور قلمی نسخوں میں بھی شامل ہے -

مطبوعہ نسخے : ۱- کلیات ، طبع اوّل :

''ناسخ کا کلیات پہلی بار ذیحجہ ، ۱۲۵۸ھ (۱۸۴۲ء) میں میر حسن رضوی رئیس محلہ محمود نگر (لکھنؤ) کی فرمایش سے ، مطبع محمدی لکھنؤ میں چھپا تھا ۔ اس کی کتابت اُس زمانے کے ایک مشہور خوش نویس منشی عبدالحی نے کی تھی جو لکھنؤ کے مشہور اُستاد حافظ نور اللہ کے شاگرد تھے ۔ مولانا شرر نے گزشتہ لکھنؤ میں ان دونوں کا ذکر کیا ہے ۔ یہ اشاعت ۴۰۴ صفحات پر مشتمل ہے ۔ آخر میں سات صفحے کا غلط نامہ ہے جس پر نمبر علیحدہ سے ڈالے گئے ہیں ۔ پہلا دیوان حوض میں ہے ۔ دوسرے اور تیسرے دواوین کا مجموعہ حاشیے پر ہے ۔ یہ مجموعہ ص ۳۶۶ کے حاشیے پر ختم ہو جاتا ہے ۔ ص ۳۶۷ سے حاشیے پر ایک مذہبی مثنوی شروع ہوتی ہے جس کا نام مذکور نہیں ۔ لیکن بعض لوگوں نے اسے نظمِ ناسخ کے نام سے موسوم کیا ہے ۔ اس میں حضرت علیؓ کے فضائل مذکور ہیں ۔ خاتمۃ الطبع کی عبارت سے یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ پہلی بار کلیات کو طبع کرانے کا خیال میر حسن رضوی کے دل میں پیدا ہوا لیکن یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اس کی ترتیب کا کام کس نے انجام دیا تھا ۔ اس کا امکان ہے کہ یہ کام رشک نے انجام دیا ہو یا کم ازکم مشورے میں شریک رہے ہوں اور یہ تجویز انھی کی ہو کہ تیسرے (نامکمل) دیوان کو دوسرے دیوان میں ردیف وار غزلوں کے ذیل میں شامل کر دیا جائے ۔[1] بہر صورت

۱- خاتمۃ الطبع کی متعلقہ عبارت یہ ہے :

''دیوان اوّل مسمّٰی بہ دیوان ناسخ در متن ، و دیوان دوم مسمّٰی بہ دفتر پریشان بر حاشیہ ، و دیوان سوم مسمّٰی بہ دفتر شعر بر حاشیہ در ہر ردیف بہ ضمیمہ دفتر پریشان و مثنوی و رباعیات و تاریخہا نیز در متن ، و بعضے از تاریخہا و رباعیات بر حاشیہ'' ۔ (بحوالہ ''آبِ حیات کا تنقیدی مطالعہ'' ، ص ۹۳)

کلیات کی تصحیح انھوں نے ضرور کی ہے ۔ غلط نامے سے پہلے جو منظوم عبارت درج ہے وہ دس اشعار پر مشتمل ہے، شروع کے اشعار یہ ہیں :

مرتب ہوا جب کہ دیوان سب
مجھے قصد صحت کا پیدا ہوا
تلمذ میں ناسخ کے سیکھا جو تھا
وہ تحریر میں آشکارا ہوا
ہوئیں سہو کاتب کی لفظیں درست
بنا جو کہ نسیانِ املا ہوا
مجھے دخل اس سے زیادہ نہ تھا
تبدل میں جو کچھ ہویدا ہوا
اگر سہو اس پر بھی پائے کوئی
ہوں انسان اس میں عجب کیا ہوا

اس کے آخر میں مصرع تاریخ شامل ہے جس سے غلط نامے کا سالِ ترتیب ۱۲۵۹ھ برآمد ہوتا ہے ۔ اس کلیات کو اگرچہ ایک مشہور خوش نویس نے لکھا تھا ، لیکن اغلاطِ کتابت ضرورت سے زیادہ راہ پا گئیں ۔ رشک کا بنایا ہوا غلط نامہ سات صفحوں پر مشتمل ہے ۔ تین کالمی صفحہ ہے ۔ جس کا مسطر ۲۲ سطری ہے ۔ کم و بیش ۳۳۷ ، اغلاط کی نشان دہی کی گئی ہے“ ۔ (مقدمہ ”انتخابِ ناسخ“ از رشید حسن خاں ، ص ص ۱۱۸ - ۱۱۹)

۲- کلیات ، طبع دوم :

”دوسری بار یہ کلیات شہزادہ فرخندہ بخت بہادر کی فرمایش پر لکھنؤ کے مطبع مولائی میں ۱۲۶۲ھ (۴۶ - ۱۸۴۵ء) میں چھپا تھا ۔ اس ایڈیشن کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ص ۴۰۰ تک یہ صفحہ بہ صفحہ اشاعتِ اول کے مطابق ہے ۔ اس اشاعت میں ۴۰۲

صفحے ہیں ۔ آخری صفحوں میں عبارتِ خاتمۃ الطبع اور قطعاتِ تاریخ کے اختلاف کے باعث یہ فرق پیدا ہوا ہے ۔ اس میں کوئی غلط نامہ شامل نہیں . . . اشاعت اوّل کے غلط نامے کی اکثر غلطیاں متن میں درست کر دی گئی ہیں لیکن کچھ غلطیاں باقی رہ گئی ہیں ۔ البتہ اس اشاعت میں بہت سی نئی اغلاطِ کتابت کا اضافہ ہو گیا ہے'' ۔ (ایضاً ، ص ۱۱۹)

۳۔ کلیات مطبوعہ ۱۲٦۷ھ :

اس کے خاتمۃ الطبع کی عبارت یہ ہے :

''الحمد للہ کہ کلیاتِ دیوان شیخ امام بخش ناسخ حسبِ فرمایش محمد مصطفیٰ خاں خلف حاجی روشن خاں غفرلہما المنّان ساکن لکھنؤ محلّہ محمود نگر در کارخانۂ علی بخش خاں بتاریخ بست ہفتم جمادی الاولیٰ ، ۱۲٦۷ ھجری باختتام رسید'' ۔ (ایضاً ، ص ۱۱۹)

۴۔ کلیات مطبوعہ ۱۲۷۷ھ :

مطبع اودھ گزٹ لکھنؤ سے بھی کلیاتِ ناسخ شائع کیا گیا تھا ۔ اس پر تاریخِ طباعت ۷ اکتوبر ، ۱۸٦۰ء/ ۲۰ ربیع الاوّل ، ۱۲۷۷ء درج ہے ۔ اس کا ایک نسخہ کتب خانۂ خاص ، انجمن ترقی اُردو ، کراچی میں ہے ۔

۵۔ کلیات مطبوعہ ۱۸٦۷ء :

کلیات ناسخ کا ایک ایڈیشن ۱۸٦۷ء میں مطبع سلطانی سے چھپا تھا ۔ اس کا ایک نسخہ سالار جنگ لائبریری حیدر آباد میں ہے ۔ (نوائے ادب ، جولائی ، ۱۹٦۰ء ، ص ٦۱)

٦۔ نول کشوری ایڈیشن :

مطبع نول کشور سے کلیاتِ ناسخ کئی مرتبہ شائع ہو

چکا ہے - راقم کے پیش نظر اس کی چھٹی طباعت (۱۳۱۰ھ/۱۸۹۳ء) ہے - اس کے سر ورق کی عبارت یہ ہے :

"دیوان ناسخ کہ پیشتر ایک دیوان متن میں اور دوسرا حاشیے پر مطبوع ہوا تھا ، اب علیحدہ ہر ایک نے بطرز شایستہ مطبع نامی نول کشور میں مطبوع ہو کر رونق پائی" -

دیوان اوّل کے صفحات ۱۳۲ ہیں اور دیوان دوم کے ۲۲۰ - کلیات کی ابتدائی طباعتوں میں جو مثنوی شامل تھی ، وہ اس میں نہیں ہے -

کلام ناسخ کے انتخابات :

کلام ناسخ کے مندرجہ ذیل انتخابات بھی شائع ہو چکے ہیں -

۷- انتخاب دیوان ناسخ از حسرت موہانی :

یہ انتخاب "انتخاب سخن" کی جلد نہم کے جزو اوّل کے طور پر برق اور جلال کے انتخابات کلام کے ساتھ دفتر اُردوئے معلٰی کانپور سے ۱۹۲۹ء میں شائع ہوا تھا - یہ انتخاب دونوں دیوانوں کی غزلیات کا ہے اور ۲۸ صفحات پر مشتمل ہے -

۸- انتخاب ناسخ از رشید حسن خاں :

یہ انتخاب مکتبۂ جامعہ دہلی سے ۱۹۷۲ء میں شائع ہوا تھا - یہ بھی غزلیات کا انتخاب ہے - ابتدا میں ۱۳۲ صفحات کا طویل مقدمہ ہے - انتخاب ص ۱۳۳ سے ۳۲۰ تک ہے -

مثنویوں کی طباعت :

ناسخ کی مندرجہ ذیل مثنویاں کتابی صورت میں شائع ہو چکی ہیں -

۹- مثنوی ناسخ :

ناسخ کی وہ مثنوی جس میں حضرت علیؓ کے فضائل مذکور ہیں ، کلیات کی ابتدائی اشاعتوں میں شامل تھی - پروفیسر حبیب اللہ غضنفر نے اسے مرتّب کر کے کتابستان الہ آباد سے ۱۹۳۱ء میں ''مثنوی ناسخ'' کے نام سے شائع کرایا تھا -

۱۰- مثنوی ''سراج نظم'' :

۱۲۶۵ھ میں لکھنؤ سے شائع ہوئی تھی - اسے رشک نے مرتّب کیا تھا - ''سراج نظم'' تاریخی نام ہے جس سے سالِ تکمیل ۱۲۵۴ھ برآمد ہوتا ہے - (اس مثنوی کی تفصیلات کے لیے دیکھیے قاضی عبدالودود کا مقالہ ''اوّلین اشاعتیں (۱) سراج نظم ، مصنّفہ ناسخ'' - معاصر ، پٹنہ ، حصہ ۲ ، صص ۹۷ - ۹۳)

۱۱- مثنوی شہادت نامہ آلِ نبی :

مطبع نول کشور سے اس مثنوی کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں - کتب خانہ خاص ، انجمن ترقی اُردو ، کراچی میں مطبع نول کشور ، کانپور کا دسمبر ، ۱۸۸۰ء کا مطبوعہ نسخہ موجود ہے - ڈاکٹر گیان چند کے سامنے اس کا تیسرا ایڈیشن مطبوعہ ۱۸۸۸ء تھا - (اُردو مثنوی ، ص ۳۳۴) - ڈاکٹر سیّد شبیہہ الحسن نے مئی ، ۱۸۷۶ء کے ایک ایڈیشن کا ذکر کیا ہے جو اُن کے خیال میں اس مثنوی کا پہلا ایڈیشن ہے (ناسخ ، ۲۲۷) -

مصنّف : ناسخ کا نام امام بخش (بروایت ابنِ طوفان : امام بخش عبداللہ) تھا - وہ شیخ خدا بخش تاجر کے بیٹے تھے - بعض تذکروں میں انھیں شیخ خدا بخش کا غلام یا متبنٰی لکھا گیا ہے - یہ درست نہیں - وہ شیخ خدا بخش کے صلبی فرزند تھے - ناسخ ۷ محرم ، ۱۱۸۶ھ [م : ۱۰ اپریل ، ۱۷۷۲ء] کو فیض آباد میں پیدا ہوئے - بچپن ہی میں وہ لکھنؤ آ گئے

اور یہیں اُن کی تعلیم و تربیت ہوئی ۔

بیس برس کی عمر میں شاعری شروع کی اور بہت جلد استادی کا درجہ حاصل کر لیا ۔ بقول آزاد ''اگرچہ علمی استعداد فاضلانہ نہ تھی مگر رواج علمی اور صحبت کی برکت سے فنِ شاعری کی ضروریات سے پوری واقفیت تھی'' ۔

لکھنؤ کے امراء ، روساء اور صاحبانِ اقتدار سے خاص مراسم تھے ۔ ایسے لوگوں میں مرزا حاجی قمر ، اُن کے والد مرزا جعفر ، محسن الدولہ ، معتمد الدولہ اور روشن الدولہ وغیرہ شامل ہیں ۔ انھیں لوگوں سے تعلقات کی وجہ سے ناسخ اپنے عہد کی سیاست میں ملوث ہوئے اور اس کے نتیجے میں انھوں نے اچھا اور برا دونوں طرح کا وقت دیکھا ۔ لکھنؤ سے فرار کی نوبت دو مرتبہ آئی ۔ اور ایک مرتبہ تو چھ برس تک جلا وطنی کی زندگی بسر کی ۔ اسی سلسلے میں ایک مرتبہ (۱۲۳۵ھ میں) قتل تک کی نوبت آتے آتے رہ گئی ۔ ۱۲۴۳ھ میں انھیں گھر میں قید کیا گیا ۔ لیکن جلد ہی اس قید سے نجات مل گئی ۔

ناسخ کے شاگردوں کی تعداد سو کے لگ بھگ ہے ۔ جن میں سے بعض نے بڑا نام پیدا کیا ۔ تصانیف میں تین دیوان اور پانچ مثنویاں ہیں ۔ چار کے نام اُوپر آ چکے ہیں اور پانچویں مولدِ رسول مختار؏ ہے ۔ یہ مثنوی کہیں دستیاب نہیں ہوئی ۔ ایک رسالۂ قافیہ بھی اُن سے منسوب ہے ۔ ناسخ کا انتقال ۲ جمادی الاول ، ۱۲۵۴ھ [م : ۱۵ ۔ اگست ، ۱۸۳۸ء] کو ہوا ۔ (ماخوذ از ''ناسخ'' از ڈاکٹر سیّد شبیہ الحسن)

خذ : (۱) عیّار ، ۸۲۱ ۔ (۲) عمدہ ، ۷۸۲ ۔ (۳) ریاض ، ۴۳۴ ۔ (۴) بے جگر در ردیف ن ۔ (۵) ابنِ طوفان ، ۵ و بمدد اشاریہ ۔ (۶) گلشن ، ۲۲۲ ۔ (۷) انتخاب ، ۱۹۷ ۔ (۸) نازنیناں ، ۳۲ ۔ (۹) گلستان ، ۲۴۸ ۔ (۱۰) خوش

معرکہ ، دوم ، ۱۰۲ و بمدد اشاریہ - (۱۱) شعرائے ہند ، ۴۴۹ - (۱۲) سراپا سخن ، ۵۵ ، ۹۹ ، ۱۲۱ ، ۱۲۳ ، ۱۳۳ ، ۱۴۸ ، ۱۴۹ ، ۱۶۰ ، ۱۶۴ ، ۱۶۹ ، ۱۷۶ ، ۱۹۸ ، ۲۰۰ ، ۲۲۴ ، ۳۲۳ ، ۳۴۵ ، ۳۵۹ ، ۳۶۸ ، ۳۷۷ - (۱۳) یادگار ، ۲۰۲ - (۱۴) گلستانِ سخن ، ۴۴۸ - (۱۵) بے خزاں ، ۱۱۲ - (۱۶) فردوس ، ۱۴۲ - (۱۷) قطعہ ، ۲۶ ، ۱۰۴ - (۱۸) سخنِ شعرا ، ۴۱۱ - (۱۹) نادر ، ۱۹۶ - (۲۰) شمیم ، اوّل ، ۷۶ - (۲۱) صبح گلشن ، ۴۹۲ ، (۲۲) طور ، ۱۰۸ - (۲۳) بزم ، ۱۱۰ - (۲۴) جلوہ ، دوم ، ۳۲ - (۲۵) گارسیں دتاسی ، دوم ، ۴۱۲ - (۲۶) آب بقا ، ۱۱۲ - (۲۷) شاد ، ۱۵۵ - (۲۸) معرکہ ، ۲۷۶ - (۲۹) مشاطۂ سخن ، صفدر مرزا پوری ، دوم ، لاہور ، ۱۹۲۸ء ، ص ۲۱ - (۳۰) خلاصۂ سوانح لکھنؤ ، نجات حسین خاں عظیم آبادی ، مرتبہ سیّد حسن ، معاصر ، پٹنہ ، حصہ ۱۸ ، بمدد اشاریہ - (۳۱) قاموس ، دوم ، ۲۵۰ - (۳۲) آبِ حیات ، ۳۴۱ - (۳۳) سکسینہ ، نظم ، ۲۲۵ و بمدد اشاریہ - (۳۴) گلِ رعنا ، ۳۴۲ - (۳۵) شعرالہند ، اوّل ، ۱۸۹ - (۳۶) لکھنؤ ، ۴۰۵ - (۳۷) مرأۃ الشعرا ، اوّل ، ۳۵۵ - (۳۸) تاریخِ ادبیات ، ہفتم ، ۲۴۹ - (۳۹) اردو مثنوی ، گیان چند ، ۴۳۰ - (۴۰) اردو مثنوی ، عقیل ، ۱۷۲ - (۴۱) بیسل ، ۲۰۶ - (۴۲) قیصرالتواریخ ، کمال الدین حیدر ، لکھنؤ ۱۸۹۶ء ، اوّل ، ۲۴۷ ، دوم ، ۶۹ - (۴۳) تاریخِ اودھ ، نجم الغنی ، لکھنؤ ۱۹۱۹ء ، چہارم ، ۱۴۸ ، ۱۴۹ ، ۱۵۵ ، ۱۷۲ ، ۲۰۵ ، ۲۰۶ ، ۲۳۲ - (۴۴) ناسخ ، از ڈاکٹر سیّد شبیہ الحسن ، لکھنؤ ، ۱۹۷۴ء - (۴۵) ”ناسخ کی صحیح عمر“ از کلب علی خاں فائق ، سہ ماہی ، صحیفہ ، لاہور ، شمارہ ۴ ، مارچ ، ۱۹۵۸ء - (۴۶) ”متفرقات“ از قاضی عبدالودود ، رسالہ نقوش ، لاہور - شمارہ ۶۱ و ۶۲ ، جنوری ،

۱۹۵۷ء ، ص ۲۲۹ - (۴۷) ''کلامِ ناسخ بقول ناسخ'' از ڈاکٹر انصار اللہ نظر ، اُردو ادب ، علی گڑھ ، شمارہ ۱ ، ۱۹۶۳ء - (۴۸) ''ناسخ کا ایک غیر مردّف دیوان'' از ڈاکٹر گیان چند ، مشمولہ ''نذر عابد'' مرتبہ مالک رام ، دہلی ، ۱۹۷۳ء - (۴۹) کاشف ، دوم ، ۱۵۱ - (۵۰) دل کشا ، دوم ، ۶۳ - (۵۱) ارمغان ، ۱۰۱ - (۵۲) بیاض ، ۵۶ -

● ● ●

۱۰۵

دیوان دوم

شیخ امام بخش ناسخ

کتب خانہ : انجمن ترقی اردو ، کراچی ۔

نمبر : قا ۳/۱۸۷

سائز : ۲۹ ۱/۴ × ۱۹ س م

اوراق : ۱۸۱

سطور : ۱۷

سالِ ترتیب : مطابق مخطوطہ نمبر ۱۰۴

کاتب : بابا خان ۔

تاریخِ کتابت : ۲۴ ذیقعدہ ، ۱۲۶۸ھ [م : ۹ ستمبر ، ۱۸۵۲ء]

خط : نستعلیق ، معمولی ۔

کیفیت : مخطوطہ کرم خوردہ اور دریدہ ہے ۔ اوراق کے دونوں طرف بٹر پیپر چسپاں کیا گیا ہے ، یہ کام خاصی بے احتیاطی سے ہوا ہے ، اور اس کے نتیجے میں بعض اوراق پر روشنائی پھیل گئی ہے ۔ مخطوطہ ناقص الاوّل والاوسط ہے ۔ اوراق ۱۲ ، ۱۸ ، ۵۱ ، ۶۸ ، ۷۴ ، ۱۲۳ ، ۱۶۳ ، ۱۶۹ کے بعد ایک ایک دو دو اوراق کم ہیں ۔ شیرازہ بندی بھی غلط ہوئی ہے ۔ کاغذ دبیز ، مٹیالا ہے ۔

آغاز : ''کیا شمیم زلف مشکیں پھیلی ہے چاروں طرف
لکھنؤ پر شبہ اب ہونے لگا تاتار کا
۱. . . . . تا صد و سی سال چتر سلطنت
سایہ افگن ہو سدا رایت علم بردار کا
۲. . . ابوالفتح معین الدین غازی سے پھرے
کشتہ ہو وہ ذوالفقار حیدر کرار کا
۳. . . . . اولاد شہنشاہ زماں قائم رہے
ہے یہ فدوی قائم آل شہ ابرار کا
پادشاہ (کذا) میرا رہے دایم صحیح و تندرست
واسطہ دیتا ہوں یا رب عابد بیمار کا''

اختتام : ''دخل ہوگا نہ کبھی حرف غلط کا خط سے
آپ کا ہے یوہیں قرآن خدا حافظ ہے
کبھی اے وحشت دل میں نہیں ڈرنے والا
ہے جو پُر حول (کذا) بیابان خدا حافظ ہے
اے بتو تم تو مرے قتل کی تدبیر میں ہو
مجھکو ہر دم ہے یہی دھان (کذا) خدا حافظ ہے
یہ صدا عالم بالا سے مجھے آتی ہے
لے سکے کون تری جان خدا حافظ ہے
تا بہ دیوان قیامت ہے یقیں اے ناسخ
ہو نہ منسوخ یہ دیوان خدا حافظ ہے''

ترقیمہ : ''دیوان ناسخ بتاریخ بست و چہارم شہر ذیقعدہ، ۱۲۶۸ ہجری باتمام رسید۔ از خط بے . . .۴ از دست بابا خان باتمام رسید''۔

۱- کیرم خوردہ ۔ مطابق کلیات، نول کشور، ۱۸۹۳ء : ہو مبارک تا صد و . . .
۲- ایضاً : جو ابوالفتح . . .
۳- ایضاً : آل و اولاد . . . .
۴- ناخوانا

مندرجات : اس نسخے میں صرف غزلیات ہیں ۔

خصوصیات : اس نسخے میں دیوان دوم و سوم کی غزلیات یک جا کی گئی ہیں ، لہٰذا یہ یقینی ہے کہ یہ نسخہ مطبوعہ کی نقل ہے ۔ واضح رہے کہ اس نسخے کی تاریخِ کتابت سے قبل کلیاتِ ناسخ کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے تھے ۔ کاتب غیر محتاط ہے ، کتابت کی اغلاط کثرت سے ہیں ۔ ان اغلاط کا کچھ اندازہ آغاز و اختتام کے اقتباسات سے ہو سکتا ہے ۔

● ● ●

۱۰٦

انتخابِ دیوانِ نصیر

شاہ نصیر دہلوی

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی ۔

نمبر : ۱۳۹۸ ، ۱۹٦۱

سائز : ۲۱ × ۱۴ س م

اوراق : ۷۳

سطور : ۱۱

زمانۂ کتابت : تیرھویں صدی ہجری کا ربع آخر (قیاساً)

خط : نستعلیق ، شکستہ مائل ، معمولی ۔

کیفیت : مخطوطہ ناقص الطرفین ہے ۔ اس حد تک کرم خوردہ ہے کہ اکثر مقامات ناخوانا ہیں ۔ کاغذ دبیز ، مٹیالا ۔

آغاز : " ....

کس طرح اُڑ جائیے کوچے میں اس کے پر لگا[۱]

۱۔ مخطوطے کا آغاز اس مصرعے سے ہوتا ہے ۔ شعر کا مصرع اول ، ورق ماسبق پر ہوگا جو ضائع ہو چکا ہے ۔ کلیات مطبوعہ (مجلس ترقی ادب ، لاہور) میں مصرع اول یہ ہے :

انتظار قاصد گم گشتہ نے مارا نصیر

[آیندہ سطور میں جہاں کہیں کلیات مطبوعہ کا حوالہ ہوگا ، اس سے مراد مجلس ترقی ادب ، لاہور کا شائع کردہ ایڈیشن ہوگا]

شکل نرگس یا مجھے آئینہ سار حیرت جگا
طالبِ دیدار ہوں اس کا بھر صورت جگا
زلف چھٹ اے دل خیال رخ میں اس کے مت جگا
دن دیے اب تک نہیں ہوتا سنا ہے رت جگا[1]
ٹوٹتے تارے نہیں زخموں کی جا چھڑکے نمک[2]
مہ جبیں! رکھتی ہیں[3] یوں تجھ بن شبِ فرقت جگا
زلف مہ وش ہے[4] دلا دیکھ اب دوالی کی ہے رات
کر چراغ داغ روشن عشق کی دولت جگا"

اختتام : (رباعی)

"........ ساقی پھر کھو[5]
لے آئینہ دیکھ ظالم .... عالم کو
....
....
... درد یہ درد جیسے کھونا معلوم
... لالہ جگر سے داغ دھونا معلوم
.... دل زار بھولے لاکن
میرے دل کا شگفتہ ہونا معلوم"

مندرجات : شروع سے آخر تک غزلیات کے اشعار ہیں، صرف آخر میں چار رباعیات ہیں ۔ یہ شاہ نصیر کے کلام کا انتخاب ہے ۔ اس مخطوطے میں کوئی غزل مکمل نہیں ہے، اور بیشتر غزلیں ایسی ہیں کہ ان کا کوئی شعر انتخاب نہیں کیا گیا ۔ مثلاً دیوان مطبوعہ میں ردیف ب کی ۲۴ غزلیں ہیں، اس انتخاب میں صرف تین ہیں اور ان تین غزلوں

۱۔ کلیات مطبوعہ : دن تلک، اب تک نہیں ہوتے سنا ہے، رت جگا
۲۔ ایضاً : ... زخموں میں چھڑکے ہیں نمک
۳۔ ایضاً : ہے ۴۔ ایضاً : میں
۵۔ ان رباعیوں میں جہاں نقطے لگائے گئے ہیں، وہاں سے مخطوطہ کیرم خوردہ ہے ۔

کے بھی تین تین چار چار شعر لیے گئے ہیں ۔ ایک غزل جس کا پہلا مصرع یہ ہے :

ہو نہ کس وجہ ترا حسن خط و خال سے خوب

نو اشعار کی ہے ۔ (مطبوعہ ، ص ۳۷۷) ۔ زیرِ نظر مخطوطے میں صرف ابتدائی تین شعر ہیں ۔ اسی طرح مطبوعہ دیوان میں ردیف ت کی ۲۷ غزلیں ہیں ۔ اس انتخاب میں صرف پانچ غزلوں کے اشعار ہیں ۔

خصوصیات : اس نسخے اور کلیات مطبوعہ میں خاصا اختلافِ متن میں پایا جاتا ہے ، مثلاً :

مطبوعہ : آتش لب کو نہ چوم اس کے تو اس ریش پہ شیخ (ص ۲۱۹)

مخطوطہ : . . . . اُس کی تو اس داڑھی سے شیخ (ورق ۱ ، ب)

مطبوعہ : ہر بھنور چمکے ہے کیا جوشِ چراغاں سے دلا
خود نمائی کو بنا سرو چراغاں دریا
(ص ۱۸۸)

مخطوطہ : . . . . سے نصیر
خود تماشا کو بنا . . . . (ورق ۲ ، الف)

مطبوعہ : باندھ دے گا تجھے اے دزد حنا ہاتھوں ہات (ص ۳۹۶)

مخطوطہ : باندھیے گا تجھسے اے دزد حنا ہاتوں ہات (ورق ۹ ، ب)

مطبوعہ : طلب حقہ . . . .[1] تشنہ لبی سے ہو ہلاک
کہ مسافر کو ملے جب کوئی دم آتش و آب
(ص ۳۸۷)

۱۔ کیڑم خوردہ ۔

مخطوطہ : طلب حقّہ ، دگر تشنہ لبی ......
نہ مسافر ....
(ورق ۱ ، الف)

مطبوعہ : بہار خوب سردست اے صبا سوئی
حنا سے باندھ کے دست نگار ساری رات
(ص ۳۹۸)

مخطوطہ : بہار خوب سردست اے صبا لوٹی
حنا نے باندھ..............
(ورق ۱۰ ، الف)

مطبوعہ : رہے ہے چور کے ڈر سے پکار ساری رات
(ص ۳۹۸)

مخطوطہ : رہے ہے چوری کی دل سے ......
(ورق ۱۰ ، الف)

مطبوعہ : ترے شہیدوں کے مرقد پہ شمع رو رو کر
(ص ۳۹۸)

مخطوطہ : ترے شہید کے .... (ورق ۱۰ ، الف)

مخطوطے میں کتابت کی اغلاط بھی خاصی ہیں ۔ مثلاً ''خطرہ'' کو ''قطرہ'' (ورق ۸ ، الف) ''قل'' کو '' غل'' (ورق ۱۰ ، الف) لکھا گیا ہے ۔ کاتب نے ڈ اور ٹ پر ''ط'' کی جگہ چار نقطے (: :) ڈالے ہیں ۔ بعض الفاظ کو جزو وار لکھا ہے جیسے ''ٹوٹتے'' کی جگہ ''ٹوٹ تے'' ۔

دیگر نسخے : ۱۔ نسخۂ کتب خانۂ سالار جنگ ، حیدرآباد دکن :

فہرست نمبر ۵۰۷ ۔ لائبریری نمبر ۵۸۶ ۔ سائز $8\frac{1}{2} \times 5\frac{1}{2}$" ۔ صفحات ۵۸ ۔ سطور ۱۴ و ۱۵ ۔ خط نستعلیق ۔ ''اس دیوان میں صرف غزلیات ہیں'' ۔ (سالار جنگ ، صص ۵۳ - ۳۵۲)

"۳۰ ، اوراق ہیں جن میں اوّل اور آخری صفحہ سادہ چھوڑا گیا ہے ۔ بعض صفحات پر کیرم خوردگی کے آثار موجود ہیں . . . کتابت کی غلطیاں اور مغالطے موجود ہیں جو کہیں کہیں رسم کتابت کی قدیمانہ روش کے پیدا کردہ بھی ہیں" ۔

(مقدمہ کلیات شاہ نصیر ، جلد اوّل ، ص ۱۱۲)

۲۔ **نسخۂ کتب خانہ آصفیہ ، حیدرآباد دکن :**

فہرست نمبر ۶۶ ۔ لائبریری نمبر "دواوین ۳۰۲" ۔ سائز ۱۰ × ۶" ۔ صفحات ۲۷۰ ۔ سطور ۱۳ ۔ خط نستعلیق ۔ "اس دیوان میں ردیف وار غزلیات ہیں ۔ ہر ردیف کے بعد سادہ صفحہ چھوڑا گیا ہے ۔ آخری پندرہ صفحے دوسرے کاغذ اور دوسرے خط سے شامل کیے گئے ہیں ۔ بعض صفحوں میں حاشیے پر بھی غزلیات کا اضافہ کیا گیا ہے ۔ . . . بقولِ بعض دیوانِ نصیر کا یہ نسخہ بہت اہمیت رکھتا ہے کیونکہ نصیر کے استاد سائل (کذا) کی قلمی اصلاحیں شامل ہیں" ۔ (آصفیہ ، اوّل ، صص ۴۱ - ۴۰)

"غالباً سب سے قدیم [نسخہ] ہے . . . مائل . . . تیرھویں صدی ہجری کے آغاز ہی میں فوت ہو چکے تھے ۔ اس وقت تک نصیر کا یہ دیوان مرتّب ہو چکا ہو ، اس کا امکان بہت کم ہے . . . . یہ نسخہ کسی ایسے شخص کا ترتیب دادہ معلوم ہوتا ہے جو یا تو شاہ نصیر کا شاگرد ہے یا ان کے کلام سے واقف ، جس کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ اس نے بعض غزلوں کی تحریر کے وقت مقطع سے پہلے ایک دو شعروں کے لیے جگہ چھوڑ دی ہے . . . بعض مقامات پر 'دریافت طلب' اور 'غور طلب' لکھا ہوا ہے . . . جس سے ذہن میں یہ خیال اُبھرتا ہے کہ شاید ان غزلیات کی ترتیب شاہ صاحب کے زمانۂ حیات سے تعلق رکھتی ہے . . . نسخے کے حواشی پر بتدریج بعض نشانات اور تحریروں

سے پتا چلتا ہے کہ یہ ایک سے زیادہ اشخاص کے
مطالعے میں رہا ہے . . . کسی . . . قاری نے . . .
جگہ جگہ شاہ صاحب کے کلام پر تنقید کی ہے اور کہیں
کہیں اصلاح دینے کی کوشش بھی ملتی ہے . . .
نسخے میں کتابت کی گوناگوں غلطیاں موجود ہیں
. . . نسخے کا آخری ورق یا اوراق ضائع ہو گئے ہیں''۔
(مقدمہ ، کلیاتِ نصیر ، اوّل ، صص ۱۰ - ۱۰۴)

بنارس یونی ورسٹی ، لائبریری میں کلامِ شاہ نصیر کے دو نسخے ہیں :

۳- **کلیات** : لائبریری نمبر ۳ . IX . U/۱/۶۳ (نوادر ، بنارس ، اُردو ، ص ۱۷)

۴- **پارۂ دیوان** : لائبریری نمبر ۳ . IX . U/ ۲/۶۳ نا مکمل کرم خوردہ ۔ (ایضاً)

۵- **نسخہ ادارۂ ادبیاتِ اُردو ، حیدرآباد دکن :**

فہرست نمبر ۸۱ - اوراق ۲۸ - سطور ۱۳ - سائز ۹ × ۵ ۱/۴" ۔ خط نستعلیق ۔ ''یہ منتخب دیوان . . .
غالباً مہاراجہ [چندو لال شاداں] ہی کے حکم سے یا
انھی کے کسی درباری نے نقل کرایا ہے کیونکہ
کتاب کے آغاز میں مختلف شعرا کے اشعار کے ساتھ
مہاراجہ کا ایک مطلع بھی کاتب نے نقل کیا ہے . . .
اس نسخے میں شاہ نصیر کی غزلوں کے تقریباً آٹھ سو
اشعار منتخب کیے گئے ہیں'' ۔ (ادارۂ ادبیات ، اوّل ،
ص ۱۰۵)

''یہ ایک بہت معمولی قلمی نسخہ ہے جو اغلاطِ
کتابت سے بھی پاک نہ تھا . . . اگر یہ مہاراجہ کے
حکم سے یا ان کے لیے نقل ہوتا تو یہ اپنے ظاہر اور
باطن کے اعتبار سے اتنا معمولی نسخہ نہ ہوتا . . . اس
مجموعۂ اشعار کے ساتھ ، اسی تقطیع ، اسی کاغذ اور

اسی خط میں سودا کے اشعار کا بھی ایک انتخاب ملتا ہے جو اس امر کا ایک اور ثبوت ہے کہ کسی شخص نے اپنی ذاتی دل چسپی کے لیے ان اشعار و غزلیات کا انتخاب کیا تھا اور یہ ممکن ہے کہ اس انتخاب کا ماخذ سر سالار جنگ میوزیم والا نسخہ [دیگر نسخے : ۱] ہو جس کا کاغذ اور کتابت دونوں اس سے زیادہ قدیم معلوم ہوتے ہیں'' ۔ (مقدمہ ، کلیاتِ شاہ نصیر ، اوّل ، صص ۱۶ - ۱۱۵)

۶- نسخۂ دیوان کتب خانۂ نواب فیلسوف جنگ ، حیدرآباد دکن :

فہرست نمبر (۵۲۵۴ مطبوعہ فہرست ، ''فن دواوین وغیرہ'' ، ص ۳)

۷- نسخۂ پٹیالہ :

یہ نسخہ سنٹرل پبلک لائبریری ، پٹیالہ میں ہے ۔ اس کے بارے میں ڈاکٹر تنویر احمد علوی نے مندرجہ ذیل تفصیلات فراہم کی ہیں :

''(نمبر) داخلہ ۱۰۵۶۹ فن ق ۱۵ ، امور کتابت ۴۰۲ . . . ترقیمے سے محروم ہے ۔ کاتب کا نام تک درج نہیں ، نہ زمانۂ ترتیب یا سالِ تحریر پر کسی طرح سے کوئی روشنی پڑتی ہے . . . رسمِ کتابت سے اتنا ضرور پتا چلتا ہے کہ کاتب پنجاب کا رہنے والا ہے . . . اس نسخے میں بہت سی وہ غزلیں اور اشعار مل جاتے ہیں جو نسخۂ رضا (دیگر نسخے : ۸) کے علاوہ کسی اور ماخذ میں دستیاب نہیں ۔ سہو کتابت کے گونا گوں نمونے اس نسخے میں . . . سامنے آتے ہیں . . . بعض اشعار حاشیے پر لکھے ہوئے ملتے ہیں . . . کچھ غزلیں ایسی بھی ہیں جو ایک سے زیادہ

مرتبہ نقل کی گئی ہیں . . . ترتیبِ اوراق غلط ہو گئی ہے . . . قصائد و مخمّسات سے . . . اس کا دامن . . . خالی ہے ۔ خط صاف ہے ۔ کاغذ باریک اور کافی مضبوط ہے ۔ قطعہ ، رباعی ، تاریخ اور کہیں کہیں غزل اور درمیانِ غزل آنے والے قطعے کو سرخ روشنائی سے لکھا ہے . . . سائز ۱۲ × ۷" . . . ۱۳ - ۱۴ ، ۱۴ شعر فی صفحہ درج کیے گئے ہیں . . . یہ نسخہ پچھلی صدی عیسوی کے نصف آخر کا مرتبہ معلوم ہوتا ہے . . . یہ نسخہ ریاست کپورتھلہ کی لائبریری کی زینت رہ چکا ہے" ۔ (مقدمہ ، کلیاتِ شاہ نصیر ، اوّل ، صص ۱۹ - ۱۱۶)

۸- نسخۂ رضا لائبریری ، رام پور :

مولانا محمد حسین آزاد نے شاہ نصیر کے کلام کے ایک نسخے کے بارے میں لکھا ہے :

"دہلی میں میر حسین تسکین ایک طباع اور نازک خیال شاعر تھے ۔ ان کے بیٹے سیّد عبدالرحمٰن بھی صاحبِ مذاق اور سخن فہم شخص تھے ۔ انھوں نے بڑی محنت سے ایک مجموعہ ایسا جمع کیا کہ غالباً اس سے زیادہ ایک جگہ شاہ صاحب کا کلام جمع نہ ہوگا ۔ نواب صاحب رام پور نے کہ نہایت قدر دانِ سخن ہیں ، ایک معقول رقم دے کر وہ نسخہ منگا لیا" ۔ (آبِ حیات ، ص ۴۰۶)

ڈاکٹر تنویر علوی کی اطلاع کے مطابق یہ نسخہ رضا لائبریری ، رام پور میں موجود ہے ۔ اس کے بارے میں موصوف نے یہ اطلاعات فراہم کی ہیں :

"کلامِ نصیر کا سب سے مکمل مجموعہ . . .

۹۶۷/۳۳۸۱ م اس کا نمبر ہے ... تعداد اوراق ۲۸۲ ... اس نسخے میں ... مدحیہ نظمیں ملتی ہیں ... غزلوں کی تعداد ... اس نسخے میں تمام معلومہ قلمی نسخوں سے کہیں زیادہ ہے ... قصیدے اور دیگر اصناف سے تو دوسرے مخطوطات کا دامن تقریباً خالی ہے ۔ تسامحات کتابت کا ایک طویل سلسلہ ہے جو اس میں شروع سے آخر تک ملتا ہے ... غزلوں کے ساتھ تخلّص اکثر ہلکی سرخ روشنائی سے لکھا گیا ہے ۔ ایسے ... بہت سے مقطعے ہیں جہاں تخلّص کی جگہ خالی چھوٹی ہوئی ہے ۔ اس کا کاغذ باریک اور مضبوط ہے اور اس کا رنگ ہلکا زردی مائل ہے ۔ سوادِ خط روشن اور صاف ہے ۔ بعض غزلیں حاشیے پر لکھی ہوئی ہیں'' ۔ (مقدمہ ، کلیاتِ شاہ نصیر ، اوّل ، صص ۲۳ - ۱۱۹)

۹- نسخۂ حافظ محمد اکبر میرٹھی :

''انتخابِ کلیاتِ شاہ نصیر'' کے مرتّب حافظ محمد اکبر میرٹھی کے پاس شاہ نصیر کے کلام کا ایک نسخہ تھا ۔ انھوں نے انتخاب کا ایک حصہ اسی نسخے سے مرتّب کیا تھا ۔ (مقدمہ ، کلیاتِ شاہ نصیر ، اوّل ، صص ۲۴ - ۱۲۳)

۱۰- نسخۂ شاہ بہاءالدین بشیر :

یہ نسخہ شاہ بہاءالدین بشیر[1] کے پاس تھا ۔ ''انتخابِ کلیاتِ شاہ نصیر'' کا دوسرا حصہ اسی نسخے پر مبنی تھا ۔ (مقدمہ ، کلیاتِ شاہ نصیر ، اوّل ، ص ۱۲۴)

۱- بشیر ، شاہ نعیم الدین صغیر (ابن شاہ نصیر) کے نواسے تھے ۔

۱۱- نسخۂ رعد :

یہ نسخہ حکیم نادر علی رعد نبیرہ میر احمد علی خاں شہید دہلوی کے کتب خانے میں تھا - سر ورق کی عبارت کے مطابق "چمنستانِ سخن" مطبوعہ کا متن اسی نسخے پر مبنی ہے -

مطبوعہ نسخے: ۱- "انتخابِ کلیاتِ شاہ نصیر" ، کے نام سے پہلی مرتبہ ۱۲۹۲ھ (۱۸۷۷ء) میں اعلیٰ پریس ، میرٹھ سے شاہ نصیر کا کلام شائع ہوا تھا - یہ انتخاب حافظ محمد اکبر میرٹھی نے مرتّب کیا تھا - یہ ۱۰۸ صفحات پر مشتمل ہے - ص ۸۴ تک مرتّب نے اپنے ذاتی نسخے کا انتخاب دیا ہے اور بقیہ صفحات میں شاہ بہاء الدین بشیر کے نسخے کا انتخاب ہے - (مقدمہ ، کلیاتِ شاہ نصیر ، اوّل ، صص ۲۵ - ۱۲۳)

۲- عمادالملک سیّد حسین بلگرامی نے سلسلۂ مختار اشعار کے تحت شاہ نصیر کے کلام کا انتخاب آگرے سے ۱۸۹۷ء میں شائع کیا - یہی انتخاب مدراس سے بھی ۱۹۰۲ء میں شائع ہوا تھا -

۳- چمنستانِ سخن :

یہ دیوان مطبع فخر نظامی ، حیدر آباد دکن سے ۱۳۱۴ھ (۹۷-۱۸۹۶ء) میں شائع ہوا تھا - یہ ۲۴۸ صفحات پر مشتمل ہے - سر ورق کی صراحت کے مطابق اس نسخے کا متن حکیم نادر علی رعد کے ذاتی کتب خانے کے قلمی دیوان پر مبنی ہے ، اور حکیم صاحب ہی نے اس کی تصحیح کی تھی - اس کا ایک نسخہ کتب خانۂ خاص ، انجمن ترقی اُردو ، کراچی میں ہے -

۴- کلیاتِ شاہ نصیر :

ڈاکٹر تنویر احمد علوی نے شاہ نصیر کا تمام کلام "کلیاتِ شاہ نصیر" کے نام سے مرتّب کیا ہے - ترتیبِ

متن کے سلسلے میں ڈاکٹر علوی لکھتے ہیں :

''موجودہ متن شاہ نصیر کے تین قلمی نسخوں ، دو قلمی انتخابات [مذکورہ بالا دیگر نسخے نمبر ۱ ، ۲ ، ۵ ، ۷ ، ۸] اور دو مطبوعہ نسخوں [مذکورہ بالا مطبوعہ نسخے نمبر ۱ ، ۲] کی مدد سے مرتب کیا گیا ہے - اسی کے ساتھ ساتھ شاہ نصیر کے عہد کے تذکروں اور بعد کے کچھ مستند ماخذوں کو بھی سامنے رکھا گیا ہے . . . ترتیب متن میں قدیم تر اور نسبتاً زیادہ صحیح نسخے کو مرجح سمجھا گیا ہے - باقی روایتوں کو حاشیے میں داخل کیا گیا ہے - ایسے اشعار بھی ہیں کہ صحت کے ساتھ ان کی قرأت ممکن نہ ہو سکی - ان کے سامنے ''کذا'' کا نشان بنا دیا گیا ہے - ایسے الفاظ جو بالکل نہیں پڑھے جا سکے ، ان کی جگہ نقطے دے دیے گئے ہیں - ایسی عبارتیں جو ماخذ میں کتابت سے رہ گئی ہیں ، ان کی جگہ پر خط کھینچا گیا ہے - قیاسی تصحیح کو قوسین میں ظاہر کیا گیا ہے - قدیم املا کو ضرورتاً جدید املا میں بدلا گیا ہے'' - (دیباچہ ، ص ۵)

پہلی جلد جس میں ردیف ذ تک کی غزلیات ہیں ، مجلس ترقی ادب ، لاہور کی طرف سے ۱۹۷۱ء میں شائع ہو چکی ہے - دوسری جلد تا حال (اکتوبر ، ۱۹۷۵ء) شائع نہیں ہوئی -

مصنف : نام نصیرالدین ، عرفیت میاں کلّو ، اور سیّد ہونے کی وجہ سے ''شاہ'' نام کا جزو اوّل تھا - باپ کا نام شاہ غریب تھا جو دہلی کے مشہور بزرگ صدر جہاں کی اولاد میں سے تھے - شاہ غریب ، شاہ صدر جہاں کی درگاہ کے سجادہ نشین تھے - شاہ غریب کی وفات کے بعد یہ سجادہ نشینی شاہ نصیر کو ملی - کسی ماخذ میں شاہ نصیر کا سالِ پیدائش

نہیں ہے ۔ شیفتہ نے لکھا ہے کہ شاہ نصیر ساٹھ برس سے مشقِ سخن کر رہے ہیں ۔ گلشن کا سالِ تالیف ۱۲۵۰ھ ہے ۔ اس اعتبار سے شاہ نصیر کی آغازِ شعرگوئی کی تاریخ ۱۱۹۰ھ قرار پاتی ہے ۔ اگر انھوں نے سولہ سال کی عمر میں شعرگوئی کی طرف توجہ کی ہو تو ان کا سالِ ولادت ۱۱۷۴ھ (۶۱ - ۱۷۶۰ع) کے قریب قرار پاتا ہے ۔ بقول قاسم ، شاہ نصیر کی پرورش بہت ناز و نعمت سے ہوئی اور ان کی تعلیم کے لیے متعدد استاد مقرر کیے گئے ۔ لیکن اس کے ساتھ ہی قاسم نے یہ بھی لکھا ہے کہ ''از احوال فن و قواعد سخن چنداں آگہی ندارد'' ۔ (مجموعہ ، دوم ، ص ۲۷۲) ۔ اس سے بھی نتیجہ نکلتا ہے کہ شاد نصیر تعلیم کی تکمیل نہ کر سکے ۔ اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ شاہ نصیر کے والد کا انتقال ۱۱۸۲ھ (۱۷۶۹ء) میں ہوا ، اس وقت شاہ نصیر کم سِن تھے ۔ والد کی وفات کے بعد سلسلۂ تعلیم جاری نہ رہ سکا ہوگا ۔

شاہ نصیر نے میر مھدی مائل کی شاگردی اختیار کی ۔ اور بہت جلد دہلی کے ادبی حلقوں میں شہرت اور مقبولیت حاصل کر لی ۔ بقولِ آزاد ''شاہ عالم کے زمانے میں شاعری جوہر دکھانے لگی تھی اور خاندانی عظمت نے ذاتی کمال کی سفارش سے دربار تک پہنچا دیا'' ۔ (آبِ حیات ، ص ۳۰۴) ۔ شاہی دربار سے وابستگی شاہ نصیر کی مزید شہرت و مقبولیت کا سبب ہوئی اور دہلی کے اکثر شاعر اُن سے اصلاح لینے لگے ۔ بہادر شاہ ظفر نے جب شاعری شروع کی تھی تو اُنھوں نے شاہ نصیر ہی کی شاگردی اختیار کی تھی ۔ شاہ نصیر نے تین یا چار بار لکھنؤ کا اور تین مرتبہ حیدرآباد دکن کا سفر کیا ۔ دکن کا آخری سفر ، سفرِ آخرت ثابت ہوا اور وہیں ۲۵ شعبان ، ۱۲۵۴ھ (۲۳ نومبر ، ۱۸۳۸ء) کو انتقال کیا اور مخدوم قاضی موسیٰ قادری کی درگاہ (حیدرآباد) میں دفن ہوئے ۔

ماخذ : (۱) گلزار ، ۴۴۴ - (۲) ہندی ، ۲۶۱ - (۳) عیار ، ۴۷۷ - (۴) عشقی ، دوم ، ۲۹۴ - (۵) عمدہ ، ۷۵۲ - (۶) مجمع ، ۱۳۶ - (۷) ریاض ، ۷۳۴ - (۸) مجموعہ ، دوم ، ۲۷۲ - (۹) بے جگر ، در ردیف ن - (۱۰) ابن طوفان ، ۴ ، ۵ ، ۲۸ ، ۸۱ - (۱۱) دستور ، ۱۱۳ - (۱۲) گلشن ، ۲۳۰ - (۱۳) انتخاب ، ۱۶۵ - (۱۴) گلستان ، ۲۵۳ - (۱۵) خوش معرکہ ، دوم ، ۱۴۲ - (۱۶) شعرائے ہند ، ۲۱۸ - (۱۷) بہار ، ۳۱۸ - (۱۸) یادگار ، ۲۰۸ - (۱۹) گلستان سخن ، ۴۵۹ - (۲۰) سخن شعرا ، ۵۲۲ - (۲۱) نادر ، ۱۶۵ - (۲۲) خزینہ ، ۱۰۲ ب - (۲۳) شمیم ، اوّل ، ۴۰ - (۲۴) طور ، ۱۱۶ - (۲۵) بزم ، ۱۱۳ - (۲۶) جلوہ ، ۲۰۳ ، ۲۷۴ ، ۲۷۷ - (۲۷) شعرائے دکن ، ۱۰۶۶ - (۲۸) معرکہ ، ۱۲۱ - (۲۹) وقائع عبدالقادر ، ۲۶۹ - (۳۰) قاموس ، دوم ، ۲۵۹ - (۳۱) گلزار آصفیہ ، ۱۵۴ - (۳۲) گارسیں دتاسی ، دوم ، ۴۱۸ - (۳۳) آب حیات ، ۴۰۲ - (۳۴) سکسینہ ، نظم ، ۳۰۰ - (۳۵) گل رعنا ، ۲۷۶ - (۳۶) شعرالہند ، اوّل ، ص ۲۴۱ - (۳۷) دلّی ، ۲۶۴ - (۳۸) مرأۃ ، اوّل ، ۳۳۰ - (۳۹) تاریخ ادبیات ، ہفتم ، ۱۴۲ - (۴۰) دلّی کالج میگزین ، دلّی کا دبستان شاعری نمبر ، ۱۹۶۱ء ، ص ۱۸۰ - (۴۱) اہل دہلی ، ۱۶۵ - (۴۲) ''شاہ نصیر'' از اثر رام پوری ، اُردو ادب ، جولائی ، ۱۹۵۱ء - (۴۳) شاہ نصیر کی دکن سے واپسی ، ڈاکٹر انصاراللہ نظر ، ہماری زبان ، ۱۵ مئی ، ۱۹۶۳ء - (۴۴) دل کشا ، دوم ، ۷۳ - (۴۵) ارمغان ، ۱۰۴ - (۴۶) بیاض ، ۸۲ -

● ● ●

١٠٧

دیوانِ ولی [۱]

ولی گجراتی

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو ، کراچی ۔

نمبر : قا ۱۹۳/۳

سائز : ۲۴½ × ۱۴½ س م

اوراق : ۹۵

سطور : ۲۱

کاتب : محمد بازید ۔

تاریخِ کتابت : ۴ رمضان ، ۱۱۳۵ھ [م : ۸ جون ، ۱۷۲۳ء]

خط : نستعلیق ، معمولی ۔

مہر : ترقیمے کے نیچے ایک چھوٹی سی گول مہر ثبت ہے ۔ اس پر درج عبارت کو اس طرح مسخ کیا گیا ہے کہ کوئی لفظ یا حرف واضح نہیں رہا ۔

کیفیت : کاغذ باریک ، مٹیالا ۔ ہر صفحے پر سرخ جدولیں ۔ تخلّص سرخ روشنائی سے ۔ خستگی کے آثار نمایاں ہیں ۔ حواشی کی طرف سے کیرم خوردہ ۔ پیوندکاری کی گئی ہے ۔ پہلا ورق ضائع ہوگیا تھا ، کسی نے یہ ورق دوبارہ لکھ کر شامل کر دیا ہے ، اس کا خط اصل مخطوطے کے خط سے مختلف

ہے - ورق ۱ ، الف پر ایک نسخۂ امساک (بزبانِ فارسی) ہے - متن ۱، ب سے شروع ہوتا ہے -

مخطوطے کے آخر میں (ورق ۹۵ کے بعد) چار ورق اضافہ کیے گئے ہیں - ان پر جعفر ، ابوالحسن رضا ، قادر ، میرن اور قاسم علی ، شعرائے دکن کا کلام ہے - حافظ کی مشہور غزل ''اگر آں ترکِ شیرازی . . .'' بھی لکھی ہے -

ترقیمے میں سنہ کی کیفیت یہ ہے کہ پہلے اکائی کا جو ہندسہ لکھا تھا ، اُسے قلم زد کیا گیا ہے اور پھر اس کی جگہ پانچ کا ہندسہ تحریر کیا گیا ہے - بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سنہ میں تحریف کی گئی ہے ، لیکن محمد شاہی جلوس کا جو سال لکھا ہے وہ ۱۱۳۵ھ ہی کے مطابق ہے ، اس لیے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ کاتب نے پہلے سنہ کا اکائی کا ہندسہ غلط لکھ دیا تھا اور بعد میں اس کی تصحیح کر دی -

ترقیمے کے نیچے کسی نے یہ عبارت لکھی ہے :

سالِ جلوس محمد شاہ بادشاہ ۱۱۳۱ھ

سالِ وفات ۱۱۶۱ھ

کسی اور شخص نے سنہ ۱۱۶۱ھ پر دائرہ بنا کر حاشیے پر ۱۱۱۹ھ لکھ دیا ہے - یہ خط قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی کا معلوم ہوتا ہے - اُوپر جس شخص نے ۱۱۶۱ھ لکھا تھا ، اس کی مراد محمد شاہ کے سالِ وفات سے تھی - قاضی صاحب مرحوم نے اسے ولی کا سالِ وفات سمجھ کر حاشیے پر تصحیح کر دی -

مذکورہ سنین کے نیچے ایک اور عبارت ہے :

''سنہ محمد شاہی کی مطابقت ۱۱۳۵ھ سے ہے''

اس کے نیچے عمر یافعی کے دستخط ہیں اور تاریخ ۱۴-۳-۳۵ فہ

(یعنی ۱۴ بہمن ، ۱۳۳۵ھ فصلی) درج ہے۔[1] (مطابق ۱۷ دسمبر ، ۱۹۲۵ء)۔ اس سے معلوم ہوا ہے کہ یہ نسخہ مولانا عمر یافعی کی ملکیت رہ چکا ہے ، اور ان کی بہت سی دوسری کتابوں کے ساتھ انجمن ترقی اُردو کراچی کے کتب خانے میں داخل ہوا تھا۔

آغاز[2] :

"کہتا[3] ہوں ترے ناؤ[4] کوں میں ورد زباں کا
کہتا ہوں ترے شکر کوں عنوان بیاں کا
جس گرد اپر پاؤں[5] رکھیں تیرے رسولاں
اس گرد کوں میں کحل کروں دیدۂ جاں کا
تجہ صدق طرف عدل سوں اے اہلِ حیا دیکھ
تجہ علم کے چہرے پہ نہیں رنگ گماں کا
ہر[6] ذرّہ ہے عالم منیں خورشیدِ حقیقی
یو[7] بوجھ کے بلبل ہوں ہر یک غنچہ دھاں کا
کیا[8] سہم آفات قیامت ستی اس کوں
کھایا ہے جو کوئی[9] تیر تجہ ابرو کی کماں کا"

اختتام :

"زخم عشقت[10] لگے مجھے کاری
اب سجن زود تر بدلداری
جا کہ[11] کر توں ولی کے دکھ کی دوا

۱- قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی مرحوم نے اسے "۱۴ مارچ ، ۱۹۳۵ء" پڑھا ہے۔ (سہ ماہی "اُردو" ، جولائی ، ۱۹۵۵ء ، ص ۳۵۱)۔

۲- ذیل کے حواشی میں نسخۂ مطبوعہ ، مرتّبہ ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی ، طبع دوم کے اختلافات ہیں۔ کلامِ ولی کے سلسلے میں تمام اختلافات اسی مطبوعہ نسخے سے دیے گئے ہیں۔ آیندہ سطور میں جہاں بھی "نسخۂ مطبوعہ" لکھا ہے ، اس سے مراد یہی ایڈیشن ہے۔

۳- کیتا
۴- ناؤں
۵- پانوں

۶- ہر ذرّۂ عالم میں ہے خورشید حقیقی

۷- یوں بوجھ کے . . . ہر اک . . .

۸- کیا سہم ہے آفات . . .

۹- کُئی

۱۰- زخم عشق مجھ لگے کاری (کذا)

۱۱- کے

باز اگر با این پری رویان سرے پیدا کنم
بے تکلف در محبت جوہرے پیدا کنم
زر اگر باشد بہر شب دل برے پیدا کنم
از پریدن باز ماندم تا پرے پیدا کنم
عشق را موقوف کردم تا زرے پیدا کنم"

ترقیمہ : "کاتب الحروف فقیر حقیر محمد بازید ولد محمد عثمان ابن عیسیٰ خان غفر اللہ لہ ذنبہ بتاریخ ۴ ماہ رمضان المبارک ، سنہ ۱۱۳۵ یوم پنج شنبہ بوقت دوپہر سنہ ۴ جلوس محمد شاہی قلمی شد ـ تمت تمام شد ، در خجستہ بنیاد اورنگ آباد :

قاریا بر من مکن قہر عتاب
گر خطاء رفتہ باشد در کتاب
آں خطاء رفتہ را تصحیح کن
از کرم واللہ اعلم بالصواب
نوشتہ بماند سیہ بر سفید
نویسندہ را نیست فردا اُمید
ہر کہ خواند دعاء طمع دارم
زانکہ من بندۂ گنہ کارم"

مندرجات : غزلیات[1] ورق ۱ ، ب تا ۸۱ ب
ترجیع بند (مرے دل میں وہ سرو گل فام ہے)
ورق ۸۱ ، ب تا ۸۳ ، الف
ترجیع بند در مدح شاہ وجیہہ الدین
(اے تو مقبول سرور عالم) ورق ۸۳ ، الف تا ۸۴ ، ب
مثنوی (الٰہی دل اپر دے عشق کا داغ)
ورق ۸۴ ، ب تا ۸۵ ، الف
مثنوی (در تعریف شہر سورت)
ورق ۸۵ ، الف تا ۸۶ ، الف

۱- قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی نے غزلوں کی تعداد ۳۳۶ بتائی ہے ۔ (سہ ماہی "اُردو" جولائی ۱۹۵۵ء ، ص ۳۵۱)

نعت (عشق میں لازم ہے اول ذات کوں فانی کرے)
ورق ۸۶ ، الف تا ۸۷ ، ب
حمد و نعت و منقبت و موعظت

(لے زباں پر تو اولِ اوّل)	ورق ۸۷ ، الف تا ۹۰ ، الف
رباعیات	ورق ۹۰ ، الف و ب
فردیات	ورق ۹۰ ، ب تا ۹۱ ، ب
مخمّسات[1]	ورق ۹۲ ، الف تا ۹۴ ، ب
مثلث	ورق ۹۴ ، ب تا ۹۵ ، الف
مخمّس کا ایک بند (فارسی)	ورق ۹۵ ، الف

خصوصیات : یہ دیوانِ ولی کے قدیم ترین نسخوں میں سے ایک ہے۔ کتابت کی غلطیاں خاصی تعداد میں ہیں ۔ کاتب غیر محتاط ہی نہیں ، کم سواد بھی ہے ۔ ''کسافت'' (کثافت) اور ''موثلثل'' (مثلث) جیسے الفاظ متعدد مقامات پر ملتے ہیں ۔ کسی نے حواشی پر جابجا غلطیوں کی تصحیح کی ہے اور نسخۂ منقول عنہ یا کسی دوسرے نسخے سے مقابلہ کر کے زائد اشعار بھی حواشی پر لکھے ہیں ۔ اس قسم کے اضافے بعض جگہ کاتبِ متن کے قلم سے بھی ہیں ۔ مثلاً ورق ۹ ، الف کے حاشیے پر کاتب نے ایک غزل لکھی ہے اور اس کے گرد بھی سرخ جدول ہے ۔ کسی اور شخص نے ، جس کا خط کاتبِ متن اور مذکورہ بالا دوسرے کاتب کے خط سے مختلف ہے ، حواشی پر دوسرے شعرا کا کلام درج کیا ہے ۔ مثلاً ورق ۲۸ ، ب پر جعفر کی اور ورق ۳۱ ، الف پر صادق کی غزل ہے ۔ ورق ۷۶ ، ب پر ''ریختہ از محمد مہتاب'' کے عنوان کے تحت ایک غزل درج کی گئی ہے ۔ ورق ۵۷ ، الف پر عطا کا سلام ہے ۔ اسی طرح بعض اور شعرا کا کلام بھی حواشی پر ملتا ہے ۔

۱۔ مخمّس تعداد میں دس ہیں ۔ نسخۂ مطبوعہ (طبع دوم) میں یہ مخمّس نمبر ۶ تا ۱۱ اور نمبر ۱۳ ، ۱۴ ، ۱۶ ، ۱۸ پر ہیں ۔

قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی نے اس مخطوطے کا بہ نظر غائر مطالعہ کیا تھا۔ انھوں نے اپنے مقالے ''دیوانِ ولی کا قدیم ترین مخطوطہ'' (سہ ماہی ''اُردو''، کراچی، جولائی، ۱۹۵۵ء) میں چھ مکمل غزلوں اور متعدد ایسے اشعار کی نشان دہی کی ہے جو کلیات مطبوعہ (ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی، طبع سوم) میں نہیں ہیں۔ کلیات مطبوعہ کے ضمیمہ اوّل میں ۴۱ ایسی غزلیں یک جا کی گئی ہیں جو دیوانِ ولی کے کسی کسی نسخے میں ملتی ہیں، تمام نسخوں میں نہیں ملتیں۔ قاضی صاحب نے ان میں سے ۱۵ غزلوں کی زیرِ نظر قلمی نسخے میں نشان دہی کی ہے۔ اختلافاتِ نسخ کے سلسلے میں قاضی صاحب لکھتے ہیں:

> ''کلیاتِ ولی کے مطبوعہ نسخوں میں کئی اختلافاتِ نسخ پائے جاتے ہیں۔ اس مخطوطے سے ان کی تصحیح میں بڑی مدد ملے گی۔ چونکہ یہ قدیم نسخہ ہے اس لحاظ سے اس میں ایسے الفاظ ملتے ہیں جو دوسرے نسخوں کے مقابلے میں زیادہ صحیح معلوم ہوتے ہیں''۔ (سہ ماہی ''اُردو''، محولا بالا، ص ۳۶۲)

قاضی صاحب نے کلیات طبع سوم کا اس نسخے سے مقابلہ کر کے، اوّل الذکر کی متعدد اغلاط کی نشان دہی بھی کی ہے۔ قاضی صاحب نے یہ بھی بتایا ہے کہ اس نسخے کی غزلیات کی ترتیب عام نسخوں سے جداگانہ ہے اور ایک ردیف کی بعض غزلیں دوسری ردیف کی غزلوں میں شامل ہو گئی ہیں۔

دیگر نسخے: محمد اکرام چغتائی نے اپنے مقالے ''دیوانِ ولی کے قلمی نسخے'' (سہ ماہی ''اُردو''، کراچی، شمارہ جات جولائی و اکتوبر، ۱۹۶۶ء) میں دیوانِ ولی کے ۱۱۸ نسخوں کی تفصیلات دی ہیں، نیز ۳۳ ایسی بیاضوں کی نشان دہی کی ہے، جن میں ولی کا کلام ملتا ہے۔ یہاں صرف انھیں

نسخوں کی تفصیل دی جاتی ہے ، جن کا ذکر اکرام چغتائی
کے مقالے میں نہیں ہے -

کتب خانۂ خدا بخش ، پٹنہ میں دیوانِ ولی کے تین نسخے ہیں :

۱- فہرست نمبر ۱۲۵ - پروگریس نمبر ۶۳۵۵ - اوراق
۱۲۵ - سطور ۱۵ - خط نستعلیق - (بانکی پور ، ص ۱۴)

۲- فہرست نمبر ۱۲۶ - پروگریس نمبر ۶۲۵۵ - اوراق ۸۳ -
سطور غیر معین - خط نستعلیق - سالِ کتابت ۱۱۲۰ھ
''اس نسخۂ دیوان کے ساتھ ایک قصہ فارسی میں (دھیان
سورج) اور کچھ متفرق نظم از قسم قصائد و غزلیات
وغیرہ ہیں جو علیحدہ ۳۶۵ صفحات پر مرقوم ہیں'' -
(بانکی پور ، ص ۱۴)

۳- فہرست نمبر ۱۲۸ - پروگریس نمبر ۳۶۵۴۵ - اوراق
۲۹ - سطور ۱۵ - بخط مصنّف - ناقص الطرفین ، اوراق
دریدہ و بوسیدہ - (بانکی پور ، ص ۱۵) - فہرست نگار
نے یہ نہیں بتایا کہ انھوں نے کس بنا پر اس نسخے
کو بخط مصنّف قرار دیا ہے -

۴- **نسخۂ ببلیوتک ناسیونال ، پیرس :**
مخطوطہ نمبر ۸۳۶ - سائز ۲۳۵ × ۱۶۰ ملی میٹر -
صفحات ۸۷ - سطور ۱۶ - اٹھارویں صدی عیسوی کا
مکتوبہ - ابتدا میں ''چند فارسی اشعار'' ہیں - (پیرس ،
ص ۱۲)

۵- **نسخۂ مانچسٹر ، جون ریلنیڈ لائبریری :**
نمبر ''ہندوستانی ۲۷'' - ''سلیمان جاہ اور ہملٹن کے
کتب خانوں میں یہ نسخہ رہ چکا ہے - اوراق ۷۵ -
مکتوبہ میر نیاز علی بیست و ہشتم محرم الحرام ، ۱۲۲۳ھ
بروز یک شنبہ - سلیمان جاہ کی سرخ مستطیل مہر ہے
جس میں ۱۲۴۴ھ کے اعداد منقوش ہیں - ان کے
کتب خانے میں یہ کتاب غالباً ماہ رمضان ، ۱۲۳۷ھ
کو پہنچی'' - (معاصر ، پٹنہ ، حصہ ۱۰ ، ص ۱۷)

۶- **نسخہ کتب خانہ درگاہ حضرت پیر محمد شاہ ، احمد آباد :**
مکتوبہ ۱۱۹۷ھ - (نوائے ادب ، اکتوبر ، ۱۹۵۵ء ، صص ۲۵ - ۲۳)

۷- **نسخہ کتب خانہ محبوب علی ، حیدر آباد دکن :**
اس کتب خانے کی مطبوعہ فہرست میں ''مثنوی ولی دکنی'' کے نام سے ایک مخطوطے کا اندراج ہے (نشان الماری ۱۷ - نشان فن ۷۴۷) - صفحات ۳۳۴ - سائز ۱۰½ × ۶½" - خط نستعلیق - (فہرست مطبوعہ کتب خانہ ہذا ، ص ۲۰۴) - صفحات کی تعداد کو دیکھتے ہوئے گمان غالب ہے کہ یہ دیوانِ ولی کا مخطوطہ ہوگا جسے غلطی سے ''مثنوی'' لکھا گیا ہے -

ایشیاٹک سوسائٹی لائبریری کلکتہ میں دیوانِ ولی کے دو نسخے ہیں :

۸- فہرست نمبر ۶۳ - لائبریری نمبر ۳۵ - (فہرست ایشیاٹک سوسائٹی ، ص ۳)

۹- فہرست نمبر ۶۴ - لائبریری نمبر ۳۶ - (ایضاً)

۱۰- **نسخہ کتب خانہ ذاتی ایم عرفان ، صدر انجمن ترقی اُردو ، بھوپال :**
فہرست نمبر ۱ ، انتخابِ کلام - مکتوبہ ۱۱۷۰ھ/۱۷۵۶ء - (ہماری زبان ، علی گڑھ ، ۸ جنوری ، ۱۹۶۹ء ، ص ۹)

کتب خانہ اہلِ اسلام مدراس میں دیوانِ ولی کے تین نسخے ہیں :

۱۱- فہرست نمبر ۲۳۰۶ - (اہل اسلام 'مدراس' ، ص ۲۱۸)

۱۲- فہرست نمبر ۲۳۰۷ - عطیہ ریورنڈ ایڈورڈ سیل (ایضاً ، ص ۲۱۸)

۱۳- فہرست نمبر ۲۳۰۸ - عطیہ شاہ سیف اللہ قادری - (ایضاً)

۱۴ تا ۱۹- رک : مخطوطہ نمبر ۱۰۸ تا ۱۱۳ -

مطبوعہ نسخے: ۱- دیوانِ ولی پہلی مرتبہ گارسیں دتاسی نے ۱۸۳۳ء میں پیرس سے شائع کیا تھا - اس کے سرورق کی سطر بہ سطر عبارت یہ ہے :

"دیوانِ ولی
چھاپا ہوا
اہتمام سے
غرسیں دتاسی کے
شہر پاریز کے
بادشاہی چھاپے خانے میں
سنہ ۱۸۳۳ عیسوی
مطابق سنہ ۱۲۴۹ ہجری"

اس نسخے میں مقدمہ ، غزلوں کے تراجم اور حواشی فرانسیسی زبان میں ہیں - یہ مطبوعہ نسخہ کتب خانۂ خاص ، انجمن ترقی اُردو ، کراچی میں ہے -

۲- دیوانِ ولی مطبع حیدری ، بمبئی ، ۱۲۹۰ھ ، مرتّبہ محمد منظور - سرورق پر یہ صراحت کی گئی ہے : "دیوان ولی من تصنیف ولی الدین علیہ الرحمہ احمد آبادی بتصحیح کمال و بمقابلہ نسخہ ہائے صحت اشتمال جناب قاضی ابراہیم صاحب اور نورالدین بن جیوا خاں صاحب سلمہم الواہب نے مطبع حیدری میں مطبوع فرمایا ۱۲۹۰ھ" - ابتدا میں محمد منظور کا ۱۶ صفحات کا دیباچہ ہے - دیوان ص ۱۸ سے ۱۶۰ تک ہے - غزلیات ص ۱۴۴ تک ہیں ، اس کے بعد مستزاد ، مخمس ، ترجیع بند ، مثنوی (شہر سورت کی تعریف میں) اور رباعیات ہیں - یہ نسخہ ضمیر نیاری صاحب (کراچی) کے ذاتی کتب خانے میں ہے -

۳- مطبع نول کشور ، لکھنؤ نے دیوانِ ولی ۱۲۹۵ھ میں شائع کیا - (مقدمہ کلیاتِ ولی ، ص ۷)

۴- دیوانِ ولی جیّد پریس ، دہلی ، ۱۹۲۱ء - یہ مذکورہ بالا نسخہ بمبئی کی لفظ بلفظ نقل ہے - فرق صرف یہ ہے کہ اس میں سے محمد منظور کا دیباچہ نکال کر حیدر ابراہیم سایانی ، استاد شعبہ فارسی ، دکن کالج پونہ کا دیباچہ شامل کر دیا گیا ہے - ''وجہ انطباع'' کے تحت دیباچہ نگار نے لکھا ہے کہ ''مناسب معلوم ہوا کہ اس (دیوان) کے مشکل الفاظ کی فرہنگ اور بعض بعض اشعار کی شرح بھی کر دی جائے جس سے طلبہ اور اہلِ ذوق کو کافی سہولت ہو جائے'' (ص ۴) - دیباچے میں ۱۹ اشعار کی شرح تو ملتی ہے لیکن فرہنگ اس میں شامل نہیں - دیباچہ ۲۰ صفحات میں ہے - دیوان کے صفحات پر علیحدہ نمبر درج گیے ہیں جو ص ۱ سے ۱۴۴ تک ہیں -

۵- کلیات مرتّبہ سیّد احسن مارہروی - شائع کردہ انجمن ترقی اُردو ، اورنگ آباد ، ۱۹۲۷ء - اس کے شروع میں مرتّب نے ۱۰۴ صفحے کا مفصل مقدمہ لکھا ہے - یہ کلیات ۹ قلمی و مطبوعہ نسخوں سے مرتّب کیا گیا ہے - اس کے آخر میں ایک ضمیمہ بھی ہے جس میں مزید چند نسخوں کے زائد اشعار دیے گئے ہیں نیز ضمیمہ دوم میں بعض نسخوں سے مقابلہ کرکے اختلافاتِ نسخ درج کیے گئے ہیں - ضمیموں میں جن نسخوں کو استعمال کیا گیا ہے ، وہ مرتّب کے پیشِ نظر نہیں تھے - مولوی عبدالحق کے دیباچے کے مطابق یہ ضمیمے ''انجمن'' نے اضافہ کیے ہیں -

۶- کلیات ، طبع دوم ، مرتّبہ ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی - انجمن ترقی اُردو ، دہلی ، ۱۹۴۵ء - مولانا احسن مارہروی

کے مرتبہ نسخے کو از سرِ نو مرتب کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر ہاشمی نے ۱۴ قلمی و مطبوعہ نسخوں سے متن کی تصحیح کی ہے۔ اس میں بہت سا کلام پہلے ایڈیشن سے زائد ہے۔ پہلے ایڈیشن میں زائد کلام کا جو ضمیمہ تھا، اسے متن میں شامل کر دیا گیا ہے اور اختلافاتِ نسخ والے ضمیمے کو خارج کر دیا گیا ہے۔ اس ایڈیشن میں مولانا احسن مارہری کا مقدمہ شامل نہیں ہے۔ نیا مقدمہ ڈاکٹر ہاشمی نے لکھا ہے نیز ''ولی کی زبان'' کے عنوان سے ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کا ایک مقالہ شامل کیا گیا ہے۔ اس نسخے میں اختلافاتِ نسخ نہیں دیئے گئے بلکہ بقول مرتب ''متن میں وہی الفاظ رکھے گئے ہیں جو زیادہ تر نسخوں میں پائے گئے یا جو قرائن اور ربطِ کلام سے موزوں ترین سمجھے گئے . . . مولانا احسن مارہروی نے بعض الفاظ کو مروج طریقۂ تحریر کے مطابق منضبط کر دیا تھا۔ اس مرتبہ اس کی تصحیح کر دی گئی ہے''۔ (دیباچہ، صص ۸ - ۷)

۷۔ کلیات طبع سوم، انجمن ترقی اُردو، کراچی، ۱۹۵۴ء۔ یہ طبع دوم کے مطابق ہے۔ اس میں کوئی اضافہ یا ترمیم نہیں کی گئی۔

۸۔ انتخابِ دیوان از حسرت موہانی، کانپور، ۱۹۳۳ء۔ دس صفحات کا یہ انتخاب ''انتخابِ سخن'' کی جلد یازدھم (اساتذۂ متفرق) کے جزو اوّل میں شامل ہے۔

۹۔ مولانا حسرت موہانی کے انتخاب کو مکتبۂ میری لائبریری، لاہور نے ۱۹۶۵ء میں اور پھر ۱۹۶۸ء میں شائع کیا۔ اس انتخاب کے ساتھ ایک اور انتخابِ دیوان ولی بھی شامل ہے جو محمد خاں اشرف نے کیا ہے۔ اس کے شروع میں ''ولی کا لسانی شعور'' کے عنوان سے محمد خاں اشرف کا ایک مقالہ بھی ہے۔

۱۰- ''ریختۂ ولی'' کے نام سے ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی نے ''دیوانِ ولی کا انتخاب مع مقدمہ و فرہنگ'' لکھنؤ سے شائع کیا - اس کا دوسرا ایڈیشن جو اس وقت پیشِ نظر ہے ، ۱۹۷۲ء میں شائع ہوا تھا - یہ انتخاب نصابی ضروریات کے لیے ہے - اس کا مقدمہ ''تقریباً'' وہی ہے جو کلیات طبع سوم کا ہے - انتخاب ص ۳۵ سے ص ۱۷ تک ہے -

۱۱- ''مطالعۂ ولی'' از ڈاکٹر شارب ردولوی - لکھنؤ ۱۹۷۲ء - ابتدا میں ولی کے حالات اور تجزیۂ کلام ہے - انتخاب کلام ص ۵۷ سے ص ۲۰۶ تک ہے - آخر میں فرہنگ بھی ہے -

۱۲- انتخابِ کلامِ ولی ، از سیّد محمد - یہ انتخاب جو ۲۸ صفحات پر مشتمل ہے ''یادگار ولی'' (صص ۲۷ - ۲۳۵) میں شامل ہے - (مکمل حوالہ ''مآخذ'' کے تحت ہے)

مصنّف : ولی کا نام محمد ولی اللہ تھا اور باپ کا نام شریف محمد (متوفی : ۱۰۷۲ھ) جو سیّد عبدالرحمٰن (بن سیّد احمد بن سیّد بہاء الدین بن حضرت شاہ نصراللہ حسینی) کے بیٹے تھے - شاہ نصراللہ حسینی گجرات کے مشہور بزرگ حضرت شاہ وجیہہ الدین (متوفی : ۹۹۸ھ) کے حقیقی بھائی تھے - ولی کا اصل وطن گجرات تھا ، تعلیم و تربیت احمد آباد میں ہوئی - شیخ نورالدین سہروردی (متوفی : ۱۱۵۵ھ) سے ولی نے تعلیم حاصل کی - شاعری میں وہ ، شاہ گلشن (متوفی : ۱۱۴۱ھ) کے شاگرد تھے - ولی نے سیر و سیاحت بھی کی - سورت ، اورنگ آباد دکن ، برہان پور اور دہلی میں ان کا قیام ثابت ہے - انھوں نے حج بھی کیا تھا - تاریخِ وفات ۴ شعبان ، ۱۱۱۹ھ (م : ۳۱ اکتوبر ، ۱۷۰۷ء) ہے - (ولی گجراتی ، ڈاکٹر سیّد ظہیرالدین مدنی ، بمبئی ، ۱۹۵۰ء) ڈاکٹر جمیل جالبی کی تحقیق کے مطابق ولی کی وفات

۱۱۳۳ھ اور ۱۱۳۸ھ کے درمیان ہوئی تھی - (ولی کا سال وفات ، اورینٹل کالج میگزین ، لاہور ، شمارہ مارچ ، جون ، ۱۹۷۲ء) - دیوان اُردو کے علاوہ ولی کی ایک تصنیف ''نورالمعرفت'' بھی ہے جو فارسی میں ہے - یہ رسالہ گجرات کے مدرسہ ہدایت کی تعریف میں ہے - اس میں ولی نے اپنے استاد شیخ نورالدین اور ان کے فرزند شیخ محمد صالح کی مدح بھی کی ہے - یہ رسالہ ڈاکٹر سیّد ظہیرالدین مدنی نے رسالہ ''اُردو'' بابت جولائی ، ۱۹۴۷ء میں شائع کرا دیا تھا - بعد میں یہ ۱۹۵۰ء میں بمبئی سے کتابی صورت میں شائع ہوا تھا -

مآخذ : (۱) نکات ، ۱۰۱ - (۲) گفتار ، ۹ - (۳) ریختہ گویاں ، ۱۴۴ - (۴) مخزن ، ۲۱ - (۵) چمنستان ، ۱۰۴ - (۶) طبقات ، ۵ ، ۲۴۴ - (۷) شعرائے اُردو ، ۱۸۴ - (۸) شورش ، دوم ، ۳۰۰ - (۹) مسرت ، ۲۳۳ - (۱۰) گلزار ، ۴۳۶ - (۱۱) گلشن سخن ، ۲۴۷ - (۱۲) عیّار ، ۸۲۴ - (۱۳) حیدری ، ۹۵ - (۱۴) عشقی ، دوم ، ۳۰۱ - (۱۵) گلشن ہند ، ۱۷۵ - (۱۶) عمدہ ، ۸۰۱ - (۱۷) مجمع ، ۱۳۹ - (۱۸) مجموعہ دوم ، ۲۹۶ - (۱۹) دیوان جہاں ، ۲۴۹ - (۲۰) بے جگر در ردیف و - (۲۱) گلشن ، ۲۳۷ - (۲۲) انتخاب ، ۲۴۹ - (۲۳) بہار ، ۳۳۵ - (۲۴) نازنینان ، ۳۵ - (۲۵) گلستان ، ۲۸۱ - (۲۶) خوش معرکہ ، دوم ، ۵۶۸ - (۲۷) شعرائے ہند ، ۳۸ - (۲۸) مخزن شعرا ، ۱۱۰ - (۲۹) سراپا سخن ، ۱۳۸ - (۳۰) ترجمہ مخزن ، ۶۲ - (۳۱) یادگار ، ۲۱۷ - (۳۲) فردوس ، ۱۰۱ ، ۱۵۳ - (۳۳) سخن شعرا ، ۵۵۶ - (۳۴) نادر ، ۱۷۷ - (۳۵) دل کشا ، دوم ، ۸۷ - (۳۶) شمیم ، اوّل ، ۲۰ - (۳۷) آب حیات ، ۸۸ - (۳۸) جلوہ ، اوّل ، ۹۰ - (۳۹) شعرائے دکن ، دوم ، ۲۰۵ - (۴۰) شاد ، ۱۶۳ - (۴۱) جواہر سخن ،

اقل ، ۹۸ - (۴۲) عمل ، ۲۸۰ - (۴۳) قاموس ، دوم ، ۲۷۹ - (۴۴) ریاض ، ۳۵۵ - (۴۵) گارسیں دتاسی ، سوم ، ۲۸۱ - (۴۶) مکسینہ ، نظم ، ۷۰ - (۴۷) گل رعنا ، ۸۷ - (۴۸) شعرالہند ، اول ، ۲۶ - (۴۹) مرأۃ ، اول ، ۷۵ - (۵۰) تاریخ ادبیات ، ششم ، ۵۲۶ - (۵۱) الموسی ، مجلہ طلبہٗ سٹی کالج ، حیدرآباد دکن ، بابت خورداد ، ۱۳۴۶ ف - اشاعت خاص بنام ''یادگار ولی'' مرتبہ سیّد محمد ، حیدرآباد دکن - اس میں ولی کی حیات اور شاعری کے بارے میں متعدد مقالات ہیں - مقالہ نگاروں میں ڈاکٹر سیّد محی الدین قادری زور ، مولوی عبدالحق ، ابو ظفر عبدالواحد ، عبدالقیوم باقی ، شیخ چاند ، عبدالقادر سروری اور بعض دوسرے اہل قلم شامل ہیں - (۵۲) ''ولی ، تحقیقی و تنقیدی مطالعہ'' ، مرتبہ محمد خاں اشرف ، مکتبہ میری لائبریری ، لاہور ، ۱۹۶۵ء - اس مجموعے میں مولوی عبدالحق ، ڈاکٹر سیّد ظہیر الدین مدنی ، ڈاکٹر سیّد عبداللہ ، ڈاکٹر وزیر آغا ، ڈاکٹر عبادت بریلوی ، ڈاکٹر عبدالستار صدیقی اور ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی کے مقالے شامل ہیں - (۵۳) یورپ میں دکنی مخطوطات ، ۴۸۲ - (۵۴) علی گڑھ ، ۴۱۸ - (۵۵) کاشف ، دوم ، ۱۰۴ - (۵۶) ارمغان ، ۱۰۹ - (۵۷) بیاض ، ۳ -

ولی کی حیات اور شاعری کے بارے میں متعدد مقالات لکھے گئے ہیں - ان میں سے بعض کا حوالہ مختلف مباحث کے ضمن میں اُوپر متن میں آ چکا ہے نیز بعض مقالات محولہ بالا نمبر ۵۱ و ۵۲ میں شامل ہیں - ان کے علاوہ بھی بعض مقالات کے حوالے ڈاکٹر سیّد ظہیرالدین مدنی کی تالیف ''ولی گجراتی'' بمبئی ، ۱۹۵۰ء میں دیکھے جا سکتے ہیں - گزشتہ چند برسوں میں محمد اکرام چغتائی نے ولی پر چند اہم مقالے لکھے ہیں - ان کے ایک مقالے کا حوالہ اُوپر آ چکا ہے ، بقیہ یہ ہیں :

۱- ولی اور شاہ سعداللہ گلشن ۔ سہ ماہی ''اردو نامہ'' کراچی ، مارچ ، ۱۹۶۶ء

۲- ولی گجراتی کا نام ۔ سہ ماہی ''اردو نامہ'' ، کراچی ، ستمبر ، ۱۹۶۶ء

۳- ولی کا غیر مطبوعہ کلام ۔ سہ ماہی ''اردو'' ، کراچی ، جنوری ، ۱۹۶۷ء

● ● ●

۱۰۸

دیوانِ ولی [۲]

ولی گجراتی

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو ، کراچی ۔

نمبر : قا ۳/۱۹۳

سائز : $\frac{1}{۴}$ ۲۱ × ۱۲ س م

اوراق : ۱۳۱

سطور : ۱۵

کاتب : حافظ غلام محمد ۔

زمانۂ کتابت: تیرھویں صدی ہجری کا ربع دوم (قیاساً)

خط : نستعلیق ، عمدہ ۔

کیفیت : کاغذ دبیز ، سفید ، چکنا ۔ آخری تین اوراق کا کاغذ کھردرا ہے اور ان اوراق کی پیوند کاری بھی کی گئی ہے ۔ مخطوطہ ناقص الاوسط ہے ۔ ورق ۵۵ ، ب پر لام کی ردیف کی پہلی غزل ہے ، اور ورق ۵٦ ، الف سے نون کی ردیف کا کلام شروع ہو جاتا ہے ۔ اوراق پر قدیم نمبر شمار موجود ہیں ، اُن سے معلوم ہوتا کہ ورق ۵۵ اور ۵٦ کے درمیان کے آٹھ ورق ضائع ہو چکے ہیں ۔ جلد سازی بے احتیاطی سے کی گئی ہے ، حواشی پر لکھے ہوئے بعض اشعار کے متن کو نقصان پہنچا ہے ۔ متن ورق ۱ ، ب سے شروع ہوتا ہے ۔

ورق ۱ ، الف پر تعویذ وغیرہ ہیں ۔ کچھ جگہ سادہ رہ گئی تھی ، وہاں پنڈت برجموہن دتاتریہ کیفی کی یہ تحریر ہے :

"نذر

انجمن ترقی اُردو دہلی

۳۰ اکتوبر ، ۱۹۴۴ء ۔ کیفی"

متن کے پہلے ورق سے قبل دو ورق سادہ ہیں جو جلد ساز نے بعد میں اضافہ کیے ہیں ۔ ان میں سے پہلے ورق (الف) پر "عطیّہ کیفی صاحب" لکھا ہے ۔ یہ الفاظ سیّد ہاشمی فرید آبادی کے قلم سے ہیں ۔ (انھوں نے اپنا نام نہیں لکھا) متن ورق ۱۳۱ ، الف پر ختم ہو جاتا ہے ۔ ورق ۱۳۱ ، ب پر تعویذ وغیرہ ہیں ۔ مخطوطے کے تمام عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں ۔ مقطعوں میں تخلّص بھی سرخ ہے ۔ ہر غزل سے قبل "ریختہ" کا لفظ بطور عنوان لکھا گیا ہے ۔

آغاز : "لے زبان پر تو اوّلِ اوّل
نامِ پاکِ خدائے عز و جل
لائق حمد نئیں ہے اُس بن اور
اس اُوپر متفق ہیں اہلِ ملل
یاد اس کی ہے سب اُوپر لازم
شکر اُس کا ہے مدعائے سکل
آسماں ہور[1] زمیں کے سب ساکن
یاد کرتے ہیں اس کی[2] ہر ہل ہل
شکر اُس کا محیط اعظم ہے
ہے وہ سلطانِ بارگاہِ ازل"

اختتام : "گئے[3] رات معراج کی عرش اُوپر بلغ العلٰی بکمالہٖ
کھُلے[4] پردے بھید کے سر بسر کشف الدجٰی بجمالہٖ

۱۔ نسخۂ مطبوعہ : اور
۲۔ ایضاً : کوں
۳۔ ایضاً : گئے رات معراج وہ عرش اُپر . . .
۴۔ ایضاً : کھُلے پردے سب بھید کے . . .

ہوئی[1] حق کی اون پہ جب نظر حسنت جمیع خصالہٖ
[2]ہوا حکم حق محبّاں اوپر صلوا علیہ و آلہٖ"

ترقیمہ : "تمت تمام شد نسخۂ کتاب دیوان ولی رحمۃ اللہ علیہ بتاریخ بیست و دویم شہر رجب المرجب سنہ (کذا) بروز پنجشنبہ وقت ظہر بخط احقرالعباد حافظ غلام محمد"۔

مندرجات : قصائد ورق ۱ ، ب تا ورق ۱۲ ، الف

قصیدہ اوّل : لے زباں پر تو اوّل اوّل

دوم : عشق میں لازم ہے اوّل ذات کوں فانی کرے

سوم : ہر ایک رنگ میں جو دیکھا ہوں چرخ کے نیرنگ

چہارم : ہوا ہے خلق اوپر پھر کہ فضلِ سبحانی

پنجم : کیا ہے غم مجکوں اگر جگ میں نئیں مونسِ غم

ششم : الٰہی دل اوپر دے عشق کا داغ (نسخۂ مطبوعہ میں اسے مثنویات میں شامل کیا گیا ہے۔ ص ۳۵۲)

ہفتم : گجرات کے فراق سوں ہے خار خار دل (مطبوعہ نسخے میں اسے قطعات میں شامل کیا گیا ہے۔ ص ۳۵۷)

تعریف بندر سورت ورق ۱۲ ، الف تا ۱۳ ، ب

جھولنہ ورق ۱۳ ، ب (مخطوطے کے اختتام پر یہی جھولنہ دوبارہ لکھا گیا ہے)

غزلیات ورق ۱۳ ، ب تا ۱۱۷ ، ب

مخمّسات ورق ۱۱۷ ، ب تا ۱۲۳ ، ب

ترجیع بند[3] ورق ۱۲۳ ، ب تا ۱۲۵ ، ب

ترجیع بند[4] ورق ۱۲۵ ، ب تا ۱۲۷ ، ب

۱۔ ایضاً : ہوئی حق کی اُن پر سو حب کی نظر . . .
۲۔ ایضاً : ہوا حکم حق کا محبّاں اُپر . . .
۳۔ مرے دل میں وہ سرو گل فام ہے
۴۔ اے تو مقبولِ سرور عالم

رباعیات	ورق ۱۲۷ ، ب تا ۱۲۹ ، ب
فردیات	ورق ۱۲۹ ، ب تا ۱۳۱ ، الف
جھولنہ	ورق ۱۳۱ ، الف (یہی جھولنہ ورق ۱۳ ، ب پر بھی ہے)

خصوصیات : بعض اوراق کے حواشی پرغزلیں اور متفرق اشعار اضافہ کیے گئے ہیں - مثلاً ورق ۳۵ ، الف کے حاشیے پر دو غزلیں اور ورق ۳۷ ، الف کے حاشیے پر ایک غزل ہے - اس سے واضح ہے کہ زیرِ نظر نسخے کا کسی دوسرے نسخے سے مقابلہ کرکے زائد کلام حواشی پر درج کیا گیا ہے - یہ اضافے کاتبِ متن کے قلم سے نہیں ہیں - نسخۂ مطبوعہ کے بعض اشعار زیرِ نظر نسخے میں نہیں ہیں - مثلاً کلیات مطبوعہ ص ۳۱ کا دوسرا شعر (موئے کو جیو بخشے . . .) زیرِ نظر مخطوطے میں نہیں - بعض اشعار ایسے بھی ہیں جو زیرِ نظر نسخے میں ملتے ہیں لیکن نسخۂ مطبوعہ میں نہیں ہیں - مثلاً مطبوعہ ص ۲۵ پر غزل ۴۳ کا مقطع زیرِ نظر مخطوطے میں بعد میں حاشیے پر اضافہ کیا گیا ہے - غزل کے متن میں جو مقطع ہے ، وہ مطبوعہ نسخے میں نہیں ہے - غیر مطبوعہ مقطع یہ ہے :

ولی ہے مست و بے خود شوق میں تیرے تدھاں سیتی
لیا ہے جب سوں بوسہ اے سجن تجھ لب شرابی کا

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱۰۷ -

● ● ●

۱۰۹

دیوانِ ولی [۳]

ولی گجراتی

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی ۔

نمبر : ۱۶/۶۵۴ ء ۱۹۵۷

سائز : ۲۰½ × ۱۴½ س م

اوراق : ۷۸

سطور : ۱۶ تا ۱۹

زمانۂ کتابت: بارھویں صدی ہجری کا ربع آخر (قیاساً)

خط : نستعلیق ، شکستہ مائل ، اوسط ۔

کیفیت : غیر مجلد ، کیرم خوردہ ، ناقص الطرفین والاوسط ۔ ورق ۷۲ ، ب کا ترک لفظ ''معدوم'' ہے جو اگلے ورق سے مطابقت نہیں رکھتا ۔ یہاں سے کم از کم ایک ورق ضائع ہوا ہے ۔ ورق ۷۷ ، ب اور ۷۸ ، الف میں بھی مضمون کے اعتبار سے تسلسل نہیں ہے ۔ یہاں سے بھی چند اوراق ضائع ہوئے ہیں ۔ کاغذ دبیز ، مٹیالا ۔

آغاز : ''بلبل و پروانہ کرنا دل کے تئیں
کام ہے تجھ چہرۂ گلنار کا
صبح تیرا درس پایا تھا صنم
شوقِ دل محتاج ہے تکرار کا

ماہ کے سینے اُوپر اے شمع رو
داغ ہے تجہ حُسن کی جھلکار کا
دل کوں دیتا ہے ہمارے پیچ تاب
پیچ تیرے طرّۂ طرار کا
جو سنیا تیرے دہن سوں یک بچن
بھید پایا نسخہ اسرار کا"

اختتام : "ہرگز[1] نہ لیا ساتھ رقیب دغلی کوں
سُن بات ہماری

متہ راہ دے خلوت منے ایسے خللی کوں
متہ مار کٹاری

اے زہرہ جبیں کشن ترے مکھ کی کلی دیکھ
لے ہاتھ میں د . . .[2]

گاتا ہے ہر یک[3] صبح میں اوٹھہ رام کلی کوں
با گریہ و زاری[4]

تیرے لب یاقوت اُپر خطِ خفی دیکھ
اے نو خطِ ریحان

خطّاطِ[5] جہاں نسخہ کیے خطِ جلی کوں
کیوں ہے تو غباری

مندرجات : ورق ۲ الف تک غزلیات ہیں ۔ اسی ورق سے رباعیات شروع ہوتی ہیں جو ورق ۲ ، ب تک ہیں ۔ مخطوطے کے ناقص الاوسط ہونے کی وجہ سے آخری رباعی کے آخری

۱۔ نسخۂ مطبوعہ : ہرگز تو نہ لا ساتھ . . .
۲۔ ایضاً : دف کوں (مخطوطے میں کیرم خوردہ)
۳۔ ایضاً : اُک
۴۔ ایضاً : با زار و نزاری
۵۔ ایضاً : خطاطِ جہاں نسخ کیا خط . . .

دو مصرعے موجود نہیں ہیں ۔ ورق ۳۷ ، الف کے شروع میں ترجیع بند کا یہ شعر ہے :

سراپا بدن گل کے پانی ہوا
ترے غم سوں جیوں شبنم اے گلبدن

اس ترجیع بند کے ابتدائی تین بند اور چوتھے بند کے ابتدائی چھ شعر موجود نہیں ہیں ۔ یہ ترجیع بند ورق ۳۷ ، ب پر ختم ہوتا ہے ۔ بقیہ اوراق پر مخمّس ہیں اور آخر میں مستزاد کے تین شعر ہیں جو اُوپر اختتام کے اقتباس میں درج کیے گئے ہیں ۔

خصوصیات : غزلوں کی حد تک اس مخطوطے میں ولی کے کلام کا بڑا حصہ موجود ہے ۔

مصنف اور مآخذ کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱۰۷ ۔

● ● ●

۱۱۰

دیوانِ ولی [۴]

ولی گجراتی

کتب خانہ : مولانا ناظم نقوی - ۲۹ سی ، رضویہ سوسائٹی ، کراچی -

سائز : ۲۱½ × ۱۳ س م

اوراق : ۱۵

سطور : متن میں ۱۳ ، حاشیے پر ۲۴ تا ۲۶

زمانۂ کتابت: بارھویں صدی ہجری کا ربع دوم (قیاساً)

خط : شکستہ ، نہایت عُمدہ -

کیفیت : یہ نسخہ تین فارسی مخطوطوں کے ساتھ مجلّد ہے - اس مجموعے میں پہلا مخطوطہ ارکانِ اسلام کے بارے میں ہے ، دوسرا بہارستان جامی مکتوبہ ۱۱۳۷ھ ہے ، تیسرا دیوان ولی ہے ، چوتھا اور آخری مخطوطہ دیوان قصائد بدر چاچ ہے - زیرِ بحث مخطوطہ ناقص الآخر والاوسط ہے - بلکہ یہ کہنا چاہیے یہ دیوانِ ولی کے ابتدائی پندرہ اوراق ہیں - ورق ۱ تا ۶ ، اور ورق ۷ تا ۱۵ ، مضمون کے اعتبار سے مسلسل ہیں - ورق ۶ کے بعد کا ایک ورق موجود نہیں ہے - یہ نسخہ نہایت اہتمام سے لکھا گیا ہے - اشعار حاشیوں پر بھی لکھے گئے ہیں - ہر صفحے پر سرخ جدولیں ہیں - کاغذ

باریک اور چار مختلف رنگوں کا ہے ، کوئی ورق نیلا ہے ، کوئی پیلا ، کوئی سفید اور کوئی مٹیالا ہے ۔

آغاز : ''کیتا ہوں ترے ناؤں کوں میں ورد زباں کا
کیتا ہوں ترے شکر کوں عنوان بیاں کا

جس گرد اُوپر پاؤں دھرے[1] تیرے رسولاں
اس گرد کو میں کحل کروں دیدۂ جاں کا

تجھ صدق طرف عدل سوں اے اہلِ حیا دیکھ
تجھ علم کے چہرے پہ نہیں رنگ گماں کا

ہر ذرّۂ عالم میں ہے خورشید حقیقی
یو[2] بوجھ کہ بلبل ہوں ہر اک غنچہ دہاں کا''

اختتام : ''آیا توں کمر باندھ کہ[3] جب جور و جفا پر
میں جیو[4] کوں تصدق کیا تجھ بانکی ادا پر

تجھ دیدۂ خونبار میں ایک[5] بار قدم رکھ
اے شوخ ترا جیو ہے گر رنگِ حنا پر

انکھیاں ہیں[6] جو خوبانِ جہاں کی جو لگی ہیں
بوٹی نہیں نرگس کی صنم تیری قبا پر

تشبیہ جو تجھ خط کوں دیا مشک ختن سوں
عالم کوں وو آگاہ کیا اپنی خطا پر

دشوار ہے جیون[7] سوں ولی اس کوں نکلنا
باندھے ہے جو دل اُس رخِ آئینہ نما پر

دل مرا ہے وو آتشیں پیکر
راکھ ہو گئے ہیں جس کوں دیکھ شرر''

۱۔ نسخۂ مطبوعہ : رکھیں
۲۔ ایضاً : یوں بوجھ کے بلبل . . .
۳۔ ایضاً : کے ۴۔ ایضاً : جی ۵۔ ایضاً : یکہ
۶۔ ایضاً : . . . ہیں یہ خوباں . . . کی کہ لگی ہیں
۷۔ ایضاً : حیرت

مندرجات : اس نسخے میں صرف غزلیں ہیں جو 'ر' کی ردیف تک ہیں ۔ اس ردیف کے صرف چھ شعر ہیں جو اُوپر اختتام کے اقتباس میں درج کیے گئے ہیں ۔

مصنف اور مآخذ کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱۰۷ ۔

● ● ●

۱۱۱

دیوانِ ولی [۵]

ولی گجراتی

ب خانہ : ڈاکٹر قاضی فضلِ عظیم - ۱۲ - ۱۳/سی ۵ ، ناظم آباد ، کراچی -

ۓ : ۲۰ × ۱۳ۡ ۳/۴ س م

ق : ۱۰۵

ر : ۱۵

ب : جادو راؤ -

ۓ کتابت: ۳ ربیع الاول ، ۱۱۶۱ھ [م : ۳ مارچ ، ۱۷۴۸ء]

: ورق ۲۴ ، ب تک نستعلیق ، عمدہ - ورق ۲۵ ، الف سے آخر تک نستعلیق ، شکستہ مائل ، اوسط -

: ورق اول سے قبل ایک ورق جدید جلد سازی میں لگایا گیا ہے ، اس پر ''ڈاکٹر قاضی فضلِ عظیم ۱۳۸۴ھ'' کی مہر ثبت ہے -

مت : حاشیوں پر کیرم خوردگی کا اثر ہے ، لیکن متن کو نقصان نہیں پہنچا - ماضی قریب میں جلد سازی ہوئی ہے - ہر صفحے پر بٹر پیپر چسپاں کیا گیا ہے ، اس کے نتیجے میں ورق ۲۴ کے بعد متعدد صفحات پر روشنائی پھیل گئی ہے - ورق ۱ ، الف سادہ ہے - متن ۱ ، ب سے شروع ہوتا ہے -

اس صفحے کی لوح سنہری ہے ، ابتدائی نصف صفحے پر نقش و نگار بنائے گئے ہیں ۔ ورق ۲۴ ، ب تک تمام صفحات پر خوب صورت جدولیں ہیں ۔ ورق ۲۵ ، الف سے یہ اہتمام نہیں ہے ۔ مخطوطے پر صفحات نمبر درج کیے گئے ہیں جو ص ۱ سے ص ۲۱۰ تک ہیں ۔ یہ نمبر کسی نے ماضی قریب میں نیلی روشنائی سے درج کیے ہیں ۔ کاغذ دبیز ، مٹیالا ہے ۔

آغاز : مطابق مخطوطہ نمبر ۱۱۰ ۔

اختتام : ''ترے وصل میں اس قدر ہے نشاط[۱]
کہ مخمل کوں آیا ہے راحت سوں خواب
نظر کرکے تجھ مکھ صفائی اُپر
ہوئی شرم سوں آرسی فرق[۲] آب
ترے عکس پڑنے سوں اے گلبدن
عجب نیں اگر آب ہووے گلاب
کریں بخت میرے اگر ٹک مدد
ولی اُس سجن سے ملوں بے حجاب
تعلّل تغافل کا اب وقت نئیں
مرا[۳] حالْ سن کر برائے خدا (کذا)
شتابی خبر لے کہ بے تاب ہوں
ترے عشق میں بے خور و خواب ہوں''

ترقیمہ : ''تمت تمام شد دیوان ولی بدستخط جادو راؤ ہرکارہ برائے خاطر ترنیک راؤ جیو ، بتاریخ سیوم ربیع الاوّل سنہ احمد احمد شاہی[۴] بروز جمعہ قلمی شد'' ۔

مندرجات : ورق ۹۶ ، الف تک غزلیات ہیں ۔ ورق ۹۶ ، ب سے مخمّسات شروع ہوتے ہیں ۔ ورق ۱۰۳ ، ب سے قصیدہ

۱۔ یہ شعر نسخۂ مطبوعہ میں نہیں ہے ۔
۲۔ یہ سہو کتابت ہے ۔ صحیح : غرق
۳۔ نسخۂ مطبوعہ : مرا حال سن کر اے عالی جناب
۴۔ احمد شاہ ۱۱۶۱ھ میں تخت نشین ہوا تھا ۔

(. . . ذات کوں فانی کرے) شروع ہوتا ہے - ورق ۱۰۲ ؛ ب سے آخر تک ترجیع بند ہے -

خصوصیات : یہ مخطوطہ دو کاتبوں نے لکھا ہے - ورق ۴۲ ، ب تک ایک نا معلوم کاتب کا خط ہے اور اس کے بعد کے اوراق جادو راؤ کے قلم سے ہیں جس کا نام ترقیمے میں آیا ہے - دیوان مطبوعہ اور زیرِ نظر مخطوطے میں خاصا اختلافِ متن ہے - کتابت کی اغلاط بھی ہیں - مطبوعہ کے مقابلے پر اس نسخے میں اشعار بھی کم ہیں - مثلاً آخری ترجیع بند کے دو بند (پانچواں اور چھٹا) مخطوطے میں نہیں ہیں -

مصنف اور مآخذ کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱۰۷ -

● ● ●

۱۱۲

دیوانِ ولی [۶]

ولی گجراتی

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی ۔

نمبر : ۱۰/۲۳۵ ، ۱۹۵۸

سائز : ۲۱½ × ۱۵ س م

اوراق : ۳۱

سطور : ۱۳

زمانۂ کتابت: بارھویں صدی کا ربع آخر (قیاساً)

خط : شکستہ ۔

کیفیت : غیر مجلّد ، آب رسیدہ ، دریدہ ۔ بعض اوراق بالکل پھٹ گئے ہیں اور متن کو خاصا نقصان پہنچا ہے ۔ نسخہ ناقص الطرفین والاوسط ہے ۔ بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ اصل مخطوطے کے ایک تہائی سے کم اوراق باقی رہ گئے ہیں ۔ نہایت اہتمام سے لکھا ہوا نسخہ ہے ۔ ہر صفحے پر سرخ جدولیں اور ہر غزل کے گرد سرخ آرایشی لکیریں ہیں ۔ ورق ۶ ، ب سے تمام مقطعے بھی سرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں ۔ کاغذ دبیز ، مٹیالا ۔

آغاز : ”زلف و رخ ہے ترا جو لیل و نہار
مجکوں واللیل والضحیٰ کی قسم

سرو قد کوں کشیدہ قامتِ یار
راست بولیا ہوں تجھ ادا کی قسم
مصحفِ مکھہ ترا ہے سورۃِ[1] فجر
مجکوں والنجم اذا ہویٰ کی قسم
ظلم مت کر سجن ولی کے اُوپر[2]
تجکوں اوس شاہِ کربلا کی قسم"

اختتام : "کیا ہوا گر عقل دور اندیش کے نسیاں میں ہوں[3]
ہوش سوں کھو دے گا آخر وہ لب میگوں مجھے
تشنہ لب منّت نہیں مینائے نرگس کا رکھے[4]
ہے خیالِ چشم خوباں بادۂ گلگوں مجھے
آبرو کی کس سو راکھوں جگ منے حشمِ طمع[5]
گلرخاں کے عشق نے جب سو کیا ہے مجھے (کذا)[6]
اے ولی رکھ دل میں آمد او صنم آہنگِ شوق (کذا)[7]
نغمۂ عشاق کا آمد[8] اگر قانوں مجھے"

مندرجات : اس مخطوطے میں 'م' سے 'ی' تک کی ردیفوں کی غزلیں ہیں - مخطوطے کے ناقص الاوسط ہونے کی وجہ سے یہ غزلیں بھی مکمل نہیں ہیں - مجموعی طور پر اس مخطوطے میں تقریباً پانچ سو شعر ہیں -

---

۱- نسخۂ مطبوعہ : صورت
۲- ایضاً : . . . ولی اُوپر
۳- ایضاً : . . . دوراندیش کی سنتا ہوں بات
۴- ایضاً : گشتۂ منّت نہیں مینائے نرگس کا کبھی
۵- ایضاً : آبرو کی کس سوں راکھوں جگ منیں چشمِ اُمید
۶- ایضاً : . . . جب سوں کیا ہے خوں مجھے
۷- ایضاً : . . . میں آوے وو صنم . . .
۸- ایضاً : آوے

خصوصیات : مطبوعہ نسخے سے مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نسخے میں متن کا خاصا اختلاف پایا جاتا ہے ۔ غزلوں کے اشعار کی ترتیب بھی مختلف ہے ۔ کتابت کی اغلاط بھی خاصی ہیں ۔ کاتب نے بے احتیاطی سے متعدد مصرعوں میں ایک یا ایک سے زائد الفاظ چھوڑ دیے ہیں ۔

مصنّف اور مآخذ کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱۰۷ ۔

● ● ●

۱۱۳

دیوانِ ولی [۷]

ولی گجراتی

کتب خانہ : معین الدین عقیل - ۳۸۳/۵۱ بی ، کورنگی ، کراچی ، ۳۱ -

سائز : ۱۹ × ۱۳½ س م

اوراق : ۱۴۱

سطور : ۱۳

تاریخِ کتابت : ۲۱ ربیع الاول ، ۱۱۵۹ھ [م : ۱۳ اپریل ، ۱۷۴۶ء]

خط : نستعلیق ، مائل نسخ ، اوسط -

مہر : ورق ۱۴۱ ، الف پر ایک بیضوی مہر تھی جسے مٹا دیا گیا ہے - گمان غالب ہے کہ یہ سیّد محمد علی عرش ملیح آبادی کی مہر تھی جو مخطوطہ نمبر ۳۵ (واقعات ملیح آباد) پر بھی ملتی ہے - جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا ، یہ مخطوطہ عرش ملیح آبادی کے ذاتی کتب خانے کا ہے -

کیفیت : مخطوطہ کیرم خوردہ ہے ، خصوصاً آخری بیس اوراق پر کیرم خوردگی کے اثرات زیادہ ہیں - آخری پانچ اوراق میں متن کو نقصان بھی پہنچا ہے - مخطوطے کے موجودہ مالک نے حال ہی میں اس کی جلد سازی کرائی ہے ، کیرم خوردہ اوراق کی پیوند کاری کی گئی ہے ، آخری پانچ اوراق پر بٹر پیپر چپکایا گیا ہے - کاغذ کئی طرح کا

ہے ۔ سفید ، مٹیالا ، دبیز ، باریک ۔ مخطوطے کے کاتب نے
اوراق پر نمبر شمار درج کیے ہیں جو ورق ۱۳۵ تک ہیں ۔
آخری نمبر ورق ۱۳۵ ، الف پر لکھا گیا ہے ۔ ورق ۱۳۵ ،
ب سے از سرِ نو صفحات نمبر درج کیے گئے ہیں ۔ جو ص ۱
سے ص ۷ تک ہیں ۔ نمبر ۷ ، ورق ۱۴۱ ، الف پر ہے ۔
ورق ۱۴۱ ، ب پر کوئی نمبر درج نہیں کیا گیا ۔ کاتب نے
صفحات پر ۱۰۰ کے بعد کے ہندسے اس طرح لکھے ہیں :
۱ : ۱ (۱۰۱) - ۱ : ۲ (۱۰۲) - ۱ : ۱۸ (۱۱۸) وغیرہ ۔
متن ورق ۱ ، ب سے شروع اور ۱۴۱ ، الف پر ختم ہوتا
ہے ۔ ورق ۱ ، الف کی پیشانی پر ''دیوانِ ولی'' لکھا ہے
جو کاتبِ مخطوطہ کے قلم سے نہیں ہے ۔ اس کے نیچے
فالناموں کے دو نقشے ہیں ۔ صفحے کے وسط میں محمد علی
ملیح آبادی کے دستخط ہیں ۔ دستخطوں کی روشنائی مدھم
پڑ چکی ہے ، تاہم ذرا سی کوشش سے یہ نام پڑھا جا سکتا
ہے ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ پہلے سیّد
محمد علی عرش ملیح آبادی کی ملکیت تھا ۔ پہلا ورق بائیں
طرف سے تھوڑا سا ضائع ہو چکا ہے ۔ جلد ساز نے اتنے
حصے میں دوسرا کاغذ لگا دیا ہے ۔ اِس ورق کی دوسری
طرف (۱ ، ب) ، جہاں سے دیوان کا آغاز ہوتا ہے ،
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ابتدائی الفاظ (بسم اللہ)
ضائع ہو گئے ہیں ۔ ورق ۱۴۱ ، ب سادہ ہے ۔ اس پر جدید
جلد سازی میں ایک سفید کاغذ چسپاں کر دیا گیا ہے ۔
عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں ۔ ان کی روشنائی قدرے مدھم
پڑ چکی ہے ۔ غزلوں پر نمبر شمار درج کیے گئے ہیں ، یہ بھی
سرخ روشنائی سے ہیں ۔ خط اور روشنائی سے اندازہ ہوتا
ہے کہ ان نمبروں کا اندراج زیادہ پرانا نہیں ہے ۔ گمان غالب
ہے کہ عرش ملیح آبادی نے یہ نمبر درج کیے ہوں گے ۔
یہ نمبر ۱ سے ۳۹۱ تک ہیں ۔

آغاز : ''کیتا ہوں ترے نام کوں میں ورد زباں کا
کیتا ہوں ترے شکر کوں عنوان بیاں کا

جس گرد اُپر پاؤں رکھیں تیرے رسولاں
اُس گرد کوں میں کحل کروں دیدۂ جاں کا
مجہ صدق طرف عدل سوں اے اہل حیا دیکھ
تجہ علم کے چہرے پہ نہیں رنگ گماں کا
ہر ذرّۂ عالم میں ہے خورشید حقیقی
یوں بوج کے بلبل ہوں ہر یک غنچہ دہاں کا
کیا سہم ہے آفات قیامت سیتی اوس کوں
کھایا جو کوئی تیر تجہ ابرو کی کماں کا"

اختتام : "رباعی :

تری زلف کے پیچہ میں چند ہے
کہ جس چند میں چند در چند ہے
خیالِ زلف تجہ رسا کا صنم
عاشقاں کے گلے کا علی بند ہے[1]

فرد

دیکھا نہیں کسی نے دن رات میں اجھوں لگ
مہتاب کے اُجالے میں آفتاب دیکھا

فرد

دونو بھواں کے سیانی ٹیلا نہیں حیرت کا"[2]
جوں قوس کے برج میں جہل کار[3] مشتری کا

۱- یہ رباعی نہیں ، پانچ شعروں کی ایک غزل کے ابتدائی دو شعر ہیں -
نسخۂ مطبوعہ (ص ۲۳۶) میں یہ شعر اس صورت میں ہیں :
تری زلف کے پیچ میں پھند ہے
کہ جس پھند میں چند در چند ہے
خیالِ زلف تجھو رسا کا صنم
عشاقاں کے دل کا علی بند ہے
۲- نسخۂ مطبوعہ ، ص ۲۷۷ : دونوں بھواں کے میانی ٹیکا نہیں زری کا
۳- جھلکار -

ترقیمہ : ''در ماہ ربیع الاوّل بتاریخ بست و یکم ماہ مذکور بروز چہار شنبہ یکو نیم پاس روز برآمد۔ در قلعہ ادھونی عرف امتیاز گڑھ در سنہ ۹ ۱۱ ھجری تمام شد''۔[۱]

مندرجات : غزلیات (تعداد : ۳۹۱) ورق ۱ ، ب تا ۱۱۸ ، الف
قصیدہ در نعت (عشق میں لازم ہے اوّل ذات کوں فانی کرے)
ورق ۱۱۸ ، الف تا ۱۱۹ ، الف
مستزاد ورق ۱۱۹ ، ب تا ۱۲۱ ، الف

۱- کیتا ہے نظر جب سیتی اوس رشک پری پر
کھویا ہے چمن میں

۲- ہرگز توں نہ لا سات رقیبِ دغلی کوں
سُن بات ہماری

۳- معلوم نہیں کن نے مرے دل کوں لیا ہے
ان عشوہ گراں میں

۱- ترقیمے کی دو سطریں سنہ سے پہلے کے لفظ ''در'' پر ختم ہوتی ہیں - تیسری سطر کے درمیان میں ''تمام شد'' لکھا گیا ہے اور آرایش کے طور پر ''تمام شد'' کے دائیں طرف سنہ اور بائیں طرف لفظ ''ہجری'' لکھا ہے - اس طرح عبارت یوں پڑھنے میں آتی ہے :
''۹ ۱۱ تمام شد ہجری''
سنہ میں دہائی کے ہندسے کی جگہ کیرم خوردہ ہے - تقویم کے مطابق ۱۱۱۹ھ اور ۱۱۵۹ھ میں ۲۱ ربیع الاوّل کو چہار شنبہ کا دن تھا - مخطوطے کے آخر میں کاتب مخطوطہ ہی کے قلم سے ''ساقی نامہ درد مند'' کا بڑا حصہ ''مثنوی درد'' کے نام سے نقل کیا گیا ہے - یہ ساقی نامہ لازماً ۱۱۱۹ھ کے بعد کی تصنیف ہے - محمد فقیہ درد مند ۱۱۳۶ھ میں جب اپنے والد کے ساتھ اودگیر (ضلع بیدر) سے دہلی گئے تھے تو وہ کم سن تھے - (ساقی نامہ درد مند ، شیخ چاند ، سہ ماہی ، اُردو ، جولائی ، ۱۹۳۳ء ، ص ۴۷۵) - ظاہر ہے کہ اُن کی شاعری کا آغاز ۱۱۳۶ھ کے بعد ہوا ہوگا - ایسی صورت میں زیرِ نظر مخطوطے کا سالِ کتابت ۱۱۱۹ھ نہیں ہو سکتا - ۱۱۵۹ھ ہی کو سالِ کتابت قرار دیا جا سکتا ہے -

۴- بے تاب کیا شوق نے مجھ دل کوں بدن میں
گل پیرہناں کا

مخمّسات ورق ۱۲۱ ، الف تا ۱۲۸ ، ب

۱- نہ تنہا حُسن خوباں دل ربا ہے
۲- ناز میں آ تجھے ادا کی قسم
۳- مشق کر اے دل سدا تجرید کی
۴- تجھ قد نے مجھ نگاہ کوں عالی نظر کیا
۵- گلشن میں مجھ سنے کے اے صاحبِ جمال چل
۶- تیرے قدم کے فرش رہ میرے نین سب دن اچھو
۷- نکو کر آشنائی غیر سوں اے سیم تن ہرگز
۸- یاقوت لب تیرے سجن یہ دل مرے کا قوت ہے
۹- ہمسر ہو ترے دعوے میں اڑ کون سکے گا
۱۰- ہوس دل میں سدا تیرے ہے سونے ہور کھانے کا

مثنوی[1] [یہ وہی مثنوی ہے جو مطبوعہ نسخے میں دو حصوں میں (ص ۳۵۲ تا ص ۳۵۶) ہے اور جس کے دوسرے حصے میں شہر سورت تعریف کی ہے - مخطوطے میں مطبوعہ کا پہلا شعر نہیں ہے]
ورق ۱۲۸ ، ب تا ۱۳۱ ، الف

ترجیع بند (مرے دل میں وہ سرو گل فام ہے)
ورق ۱۳۱ ، ب تا ۱۳۳ ، ب

رباعیات ورق ۱۳۳ ب تا ۱۳۵ ، الف

فردیات (صرف ۲ شعر ہیں جو اُوپر اختتام کے اقتباس میں درج کیے جا چکے ہیں) ورق ۱۳۵ ، الف تا ۱۳۵ ب

خصوصیات : مجموعی طور پر کاتب غیر محتاط ہے - کتابت کی اغلاط خاصی تعداد میں ہیں - کتابت کی غلطیاں عنوانات میں بھی ملتی

۱- یہ مثنوی ، مخمّسات کے فوراً بعد ہے - کاتب نے سہواً عنوان ''ایضاً'' لکھ دیا ہے -

ہیں ۔ رباعیات کے ساتھ غزلوں کے اشعار بھی لکھے گئے ہیں ۔ کسی نے اس نسخے کا نسخہ منقول عنہ یا کسی اور نسخے سے مقابلہ کیا ہے ۔ کتابت کی اغلاط کی تصحیح بھی کی گئی ہے ، صحیح الفاظ کہیں تو حواشی پر لکھے گئے ہیں اور کہیں متن ہی میں تصحیح کر دی گئی ہے ۔ حواشی پر بعض جگہ اشعار بھی اضافہ کیے گئے ہیں ۔ مثلاً ورق ۱۱ ، الف ؛ ۳۸ ، الف ؛ ۵۹ ، الف وغیرہ پر ۔

ولی کا بہت سا کلام ایسا ہے جو اس مخطوطے میں موجود نہیں ہے ۔ اس کے برعکس مخطوطے میں ایسا کلام بھی ملتا ہے جو مطبوعہ نسخوں میں نہیں ہے ۔ مالک مخطوطہ معین الدین عقیل نے غیر مطبوعہ کلام الگ کر لیا ہے اور وہ اسے شائع کرانے کا ارادہ رکھتے ہیں ۔ یہاں صرف تین مکمل غزلوں کی نشان دہی کی جاتی ہے جو غیر مطبوعہ ہیں ۔

۱۔ ورق ۵۳ ، الف و ب پر گیارہ اشعار کی ایک غزل مطلع :

ہے نازنیں صنم کی زلفاں دراز کرنا
فتنے کا عاشقاں پر دروازہ باز کرنا

۲۔ ورق ۲۹ ، ب و ۳۰ ، الف پر سات اشعار کی ایک غزل ۔ مطلع :

ہے ستمکر یہ خوش نظارا آج
دیکھنے دل ہوا سہارا آج

۳۔ ورق ۳۹ ، الف پر ۵ شعروں کی ایک غزل ۔ مطلع :

دیکھے دل اگر حسن کوں تیرے جو سنبھل کر
پارے کی نمن ڈھلکا[1] پڑے تن سوں نکل کر

ورق ۵۴ ، ب پر ایک فارسی غزل بھی ہے ۔ (ردیف نون)

۱۔ اصل ”دہل کہ“

ترقیمے کے بعد کاتب نے ''ساقی نامہ درد مند'' کے
ابتدائی ۳۴ شعر چھوڑ کر بقیہ تمام اشعار ''مثنوی
(کذا) درد'' کے نام سے نقل کر دیے ہیں (ورق ۱۳۵، ب
تا ورق ۱۴۱، الف)

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱۰۷ -

● ● ●

۱۱۴

دیوانِ ہوس [۱]

مرزا محمد تقی خاں ہوس

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی ۔

نمبر : ۱۹۶۱ء ۱۳۰۱

سائز : ۲۶ × ۱۵ س م

اوراق : ۱۷۳

سطور : ۱۵

زمانۂ کتابت: صفر ، ۱۲۲۸ھ [م : فروری ، مارچ ، ۱۸۱۳ء]

خط : نستعلیق ، معمولی ۔

کیفیت : مخطوطہ کیرم خوردہ ہے ، اس وجہ سے متن کو خاصا نقصان پہنچا ہے ۔ اکثر مقامات پر متن ناخوانا ہے ۔ مخطوطے کی ظاہری حالت سے اندازہ ہوتا ہے کہ ماضی میں اس کی جلد سازی متعدد مرتبہ ہوئی ہے ۔ اوراق کے تین اطراف (پشتے کو چھوڑ کر) نیا کاغذ لگایا گیا تھا ، یہ کاغذ بھی خاصا بوسیدہ ہو چکا ہے ۔ اوراق پر جگہ جگہ بٹر پیپر بھی چسپاں کیا گیا ہے ۔ متن ورق ۱ ۰ ب سے شروع ہوتا ہے ۔ ورق ۱ ، الف سادہ ہے ، اس پر ایک کاغذ الگ سے چسپاں کیا گیا ہے ۔ ورق ۲ اور ۳ جلد ساز کی غلطی سے ایک دوسرے کی جگہ پر ہیں ۔ مخطوطہ ناقص الاوسط ہے ۔ متن کا جائزہ لینے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ورق ۵ کے بعد کے دو

اور ورق ٦ کے بعد کا ایک ورق ضائع ہو چکا ہے - ورق ۱۳ ، الف سادہ ہے - کاغذ دبیز ، مٹیالا ہے - ذیل میں آغاز و اختتام کے اقتباسات میں کیرم خوردہ مقامات پر نقطے لگائے گئے ہیں -

آغاز : ''نقوش کلک قسمت ہیں . . . .
پڑھا جاتا نہیں ہرگز کسی سے خط پیشانی
میں کیا کھولوں . . . .
. . . . یکتا ہو جس جا . . . .
نہیں . . . . محتاج کچھ پوشاک بہتر ہے
ملی ہے اس . . . . . . شعلے کو . . . .
تماشا کر گلستان جہاں کا چشم عبرت سے
جہاں ہے آج آباد . . . .
ہوا میں کی ہے ذرّوں نے چمک خورشید کی . . .
ہماری خاک کی ہے باعث . . . .
کلاہ سر ہے خاک دشت و نقش پا سریر اس کا
نہیں وحشی ترا محتاج تاج و تخت سلطانی

اختتام : غیروں میں باتیں چہل کی سب چھوڑ دیجیے
ورنہ ہوس رہے گا نہ بن اپنا خون کیجیے
کہتا ہوں دوستی سے ادھر ٹک تو دیکھیے
. . . . . . جس سے ہنسے ہو تو ہنس لیجے
پر اس طرح ہر اِک سے . . . . . نہ چاہیے

ترقیمہ : ''در شہر صفر ، ۱۲۲۸ھ دسمبر سنہ ۹ مقام لکھنؤ''[1]

مندرجات : ۳ قصائد ورق ۱ ، ب تا ۱۲ ، ب
غزلیات ورق ۱۳ ، ب تا ۱٦٦ ، ب
ایک منظوم خط ورق ۱٦٦ ، ب تا ۱٦۸ ، ب

۱- تقویم کے مطابق ۱۲۲۸ھ میں ماہ صفر ۳ فروری سے ۳۰ مارچ ، (۱۸۱۳ء) تک ہے - کاتب ، سے عسوی سہ تہ اوا سنہ لکھنہ ہے سہو ہوا ہے -

۶ رباعیات ورق ۱۶۸ ، ب تا ۱۶۹ ، الف
۶ مخمّس ورق ۱۶۹ ، الف تا ۱۷۳ ، ب

خصوصیات : کتابت کی اغلاط ہیں ، لیکن بہت کم ۔

دیگر نسخے : ۱۔ **نسخۂ کتب خانۂ سالار جنگ ، حیدرآباد دکن :**

فہرست نمبر ۵۵۲ ۔ لائبریری نمبر ۵۵۰ ۔ سائز ۸ × ۵$\frac{1}{4}$" ۔ سطور ۱۱ ۔ خط نستعلیق ، شکستہ مائل ۔ ''اس دیوان میں ردیف وار غزلیات ہیں اور کوئی دوسری صنف کا کلام نہیں'' ۔ تاریخِ کتابت ۲۵ جمادی الاوّل ، ۱۲۴۴ھ ۔ (سالار جنگ ، صص ۳۸ - ۳۷)

کتب خانۂ آصفیہ ، حیدرآباد دکن میں کلامِ ہوس کے دو نسخے ہیں :

۲۔ فہرست نمبر ۵۶ ۔ لائبریری نمبر ''دواوین ۳۱۹'' (دیوان) ۔ سائز ۹ × ۶" ۔ صفحات ۲۵۰ ۔ سطور ۱۲ ۔ خط نستعلیق ۔ ''اس دیوان میں قصائد ، غزلیات ، مخمّس ، منظوم خطوط اور رباعیات شامل ہیں ۔ . . . اس نسخے میں لیلٰی مجنوں کی مثنوی شامل ہے'' ۔ (آصفیہ ، اوّل ، ص ۳۷)

۳۔ فہرست نمبر ۵۷ ۔ لائبریری نمبر ''دواوین ۶۲۲'' (کلیات) ۔ سائز ۱۵ × ۸" ۔ صفحات ۴۳۰ ۔ سطور ۲۱ ۔ خط نستعلیق ۔ ''اس نسخے میں قصائد ، غزلیات ، مثنویاں ، ترکیب بند ، رباعیات شامل ہیں'' ۔ (آصفیہ ، اوّل ، صص ۳۸ - ۳۷)

۴۔ **نسخۂ انجمن ترقی اُردو ہند :**

فہرست نمبر ۵۳۸ ۔ دیوان ۔ (اُردو ادب ، مارچ ، ۱۹۵۳ء ، ص ۱۵۴)

۵- نسخۂ شاہان اودھ :

فہرست نمبر ۶۲۹ - عمدہ نسخہ - مشمولات :

قصائد در مدح غازی الدین حیدر

۲۴ صفحات (۱۲ شعر فی صفحہ)

غزلیات ۲۲۵ صفحات (۱۴ شعر فی صفحہ)

رباعیات وغیرہ ۲۴ ابیات

مثنوی لیلیٰ مجنوں ۱۲۸ صفحات (۱۶ شعر فی صفحہ)

(شاہان اودھ ، ص ۶۱۲)

۶- نسخۂ دیوان کتب خانۂ ندوۃ العلماء ، لکھنؤ :

لائبریری نمبر ۷۹ - اس نسخۂ دیوان میں ہوس کی دونوں مثنویاں (گل بادشاہ اور لیلیٰ مجنوں) بھی شامل ہیں - (اُردو مثنوی ، عقیل ، ص ۴۱۲)

۷- نسخۂ محوی (بھوپال) :

مولانا محوی صدیقی (بھوپال) کے پاس بھی دیوانِ ہوس کا ایک نسخہ ہے (اُردو مثنوی ، گیان چند ، ص ۴۲۱)

۸- نسخۂ عشرت :

خواجہ عبدالرؤف عشرت نے ہوس کے بارے میں اپنے ایک مقالے میں کلیاتِ ہوس کا ذکر کیا ہے جس میں دیگر اصناف کے ساتھ ''دو تین مرثیے'' بھی تھے - (''ہوس مرحوم'' رسالہ زمانہ[1] ، کانپور ، جنوری ، ۱۹۲۹ء) معلوم نہیں یہ کلیات اب کہاں ہے -

---

[1] آب بقا میں ہوس کے بارے میں جو مقالہ ہے ، اس میں کلیاتِ ہوس کا ذکر نہیں ہے - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخۂ کلیات ، آبِ بقا کی اشاعت (۱۹۲۸ء) کے بعد خواجہ عشرت کو دستیاب ہوا ہوگا -

۹- نسخۂ رام پور :

قاضی عبدالودود لکھتے ہیں : ''دیوانِ ہوس کا ایک ضخیم تر نسخہ کتب خانۂ رضائیہ [رضا لائبریری] رام پور میں ہے'' ۔ (حواشی ، ابنِ طوفان ، ص ۱۷)

۱۰- نسخۂ ڈاکٹر محمد حسنین (گیا) :

قاضی عبدالودود لکھتے ہیں : ''دیوان کا ایک نسخہ محمد حسنین (صاحب اُستاد اُردو ، گیا کالج) کے پاس ہے'' ۔ (حواشی ابنِ طوفان ، ص ۱۷) ۔ پروفیسر عطا کاکوی نے اس دیوان سے ہوس کا ایک مخمّس جو میر حسن کی غزل پر تھا ''معاصر'' پٹنہ میں شائع کرایا تھا ۔ اس سلسلے میں وہ لکھتے ہیں : ''مخمّس . . . ایک قلمی دیوان (جس کو بیاض کہنا زیادہ بہتر ہوگا) سے ماخوذ ہے ۔ جو مجھے . . . سیّد حسنین ، گیا کالج سے ملا تھا ۔ اس پر نہ کاتب کا نام ہے اور نہ سنہ کتابت ۔ آخر میں اگر کوئی عبارت تھی بھی تو کسی نے اس کو قلم زد کر دیا ہے ۔ اس میں ہر ردیف کے بعد کچھ اوراق سادہ بھی چھوڑ دیے گئے ہیں ۔ غالباً یہ کوئی ابتدائی نسخہ ہوگا'' ۔ (معاصر ، پٹنہ ، حصہ ۱۳ ص ۱۸)

۱۱- نسخۂ حسرت موہانی :

مولانا حسرت موہانی کے پاس بھی دیوانِ ہوس کا ایک نسخہ تھا جس سے انھوں نے انتخابِ ہوس مرتّب کیا تھا ۔ معلوم نہیں یہ نسخہ اب کہاں ہے ۔

۱۲- : رک مخطوطہ نمبر ۱۱۵ ۔

مطبوعہ نسخے: ہوس کا مکمل کلام کبھی شائع نہیں ہوا ۔ سب سے پہلے عمادالملک سیّد حسین بلگرامی نے ۱۸۹۶ء میں آگرے سے سلسلۂ مختار اشعار کے تحت ہوس کا انتخاب شائع کیا تھا

یہی انتخاب بعد میں ایک مجموعے میں بھی شامل تھا جو ۱۹۰۷ء میں مدراس سے طبع ہوا تھا (پرنٹ لائن پر سالِ طباعت ۱۹۰۸ء درج ہے) ۔ اس مجموعے میں ہوس کا کلام ص ۸۰ سے ص ۹۸ تک ہے ۔ یہ دونوں کتابیں کتب خانۂ خاص ، انجمن ترقی اُردو کراچی میں ہیں ۔

مولانا حسرت موہانی نے کانپور سے ۱۹۴۳ء میں انتخابِ ہوس شائع کیا تھا ۔ (''انتخابِ سخن'' جلد ششم ، جزو دوم) ۔ یہ انتخاب تیس صفحات اور تقریباً پونے سات سو اشعار پر مشتمل ہے ۔

مثنوی لیلٰی مجنوں جو ہوس نے سعادت علی خاں کے عہد میں لکھی تھی ، پہلی مرتبہ ۱۲۶۱ھ میں مطبع مصطفائی لکھنؤ سے شائع ہوئی تھی ۔ مطبع نول کشور لکھنؤ سے یہ متعدد مرتبہ شائع ہو چکی ہے ۔ اس مطبع نے مثنوی کا چھٹا ایڈیشن ۱۳۲۴ھ میں شائع کیا تھا ۔

مصنّف : نام مرزا محمد تقی خاں تھا ۔ وہ محمد شاہ بادشاہ کے دیوانِ خالصہ موتمن الدولہ اسحاق خاں شوستری کے پوتے اور افتخار الدولہ مرزا علی دلاور جنگ کے بیٹے اور احمد علی سوزاں (شوکت جنگ) کے چھوٹے بھائی تھے ۔ وہ ، شجاع الدولہ کی بیوی اور آصف الدولہ کی والدہ بہو بیگم کے حقیقی بھتیجے تھے ۔ بقول خواجہ عبدالرؤف عشرت ، ہوس لکھنؤ میں ۱۱۹۲ھ (۱۷۷۸ء) میں پیدا ہوئے ۔ مولوی سدّن صاحب سے ابتدائی تعلیم حاصل کی ۔ ۱۲۶۰ھ (۱۸۴۴ء) میں ۶۸ برس کی عمر میں انتقال کیا اور کربلائے تال کٹورہ لکھنؤ میں دفن ہوئے ۔ (مقالہ ''ہوس مرحوم'' ، زمانہ ، کانپور ، فروری ، ۱۹۲۹ء ، صص ۳۱ - ۳۴)

خواجہ عشرت نے پیدایش و وفات کے جو سنین بتائے ہیں ، معلوم نہیں ان کا ماخذ کیا ہے ۔ ہوس ، میر حسن (وفات یکم محرم ، ۱۲۰۱ھ/۲۴ اکتوبر ، ۱۷۸۶ء) کے شاگرد تھے ۔ اگر میر حسن کے آخری زمانے میں بھی انھوں نے

شاگردی اختیار کی ہو تو ۱۲۰۰ھ میں ، خواجہ عشرت کے بتائے ہوئے سالِ پیدایش کے مطابق ، ہوس کی عمر آٹھ برس قرار پاتی ہے ۔ ظاہر ہے اس عمر میں شاعری شروع کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔ ۱۲۰۰ھ میں اگر ہوس کی شاعری کا آغاز ہوا ہو ، اور اس وقت ان کی عمر سولہ برس تصور کی جائے تو سالِ پیدایش ۱۱۸۴ھ (۱۷۷۰-۷۱ء) قرار پاتا ہے ۔ اس کی تائید مصحفی کے بیان سے بھی ہوتی ہے جنھوں نے ریاض الفصحا میں ان کی عمرچالیس برس سے متجاوز لکھی ہے ۔ ریاض الفصحا کا سالِ آغاز ۱۲۲۱ھ ہے ۔ اگر مصحفی نے ترجمۂ ہوس ۱۲۲۱ھ ہی میں لکھا ہو تو سالِ پیدایش ۱۱۸۴ھ کے لگ بھگ قرار پاتا ہے ۔

خواجہ عشرت کا بیان کردہ سالِ وفات بھی درست نہیں ۔ تذکرہ ابنِ طوفان میں لکھا ہے : ''روزے چند است کہ ازیں دار ہوس رفت'' (ص ۱۷) ۔ اس تذکرے کا سالِ تالیف ۱۲۴۷ھ اور ۱۲۵۱ھ کے درمیان ہے ۔ اس سے واضح ہے کہ ہوس کی وفات ۱۲۵۱ھ [م : ۱۸۳۵-۳۶ء] سے پہلے کا واقعہ ہے ۔

ہوس ابتدا میں میر حسن کے اور ان کی وفات کے بعد مصحفی کے شاگرد ہوئے ۔ مشہور شاعر طالب علی خاں عیشی ان سے ملازمت کا تعلق رکھتے تھے ۔

مآخذ : (۱) عیار ، ۸۷۳ ۔ (۲) عشقی ، دوم ، ۳۲۸ ۔ (۳) عمدہ ، ۸۲۸ ، ۲۸۴ ۔ (۴) ریاض ، ۳۶۶ ۔ (۵) دیوان ، ۲۶۹ ۔ (۶) بے جگر ، در ردیف ہ ۔ (۷) ابنِ طوفان ، ۱۷ ، ۷۰ ، ۷۱ ، ۸۶ ۔ (۸) گلشن ، ۲۴۱ ۔ (۹) بہار ، ۳۲۸ ۔ (۱۰) بے خزاں ، ۱۲۸ ۔ (۱۱) گلستان ، ۲۸۴ ۔ (۱۲) خوش معرکہ ، اوّل ، ۴۵۲ ۔ (۱۳) شعرائے ہند ، ۲۵۷ ۔ (۱۴) سراپا سخن ، ۱۱ ، ۳۸۱ ۔ (۱۵) یادگار ، ۲۲۱ ۔ (۱۶) سخنِ شعرا ، ۵۶۳ ۔ (۱۷) نادر ، ۱۸۰ ۔ (۱۸) شمیم ، اوّل ، ۲۵۷ ۔ (۱۹) طور ، ۱۰۲۷ ۔ (۲۰) بزم ، ۱۱۹ ۔

(۲۱) آبِ بقا ، ۱۳۶ - (۲۲) قاموس ، دوم ، ۲۷۲ - (۲۳) کارسیں دتاسی ، اوّل ، ۵۹۲ - (۲۴) لکھنؤ ، ۲۳۸ - (۲۵) میر حسن ، ۳۲۲ - (۲۶) اُردو مثنوی ، سروری ، ۱۱۱ - (۲۷) اُردو مثنوی ، گیان چند ، ۴۱۹ - (۲۸) منظوم داستانیں ، ۴۳۷ - (۲۹) ''مصحفی'' از افسر امروہوی ، کراچی ، ۱۹۷۵ء ، ص ۱۳۳ - (۳۰) ارمغان ، ۱۱۱ -

● ● ●

۱۱۵

دیوانِ ہوس [۲]

مرزا محمد تقی خان ہوس

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو ، کراچی ۔

نمبر : ۳۹۰۸ (داخلہ)

سائز : $\frac{1}{4}$۳۳ × ۲۱ س م

اوراق : ۵۰

سطور : ۱۵

زمانۂ کتابت : تیرھویں صدی ہجری کا ربع آخر (قیاساً)

خط : نستعلیق ، اوسط ۔

کیفیت : مخطوطہ ناقص الطرفین والاوسط ہے ۔ ورق ۹۳ ، ب کے آخر میں یہ شعر ہے :

کل جو آیا تھا نشے میں وہ بتِ خوں خوار مست
دیکھتے ہی شیخ اوس کو ہو گیا یک بار مست

اس ورق پر ترک ''ہمیں کیا کیا'' ہے ۔ اگلے ورق کا پہلا شعر ترک کے ان الفاظ سے شروع نہیں ہوتا بلکہ اس کی جگہ ذیل کا شعر ہے جو ٹ کی ردیف کی غزل کا ہے :

یہ کس سحاب مژہ نے تگرگ باری کی
لگی جو بال پری طائران زاغ کو چوٹ[1] (کذا)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ورق ۳۹ اور ۴۰ کے درمیان کے چند اوراق مخطوطے میں نہیں ہیں - اسی طرح ورق ۴۵، ب کا آخری شعر ردیف 'ر' کا ہے اور اگلے ورق پر ردیف 'ی' کی غزل کے اشعار ہیں - گویا ورق ۴۵ اور ۴۶ کے درمیان اوراق کی ایک بڑی تعداد ضائع ہو چکی ہے - مخطوطہ مجلّد اور اچھی حالت میں ہے - کاغذ باریک، مٹیالا ہے - ہر صفحے پر سرخ اور نیلی جدولیں ہیں -

آغاز : "خامۂ مانی ہوس کا کیوں نہ ہو حیران کار
صفحۂ کاغذ کو اُس نے تو نگارستان کیا
اے عشق قدم اب تو تری راہ میں ڈالا
الآن توکّلت علی اللہ تعالیٰ
افلاک کی مانند میں پھرتا ہوں شب و روز
ہے رشک صد اختر مرے ہر پاؤں کا چھالا
سب راز نہاں عشق کا مجھ پر تو عیاں ہے
ہوں پردۂ اسرار کا میں جھانکنے والا
آنکھوں سے لہو آنے لگا اشک کی جاگہ
بیرنگیٔ اُلفت نے عجب رنگ نکالا"

اختتام : "آپ ہیں پوچھتے خوبانِ جہاں مجھ کو ہوس[2]
وہ بھی کیا دن تھے کہ ہر دم مری غم خواری تھی
جی میں ہے برہمن و شیخ تمھاری زد[3] (کذا) سے
بت تراشیں گے ہم ایک (کذا) سنگِ در مسجد سے

۱- صحیح مصرع شاید یوں ہوگا : لگی جو بال و پرِ طائرانِ باغ کو چوٹ
۲- دوسرے مصرعے کے مضمون کو پیش نظر رکھتے ہوئے، پہلا مصرع شاید یوں ہوگا : اب نہیں پوچھتے . . .
۳- ضد -

ہوں مقر اپنی خطا کا مجھے دے تو تعذیر[1] (کذا)
کر کے تحقیق نہ شرمندہ کرو شاہد ہے
مدد اے ہمت ناکامی قیس و فرہاد
عشق کا بوجھ اوٹھاتا ہوں تن واحد ہے"

مندرجات : اس مخطوطے میں صرف غزلیات ہیں ۔

خصوصیات : کاتب بے احتیاط اور غلط نویس ہے ۔ کتابت کی اغلاط
کثرت سے ہیں ۔

مصنف اور مآخذ کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱۱۴ ۔

● ● ●

۱۔ تعزیر ۔

۱۱۶

دیوانِ یقین [۱]

انعام اللہ خاں یقین

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو ، کراچی -

نمبر : قا ۳/۱۹۵

سائز : ۲۲½ × ۱۴½ س م

اوراق : ۸۴

سطور : ۱۲

زمانۂ کتابت: بارھویں صدی کا نصف آخر (قیاساً)

خط : شکستہ ، اوسط -

کیفیت : غیر مجلّد - جزو بندی غلط ہوئی ہے - ورق ۱۷ کے بعد موجودہ ورق ۱ ، ۲ آنا چاہیے - کاغذ باریک ، مٹیالا ہے - تخلص پر سرخ روشنائی سے لکیر ڈالی گئی ہے -

آغاز : ''کون کر سکتا ہے اس خلاق اکبر کی ثنا
نا رسا ہے شان میں جس کی پیمبر کی ثنا
سربراہ[1] اس منہ سے ہو سکتی ہے کب نعتِ رسول
یا اباؐبکر[2] و عمر عثمان و حیدر کی ثنا

۱- دیوانِ مطبوعہ : سربرآ - (یقین کے سلسلے میں جہاں کہیں دیوان مطبوعہ کا حوالہ آیا ہے ، اس سے مراد انجمن ترقی اُردو کا شائع کردہ نسخہ ہے - مکمل حوالہ ''مطبوعہ نسخے'' کے تحت ہے) -

۲- ایضاً : ابوبکر -

شاگردی اختیار کی ہو تو ۱۲۰۰ھ میں ، خواجہ عشرت کے بتائے ہوئے سالِ پیدایش کے مطابق ، ہوس کی عمر آٹھ برس قرار پاتی ہے ۔ ظاہر ہے اس عمر میں شاعری شروع کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔ ۱۲۰۰ھ میں اگر ہوس کی شاعری کا آغاز ہوا ہو ، اور اس وقت ان کی عمر سولہ برس تصوّر کی جائے تو سالِ پیدایش ۱۱۸۴ھ (۱۷۷۰-۷۱ء) قرار پاتا ہے ۔ اس کی تائید مصحفی کے بیان سے بھی ہوتی ہے جنھوں نے ریاض الفصحا میں ان کی عمر چالیس برس سے متجاوز لکھی ہے ۔ ریاض الفصحا کا سالِ آغاز ۱۲۲۱ھ ہے ۔ اگر مصحفی نے ترجمۂ ہوس ۱۲۲۱ھ ہی میں لکھا ہو تو سالِ پیدایش ۱۱۸۴ھ کے لگ بھگ قرار پاتا ہے ۔

خواجہ عشرت کا بیان کردہ سالِ وفات بھی درست نہیں ۔ تذکرہ ابنِ طوفان میں لکھا ہے : ''روزے چند است کہ ازیں دار ہوس رفت'' (ص ۱۷) ۔ اس تذکرے کا سالِ تالیف ۱۲۴۷ھ اور ۱۲۵۱ھ کے درمیان ہے ۔ اس سے واضح ہے کہ ہوس کی وفات ۱۲۵۱ھ [م : ۱۸۳۵-۳۶ء] سے پہلے کا واقعہ ہے ۔

ہوس ابتداً میر حسن کے اور ان کی وفات کے بعد مصحفی کے شاگرد ہوئے ۔ مشہور شاعر طالب علی خاں عیشی ان سے ملازمت کا تعلق رکھتے تھے ۔

ماخذ : (۱) عیّار ، ۸۷۳ ۔ (۲) عشقی ، دوم ، ۳۲۸ ۔ (۳) عمدہ ، ۲۸۳ ، ۸۲۸ ۔ (۴) ریاض ، ۳۶۶ ۔ (۵) دیوان ، ۲۶۹ ۔ (۶) بے جگر ، در ردیف ہ ۔ (۷) ابنِ طوفان ، ۱۷ ، ۷۰ ، ۷۱ ، ۸۶ ۔ (۸) گلشن ، ۲۴۱ ۔ (۹) بہار ، ۳۲۸ ۔ (۱۰) بے خزاں ، ۱۲۸ ۔ (۱۱) گلستان ، ۲۸۴ ۔ (۱۲) خوش معرکہ ، اوّل ، ۴۵۲ ۔ (۱۳) شعرائے ہند ، ۲۵۷ ۔ (۱۴) سراپا سخن ، ۱۱ ، ۳۸۱ ۔ (۱۵) یادگار ، ۲۲۱ ۔ (۱۶) سخنِ شعرا ، ۵۶۳ ۔ (۱۷) نادر ، ۱۸۰ ۔ (۱۸) شمیم ، اوّل ، ۲۵۷ ۔ (۱۹) طور ، ۱۲۷ ۔ (۲۰) بزم ، ۱۱۹ ۔

(۲۱) آبِ بقا ، ۱۳٦ - (۲۲) قاموس ، دوم ، ۲۷۲ - (۲۳) گارسیں دتاسی ، اوّل ، ۵۹۲ - (۲۴) لکھنؤ ، ۲۳۸ - (۲۵) میر حسن ، ۳۲۲ - (۲٦) اُردو مثنوی ، سروری ، ۱۱۱ - (۲۷) اُردو مثنوی ، گیان چند ، ۴۱۹ - (۲۸) منظوم داستانیں ، ۴۳۷ - (۲۹) ''مصحفی'' از افسر امروہوی ، کراچی، ۱۹۷۵ء ، ص ۱۲۳ - (۳۰) ارمغان ، ۱۱۱ -

● ● ●

۱۱۵

دیوانِ ہوس [۲]

مرزا محمد تقی خان ہوس

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو ، کراچی ۔

نمبر : ۳۹۰۸ (داخلہ)

سائز : ۲۱ × ۳۴ ۱/۴ س م

اوراق : ۵۰

سطور : ۱۵

زمانۂ کتابت : تیرھویں صدی ہجری کا ربع آخر (قیاساً)

خط : نستعلیق ، اوسط ۔

کیفیت : مخطوطہ ناقص الطرفین والاوسط ہے۔ ورق ۳۹ ، ب کے آخر میں یہ شعر ہے :

کل جو آیا تھا نشے میں وہ بتِ خوں خوار مست
دیکھتے ہی شیخ اوس کو ہو گیا یک بار مست

اس ورق پر ترک ''ہمیں کیا کیا'' ہے ۔ اگلے ورق کا پہلا شعر ترک کے ان الفاظ سے شروع نہیں ہوتا بلکہ اس کی جگہ ذیل کا شعر ہے جو ٹ کی ردیف کی غزلہ کا ہے :

یہ کس سحاب مژہ نے تگرگ باری کی
لگی جو بال پری طائران زاغ کو چوٹ[1] (کذا)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ورق ۳۹ اور ۴۰ کے درمیان کے چند اوراق مخطوطے میں نہیں ہیں۔ اسی طرح ورق ۴۵، ب کا آخری شعر ردیف 'ر' کا ہے اور اگلے ورق پر ردیف 'ی' کی غزل کے اشعار ہیں۔ گویا ورق ۴۵ اور ۴۶ کے درمیان اوراق کی ایک بڑی تعداد ضائع ہو چکی ہے۔ مخطوطہ مجلّد اور اچھی حالت میں ہے۔ کاغذ باریک، مٹیالا ہے۔ ہر صفحے پر سرخ اور نیلی جدولیں ہیں۔

آغاز : ''خامۂ مانی ہوس کا کیوں نہ ہو حیران کار
صفحۂ کاغذ کو اُس نے تو نگارستان کیا
اے عشق قدم اب تو تری راہ میں ڈالا
الآن توکّلت علی اللہ تعالٰی
افلاک کی مانند میں پھرتا ہوں شب و روز
ہے رشک صد اختر مرے ہر پاؤں کا چھالا
سب راز نہاں عشق کا مجھ پر تو عیاں ہے
ہوں پردۂ اسرار کا میں جھانکنے والا
آنکھوں سے لہو آنے لگا اشک کی جاگہ
بیرنگیٔ اُلفت نے عجب رنگ نکالا''

اختتام : ''آپ ہیں پوچھتے خوبانِ جہاں مجھ کو ہوس[2]
وہ بھی کیا دن تھے کہ ہر دم مری غم خواری تھی
جی میں ہے برہمن و شیخ تمھاری زد[3] (کذا) سے
بت تراشیں گے ہم ایک (کذا) سنگِ در مسجد سے

۱۔ صحیح مصرع شاید یوں ہوگا : لگی جو بال و پرِ طائرانِ باغ کو چوٹ
۲۔ دوسرے مصرعے کے مضمون کو پیش نظر رکھتے ہوئے، پہلا مصرع شاید یوں ہوگا : اب نہیں پوچھتے . . .
۳۔ ضد۔

ہوں مقر اپنی خطا کا مجھے دے تو تعذیر[1] (کذا)
کز کے تحقیق نہ شرمندہ کرو شاہد سے
مدد اے ہمت ناکامی قیس و فرہاد
عشق کا بوجھ اوٹھانا ہوں تن واحد سے"

مندرجات : اس مخطوطے میں صرف غزلیات ہیں ۔

خصوصیات : کاتب بے احتیاط اور غلط نویس ہے ۔ کتابت کی اغلاط کثرت سے ہیں ۔

مصنف اور مآخذ کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱۱۴ ۔

● ● ●

۱۔ تعزیر ۔

۱۲٦

دیوانِ یقین [۱]

انعام اللہ خاں یقین

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو ، کراچی -

نمبر : قا ۱۹۵/۳

سائز : $22\frac{1}{2} \times 14\frac{1}{2}$ س م

اوراق : ۸۴

سطور : ۱۲

زمانۂ کتابت: بارھویں صدی کا نصف آخر (قیاساً)

خط : شکستہ ، اوسط -

کیفیت : غیر مجلّد - جزو بندی غلط ہوئی ہے - ورق ۱۷ کے بعد موجودہ ورق ۱ ، ۲ آنا چاہیے - کاغذ باریک ، مٹیالا ہے - تخلص پر سرخ روشنائی سے لکیر ڈالی گئی ہے -

آغاز : ''کون کر سکتا ہے اس خلاق اکبر کی ثنا
نا رسا ہے شان میں جس کی پیمبر کی ثنا
سربراہ[۱] اس منہ سے ہو سکتی ہے کب نعتِ رسول
یا ابابکر[۲] و عمر عثمان و حیدر کی ثنا

۱- دیوانِ مطبوعہ : سربرآ - (یقین کے سلسلے میں جہاں کہیں دیوان مطبوعہ کا حوالہ آیا ہے ، اس سے مراد انجمن ترقی اُردو کا شائع کردہ نسخہ ہے - مکمل حوالہ ''مطبوعہ نسخے'' کے تحت ہے) -

۲- ایضاً : ابوبکر -

یہ زباں قابل ہے کب اس بات کے جو کیجیے
حضرت زہرہ کی اور شبیّر و شبّر کی ثنا
نام حمد اور مدح کا لینا مجھے انصاف نیں
کی نہ ہے ساری عمر ترکانِ ستمگر کی ثنا
جوں نماز اپنے پہ صبح و شام لازم کر یقیں
حضرت استاد یعنی شاہ مظہر کی ثنا"

اختتام : "یار کب دل کی جراحت پہ نظر کرتا ہے
کون اس کوچے میں جز تیر گزر کرتا ہے
اب تو کر لے نگہِ لطف کہ ہو توشۂ راہ
کہ کوئی دم میں یہ بیمار سفر کرتا ہے
اپنی[1] حیرانی کی یہ عرض کریں کس منہ سے
کب وہ آئینے پہ مغرور نظر کرتا ہے
عمر فریاد میں برباد گئی کچھ نہ ہوا
نالہ ، مشہور غلط ہے کہ اثر کرتا ہے
یار کی بات ہمیں کون سناتا ہے یقیں
کون کب گل کی دوانوں کو خبر کرتا ہے"

مندرجات : اس میں صرف غزلیں ہیں ۔

خصوصیات : مطبوعہ نسخے سے مقابلہ کرنے سے مندرجہ ذیل نتائج سامنے آتے ہیں :

۱۔ مخطوطے کی غزلیات کی ترتیب مطبوعہ دیوان سے مختلف ہے ۔ مثلاً مطبوعہ کی ردیف الف کی غزلیں اس ترتیب کے ساتھ مخطوطے میں ہیں : ۱ ، ۱۱ ، ۲۰ ، ۱۳ ، ۷ ، ۸ ، ۲۲ ، ۹ ، ۴ ، ۱۴ ، ۲ ، ۱۵ ، ۱۲ ، ۵ ، ۳ ، ۱۶ ، ۱۸ ، ۱۷ ، ۲۱ ، ۱۹ ، ۱۰ ، ۶ ۔

۲۔ بعض غزلیں مخطوطے میں نہیں ہیں ۔ مثلاً ردیف ی کی مندرجہ ذیل تین غزلیں :

(الف) بدلا ترے ستم کا کوئی تجھ سے کیا کرے

۱۔ دیوان مطبوعہ : اپنی حیرانی کو ہم عرض . . .

(ب) ترا خورشید سا منہ دیکھ کر پھولوں کی جان لرزے
(ج) چلا آنکھوں سے جب کشتی میں وہ محبوب جاتا ہے

اسی طرح بعض غزلوں کے اشعار بھی مطبوعہ میں زائد ہیں ۔

۳۔ کچھ کلام ایسا ہے جو مخطوطے میں ہے ، مطبوعہ میں نہیں ۔ مثلاً مخطوطے کے ورق ۱۵ ، الف پر پانچ شعروں کی ایک غزل ہے جس کا مطلع یہ ہے :

بھول جاتا باغ کی زیب اور گلستاں کے تئیں
دیکھتا گر باغباں داغِ نمایاں کے تئیں

اس غزل کا کوئی شعر مطبوعہ دیوان میں نہیں ۔

۴۔ مطبوعہ نسخے اور مخطوطے میں اختلافِ متن بھی ہے ۔ چند مثالیں :

مطبوعہ : مجھے گر حق تعالیٰ کار فرمائے جہاں کرتا
بتوں کو میں بزور ان بیکسوں پر مہرباں کرتا
(ص ۳)

مخطوطہ : . . . .
سیہ بختی کو اپنی سرمۂ چشم بتاں کرتا[1]

مطبوعہ : کوئی مطلب نہیں پایا ہے یاں آنے سے آدم کا
(ص ۵)

مخطوطہ : . . . . آنے میں آدم کا

مطبوعہ : نہیں کوئی کہ دشنام اس کی ہم تک یا دعا لاوے
گیا ہے دل اب اس کو دیکھیے کب تک خدا لاوے
(ص ۵۷)

مخطوطہ : نہیں کوئی کہ اخبار اس کے یا ہم تک دعا لاوے
. . . . دیکھیے پھر کب خدا لاوے

۱۔ مخطوطے میں مطبوعہ نسخے کا مصرع ثانی حاشیے پر دیا گیا ہے ۔

مخطوطے میں کتابت کی غلطیاں خاصی ہیں ۔ کسی نے
ان غلطیوں کی تصحیح کی ہے ۔ تاہم اب بھی غلطیاں
موجود ہیں ۔

دیگر نسخے : ۱۔ نسخہ' انڈیا آفس ، لندن :

فہرست نمبر ۱۲۵ ۔ اوراق ۹۲ ۔ سائز $10\frac{1}{2} \times 6\frac{1}{2}$" ۔
سطور ۱۷ ۔ خط نسخ ۔ کاتب عبدالرزاق خاں ۔
سال کتابت ۱۱۹۳ھ ۔ اس میں صرف غزلیں ہیں ۔ (انڈیا
آفس ، ۶۶ - ۶۵)

کتب خانہ' سالار جنگ ، حیدر آباد دکن میں کلام یقین کے
سات نسخے ہیں :

۲۔ فہرست نمبر ۵۰۳ ۔ لائبریری نمبر ۱۹۲ ۔ سائز
۸ × ۴" ۔ صفحات ۷۷ ۔ سطور ۱۳ ۔ خط شکستہ ۔
کرم خوردہ ۔ ترقیمہ : ''حسب الارشاد نواب صاحب
والا دودمان نواب سیّد حسین خاں بہادر دام ظلہ
دیوان یقین ہندی انعام اللہ خاں المتخلّص بہ یقین بخط
یکے از بندہ ہائے آل اطہار صلوات اللہ الیہم اجمعین
۱۱۷۸ھ تحریر پذیرفت'' ۔ (سالار جنگ ، ۲ - ۳۰۱)

۳۔ فہرست نمبر ۵۰۴ ۔ لائبریری نمبر ۲۸۵ ۔ سائز
$8\frac{1}{2} \times 5\frac{1}{2}$" ۔ صفحات ۷۵ ۔ سطور ۱۳ ۔ خط نستعلیق ۔
ترقیمہ : ''تمت تمام شد دیوان یقین بروز پنج شنبہ بتاریخ
بست و پنجم شہر جمادی الاوّل ، ۱۲۶۰ ہجری ۔ کاتب
الحروف میر محمد ہدایت علی'' ۔ (سالار جنگ ، صص
۳ - ۳۰۲)

۴۔ فہرست نمبر ۵۰۵ ۔ لائبریری نمبر ۳۲۸ ۔ سائز
۸ × ۵" ۔ صفحات ۷۰ ۔ سطور ۱۵ ۔ خط نستعلیق ۔
ترقیمہ : ''این دیوان من تصنیف یقین و سخن رنگین
. . . (کذا) متوطن شاہ جہان آباد ششم شہر شوال
المکرم ، ۱۱۸۸ھ بروز مبارک شنبہ بوقت چاشت در بلدۂ

خجستہ بنیاد کہ نواب اللہ الدولہ بہادر کوچ فرمودہ بر ہفت کرد (کذا) فرود آمدہ بودلد برخوردار ثمرۃ الفوائد لالہ بھوانی پرشاد بخط زشت نحیف عاصی میر محمد شریف در حویلی لالہ عالمگیری لعل باتمام رسانید۔ تمت تمام شد"۔ (سالار جنگ ، ص ۴۰۳)

۵- فہرست نمبر ۵۰۶ - لائبریری نمبر ۵۰۷ - سائز ۸ × ۶" - صفحات ۵۸ - سطور ۱۷ - خط نستعلیق - ترقیمہ : "دیوان انعام اللہ خاں یقین شاگرد حضرت مظہر ، بتاریخ ۲۲ ربیع الثانی ، ۱۳۲۸ھ بروز سہ شنبہ ختم ہوا۔ بقلم خود حقیر فقیر سید محمد علی ملیح آبادی از کوٹلہ اکبر جاہ حیدرآباد"۔ (سالار جنگ ، صص ۴۰۳ - ۴)

۶- فہرست نمبر ۵۰۷ - لائبریری نمبر ۶۸۱ - سائز ۸ ½ × ۵ ½" - صفحات ۲۷ - سطور ۱۳ - خط نستعلیق - ترقیمہ : "تمت تمام شد دیوان یقین بخط خادم (کذا) از دست بہادر خاں بوقت یکپاس روز برآمد شنبہ بتاریخ ہفتم محرم الحرام ، سنہ ۱۲۳۴ھ۔" (سالار جنگ ، ص ۴۰۴)

۷- فہرست نمبر ۶۳۶ - لائبریری نمبر ۲۷۳ - سائز ۹ × ۵ ½" - صفحات ۸۸ - سطور ۱۳ - خط نستعلیق - کتابت مابعد ۱۲۵۰ھ۔ فہرست نگار نے مخطوطے کا عنوان "کتاب دیوان یقین و اشعار شعراء دیگر" لکھا ہے ، اور یہ بتایا ہے کہ "اوّلاً یقین کا کلام ہے ، اس کے بعد دوسرے شعرا کا کلام ہے"۔ (سالار جنگ ، ص ۴۹۸) - یہ صراحت نہیں کی گئی کہ اس مخطوطے میں یقین کا کتنا کلام ہے -

۸- سالار جنگ کی مطبوعہ فہرست میں اُس نسخے کا ذکر نہیں ہے جو ۱۱۹۷ھ کا مکتوبہ تھا اور جس سے مرزا فرحت اللہ بیگ نے دیوان یقین کی تدوین کے سلسلے میں استفادہ کیا تھا - (دیباچہ ، دیوان مطبوعہ ، ص ۸)

کتب خانۂ آصفیہ ، حیدر آباد دکن میں دیوانِ یقین کے پانچ نسخے ہیں :

۹- فہرست نمبر ۳۲ - لائبریری نمبر "دواوین ۴۰۳" - سائز ۱۰ × ۶" - صفحات ۶۷ - سطور ۱۲ - خط نستعلیق - ناقص الآخر - (آصفیہ ، اول ، صص ۲۹ - ۲۸)

۱۰- فہرست نمبر ۳۳ - لائبریری نمبر "دواوین ۷۶۴" - سائز ۹ × ۶" - صفحات ۶۴ - خط شکستہ - (آصفیہ ، اول ، ص ۲۹)

۱۱- فہرست نمبر ۳۴ - لائبریری نمبر "دواوین ۸۸۴" - سائز ۹ × ۵" - صفحات ۹۹ - سطور ۱۵ - خط نستعلیق - ترقیمہ : "تمت دیوان انعام اللہ خان المتخلّص بہ یقین از شاگردانِ مرزا مظہر علیہ الرحمۃ - بتاریخ یازدھم ماہ ذیقعدہ ، ۱۲۳۰ھ نقل برداشتہ" - (آصفیہ ، اول ، ص ۲۹)

۱۲- فہرست نمبر ۳۵ - لائبریری نمبر "دواوین شاملات ۶۵" - سائز ۱۲ × ۶" - صفحات ۶۸ - سطور ۱۵ - خط نستعلیق - ترقیمہ : "این دیوان یقین بفضلِ جہان آفرین بتاریخ پانزدھم ماہ شعبان المعظم در مقام تروندرم از دست معاصی ازلی میر ظہور علی صورت اختتام پذیرفت" - (آصفیہ ، اول ، ص ۲۹)

۱۳- فہرست نمبر ۳۶ - لائبریری نمبر "دواوین شاملات ۶۱" - سائز ۹ × ۶" - صفحات ۳۲ - سطور ۱۴ - خط شکستہ - "نامکمل ہے صرف چند غزلیات شامل ہیں"- (آصفیہ ، اول ، ص ۲۹)

انجمن ترقی اُردو ہند میں دیوانِ یقین کے تین نسخے ہیں :

۱۴- فہرست نمبر ۴۶۵ - (اُردو ادب ، مارچ ، ۱۹۵۳ء ، ص ۱۵۰)

۱۵- فہرست نمبر ۴۶۶ - (ایضاً)

۱٦- فہرست نمبر ۷٦۴ - سال کتابت ۱۱۸۴ھ - (ایضاً)

۱۷- اسخہ کلیولینڈ پبلک لائبریری ، اوہائیو (امریکہ) :

"ناقص" - خط نستعلیق - اوراق ٦۹ - سائز $\frac{1}{2}$۷ ۸ × ۵.۵ ۵" - دو کالمی - ۱۵ سطری - نمبر : W091.991432 H892D (اُردو ادب ، ۱۹٦۸ء ، شمارہ ۲ ، ص ۹۷)

۱۸- نسخۂ دیوان ، کتب خانۂ ذاتی گارسیں دتاسی :

فہرست نمبر ۲۸۱۸ - دواوین سودا و درد کے ساتھ مجلد - (نوائے ادب ، جنوری ، ۱۹۵۸ء ، ص ۳۱)

شاہان اودھ کے کتب خانوں کے نسخے :

شاہان اودھ کے کتب خانوں میں موتی محل میں دیوانِ یقین کے دو اور توپ خانے میں کئی نسخے تھے - ان میں سے صرف دو کے بارے میں اشپرنگر نے مندرجہ ذیل معلومات فراہم کی ہیں :

۱۹- نسخۂ موتی محل :

فہرست نمبر ۲۰۷ - صفحات ۸۲ - فی صفحہ ۱۲ شعر - اس میں صرف غزلیات ہیں - (شاہان اودھ ، ص ٦۴۲)

۲۰- نسخۂ توپ خانہ :

مکتوبہ ۱۱۸۸ھ - (شاہان اودھ ، ص ٦۴۲)

۲۱- نسخۂ ایشیاٹک سوسائٹی ، کلکتہ :

فہرست نمبر ۱٦۴ - (شاہان اودھ ، ص ٦۴۲)

ادارۂ ادبیاتِ اُردو ، حیدرآباد دکن میں دیوانِ یقین کے پانچ نسخے ہیں :

۲۲- فہرست نمبر ۴۱ - اوراق ۲٦ - سطور ۱۵ - سائز

$5\frac{1}{2} \times 8\frac{3}{4}$" - خط نستعلیق ، پختہ ، شکستہ آمیز -
''(اس) . . . میں جگہ جگہ حاشیے پر مزید غزلیں اور اشعار درج کیے گئے ہیں - اس نسخے میں اندازاً ۷۸۰ ، اشعار اور ۱۴۳ غزلیں ہیں . . . غزلیاتِ یقین کے آخر میں حضرت علیؓ کی مدح میں فغاں کا ایک قصیدہ بھی درج ہے - . . . کوئی ترقیمہ نہیں بلکہ فغاں کا قصیدہ ساتھ ہی شروع کر دیا گیا ہے جس کے آخر میں 'دیوانِ یقین تمام شد' لکھا گیا ہے - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کاتب نے اس کو یقین کا قصیدہ سمجھ لیا تھا - یہ کتاب مثنوی میر حسن . . . [فہرست ادارہ نمبر ۷۰] کے ساتھ ایک ہی جلد میں شامل ہے اور غلام حسین بیدری ہی نے ۱۲۲۳ھ میں لکھی ہے - سرورق پر 'تفضّل حسین ۱۲۸۱ھ' کی مہر ثبت ہے'' - (ادارۂ ادبیات ، اوّل ، صص ۹۸ - ۹۷)

۲۳- فہرست نمبر ۷۵ - اوراق ۲۱ - سطور ۱۴ - سائز $5\frac{1}{2} \times 8\frac{3}{4}$" - کتابت قبل ۱۲۲۳ھ - ناقص الطرفین - کیرم خوردہ - ''تقریباً ۹۸ غزلیں ہیں ، لیکن اکثر غزلیں نسخہ نمبر ۱۷ [مذکورہ بالا نمبر ۲۱] کے مقابلے میں طویل اور مکمل ہیں - پہلا ورق غائب ہے'' - (ادارۂ ادبیات ، اوّل ، ص ۱۰۰)

۲۴- فہرست نمبر ۸۳ - اوراق ۳۴ - سطور ۱۴ - سائز $5\frac{1}{2} \times 9$" - ''مہاراجہ چندو لال کی فرمایش پر یا انھی کی زندگی میں نقل کرایا گیا ہے - اس کے ساتھ ہی شاہ نصیر ، سودا ، صاحب قران اور لچھمی نارائن شفیق کے بھی منتخبات ایک ہی جلد میں شامل ہیں اور ایک ہی کاغذ پر ایک ہی کاتب نے نقل کیے ہیں - . . . اس نسخے میں یقین کے تقریباً چھ سو پچاس اشعار درج ہیں'' - ترقیمہ : ''تمام شد کار من نظام شد بحرمت النون والصاد'' - (ادارۂ ادبیات ، اوّل ، ص ۱۰۲)

۲۵- فہرست نمبر ۲۳۹ - اوراق ۳۳ - سطور ١٦ - خط نستعلیق - سائز ۵ × ۸-½" - "یہ دیوان بالکل مکمل ہے . . . اس میں تقریباً ایک ہزار شعر ہیں" - ترقیمہ : "تمت تمام شد دیوانِ یقین بتاریخ شانزدھم جادی الاوّل ، ۱۲۳۵ھ بروز پنج شنبہ بوقت یک پاس روز برآمدہ ، در فرخندہ بنیاد حیدرآباد ، برائے پاس خاطر حضرت برحق ، اوستاد کامل ، منبع فضائل ، ہادیٔ شاگردانِ حکم کراہ منزل [گم کردہ منزل ؟] محسن میاں المخاطب بہ محسن ساکن بودن و خطیب قصبۂ مذکور ، بدست احقرالعباد بندہ بنکٹ پرشاد المتخلص بہ عاشق (یا عیاش)" - (ادارۂ ادبیات ، اوّل ، صص ۳ - ۳۰۲)

۲٦- فہرست نمبر ۹۳۲ - اوراق ۳۷ - سطور ۱۳ - سائز ۵ × ۹-½" - "... خاص اہتمام کے ساتھ قلعۂ کلیانی میں نقل کرایا گیا ہے - کتب خانۂ اسٹیٹ کلیانی کی مدور مہریں اس پر کئی جگہ ثبت ہیں - خط نستعلیق ہے . . . اس میں تقریباً نو سو شعر ہیں" - (ادارۂ ادبیات ، پنجم ، صص ۷۲ - ۷۱)

۲۷- نسخۂ کتب خانۂ کلیہ جامعہ عثمانیہ ، حیدرآباد دکن :

فہرست نمبر ۱۳۱ - اوراق ۳۸ - سطور ۱۰ - سائز ۸-½ × ۵-¾" - خط نستعلیق - مکتوبہ ۱۲۱۲ھ - کاتب ہدایت بیگ - یہ نسخہ ایک مجموعے میں (ورق ۹۴ ، ب تا ۱۳۱ ، ب) شامل ہے - ناقص الآخر ہے - (جامعہ عثمانیہ ، صص ۵۴ - ۱۲۳)

کتب خانۂ فیلسوف جنگ ، حیدرآباد دکن میں دیوانِ یقین کے تین نسخے تھے :

۲۸- فہرست نمبر ۵۲۵۵ - (مطبوعہ فہرست "فن دواوین وغیرہ" ، ص ٦)

۲۹- فہرست نمبر ۵۳۲۳ - (ایضاً ، ص ۷)

۳۰- فہرست نمبر ۹۳۵۳ - (ایضاً ، ص ۸)

کتب خانۂ آغا حیدر حسن ، حیدرآباد دکن کے نسخے :

۳۱ - ۳۲- آغا حیدر حسن ، پروفیسر نظام کالج ، حیدرآباد دکن کے کتب خانے میں دیوانِ یقین کے دو نسخے ہیں ۔ (دیباچہ ، دیوان مطبوعہ ، ص ۲)

۳۳- نسخۂ عبدالقدوس پادشاہ ، مدراس :

مدراس کے ایک رئیس عبدالقدوس پادشاہ کے ذاتی کتب خانے میں تقریباً پانچ سو صفحات کا ایک ناقص الآخر مجموعہ ہے جس میں تاباں ، درد ، بیدار اور سودا کے کلام کے ساتھ یقین کا دیوان بھی شامل ہے ۔ (مقدمہ ، دیوانِ بیدار ، مدراس ، ۱۹۳۵ء)

۳۴- رک : مخطوطہ نمبر ۱۱۷ ۔

مطبوعہ نسخے: پروفیسر عبدالقادر سروری نے دیوانِ یقین کی دو طباعتوں کا ذکر کیا ہے ۔ پہلی طباعت بمبئی سے ۱۲۰۰ھ میں ہوئی اور دوسری طباعت ۱۳۰۶ھ میں ہوئی (جامعہ عثمانیہ ، ص ۱۳۵) - پروفیسر سروری نے یہ نہیں بتایا کہ دوسری مرتبہ یہ دیوان کہاں سے شائع ہوا ۔ مرزا فرحت اللہ بیگ نے دیوانِ یقین کی ترتیب کے سلسلے میں ایک مطبوعہ نسخے کا ذکر کیا ہے جو بنگلور سے چھپا تھا (دیباچہ ، ص ۲) ۔ ممکن ہے یہی وہ دوسرا نسخہ ہو جس کا ذکر پروفیسر سروری نے کیا ہے ۔

مرزا فرحت اللہ بیگ نے دیوانِ یقین ، بارہ قلمی اور ایک مطبوعہ نسخے (طبع بنگلور) سے استفادہ کر کے مرتّب کیا تھا ۔ کتب خانۂ سالار جنگ کے نسخۂ مکتوبہ ۱۱۹۷ھ کو بنیادی متن کے طور پر استعمال کیا گیا تھا ، اور باقی نسخوں سے مقابلہ کیا گیا تھا ۔ مرتّب نے طویل دیباچہ لکھا ہے جس میں یقین کے مفصل حالات ملتے ہیں نیز خصوصیاتِ کلام پر بحث کی گئی ہے ۔ یہ دیوان انجمن ترقی اُردو نے ۱۹۳۰ء میں اورنگ آباد سے شائع کیا تھا ۔

مصنف : یقین ، حضرت شیخ احمد سرہندی کی اولاد میں سے تھے ۔ وہ شیخ عبدالاحد عرف شاہ وحدت ، تخلص گل ، کے پوتے اور شیخ اظہر الدین کے بیٹے تھے ۔ شیخ اظہر الدین سرہند سے دہلی چلے آئے ۔ محمد شاہ نے انھیں مبارک جنگ بہادر کا خطاب اور ہزار و پانصدی منصب دیا ۔ یقین دہلی ہی میں ۱۱۴۰ھ (۲۸ - ۱۷۲۷ء) میں پیدا ہوئے ۔ وہ نہایت وجیہہ و شکیل تھے ۔ بچپن ہی سے افیون کی عادت پڑ گئی تھی ، اس لیے چہرے کا رنگ سیاہ ہوگیا تھا ۔ یقین کو ان کے والد نے بقول میر حسن ، بغیر کسی گناہ کے ارتکاب کے قتل کر دیا اور لاش ٹکڑے ٹکڑے کر کے دریا میں بہا دی ۔ یہ واقعہ بقول شفیق ، ۱۱٦۹ھ (٥٦ - ۱۷٥٥ء) کا ہے ۔ یقین ، مظہر جان جاناں کے شاگرد تھے ۔

مآخذ : (۱) نکات ، ۸۱ - (۲) گفتار ، ۳۴ ، ۴۴ ، ۳٦ - (۳) ریختہ گویاں ، ۱۴٦ - (۴) مخزن ، ۱۳۴ - (٥) چمنستان ، ۱٦۱ - (٦) طبقات ، ۷٦ - (۷) شعرائے اُردو ، ۲۰۱ - (۸) شورش ، دوم ، ۳۴۰ - (۹) مسرت ، ۱۷۹ - (۱۰) گلزار ، ۴٦٥ - (۱۱) گلشن سخن ، ۲٦۴ - (۱۲) ہندی ، ۲۷٥ - (۱۳) عیّار ، ۸۷٦ - (۱۴) حیدری ، ۱۰۰ - (۱٥) عشقی ، دوم ، ۳۴۱ - (۱٦) گلشن ہند ، ۱۸۴ - (۱۷) عمدہ ، ۸۲٥ - (۱۸) مجمع ، ۱۴۰ - (۱۹) مجموعہ ، دوم ، ۴٥٥ - (۲۰) دیوان ، ۲۷۸ - (۲۱) بے جگر در ردیف ی - (۲۲) دستور ، ۱۸ - (۲۳) گلشن ، ۲۴۳ - (۲۴) بہار ، ۳۴۱ - (۲٥) گلستان ، ۲۸٦ - (۲٦) خوش معرکہ ، اول ، ۱۱٦ - (۲۷) شعرائے ہند ، ۱۹۳ - (۲۸) سراپا سخن ، ۱۸۷ - (۲۹) یادگار ، ۲۲۳ - (۳۰) سخن شعرا ، ٥٦۸ - (۳۱) شمیم ، اول ، ۲٥۹ - (۳۲) طور ، ۱۲۸ - (۳۳) بزم ، ۱۲۰ - (۳۴) آب بقا ، ۱۴۰ - (۳٥) ارباب ، ۱٥ - (۳٦) جواہر ، اول ، ۲۸۴ - (۳۷) گارسیں دتاسی ، سوم ، ۳۰٦ - (۳۸) گل رعنا ، ۱۹۱ - (۳۹) شعرالہند ، اول ، ۱۱۱ - (۴۰) دلّی ، ۱۹۴ -

(۳۱) مرأة ، اول ، ۱۲۳ - (۳۲) میر و سودا ، ۲۱۱ - (۳۳) تاریخِ ادبیات ، ہفتم ، ۲۰۹ - (۳۴) نیل ، ۲۸۳ - (۳۵) میرزا مظہر جانِ جاناں اور ان کا اُردو کلام ، از عبدالرزاق قریشی ، بمبئی ، ۱۹۶۱ء ، ص ۱۰۹ - (۳۶) ''یقین ، ستم زدۂ میر'' از مشرف انصاری ، صحیفہ ۱۶ ، جولائی ، ۱۹۶۱ء - (۳۷) دل کشا ، دوم ، ۱۰۱ - (۳۸) ارمغان ، ۱۱۲ - (۳۹) بیاض ، ۱۷ -

• • •

۱۱۷

دیوانِ یقین [۲]

انعام اللہ خاں یقین

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو ، کراچی ۔

نمبر : قا ۱۹۶/۳

سائز : ۲۱ ۱/۴ × ۱۴ س م

اوراق : ۸۴

سطور : ۱۰

تاریخِ کتابت : ۱۹ رجب ، ۱۱۸۰ھ [م : ۲۱ دسمبر ، ۱۷۶۶ء]

خط : نستعلیق ، عمدہ ۔

کیفیت : نسخہ غیر مجلّد اور نہایت بوسیدہ حالت میں ہے ۔ تمام اوراق کو بٹر پیپر میں محفوظ کیا گیا ہے ۔ کاغذ دبیز ، مٹیالا ۔ تمام مقطعے سرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں ۔ متن ورق ۲ ، ب سے شروع ہوتا ہے ۔ ورق ۱ ، الف پر ایک دعا لکھی ہے ۔ ورق ۱ ، ب پر میر درد کے دو شعر ، اور ایک فارسی کا شعر ہے ۔ ورق ۲ ، الف سادہ ہے ۔ اس پر "دیوانِ یقین" کے الفاظ زمانۂ حال میں لکھے گئے ہیں ۔ ورق ۲ ، ب سے ۱۳ ، الف تک ہر صفحے پر سرخ جدولیں ہیں اور مقطعوں کے اُوپر اور نیچے لکیریں کھینچی گئی ہیں ۔ بعد کے صفحات پر یہ اہتمام نہیں ہے ۔ متن ورق ۸۲ ، الف

پر ختم ہوتا ہے ۔ اسی ورق سے پنچھی کا مسدس شروع ہوتا ہے جس کا عنوان یہ ہے : ''مسدس من تصنیف شاہ نظام الدین احمد حسینی واسطی تخلّص پنچھی قلندر مشرب صنم پرست'' ۔ یہ مسدس ۱۳ بند کا ہے اور ورق ۸۳ ، الف پر ختم ہوتا ہے ۔ مسدس کا پہلا بند یہ ہے :

تجکوں اے دل اگر ہے عقل و شعور
فیض تجرید سے نہ رہ معذور
نفع ہے صحبت زناں سے دور
نیں ہے ان سے بجز ضرر منظور
رہ مجرد او پادشاہی کر
کد خدائی نہ کر خدائی کر

مسدس کا آخری بند یہ ہے :

کد خدائی ہے زندگی کا وبال
غیرتِ نفس لیں ہے غیرِ خیال
ہے گا پنچھی اگر یہ امرِ محال
لیکن اس کا ہے سخت نیک احوال
رہ مجرد او پادشاہی کر
کد خدائی نہ کر خدائی کر

یہ مسدس اُسی کاتب کے قلم سے ہے جس نے دیوانِ یقین لکھا ہے ۔

آغاز : مطابق مخطوطہ نمبر ۱۱۶ ۔ اس اختلاف کے ساتھ کہ تیسرے شعر کا پہلا مصرع زیرِ نظر مخطوطے میں یوں ہے :

یہ زباں اس بات کے قابل ہے کب جو کیجیے

اختتام : ''کوئی لطف ان بتاں کا کیونکہ بن دیوان پن[1] جانے
معانی نسخۂ گل کے غزل خوانِ چمن جانے

۱۔ دیوان مطبوعہ : دیوانہ پن ۔

گریباں چاک کرنے سیں[1] ہمارے تجکوں کیا ناصح
ہمارا بات[2] جانے اور ہمارا پیرہن جانے
خطا ہے مفت مر کر مارنے دیجے رقیباں کو[3]
ہماری ہم سے پوچھو[4] ، کوہکن کی کوہکن جانے
مزا پاتے ہیں ہکلانے میں اس کے اور مت پونچھو
چپکنے کی لبوں کے وجہ وہ شیریں دہن جانے
طبیعت شعر کی اصلاح بن فاسد ہی رہتی ہے
وہ ہی سمجھے یقین یو[5] بات جو نبض سخن جانے"

ترقیمہ : "تمت تمام شد دیوان یقین ، تحریر بتاریخ نوزدہم شہر رجب المرجب ، ۱۱۸۰ ھجریہ لبویہ مقدسہ" ۔

مندرجات : اس میں صرف غزلیات ہیں ۔

خصوصیات : غزلوں کی ترتیب مطبوعہ دیوان سے مختلف ہے ۔ مثلاً مطبوعہ دیوان کی ردیف الف کی غزلیں مخطوطے میں اس ترتیب سے ہیں : ۱ ، ۳ ، ۸ ، ۱۱ ، ۵ ، ۱۴ ، ۱۳ ، ۲ ، ۶ ، ۴ ، ۱۰ ، ۷ ، ۱۷ ، ۱۲ ، ۹ ، ۲۰ ، ۱۹ ، ۲۱ ، ۱۸ ، ۱۵ ، ۱۶ ۔ مطبوعہ کی چھٹی غزل (اگر مر گر نہ میں اُس شوخ کی خاطر نشاں کرتا) مخطوطے میں نہیں ہے ۔ دیگر ردیفوں کی بھی بعض غزلیں مخطوطے میں نہیں ہیں ۔

متن کے الفاظ کہیں کہیں کاتب سے چھوٹ گئے تھے ۔ وہ کسی نے بعد میں حواشی پر لکھ دیے ہیں ۔ (مثلاً ورق ۱۸ ، الف : ۳۴ ب ؛ ۳۹ ب وغیرہ پر) ۔ متن میں بعض الفاظ غلط لکھے گئے تھے ، انھیں قلم زد کر کے صحیح لفظ لکھ دیے گئے ہیں ۔ (مثلاً ورق ۴۰ ، ب پر) ۔

ورق ۲۳ ، ب پر ایک غزل (. . . سینا ہنوز) کا مقطع

۱۔ نسخہ مطبوعہ : . . . کرنے سے ہمارے تجھ کو کیا . . .
۲۔ ایضاً : ہاتھ
۳۔ ایضاً : خطا ہے مفت مر کر ، یار کو دینا رقیبوں کو ۔
۴۔ ایضاً : پونچھو
۵۔ ایضاً : یہ

ایک دوسری غزل (۔ ۔ ۔ پاک ہنوز ۔ ورق ۴۲ ، ب) میں شامل کر دیا گیا ہے ۔ اور دوسری غزل کا مقطع پہلی غزل میں شامل ہے ۔ پہلی غزل کے مقطع پر کسی نے "سہو کاتب" کے الفاظ لکھے ہیں ، اور دوسری غزل کے مقطع پر "ایں مقطعِ ریختہ دیگر است ۔ سہو کاتب" لکھا گیا ہے ۔

بعض اشعار خود کاتب مخطوطہ نے بھی حواشی پر اضافہ کیے ہیں ۔ مثلاً ۔ ۷ ، الف کی ایک غزل (۔ ۔ ۔ چھپا رکھے) کے تین شعر متن میں لکھنے سے رہ گئے تھے انھیں بعد میں حاشیے پر لکھا گیا ہے ۔

یہ نسخہ پہلے مولانا عمر یافعی (حیدرآباد دکن) کے ذاتی کتب خانے میں تھا ، اپنی دوسری کتابوں کے ساتھ انھوں نے یہ نسخہ انجمن ترقی اردو کراچی کو دے دیا تھا ۔ اس نسخے کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ مرزا فرحت اللہ بیگ نے دیوانِ یقین کی تدوین میں اس سے استفادہ کیا تھا ۔

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱۱۶ ۔

● ● ●

۱۱۸

ترانہ

میرزا یاس یگانہ عظیم آبادی

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی ۔

نمبر : ۱۹۶۳ - ۲۱۹

سائز : ۲۰ × ۱۶ س م

اوراق : ۱۰۲ (خود مصنّف نے صفحات نمبر درج کیے ہیں جو ص ۱ سے ص ۲۰۴ تک ہیں ، آیندہ سطور میں انھیں کا حوالہ دیا جائے گا)

سطور : ۵

زمانۂ تصنیف: ۱۹۱۶ھ اور ۱۹۲۶ھ کے درمیان ۔

کاتب : خود مصنّف ۔

سالِ کتابت : ۱۹۲۶ء

خط : نستعلیق ، مائل بہ شکستہ ، رواں دواں ۔

مہر : ص ۱ پر "میرزا یگانہ" کے اُردو دستخطوں کی مہر ہے ، اور اس کے نیچے یہی نام انگریزی میں بھی تحریر کیا گیا ہے ۔

کیفیت : یہ میرزا یگانہ کی رباعیات کا مسودہ ہے جو انھوں نے اپنے شاگرد دوارکا داس شعلہ کو بھیجا تھا ۔ ص ۲۰۴ پر شعلہ کی یہ تحریر ہے :

"یہ مسودہ میرزا کے قلم سے ہے
دوارکا داس شعلہ"

اس کے نیچے ذیل کی عبارت اضافہ کی گئی ہے۔

"میرزا نے ۱۹۲۹ء میں یہ مسودہ مجھے بھیجا تھا۔ 'ترانہ' شاید ۱۹۲۸ء میں مبارک علی اینڈ سنز کتب فروشان اندرون لاہوری دروازہ لاہور، کی معرفت شائع ہوا۔ دوارکا داس شعلہ ۱۹۳۸ء"۔

مسودہ نیلی روشنائی سے لکھا گیا ہے، اضافے اور ترمیمیں سیاہ روشنائی سے ہیں۔ یہ مسودہ اُس قسم کی کاپی پر ہے، جس قسم کی کاپیاں اسکولوں میں استعمال کی جاتی ہیں۔

آغاز : "بسمہ
ترانۂ نیم شبی

(اُٹھو سکھی پھر سو لینا)

ساجن کو سکھی منا لو پھر سو لینا
سوئی قسمت جگا لو پھر سو لینا
(اُٹھو سکھی پھر سو لینا)

سوتا سنسار سننے والا بیدار
اپنی بیتی سنا لو پھر سو لینا
(اُٹھو سکھی پھر سو لینا)

(اُٹھو سکھی پھر سو لینا)"

[قوسین کے الفاظ مصنّف نے بعد میں اضافہ کیے ہیں]

اختتام : "(نئی سوجھتی ہے)

استادوں کے ساتھ دل لگی سوجھتی ہے
نشے میں خودی کے دور کی سوجھتی ہے
غالب کے چچا بنے ہو ماشاء اللہ
جو سوجھتی ہے یار نئی سوجھتی ہے"

مندرجات : اس مجموعے میں صرف رباعیات ہیں۔

خصوصیات : اس مجموعے میں ذیل کی رباعیات ایسی ہیں جو مطبوعہ نسخے میں شامل نہیں ہیں ۔

۱۔ کیا چیز ہے دنیا جسے کھوتے نہ بنی (ص ۶۵)
[یہ رباعی قلمزد کر دی گئی ہے]

۲۔ روکے گا کوئی کیا دلِ آگاہ کی راہ (ص ۷۵)

۳۔ تازہ مژدہ کوئی سنانا ہے تو آ (ص ۸۲)

۴۔ دنیا کے مزے میں ڈوب کر کیا ترتے (ص ۹۳)
[یہ رباعی بھی قلمزد کی گئی ہے اس پر کاغذ چپکا کر دوسری رباعی لکھی گئی ہے]

۵۔ محفل تری بے رنگ نہ ہو جائے کہیں (ص ۱۱۰)

۶۔ جی چاہے تو دل لگائیے بسم اللہ (ص ۱۱۲)

۷۔ آوازے کسی پہ کسنے والا تو کون (ص ۱۴۳)

۸۔ دل ہے بنیادِ عالمِ کون و فساد (ص ۱۵۱)

۹۔ سوتا ہوں ترے ساتھ ارے واہ رے میں (ص ۱۷۵)

ایک رباعی (دکھ درد کے ماروں کا نصیبہ جاگا) جو مطبوعہ کے ص ۱۳۲ پر ہے اور زیرِ نظر مسودے میں ص ۱۱۸ پر ، اُس پر مصنّف نے جو حواشی لکھے ہیں ، وہ مطبوعہ نسخے میں نہیں ۔

دیگر نسخے : راقم الحروف کو اس تصنیف کے کسی دوسرے قلمی نسخے کا علم نہیں ہے ۔

مطبوعہ نسخہ : یہ کتاب ۱۹۳۳ء میں لاہور سے شائع ہوئی تھی ۔ دوارکا داس شعلہ نے ۱۹۲۸ء لکھا ہے جو درست نہیں ۔

مصنّف : نام میرزا واجد حسین ، پہلے تخلّص یاس تھا ، پھر یگانہ ہوا ۔ باپ کا نام میرزا پیارے صاحب تھا ۔ یگانہ کے بزرگ ایران سے ہندوستان آئے ۔ اس خاندان کا پیشہ سپہ گری تھا ، شاہی خدمات کے صلے میں ان لوگوں کو پرگنہ حویلی ضلع عظیم آباد میں چند جاگیریں عطا ہوئیں ۔ اس وجہ سے یگانہ کا خاندان عظیم آباد ہی میں آباد ہو گیا ۔ یہیں ذیحجہ ، ۱۳۰۱ھ (۱۸۸۴ء)

میں یگانہ پیدا ہوئے - ۱۹۰۳ء میں انٹرنس کا امتحان پاس کیا - ۱۹۰۴ء میں مٹیا برج چلے گئے ، جہاں شہزادہ مرزا مقیم بہادر کے بیٹوں کے اتالیق مقرر ہوئے - کچھ عرصے تک یہ کام کیا لیکن آب و ہوا کی ناموافقت کی وجہ سے کلکتے میں قیام ممکن نہ رہا اور واپس عظیم آباد چلے آئے - کچھ دنوں بعد دہلی ، آگرہ ، اجمیر ، الہ آباد اور بنارس وغیرہ کی سیر کی - ۱۹۰۶ء میں لکھنؤ آئے اور یہیں مستقل سکونت اختیار کر لی - ۱۹۱۳ء میں لکھنؤ ہی کے ایک خاندان میں ان کی شادی ہوئی -

شاعری کا آغاز کم عمری ہی میں ہو گیا تھا - یگانہ نے ابتداءً سیّد علی خاں بیتاب عظیم آبادی کی شاگردی اختیار کی ، بعد میں چند غزلوں پر شاد عظیم آبادی سے بھی اصلاح لی - لکھنؤ میں یگانہ نے پیارے صاحب رشید سے استفادہ کیا -

۱۹۱۴ء میں یگانہ کا پہلا مجموعۂ کلام ''نشترِ یاس'' شائع ہوا جو خاصا مختصر تھا ، اور اس کا سبب یہ تھا کہ ۱۹۱۴ء سے پہلے کا بیشتر کلام ضائع ہوگیا تھا - ۱۹۲۶ء میں یگانہ لاہور آئے - اُردو مرکز میں مولانا تاجور نجیب آبادی کے ساتھ کام کیا - لیکن لاہور میں وہ زیادہ دن قیام نہ کر سکے اور ۱۹۲۷ء کے وسط میں لاہور کو خیرباد کہا - کچھ دنوں اٹاوہ ، علی گڑھ اور آگرہ وغیرہ میں قیام کرنے کے بعد حیدرآباد دکن چلے گئے اور وہاں رجسٹریشن و اسٹامپ کے محکمے سے اسسٹنٹ رجسٹرار کی حیثیت سے ملازم ہوگئے - سترہ اٹھارہ برس ملازمت کرنے کے بعد قیامِ پاکستان سے کچھ عرصہ قبل ریٹائر ہوئے اور لکھنؤ چلے آئے - یہیں ۴ فروری ، ۱۹۵۶ء کو ان کا انتقال ہوا -

پہلے مجموعۂ کلام ''نشترِ یاس'' کے بعد ''آیاتِ وجدانی'' (۱۹۲۷ء) ''ترانہ'' (۱۹۳۳ء) اور ''گنجینہ'' (مطبوعہ نسخے پر سالِ طباعت درج نہیں) شائع ہوئے - دیگر تصانیف

میں "چراغِ سخن" (۱۹۱۵ء) اور "غالب شکن" نے خاص شہرت حاصل کی ۔

مآخذ : (۱) مرأۃ ، دوم ، ۲۷۳ - (۲) معرکہ ، ۱۸۰ - (۳) تذکرۂ شعرائے اُردو ، نظیر لدھیانوی ، لاہور ، ۱۹۵۴ء ، ص ۲۲۴ - (۴) لکھنؤ ، ۸۸۴ - (۵) جدید شعرائے اُردو ، ڈاکٹر عبدالوحید ، لاہور ، تاریخ طبع ندارد ، ص ۵۳۱ - (۶) تاریخ ادبیات ، دہم ، ۱۳۸ - (۷) رسالہ "شاہکار" گورکھپور ، جدیدی شاعر نمبر ، جولائی ، ۱۹۳۹ء ، ص ۶۱ - (۸) نقوش ، آپ بیتی نمبر ، جون ۱۹۶۴ء ، ص ۱۳۳۸ - (۹) شخصی خاکہ از سالک رام ، مشمولہ "وہ صورتیں الٰہی" دہلی ، ۱۹۷۴ء - (۱۰) یاس یگانہ چنگیزی ، راہی معصوم رضا ، الٰہ آباد ، ۱۹۶۷ء -

● ● ●

مثنویات

۱۱۹

اظہارِ عشق

احمد

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی -

نمبر : ۱۱۳۱ - ۱۹۶۱ء

سائز : ۲۱ ½ × ۱۵ ½ س م

اوراق : ۱۱

سطور : ۱۲

سالِ تصنیف : ۱۲۲۵ھ [م : ۱۱ - ۱۸۱۰ء]

زمانۂ کتابت : تیرھویں صدی ہجری کا ربع آخر (قیاساً)

خط : نستعلیق ، معمولی -

کیفیت : یہ مثنوی ، میر کی مثنوی ''دریائے عشق'' (رک : مخطوطہ نمبر ۱۵۷) کے ساتھ ایک ہی جلد میں شامل ہے - مخطوطہ ۲۱ ، اوراق پر مشتمل ہے - ورق ۱ ، الف سے ۱۰ ب تک ''دریائے عشق'' ہے - ۱۰ ب پر ''دریائے عشق'' کے صرف آخری دو شعر ہیں ، اور ان کے فوراً بعد مثنوی ''اظہارِ عشق'' شروع ہو جاتی ہے جو ورق ۲۰ ، ب پر ختم ہوتی ہے - اسی ورق سے ایک غزل شروع ہوتی ہے جس کا مطلع یہ ہے :

چھاتی نہ فقط ناوک مژگاں سے چھنی ہے
ابرو کی بھی ہر عضو پہ تصویر بنی ہے

یہ غزل ، ورق ۱۲۱ الف پر ختم ہوتی ہے ۔ ورق ۱۲۱ ب پر کسی دوا کے بنانے کا ایک نامکمل نسخہ لکھا ہے ۔

آغاز : ''لائق حمد ہے خدائے جہاں
جس نے پیدا کیا ہے کون و مکاں
جس کی پیدایش عام ہے مخلوق
خاص اس میں عاشق و معشوق (کذا)
عشق کو یاں تلک بڑائی ہے
کہ اسے اپنے تک رسائی ہے
اپنا محبوب بھی کیا پیدا
اس پہ پھر آپ ہو گیا شیدا
پر یہاں ایک بھید اور بھی ہے
وہی سمجھے جسے کہ غور بھی ہے''

اختتام : ''احمد اب دل میں ہے ترے آتی
کہ عبث عمر ہے یوں ہی جاتی
ساری باتوں کو کیجے دل سے کم
دامن عشق پکڑیے محکم
عشق جس کا کہ تیرے جی میں ہے
ڈھونڈتا ہے کہاں تجھی میں ہے
اپنے بندے سے دور گر رہتا
نحن اقرب بھلا وہ کیوں کہتا
گھر تو اللہ کا ہے ہر دل میں
'تو بھی کر لے اسی کا گھر دل میں
ریخت احمد شکر دریں اشعار
ہمچو طوطی ہمی کند گفتار
فکر تاریخ کی جو میں نے کی
ہاتف غیب نے ندا یوں دی
سال تاریخ کا کرے جو خیال
کہہ دے 'اظہار عشق' بے اشکال''[1]

۱۔ اظہارِ عشق = ۱۵۷۷ — ۳۵۲ (اشکال) = ۱۲۲۵ھ ۔

مندرجات : ابتدا میں حمد ہے ، اور پھر عشق حقیقی و مجازی کی تعریف کے بعد مصنّف بیان کرتا ہے کہ ایک روز وہ اپنا سب کچھ چھوڑ کر یکایک کشمیر کی سیر کے لیے روانہ ہوا ۔ راستے میں ایک شہر پڑا جس کا نام جھنگ سیال تھا ۔ مصنّف نے اس شہر میں قیام کیا ۔ کئی لوگوں سے یہاں دوستانہ مراسم پیدا ہوئے ۔ انھیں لوگوں میں عزیز اللہ بیگ نامی ایک شخص بھی تھا ۔ اس نے جب دیکھا کہ مصنّف ہر وقت وحشت زدہ رہتا ہے تو اس نے مصنّف کا دل بہلانے کے لیے ہر روز ایک قصّہ سنانا شروع کر دیا ۔ ایک روز عزیز اللہ بیگ نے ایک مسلمان لڑکے اور ہندو لڑکی کے عشق کا قصّہ سنایا ۔ مصنّف کو یہ قصّہ بہت پسند آیا اور اس نے اسے منظوم کر دیا ۔

قصّے کا خلاصہ یہ ہے کہ جھنگ سیّال میں ایک مسلمان نوجوان خوش اوقات تھا جو نہایت خوب صورت اور عاشق مزاج تھا ۔ اسی شہر میں ایک جٹّی بھی تھی ۔ وہ بھی نہایت خوب صورت تھی ۔ جٹّی ہر روز اپنے مکان کے جھروکے سے باہر کا نظارہ کیا کرتی تھی ۔ ایک روز وہ جھروکے سے باہر دیکھ رہی تھی کہ نوجوان اِدھر سے گزرا ۔ دونوں کی آنکھیں چار ہوئیں ، جٹّی حیران ہوئی اور نوجوان بے ہوش ہو گیا ۔ کچھ دیر بعد وہ ہوش میں آیا ۔ دونوں نے ایک دوسرے کو دوبارہ دیکھا ۔

اس روز کے بعد نوجوان کا یہ معمول ہو گیا کہ وہ روزانہ جٹّی کے مکان کے سامنے سے گزرتا اور اسے دیکھتا ۔ رفتہ رفتہ لوگوں کو اس کا علم ہوا اور انھوں نے نوجوان کو جٹّی کے مکان کی طرف آنے کی ممانعت کر دی ۔ جٹّی کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے جھروکے کی طرف آنا چھوڑ دیا اور ایک حجرے میں گوشہ نشین ہو گئی ۔ اس نے عہد کیا کہ وہ ساری زندگی اسی طرح حجرے میں رہے گی اور کسی سے کوئی سروکار نہیں رکھے گی ۔ اُدھر نوجوان کا یہ حال ہوا کہ وہ جٹّی کی یاد

میں تڑپنے اور رونے لگا۔ آخر وحشت زدہ ہوکر اس نے جنگل کی راہ لی۔ وہاں وہ صبح سے شام تک روتا رہتا تھا۔ ایک روز جتّی کے کچھ رشتہ دار جنگل سے گزرے۔ نوجوان نے انھیں دیکھا اور جتّی کا حال پوچھا۔ اس پر ان لوگوں نے نوجوان کو مار ڈالنے کا ارادہ کیا، لیکن ان میں سے بعض نے یہ مشورہ دیا کہ ایسا کرنا مناسب نہ ہوگا، اگر لوگوں کو علم ہوگیا تو بدنامی ہوگی۔ لہٰذا ان لوگوں نے طے کیا کہ کسی حیلے بہانے نوجوان کو ٹھکانے لگایا جائے۔

ان لوگوں نے ایک ''علامہ زمان'' عورت سے رجوع کیا اور اس سے کہا کہ وہ کسی طرح نوجوان کا کام تمام کر دے۔ وہ عورت نوجوان کے پاس جنگل میں گئی اور اس سے کہا: ''میں جھنگ سیال کی ایک جتّی کے ساتھ جنگل کی سیر کے لیے آئی تھی۔ وہ جتّی کسی پر عاشق تھی، راستے میں ایک کنواں آیا اور وہ اس میں کود گئی۔ تم میری مدد کرو اور اسے کنویں سے نکال دو''۔ نوجوان اس کے ساتھ کنویں کی طرف چل دیا۔ نوجوان کو یقین تھا کہ وہ جتّی، اس کی محبوبہ کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا اس نے کنویں میں چھلانگ لگا دی۔

وہ عورت جنگل سے واپس جتّی کے ایک رشتے دار کے پاس آئی اور اسے نوجوان کے ڈوب مرنے کی خوش خبری سنائی اور انعام طلب کیا۔ وہ شخص عورت کو لے کر اپنے گھر آیا، اور اپنی بیوی کو سارا واقعہ سنایا۔ بیوی نے کہا: ''ہو سکتا ہے یہ عورت جھوٹ بول رہی ہو، ہمیں خود کنویں پر جا کر اطمینان کر لینا چاہیے کہ نوجوان ڈوبا ہے یا نہیں۔ اگر واقعی وہ ڈوب چکا ہے تو پھر یہ عورت انعام کی حق دار ہوگی''۔ وہ عورت جتّی کے سب گھر والوں کو لے کر جنگل کی طرف روانہ ہوئی۔ جتّی کو جب اس کا علم ہوا تو وہ بھی برقع

اوڑھ کر گھر والوں کے پیچھے پیچھے چلنے لگی۔ جب تمام رشتہ دار کنویں پر پہنچے تو "علامۂ زمان" عورت نے اُنھیں نوجوان کی لاش دکھائی۔ جٹّی نے جب یہ صورت حال دیکھی تو اس نے بھی کنویں میں چھلانگ لگا دی۔ لوگوں نے فوراً غوطہ خور کو بلایا۔ نوجوان اور جٹّی کو کنویں سے نکالا۔ دونوں مر چکے تھے اور ان کی لاشیں ایک دوسرے سے ہم آغوش تھیں۔ لوگوں نے دونوں لاشوں کو جدا کرنے کی بہت کوشش کی لیکن کامیابی نہ ہوئی۔

اب دونوں کی آخری رسوم کا مسئلہ در پیش ہوا۔ مسلمان یہ کہتے تھے کہ ہم دونوں کو دفن کریں گے۔ ہندو کہتے تھے ہم جلائیں گے۔ جب دونوں کسی نتیجے پر نہ پہنچے تو حاکم شہر سے کہا گیا کہ وہ فیصلہ کرے۔ حاکم نے فیصلہ دیا کہ دونوں کو جلایا جائے۔ اس فیصلے سے مسلمان شکستہ خاطر ہوئے اور ہندو لاشوں کو جلانے کی تیاری کرنے لگے۔ یہ دیکھ کر ایک مسلمان دونوں لاشوں کے پاس گیا اور جٹّی کی لاش کو مخاطب کر کے کہنے لگا: "تیرے عشق کا طور نرالا ہے۔ تو چاہتی ہے کہ مرنے کے بعد بھی تیرے عاشق کو تکلیف پہنچے۔ 'تو نے کنویں میں کودنے سے پہلے کلمہ کیوں نہ پڑھا کہ جسے سن کر سب کو معلوم ہو جاتا کہ 'تو مسلمان ہے"۔ یہ سن کر جٹّی کی لاش نے آنکھیں کھولیں اور کلمہ پڑھا اور دوبارہ آنکھیں بند کر لیں۔ جٹّی کو کلمہ پڑھتے ہوئے سب نے سنا۔ ہندوؤں نے کہا: "اب ہمیں اس سے کوئی کام نہیں۔ یہ ہماری ذات سے باہر ہو گئی ہے"۔ اس کے بعد مسلمانوں نے ان دونوں کو دفنا دیا۔

خصوصیات : میر کی مثنوی دریائے عشق اور زیر نظر مثنوی "اظہار عشق" کا موضوع تقریباً ایک ہی ہے۔ دونوں مثنویوں کے مرکزی کردار ڈوب کر مرتے ہیں اور دونوں کی لاشیں ایک دوسرے سے ہم آغوش ہو جاتی ہیں۔ شاید موضوع

کی اسی مماثلت کی وجہ سے ان دونوں مثنویوں کو ایک ہی مخطوطے میں یکجا کیا گیا ہے ۔ میر کی مثنوی احمد کی مثنوی سے پہلے کی تصنیف ہے ۔ ممکن ہے کہ میر کی مثنوی احمد کے پیش نظر رہی ہو ۔

مصنّف : مصنّف کے حالات کہیں دستیاب نہیں ہوئے ۔ صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ اس کا تخلّص احمد تھا (رک : اختتام) مثنوی کی کہانی کا تعلق جھنگ سیّال سے ہے ، اس بنا پر یہ قیاس کرنا بے جا نہ ہوگا کہ مصنّف پنجاب کا باشندہ تھا ۔

● ● ●

۱۲۰.

لیلیٰ مجنوں [۱]

میر تجلّی دہلوی

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی -

نمبر : ۱۶/۲۴۷ ء ۱۹۵۷

سائز : ۲۱ × ۱۴ س م

اوراق : ۸۸

سطور : ۱۳

زمانۂ تصنیف: ۱۱۹۹ھ (۸۵-۱۷۸۴ء) تا ۱۲۰۷ھ (۹۳-۱۷۹۲ء)

زمانۂ کتابت: تیرھویں صدی ہجری کا ربع دوم (قیاساً) مخطوطے کے شروع میں ایک ورق الگ سے لگایا گیا ہے - اس پر دو تاریخیں درج ہیں ، ایک اکتوبر ۱۸۵۲ء کی دوسری ستمبر ۱۸۵۵ء کی - لہٰذا یہ مخطوطہ ۱۸۵۲ء [م : ۶۹-۱۲۶۸ھ] سے پہلے کا مکتوبہ ہے -

خط : نستعلیق ، معمولی -

کیفیت : کاغذ باریک ، نیلگوں ہے - عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں - ماضیٔ قریب میں صفحات پر نمبر شمار درج کیے گئے ہیں جو ورق ۱ ، ب سے شروع ہوتے ہیں - ورق ۸۸ ، ب پر ص نمبر ۱۷۵ ہے - متن ورق ۱ ، ب سے شروع ہوتا ہے - ورق ۱ ، الف پر ''میر عظمت علی ساکن واسہ ، ضلع

میرٹھ" نے اس مخطوطے کو اپنی ملکیت بتایا ہے ۔ اس کے نیچے میر عظمت علی کے بیٹے محمد عبدالمجید نے اسے اپنی ملکیت لکھا ہے ۔ آخری ورق (۸۸ ب) پر ایک شعر نامکمل ہے ۔ دونوں مصرعوں کے ابتدائی الفاظ (بالترتیب) "جو کوئی عاشق" اور "رہے عشق" لکھ کر باقی جگہ خالی چھوڑ دی ہے ۔ اسی ورق پر مثنوی کے آخری اٹھارہ اشعار حاشیے پر لکھے گئے ہیں ۔

آغاز :

"الٰہی یہ مجنون دلِ زار ہے
کہ خواہانِ لیلائے دیدار ہے
رہے تا کجا وادیٔ فصل میں
جگہ دے اسے محملِ وصل میں
نشا دے جنونِ محبّت کا یوں
کہ جھوما کروں ید مجنوں کا جوں
غمِ ہر دو عالم کی زنجیر توڑ
مجھے اپنے دشتِ طلب میں تو چھوڑ
کہ وحشت سے جب اپنی وادی پہ آؤں
نصیحت کسی کی نہ خاطر میں لاؤں
گریبان و سینہ دریدن میں آئے
جگر دل لہو ہو چکیدن میں آئے
رہے عیش پامال صد عیشِ عشق
صدا (کذا) دل کو غارت کرے جیشِ عشق"

اختتام :

"جدائی میں رہتا ہوں مشتاقِ یار
یہ قصّہ وہ پڑھنا کرے اختیار
جو سو کوس کا یار سے ہوئے فصل
ہے اغلب دکھا دے خدا روئے وصل
انھیں باتوں کا تھا سوال و جواب
کہ آنکھیں گئیں کھل وہ صحبت تھی خواب
نہ لیلٰی نہ مجنوں نہ غلمان و حور
نہ اشجار و انہار و حوض و قصور

جو دیکھا وہ عالم کجا ، میں کجا
وہی خاکِ تیرہ وہی بسترا
رکھی میں نے مدت یہ پوشیدہ بات
ولیے یہ اشارت ہوئی ایک رات
کہ یہ بات پوشیدہ رہنی نہیں
عبث تو کہے ہے کہ کہنی نہیں
بہت مختصر کرکے بعد از دو سال
لکھا میں نے اب یہ جواب و سوال
یہ تاریخ جب پائی میں ہم نشیں
کہ: کل دیکھے جنت میں میں ہم نشیں"[1]

مندرجات : اس مثنوی میں جو تقریباً سوا دو ہزار[2] اشعار پر مشتمل ہے ، لیلیٰ مجنوں کا مشہور واقعہ نظم کیا گیا ہے ۔ کہانی کا خلاصہ ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی کتاب "اُردو کی منظوم داستانیں" ، صص ۳۴ - ۴۳۳ میں ملاحظہ ہو ۔

خصوصیات : تجلّی نے "سببِ تالیف" کے تحت لکھا ہے :

مجھے ایک دن تھا بہت اضطراب
دل آتش میں تھا اور آنکھیں پُر آب
وہ دن یاد آئے دل زار کو
توصّل تھا جب اس سے دلدار کو
یہی سوچ آتا تھا ہر دم مجھے
کہ آخر نہ چھوڑے گا یہ غم مجھے
مرے پاس جاناں کا آنا گیا
میں جاں سے گیا اس نے جانا گیا

۱- ۱۲۰۷ھ ۔
۲- اشپرنگر کے پیشِ نظر جو نسخہ تھا اس میں (۲۲۰ صفحات × ۱۳ شعر فی صفحہ) ۲۸۶۰ ، اشعار تھے ۔ عنوانات وغیرہ کے لیے جو جگہ استعمال ہوئی ہوگی ، اس کے پیشِ نظر کہا جا سکتا ہے کہ اشپرنگر کے نسخے میں تقریباً پونے تین ہزار شعر تھے ۔

وہ ایّامِ ہیہات کیا ہوگئے
وہ صحبت کے اوقات کیا ہوگئے
جدائی میں اب عمر کھونا پڑا
شب و روز ہجراں میں رونا پڑا
نظر کر کے سودائی سا اور حزیں
لگے کہنے آ کر مجھے ہم نشیں
کہیں اپنا احوال دل کا تو کہہ
یہ غم ہے مری جان خاموش رہ
اثر زہر غم ورنہ کر جائے گا
اسی طرح رُک رُک کے مر جائے گا
سمجھتے ہیں ہم کچھ تو یہ درد ہے
کہ شاہد ترا چہرۂ زرد ہے
جلے ہے جگر اور ہیں آنکھیں پُر آب
بِن آتش شکیبا نہیں ہے کباب
نہ طاقت مجھے تا کہ خامش رہوں
نہ یارا کہ احوال دل کا کہوں
پیا خوں کیا سب سے انکارِ عشق
کہ آفات رکھتا ہے اظہارِ عشق
موا اس کے اس غم کا اپنے بیاں
زباں اپنی سے زیب دے ہے کہاں
مگر اور کا حال پردا کیا
اور اس ضمن میں حالِ دل وا کیا
کیا جس نے حالت کا میری سوال
کہا عشق مجنوں کا میں اس سے حال
یہ قصّہ زباں پر فغاں ہوگیا
یوں ہی رفتہ رفتہ بیاں ہوگیا
نہیں ہوئی کوئی داستاں اس میں طرح (کذا)
کہ جس میں نہیں حال کی میرے شرح
مرے یار کا جس نے چاہا بیاں
کہی اس سے لیلیٰ کی اک داستاں

یہ اُمید ہے عشق کے دردمند
کریں گے نہ اس کے تئیں ناپسند
کہ معشوق ہے ایک عالمِ فریب
جسے دے ہے مشاطۂ فکر زیب
ہر آفت سے یارب اماں میں رہے
جہاں جب تلک ہے جہاں میں رہے
(ورق ۵ ، ب تا ۶ ، ب)

اس مثنوی کے بارے میں صاحب طبقاتِ سخن نے لکھا ہے :

"قصۂ لیلٰی مجنوں نام بہ زبان ہندی در عشق زن برہمنہ کہ برو فریفتہ در حبالۂ نکاح آوردہ بود بسیار دل چسپ گفتہ"۔ (ہماری زبان ، یکم فروری ، ۱۹۶۰ء ، ص ۱۱)

اُوپر جو اشعار درج کیے گئے ہیں ، ان سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ تجلّی کو اپنے عشق میں ناکامی ہوئی تھی اور انھیں جدائی میں عمر کھونی پڑی تھی ۔ معلوم نہیں مبتلا میرٹھی نے نکاح والی بات کیونکر لکھ دی ۔

مصنّف نے یہ اندازِ بیان اختیار کیا ہے کہ لیلٰی اور مجنوں خواب میں آ کر اسے اپنا قصّہ سناتے ہیں اور وہ اس قصے کو قلم بند کرتا ہے ۔ اصل داستان کا خاتمہ ان اشعار پر ہوتا ہے :

خموش اے تجلّیِ آتش بیاں
زبانا ہے آتش کا تیری زباں
سخن میں ترے جلوہ ہے اک مقیم
تو ہے سچ تجلّیِ حضرت کلیم
ترے دل میں کس درد کا ہے مکاں
کہ جس کا اثر ہے زباں پر عیاں
تجھے گلشنِ دہر میں اے حبیب
ملا سچ بتا کون سا عندلیب

کہ تو بے نوا خوش نوا ہو گیا
ہزاروں میں دستاں سرا ہو گیا
(ورق ۸۶ ، الف)

اس کے بعد تجلّی نے پھر ایک خواب بیان کیا ہے جس میں اس کی لیلٰی مجنوں سے جنت میں ملاقات ہوتی ہے۔[1] اس خواب کے سلسلے کے آخری اشعار اُوپر خاتمے کے اقتباس میں درج کیے جا چکے ہیں ۔ ان کے آخری مصرع سے ۱۲۰۷ھ برآمد ہوتا ہے ۔ یہ خاتمے کے اشعار کی تاریخ ہے ، مثنوی اس سے دو سال پہلے مکمل ہوئی تھی جیسا کہ اس شعر سے واضح ہے :

بہت مختصر کرکے بعد از دو سال
لکھا میں نے اب یہ جواب و سوال

مثنوی کی تاریخِ تصنیف تجلّی نے "سببِ تالیف" کے تحت لکھی ہے :

جو تاریخ پوچھو یہ ہے اہلِ ذوق
کہی آ کے مجنوں نے یہ شرح شوق
(ورق ۸ ، الف)

دوسرے مصرعے سے ۱۲۰۵ھ برآمد ہوتا ہے ۔
اشپرنگر کے پیشِ نظر جو مخطوطہ تھا ، اس میں تاریخِ تالیف کا شعر یہ تھا :

جو تاریخ چاہے تو اے دل نواز
یہ لکھ چل : مجھے ہے غم جاں گداز[2]

"مجھے ہے غم جاں گداز" سے ۱۱۹۹ھ برآمد ہوتا ہے ۔

۱۔ ان اشعار سے قبل یہ عنوان ہے :
"آمدنِ آں دو گل و بلبلِ خلدِ وفا میانِ خواب بعدِ اختتامِ ایں کتاب" ۔
۲۔ شاہان اودھ ، ص ۶۳۹ ۔

یہ شعر زیرِ نظر قلمی نسخے میں نہیں ہے ۔ ڈاکٹر گیان چند کو یہ شعر رام پور ، پٹنہ ، علی گڑھ اور حیدرآباد کے نسخوں میں بھی نظر نہیں آیا ۔[1] گمان غالب ہے ۱۱۹۹ھ مثنوی کا سالِ آغاز ہے ۔ تینوں سنین کی ترتیب یہ ہے :

۱۱۹۹ھ	مثنوی کا سالِ آغاز
۱۲۰۵ھ	مثنوی کا سالِ اختتام
۱۲۰۷ھ	اضافۂ اشعار بعد اختتام

مثنوی کے تمام ابواب کے عنوانات فارسی میں ہیں ۔ مثلاً :

''گہر ریزیٔ صدفِ خامہ و رفعتِ آبِ دُر یکدانۂ دریائے نبوّت و موج انگیزیٔ بحر سطور در توصیفِ آں ملاح سفینۂ نبوّت'' ۔ (ورق ۵ ، الف)

دیگر نسخے : ۱۔ نسخۂ کتب خانۂ سالار جنگ ، حیدرآباد دکن :

فہرست نمبر ۸۷۶ ۔ لائبریری نمبر ۶۰۸ ۔ سائز ۹ ۱/۲ × ۶ ۱/۲" ۔ صفحات ۳۲۵ ۔ سطور ۱۱ ۔ خط نستعلیق ۔ ''اس کتاب میں ۱۶ تصاویر ہیں'' ۔ ترقیمہ : ''کتاب لیلٰی مجنوں بزبانِ ریختہ تصنیف میر تجلّی تاریخ نہم ماہ صفر ، ۱۲۵۹ھ'' ۔ (سالار جنگ ، صص ۶۹۷ - ۶۹۶)

۲۔ نسخۂ کتب خانۂ خدا بخش بانکی پور ، پٹنہ :

فہرست نمبر ۱۹ ۔ پروگریس نمبر ۶۳۹۱ ۔ اوراق ۹۷ ۔ سطور ۱۲ ۔ خط نستعلیق ۔ سالِ کتابت ۱۲۲۶ھ ۔ کاتب ، امیر علی نارنولی ۔ (بانکی پور ، ص ۲)

۳۔ نسخۂ بنارس یونی ورسٹی :

فہرست نمبر ۳ ۔ U. XI/۲۵ ۔ پہلا ورق موجود نہیں ۔ سالِ کتابت ۱۲۲۰ھ (۶ - ۱۸۰۵ء) ۔ (نوادر بنارس ، اُردو ، ص ۶۹)

۱۔ اُردو مثنوی ، گیان چند ، ص ۳۸۳ ۔

۴- نسخۂ انجمن ترقی اُردو ہند :

فہرست نمبر ٦٢٥ - مکتوبہ ۱۲۰۷ھ (اُردو ادب ، جولائی تا ستمبر ، ۱۹۵۴ء ، ص ۱۷۲)

۵- نسخۂ ادارۂ ادبیات اُردو ، حیدر آباد دکن :

فہرست نمبر ۲۷۰ - اوراق ۷۰ - سطور ۱۵ - سائز ٦ × ۹ ½" - ''اس نسخے میں حمد و نعت کے عنوانات نہیں ہیں بلکہ اصل قصے سے مثنوی کا آغاز کر دیا گیا ہے . . . کاتب کم سواد ہے - اکثر الفاظ کا املا غلط لکھا ہے'' - ترقیمہ : ''تمام شد قصۂ مجنون و لیلیٰ من تصنیف میر تجلّی بخطِ بے ربط ہیچ مداں عبدالمجید خاں افغان قوم اگوڈئی ساکن رام پور ، بپاسِ خاطر قمرالدین خاں افغان قوم مندوزئی ساکن عنبر سرور شہر جے پور ، در عہد راجہ جے سنگھ بہ نیابت راول جیو ، در بادشاہی اکبر بادشاہ غازی بتاریخ بیست ہفتم صفرالمظفر ، ۱۲۳٦ ہجری مطابق سنہ ۱۴ جلوسی در مسجد نگا میاں تحریر یافت'' - (ادارۂ ادبیات ، اوّل ، صص ۲۹ - ۳۲۸)

٦- نسخۂ شاہان اودھ :

فہرست نمبر ۴۱۷ - شاہانِ اودھ کے کتب خانے میں تجلّی کا مجموعۂ کلام تھا -[۱] اس کے شروع میں مثنوی لیلیٰ مجنوں تھی جو ۲۲۰ صفحات پر مشتمل تھی - ہر صفحے پر ۱۳ شعر تھے - (شاہان اودھ ، صص ٦۴۰ - ٦۳۹)

۷- نسخۂ رضا لائبریری رام پور :

اس کا حوالہ ڈاکٹر گیان چند نے دیا ہے ، لیکن تفصیلات نہیں دیں - (اُردو مثنوی ، ص ۳۸۳)

۱- اشپرنگر نے اس کا اندراج ''شرح شوق'' کے نام کے تحت کیا ہے - یہ نام مثنوی لیلیٰ مجنوں کے مصرع تاریخ تالیف (کبھی آ کے مجنوں نے یہ شرح شوق) سے ماخوذ ہے -

۸- نسخۂ ڈاکٹر مختارالدین احمد ، علی گڑھ :

ڈاکٹر صاحب کے پاس اس مثنوی کا ایک نسخہ ہے -
جو ۱۲۳۲ھ کا مکتوبہ ہے - (دلّی کالج میگزین ، میر
نمبر ، ۱۹۶۲ء ، ص ۸۰)

۹ - ۱۰- رک : مخطوطات نمبر ۱۲۱ و ۱۲۲ -

مصنّف : تجلّی کی عرفیت "میاں حاجی" تھی ، نام کے سلسلے میں
تذکرہ نگاروں میں اختلاف پایا جاتا ہے ، یہاں تک کہ
ایک ہی تذکرہ نگار (سرور) نے اپنے تذکرے (عمدۂ منتخبہ)
میں تین جگہ (ص ۱۵۹ ، ۳۴۳ ، ۵۰۷) تجلّی کا نام لکھا
ہے ، اور تینوں جگہ مختلف ہے (محمد حسین ، محمد حسن ،
غلام حسن) - مصحفی اور شاہ کمال ، تجلّی سے ذاتی طور پر
واقف تھے ، لیکن انھوں نے نام نہیں لکھا - یکتا نے تجلّی
کا نام "میر حسن علی" لکھا ہے - قاضی عبدالودود کا خیال
ہے کہ یہی صحیح نام ہے - (اشتر و سوزن ، ص ۵)

تجلّی ، میر محمد حسین کلیم کے بیٹے تھے جو میر تقی میر
کے بہنوئی تھے - نسّاخ نے اور پھر ان کی تقلید میں بعد کے
بعض تذکرہ نگاروں نے انھیں میر کا شاگرد لکھا ہے ، لیکن
کسی قدیم ماخذ سے اس کی تائید نہیں ہوتی - ایسا معلوم
ہوتا ہے کہ تجلّی اور میر کی رشتہ داری کی وجہ سے نسّاخ
نے قیاس کیا ہوگا کہ تجلّی میر کے شاگرد ہوں گے -

تجلّی کا پیشہ سپاہ گری تھا ، اسی میں انھوں نے اپنی ساری
زندگی بسر کی - دہلی میں ان کا قیام عرب سرائے میں تھا -

میر تجلّی دہلی سے لکھنؤ گئے - شاہ کمال نے لکھا ہے
کہ "عرصہ پنچ سال می شود کہ بمکان میر صاحب بہ لکھنؤ
وفات یافتہ" - (مجمع الانتخاب ، ص ۱۷) - مجمع الانتخاب
کا سالِ تکمیل ۱۲۱۸ھ ہے - اس اعتبار سے تجلّی کی وفات
۱۲۱۳ھ (۹۹ - ۱۷۹۸ء) کے لگ بھگ ہوئی ہوگی -

تذکرہ نگاروں نے تجلّی کے اخلاق و کردار کی بڑی
تعریف کی ہے - سرور کی رائے میں وہ "جوان یارباش و

خوش خلق'' اور ''بسیار خوش اختلاط و متواضع'' تھے۔ شاہ کمال نے انھیں ''آشنا پرست'' لکھا ہے۔

تجلّی کو شاعر کی حیثیت سے بڑی کام یابی حاصل ہوئی۔ تذکرہ نگاروں نے نہ صرف ان کی شاعرانہ صلاحیتوں کا اعتراف کیا ہے بلکہ یہ بھی بتایا ہے کہ ان کے اشعار لوگوں کے زبان زد تھے۔ انھیں ''شاعر مسلم الثبوت'' (مصحفی) اور ''شاعرِ کامل'' (شاہ کمال) کہا گیا ہے۔ ان کے دیوان کے بارے میں مصحفی لکھتے ہیں: ''دیوانے ضخیم ترتیب دادہ . . . اکثر مخمّس و مسدس خوب خوب و غزل ہائے بحر کامل ازو بر زبان شائقانِ زمان در شاہجہان آباد جاری است''۔ (ہندی، ۵۰)۔ لیکن یہ ضخیم دیوان اب دستیاب نہیں ہوتا۔ ڈاکٹر مختار الدین احمد (علی گڑھ) کے پاس دیوان کا ایک نسخہ ہے جس میں تقریباً دو ہزار شعر ہیں۔ اس میں صرف غزلیات ہیں اور یہ ۱۱۹۷ھ کا مکتوبہ ہے۔ (دلّی کالج میگزین، میر نمبر، ۱۹۶۲ء، ص ۸۰)

مآخذ: (۱) طبقات، ۳۴۶ - (۲) ہندی، ۵۰ - (۳) عیّار، ۱۰۱ - (۴) عمدہ، ۱۵۹ - (۵) مجمع، ۱۷ - (۶) مجموعۂ نغز، اول، ۱۳۴ - (۷) دیوان، ۵۴ - (۸) طبقاتِ سخن، ہماری زبان، یکم فروری، ۱۹۶۰ء، ص ۱۱ - (۹) دستور، ۷۷ - (۱۰) گُلشن، ۴۰ - (۱۱) گلستان، ۵۵ - (۱۲) خوش معرکہ، اول، ۱۵۶ - (۱۳) سراپا سخن، ۲۱۵ - (۱۴) یادگار، ۵۱ - (۱۵) بہار، ۹۳ - (۱۶) سخنِ شعرا، ۸۲ - (۱۷) شمیم، اول، ۳۶ - (۱۸) طور، ۲۱ - (۱۹) بزم، ۲۷ - (۲۰) خم خانہ، دوم، ۳۶ - (۲۱) گارسیں دتاسی، سوم، ۲۰۴ - (۲۲) اُردو مثنوی، گیان چند، ۳۸۳ - (۲۳) منظوم داستانیں، ۴۳۲ - (۲۴) تجلّی دہلوی، مقالہ از ڈاکٹر مختار الدین احمد، دہلی کالج میگزین، میر نمبر، دہلی، ۱۹۶۱ء - (۲۵) مخطوطاتِ انجمن، اوّل، ۳۰۰ - (۲۶) تلامذۂ میر، ۳۰ - (۲۷) دل کشا، اوّل، ۶۱ -

• • •

۱۲۱

لیلیٰ مجنوں [۲]

میر تجلّی دہلوی

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی ۔

نمبر : ۱۹۶۴ ۔ ۴۲۶

سائز : ۲۳×۱۶ س م

اوراق : ۷۱

سطور : ۱۵

زمانۂ تصنیف: ۱۱۹۹ھ [م : ۸۵ - ۱۷۸۴ء] تا ۱۲۰۷ھ [م : ۹۳ - ۱۷۹۲ء]

زمانۂ کتابت: تیرھویں صدی ہجری کا ربع دوم (قیاساً)

خط : نستعلیق ، معمولی ۔

کیفیت : مخطوطہ کیرم خوردہ ہے ۔ بعض جگہ متن کو نقصان پہنچا ہے ۔ ناقص الآخر ہے ۔ آخر کے کم از کم دو ورق ضائع ہوئے ہیں ۔ کاغذ دبیز ، چکنا ، مٹیالا ۔ تمام عنوانات دو مرتبہ لکھے گئے ہیں ۔ ایک مرتبہ سرخ روشنائی سے متن میں ، اور دوبارہ حواشی پر سیاہ روشنائی سے ۔ متن ورق ۱ ، ب سے شروع ہوتا ہے ۔ ورق ۱ ، الف کے درمیان میں ''منظومۂ لیلیٰ مجنوں'' لکھا ہے اور بائیں ہاتھ کے اُوپر کے کونے میں کسی نے دستخط کیے ہیں جو ناخوانا ہیں ۔ ان کے نیچے ۲ مارچ ، ۱۸۴۰ء [م : ۲۷ ذی الحجہ ، ۱۲۵۵ھ] کی

تاریخ درج ہے ۔ کاتب نے صفحات نمبر درج کیے ہیں ج
ص ۱ سے ص ۱۴۱ تک ہیں ۔ ورق ۱ ، الف کو شمار نہی
کیا گیا ۔ ورق ۴ ، ب پر ایک شعر ہے :

زباں پر رہے ورد نامِ علی
لقب میرا ٹھہرے غلامِ علی

اس پر ماضی قریب میں کسی نے یہ حاشیہ لکھا ہے
''قطب الدین باطن اکبر آبادی نے مثنوی لیلٰی مجنوں ک
غلام علی تجلّی سے منسوب کیا ہے لیکن اس کا ثبوت دوسر
تذکروں سے نہیں ملتا ۔ میرا خیال ہے 'لقب میرا ٹھہر
غلام علی' پر اُسے گمان ہوا کہ تجلّی کا نام غلام علی ہے''

اس نسخے کا نسخۂ منقول عنہ سے مقابلہ کیا گ
ہے ۔ کتابت کے دوران جو اشعار چھوٹ گئے تھے ، انھ
حواشی پر درج کیا ہے ۔ ایسے تمام اشعار مخطوطے کے کات
ہی کے قلم سے ہیں ۔ یہ اضافے ورق ۱۱ ، الف ؛ ۱۳ ب
۱۸ ، الف و ب ؛ ۲۱ ، الف ؛ ۲۵ ، الف ؛ ۲۶ ، الف ا
۳۳ ب وغیرہ پر ہیں ۔ ورق ۲۰ ، ب پر کاتب نے
عبارت لکھی ہے ۔ ''اشعار سرِ جزو . . . [کیرم خورد
بود ۔ ازیں جا موقوف نمودہ ام و بعد خاتمۂ کتابت تحر
نمودہ اگر طبیعت خواہد . . .'' [کیرم خوردہ]]

آغاز : ''مسبب الاسباب

حکایت لیلٰی مجنوں تصنیف میر تجلّی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الٰہی یہ مجنونِ دلِ زار ہے
کہ خواہانِ لیلائے دیدار ہے
رہے تا کجا وادیٔ فصل میں
جگہ دے اسے محمل وصل میں
نشا دے جنونِ محبت کا یوں
کہ جھوما کروں بید مجنوں جیوں

غم ہر دو عالم کی زنجیر توڑ
مجھے اپنے دشت ... [دریدہ] چھوڑ
بوحشت سے جب اپنی وادی پر آؤں
نصیحت کسو کی نہ خاطر میں لاؤں
گریبان و سینہ دریدن میں آئے
جگر دل لہو ہو چکیدن میں آئے"

اختتام : "مجھے بی (کذا) ٹک آرام لینے دے تو
جو ہے اور بی (کذا) کام لینا کبھو
خموش اے تجلیٔ آتش بیاں
زبانا ہے آتش کا تیری زباں
سخن میں ترے جلوہ ہے اب مقیم
تو ہے سچ تجلیٔ حضرت کلیم[1]
ترا دل کسی درد کا ہے مکاں
کہ جس کا اثر ہے زباں پر عیاں
تجھے گلشنِ دہر میں اے حبیب
ملا سچ بتا کون سا عندلیب
کہ تو بے نوا خوش نوا ہو گیا
ہزاروں کا دستاں سرا ہو گیا"

سببِ تصنیف ایں کتاب و آمدن طبیعت مصنف بہ نظم کردن" ۔[2]

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱۲۰ ۔

● ● ●

۱۔ یہ اور اس کے بعد کا ایک شعر اضافہ بر حاشیہ ۔
۲۔ یہ عنوان یہیں تک ہے ۔ حاشیے میں یہ مصرع بطور ترک درج ہے :
شبے (کذا) رفتہ تھا میرے دل کو خیال

تاریخ درج ہے ۔ کاتب نے صفحات نمبر درج کیے ہیں جو ص ۱ سے ص ۱۴۱ تک ہیں ۔ ورق ۱ ، الف کو شمار نہیں کیا گیا ۔ ورق ۴ ، ب پر ایک شعر ہے :

زباں پر رہے ورد نام علی
لقب میرا ٹھہرے غلام علی

اس پر ماضی قریب میں کسی نے یہ حاشیہ لکھا ہے ۔ ''قطب الدین باطن اکبر آبادی نے مثنوی لیلٰی مجنوں کو غلام علی تجلّی سے منسوب کیا ہے لیکن اس کا ثبوت دوسرے تذکروں سے نہیں ملتا ۔ میرا خیال ہے 'لقب میرا ٹھہرے غلام علی' پر اُسے گمان ہوا کہ تجلّی کا نام غلام علی ہے'' ۔

اس نسخے کا نسخۂ منقول عنہ سے مقابلہ کیا گیا ہے ۔ کتابت کے دوران جو اشعار چھوٹ گئے تھے ، انھیں حواشی پر درج کیا ہے ۔ ایسے تمام اشعار مخطوطے کے کاتب ہی کے قلم سے ہیں ۔ یہ اضافے ورق ۱۱ ، الف ؛ ۱۳ ب ، ۱۸ ، الف و ب ؛ ۲۱ ، الف ؛ ۲۵ ، الف ؛ ۲۶ ، الف اور ۳۳ ب وغیرہ پر ہیں ۔ ورق ۲۰ ، ب پر کاتب نے یہ عبارت لکھی ہے ۔ ''اشعار سر جزو . . . [کیرم خوردہ] بود ۔ ازیں جا موقوف نمودہ ام و بعد خاتمۂ کتابت تحریر نمودہ اگر طبیعت خواہد . . .'' [کیرم خوردہ]

آغاز : ''سبب الاسباب

حکایت لیلٰی مجنوں تصنیف میر تجلّی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الٰہی یہ مجنون دل زار ہے
کہ خواہان لیلائے دیدار ہے
رہے تا کجا وادیٔ فصل میں
جگہ دے اسے محمل وصل میں
نشا دے جنون محبت کا یوں
کہ جھوما کروں بید مجنوں جیوں

غم ہر دو عالم کی زنجیر توڑ
مجھے اپنے دشت ... [دریدہ] چھوڑ
توحش سے جب اپنی وادی پر آؤں
نصیحت کسو کی نہ خاطر میں لاؤں
گریبان و سینہ دریدن میں آئے
جگر دل لہو ہو چکیدن میں آئے"

اختتام : "مجھے بی (کذا) ٹک آرام لینے دے تو
جو ہے اور بی (کذا) کام لینا کبھو
خموش اے تجلیِ آتش بیان
زبانا ہے آتش کا تیری زبان
سخن میں ترے جلوہ ہے اب مقیم
تو ہے سچ تجلیِ حضرت کلیم[1]
ترا دل کسی درد کا ہے مکان
کہ جس کا اثر ہے زبان پر عیان
تجھے گلشنِ دہر میں اے حبیب
ملا سچ بتا کون سا عندلیب
کہ تو بے نوا خوش نوا ہو گیا
ہزاروں کا دستان سرا ہو گیا"

سببِ تصنیف ایں کتاب و آمدن طبیعت مصنف بہ نظم کردن" ۔[2]

دیگر تفصیلات کے لیے وک : مخطوطہ نمبر ۱۲۰ ۔

● ● ●

۱۔ یہ اور اس کے بعد کا ایک شعر اضافہ بر حاشیہ ۔
۲۔ یہ عنوان یہیں تک ہے ۔ حاشیے میں یہ مصرع بطور ترک درج ہے :
شبے (کذا) رفتہ تھا میرے دل کو خیال

۱۲۲

لیلیٰ مجنوں [۳]

میر تجلّی دہلوی

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو ، کراچی ۔

نمبر : قا ۳/۳۰۵

سائز : ۱۹½ × ۱۲¼ س م

اوراق : ۷۲

سطور : ۱۶

سالِ تصنیف : ۱۱۹۹ھ [م : ۸۵-۱۷۸۴ء] تا ۱۲۰۷ھ [م : ۹۳-۱۷۹۲ء]

کاتب : رام کشن ۔

تاریخِ کتابت : ۲۶ جمادی الثانی ، ۱۲۳۴ھ ، [م : ۲۲ اپریل ، ۱۸۱۹ء]

خط : نستعلیق ، اوسط ۔

کیفیت : غیر مجلد لیکن مخطوطہ اچھی حالت میں ہے ۔ کاغذ چکنا ، باریک ، مٹیالا ۔ ورق ۱ ، الف سادہ ہے ۔ متن ورق ۱ ، ب سے شروع ہوتا ہے ۔ عنوانات کے لیے جگہیں خالی رکھی گئی ہیں ۔ بعد میں لکھنے کا ارادہ ہوگا لیکن اس کی نوبت نہیں آئی ۔

آغاز : ''الٰہی یہ مجنون دلدار ہے[1]
کہ خواہان لیلٰی کا دیدار ہے
رہے تا کجا واعدۂ وصل میں
جگہ دے اوسے محفلِ فصل میں
نشا دے جنونے محبّت کا یوں
کہ جھوما کرے بید مجنوں کی جوں
غم ہر دو عالم کی زنجیر توڑ
مجھے اپنے دشتِ طلب میں تو جوڑ
کہ وحشت سے جب اپنی وادی پہ آؤں
نصیحت کسی کی نہ خاطر میں لاؤں''

اختتام : ''بہت مختصر کر کے بعد از دو سال[2]
لکھا اب یہ میں نے جواب و صوال (کذا)

۱- ان اشعار میں سے صرف پانچواں درست ہے ، باقی اشعار کا مقابلہ مخطوطہ نمبر ۱۲۰ (آغاز) کے اشعار سے کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ کاتب نے ہر طرح کی غلطیاں کی ہیں - یہاں اشعار اصل املا کے مطابق نقل کیے گئے ہیں -

۲- ان پانچ اشعار میں سے پہلے دو مخطوطہ نمبر ۱۲۰ کے آخری دو شعر ہیں - بقیہ تین اشعار مثنوی کے کسی دوسرے مخطوطے میں نہیں ملتے - ان اشعار کو اُسی صورت ہیں نقل کیا گیا ہے ، جس طرح مخطوطے میں ہیں - مخطوطاتِ انجمن ترقی اُردو ، کراچی کے مرتّب نے ان اشعار کو اس طرح پڑھا ہے :

تجلّی پہ تیرا تجلّی ہوا
یہ احوال تب سے معلّا ہوا
الٰہی تم اپنا تجلّی کرو
تجلّی کو اہل تولا کرو
ترے در پہ دائم رہے با اصول
گنہ اس کا محشر میں کرنا قبول
(مخطوطاتِ انجمن ، اوّل ، ص ۳۰۳)

یہ تاریخ ٹک پائی میں پیش ہیں
کہ کل دیکھے جنّت میں یہ ہم نشیں
تجلّی پہ تیرا تجلّی ہوا
یہ اقوال تب سے معلّٰی ہوا
الٰہی تم اپنی تجلّی کرو
تجلّی کو اہل تو نے (کذا) کرو
ترے دل پہ دائم رہے بالفضول (کذا)
گنہ اوس کے محشر میں کرنا قبول"

ترقیمہ : "من نوشتم انچہ دیدم درکتاب
ختم شد واللہ اعلم بالصواب

تمت تمام شد قصہ لیلٰی مجنوں من تصنیف تجلّی بتاریخ بست ششم روز پنجشنبہ ماہ جمادی الثانی سنہ ۱۳ جلوس اکبر شاہ[1] از دستخط بندہ رام کشن تحریر یافت" ۔

خصوصیات : کاتب انتہائی غلط نویس اورکم سواد ہے ۔ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بولتا گیا ہے اور کاتب لکھتا گیا ہے ۔ کاتب نے جس طرح چاہا اور جو چاہا لکھ دیا ۔ بعض اشعار جو لکھنے سے رہ گئے تھے، بعد میں انھیں حواشی پر درج کیا گیا ہے۔

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱۲۰ ۔

● ● ●

۱- مطابق ۱۲۳۴ھ

۱۲۳

طوطی نامہ

مرزا جعفر علی حسرت

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو ، کراچی ۔

نمبر : قا ۳/۳۵۹

سائز : ۲۳½ × ۱۵ س م

اوراق : ۹۶

سطور : ۱۳

سال تصنیف : بقول ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی "۱۱۹۹ھ [م : ۸۵-۱۷۸۴ء] کے فوراً بعد" ۔ (دیباچہ ، مثنوی طوطی نامہ ، مطبوعہ ، صص ۷ - ٦)

کاتب : محمد علی ۔

سال کتابت : ۱۲۵۳ھ [م : ۳۸ - ۱۸۳۷ء]

خط : نستعلیق ، معمولی ۔

کیفیت : غیر مجلد ۔ ہر صفحے پر سرخ اور نیلی جدولیں ۔ مصرعے آمنے سامنے لکھے گئے ہیں ، اور ان کے درمیان پورے صفحے پر اُوپر سے نیچے سرخ لکیریں کھینچی گئی ہیں ۔ عنوان بھی سرخ روشنائی سے ہیں ۔ ورق ۱۲ ، الف اور ۷۴ ، ب پر عنوان کی جگہ خالی ہے ۔ ۲۸ ، الف پر وہی عنوان غلطی سے لکھ دیا گیا ہے ، جو اس سے پہلے کے صفحے پر

آ چکا ہے ۔ صحیح عنوان حاشیے پر اضافہ کیا گیا ہے ، لیکن غلط عنوان قلم زد نہیں کیا گیا ۔ آخری صفحے کے نیچے کی طرف دائیں کونے میں یہ عبارت لکھی ہے ۔ ''این مسنوی (کذا) حسرت صاحب بتاریخ یکم جون ، ۱۸۵۷ء بقیمت یک روپیہ چہار آنہ . . . '' ۔ آگے کی عبارت جلد سازی میں کٹ گئی ہے ۔

آغاز : ''یا الٰہی یہ عشق خانہ خراب
کس نے مانگا تھا ، یاں کسے تھی تاب
دیکھا ارض و سما کو بہوتیرا
عشق سے پھر سبھوں نے منہ پھیرا
دیکھا کیا ہائے حوصلہ تو نے
عشق آدم کو جو دیا تو نے
اپنا تو سب جلا ہے مغز اور پوست
ہاں اوسے سمجھے تو کہ تیرا دوست
عشق تیرا حبیب پہچانے
یا اوسے ذات پنجتن جانے''

اختتام : ''سچ ہے جو کوئی کھینچے ہے محنت
اوس سے ملتی ہے آخر ایک راحت
میں بھی کھینچی ہے محنت اے حسرت[1]
کہے ہیں شعر کتنی کر محنت
داستاں کے تئیں کیا موزوں
خوب اس میں جگر کیا ہے خوں
شاعری اس میں گرچہ میں نہیں کی
کہ نہیں لگتی اب کسی کو بھلی
سہل ہے شعر اس زمانے میں
آتے ہیں سن نے[2] اور سنانے میں

۱۔ اصل میں تخلص کی جگہ خالی ہے ، ماضیٔ قریب میں کسی نے نیلی روشنائی سے ''حسرت'' لکھ دیا ہے ۔
۲۔ اصل میں ''سننے'' کو اسی طرح لکھا گیا ہے ۔

میں بھی سمجھا اسی میں خوش ہے دیس
ہے مثل جیسا دیس ویسا بھیس
کیا اس بولی میں یہ قصہ تمام
اور رکھا طوطی نامہ اس کا نام[1]
حق سے امید ہے کہ ہو مقبول
گو یہ معقول ہے کہ نامعقول"

ترقیمہ : "ہر کہ خواند دعا طمع دارم
زاں کہ من بندۂ گنہ گارم
تمام شد مسنوی (کذا) میاں حسرت صاحب مرحوم و مغفور۔
از دست محمد علی - ۱۲۵۳ ہجری - ۱۲" -

مندرجات : یہ شہزادہ طوطی (طوطا رام) اور شہزادی شکر پارہ کے عشق کی داستان ہے۔ اشعار کی تعداد تقریباً ڈھائی ہزار ہے۔ کہانی کا خلاصہ ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی کتاب "اُردو کی منظوم داستانیں" (ص ۲۳ - ۳۲۱) میں ملاحظہ ہو۔

خصوصیات : مخطوطے میں کتابت کی اغلاط خاصی ہیں۔ بیشتر اغلاط کو بعد میں کسی نے درست کیا ہے۔ مثلاً ورق ۴۰، الف کے بارھویں شعر کا پہلا مصرع متن میں یوں لکھا ہے :
ماری ایک تیغ کھینچ کر تلوار
لفظ "تلوار" پر نشان بنا کر صحیح الفاظ "اوس کو" لکھے گئے ہیں۔
اس مثنوی کو بعض لوگوں نے ہیبت قلی خاں حسرت کی تصنیف بتایا ہے۔ یہ درست نہیں۔ (تفصیل کے لیے رک : مقالہ "جعفر علی حسرت، حالات و آثار"، از مشفق خواجہ، اُردو نامہ، کراچی، شمارہ ۵۰، مارچ ۱۹۷۵ء)

دیگر نسخے : ۱- نسخۂ جلسۂ تہذیب لائبریری، لکھنؤ :
جلسۂ تہذیب لائبریری، لکھنؤ میں کلیاتِ حسرت کا

۱- اصل میں یہ مصرع کسی نے مٹا دیا تھا، بعد میں ماضی قریب میں پنسل سے حاشیے پر لکھا گیا ہے۔

جو نسخہ ہے ، اس میں یہ مثنوی شامل ہے - یہ ۱۵ سطری ، ۱۶۵ صفحات پر مشتمل ہے - (دیباچہ کلیاتِ حسرت ، مطبوعہ ، ص الف)

۲- نسخۂ کلکتہ :

یہ نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی (بنگال) کلکتہ کے کتب خانے میں نمبر ۱۰۰ پر ہے - تاریخ کتابت ۲ ربیع الاوّل ، ۱۲۱۶ھ - اس نسخے کا کاتب بہت بد خط ہے - (دیباچہ طوطی نامہ ، مطبوعہ ، ص ۲) - اس نسخے کا حوالہ اشپرنگر نے بھی دیا ہے اور لائبریری نمبر ۳۸۲ لکھا ہے - (شاہان اودھ ، ص ۶۱۰)

۳- نسخۂ شاہانِ اودھ :

کلیاتِ حسرت نسخۂ فرح بخش میں بھی یہ مثنوی شامل تھی - تعداد صفحات ۱۶۰ - (شاہان اودھ ، صص ۶۱۰ - ۶۰۹)

۴- نسخۂ کتب خانۂ آصفیہ ، حیدرآباد دکن :

فہرست نمبر ۳۰۲ - لائبریری نمبر "مثنوی ۵۳۴" - سائز ۱۰×۶" - صفحات ۱۸۱ - سطور ۱۵ - خط نستعلیق ۔ (آصفیہ ، اوّل ، صص ۱۳۰-۱۴)

مطبوعہ نسخہ : ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی نے ۱۹۶۱ء میں یہ مثنوی مکتبہ کلیان ، لکھنؤ سے شائع کرا دی ہے - اس کا متن نسخۂ لکھنؤ پر مبنی ہے جس کا مقابلہ نسخۂ کلکتہ سے کیا گیا ہے -

مصنف : حسرت کے حالات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۷۶ -

مآخذ : رک : مخطوطہ نمبر ۷۶ - اس مثنوی کے خصوصی مطالعے کے لیے :

(۱) مخطوطاتِ انجمن ، اوّل ، صص ۶۵ - ۲۵۸ - (۲) منظوم داستانیں ، صص ۲۶ - ۳۱۸ - (۳) اُردو مثنوی ، گیان چند ، صص ۶۰ - ۲۵۷ -

● ● ●

۱۲۴

سحرالبیان [۱]

میر حسن دہلوی

کتب خانہ : قومی عجائب گھر، کراچی۔

نمبر : ۱۶۷۶ء ۱۹۶۱

سائز : ۱/۴ ۲۲ × ۱۵ س م

اوراق : ۹۶

سطور : ۱۶ (لیکن یہ تعداد معیّن نہیں ہے، تصاویر کی وجہ سے بعض صفحات پر کوئی شعر نہیں، بعض پر ایک سے چار تک ہیں)

سالِ تصنیف : ۱۱۹۹ھ [م : ۸۵ - ۱۷۸۴ء]

زمانۂ کتابت : تیرھویں صدی ہجری کا ربع اوّل (قیاساً)

خط : نستعلیق، معمولی۔

کیفیت : یہ نسخہ نہایت عمدہ حالت میں ہے۔ جلد چرمی ہے جس پر سنہری نقش و نگار ہیں۔ پہلا صفحہ مزیّن ہے۔ لوح پر نیلے، سنہرے، سرخ اور پیلے رنگوں میں نقش و نگار ہیں۔ بین السطور سنہری ہے۔ کاغذ باریک، چکنا اور زردی مائل ہے۔ ہر صفحے پر سرخ، نیلی اور سنہری جدولیں ہیں۔ ۱۴ رنگین تصویریں ہیں جو کسی مشّاق مصوّر نے بنائی ہیں۔ خصوصاً انسانی چہروں کے نقوش حقیقت سے بہت قریب ہیں۔ لباس میں بھی لکھنوی انداز کو ملحوظ رکھا گیا ہے،

اس لیے قیاس ہے کہ یہ نسخہ لکھنؤ میں تیار ہوا تھا۔
ہر تصویر سے پہلے کے صفحے پر اشعار کی تعداد عموماً کم ہے، اور انھیں جلی قلم سے پھیلا کر اس طرح لکھا گیا ہے کہ صفحے پر جگہ خالی نہ رہے۔

آغاز : "کروں پہلے توحیدِ یزداں رقم
جھوکا[1] جس کے سجدے کو اول قلم
سرِ لوح پر رکھ بیاضِ جبیں
کہا دوسرا کوئی تجھ سا نہیں
قلم پھر شہادت کی اونگلی اوٹھا
ہوا حرف زن یوں کہ ربّ علا"

اختتام : "میاں مصحفی کو جو بھایا یہ طور
انھوں نے بھی کر فکر از راہِ غور
کہی اس کی تاریخ یوں بر محل
یہ بت خانۂ چین ہے بے بدل"

مندرجات : یہ شہزادہ بے نظیر اور بدر منیر کے عشق کی داستان ہے۔
کہانی کا خلاصہ ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی کتاب "اُردو کی منظوم داستانیں" (ص ۵۰۷ - ۵۰۹) میں ملاحظہ ہو۔

تصاویر : ۱- ورق ۵، ب - آصف الدولہ کی شبیہ - سائز ۱۴ × $\frac{1}{4}$۱۲ س م -
۲- ورق ۹، الف - بے نظیر کے باپ (بادشاہ) کی تصویر - وہ تخت پر بیٹھا ہے - ایک غلام پیچھے اور وزیر سامنے ہاتھ باندھے کھڑا ہے - سائز $\frac{3}{4}$۱۵ × $\frac{1}{4}$۱۱ س م -
۳- ورق ۱۱، ب - رمّال بادشاد کے سامنے فرش پر بیٹھے ہیں - سائز $\frac{1}{4}$۱۴ × ۱۲ س م
۴- ورق ۱۳، ب - بے نظیر کی پیدائش کا منظر - زچہ پلنگ پر عریاں حالت میں ہے - دایہ کے ہاتھوں میں بچہ ہے - دو کنیزیں سرہانے کھڑی ہیں اور دو پائنتی - زچہ کے پلنگ

۱- جھکا -

کے قریب ہی فرش پر دو کنیزیں بیٹھی ہیں اور زچہ کے لیے دوائیں تیار کر رہی ہیں - سائز ۱۶ × ۱۱ ½ س م -

۵- ورق ۱۴ ، ب - بے نظیر کی پیدائش پر وزیر اور امیر بادشاہ کو نذریں پیش کر رہے ہیں - اسی تصویر کے نیچے کے حصے میں شادیانے اور نقارے بجائے جا رہے ہیں - سائز ۱۴ × ۱۱ س م -

۶- ورق ۱۸ ، الف - باغ کی آرایش کا منظر - دو کنیزیں پھولوں کی کیاریاں صاف کر رہی ہیں - سائز ¾ ۱۴ × ½ ۱۱ س م -

۷- ورق ۱۹ ، الف - بے نظیر خواصوں کے ساتھ ، جن میں سے ایک حقّہ پی رہی ہے - سائز ۱۴ × ۱۲ س م -

۸- ورق ۲۰ ، الف - بے نظیر استاد سے پڑھ رہا ہے - دو اور بچے اس کے ساتھ بیٹھے ہیں - سائز ¼ ۱۴ × ¾ ۹ س م -

۹- ورق ۲۲ ، الف - بے نظیر حمام میں کنیزوں کے ساتھ - سائز ۱۵ × ¾ ۱۱ س م -

۱۰- ورق ۲۳ ، ب - بے نظیر کی سواری - سائز ¾ ۱۵ × ¾ ۱۱ س م -

۱۱- ورق ۲۷ ، الف - بے نظیر سویا ہوا ہے اور پری اُس کے گال سے گال ملا رہی ہے - سائز ۱۳ × ½ ۱۱ س م -

۱۲- ورق ۲۸ ، ب - بے نظیر کی گم شدگی کے بعد کنیزیں بادشاہ کو بام پر لے جا کر وہ جگہ دکھا رہی ہیں جہاں بے نظیر سویا تھا - نیچے ملکہ اُداس بیٹھی ہے - سائز ۱۲ × ۱۲ س م -

۱۳- ورق ۳۱ ، ب - بے نظیر خواب سے بیدار ہوتا ہے - پری اس کے سرہانے کھڑی ہے - سائز ½ ۱۷ × ½ ۱۱ س م -

۱۴- ورق ۳۴ ، ب - بے نظیر ، شہزادی بدرمنیر کے باغ میں - سائز ½ ۱۷ × ۱۲ س م -

۱۵- ورق ۴۰، الف - باغ میں بدرمنیر اپنی کنیزوں کے ساتھ بے نظیر کو دیکھ رہی ہے - سائز ۱۶½ × ۱۱¾ س م -

۱۶- ورق ۴۲، ب - بے نظیر اور بدرمنیر کی ملاقات - سائز ۱۶ × ۱۱½ س م -

۱۷- ورق ۴۳، ب - بدر منیر سے ملاقات کے بعد بے نظیر کے رخصت ہونے کا منظر - سائز ۱۵ × ½ ۱۱ س م -

۱۸- ورق ۴۷، الف - بے نظیر باغ میں، بدرمنیر سے ملاقات کے لیے آتا ہے - سائز ½ ۱۷ × ½ ۱۱ س م -

۱۹- ورق ۴۸، ب - بے نظیر اور بدرمنیر کی "قربت" کا منظر - سائز ۱۷ × ½ ۱۱ س م -

۲۰- ورق ۵۰، ب - بے نظیر و بدرمنیر کے عشق کی خبر ملنے کے بعد پری کی بے نظیر سے گفتگو کا منظر - سائز ½ ۱۴ × ½ ۱۱ س م -

۲۱- ورق ۵۱، ب - ایک دیو زاد بے نظیر کو کنویں میں ڈال کر کنویں کو اوپر سے بند کر رہا ہے - سائز ¾ ۱۴ × ½ ۱۱ س م -

۲۲- ورق ۵۴، ب - بدرمنیر کنیزوں اور مطربوں کے ساتھ - سائز ½ ۱۳ × ½ ۱۱ س م -

۲۳- ورق ۵۸، الف - بدرمنیر خواب دیکھنے کے بعد بیدار ہوئی ہے - سائز ۱۵ × ½ ۱۱ س م -

۲۴- ورق ۶۰، الف - بدرمنیر کو نجم النسا سمجھا رہی ہے - سائز ½ ۱۴ × ½ ۱۱ س م -

۲۵- ورق ۶۳، ب - نجم النسا جوگن کا روپ بھر کر رخصت ہو رہی ہے - سائز ¾ ۱۸ × ¾ ۱۱ س م -

۲۶- ورق ۶۴، ب - نجم النسا جنگل میں - سائز ۱۷ × ½ ۱۱ س م -

۲۷- ورق ۶۷ ، الف - نجم النسا اور فیروز شاہ کی ملاقات -
سائز ۱۴۳/۴ × ۱۱۳/۴ س م -

۲۸- ورق ۶۸ ، ب - نجم النسا بادشاہِ پرستان کی مجلس میں -
سائز ۱۵ × ۱۱۱/۲ س م -

۲۹- ورق ۷۱ ، الف - فیروز شاہ ، نجم النسا کے قدموں پر -
سائز ۱۵ × ۱۱۱/۲ س م -

۳۰- ورق ۷۳ ، الف - فیروز شاہ اپنے ہم قوموں کے ساتھ -
سائز ۱۵۱/۲ × ۱۱۱/۲ س م -

۳۱- ورق ۷۴ ، ب - بے نظیر کی رہائی کے بارے میں شہزادہ
فیروز شاہ کا پیغام ماہ رخ پری کو پہنچایا جا رہا ہے -
سائز ۱۴۳/۴ × ۱۱۱/۲ س م -

۳۲- ورق ۷۶ ، الف - بے نظیر کو کنویں سے نکالا جا رہا ہے -
سائز ۱۵ × ۱۱۱/۲ س م -

۳۳- ورق ۷۷ ، ب - نجم النسا اور بے نظیر کی ملاقات - سائز
۱۸۱/۲ × ۱۱۱/۲ س م -

۳۴- ورق ۸۰ ، ب - بے نظیر اور بدرمنیر کی ملاقات ، نجم النسا
اور فیروز شاہ کے ساتھ - سائز ۱۸ × ۱۲ س م -

۳۵- ورق ۸۲ ، الف - بے نظیر اور بدرمنیر کی ملاقات تنہائی
میں - سائز ۱۶ × ۱۱۱/۲ س م -

۳۶- ورق ۸۵ ، ب - مسعود شاہ (بدرمنیر کا باپ) بے نظیر
کا خط پڑھ رہا ہے - سائز ۱۴۱/۲ × ۱۱۱/۲ س م -

۳۷- ورق ۸۷ ، الف - بدرمنیر کی شادی کا جلوس - سائز
۱۴ × ۱۱۱/۲ س م -

۳۸- ورق ۹۰ ، ب - بدرمنیر اور بے نظیر ، دولھا دلھن
کی صورت میں خواصوں کے ہجوم میں - سائز ۱۷ × ۱۲
س م -

۳۹- ورق ۹۱ ، ب - تصویر ۳۸ کا منظر ایک اور زاویے سے -
سائز ۱۶۳/۴ × ۱۱۱/۲ س م -

۴۰- ورق ۹۳ ، الف - نجم النسا اور فیروز شاہ اپنی شادی کے
بعد بدرمنیر اور بے نظیر کے ساتھ - سائز ۱۴ × ۱۱½
س م -

۴۱- ورق ۹۴ ، ب - اپنے ماں باپ سے بدرمنیر کی ملاقات -
سائز ۱۷ × ۱۰½ س م -

خصوصیات : اس نسخے کا مقابلہ کسی دوسرے نسخے سے کیا گیا ہے ،
متعدد اشعار جو اس نسخے میں نہیں تھے ، حواشی پر اضافہ
کیے گئے ہیں - اسی طرح حواشی پر یا متعلقہ مصرعے کے
نیچے تصحیحات درج کی گئی ہیں - چند مثالیں :

اصل : ز بس وہ پری تھی نپٹ ذی شعور
تصحیح : وہ پریوں میں از بسکہ تھی ذی شعور

(ورق ۳۲ ، ب)

اصل : گئی اس دم عالم پر اس کے نگاہ
تصحیح : گئی اس کے عالم پہ جس دم نگاہ
اصل : تو پڑی تھی گویا وہ بلّور کی
تصحیح : تو تختی تھی وہ ایک بلّور کی

(ورق ۳۵ ، الف)

اصل : کہ روشن ہو فانوس میں شمع جوں
تصحیح : نظر آئے آئینے میں برق جوں

(ورق ۳۶ ، ب)

اصل : نہ تن اپنے کی کچھ رہی سدھ اسے
نہ کچھ اپنے من کی رہی بدھ اسے
تصحیح : رہی کچھ نہ تن من کی سد بد اسے
نہ کچھ اپنے تن کی رہی سد اسے

(ورق ۴۰ ، ب)

ان تصحیحات میں سے بیشتر مثنوی کے پہلے ایڈیشن
(کلکتہ : ۱۸۰۵ء) کے مطابق ہیں -

دیگر نسخے : انڈیا آفس لندن میں اس مثنوی کے تین نسخے ہیں :

۱- فہرست نمبر ۱۴۱ - اوراق ۱۰۲ - سائز ۹ × ۵½" -

دو کالمی صفحات پر تقریباً ۱۵ سطور ـ عمدہ نستعلیق ـ نسخہ مصوّر ہے ، ایک سو رنگین تصاویر ہیں ـ ترقیمہ :
''حسب الفرمایش برادر عزیز خوش تر از جان و دل لالہ شیو جسمل زاد عمرہ بخط احقرالعباد دیپ چند قوم کھتری . . . [ناخوانا] در مند سور مضاف صوبہ مالوا در نظامت آنا کیکا دھر و سہیل ہفتدہم رجب ، سنہ ۱۲۳۶ ہجریہ ، سنہ ۱۲۲۸ ف[صلی] بیساکھ ستی پنجمی شنبہ سہ پہر سمبت ۱۸۷۸ اندی نام مرقوم یافت'' ـ (انڈیا آفس ، صص ۷۴ - ۷۳)

۲ـ فہرست نمبر ۱۴۲ ـ اوراق ۸۷ ـ سائز ۱۱×۷" ـ سطور ۱۳ ـ خط نستعلیق ـ ترقیمہ : ''از خط بے ربط سیّد رضا حسن نوشتہ شد بتاریخ پانزدہم شہر ذالقاد (کذا) سنہ ۱۲۵۲ ہجری'' ـ (انڈیا آفس ، ص ۷۴)

۳ـ فہرست نمبر ۲۲۵ ـ یہ مثنوی ایک مجموعے میں ورق ۴۰ ، الف تک ہے ـ سائز ۱۱ × ۶$\frac{۳}{۴}$" ـ عمدہ نستعلیق ـ ہر صفحے پر چار ترچھے کالم ، ہر کالم میں ۱۴ سطریں ـ ترقیمہ : ''الحمد للہ کہ ایں مثنوی مسرت پیرا بتاریخ چہاردہم شہر ذیحجہ ، سنہ ۱۲۳۸ھ ہجری مطابق سنہ ۱۷ جلوسی باتمام رسید'' ـ (انڈیا آفس ، صص ۲۴ - ۱۲۳)

کتب خانۂ سالار جنگ حیدرآباد دکن میں مثنوی کے نو نسخے ہیں :

۴ـ فہرست نمبر ۸۲۲ ـ نمبر میوزیم ۷۵ ـ سائز ۹$\frac{۱}{۲}$ × ۶$\frac{۱}{۲}$" ـ صفحات ۲۱۸ ـ سطور ۱۱ ـ خط نستعلیق ـ ''اس کتاب میں ۲۸ تصاویر مغل اسکول کی شامل ہیں'' ـ (سالار جنگ ، ص ۶۵۴)

۵ـ فہرست نمبر ۸۲۳ ـ نمبر میوزیم ۲۱۴ ـ سائز ۱۲$\frac{۱}{۲}$ × ۸" ـ صفحات ۲۱۲ ـ سطور ۱۲ ـ خط نستعلیق ـ ''اس نسخے کو نواب سالار جنگ نے کئی مختلف قلمی

نسخوں کو پیش نظر رکھ کر نہایت اہتمام سے مرتّب کرایا ہے . . . اس میں ٦٦ تصاویر ہیں جو دکن اسکول کی ہیں ، اس کا مصوّر ونکیٹ راما ہے جو حیدرآباد کا رہنے والا تھا" ۔ ترقیمہ : "حسب الحکم سرکار فیض آثار عالی جناب فلک انتساب معلّی القاب سالار الامرا نواب سالار جنگ بہادر ادام اللہ اقبالہ و اجلالہ ۔ فقیر الحقیر المذنب مرزا حشمت علی قادر رقم حیدرآبادی ، تلمیذ حضرت محمد ہاشم علی صاحب بادشاہ رقم مرحوم ، شاگرد رشید عمادی فیض مآب نواب محمد مظفرالدین خان امیر یاور جنگ مغفور ، تحریر غرّہ شوال ، ۱۳۵۳ھ" ۔ (سالار جنگ ، ص ٦۵۵)

٦۔ فہرست نمبر ۸۲۴ ۔ لائبریری نمبر ۵۷۷ ۔ سائز ۹ × ۵" ۔ صفحات ۱۵۱ ۔ سطور ۱۵ ۔ خط شکستہ ۔ (سالار جنگ ، ص ٦۵۵)

۷۔ فہرست نمبر ۸۲۵ ۔ لائبریری نمبر ٦۰۷ ۔ سائز ۱۱ × ۷" ۔ صفحات ۱۸۷ ۔ سطور ۱۳ ۔ خط نستعلیق ۔ "اس کتاب میں ۵۳ فوٹو (کذا) ہیں جو کسی اور نسخے سے حاصل کر کے اس میں چسپاں کی گئی ہیں" ۔ (سالار جنگ ، ص ٦۵٦)

۸۔ فہرست نمبر ۸۲٦ ۔ لائبریری نمبر ٦۱۱ ۔ سائز ۸ × ۵ ½" ۔ صفحات ۳۰۲ ۔ سطور ۱۱ ۔ خط نستعلیق ۔ سال کتابت ۱۲۰۸ھ ۔ "اس نسخے میں ۱٦ تصاویر دکن اسکول کی شامل ہیں" ۔ (سالار جنگ ، ص ٦۵٦)

۹۔ فہرست نمبر ۸۲۷ ۔ لائبریری نمبر ٦۲۷ ۔ سائز ۹ ½ × ۵ ½" ۔ صفحات ۱۹٦ ۔ سطور ۱۱ ۔ خط نستعلیق ۔ (سالار جنگ ، ص ٦۵٦)

۱۰۔ فہرست نمبر ۸۲۸ ۔ لائبریری نمبر ٦۳۳ ۔ سائز ۹ ½ × ٦ ½" ۔ صفحات ۲۰۰ ۔ سطور ۱۱ ۔ خط نستعلیق ۔ تاریخ کتابت یکم صفر ، ۱۲۳۷ھ ۔ (سالار جنگ ، صص ٦۵٦ - ٦۵۷)

۱۱- فہرست نمبر ۸۲۹ - لائبریری نمبر ۶۳۳ - سائز ۱۰ × ۶" - صفحات ۱۱۳ - سطور ۱۰ - خط نستعلیق - تاریخِ کتابت ۹ ذیحجہ ، ۱۲۲۱ھ - (سالار جنگ ، ص ۶۵۷)

۱۲- فہرست نمبر ۸۳۰ - لائبریری نمبر ۷۳۷ - سائز ۱۰ × ۶" - صفحات ۱۷۹ - سطور ۱۲ - خط نستعلیق - ترقیمہ : ''بعون اللہ الملک الوھاب - باتمام رسید کتاب بے نظیر و بدر منیر - بتاریخ دوازدہم شہر صفرالمظفر ، ۱۲۵۳ھ تحریر در بلدہ فرخندہ بنیاد حیدرآباد - از دست اضعف العباد بندہ علی دکھنی'' - (سالار جنگ ، ۶۵۷)

کتب خانۂ خدا ، بخش بانکی پور ، پٹنہ میں مثنوی کے سات نسخے ہیں :

۱۳- فہرست نمبر ۴۲ - پروگریس نمبر ۶۳۱۶ - اوراق ۹۵ - سطور ۱۳ - خط نستعلیق - سالِ کتابت ۱۲۲۲ھ - ''یہ نسخہ مصوّر ہے ، اس میں ۲۳ تصاویر ہیں'' - (بانکی پور ، ص ۵)

۱۴- فہرست نمبر ۴۳ - پروگریس نمبر ۶۳۲۶ - اوراق ۱۲۵ - سطور ۹ - خط نستعلیق - ''یہ نسخہ نہایت خوش خط ، مرصّع اور مذہب ہے - سر لوح نہایت آراستہ اور مزیّن ہے'' - (بانکی پور ، ص ۵)

۱۵- فہرست نمبر ۴۴ - پروگریس نمبر ۶۱۰۴ - اوراق ۷۶ - سطور غیر معیّن - خط نستعلیق - کیرم خوردہ - (بانکی پور ، ص ۵)

۱۶- فہرست نمبر ۴۵ - پروگریس نمبر ۳۳۲۷۸ - اوراق ۱۰۴ - سطور ۱۱ - خط نستعلیق - سالِ کتابت ۱۲۳۸ھ - ''یہ مصوّر نسخہ ہے ، اس میں جملہ ۲۵ تصاویر ہیں'' - (بانکی پور ، ص ۵)

۱۷- فہرست نمبر ۹۴ - پروگریس نمبر ۳۰۶۷۴ - اوراق ۱۰۱ - سطور ۱۱ - خط نستعلیق - سالِ کتابت ۱۳۱۵ ف - کاتب ، امرت لال - کِرم خوردہ - (بانکی پور ، ص ۵)

۱۸- فہرست نمبر ۷۴ - پروگریس نمبر ۳۶۳۰۲ - (بانکی پور ، ص ۵) دیگر تفصیلات فہرست میں درج نہیں ہیں -

۱۹- ایک نسخے کو فہرست میں شامل نہیں کیا گیا ، بلکہ ایک دوسرے مخطوطے ''مذہبِ عشق'' از نہال چند لاہوری (فہرست نمبر ۱۳۴) کے ضمن میں اس کا ذکر ملتا ہے - یہ نسخہ ''مذہبِ عشق'' کے ساتھ مجلد ہے - اوراق ۶۹ - ''ناقص'' - (بانکی پور ، ص ۱۵)

ببلیوتک ناسیونال (پیرس) میں اس مثنوی کے چار نسخے ہیں :

۲۰- مخطوطہ نمبر ۸۳۴ - سائز ۱۵۵ × ۱۹۵ ملی میٹر - صفحات ۹۶ - سطور ۹ - اٹھارویں صدی عیسوی کا مکتوبہ - (مخطوطاتِ پیرس ، صص ۱۲ - ۱۱)

۲۱- مخطوطہ نمبر ۸۳۵ - سائز ۱۷۵ × ۲۲۵ ملی میٹر - صفحات ۱۸۴ - سطور ۱۴ اور ۲۳ - سالِ کتابت ۱۲۱۵ھ - (مخطوطاتِ پیرس ، ص ۱۲)

۲۲- یہ نسخہ ایک مجموعے (مخطوطہ نمبر ۸۳۸) میں شامل ہے - اُنیسویں صدی عیسوی کا مکتوبہ - سائز ۱۳۰ × ۲۰۵ ملی میٹر - (مخطوطاتِ پیرس ، ص ۱۳)

۲۳- مخطوطہ نمبر ۸۴۹ - سائز ۱۳۵ × ۲۰۵ ملی میٹر - صفحات ۲۱۶ - سطور ۱۱ - تاریخِ کتابت ۱۲۳۱ھ - اس مثنوی کے آخر میں ایک مجہول الاسم مثنوی بھی ہے - (مخطوطاتِ پیرس ، ص ۱۸ - ۱۷)

۲۴- نسخہ کتب خانہ الاصلاح ، دیسنہ :

یہ نسخہ ایک مجموعے (سائز ۹ × ۵" - سال کتابت ۱۲۱۹ھ) میں ہے -[1] (الاصلاح ، ص ۸۳)

کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن میں اس مثنوی کے نو نسخے ہیں :

۲۵- فہرست نمبر ۲۵۳ - لائبریری نمبر "مثنوی ۱۶۱" - سائز ۸ × ۵" - صفحات ۱۶۰ - سطور ۱۳ - خط نستعلیق - ترقیمہ : "تمت تمام شد نسخہ بدر منیر بموجب فرمایش . . . (کذا) از دست فقیر حقیرالعباد اللہ دعاگو . . . (کذا) بتاریخ چہارم شہر الیہ روز دو شنبہ در بلدۂ برہان پور بہ محلہ سندی پور روبرو درگاہ شاہ برہان الدین راز الہ ۱۲۲۲ ہجری ہزار و دو صد بست و دو" - (آصفیہ ، اول ، صص ۱۷ - ۱۱۶)

۲۶- فہرست نمبر ۲۵۴ - لائبریری نمبر "مثنوی ۲۸۰" - سائز ۹ × ۶" - صفحات ۱۷۴ - سطور ۱۳ - خط نستعلیق - (آصفیہ ، اول ، ص ۱۱۷) اس نسخے کے شروع میں میر شیر علی افسوس کا دیباچہ ہے جسے فہرست نگار نے "میر حسن کا دیباچہ نثری" لکھا ہے -

۲۷- فہرست نمبر ۲۵۵ - لائبریری نمبر "مثنوی ۱۳۱۲" - سائز ۸ × ۹" - صفحات ۹۴۳ - سطور ۹ - خط نستعلیق - لوح و جدول طلائی - ترقیمہ : "این مثنوی میر حسن از دست عاصی سراپا معاصی میر عباس علی الموسوی ہفدہم جمادی الاول ۱۲۵۸ھ اتمام یافت" - (آصفیہ ، اول ، صص ۱۸ - ۱۱۷)

۲۸- فہرست نمبر ۲۵۶ - لائبریری نمبر "مثنوی ۹۷۴" - سائز ۹ × ۶" - صفحات ۲۰۲ - سطور ۱۲ - خط نستعلیق -

---

۱- کتب خانہ الاصلاح ، کتب خانہ خدا بخش ، بانکی پور میں شامل ہو چکا ہے - ثانی الذکر کی مطبوعہ فہرست میں اس نسخے کا ذکر نہیں ہے -

ناقص الاوّل ۔ باتصویر نسخہ ۔ ترقیمہ : ''در عہد دولت مہد سعادت و اقبال آہنگ مہاراجہ صاحب گلاب سنگھ جی دام اقبالہ . . . (کذا) بفرمایش لالہ صاحب مہربان قدردان سعادت و اقبال اساس لالہ بھوانی داس جی دام عمرہ ، از دست بندہ نیازمند عبودیت فرجام پنڈت طوطا رام در صوبہ کشمیر صورت ارقام پذیرفت در سمت یک ہزار نہ صد یازدہ زبنت انجام یافت ۔ بالخیر و برکت سعادت'' ۔ (آصفیہ ، اوّل ، ص ۱۱۸)

۲۹- فہرست نمبر ۲۵۷ - لائبریری نمبر ''مثنوی ۲۵ن'' ۔ سائز ۱۲ × ۶" ۔ صفحات ۲۲۴ ۔ سطور ۱۳ ۔ خط شکستہ ۔ باتصویر نسخہ ۔ ترقیمہ : ''این مثنوی بے نظیر بدر منیر تصنیف مرزا (کذا) حسن از دست راقم لعل محمد صوبہ دار ۔ روز جمعہ بوقت سہ پہر انصرام گردید ۔ بتاریخ یازدہم جمادی الاوّل ، ۱۲۶۲ھ ، در قصبہ بیڑ محلہ قرار خاند صورت اتمام یافت'' ۔ (آصفیہ ، اوّل ، ص ۱۱۸)

۳۰- فہرست نمبر ۲۵۸ - لائبریری نمبر ''مثنوی ۳۳۸۵ جدید'' ۔ سائز $\frac{۳}{۴}$ ۷ × ۴" ۔ صفحات ۱۳۴ ۔ سطور ۱۷ ۔ خط نستعلیق ۔ لوح مطلا ۔ ترقیمہ : ''کتاب مثنوی میر حسن بدستخط حافظ . . . (کذا) شہ جی میاں بتاریخ چہاردہم ماہ ربیع الاوّل بوقت شب یک پاس گذشتہ در حویلی خود بانصرام رسید ۱۲۳۴ھ'' ۔ (آصفیہ ، اوّل ، ص ۱۱۸ - ۱۱۹)

۳۱- فہرست نمبر ۲۵۹ - لائبریری نمبر ''مثنوی ۳۶۳۵ جدید'' ۔ سائز ۹ × ۴" ۔ صفحات ۱۵۴ ۔ سطور ۱۴ ۔ خط شکستہ ۔ ترقیمہ : ''تمت تمام یافت کتاب مثنوی میر حسن شاعر دہلوی ، مرقومہ لالہ خوش وقت چند کایستھ سری باستب کوی ساکن قنوج ، جمادی الاوّل ، ۱۲۴۲ ہجری

۳۲- فہرست نمبر ۲۶۰ - لائبریری نمبر ''مثنوی ۳۵۲۷ جدید''- سائز $8\frac{1}{2} \times 5\frac{1}{2}$" - صفحات ۱۷۸ - سطور ۱۲ - خط نستعلیق - ترقیمہ : ''ایں مثنوی بخط عجز و انکسار کھنو لعل ولد پورن چند کابستھ کری در عصر نواب ناصرالدولہ بہادر کارپردازی راجہ یان (کذا) راجہ مہاراجہ چندو لعل مہاراجہ بہادر علاقہ نوکری ہم راہی رائے صاحب خداوند نعمت رائے یادو رائے من قبلہ، بتاریخ دوازدہم شہر شوال المکرم، ۱۲۵۰ ہجری روز چہار شنبہ در بلدۂ فرخندہ بنیاد حیدرآباد بمکان رائے موصوف بحسب صلاح صواب دید رائے مول چند صاحب پسر رائے صاحب موصوف ترقیم یافت'' - (آصفیہ، اول، ص ۱۱۹)

۳۳- فہرست نمبر ۵۱۷ - لائبریری نمبر ''کتاب ۱۳۱۷ جدید'' - سائز $7\frac{3}{4} \times 5\frac{1}{2}$" - صفحات ۶۴ - سطور ۱۱ - خط طبعی نستعلیق - ناقص الآخر - ''یہ تقریباً ایک ربع حصّہ مثنوی کا ہے'' - (آصفیہ، دوم، صص ۲۰ - ۳۱۹)

بنارس یونی ورسٹی لائبریری میں مثنوی کے دو نسخے ہیں :

۳۴- لائبریری ۳ - U . IX / ۵۰ - (نوادر بنارس، اُردو، ص ۷۰)

۳۵- لائبریری نمبر ۳ - U . IX / ۵۱ - (ایضاً، ص ۷۱)

۳۶- نسخہ انجمن ترقی اُردو (ہند) :

فہرست نمبر ۵۸۹ - مکتوبہ ۱۲۹۴ھ (اُردو ادب، مارچ، ۱۹۵۳ء، ص ۱۵۶) - ڈاکٹر مختار الدین احمد کے مکتوب مورخہ ۱۶ جون، ۱۹۵۸ء کے حوالے سے ڈاکٹر وحید قریشی نے اس نسخے کی یہ تفصیلات فراہم کی ہیں : ''لائبریری نمبر ۳۴/۵۵۱۴ ۸۹۱ - کاتب غلام محمد خان بہادر فرزند امام الملک مرحوم و مغفور-

سالِ کتابت ۱۲۴۹ھ - اوراق ۸۰ - ابتدا میں نثر اُردو کا وہ مقدمہ بھی ہے جو شیر علی افسوس نے لکھا ہے۔ اس کا ابتدائی ورق موجود نہیں" - (میر حسن، ص ۳۵۶) - اس نسخے کے حاشیے پر عاجز کی مثنوی لعل و گوہر لکھی ہوئی ہے - انجمن کی فہرست مطبوعہ میں سالِ کتابت ۱۲۹۴ھ ہے، لیکن مذکورہ تحریر میں ۱۲۴۹ھ ہے - ظاہر ہے کہ دونوں میں سے کسی ایک جگہ سہو کاتب ہے -

۳۷- نسخۂ فری لائبریری، ذخیرۂ جان فریڈرک لوئی، فلاڈلفیا (امریکہ) :

"... نستعلیق - سائز ۱۲×۶" - ۱۷ سطری - کِرم خوردہ - کل اوراق ۲۲ - تصاویر ۱۶" - (اُردو ادب، ۱۹۶۸ء، شمارہ ۲، ص ۹۴)

۳۸- نسخۂ میکل یونی ورسٹی، بلیکروڈ لائبریری، ذخیرۂ کیسی وڈ - (مانٹریال - کنیڈا) :

"نستعلیق ... اوراق ۷۷ - سائز ۵ء۸×۵ء۵" - دو کالمی - ۱۴ سطری - مکتوبہ ۱۲۵۵ھ[1] - کاتب گوپی پرشاد - مجلّد - پہلا ورق نہیں ہے - نمبر ۲۳۲" - (اُردو ادب، ۱۹۶۸ء، شمارہ ۲، ص ۹۵)

کتب خانۂ ذاتی ڈاکٹر محمد عبدالرحمٰن بارکر (کنیڈا) میں مثنوی کے دو نسخے ہیں :

۳۹- "مکتوبہ ۱۲۱۱ھ - اوراق ۹۵ - ۱۱، ۱۳ سطری - نستعلیق - سائز ۵ $\frac{3}{4}$ × ۷ $\frac{1}{2}$" -" (اُردو ادب، ۱۹۶۸ء، شمارہ ۲، ص ۹۷)

۴۰- "مصوّر نسخہ - مکتوبہ ۱۲۱۱ھ - بخط روشن علی ساکن ردولی" - (ایضاً)

۱- سہو کاتب سے فہرست میں ۲۲۵۵ھ درج ہے -

کتب خانۂ گارسیں دتاسی میں مثنوی کے تین نسخے تھے :

۴۱- فہرست نمبر ۲۷۹۹ - یہ نسخہ ''حیدر نامہ'' کے ساتھ مجلد تھا - (نوائے ادب ، جنوری ، ۱۹۵۸ء ، ص ۳۰)

۴۲- فہرست نمبر ۲۸۶۲ - ''لعل و گوہر'' از عاجز کے ساتھ مجلد - (ایضاً ، ص ۳۳)

۴۳- فہرست نمبر ۲۸۶۶ - مکتوبہ ۱۷۹۵ء - (ایضاً ، ص ۳۳)

۴۴- نسخۂ شاہان اودھ :

فہرست نمبر ۶۲۶ - (شاہان اودھ ، ص ۶۰۹)

۴۵- نسخۂ بوڈلین لائبریری :

فہرست نمبر ۲۳۲۶ (۱۹) - ایک مجموعے میں (ورق ۱ تا ۵۷) شامل - ۲ کالمی - ۱۵ سطور فی کالم - خط نستعلیق - سائز ۹¾ × ۶" - (بوڈلین ، دوم ، ص ۱۲۹۵)

ادارۂ ادبیات اُردو ، حیدر آباد دکن میں مثنوی کے گیارہ نسخے ہیں :

۴۶- فہرست نمبر ۶۸ - اوراق ۱۵۱ - سطور ۱۵ - خط نستعلیق ، معمولی - سائز ۵½ × ۷½" - یہ نسخہ ایک دوسری مثنوی ''نوبہار عشق'' (فہرست نمبر ۶۷) کے ساتھ مجلد ہے - نوبہار عشق کا سالِ کتابت ۱۲۷۷ھ ہے - (ادارۂ ادبیات ، اوّل ، ص ۹۵)

۴۷- فہرست نمبر ۶۹ - اوراق ۱۰۰ - سطور ۱۱ - سائز ۶ × ۸" - خط نستعلیق - ''ابتدائی ورق غائب ہے . . . احتیاط سے قلم بند ہوا ہے - حاشیے پر جگہ جگہ اختلافِ نسخ ظاہر کیے گئے ہیں اور ابیات کا بھی اضافہ کیا گیا ہے'' - ترقیمہ : ''تمت الکتاب بعون الوہاب در بلدہ فرخندہ بنیاد حیدرآباد فی التاریخ اربع و عشرین شہر

جمادی الاول فی ۱۲۳۳ الف مائتین ثلاثہ و عشرین من الہجری ۔ مالکہ و راقمہ میر حسن علی ۱۲۲۳ھ"۔ ("یہ نام اور سنہ ایک خوش وضع مہر میں درج ہے ، جو ترقیمے کے برابر ثبت ہے") ۔ (ادارۂ ادبیات ، اوّل ، ص ۹۶)

۴۸- فہرست نمبر ۷۰ - اوراق ۸۸ - سطور ۱۳ - سائز $5\frac{1}{2} \times 8\frac{1}{2}$" - خط نستعلیق ، پاکیزہ - "اس کے آخر میں قتیل اور مصحفی کی تاریخیں نہیں ہیں بلکہ خود کاتب نے سحرالبیان ہی کی بحر میں پندرہ ابیات بطور ترقیمہ لکھی ہیں" - کاتب غلام حسین بیدری - مکتوبہ ۱۲۲۳ھ بمقام بیدر - ترقیمہ :

"بحق محمد علی و حسین
لکھی مثنوی یہ غلام حسین
جمادی الآخر کی تاریخ چار
ز ہجر نبی دو صد و یک ہزار
ولے بست و سہ اوس پر ابزاد تھے
بروز جمعہ دوپہر دن ڈھلے
. . . .
. . . .
جو ہیں دوست میرے سو دلشاد رکھ
اور اس شہر بیدر میں آباد رکھ
دل و جاں سے تیرا محب میں ہوا
مجھے جام کوثر تو مولا پلا"

(ادارۂ ادبیات ، اوّل ، ص ۹۷)

۴۹- فہرست نمبر ۹۹ - اوراق ۱۸ - سطور ۱۳ - سائز $4\frac{1}{2} \times 7\frac{1}{2}$" - خط نستعلیق ، شکستہ آمیز - ناقص الآخر - تعداد ابیات تقریباً ۳۶۸ - (ادارۂ ادبیات ، اوّل ، ص ۱۱۸)

۵۰۔ فہرست نمبر ۲۲۷ - اوراق ۸۶ - سطور ۱۳ - سائز ۸ × ۵½" - خط نستعلیق، پاکیزہ - ترقیمہ: "تمت تمام شد کتاب مثنوی میر حسن بتاریخ پانزدہم شہر ذیحجہ، ۱۲۳۹ھ، بوقت نماز پیشین بروز چہار شنبہ تحریر یافت" - (ادارۂ ادبیات، اول، ص ۲۷۵)

۵۱۔ فہرست نمبر ۲۲۷ - اوراق ۹۷ - سطور ۱۵ - سائز ۸¾ × ۶" - کاتب کم سواد ہے، اکثر املا غلط لکھا ہے - خط معمولی نستعلیق" - ترقیمہ: "بتاریخ محرم الحرام - ۱۲۳۹ ہجری روز چہار شنبہ بوقت یک نیم پاس روز اوّل برآمدہ در بلدۂ حیدرآباد و در رئیسی نواب سکندر جاہ بہادر در مکان اموی (کذا) صاحب قبلہ شیخ فرید الدین صاحب - کاتب الحروف شیخ غیاث الدین ولد شیخ امام الدین" - (ادارۂ ادبیات، دوم، ص ۸۷)

۵۲۔ فہرست نمبر ۳۲۳ - اوراق ۱۱۲ - سطور ۱۰ - سائز ۸½ × ۵" - شکستہ آمیز، نستعلیق - کاتب غلام نبی خاں - تاریخ تکمیلِ کتابت "شب چہارم رمضان ۱۲۲۸ھ" - (ادارۂ ادبیات، دوم، ص ۹۷)

۵۳۔ فہرست نمبر ۵۹۲ - اوراق ۷۶ - شعر فی صفحہ ۱۵ - سائز ۹ × ۶" - ترقیمہ: "بتاریخ بست و یکم شہر ربیع الثانی، ۱۲۲۷ھ در بلدۂ فرخندہ بنیاد حیدرآباد این مثنوی میر حسن بخط خام بندہ ہیرا لال بااتمام رسید" - "اگرچہ ابتدائی ایک ورق غائب ہے لیکن خط اور خاص اہتمام کے باعث نہایت عمدہ اور قابلِ قدر نسخہ ہے . . . خط شکستہ نستعلیق" - (ادارۂ ادبیات، سوم، صص ۹۸ - ۱۹۷)

۵۴۔ فہرست نمبر ۹۰۸ - اوراق ۶۳ - ابیات فی صفحہ ۱۵ - سائز ۵ × ۸½" - "اس کا کچھ حصہ . . . مہاراجہ سر کشن پرشاد . . . شاد کے عہدِ طفولیت کا مکتوبہ

ہے - اصل مخطوطہ قدیم دیسی کاغذ پر سرخ جدولوں کے درمیان نہایت پاکیزہ خط نستعلیق میں لکھا گیا تھا - اس کے ابتدائی چار صفحات شاید تلف ہوگئے تھے تو مہاراجہ کشن پرشاد نے اپنے قلم میں ان کو نقل کر کے اس مثنوی کو مکمل کیا تھا . . . یہ نسخہ ناقص الآخر ہے . . . بحالت موجودہ اس مثنوی میں ۱۹۲۰ ، ابیات محفوظ ہیں'' - (ادارۂ ادبیات ، پنجم ، صص ۵۳ - ۵۲)

۵۵- فہرست نمبر ۹۰۹ - اوراق ۵۵ - فی صفحہ ۱۴ ، ابیات - ۶ × ۱۰ ۱/۲" - ''ناقص الطرفین ہے مگر نہایت نفیس اور باریک کاغذ پر بہت ہی خاص اہتمام کے ساتھ اور عمدہ سیاہ و سرخ روشنائی میں لکھا گیا ہے'' - (ادارۂ ادبیات ، پنجم ، صص ۵۴ - ۵۳)

۵۶- فہرست نمبر ۱۰۴۲ - اوراق ۳۰ - سطور ۱۵ - سائز ۵ ۱/۲ × ۸" - ''بہت قدیم مگر ناقص الطرفین ہے . . . معمولی خط نستعلیق میں صاف پاک لکھا گیا ہے - . . . بہت کیرم خوردہ ہوگیا تھا ، خاص اہتمام سے جلد بندھوائی گئی ہے'' - (ادارۂ ادبیات ، پنجم ، ص ۲۱۱)

ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ کی لائبریری میں تین نسخے ہیں :

۵۷- فہرست نمبر ۶ - لائبریری نمبر ۱۱۴۱ - (فہرست ایشیاٹک سوسائٹی ، ص ۳)

۵۸- فہرست نمبر ۱۱۲ - لائبریری نمبر ۱۸۳ - (ایضاً ، ص ۴)

۵۹- فہرست نمبر ۱۱۵ - لائبریری نمبر ۸۵ - (ایضاً ، ص ۴)

۶۰- نسخۂ مولانا آزاد سنٹرل لائبریری ، بھوپال :

فہرست نمبر ۴۷ - (ہماری زبان ، ۸ جنوری ، ۱۹۶۹ء ، ص ۹)

برٹش میوزیم میں مثنوی کے دو نسخے ہیں :

۶۱- فہرست نمبر ۷۰ - اوراق ۸۶ - سائز ½۱۰ × ¼۶" - سطور ۱۳ - جلی نستعلیق - ظاہرا اٹھارھویں صدی عیسوی کے اختتام کا نسخہ - ورق ۱ ، الف پر میر حسن کے نام کے ساتھ "مرحوم" لکھا ہے - لہٰذا یہ وفات میر حسن ۱۲۰۱ھ کے بعد کا نسخہ ہے - (برٹش میوزیم ، ہندوستانی ، ص ۳۸)

۶۲- فہرست نمبر ۷۱ - اوراق ۵۷ - سائز ۱۰ × ¼۵" - سطور ۱۵ - خط نستعلیق - اٹھارھویں صدی عیسوی کے اختتام کا نسخہ - اس نسخے کے ورق ۱ ، الف پر "ڈاکٹر انتون یوسف پوجٹ" (Dr. Anthony Joseph Pouget) کی ۱۲۱۱ھ [۹۸ - ۱۷۹۷ء] کی مہر ثبت ہے - (برٹش میوزیم ، ہندوستانی ، ص ۳۸)

۶۳- نسخۂ کتب خانۂ اہلِ اسلام ، مدراس :

فہرست نمبر ۲۳۰۲ - "عطیہ شاہ سیف اللہ صاحب قادری مرحوم" - (مطبوعہ فہرست ، ص ۲۲۷)

مولانا آزاد لائبریری مسلم یونی ورسٹی ، علی گڑھ میں مثنوی کے تین نسخے ہیں :

۶۴- "اوراق ۱۳۷ - سطور ۱۵ - مکتوبہ عبدالستار حسن الدین در ۱۲۶۱ھ - یہ نسخہ مصوّر ہے - تصویریں معمولی" - (میر حسن ، ص ۳۵۷)

۶۵- تعداد اوراق معلوم نہیں ہو سکی - "سطور ۹ - خوش خط - پہلا صفحہ ناقص - آخری شعر :

معلّم اتالیق و منشی ادیب
ہر اک فن کے استاد بیٹھے قریب

پھر تصویر بنانے کے لیے سادہ جگہ چھوڑ دی گئی ہے - نام کاتب وغیرہ درج نہیں" - (میر حسن ، ص ۳۵۷)

۶۶- تیسرا نسخہ سبحان اللہ کلیکشن میں ہے جس کے متعلق
ڈاکٹر مختار الدین احمد نے یہ معلومات فراہم کی ہیں :
یونی ورسٹی اُردو ادب : ۶۲ - ابتدائی اوراق غائب۔
تعداد اوراق معلوم نہیں - سطر ۱۵ - ابتدا :

جہاں فیض سے ان کے ہے کام یاب
نبی آفتاب و علی ماہتاب

ترقیمہ : ''نسخہ' کتاب مثنوی تصنیف میر حسن بتاریخ
۱۶ شعبان المعظم ، ۱۲۰۶ھ مکتوبہ شیو راج سنگھ برائے
حاضر داشت لالا مان سنگھ'' - (میر حسن ، ص ۳۵۲)

۶۷- نسخہ' لکھنؤ یونی ورسٹی لائبریری :
(ایضاً ، ۳۵۱)

۶۸ تا ۷۲- رضا لائبریری رام پور میں پانچ نسخے ہیں :
(دستور ، حاشیہ ، ص ۸۵)
۷۳ تا ۸۷- رک : مخطوطہ نمبر ۱۲۵ تا نمبر ۱۳۹ -

مطبوعہ نسخے: یہ مثنوی متعدد مرتبہ شائع ہو چکی ہے - ڈاکٹر وحید قریشی نے مختلف طباعتوں کی ایک فہرست مرتب کی ہے (میر حسنؔ ، صص ۳۶ - ۳۳۴) جس میں ۳۸ طباعتوں کا ذکر ہے - بعض ایڈیشن ایسے بھی ہیں جن کا ذکر ڈاکٹر وحید قریشی نے نہیں کیا نیز مذکورہ فہرست کی اشاعت کے بعد بھی پاکستان و ہند سے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں - ذیل میں چند خاص خاص ایڈیشنوں کا ذکر کیا جاتا ہے :

۱- مثنوی کا پہلا ایڈیشن ۱۸۰۵ء میں ہندوستانی پریس کلکتہ سے طبع ہوا تھا - یہ فورٹ ولیم کالج کی سرپرستی میں چھاپا گیا تھا - اس میں میر شیر علی افسوس کا دیباچہ شامل ہے - اس کا ایک نسخہ کتب خانہ' خاص ، انجمن ترقی اُردو کراچی میں ہے -

۲- ۱۲۶۰ھ میں فضل الدین کھمکر نے اپنے مطبع واقع بمبئی سے ایک مجموعہ شائع کیا تھا جس میں یوسف زلیخا ہندی اور مثنویات میر و راسخ کے ساتھ سحرالبیان بھی شامل تھی ۔ سحرالبیان حاشیے پر تھی ۔ اس مجموعے کا ایک نسخہ بھی کتب خانۂ خاص ، انجمن ترقی اُردو کراچی میں ہے ۔

۳- مطبع مصطفائی ، لکھنؤ کی طرف سے جو ایڈیشن شائع ہوا تھا ، اس کے سرورق پر ۱۲۶۱ھ درج ہے اور آخری ورق پر ۲۱ ربیع الاوّل ، ۱۲۶۲ھ لکھا ہے ۔ کتب خانۂ مذکور میں یہ نسخہ بھی ہے ۔

۴- مرزا فدا علی خنجر نے اس مثنوی کو مرتّب کر کے نامی پریس ، لکھنؤ سے ۱۹۲۸ء میں شائع کرایا تھا ۔ اس کا ایک نسخہ بھی کتب خانۂ مذکور میں ہے ۔

۵- ۱۹۶۶ء میں ڈاکٹر وحید قریشی کا مرتّبہ نسخہ لاہور سے شائع ہوا تھا ۔ اس ایڈیشن کا متن مندرجہ ذیل مطبوعہ نسخوں پر مبنی ہے :

(الف) نسخۂ مطبع جعفری ، کانپور ، ۱۲۶۹ھ

(ب) خمسۂ مثنوی از باطن

(ج) مثنویاتِ حسن (سحرالبیان اور گلزارِ ارم) مقدمہ از اشرف حسین دہلوی ، مخزن پریس ، دہلی ، ۱۹۰۸ء

(د) نسخۂ مرتّبہ حامد اللہ افسر ، لکھنؤ ، ۱۹۲۹ء

(ھ) نسخۂ مرتّبہ شمس بریلوی ، لکھنؤ ، ۱۹۳۷ء

(و) مثنویاتِ حسن ، مرتّبہ عبدالباری آسی ، نول کشور ، لکھنؤ ، ۱۹۳۵ء

قطب الدین باطن نے ''مثنوی اعجاز رقم'' کے نام سے سحرالبیان کا خمسہ لکھا تھا جو ۱۸۹۲ء میں مطبع ریاض ہند آگرہ سے طبع ہوا تھا :

مثنوی کے مطالب کو میر بہادر علی حسینی نے
"نثر بے نظیر" کے نام سے لکھا تھا ۔ تفصیل کے لیے
رک : مخطوطہ نمبر ۱۶۵ -
مثنوی کے انگریزی تراجم بھی طبع ہو چکے ہیں ۔
میجر ایچ کورٹ H. Court کا ترجمہ ۱۸۷۱ء میں
شملے سے اور ۱۸۸۹ء میں کلکتے سے شائع ہوا تھا ۔
C. W. Bowdler Bell کا ترجمہ ۱۸۷۱ء میں کلکتے سے
طبع ہوا تھا ۔ (انڈیا آفس ، ہندوستانی ، ص ۱۲۴)

مصنّف اور مآخذ کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۷۷ -

• • •

۱۲۵

سحرالبیان [۲]

میر حسن دہلوی

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی ۔

نمبر : ۱/۹۷۳-۱۹۵۷

سائز : ۲۱×۱۵ س م

اوراق : ۹۵

سطور : ۱۳ (جن صفحات پر تصویریں ہیں ۔ ان پر سطور کم بھی ہیں ۔ کم از کم چار)

سالِ تصنیف : ۱۱۹۹ھ [م : ۸۵ - ۱۷۸۴ء]

کاتب : غلام حسین ۔

تاریخِ کتابت : ۲۸ جمادی الاول ، ۱۲۱۴ھ [م : ۲۸ اکتوبر ، ۱۷۹۹ء]

خط : نستعلیق ، عمدہ ۔

کیفیت : یہ نسخہ نہایت اہتمام سے تیار کیا گیا ہے ۔ ۳۵ رنگین تصویریں ہیں ۔ ہر صفحے پر سیاہ ، نیلی اور سرخ جدولیں ہیں ۔ کاغذ دبیز ، مٹیالا ۔ مخطوطہ آب رسیدہ ہے ، لیکن آب رسیدگی کے اثرات بہت کم ہیں ۔ بیشتر کونے پھٹ چکے ہیں ۔ ماضی قریب میں ان کی پیوندکاری ہوئی ہے ۔ ورق ۱ ، الف سادہ ہے ۔ متن ۱ ، ب سے شروع ہوتا ہے ۔ لوح کی جگہ سادہ ہے ۔ نقش و نگار کے لیے یہ جگہ سادہ رکھی گئی تھی لیکن

کسی وجہ سے تکمیل نہیں ہو سکی - شیرازہ بندی نہایت غلط ہوئی ہے - شروع کے دس اوراق درست ہیں ، اس کے بعد ورق ۴۳ تک کی ترتیب یہ ہے ۲۳ ، ۱۳ تا ۲۲ ، ۳۴ ، ۳۳ ، ۳۲ ، ۲۶ تا ۳۱ ، ۲۵ ، ۲۴ - آگے کے اوراق کی ترتیب بھی اسی طرح غلط ہے - عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں -

آغاز : مطابق مخطوطہ نمبر ۱۲۴ -

اختتام : مطابق مخطوطہ نمبر ۱۲۴ -

ترقیمہ : ''تمت تمام شد مثنوی میر حسن دہلوی بتاریخ بست و ہشتم شہر جمادی الاول ، بخط غلام حسین ، ۱۲۱۴ ہجری'' -

مندرجات : اس میں ۳۵ تصاویر ہیں - ان میں پیلے ، نیلے ، سنہرے ، سبز ، سرخ ، کاسنی ، سیاہ اور زعفرانی رنگ کثرت سے استعمال کیے گئے ہیں - کسی بدخط شخص نے بعض تصاویر پر عنوانات لکھ دیے ہیں جن سے تصویروں کی خوشنمائی متاثر ہوئی ہے - فنی اعتبار سے یہ تصاویر بلند پایہ نہیں ہیں - تاہم کرداروں کے لباس ، میر حسن کے لکھنؤ کی عمدہ طریقے سے عکاسی کرتے ہیں - بیشتر تصویریں پورے صفحے کا احاطہ کیے ہوئے ہیں اور ان کا سائز $16\frac{1}{2} \times 9\frac{1}{2}$ س م ہے - باقی تصویریں مختلف سائزوں میں ہیں - ذیل کی فہرست تصاویر میں صرف انہیں تصویروں کا سائز درج کیا گیا ہے جو پورے صفحے پر نہیں بنائی گئیں :

۱- ورق ۹ ، الف - ''تعریفِ سخن'' کے تحت جو اشعار ہیں ، ان کے ساتھ ایک شاعر کی تصویر بنائی گئی ہے - شاعر گاؤ تکیے کے قریب دو زانو بیٹھا ہے - سامنے رحل رکھی ہے جس پر بیاض ہے - پیچھے مورچھل لیے ایک خادم کھڑا ہے - شاعر کے داڑھی نہیں ، چھوٹی چھوٹی مونچھیں ہیں - سر پر عمامہ ہے - یہ نسخہ میر حسن کی وفات کے ۱۳ برس بعد کا ہے - ممکن ہے مصور نے میر حسن کو دیکھا ہو اور یہ تصویر انھیں کی ہو - ($12\frac{1}{2} \times 9\frac{1}{2}$ س م)

۲- ورق ۹ ، ب - تصویر شاہ عالم بادشاہ - بادشاہ تخت پر بیٹھا ہے - ایک خادم پیچھے مورچھل لیے اور دوسرا سامنے ہاتھ باندھے کھڑا ہے - تصویر پر کسی نے "عالم بادشاہ غازی" کے الفاظ لکھ دیے ہیں - (۱۰ × ½۹ س م)

۳- ورق ۱۰ ، الف - آصف الدولہ تخت پر بیٹھا ہے - ایک خادم نذر پیش کر رہا ہے - اس خادم کے پیچھے چار عورتیں کھڑی ہیں جن کے ہاتھوں میں مختلف ساز ہیں - آصف الدولہ کے پیچھے ایک خادم مورچھل لیے کھڑا ہے - اس تصویر پر یہ عنوان درج ہے - "تصویر اسف الدولہ (کذا) بہادر دام اقبالہ" -

۴- ورق ۱۱ ، ب - قلعے میں بے نظیر کا باپ اپنے وزیروں سے محو کلام ہے - وہ تخت پر بیٹھا ہے - وزیر کھڑے ہیں - پس منظر میں شہر کے مکانات ہیں - پیش منظر میں باغات ہیں -

۵- ورق ۱۵ ، ب - نجومی ، رمال اور برہمن ، بے نظیر کے باپ کو بے نظیر کی قسمت کا حال بتا رہے ہیں - اس تصویر میں عین بے نظیر کے باپ کے سر پر بدنما الفاظ میں لکھا ہے - "والد بے نظیر" -

۶- ورق ۱۹ ، الف - یہ تصویر تین حصوں میں ہے - پہلے حصے میں بے نظیر کی پیدایش کی خوش خبری بادشاہ سن رہا ہے - دوسرے حصے میں نومولود بے نظیر اپنی ماں کی گود میں ہے - تیسرے حصے میں رقص و سرود کی محفل گرم ہے - اس تصویر پر "والد بے نظیر"، "بے نظیر" اور "مادر بے نظیر" کے الفاظ درج کیے گئے ہیں -

۷- ورق ۲۲ ، الف - باغ میں بے نظیر اپنی کنیزوں اور خادماؤں کے ساتھ -

۸- ورق ۲۳ ، الف - یہ تصویر بھی دو حصوں میں ہے - ایک حصے میں بے نظیر اُستاد سے پڑھ رہا ہے - دوسرے

حصے میں بادشاہ ، نقیبوں کو حکم دے رہا ہے کہ شہر کو شاہانہ سواری کے لیے آراستہ کیا جائے ۔ تصویر کے اس حصے میں مصوّر نے پہلے بے نظیر کی مکتب نشینی کا خاکہ بنایا تھا ، یہ خاکہ مٹائے بغیر اس نے اس پر دوسری تصویر بنا دی ۔ اس تصویر کو اُلٹا کر کے دیکھا جائے تو بے نظیر کی مکتب نشینی کا منظر واضح طور پر نظر آتا ہے ۔

۹- ورق ۲۴ ، ب ۔ شہزادہ بے نظیر پرستان میں خواب سے بیدار ہوتا ہے ۔ وہ پلنگ پر نیم دراز ہے ، چہرے سے حیرت کے آثار ہویدا ہیں ۔ تین پریزاد خواصیں بھی موجود ہیں ۔ (۱۳-$\frac{1}{2}$ × ۹ س م)

۱۰- ورق ۲۷ ، الف ۔ بے نظیر کی سواری کا شاہانہ جلوس ۔ بے نظیر تام جھام میں سوار ہے جسے کہاروں نے اُٹھا رکھا ہے ۔ تام جھام کے آگے بے نظیر کا باپ گھوڑے پر سوار ہے ۔ باپ بیٹے کے دائیں بائیں گھڑ سواروں اور ہاتھی سواروں کی قطاریں ہیں ۔ پیدل سپاہیوں کی ایک جماعت بھی موجود ہے ۔ اس تصویر پر یہ عنوان درج ہے ''بے نظیر سوار شد'' ۔

۱۱- ورق ۳۰ ، الف ۔ بے نظیر بالائے بام سو رہا ہے ۔ نیچے ایک خالی پلنگ کے گرد خواصیں بیٹھی ہیں ۔

۱۲- ورق ۳۳ ، ب ۔ بے نظیر کی گم شدگی کے بعد بادشاہ ''مقامِ واردات'' کا جائزہ لے رہا ہے ۔ چار خواصیں بادشاہ کے سامنے کھڑی ہیں اور تین بالائے بام ہیں ۔ نیچے کھڑی ہوئی خواصوں میں سے ایک بام کی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ بے نظیر وہاں سویا تھا ۔

۱۳- ورق ۳۴ ، ب ۔ بے نظیر حمام میں خواصوں کے ساتھ ۔

۱۴- ورق ۴۱ ، ب ۔ بدر منیر خواصوں کے ساتھ باغ میں بیٹھی ہے ۔ بے نظیر ہاتھوں میں پھول لیے سامنے کھڑا ہے ۔

۱۵- ورق ۴۴ ، ب - باغ میں بارہ دری کے اندر بے نظیر اور بدر منیر ایک دوسرے کے قریب بیٹھے ہیں - بے نظیر نے بدر منیر کا ہاتھ پکڑ رکھا ہے - دو خواصیں بارہ دری کے قریب کھڑی ہیں - بے نظیر کا گھوڑا بھی موجود ہے -

۱۶- ورق ۴۸ ، ب - تصویر ۱۵ کا منظر - بدر منیر اور بے نظیر ایک دوسرے کے قریب بیٹھے ہیں - ذرا فاصلے پر ایک کنیز کھڑی ہے -

۱۷- ورق ۵۰ ، ب - بے نظیر اور بدر منیر باغ کی بارہ دری میں ایک دوسرے کے قریب کھڑے ہیں - بے نظیر نے بدر منیر کا ہاتھ پکڑ رکھا ہے - بارہ دری کے اُوپر دیو ہوا میں اُڑ رہا ہے اور اِن دونوں کی طرف دیکھ رہا ہے -

۱۸- ورق ۵۱ ، الف - بے نظیر اور بدر منیر بارہ دری میں - بدر منیر بیٹھی ہے ، بے نظیر کھڑا ہے - دونوں کے ہاتھوں میں پھول ہیں -

۱۹- ورق ۵۲ ، الف - بدر منیر بارہ دری میں بیٹھی ہے - بارہ دری کے اُوپر ایک دیو بے نظیر کو اُٹھائے ہوئے اُڑ رہا ہے -

۲۰- ورق ۵۳ ، الف - بے نظیر کو ایک دیوزاد کنویں میں ڈال رہا ہے -

۲۱- ورق ۵۵ ، ب - عشق بائی مغنیہ کے ساتھ بدر منیر باغ میں بیٹھی ہے - قریب ہی ایک خادمہ مورچھل لیے کھڑی ہے -

۲۲- ورق ۵۸ ، ب - عشق بائی رقص کر رہی ہے - اس کی ایک ساتھی کے ہاتھ میں ستار ہے ، دوسری تالیاں بجا رہی ہے - بدر منیر ان کے قریب کھڑی ہے -

۲۳- ورق ۶۵ ، ب - نجم النسا جوگن کے روپ میں بدر منیر کے پاس کھڑی ہے - قریب ہی دو خواصیں بھی کھڑی ہیں -

۲۴- ورق ۶۹ ، الف - نجم النسا ، شہزادہ فیروز شاہ کے ساتھ - شہزادہ تخت پر بیٹھا ہے - قریب ہی زمین پر نجم النسا مرگ چھالا بچھائے بیٹھی ہے -

۲۵- ورق ۷۰ ، الف - شہزادہ فیروز شاہ اپنے باپ کے پاس نجم النسا کو لے کر آتا ہے - باپ تخت پر بیٹھا ہے - پیچھے دو خادم کھڑے ہیں -

۲۶- ورق ۷۴ ، ب - نجم النسا مرگ چھالا پر بیٹھی فیروز شاہ کے باپ (بادشاہ) سے گفتگو کر رہی ہے - بادشاہ تخت پر بیٹھا ہے - اس کے پیچھے فیروز شاہ ، دو پری زاد اور دو دیو زاد بیٹھے ہیں -

۲۷- ورق ۷۶ ، ب - نجم النسا ، بدر منیر کی بلائیں لے رہی ہے - پانچ خواصیں پاس کھڑی ہیں -

۲۸- ورق ۷۹ ، الف - بدر منیر ، بے نظیر ، فیروز شاہ اور نجم النسا چاروں یک جا بیٹھے ہیں - قریب ہی دو خواصیں کھڑی ہیں -

۲۹- ورق ۸۱ ، ب - ایک کمرے میں بدر منیر اور بے نظیر ، دوسرے میں فیروز شاہ اور نجم النسا محو راز و نیاز ہیں - دونوں کمروں کے قریب ایک ایک خادمہ کھڑی ہے -

۳۰- ورق ۸۵ ، ب - فیروز شاہ ، نجم النسا اور بے نظیر ، تینوں یک جا بیٹھے ہیں - بے نظیر حقہ پی رہا ہے - قریب ہی دو خواصیں کھڑی ہیں -

۳۱- ورق ۸۶ ، ب - بے نظیر جلوس کے ساتھ بدر منیر کو بیاہنے جا رہا ہے - لوگ ہاتھیوں اور گھوڑوں پر سوار ہیں - بعض پیدل ہیں -

۳۲- ورق ۸۸ ، الف - بے نظیر دولھا بنا مسند پر بیٹھا ہے - پاس ہی اس کے دوست بھی بیٹھے ہیں - ایک رقاصہ رقص کر رہی ہے - تین عورتیں ساز بجا رہی ہیں -

۳۳- ورق ۸۹ ، الف - دو دیو زاد بے نظیر کو کنویں سے

نکال رہے ہیں ۔ ایک دیو زاد الگ کھڑا ہے ۔ قریب ہی
تخت پر فیروز شاہ بیٹھا ہے ۔ فیروز شاہ کے پیچھے ایک
خادم مورچھل لیے کھڑا ہے ۔

۳۴۔ ورق ۹۰ ، الف ۔ فیروز شاہ اور بدر منیر مسند پر
بیٹھے ہیں ۔ سامنے ایک کمرے میں نجم النسا مرگ
چھالا بچھائے بیٹھی ہے ۔

۳۵۔ ورق ۹۱ ، ب ۔ فیروز شاہ ، نجم النسا اور بے نظیر
مسند پر بیٹھے ہیں ۔ سامنے ایک کمرے میں بدر منیر
بیٹھی ہے ۔ دو خواصیں اس کے پاس کھڑی ہیں ۔

خصوصیات : یہ نسخہ نہایت احتیاط سے لکھا گیا ہے ۔ کتابت کی اغلاط
بہت کم ہیں ۔

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱۲۴ ۔

● ● ●

۱۲۶

سحر البیان [۳]

میر حسن دہلوی

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی -

نمبر : ۱۸۵ء ۱۹۵۷

سائز : ۱۴ ۱/۲ × ۱۰ ۱/۲ س م

اوراق : ۱۱۶

سطور : ۱۱

سالِ تصنیف : ۱۱۹۹ھ [م : ۸۵ - ۱۷۸۴ء]

کاتب : روڑ مل -

تاریخِ کتابت : ۲۷ صفر ، ۱۲۳۹ھ [م : ۲ نومبر ، ۱۸۲۳ء]

خط : نستعلیق ، شکستہ مائل ، عمدہ -

کیفیت : یہ نسخہ نہایت اہتمام سے تیار کیا گیا ہے - ورق ۱ ، الف خالی ہے - ورق ۱ ، ب سے متن شروع ہوتا ہے - لوح منقش ہے - اس ورق کے چاروں طرف منقش جدول ہے اور سرخ ، نیلا ، پیلا اور سیاہ رنگ استعمال کیا گیا ہے - اوراق ۳ ، الف و ب اور ۴ ، الف پر بھی چاروں طرف حاشیے میں نقش و نگار بنائے گئے ہیں - ورق ، ۴ ب کے دائیں حاشیے پر سیاہ ، سرخ اور پیلے رنگوں سے ۴ × ۲ س م سائز کا ایک نقش بنایا گیا ہے - یہ نقش آگے بھی متعدد اوراق پر ملتا ہے - مصرعے آمنے سامنے لکھے گئے ہیں - پورے

مخطوطے میں یہ اہتمام کیا گیا ہے کہ ایک مصرعے کے خاتمے اور دوسرے کے آغاز کے درمیان کی خالی جگہ پر سبز اور سرخ رنگ سے ایک نقش بنایا گیا ہے ۔ عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں ۔ مخطوطہ ورق ۱۰۶ ، الف پر ختم ہو جاتا ہے ۔ ۱۱۶ ب ، سادہ ہے ۔ اس کے بعد آٹھ ورق اور ہیں جن کا اصل مخطوطے سے کوئی تعلق نہیں ۔ ان اوراق پر کچھ اُردو فارسی اشعار اور چیستان ہیں ۔

آغاز : } مطابق مخطوطہ نمبر ۱۲۳ ۔
اختتام :

ترقیمہ : ''تمت تمام یافت مسنوی (کذا) تصنیف میر حسن شاعر دہلوی ، من خط حقیر پر تقصیر ہیچ مدان روڑ مل ولد جیون مل ، قوم اوسوال مشہور ناہ قوم بہادر بہلہ ، ساکن قصبہ سامانہ ، از ہند ، وارد ملک دکھن شدہ بود ۔ در نوکری خان ذی شان صالح محمد خان بہادر در قصبہ انکولہ ، بپاس خاطر برخوردار سعادت اطوار بارو راؤ ولد رائے صاحب مشفق ، پرورش فرماء مخلصان ، استظہار نیازمنداں ، رائے بنسی لعل صاحب قوم کایتھ سکسینہ ، قانون گوئے قصبہ راہن ، خوش باش انبرن پور ۔ بتاریخ بست و ہفتم ۲۷ شہر صفرالمظفر ، ۱۲۳۹ ہجری اختتام یافت'' ۔

خصوصیات : یہ نسخہ کسی ایسے نسخے کی نقل ہے جو نواب ارسطو جاہ کے لیے لکھا گیا تھا ۔ اس کا سراغ ان اشعار سے ملتا ہے جو نسخۂ منقول عنہ کے کاتب نے تین مقامات پر نواب ارسطو جاہ کی فرمایش پر اضافہ کیے تھے ۔ یہ اضافے مندرجہ ذیل ہیں :

۱۔ ورق ۵۳ ، ب پر ذیل کی عبارت سرخ روشنائی سے لکھی گئی ہے :

''این جا چند ابیات حسب الفرمایش نواب ارسطو جاہ بہادر کہ سانچق و مہندی . . . [ناخوانا] داستانے تیار کنانیدہ شامل نمودہ اند نیز این قدر ابیات

باہ (کذا) ہم نقل بندہ حسب . . . [ناخوانا] بقلم آورد'' ۔ اس کے بعد کاتب نے ۹۰ ایسے اشعار درج کیے ہیں جو میر حسن کی تصنیف نہیں ہیں ۔ ان میں ''وصل'' کا بیان ہے ۔ واضح رہے یہ اشعار مثنوی کے اس مقام پر اضافہ کیے گئے ہیں جہاں بدر منیر اور بے نظیر کی دوسری ملاقات کا حال ملتا ہے ۔ اضافہ شدہ اشعار ورق ۵۰ ، ب اور ۵۴ ، الف پر ہیں ۔

۲۔ ورق ۹۹ ، الف پر یہ عبارت سرخ روشنائی سے لکھی گئی ہے : ''درمیان تیاری سانچق بآرایش و تجمل تمام کہ بعد از چند سال ارسطو جاہ بہادر بعد شنیدن ایں قصہ تمام دقیقہ برآوردہ نقل بندہ داخل کنانیدہ'' ۔ اس کے بعد ۱۸۶ اشعار اضافہ کیے گئے ہیں جو ورق ۹۹ ، الف سے ۱۰۸ ، الف تک ہیں ۔

۳۔ ورق ۱۰۸ ، الف پر یہ عبارت ملتی ہے : ''داستان در بیان آرایش حنا بندی و خوان ہاء پر کردہ بردن و رسوم نمودن آن و استقبال نمودن فیروز شاہ نیز از فرمایش نواب ارسطو جاہ بہادر ایں داستانے بتحریر یافت'' ۔ کاتب نے ورق ۱۱۰ ، ب تک ۵۸ شعر اضافہ کیے ہیں ۔
کل اضافہ شدہ اشعار کی تعداد ۲۵۸ ہے ۔

اس مخطوطے کے ترقیمے کے بعد بھی ذیل کی عبارت اور اشعار ملتے ہیں : ''بیان رخصت بدر منیر و نجم النسا از مادر و پدر خود و ہر دو شاہزادہ بملک دو بار بناہ بر ملاقات مادر و پدر خود'' (کذا) :

ہے یہ دور آخر مجھے دردی ہا
ارے ساقی مستوں پہ کر غوردی ہا (کذا) ،

شتابی سے دے بھر کے جام خمار
نہیں ایک سا گردش روزگار
گھٹاوے کسی کو کسی کو بڑھانے
رولاوے کسی کو کسی کو ہنسانے''

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ اشعار ، نسخہ منقول عنہ کے کاتب کی تقلید میں ، زیر نظر مخطوطے کے کاتب نے اضافہ کیے ہیں -

اس نسخے میں ایک اور اضافہ بھی ملتا ہے - مثنوی کے اُس حصے میں جہاں بے نظیر کو کنویں میں قید کرنے کا ذکر ہے ، وہاں میر حسن نے اپنی ایک غزل درج کی ہے جس کا مطلع یہ ہے :

یہ کیا عشق آفت اُٹھانے لگا
مرے دل کو مجھ سے چھڑانے لگا

اس کے فوراً بعد تاباں کی ایک غزل اضافہ کی گئی ہے (ورق ۶۰ ، ب) جس کا مطلع یہ ہے :

خدا عشق مجھ سے چھڑاتا نہیں
یہ آزار کیسا ہے جاتا نہیں

اس مخطوطے میں دو جگہ حواشی پر بعض الفاظ کی تشریح بھی ملتی ہے - ورق ۷ ، الف پر ایک شعر میں ''کتاں'' کا لفظ آیا ہے - کاتب نے اس کے معنی حاشیے پر لکھ دیے ہیں - ورق ۸۳ ، الف پر ''ماہ نخشب'' ایک شعر میں آیا ہے - حاشیے میں اس کی طویل تشریح کی گئی ہے - یہ دونوں حواشی فارسی میں ہیں -

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱۲۳ -

• • •

۱۲۷

سحرالبیان [۴]

میر حسن دہلوی

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو ، کراچی ۔

نمبر : قا ۳/۲۲۰

سائز : ۲۵ × ۱۳$\frac{۳}{۴}$ س م

اوراق : ۶۵

سطور : ۱۹

سال تصنیف : ۱۱۹۹ھ [م : ۸۵ - ۱۷۸۴ء]

زمانۂ کتابت: تیرھویں صدی ہجری کا ربع آخر (قیاساً)

خط : نستعلیق ، مائل بہ نسخ ، اوسط ۔

کیفیت : غیر مجلّد ، کرمِ خوردگی کی وجہ سے متن کے اردگرد کے سادہ مقامات بڑی حد تک ضائع ہو گئے ہیں ، کہیں کہیں متن کو بھی نقصان پہنچا ہے ۔ بوسیدگی کا عالم یہ ہے کہ اوراق ہاتھ لگانے سے ٹوٹتے ہیں ۔ کاغذ دبیز ، چکنا ، مٹیالا ہے ۔ نسخہ ناقص الاول ہے ۔ کاتب سے جو اشعار چھوٹ گئے تھے ، انھیں حواشی پر بعد میں لکھا گیا ہے ۔ اس کی مثالیں ورق ۳۳ ، ب ؛ ۳۴ ، الف ؛ ۳۶ ، ب ؛ ۳۷ ، الف اور ۳۷ ، ب پر ملتی ہیں ۔ تاہم بعض مقامات ایسے بھی ہیں جہاں حذف شدہ اشعار اضافہ نہیں کیے گئے ۔ مثلاً

ورق ۶۴ ، ب کا آخری شعر یہ ہے :

زنانی سواری اُتری وہ سات[1]
پکڑ اس گل نو شگفتہ کا ہات

ورق ۶۵ ، الف کا پہلا شعر یہ ہے :

وہ آنکھیں جو اندھی تھیں روشن ہوئیں
زمینیں جو تھیں خشک گلشن ہوئیں

مخطوطہ نمبر ۱۲۳ سے موازنہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ دونوں شعروں کے درمیان دس شعر اور تھے جو زیر نظر مخطوطے میں نہیں ہیں ۔ ورق ۶۵ ، الف و ب ، کسی اور کاتب کے قلم سے ہے ۔ مخطوطے کا آخری ورق ضائع ہوگیا ہوگا کسی نے بعد میں یہ کمی پوری کردی ۔ عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں ۔

آغاز : "وہ معبود و یکتا خدائے جہاں
کہ جس نے کیا کن میں کونو (کذا) مکاں
دیا عقل و ادراک اوس نے ہمیں
کیا خاک سے پاک اوس ہمیں (کذا)
پیمبر کوں بھیجا ہمارے لیے
خلافت و خلفہ کوں اپنے دیے (کذا)
جہاں کو انو نے دیے انتظام
بھلائی برائی حتائی تمام
دیکھائی اونہونے ہمیں راہ راست
کہ تاہوئے تااوس راہ کی بازخواست (کذا)"

اختتام : "انھوں نے شتابی اُٹھا کر قلم
بہ تاریخ کی فارسی میں رقم
بہ تفتیش تاریخ ایں مثنوی
کہ گفتش حسن شاعر دہلوی

۱۔ صحیح : زنانی سواری اتروا کے ساتھ (مطابق مخطوطہ نمبر ۱۲۳)

زدم غوطہ در فکر بحر رسا
کہ آرم بکف گوہر مدعا
بگوشم ز ہاتف رسید ایں ندا
بریں مثنوی باد ہر دل فدا"

خصوصیات : کاتب نے دکنی طرز املا اختیار کی ہے۔ اس لیے گمان غالب ہے کہ یہ مخطوطہ دکن میں لکھا گیا ہوگا۔ کتابت کی غلطیاں بے شمار ہیں۔ اور کہیں کہیں کاتب نے متن میں تبدیلی بھی کی ہے۔ آغاز کے اقتباس میں جو اشعار درج ہوئے ہیں، ان کے تیسرے شعر کا دوسرا مصرع کاتب کے مذہبی عقیدے کا مظہر ہے[1] ۔

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱۲۴ ۔

• • •

۱۔ آغاز کے اشعار کی صحیح صورت یہ ہے :

. . . .
کہ جس نے کیے کن میں کون و مکاں
. . . .
کیا خاک سے پاک اس نے ہمیں
پیمبر کو بھیجا ہمارے لیے
وصی اور امام اس نے پیدا کیے
جہاں کو انھوں نے دیا انتظام
برائی بھلائی سجھائی تمام
دکھائی انھوں نے ہمیں راہ راست
کہ تا ہوں نہ اس راہ سے باز خواست

۱۲۸

سحر البیان [۵]

میر حسن دہلوی

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو ، کراچی ۔

نمبر : قا ۳/۱۵م

سائز : ۲۳ ½ × ۱۳ ½ س م

اوراق : ۸۳

سطور : ۱۳

سالِ تصنیف : ۱۱۹۹ھ [م : ۸۵ - ۱۷۸۳ء]

زمانۂ کتابت: تیرھویں صدی ہجری کا ربع اوّل (قیاساً)

خط : نستعلیق ، اوسط ۔

کیفیت : غیر مجلّد ، ناقص الاوّل ۔ کاغذ دبیز ، سفید ۔ عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں ۔ تمام اوراق پر نیچے کی طرف ½ ۳ س م عرض کی پٹی لگا کر اوراق کی لمبائی بڑھائی گئی ہے ۔ اشعار اس پٹی پر بھی لکھے گئے ہیں ۔ کہیں کہیں یہ پٹی اوراق سے الگ بھی ہو گئی ہے ۔ ورق ۸۳ ، ایک چوتھائی کے قریب اُوپر سے ضائع ہو گیا ہے ۔ اوراق ۸۱ - ۸۲ نیچے کی طرف سے نصف کے قریب ضائع ہو گئے ہیں ۔ بعد میں کسی نے ان دونوں اوراق کے ضائع شدہ حصوں پر کاغذ لگا کر متن کی تکمیل کی ہے ۔

آغاز : ''پر اب عقل نے میرے کھولے ہیں ہوش[1]
دیا ہے مدد سے تری مجھ کو ہوش
جو میں ایک کہانی بنا کر نئی
در فکر سے گوندھ لڑیاں کئی
لیے آیا ہوں خدمت میں بہر نیاز
یہ اُمید ہے پھر کے[2] ہوں سرفراز
مرا عذر تقصیر ہووے قبول
بحق محمد علیہ السلام[3]
. . . .[4] شاد و آباد کل خیر خواہ
پھریں اس گھرانے کے دشمن تباہ''

اختتام : ''میاں مصحفی کو بھائے یہ طور (کذا)
انھوں نے بھی کر فکر از راہ غور
کہی اوس کی تاریخ یوں بر محل
یہ بت خانۂ چین ہے بے بدل''[5]

۱۱۹۹ھ

خصوصیات : اس میں کتابت کی غلطیاں ہیں ، لیکن بہ حیثیت مجموعی کاتب محتاط ہے ۔

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱۲۳ ۔

• • •

۱- صحیح : گوش ۲- صحیح : کہ
۳- صحیح : بحق علی و بآل رسول
۴- یہاں سے ورق کرم خوردہ ہے ۔ لفظ ''رہیں'' ضائع ہو گیا ہے ۔
۵- یہ اشعار مخطوطے کے کاتب کے قلم سے نہیں ہیں ، کسی دوسرے شخص نے اضافہ کیے ہیں ۔

۱۲۹

سحرالبیان [۶]

میر حسن دہلوی

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو ، کراچی ۔

نمبر : قا ۴۱۴/۳

سائز : ۲۱ ۳/۴ × ۱۴ س م

اوراق : ۳۸

سطور : ۱۶ (متن) + ۲۰ (حاشیہ)

سالِ تصنیف : ۱۱۹۹ھ [م : ۸۵ - ۱۷۸۴ء]

کاتب : گلاب چند ۔

تاریخِ کتابت : ۷ ذیحجہ ، ۱۲۰۹ھ [۲۵ جون ، ۱۷۹۵ء]

خط : نستعلیق ، شکستہ مائل ، عمدہ ۔

مہر : ورق ۳۸ ، الف پر ترقیمے کے بعد ''مالک ایں کتاب'' کے الفاظ کے نیچے ۱ ۳/۴ × ۱ ۱/۲ س م سائز کی ایک مہر ثبت ہے جس پر ''رائے گلاب چند ۱۲۰۷ھ'' ثبت ہے ۔

کیفیت : نسخہ کیرم خوردہ ، دریدہ اور بوسیدہ ہے ۔ ماضی قریب میں اسے مجلد کیا گیا ہے ۔ دریدہ مقامات پر بٹر پیپر لگایا گیا ہے ۔ کیرم خوردگی سے متن کو خاصا نقصان پہنچا ہے ۔ متن ۱ ، ب سے شروع ہوتا ہے اور ۳۸ ، الف پر ختم ۔ ۱ ، الف اور ۳۸ ، ب سادہ ہیں ۔ ورق ۲ ، الف سے متن اور حواشی دونوں جگہ اشعار لکھے گئے ہیں ۔ یہ سلسلہ ورق

۳۷ ، ب تک قائم رہتا ہے ۔ ورق ۳۸ ، الف کے حاشیے پر شعار نہیں ہیں ۔ حواشی پر لکھے ہوئے اشعار جلد ساز کی بے احتیاطی سے کہیں کہیں سے کٹ گئے ہیں ۔ کاغذ دیسی ، باریک ، مٹیالا ۔ عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں ۔

آغاز : مطابق مخطوطہ نمبر ۱۲۰ ۔ اس اختلاف کے ساتھ کہ تیسرے شعر میں "ربّ علا" کی بجائے "ربّ العلا" ہے ۔

اختتام :

"میاں مصحفی کو جو بھائے یہ طور
انھوں نے بھی کر فکر از راہِ غور
کہی اس کی تاریخ یوں بر محل
یہ بت خانۂ چین ہے بے بدل
سنی جب کہ سابر نے یہ مثنوی
تو محظوظ ہو فکر تاریخ کی
یہ مصرع پڑھا وو ہیں با صد طرح
ہے اس مثنوی میں یہ نادر طرح
بھرے[1] مثنوی درج لعل و گہر"[2]

ترقیمہ : "مسنوی (کذا) میر حسن مرحوم متخلص بہ حسن بتاریخ بفتم شہر ذیحجہ ۱۲۰۹ ہجری در بلدۂ فرخندہ بنیاد حیدرآباد بعد سفر کھرڑہ بہ جلدی بخط گلاب چند اختتام یافت" ۔

خصوصیات : اس نسخے کی کتابت حیدرآباد دکن میں ہوئی ہے ۔ اس لیے گمان غالب ہے کہ اس کے کاتب مشہور شاعر رائے گلاب چند ہمدم ہیں ۔ ہمدم ، خواجہ احسن الدین خاں بیان کے شاگرد تھے ۔ وہ "نواب شمس الامرا کی سرکار میں پیش کار تھے . . . ۱۲۱۵ھ میں ان کا کلیات مرتب ہو چکا تھا" ۔ (دکن میں اُردو ، کراچی ، ۱۹۶۰ء ، صص ۳۶ - ۳۳۵)

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱۲۴ ۔

● ● ●

۱- یہ ہے ۔
۲- اس مصرعے سے ۱۱۹۹ھ برآمد ہوتا ہے ۔

۱۳۰

سحر البیان [۷]

میر حسن دہلوی

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو ، کراچی ۔

نمبر : قا ۳/۳۸۶

سائز : $21\frac{1}{2} \times 13\frac{3}{4}$ س م

اوراق : ۶۶

سطور : ورق ۳۳ ، ب تک ۱۵ ، اس کے بعد ۱۶

سالِ تصنیف : ۱۱۹۹ھ [م : ۸۵ - ۱۷۸۴ء]

کاتب : نام درج نہیں ۔ اسے دو کاتبوں نے لکھا ہے ۔ ورق ۳۳ ، ب تک ایک کاتب نے لکھا ہے اور باقی اوراق دوسرے کاتب کے قلم سے ہیں ۔

زمانۂ کتابت: تیرھویں صدی ہجری کا ربع اول (قیاساً)

خط : ورق ۳۳ ، ب تک نستعلیق اوسط ۔ بقیہ اوراق کی کتابت نستعلیق ، شکستہ مائل ہے ۔

کیفیت : نسخہ غیر مجلد ، ناقص الطرفین اور کیرم خوردہ ہے ۔ کیرم خوردگی کی وجہ سے متن کو خاصا نقصان پہنچا ہے ۔ کاغذ دبیز اور سفید ہے ۔ ورق ۳۳ ، ب تک عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں ۔ بعد کے اوراق پر عنوانات کے لیے جگہیں خالی رکھی گئی ہیں ، جنھیں کسی وجہ سے پُر نہیں کیا گیا ۔

آغاز : ''. . . . . اور سب میں ہے آشکار
یہ سب اس کے عالم . . . .[1]
ورے ہیں سب اوس سے وہی سب سے بیش
ہمیشہ سے ہے اور رہے گا ہمیش
چمن میں ہے وحدت کے یکتا وہ گل
کہ مشتاق ہیں اوس کے ہاں جزو و کل
اوسی سے ہے کعبہ اوسی سے کنشت
اوسی کا ہے دوزخ اوسی کی بہشت
جسے چاہے جنت میں دیوے مقام
جسے چاہے دوزخ میں رکھے مدام''

اختتام : ''نہیں مسنوی (کذا) ہے ایک پھلجھڑی
مسلسل ہے موتی کی گویا لڑی[2]
نئی طرز ہے اور نئی ہے زباں
کئی مسنوی (کذا) اورکئی ہے بیاں

۱- اس شعر کے ابتدائی اور آخری الفاظ کیرم خوردگی کی نذر ہوگئے ہیں - مخطوطہ نمبر ۱۲۴ میں یہ شعر یوں ہے :

نہاں سب میں اور سب سے ہے آشکار
یہ سب اس کے عالم ہیں ہجدہ ہزار

۲- مخطوطہ نمبر ۱۲۴ میں ان اشعار کی صورت یہ ہے :
شعر ۱ - مصرع ۱ : نہیں مسنوی (کذا) ہے یہ ایک پھلجھڑی
شعر ۲ - مصرع ۲ : نہیں مسنوی (کذا) ہے یہ سحرالبیان
شعر ۳ - مصرع ۱ : ہر اک بات پر دل کو میں خوں کیا
شعر ۴ - اگر واقعی غور ٹک کیجیے
صلا اس کا کم ہے جوکچھ دیجیے
(یہاں بھی صحیح لفظ ''صلہ'' نہیں لکھا گیا)
شعر ۵ - مصرع ۱ : غرض اس کو جس نے سنا یہ کہا

ہر یک بات پر دل کو جب خوں کیا
تب اس طـرح رنگیں مضموں کیا
[کیرم خوردہ] . . . غـور ٹک کیجیے
صلح (کذا) اوس کا کم ہو جو کچھ دیجیے
غرض جس نے اس کـو سنـا اور کہـا
حسن آفـریـں مرحـبـا مرحـبـا"

خصوصیات : کتابت کی اغلاط بہت زیادہ ہیں ۔

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱۲۴ ۔

• • •

۱۳۱

سحرالبیان [۸]

میر حسن دہلوی

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو ، کراچی ۔
نمبر : قا ۳/۱۷م
سائز : ۲۳ ۱/۴ × ۱۵ س م
اوراق : ۷۶
سطور : ۱۵
سالِ تصنیف : ۱۱۹۹ھ [م : ۸۵ - ۱۷۸۴ء]
تاریخِ کتابت : ۶ جمادی الاوّل ، ۱۲۰۹ھ [م : ۲۹ نومبر ، ۱۷۹۴ء]
خط : نستعلیق ، شکستہ مائل ، اوسط ۔
کیفیت : غیر مجلد ، کیرم خوردہ ۔ کیرم خوردگی کا اثر اوراق کے درمیانی حصے میں زیادہ ہے جس سے متن کا خاصا نقصان ہوا ہے ۔ کاغذ دبیز ، سفید ۔ متن ورق ۱ ، ب سے شروع اور ورق ۷۵ ، الف پر ختم ہوتا ہے ۔ ورق ۷۵ ، ب سادہ ہے ۔ ورق ۱ ، الف پر اولاً پنسل سے :

(۱) مثنوی میر حسن

لکھا ہے ۔ پھر روشنائی سے :

(۲) قصہ قاضی و چور تصنیف شرف الدین

لکھا ہے ۔ بعد ازاں "شرف الدین" کو پنسل سے کاٹ کر

''نوراللہ'' لکھا گیا ہے ۔ اس کے بعد پنسل سے :

(۳) قصہ چوہا بلی تصنیف شرف الدین

لکھا ہے ۔ یہ سب عبارتیں مولوی عبدالحق کے قلم سے ہیں ۔کسی نے آخری دو کتابوں کے ناموں ، پر سبز روشنائی سے دائرہ بنا کر لکھا ہے : ''الگ رکھ دی گئیں'' ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زیر نظر مخطوطہ کسی مجموعے سے علیحدہ کیا گیا ہے ۔ ورق ۱۶ ، ب اور ۳۹ ، ب پر کچھ اشعار چھوٹ گئے تھے ، کاتب نے یہ اشعار انھیں اوراق کے حواشی پر درج کر دیے ہیں ۔ عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں ۔

آغاز : مطابق مخطوطہ نمبر ۱۲۳ ۔ اس اختلاف کے ساتھ کہ پہلے شعر کے دوسرے مصرعے میں ''سجدے کو'' کی بجائے ''سجدے میں'' ہے ۔

اختتام : مطابق مخطوطہ نمبر ۱۲۳ ۔ اس اختلاف کے ساتھ پہلے شعر کے دوسرے مصرعے میں ''انھوں'' کی بجائے ''انھو'' ہے ۔

ترقیمہ : ''تمت تمام شد مسنوی (کذا) حسن شاعر دہلوی بحسب فرمایش برادر عزیزالقدر بجان برابر محمد شرف الدین خان بہادر سلمہ اللہ تعالیٰ ۔ بتاریخ ششم شہر جمادی الاول ، ۱۲۰۹ھ بوقت سہ پہر روز دو شنبہ دربارآوری جناب مہاراجہ صاحب بہادر باتمام رسید ۔ بمنہ وکرمہ ۔

ہر کہ خواند دعا طمع دارم
زانکہ من بندۂ گنہ گارم

تمام شد'' ۔

خصوصیات : ہر صفحے پرکتابت کی ایک دو اغلاط موجود ہیں ۔

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱۲۳ ۔

● ● ●

۱۳۲

سحرالبیان [۹]

میر حسن دہلوی

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو ، کراچی ۔

نمبر : قا ۳/۲۱۶م

سائز : ۱۹ × ۱۲ ۳/۴ س م

اوراق : ۷۵

سطور : ۱۵

سال تصنیف : ۱۱۹۹ھ [م : ۸۵ - ۱۷۸۴ء]

کاتب : رام کشن ۔'

تاریخ کتابت : ۲۷ ذیقعدہ ، ۱۲۰۸ھ [م : ۲۶ جون ، ۱۷۹۴ء]

خط : نستعلیق ، اوسط ۔

کیفیت : غیر مجلّد ۔ کاغذ باریک ، مٹیالا ۔ عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں ۔ متن ورق ۱ ، ب سے شروع ہوتا ہے ۔ ۱ ، الف پر یہ عبارت ہے :

"۲ کتابے (کذا) میر حسن و لیلہ مجنوں ۲ عدد اور کتابے (کذا) ہیں ۔ کل چہار عدد"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مثنوی ایک مجموعے سے الگ کی گئی ہے ۔ اسی ورق پر انگریزی میں اس مفہوم کی عبارت ہے کہ یہ کتاب گنیشی لال کی ملکیت ہے ۔ متن ورق

۵ے ، الف پر ختم ہوتا ہے - ۵ے ، ب سادہ ہے - ورق ۲ اور ۳ ، اصل کاتب کے قلم سے نہیں ہیں - کاغذ بھی مختلف ہے۔ اصل کے یہ دو ورق ضائع ہوگئے ہوں گے جنھیں بعد میں کسی نے لکھ کر مخطوطے میں شامل کیا ہے -

آغاز : پہلے دو شعر مطابق مخطوطہ نمبر ۱۲۳ - اس کے بعد :

"والحق[1] کہ ایسا ہی معبود ہے
قلم جو لکھے اس سے افزود ہے
نہیں کوئی تیرا نہ ہوگا شریک
تری ذات ہے وحدہٗ لا شریک
پرستش کے قابل ہے تو اے کریم
کہ ہے ذات تیری غفورالرحیم"

اختتام : "بہ تفتیش تاریخ ایں مسنوی (کذا)
کہ گفتہ حسن شاعر دہلوی
زدم غوطہ در بحر فکر ثنا
کہ آرم بکف گوہر مدعا
بگوشم ز ہاتف رسد ایں صدا
بریں مسنوی (کذا) باد ہر دل فدا
میا مصنف[2] (کذا) کو بھایا یہ طور
انھوں نے بھی کر فکر از راہ غور
کہی اس کی تاریخ یوں برمحل
یہ بت خانۂ چین ہے بے بدل"

ترقیمہ : "تمام شد کتاب مسنوی (کذا) میر حسن بتاریخ بیست ہفتم ذیعقاد (کذا) روز شمبہ (کذا) سنہ ۸ھ از[3] دستخط بندہ

۱- صحیح : وہ الحق . . .
۲- صحیح : میاں مصحفی کو جو بھایا یہ طور (مخطوطہ نمبر ۱۲۳)
۳- سنہ کے صرف اکائی یا دہائی کے ہندسے لکھنے کا رواج پہلے بھی تھا - اس لیے اس سنہ کو ۱۲۰۸ھ ہی پڑھا جائے گا -

رام کشن تحریر یافت :

من نوشتم الچہ در دیدم کتاب
ختم شد واللہ اعلم بالصواب"

خصوصیات : کاتب حد درجہ بے احتیاط اور غلط نویس ہے ۔ اس کا
اندازہ آغاز و اختتام کے اقتباسات اور ترقیمے سے کیا جا سکتا
ہے ۔ بعض جگہ شعروں کی ترتیب عام نسخوں سے مختلف
ہے ۔ یہ خصوصیت آغاز کے اقتباس میں دیکھی جا سکتی ہے ۔
تیسرا شعر ، عام نسخوں کا آٹھواں شعر ہے ۔ چوتھے اور
پانچویں نمبر پر جو اشعار ہیں ، وہ عام نسخوں میں پانچویں
اور چھٹے نمبر پر ملتے ہیں ۔

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱۲۴ ۔

● ● ●

۱۳۳

سحرالبیان [۱۰]

میر حسن دہلوی

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی -

نمبر : ۱۳۱۶ ۔ ۱۹۶۱

سائز : ۲۰ × ۱۳ س م

اوراق : ۵۵

سطور : ۱۷

سال تصنیف : ۱۱۹۹ھ [م : ۸۵ - ۱۷۸۴ء]

کاتب : عبداللہ شاہ -

تاریخ کتابت : ۵ شوال ، ۱۲۳۱ھ [م : ۲۹ اگست ، ۱۸۱۶ء]

خط : نستعلیق ، معمولی -

کیفیت : یہ مخطوطہ ناقص الاوّل ہے - کاتب نے اوراق پر نمبر درج کیے ہیں - پہلے ورق پر نمبر ۱۱ لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شروع کے دس اوراق ضائع ہو چکے ہیں - ورق ۱۴ بھی موجود نہیں ہے - نسخہ بوسیدہ حالت میں ہے اور کیرم خوردہ ہے - عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں -

آغاز : ''یہ مژدہ جو پہنچا تو نقارچی
لگا ہر جگے بادلہ اور زری

بنا ٹھاٹھ نقارخانہ کا سب
مہیا کر اسباب عیش و طرب
غلاف اس پہ بانات پر زر کے ٹانک
شتابی سے نقاروں کو سینک سانک
دیا چوب کو پہلے بم سے ملا
لگی پھیلنے ہر طرف کو صدا''

اختتام : مطابق مخطوطہ نمبر ۱۲۴ -

ترقیمہ : ''تمت تمام شد ، کارمن نظام شد - نسخہ مثنوی میر حسن دہلوی از دست فقیر حقیر . . . [کیرم خوردہ] التقصیر عبداللہ شاہ ، ساکن کھمم ، بروز پنج شنبہ بتاریخ پنجم شوال ، در مقام اجرائے متصل اہو ایلور ، برائے پاس خاطر سعادت آثار نیکو کردار فقیر صاحب ، تا یک از ہر یادگاری زمانہ قلمی نمودہ شد - ۱۲۳۱ھ :

من نوشتم صرف کردم روزگار
من نمانم خط بماند یادگار''

خصوصیات : اس نسخے میں کتابت کی اغلاط بکثرت تھیں ، جنھیں کسی نے درست کیا ہے ، لیکن اب بھی متعدد اغلاط موجود ہیں - بعض جگہ کاتب سے اشعار چھوٹ گئے تھے ، انھیں حواشی پر اضافہ کیا گیا ہے - اس کی مثالیں ورق ۴۱ ، ب ؛ ۴۲ ، الف ؛ ۵۱ ، الف وغیرہ پر ملتی ہیں - اس مخطوطے کا کسی دوسرے نسخے سے مقابلہ کیا گیا ہے اور بعض اشعار جو زیر نظر نسخے میں زائد تھے ، انھیں قلم زد کر دیا گیا ہے - اس قسم کی مثالیں اوراق ۱۱ ، ب اور ۱۲ ، الف پر ملتی ہیں -

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱۲۴ -

● ● ●

۱۳۴

سحر البیان [۱۱]

میر حسن دہلوی

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی ۔

نمبر : ۱۹۵۷ء ۹۵۴/۱۵

سائز : ۲۲ ½ × ۱۳ س م

سطور : ۱۲

سال تصنیف : ۱۱۹۹ھ [م : ۸۵ - ۱۷۸۴ء]

زمانۂ کتابت: تیرھویں صدی ہجری کا ربع اول (قیاساً)

خط : نستعلیق ، معمولی ۔

کیفیت : ناقص الآخر ۔ درمیان سے بھی کم از کم چار ورق غائب ہیں ۔ تلف شدہ ورق موجودہ ورق ۶ اور ۷ کے درمیان ہونے چاہئیں ۔ یہ مخطوطہ غیر مجلد ہے ۔ تمام اجزا الگ الگ ہیں ۔ کاتب نے مختلف ابواب کے عنوانات کے لیے جگہ خالی رکھی تھی ، بعد میں سرخ روشنائی سے لکھنے کا خیال ہوگا ، لیکن ایسا نہیں کیا گیا ۔ مثنوی کے کسی باب کا عنوان نہیں لکھا گیا ۔ کاغذ دبیز ، بادامی رنگ کا ہے ۔ مخطوطے کے آخر میں جو اشعار کم تھے ، انھیں کسی نے زمانۂ حال میں نیلی روشنائی سے تین اوراق پر لکھ کر مثنوی کو مکمل کر دیا ہے ۔

آغاز : مطابق مخطوطہ نمبر ۱۲۴ -

اختتام : ''گھوڑے تھے جو واں چشم کو تر کیے
سو موتی انھوں نے نچھاور کیے
اِدھر اور اُدھر اپنے سہرے کو چیر
وہ اک چاند سا منہ دکھا بے نظیر
سوار اپنے گھوڑے پہ ہو کر شتاب
کہ جوں صبح ہووے بلند آفتاب''

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱۲۴ -

● ● ●

۱۳۵

سحر البیان [۱۲]

میر حسن دہلوی

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی -

نمبر : ۱۹۶۱ ء ۱۳۱۵

سائز : ۱۸ × ۱۱ ½ س م

سطور : ۱۳

سال تصنیف : ۱۱۹۹ھ [م : ۸۵ - ۱۷۸۴ء]

کاتب : محمد یوسف -

تاریخ کتابت : ۲۰ شعبان ، ۱۲۳۳ھ [م : ۲۵ جون ، ۱۸۱۸ء]

خط : نستعلیق ، معمولی -

مہر : ورق ۱ ، الف پر ''مرزا عباس حسین ، ۱۲۷۸ھ'' کی مہر ہے -

کیفیت : مثنوی ورق ۱ ، ب سے شروع ہوتی ہے - یہ صفحہ کسی دوسرے کاتب کے قلم سے ہے - پہلا ورق ضائع ہو گیا تھا ، یہ بعد میں مخطوطے میں شامل کیا گیا ہے - عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں - کاغذ دبیز ، زردی مائل -

آغاز :
اختتام : } مطابق مخطوطہ نمبر ۱۲۴ -

ترقیمہ : ''تمت تمام شد مثنوی میر غلام حسن روز پنج شنبہ بوقت

سہ پہر بتاریخ بستم ماہ شعبان ۱۲۳۳ھ ہجری، بعون اللہ تعالیٰ باتمام رسید۔ کتبہ محمد یوسف۔ تاریخ مثنوی میر غلام حسن از مصرعہ مرزا خلیل[1] (کذا) یعنی: بریں مثنوی باد ہر دل فدا، ۱۱۹۹ھ و از مصرعہ میاں مصحفی یعنی: یہ بتخانۂ چین ہے بے بدل، ۱۱۹۹ھ"۔

دیگر تفصیلات کے لیے رک: مخطوطہ نمبر ۱۲۴۔

• • •

۱۔ مثنوی کے جس شعر میں قتیل کا تخلص آیا ہے، وہاں بھی خلیل ہی لکھا ہے۔

۱۳۶

سحرالبیان [۱۳]

میر حسن دہلوی

کتب خانہ : قومی عجائب گھر، کراچی۔
نمبر : ۵۲۸/۲۲۲
سائز : $25\frac{1}{2} \times 13\frac{1}{2}$ س م
اوراق : ۱۰
سطور : ۱۳
سالِ تصنیف : ۱۱۹۹ھ [م : ۸۵ - ۱۷۸۴ء]
زمانۂ کتابت: تیرھویں صدی ہجری کا ربع آخر (قیاساً)
خط : نستعلیق، اوسط۔
کیفیت : نسخہ ناقص الطرفین ہے بلکہ یہ کہنا مناسب ہوگا کہ اصل نسخے کے یہ درمیانی دس اوراق ہیں۔ کاغذ دبیز، بادامی رنگ کا ہے۔
آغاز : "غضب مونہ سے ظاہر ولے جی میں چاہ
نہاں آہ آہ اور عیاں واہ واہ
یہ ہے کون کم بخت جو آیا وہاں[1]
میں اب چور کر جا اوں اپنا کہاں[2]

۱۔ مخطوطہ نمبر ۱۲۳ : یہ ہے کون کم بخت آیا جو یاں
۲۔ ایضاً : میں اب چھوڑ گھر اپنا جاؤں کہاں

یہ کہتی ہوئی آن کی آن میں
چھپی جا کے اپنے وہ دالان میں
دیا ہاتھ سے چھوڑ پردہ شتاب
چھپے[1] ابر تاریک میں آفتاب''

اختتام : ''نہ غم خوار نہ مونس اوس کا کوئی[2]
نہ تھا جز خدا یار اوس کا کوئی
وہی چاہ تھا ایک اس کا رفیق[3]
وہی سنگ سر پر بجائے شفیق
صبا بھی نہ واں جس کی دمساز ہو
کنویں کی سنے کون آواز کو
گواہی اگر اس کا ہمدم رہے[4]
جو اوس سے سنے اور اوس سے کہے''[5]

خصوصیات : ان اوراق کا آغاز اصل مثنوی کے اس حصے سے ہوتا ہے جس میں بے نظیر پہلی مرتبہ بدر منیر کے سامنے آتا ہے۔ اور خاتمہ اس باب پر ہے جس میں پری کو بدر منیر او بے نظیر کے عشق کی خبر ہوتی ہے اور وہ بے نظیر کو کنویں میں قید کر دیتی ہے۔

کاتب نہایت غلط نویس ہے جس کا اندازہ آغاز و اختتام کے اشعار سے کیا جا سکتا ہے۔ کاتب کی بے احتیاطی کی ایک مثال یہ ہے۔ ورق ۲، ب پر یہ شعر ملتا ہے :

گلابی کون اوس نے آگے دھرا (کذا)
یہ پیالہ تو اس بت کے موںہ سے لگا

یہ ایک شعر نہیں ، دو مختلف شعروں کے دو مصرعے ہیں۔

۱- مخطوطہ نمبر ۱۲۴ : چھپا
۲- ایضاً : نہ مونس نہ غم خوار اس کا کوئی
۳- ایضاً : وہی چاہ تاریک اس کا رفیق
۴- ایضاً : کنواں ہی مگر اس کا ہم دم رہے
۵- ایضاً : جو اوس سے سنے پھر وہ اس سے کہے

یہ دو شعر مخطوطہ نمبر ۱۲۴ میں یوں ہیں :

گلابی کٹورا اس نے آگے دھرا
پیالے کو پھر جلد اس نے بھرا
کہا شاہزادی تو بیٹھی ہے کیا
یہ پیالہ لو اس بت کے مونہ سے لگا

(ورق ۴۲ ، الف)

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱۲۴ -

● ● ●

۱۳۷

سحر البیان [۱۴]

میر حسن دہلوی

کتب خانہ	:	ڈاکٹر وحید قریشی ، ۹۹ - این سمن آباد ، لاہور -
سائز	:	½۱۹ × ½۱۵ س م
اوراق	:	۸۵
سطور	:	۱۳
سالِ تصنیف	:	۱۱۹۹ھ [م : ۸۵ - ۱۷۸۴ء]
زمانۂ کتابت	:	تیرھویں صدی ہجری کا ربع آخر (قیاساً)
خط	:	نستعلیق ، مائل بہ نسخ ، اوسط -
کیفیت	:	نسخہ ناقصُ الطرفین ہے - شروع اور آخر کا ایک ایک ورق ضائع ہوا ہے - کاغذ دبیز ہلکا سبز - عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں -

آغاز :

"وا[۱] ظاہر نہیں چند ظاہر نہیں
نہ[۲] ظاہر کوئی اس کے باہر نہیں
تامل سے کیجیے اگر غور کچھ
تو سب[۳] کچھ ہے اس میں نہیں اور کچھ

۱- وہ ظاہر میں ہر چند ظاہر نہیں
۲- ہہ ظاہر کوئی اُس سے باہر نہیں
۳- تو سب کچھ وہی ہے نہیں اور کچھ

اسی[1] گل کی خوشبو سے خوشبو گلاب
بھرے[2] گئے یہ ہیں ساتھ دریا حباب
قلم کر زباں اپنی لاوے ہزار[3]
لکھے کس طرح حمد پروردگار
پر اس جوش میں آگیا پنہاں نہیں[4]
سمجھ[5] کی ہے یہ بات کہنا نہیں"

اختتام : "خوشی اس کی ہے سروِ باغ مراد
رہے روشن اس کا چراغ و مراد[6]
بحق حسین اور امام حسن[7]
رہوں شاد میں بھی غلام حسن
ذرہ[8] منصف و داد کی ہے یہ جا
کہ دریا سخن کا دیا ہے بہا
ز بس عمر گئی[9] اس کہانی میں صرف
تب ایسے یہ نکلے ہیں موتی سے حرف
جوانی میں جب بن گیا ہوں میں پیر
تب ایسے ہوئے ہیں سخن بے نظیر"

۱- اسی گل کی بُو سے ہے خوشبو گلاب
۲- بھرے ہے لیے ساتھ دریا حباب
۳- قلم کو زباں لاوے اپنی ہزار
۴- پر اس جوش میں آ کے بھنا نہیں
۵- سمجھنے کی ہے بات کہنا نہیں
۶- . . . چراغِ مراد
۷- . . . حسین و امام . . .
۸- ذرا منصفو داد . . .
۹- گی

[حواشی کے مذکورہ بالا تمام اختلافات مثنوی سحرالبیان، کلکتہ ۱۸۰۵ء کے مطابق ہیں]

خصوصیات : کاتب غیر محتاط ہے ۔ کتابت کی اغلاط خاصی ہیں ۔ اشعر
میں تقدیم و تاخیر بھی ہے ۔ اوپر ''آغاز'' کے التباس کے
آخری دو شعر ، ایک دوسرے کی جگہ پر ہیں ۔

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱۲۳ ۔

• • •

۱۳۸

سحر البیان [۱۵]

میر حسن دہلوی

کتب خانہ : معین الدین عقیل ، ۴۸۳/ ۵۰ بی ، کورنگی ، کراچی ۳۱ -

سائز : ۱۹ × ۱۲ س م

اوراق : ۱۰۴

سطور : ۱۱

سالِ تصنیف : ۱۱۹۹ھ [م : ۸۵ - ۱۷۸۴ء]

کاتب : سیّد امیر علی -

تاریخِ کتابت : ۷ صفر ، ۱۲۵۸ھ [م : ۲۰ مارچ ، ۱۸۴۲ء]

خط : نستعلیق ، اوسط -

کیفیت : مخطوطہ ناقص الاوّل ہے - دہری سرخ جدولیں ہیں - عنوانات سرخ روشنائی سے اور کاغذ سفید ، باریک ہے -

آغاز : ''پر اس جوش میں آ کے بہنا نہیں
سمجھنے کی ہے بات کہنا نہیں
قلم گو زباں اپنی لاوے ہزار
لکھے کس طرح حمد پروردگار
کہ عاجز ہے یہاں انبیا کی زباں
زبانِ قلم کو یہ قدرت کہاں

اس عہدے سے کوئی بھی نکلا نہیں
سوا عجز در پیش یہاں کچھ نہیں
وہ معبود یکتا خدائے جہاں
کہ جن نے کیا کن میں کون و مکاں''

اختتام : ''جو تعریف ہے مثنوی کا یہ حال
کہ ہے یہ تمام اور خواب و خیال
کہاں ایسے تھے بادشاہ و وزیر
یہ سب جوٹھ کہتا ہوں میں بے لظیر
کہاں وہ ملک اور بدر منیر
کہاں وہ پری اور کہاں بے لظیر
کہا میں نے جو کچھ کہ دیکھا نہیں
ہوا ہے نہ ایسا نہ ہوگا کہیں
کہا واسطے میں نے اس کے تمام
کہ رہوے جہاں میں مرا اس سے نام''

ترقیمہ : "تمام شد چند جزئیات مثنوی من تصنیف میر حسن صاحب سکنہ دہلوی ، بید عبدالضعیف السہو والخطا اشما سیّد امیر علی عفی اللہ عنہ و . . . [ایک لفظ ناخوانا] ساکن تلج گنج بروز سہ شنبہ بتاریخ ہفتم صفرالمظفر ۱۲۵۸ ، ہجری صورت اختتام یافت :

قاریا بر من مکن چندان عتاب
گر خطائے رفتہ باشد در کتاب''

خصوصیات : آغاز کے اقتباس میں جو اشعار دیے گئے ہیں ، ان سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مخطوطے کے ابتدائی دو ورق ضائع ہوئے ہیں ۔ اس مخطوطے میں جو ابتدائی اشعار کم ہیں ، ان کی تعداد تیس سے زیادہ نہیں ہے ۔ فی صفحہ گیارہ شعر کی اوسط کی بنا پر قیاس ہے کہ ابتدا کے دو ضائع شدہ اوراق میں سے ورق ۱ ، الف سادہ ہوگا ۔ اس نسخے میں متعدد اشعار مطبوعہ نسخوں سے زائد ہیں اور بہت سے ایسے بھی ہیں جو اس مخطوطے میں نہیں ہیں ۔ مخطوطے کے مالک

معین الدین عقیل صاحب نے رسالہ ''اُردو'' کراچی (شمارہ ۱ ، ۱۹۷۴ء) میں ایک مقالہ شائع کیا ہے جس میں زیرِ نظر مخطوطے کا نسخہ مطبوعہ مخزن پریس ، دہلی ، ۱۹۰۸ء سے مقابلہ کیا گیا ہے ۔ اس میں تفصیل سے بتایا گیا ہے کہ کون کون سے شعر مخطوطے میں زائد ہیں اور کون کون سے مخطوطے میں نہیں ہیں ۔ مخطوطے میں اختلافِ نسخ بھی خاصا ہے ۔ کتابت کی اغلاط بھی ہیں ۔

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱۲۴ ۔

● ● ●

۱۳۹

سحر البیان [۱٦]

میر حسن دہلوی

کتب خانہ : صبا اکبر آبادیؔ ، ۱ ، اے - ۲/۳۷ ، ناظم آباد ، کراچی ۱۸ -

سائز : ۲۳½ × ۱۴ س م

اوراق : ۸۷

سطور : ۱۵ (جن صفحات پر تصویریں ہیں ، اُن میں سے بعض پر کچھ نہیں لکھا ، بعض پر کم از کم ۵ سطریں ہیں)

سالِ تصنیف : ۱۱۹۹ھ [م : ۸۵ - ۱۷۸۴ء]

کاتب : رتن سنگھ -

تاریخِ کتابت : ۴ محرم ، ۱۲۱۰ فصلی [م : ۴ محرم ، ۱۲۱۸ھ[1] - م : ٦ اپریل ، ۱۸۰۳ء]

خط : نستعلیق ، اوسط -

کیفیت : یہ نہایت اہتمام سے لکھا ہوا مصوّر نسخہ ہے - کاتبِ متن نے اوراق پر نمبر درج کیے ہیں جو ۲۵ سے شروع ہوتے ہیں اور ۹۱ تک ہیں - جس ورق پر نمبر ۲۵ درج کیا گیا ہے ،

۱- ترقیمے میں فصلی سنہ کے ساتھ ''۴۵ جلوس والا'' بھی لکھا ہے ، جس سے مراد شاہ عالم ثانی کا سالِ جلوس ہے - شاہ عالم ۱۱۷۳ھ میں تخت نشین ہوا - ۴۵ واں سالِ جلوس ۱۲۱۸ھ کے مطابق ہے -

اس سے پہلے کے ۲۲ ، اوراق موجود ہیں جن پر کسی وجہ سے کاتب نے نمبر شمار درج نہیں کیے - مثنوی کے متن کا جائزہ لینے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان ۲۲ ، اوراق کے درمیان سے دو ورق ضائع ہو چکے ہیں - کاتب کے درج کردہ نمبروں کی رو سے تین اوراق کم ہونے چاہئیں ، قیاس ہے کہ ایک ورق متن سے قبل ہوگا جسے کاتب نے شمار کیا ہوگا - اس صورت میں ضائع شدہ اوراق ، کاتب کے نمبروں کے مطابق ، یہ ہیں : متن سے قبل کا ایک ورق ، ورق ۳ ، ورق ۲۳ - بعد کے اوراق میں سے ورق ٦٦ بھی موجود نہیں ہے - گمان غالب ہے کہ تمام گم شدہ اوراق پر تصاویر بھی تھیں - (آگے کی سطور میں کاتب ہی کے درج شدہ نمبروں کا حوالہ دیا جائے گا)

متن ورق ۲ ، ب سے شروع ہوتا ہے - لوح منقش ہے - اس پر سرخ ، نیلے اور سنہرے رنگوں سے نقش و نگار بنائے گئے ہیں - ہر صفحے پر سرخ ، سنہری اور نیلی جدولیں ہیں - آمنے سامنے لکھے ہوئے مصرعوں کے درمیان اوپر سے نیچے سرخ لکیریں کھینچی گئی ہیں اور ان کے درمیان تھوڑی سی جگہ سادہ رکھی گئی ہے - متن ورق ۹۱ ، الف پر ختم ہوتا ہے - ۹۱ ، ب سادہ ہے - عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں - مخطوطہ غیر مجلد اور بوسیدہ حالت میں ہے - معلوم ہوتا ہے کہ اس کی کئی بار جلد سازی ہو چکی ہے - موجودہ جلد الگ ہو چکی ہے - ابتدائی اور آخری اوراق کی شیرازہ بندی بھی ختم ہو چکی ہے - جن اوراق پر تصویریں ہیں ، ان کے ساتھ تصویروں کی حفاظت کے لیے مختلف رنگوں کے باریک کاغذ لگائے گئے ہیں ، ان میں سے بیشتر پھٹ چکے ہیں -

مطابق مخطوطہ نمبر ۱۲۳ - بہ اختلافات ذیل :

شعر ۱ - مصرع ۲ : جھکا جس کے سجدے میں لوح و قلم
شعر ۳ - مصرع ۱ : سہو کتابت سے "پر" بجائے "پھر"

اختتام : "میاں مصحفی کو جو بھائے یہ طور
اونھوں بی کر فکر از راہِ غور (کذا)
لکھی اس کی تاریخ ہسوں بر محل
یہ بت خانۂ چین ہے بے بدل"

ترقیمہ : "تمت تمام شد مثنوی قصہ بدر منیر و شاہزادہ بے نظیر من تصنیف ملک الشعرا میر حسن ، خط بد خط اقل العباد رتن سنگھ در قصبہ کراہرہ بتاریخ چہارم محرم ، ۱۲۱۰ فصلی مطابق ۵م جلوس والا ۔ فرد :

من نوشتم صرف کردم روزگار
من نمانم ایں بماند یادگار"

مندرجات : اس مخطوطے میں چھوٹی بڑی ۱۴ ، رنگین تصویریں ہیں ۔ تصویریں کسی ماہر مصوّر نے بنائی ہیں ۔ کرداروں کے چہروں اور لباسوں پر مصوّر نے خاص توجہ دی ہے ، خصوصاً چہروں کے مختلف تاثرات کو بہت خوبی سے پیش کیا ہے ۔ مصوّر کا رنگوں کے استعمال کا شعور بھی پختہ ہے ، مختلف رنگ کثرت سے استعمال کیے گئے ہیں ، اور ان کے امتزاج سے تصویروں کے حسن میں اضافہ کیا گیا ہے ۔ تمام تصویروں کی چوڑائی یکساں ہے جو ۹½ س م ہے ۔ لمبائی مختلف ہے ۔ جو تصویریں پورے صفحے پر ہیں ، ان کا سائز ۱۷½ × ۹½ س م ہے ۔ ذیل میں تصاویر کی تفصیلات درج کی جاتی ہیں ، پورے صفحے کی تصاویر کا سائز نہیں لکھا گیا ، صرف "پورا صفحہ" کے الفاظ درج کیے گئے ہیں ۔ باقی تصویروں کی صرف لمبائی درج کی گئی ہے :

۱- ورق ۵ ، ب (۱۳½ س م) ۔ شاہ عالم ثانی تخت پر بیٹھا ہے ۔ دو خواصیں سامنے بیٹھی ہیں ۔ ان میں سے ایک ستار بجا رہی ہے ۔ بادشاہ کے پیچھے ایک خادم کھڑا ہے ۔ کسی نے خادم اور شاہ عالم کے چہرے

بالکل مسخ کر دیے ہیں ۔ چہروں کے نقوش پانی سے دھوئے گئے ہیں ۔ اِس عمل سے تصویر میں جہاں خادم کا چہرہ تھا ، کاغذ پھٹ گیا ہے اور ورق میں سوراخ ہوگیا ہے ۔

۲۔ ورق ٦ ، الف (۱۰ س م) ۔ آصف الدولہ مسند پر بیٹھا ہے ۔ میر حسن سامنے کھڑے ہیں ۔ بیاض ان کے ہاتھوں میں ہے ، وہ جھک کر بیاض سے شعر پڑھ رہے ہیں ۔ ایک خادم آصف الدولہ کے سامنے کھڑا ہے ۔

۳۔ ورق ۱۰ ، ب (پورا صفحہ) ۔ بے نظیر کا باپ تخت پر بیٹھا ہے ۔ خواصیں ، وزیر اور درباری سامنے بیٹھے ہیں ۔ ایک غلام بادشاہ کے پیچھے کھڑا ہے ۔ پس منظر میں بادشاہ کا محل اور قلعہ نظر آ رہے ہیں ۔

۴۔ ورق ۱۲ ، ب (۱۱ س م) ۔ بے نظیر کا باپ تخت پر بیٹھا ہے ۔ سامنے فرش پر وزیر ، رمال ، نجومی اور برہمن بیٹھے ہیں ۔ ایک غلام بادشاہ کے پیچھے کھڑا ہے ۔

۵۔ ورق ۱۴ ، ب (پورا صفحہ) ۔ بے نظیر کی پیدائش کا منظر ۔ اس کی ماں پلنگ پر لیٹی ہے ، بے نظیر اُس کے ساتھ لیٹا ہے ۔ پلنگ کے آس پاس خواصیں کھڑی ہیں ، جو دعا کی صورت میں ہاتھ اُٹھا کر بے نظیر کی پیدایش پر خدا کا شکر ادا کر رہی ہیں ۔ ایک خواص کمرے کے باہر کھڑی ہے ، اس نے بھی دعا کے لیے ہاتھ اُٹھا رکھے ہیں ۔

٦۔ ورق ۱٦ ، الف (پورا صفحہ) ۔ بے نظیر کی پیدایش پر جشنِ طرب کا منظر ۔ بادشاہ تخت پر بیٹھا ہے ۔ سامنے فرش پر وزیر بیٹھے ہیں اور ان سے کچھ فاصلے پر عورتیں اور مرد محو رقص و سرود ہیں ۔ چند عورتیں اور مرد مختلف ساز بجا رہے ہیں ۔ بادشاہ کے پیچھے ایک خادم کھڑا ہے ۔

۷۔ ورق ۱۸ ، ب (پورا صفحہ) باغ کا منظر ۔ بے نظیر

خواصوں کے ساتھ کھڑا ہے - ایک خواص تالاب میں نہا رہی ہے -

۸- ورق ۲۰، الف (۱۱ س م) - بے نظیر کی مکتب نشینی کا منظر - بے نظیر تین اور لڑکوں کے ساتھ فرش پر بیٹھا ہے - مسند پر تین استاد بیٹھے ہیں -

۹- ورق ۲۲، الف (۱۰ ½ س م) بے نظیر کے غسل کا منظر - خواصیں اسے نہلا رہی ہیں -

۱۰- ورق ۲۶، الف (۱۵ س م) - بے نظیر بام پر سو رہا ہے - پلنگ کے اطراف میں خواصیں نیند کی حالت میں بیٹھی ہیں - پری، شہزادے کے چہرے پر جھک کر اسے دیکھ رہی ہے - نیچے زمین پر پری کا تخت (اڑن کھٹولا) رکھا ہے جس کے گرد چار دیوزاد کھڑے ہیں -

۱۱- ورق ۲۷، الف (۶ ½ س م) - پری، بے نظیر کو اپنے ساتھ لیے جا رہی ہے - دو دیوزاد پری کا تخت اور دو بے نظیر کے پلنگ کو لے کر ہوا میں اڑ رہے ہیں -

۱۲- ورق ۲۸، الف (پورا صفحہ) - بے نظیر کے بام کا منظر - بام پر، عمارت کی درمیانی منزل میں اور نیچے زمین پر خواصیں پریشان کھڑی ہیں - بے نظیر کی گم شدگی کی وجہ سے کوئی اپنا سر پیٹ رہی ہے اور کوئی سینہ کوبی کر رہی ہے -

۱۳- ورق ۳۰، ب (۱۲ ½ س م) - پری، بے نظیر کو پرستان میں لے آتی ہے - بے نظیر ایک کمرے میں اپنے پلنگ پر سویا ہوا ہے - پری اس کے سرہانے بیٹھی ہے - چار پریاں اور دو دیوزاد کمرے کے باہر بیٹھے ہیں -

۱۴- ورق ۳۳، الف (۱۵ س م) - بے نظیر کل کے گھوڑے پر سوار ہو کر فضا میں اڑ رہا ہے - نیچے ایک کمرے میں پریاں بیٹھی ہیں -

۱۵- ورق ۳۴، الف (پورا صفحہ) - بدر منیر کے باغ میں

بے نظیر کھڑا ہے - اس کے پیچھے کل کا گھوڑا ہے جس کا صرف سر اور گردن نظر آ رہے ہیں - بدر منیر اپنی خواصوں کے ساتھ ایک کمرے میں بیٹھی ہے - بے نظیر اسے دیکھ رہا ہے -

١٦- ورق ٣٩ ، ب (١٢ ½ س م) - بدر منیر کے باغ کا وہی منظر جو تصویر نمبر ١٥ میں ہے - اب بدر منیر اور اس کی خواصیں کمرے سے نکل کر بے نظیر کے سامنے کھڑی ہیں - بدر منیر کی پشت بے نظیر کی طرف ہے اور وہ اپنی خواصوں سے گفتگو کر رہی ہے -

١٧- ورق ٤٢ ، الف (١١ ½ س م) - بے نظیر اور بدر منیر ، نجم النسا کے ساتھ کمرے میں بیٹھے ہیں - دور مے چل رہا ہے - کمرے کے باہر خواصیں کھڑی ہیں -

١٨- ورق ٤٦ ، ب (١١ ½ س م) - بدر منیر اور بے نظیر پلنگ پر لیٹے ہیں - کمرے کے باہر چھ خواصیں کھڑی ہیں -

١٩- ورق ٤٨ ، الف (١٢ ½ س م) - بدر منیر اور بے نظیر باغ میں کھڑے ہیں ، اور فضا میں ایک دیو زاد اُڑتا ہوا جا رہا ہے -

٢٠- ورق ٤٩ ، الف (١٣ ¾ س م) - پری اپنی خواصوں کے ساتھ تخت پر بیٹھی ہے - سامنے بے نظیر کھڑا ہے جسے ایک دیو زاد نے بازو سے پکڑ رکھا ہے - دو پریاں تخت سے ذرا فاصلے پر زمین پر بیٹھی ہیں ، ان کے قریب ایک دیو زاد کھڑا ہے -

٢١- ورق ٥٠ ، الف (١١ ½ س م) - چار دیو زاد کنویں کے گرد بیٹھے ہیں -

٢٢- ورق ٥٢ ، ب (پورا صفحہ) - بدر منیر رقص و سرود کی محفل میں - چند عورتیں ناچ اور گا رہی ہیں - بدر منیر کے چہرے پر حزن و ملال کی کیفیت ہے -

۲۳- ورق ۵۸ ، ب - (۱۲ ½ س م) - بدر منیر عالمِ خواب میں ہے ، اس کے پلنگ کے اِردگرد خواصیں کھڑی ہیں ۔

۲۴- ورق ۶۰ ، ب (پورا صفحہ) - بدر منیر اپنی خواصوں کے ساتھ بیٹھی ہے - پاس ہی نجم النسا جوگن کے لباس میں کھڑی ہے -

۲۵- ورق ۶۴ ، الف (۱۳ ½ س م) - شہزادہ فیروز شاہ تخت پر بیٹھا ہے - سامنے فرش پر نجم النسا مرگ چھالا بچھائے بیٹھی ہے - ذرا فاصلے پر فیروز شاہ کے چار دیو زاد خدام کھڑے ہیں -

۲۶- ورق ۶۸ ، ب (۱۱ ½ س م) - ایک کمرے کے باہر زمین پر نجم النسا بیٹھی ہے - اس کے سامنے شہزادہ فیروز شاہ ہاتھ باندھے کھڑا ہے -

۲۷- ورق ۷۰ ، الف (۷ ½ س م) - شہزادہ فیروز شاہ تخت پر بیٹھا ہے - ایک دیو زاد خادم پیچھے اور ایک سامنے کھڑا ہے - سامنے والے خادم کو فیروز شاہ حکم دے رہا ہے کہ بے نظیر کو ڈھونڈ کر لایا جائے -

۲۸- ورق ۷۱ ، الف (۱۰ س م) - دو دیو زاد ، بے نظیر کو اس کے بازوؤں سے پکڑ کر کنوئیں سے باہر نکال رہے ہیں - قریب ہی فیروز شاہ اپنے تخت پر بیٹھا ہے - چار دیو زاد اس کے پاس کھڑے ہیں -

۲۹- ورق ۷۲ ، ب (۱۰ س م) - بے نظیر تخت پر بیٹھا ہے - اس کے سامنے نجم النسا اور فیروز شاہ کھڑے ہیں -

۳۰- ورق ۷۳ ، ب (۳ ¾ س م) نجم النسا ، فیروز شاہ اور بے نظیر تخت پر بیٹھے ہیں - چار دیو زاد تخت کو اُڑائے لیے جا رہے ہیں -

۳۱- ورق ۷۳ ، ب (۶ ½ س م) - تخت بدر منیر کے باغ میں ہے - تخت پر بے نظیر اور فیروز شاہ بیٹھے ہیں -

۳۲- ورق ۷۴ ، الف (پورا صفحہ) - بدر منیر خواصوں کے

ساتھ اپنے کمرے میں بیٹھی ہے ۔ نجم النسا ، بدر منیر
کے قدموں پر سر جھکا رہی ہے ۔

۳۳۔ ورق ۷۶ ، ب (۲ ½ ، س م) ۔ بے نظیر اور بدر منیر ، فیروز شاہ اور نجم النسا الگ الگ بیٹھے ہیں ۔ دونوں جوڑوں کے پیچھے خواصیں کھڑی ہیں ۔

۳۴۔ ورق ۸۰ ، الف (پورا صفحہ) ۔ باغ میں دو کمرے ۔ ایک میں بدر منیر اور بے نظیر اور دوسرے میں فیروز شاہ اور نجم النسا ساتھ ساتھ لیٹے ہیں ۔

۳۵۔ ورق ۸۱ ، ب (پورا صفحہ) ۔ فیروز شاہ ، بدر منیر اور بے نظیر بیٹھے ہیں ۔ ایک عورت رقص کر رہی ہے ۔ کچھ فاصلے پر چار خواصیں بیٹھی ہیں ۔

۳۶۔ ورق ۸۲ ، ب (پورا صفحہ) ۔ بے نظیر کی برات کا جلوس ۔

۳۷۔ ورق ۸۴ ، ب (پورا صفحہ) ۔ رقص و سرود کی محفل ۔ بے نظیر ، بدر منیر کے باپ اور اس کے وزیروں کے ساتھ مسند پر بیٹھا ہے ۔ سامنے عورتیں اور مرد ناچ اور گا رہے ہیں ۔

۳۸۔ ورق ۸۷ ، ب (۴ ½ س م) ۔ شادی کے بعد فیروز شاہ اور نجم النسا تخت پر سوار پرستان کی طرف جا رہے ہیں ۔ چار دیو زاد تخت کو اُڑائے لیے جا رہے ہیں ۔

۳۹۔ ورق ۸۷ ، ب (۷ ½ س م) ۔ بے نظیر ، بدرمنیر کو بیاہ کر لا رہا ہے ۔ بے نظیر اور دوسرے بہت سے لوگ گھوڑوں پر سوار ہیں ۔ بدر منیر چنڈول (ایک پردہ دار سواری) میں ہے جسے کہاروں نے اُٹھا رکھا ہے ۔

۴۰۔ ورق ۸۸ ، ب (۱۳ ½ س م) ۔ بے نظیر کی اپنے باپ سے ملاقات ۔ باپ کھڑا ہے ۔ بے نظیر اس کے قدموں پر جھکا ہوا ہے ۔ آس پاس امیر اور وزیر کھڑے ہیں ۔

۴۱۔ ورق ۸۹ ، ب (پورا صفحہ) ۔ بے نظیر کی اپنی ماں سے ملاقات ۔ ماں ، بے نظیر اور بدر منیر دونوں کو

گلے لگائے ہوئے ہے - آس پاس خواصیں کھڑی ہیں ۔

خصوصیات : یہ نسخہ نہایت اہتمام سے تیار کیا گیا ہے - کہیں کہیں کتابت کی غلطیاں ملتی ہیں ۔ دوسرے نسخوں کے مقابلے میں متن کا اختلاف بھی پایا جاتا ہے ۔

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱۲۴ ۔

● ● ●

۱۴۰

گلذارِ[1] ارم

میر حسن دہلوی

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو ، کراچی ۔
نمبر : قا ۳/۱۸م
سائز : ۲۰ ۱/۴ × ۱۴ ۳/۴ س م
اوراق : ۸
سطور : ۱۵
سالِ تصنیف : ۱۱۹۲ھ [م : ۷۹ - ۱۷۷۸ء]
کاتب : علی مردان خان ۔
سالِ کتابت : ۱۲۲۴ھ [م : ۱۰ - ۱۸۰۹ء]
خط : نستعلیق ، معمولی ۔
کیفیت : غیر مجلد ۔ کاغذ باریک ، مٹیالا ۔ نسخہ کیرم خوردہ ہے ۔ حواشی پر درج اشعار کو جلد ساز کی بے احتیاطی سے نقصان پہنچا ہے ۔ متن ورق ۱ ، ب سے شروع ہوتا ہے ۔ ۱ ، الف پر یہ عبارت ہے :

"مثنوی میر حسن
در تعریف فیض آباد لعل باغ
عطیۂ کیفی صاحب"

۱۔ یہ تاریخی نام ہے گلزار کو "ذال" سے لکھنے پر ہی مطلوبہ سنہ ۱۱۹۲ھ برآمد ہوتا ہے ۔

یہ عبارت سیٹد ہاشمی فرید آبادی کے قلم سے ہے۔
اسی صفحے پر ، اُوپر کے دائیں کونے میں دو شعر لکھے ہیں جو قدیم الکتابت ہیں ۔ ان اشعار کے صرف یہ الفاظ پڑھنے میں آتے ہیں :

...... تو چلے کی یوں ہی افسوس
اے کاشکے یہ ابر تو دل کھول کے برسے
....
.... کاہے کو ترسے

ورق ۱ ، ب کی لوح منقش ہے ۔ نیلا ، پیلا اور سرخ رنگ استعمال کیا گیا ہے ، لیکن نہایت بھدے پن سے ۔ ہر صفحے پر پیلے رنگ کی جدول ہے ۔ مصرعے آمنے سامنے لکھے گئے ہیں ، اور ان کے درمیان کی خالی جگہ پر اُوپر سے نیچے دو سرخ لکیریں کھینچ کر نالی بنا دی گئی ہے ۔ ورق ۲ ، ب سے ۸ ، الف تک کے حواشی پر بھی اشعار درج ہیں ۔ یہ اسعار تعداد میں ۱۲۰ ہیں ۔ ترقیمہ بھی آخری صفحے کے حاشیے پر ہے ، اس کے بھی بعض الفاظ جلد ساز کی بے احتیاطی سے ضائع ہوگئے ہیں ۔

آغاز : ''در تعریف و توصیف فیض آباد خصوص تاریخ [تعریف ؟] لعل آباد کہ نواب شجاع الدولہ مرحوم مغفور آترا ساختہ است ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ مثنوی میر حسن مرحوم در تعریف اشرف البلاد فیض آباد :

''خداوندا کہوں میں کیا زبانی
کھلا ہے تجھ پہ سب راز نہانی
دلوں کے بھید سے ہے تو ہی آگاہ
تو ہی اس راز کا عالم ہے اللہ
ثنا و حمد تیری کب بیاں ہو
بجائے ہر بن مو سو زباں ہو
کروں کیا کیا ترا شکران ِ نعمت
کرامت کی مجھے الوان ِ نعمت

سخن کا وہ دیا تو نے مجھے گنج[1]
نہ آوے جس کی دولت میں کبھی رنج"

اختتام : "دعا میری یہی ہے اب شب و روز
کہ پھر دیکھوں میں وہ روئے دل افروز[2]
وہی ہو شہر اور وہ . . . .
وہی صحبت ہو اور وہ ساتھ کے یار
پھروں میں چہچہے کرتا جہاں . . . . .
غزل خوانی کروں پھر اس . . . .

۱۔ "مثنویات میر حسن" جلد اول ، مرتبہ ڈاکٹر وحید قریشی ، لاہور ، ۱۹۶۶ء ، میں "گلزار ارم" شامل ہے ۔ ان اشعار کا مطبوعہ متن سے مقابلہ کرنے سے مندرجہ اختلافات سامنے آتے ہیں :
شعر ۲۔ مصرع ۲ : مطبوعہ میں : تو ہی اس درد کا محرم ہے واللہ
شعر ۳۔ مصرع ۲ : مطبوعہ میں "کر" بجائے "سو"
شعر ۵۔ مطبوعہ کا ساتواں شعر ہے ۔

۲۔ ان اشعار میں جن الفاظ کی جگہ نقطے لگائے گئے ہیں ، وہ جلد سازی میں کٹ گئے ہیں ۔ نسخۂ مطبوعہ (محولہ بالا) میں ان اشعار کی صورت یہ ہے :

دعا میری یہی ہے اب شب و روز
کہ پھر دیکھوں وہی روئے دل افروز
وہی ہو شہر اور وہ باغ و گلزار
وہی صحبت ہو اور وہ ساتھ کے یار
پھروں میں چہچہے کرتا جہاں میں
غزل خوانی کروں جا اس مکاں میں
. . . .
. . . .
حسن جب تک رہے دنیا کی بنیاد
رہے سرسبز فیض آباد و آباد
ز بس وصف گل و گلشن ہم ہے
سو اس کا نام گلزار ارم ہے
۱۱۹۲ھ

دیگر نسخے : ۱- نسخۂ بنارس یونی ورسٹی :

لائبریری نمبر ۳ - U . IX / ۹۴ - (نوادر بنارس ، اُردو ، ص ۰۷)

۲- نسخۂ انجمن ترقی اُردو ہند :

فہرست نمبر ۹۲۵ - (اُردو ادب ، جولائی تا ستمبر ، ۱۹۵۴ء ، ص ۱۸۷)

۳- نسخۂ فری لائبریری ، ذخیرۂ جان فریڈرک لوئی ، فلاڈلفیا (امریکہ) :

''(خط) نستعلیق ، مطلا و مصوّر ، بے حد حسین نسخہ۔ شروع میں میر حسن کی تصویر ہے ، نیز ایک تصویر آصف الدولہ کی اور ایک شجاع الدولہ کی ہے - اس کے بعد فیض آباد کے بازاروں ، ترپولیا اور وہاں کی رنڈیوں کی تصاویر ہیں - مکتوبہ ۱۸۲۲ء - گیارہ سطری . . . ۔ نسخہ کسی لالہ لچھمن داس کے لیے تیار کیا گیا تھا - پولک N.L. Pollack کے دستخطوں کے نیچے ۱۸۴۴ء کا سنہ درج ہے'' - (اُردو ادب ، ۱۹۶۸ء ، شمارہ ۲ ، ص ۹۴)

۴- نسخۂ کتب خانۂ گارسیں دتاسی :

فہرست نمبر ۲۸۶۱ - ''سیف الملوک و بدیع الجمال'' (فارسی) کے ساتھ مجلد (نوائے ادب ، جنوری ، ۱۹۵۸ء ، ص ۳۳)

مطبوعہ نسخے: ڈاکٹر وحید قریشی (میر حسن ، ۳۲۷) نے اِس مثنوی کی دو اشاعتوں کا ذکر کیا ہے :

۱- مخزن پریس ، دہلی (۱۹۰۸ء) سے 'مثنویات حسن' کے زیر عنوان سحرالبیان کے ساتھ شائع ہوئی ہے - صفحہ ۱۳۹ سے صفحہ ۱۶۷ تک -

۲- نول کشور پریس سے ۱۹۴۵ء میں سحرالبیان اور رموزالعارفین کے ساتھ چھپی۔ صفحہ ۱۳۴ سے صفحہ ۱۶۲ تک (مرتبہ عبدالباری آسی)

تیسری مرتبہ یہ مثنوی مجلس ترقی ادب ، لاہور کی طرف سے ۱۹۶۶ء میں شائع ہوئی - یہ ''مثنویات میر حسن'' جلد اوّل ، مرتبہ ڈاکٹر وحید قریشی میں شامل ہے - (صفحہ ۱۷۰ تا صفحہ ۲۱۲) - اس کا متن نسخہ کلیاتِ میر حسن ، برٹش میوزیم ، مکتوبہ ۱۲۵۹ھ میں شامل مثنوی پر مبنی ہے - مرتب نے مذکورہ بالا دونوں مطبوعہ نسخوں کے اختلافات حواشی میں دیے ہیں -

مصنف اور مآخذ کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۷۷ - (دیوان میر حسن)

● ● ●

۱۴۱

لعل و گوہر [۱]

عارف الدین خاں عاجز

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو، کراچی۔

نمبر : قا ۳/۳۹۸

سائز : ۳۲ × ۱۴-½ س م

اوراق : ۱۷

سطور : ۱۵

سالِ تصنیف : ۱۱۶۵ھ [م : ۵۲-۱۷۵۱ء] اور ۱۱۷۵ھ [م : ۶۲-۱۷۶۱ء] کے درمیان[1]

۱۔ اس مثنوی کا سالِ تصنیف نامعلوم ہے۔ انڈیا آفس کے ایک نسخے (رک : دیگر نسخے نمبر ۱) کے ترقیمے میں سالِ کتابت ۱۱۲۹ھ درج ہے۔ لیکن اسے نسخے کے کاتب یا انڈیا آفس کے فہرست نگار کا سہو سمجھنا چاہیے۔ یہ مثنوی لازماً مذکورہ سنہ سے بہت بعد کی تصنیف ہے۔ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار نے داخلی شواہد سے ثابت کیا ہے کہ یہ ۱۱۵۰ھ کے بعد کی تصنیف ہے۔ یہ امر بھی غور طلب ہے کہ حمید اورنگ آبادی اور قاقشال نے عاجز کے مفصل حالات لکھے ہیں۔ یہ دونوں تذکرہ نگار عاجز سے ذاتی طور پر واقف تھے۔ حمید اورنگ آبادی نے ان اصنافِ سخن کا ذکر کیا ہے جن میں عاجز نے طبع آزمائی کی تھی۔ لیکن عاجز کی مثنوی نگاری کی طرف کوئی اشارہ

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

زمانۂ کتابت: بارھویں صدی ہجری کا ربع آخر (قیاساً)

خط : نستعلیق ، اوسط ۔

کیفیت : غیر مجلّد ، اس وجہ سے اوراق کے کناروں کو نقصان پہنچا ہے ، لیکن حواشی کی طرف سے متن کا کوئی حصہ ضائع نہیں ہوا ۔ درمیان سے نسخہ کیرم خوردہ ہے ، جس سے متن کو نقصان پہنچا ہے ۔ کاغذ باریک ، مٹیالا ۔ ورق ۱ ، الف اور ۱۷ ، ب سادہ ہیں ۔ عنوانات سرخ روشنائی سے ۔

آغاز : ''الٰہی دے مجھے رنگیں بیانی
عطا کر مجکوں یاقوتِ معانی
سخن کا لال دے میری زباں کو
دُرِ معنی سے بھر میرے دہاں کو
مجھے[1] درِّ سخن کا جوہری کر
سخن سنجوں کو میرے[2] مشتری کر
مجھے کر عندلیب باغِ اُلفت
مرے رنگیں سخن کوں بخش شہرت

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

نہیں کیا ۔ اگر ''لعل و گوہر'' جیسی مشہور و مقبول مثنوی ، مذکورہ تذکروں کی تالیف کے وقت تک لکھی جا چکی ہوتی تو حمید اور قاقشال اس کا ذکر ضرور کرتے ۔ ایسی صورت میں یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ یہ مثنوی ۱۱۶۵ھ تک نہیں لکھی گئی تھی ۔ دوسری طرف شفیق نے ''چمنستانِ شعرا'' میں اس مثنوی کا ذکر کیا ہے ، اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ۱۱۷۵ھ (سالِ تصنیف چمنستان) تک یہ مثنوی لکھی جا چکی تھی (تفصیل کے لیے رک : صحیفہ ۳۲ ۔ مکمل حوالہ مآخذ کے تحت)

۱- یہ اور اس کے بعد کا ایک شعر نسخۂ مطبوعہ میں نہیں (جہاں کہیں نسخۂ مطبوعہ کا حوالہ آئے گا اس سے مراد متن مرتّبہ خلیل الرحمٰن داؤدی ہے ۔ اس کا مفصل حوالہ ''مطبوعہ نسخے'' کے تحت ہے) ۔

۲- ''میرے'' سہو کتابت ہے ، صحیح ''میرا'' ہے جو اکثر نسخوں میں ملتا ہے ۔

مرے دل پر رکھ اپنے عشق کا بار
نہ رکھ اس سست بیکاری کو بیکار"

اختتام : "دیا[1] لاکھوں کو لاکھوں گنج انعام
کیا ملک سخاوت میں بڑا نام
کیا شاہی کو جب لگ اس میں دم تھا
وصال گوہر اس کو دم بدم تھا
ارے عاجز سخن کب لگ کہے گا
سخن کے فکر میں کب لگ[2] رہے گا
خموشی سے زباں کو آشنا کر
ہوا افسانہ آخر اب دعا کر
الٰہی عاشقوں کی آبرو رکھ
انوں[3] کو دو جہاں میں سرخ رو رکھ"[4]

مندرجات : اس مثنوی میں جو داستانِ عشق بیان کی گئی ہے ، اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ بنگالے کے بادشاہ زمرد شاہ کا لڑکا لعل بہت خوب صورت تھا ۔ ایک رات لعل سو رہا تھا کہ پریوں کا گزر اس کے محل کی طرف ہوا ۔ انھوں نے لعل کو دیکھا اور اس کے حسن کی تعریف کی ۔ ایک پری کہنے

۱- نسخۂ مطبوعہ : دیا لاکھوں کو لاکھاں گنج و انعام
۲- ایضاً : لک
۳- ایضاً : انھوں
۴- نسخۂ مطبوعہ میں اس شعر کے بعد ذیل کے دو شعر اور ہیں :

الٰہی رکھ علی خاں کی تو عزت
چکھا اپنے عشق کی اس کو لذت (کذا)
لکھا جس نے اسی کے کر الٰہی
حساد و عدو کو واہی تباہی (کذا)

یہ اشعار "لعل و گوہر" کے کسی دوسرے مخطوطے میں نہیں ملتے ۔ زیر نظر مخطوطے میں کسی نے بعد میں اضافہ کیے ہیں ۔

لگی کہ اس سے زیادہ خوب صورت تو شہزادی گوہر ہے ۔ اس پر پریوں میں یہ طے پایا کہ لعل کو پرستان لے جایا جائے اور لعل و گوہر کو "ملا کر" دیکھا جائے کہ دونوں میں کون بہتر ہے ۔ گوہر ، پرستان کے بادشاہ جواہر شاہ کی بیٹی تھی ۔ پریاں لعل کے تخت کو اُڑا کر گوہر کے تخت کے قریب لے جاتی ہیں ۔ لعل اور گوہر دونوں خواب سے بیدار ہوتے ہیں ، ایک دوسرے سے اپنا تعارف کراتے ہیں اور پھر "شوق کی مے" سے مست ہوتے نظر آتے ہیں ۔ پریوں نے سوچا کہ کہیں اس ملاقات کا کوئی خراب نتیجہ نہ نکلے ، دونوں کو وہ جادو کے زور سے سلا دیتی ہیں ۔ اور پھر لعل کو اس کے گھر پہنچا دیتی ہیں ۔ دونوں صبح جب بیدار ہوتے ہیں تو ایک دوسرے کے لیے بے چین ہو جاتے ہیں ۔ یہاں سے کہانی کا مہماتی حصّہ شروع ہوتا ہے ۔ اور کہانی مختلف مرحلوں سے گزرتی ہوئی لعل و گوہر کی شادی پر ختم ہوتی ہے ۔ اس نسخے میں اشعار کی تعداد ۷۹۲ ہے ۔

خصوصیات : مخطوطے میں کتابت کی اغلاط ملتی ہیں ، کسی شخص نے نسخۂ منقول عنہ یا کسی اور نسخے سے مقابلہ کر کے ان اغلاط کی تصحیح کی ہے ، پھر بھی کچھ اغلاط رہ گئی ہیں ۔ کاتب نے املا کے سلسلے میں کسی خاص اصول کو پیش نظر نہیں رکھا ۔ "کو" اور "کوں" ، "مجھ" اور "مجہ" جیسے الفاظ دونوں طرح لکھے ہیں ۔ کہیں کہیں تو ایک ہی شعر میں اس قسم کا اختلاف نظر آ جاتا ہے ۔ اس مخطوطے میں متعدد شعر ایسے ہیں جو نسخۂ مطبوعہ میں نہیں ہیں ۔

دیگر نسخے : انڈیا آفس لائبریری ، لندن میں اس کے دو نسخے ہیں :

۱۔ فہرست نمبر ۱۱۰ ۔ اوراق ۳۰ ۔ سائز $9\frac{1}{2} \times 5\frac{1}{2}$" ۔ سطور ۱۳ ۔ خط نستعلیق ۔ مصوّر نسخہ ہے ، ۲۳ رنگین تصاویر ہیں ۔ ترقیمہ : "تمت تمام شد بقلم پردے نرائن

بمقام حیدرآباد دکھن در ۱۲۱۹ ہجری"۔[1] (انڈیا آفس، صص ۵۹ - ۵۸)

۲۔ فہرست نمبر ۱۱۱ - یہ ایک مجموعے کے ورق ۸۳ سے ۹۷ تک ہے - سائز ۸ × ۵ ۳/۴" - خط نستعلیق - اٹھارویں صدی عیسوی کا مکتوبہ - ناقص الآخر - (ایضاً، ص ۵۹)

کتب خانۂ سالار جنگ، حیدر آباد دکن میں اس کے آٹھ نسخے ہیں :

۳۔ فہرست نمبر ۷۹۸ - لائبریری نمبر ۲۸ - سائز ۹ × ۵" - صفحات ۱۶ - سطور ۱۵ تا ۲۰ - خط نستعلیق - کرم خوردہ - کاتب میر زین العابدین - سال کتابت ۱۱۸۹ھ (سالار جنگ، صص ۷۳ - ۶۳۶)

۴۔ فہرست نمبر ۷۹۹ - لائبریری نمبر ۹۴ - سائز ۱۰ × ۶ - صفحات ۸۸ - سطور ۱۲ - خط شکستہ - "اس میں ۴۳ تصاویر دکن اسکول کی شامل ہیں - بعض پورے صفحے پر ہیں، بعض نصف صفحے پر" - (ایضاً، ص ۶۳۷)

۵۔ فہرست نمبر ۸۰۰ - لائبریری نمبر ۵۰ - سائز ۹ × ۶" - صفحات ۴۰ - سطور ۱۳ - خط شکستہ - ترقیمہ : "تمت تمام شد - این قصہ لعل و گوہر بوقت سہ پہر روز جمعہ بتاریخ چہارم ماہ جمادی الاول، ۱۲۴۲ھ باتمام رسید" - (ایضاً، ص ۶۳۸)

۶۔ فہرست نمبر ۸۰۱ - لائبریری نمبر ۵۱ - سائز ۹ × ۶" - صفحات ۲۶ - سطور ۱۳ تا ۱۸ - خط شکستہ - تاریخ کتابت : ۵ جمادی الثانی، ۱۲۴۰ھ - (ایضاً، ص ۶۳۸)

۷۔ فہرست نمبر ۸۰۲ - لائبریری نمبر ۷۹ - سائز ۹ × ۵ ۱/۲" - صفحات ۱۷ - سطور ۱۵ - خط نستعلیق - (ایضاً، صص ۳۹ - ۶۳۸)

۱۔ یہ سنہ مشکوک ہے - جیسا کہ "سال تصنیف" کے تحت لکھا جا چکا ہے، یہ مثنوی اس سنہ کے بہت بعد کی تصنیف ہے -

۸- فہرست نمبر ۸۰۳ - لائبریری نمبر ۹۲ - سائز $8\frac{1}{2}$ × ۵" - صفحات ۴۷ - سطور ۱۱ - خط نستعلیق - (ایضاً ، ص ۶۳۹)

۹- فہرست نمبر ۸۰۴ - لائبریری نمبر ۶۴۱ - سائز $7\frac{1}{2}$ × $5\frac{1}{2}$" - صفحات ۱۴ - سطور ۱۳ - خط نستعلیق - ترقیمہ : ''تمت تمام شد ، قصہ لعل و گوہر بتاریخ نوازدہم رجب المرجب بروز پنج شنبہ ، بوقت بعد از نماز صبح ۱۲۶۷ ہجری'' - (ایضاً ، ص ۶۳۹)

۱۰- فہرست نمبر ۸۰۵ - لائبریری نمبر ۶۴۱ - سائز ۹ × $5\frac{1}{2}$" - صفحات ۱۴ - سطور ۱۳ - خط نستعلیق - ترقیمہ : ''تمام شد ، قصہ لال و گوہر ، بتاریخ نوازدہم رجب ، ۱۲۶۸ھ - (ایضاً ، صص ۴۰ - ۶۳۹)

کتب خانہ آصفیہ ، حیدر آباد دکن میں اس مثنوی کے نو نسخے ہیں :

۱۱- فہرست نمبر ۲۳۰ - لائبریری نمبر ''قصص ۶۴۶'' - سائز ۹ × ۶" - صفحات ۵۴ - سطور ۱۳ - خط شکستہ - ترقیمہ : ''این قصہ لال و گوہر بہ ماہ ربیع آخر بتاریخ بست و پنجم بروز دو شنبہ بوقت ساعت مشتری در بلدۂ مہور در چالی خاص اسٹور (کذا) نوشتہ ام از ارقام این . . . (کذا) احقرالعباد بندہ حقیر حوالہ دار غلام محی الدین ولد محمد عمر'' - (آصفیہ ، اوّل ، ص ۱۰۶)

۱۲- فہرست نمبر ۲۳۱ - لائبریری نمبر ''مثنوی ۳۴۵'' - سائز ۱۰ × ۶" - صفحات ۳۹ - سطور ۱۲ - خط نستعلیق - ترقیمہ : ''این قصہ لال و گوہر ، کاتب الحروف محمد جعفر ، ساکن کرنول دربلدہ نوشتہ شد'' - (ایضاً ، ص ۱۰۶)

۱۳- فہرست نمبر ۲۳۲ - لائبریری نمبر ''مثنوی شاملات ۸۷'' - سائز ۹ × ۶" - صفحات ۳۰ - خط نستعلیق - ناقص الآخر - (ایضاً ، ص ۱۰۶)

۱۴- فہرست نمبر ۲۳۲ - لائبریری نمبر ''قصص ۵۴۱ جدید'' - سائز ۸ۣ۳/۴ × ۷" - صفحات ۹۸ - سطور ۹ ، ۱۱ - خط شکستہ - ترقیمہ : ''رقیمہ فتح چند ولد رائے مول چند ابن رائے جادو رائے ، قوم کایستھ سکنہ دوسری ساکن کولی پورہ در عمل نواب صاحب قبلہ نواب افضل الدولہ بہادر حضور پرنور بتاریخ بست دویم ماہ محرم ، ۱۲۷۷ھ بابتہ سال ایام ۱۲۶۹ ف در نوکری علاقہ حضرت نواب صاحب قبلہ نواب عمدۃ الملک بہادر در پیش دستی رائے گلاب رائے'' - ''اس نسخے میں دکھنی آرٹ کی معمولی ۵۳ تصاویر ہیں'' - (ایضاً ، ص ۱۰۷)

۱۵- فہرست نمبر ۲۳۴ - لائبریری نمبر ''مثنوی ۱۳۶۹ جدید'' - سائز ۷ۣ۱/۴ × ۴ۣ۱/۴" - صفحات ۴۶ - سطور ۱۵ - خط نستعلیق - ''یہ نسخہ مصوّر ہے ، اس میں مغل آرٹ کی . . . اٹھاون تصاویر ہیں - یہ نسخہ قریب عہد مولف کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے لیکن نسخہ ناتمام ہے - لوح مطلا مذہب تھی جس کا نصف حصہ دیمک خوردہ ہے'' - (ایضاً ، ص ۱۰۷)

۱۶- فہرست نمبر ۳۰۹ - لائبریری نمبر ''مثنوی ۳۴۵'' - سائز ۱۰ × ۶" - صفحات ۳۸ - سطور ۱۳ - خط نستعلیق - کاتب محمد جعفر ساکن نارنول - یہ نسخہ ایک دوسری کتاب ''اشتیاق نامہ'' کے ساتھ مجلد ہے - (ایضاً ، ص ۱۴۵)

۱۷- فہرست نمبر ۵۱۵ - لائبریری نمبر ''کتاب ۱۲۰۵ جدید'' - سائز ۸ۣ۳/۴ × ۵ۣ۱/۴" - صفحات ۴۰ - سطور ۱۲ - خط طبعی نستعلیق - ناقص الاوّل - (ایضاً ، دوم ، صص ۳۱۸ - ۳۱۹)

۱۸- فہرست نمبر ۵۱۶ - لائبریری نمبر ''کتاب ۲۲۰۵ جدید'' - سائز ۸ × ۵" - صفحات ۵۴ - سطور ۱۳ - خط

نستعلیق ، معمولی ۔ سال کتابت ۱۲۶۴ھ ۔ (ایضاً ، ص ۳۱۹)

۱۹۔ فہرست نمبر ۵۲۰ ۔ لائبریری نمبر ''کتاب ۲۵۹۰ جدید'' ۔ یہ نسخہ ناقص الاول ہے اور ایک ''مجموعہ قصائد و مثنویات'' میں ہے ۔ اس مجموعے کا سائز ۹ × ۵½" ہے اور صفحات ۶۴ ہیں ۔ سطور ۱۰ تا ۱۲ ۔ خط طبعی نستعلیق ۔ (ایضاً ، ص ۳۲۲)

مثنوی کے تین نسخے انجمن ترقی اُردو ہند کے کتب خانے میں ہیں :

۲۰۔ فہرست نمبر ۵۸۱ ۔ (اُردو ادب ، مارچ ، ۱۹۵۳ء ، ص ۱۵۶)

۲۱۔ فہرست نمبر ۵۸۲ ۔ (ایضاً)

۲۲۔ میر حسن کی مثنوی سحرالبیان کا ایک مخطوطہ (لائبریری نمبر ۵۵۱۴/۳۳ ، ۸۹۱) اس کتب خانے میں ہے جس کے حاشیے پر کاتب مخطوطہ نے ''لعل و گوہر'' لکھی ہے ۔ کاتب غلام خان بہادر فرزند امام الملک مرحوم ۔ سال کتابت ۱۲۳۹ھ ۔ (میر حسن ، ص ۳۵۶)

مثنوی کے دو نسخے کتب خانہ گارسیں دتاسی میں تھے :

۲۳۔ فہرست نمبر ۲۸۶۲ ۔ ''سحرالبیان'' کے ساتھ مجلّد ۔ (نوائے ادب ، جنوری ، ۱۹۵۸ء ، ص ۳۳)

۲۴۔ فہرست نمبر ۲۸۶۳ ۔ ''مفرح القلوب'' (فارسی) کے ساتھ مجلّد ۔ (ایضاً)

کتب خانہ جامعہ نظامیہ ، حیدر آباد دکن میں مثنوی کے دو نسخے ہیں :

۲۵۔ فہرست نمبر ۱۱۰ ۔ مکتوبہ ۱۳۱۰ھ ۔ (نوائے ادب ، ۱۹۶۴ء ، جنوری ، ص ۵۸ ، اپریل ، ص ۴۰)

۲۶۔ فہرست نمبر ۱۱۱ ۔ مکتوبہ ۱۲۹۹ھ ۔ (ایضاً)

۲۷۔ نسخہ کتب خانہ شاہان اودھ :

فہرست نمبر ۵۹۰ ۔ (شاہان اودھ ، ص ۵۹۹)

۲۸- نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی لائبریری ، کلکتہ :

فہرست نمبر ۱۳۴ - لائبریری نمبر ۱۳۴ - (فہرست ایشیاٹک سوسائٹی ، ص ۴۰) اشپرنگر نے اس نسخے کے بارے میں یہ تفصیلات فراہم کی ہیں : نمبر ۱۵۸ - صفحات ۲۹ - فی صفحہ ۱۷ بیت - مکتوبہ ۱۱۸۱ھ - اسی جلد میں ایک فارسی مثنوی بھی ہے جس میں یہی کہانی بیان کی گئی ہے - ممکن ہے یہ اسی مصنف (عاجز) کی تصنیف ہو - (شاہان اودھ ، ص ۵۹۹)

۲۹- نسخہ ادارۂ ادبیاتِ اُردو ، حیدرآباد دکن :

فہرست نمبر ۵۸۳ - اوراق ۹۱ - سطور ۱۳ سائز ۸ × ۵" - خط نستعلیق - ترقیمہ : ''تمت تمام شد کارمن نظام شد بتاریخ سیزدہم رجب المرجب، ۱۲۰۳ ہجری - کتاب برائے فرمایش محمد برہان صاحب ، کاتب غریب حقیر نام لقب شریف است'' - (ادارۂ ادبیات ، سوم ، صص ۷۷ - ۱۷٦)

۳۰- نسخہ کتب خانۂ جامع مسجد ، بمبئی :

فہرستِ نمبر ۱۳۷۴ - (فہرست کتب خانۂ مدرسۂ محمدیہ متعلق مسجد جامع بمبئی ، مرتبہ یوسف کھٹکھٹے ، بمبئی ، ۱۳۳۱ھ) - فہرست مخطوطات مرتبہ حامد اللہ ندوی (''جامع مسجد'') میں اس نسخے کا ذکر نہیں ہے -

۳۱- نسخہ برٹش میوزیم ، لندن :

فہرست نمبر ۵۵ - یہ مثنوی ایک مجموعے میں ورق ۳ سے ۳۱ تک ہے - مجموعے کے اوراق ۵۷ - سائز $8\frac{1}{4} \times 6\frac{1}{2}$" - یہ مجموعہ مختلف کاتبوں کا اور مختلف خطوں میں لکھا ہوا ہے - ظاہرا اٹھارویں صدی عیسوی کا مکتوبہ - (برٹش میوزیم ، ہندوستانی ، ص ۲۷)

۳۲ تا ۳۹- رک : مخطوطہ نمبر ۱۴۲ تا ۱۴۹ -

مطبوعہ نسخے: یہ مثنوی متعدد مرتبہ چھپ چکی ہے ۔ کتب خانۂ خاص ، انجمن ترقی اُردو ، کراچی میں ''مجموعہ بارہ قصہ'' ہے جو مطبع کریمی بمبئی سے ۱۳۱۵ھ میں شائع ہوا تھا ۔ اس میں یہ مثنوی شامل ہے ۔

مجلس ترقی ادب ، لاہور نے ۱۹۶۶ء میں بارہ قصوں کا مذکورہ مجموعہ ''اُردو کی قدیم منظوم داستانیں'' کے نام سے شائع کیا ہے جسے خلیل الرحمٰن داؤدی نے مرتب کیا ہے ۔ مرتب نے اس مجموعے کے نسخۂ مطبوعہ مطبع حیدری ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء کو متن اساسی قرار دے کر دو دیگر نسخوں سے اس کا مقابلہ کیا ہے ۔ ان میں سے ایک ''مجموعہ بارہ قصے مع عاشق کا جنازہ'' ہے جو بھائی عبدالحسین تاجر کتب ، بمبئی نے ۱۳۱۴ھ/۱۸۹۶ء میں اپنے مطبع سے شائع کیا تھا ۔ دوسرا مطبوعہ نسخہ جو خلیل الرحمٰن داؤدی کے پیش نظر تھا ، ناقص الطرفین تھا ، اس لیے اُس کا سنہ طباعت اور مطبع کا نام معلوم نہیں ہو سکا ۔

مصنف : نام عارف الدین ، خطاب خان اور عرفیت میرزائی تھی ۔ (حمید اورنگ آبادی ، قاقشال) ۔ میر تقی میر اور ان کی تقلید میں بعض تذکرہ نگاروں نے نام عارف علی خاں لکھا ہے جو درست نہیں ۔ عارف کے والد عہد عالم گیری میں بلخ سے ہندوستان آئے ۔ غازی الدین خاں فیروز جنگ نے انہیں اپنی رفاقت میں رکھا اور شاہی منصب دلوایا ۔ باپ کی وفات کے وقت عاجز بہت کم سن تھے ۔ عاجز ابتداءً تجارت پیشہ تھے ، اس سلسلے میں وہ گجرات میں رہے اور گجرات ہی سے اورنگ آباد گئے تھے ۔ اورنگ آباد میں وہ رکن الدولہ نواب سیّد لشکر خاں نصیر جنگ صوبہ دار اورنگ آباد سے منسلک ہوگئے ۔ وہ رکن الدولہ کے رسالۂ سواراں میں بخشی گیری کی خدمت پر مامور تھے ۔ (قاقشال) ۔ رکن الدولہ ہی کے ذریعے انہیں منصب ، خطاب خانی اور جاگیر ملی ۔ رکن الدولہ کی وفات (۱۱ رجب ، ۱۱۷۰ھ/ م ؛ یکم اپریل ۱۷۵۷ء) کے بعد عاجز کا ذریعۂ معاش مختصر

سی جاگیر تھی - (افتخار) - آخر عمر میں وہ گوشہ نشین ہوگئے تھے - (حاکم) - ان کی وفات لاالدہر میں ۱۱۷۸ھ [م : ۶۵ - ۱۷۶۴ء] میں ہوئی - ''عارف الدین خاں عاجز'' سے ۱۱۷۸ھ برآمد ہوتا ہے - اور یہ تاریخ انھوں نے خود وفات سے ایک سال قبل نکالی تھی جو درست ثابت ہوئی - (شفیق : رعنا)

عاجز اُردو اور فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے - ان کا دیوان ۱۱۶۵ھ سے قبل مرتب ہو چکا تھا - (حمید) - انھیں تاریخ گوئی میں بھی بڑی مہارت تھی - تذکرہ نگاروں نے ان کے اس کمال کی بڑی تعریف کی ہے - دیوانِ عاجز (اُردو) کا ایک نسخہ کتب خانۂ آصفیہ ، حیدرآباد دکن میں ہے جو پچاس صفحات پر مشتمل ہے اور جس میں صرف ردیف وار غزلیات ہیں - (آصفیہ ، اوّل ، ص ۲۹) - دیوان کی ایک ناقص الطرفین نقل ادارۂ ادبیاتِ اُردو ، حیدر آباد دکن کی ایک قدیم بیاض میں بھی ہے - (ادارۂ ادبیات ، اوّل ، صص ۷ - ۲۰۶) - ایک نسخہ ببلیوتیک ناسیونال (پیرس) میں بھی ہے - یہ ۶۰ اوراق پر مشتمل ہے اور ۱۲۸۰ھ کا مکتوبہ ہے (یورپ میں دکنی مخطوطات ، ص ۵۳۰) - عاجز سنگلاخ زمینوں میں شعر کہتے تھے - اس سلسلے میں شفیق نے ان کا یہ شعر درج کیا ہے :

کہتے ہیں سنگلاخ زمینوں میں ہم تو شعر
پسانا ہماری شوخیٔ معنی کسو ہے مکٹ

مآخذ : (۱) نکات ، ۹۶ - (۲) گفتار ، ۵۸ - (۳) تحفہ ، ۱۱۲ - (۴) ریختہ گویاں ، ۱۱۹ - (۵) بے نظیر ، ۹۹ - (۶) مردم ، ۱۷۵ - (۷) چمنستان ، ۳۶۳ - (۸) رعنا ، ۲۵۵ - (۹) گل عجائب ، ۸۴ - (۱۰) شورش ، دوم ، ۴۷ ، ۸۲ - (ترجمہ دو مرتبہ لکھا ہے) - (۱۱) مسرت ، ۱۳۹ - (۱۲)

عیار، ۳۹۴ - (۱۳) حیدری ، ۴۷ - (۱۴) عمدہ ، ۴۲۶ - (۱۵) ریاض ، ۲۲۴ - (۱۶) نتائج ، ۴۹۹ - (۱۷) ترجمۂ مخزن ، ورق ۳۲ ب - (۱۸) یادگار ، ۱۳۵ - (۱۹) سخن شعرا ، ۳۱۳ - (۲۰) دل کشا ، اوّل ، ۱۶۱ - (۲۱) شمع انجمن ، ۲۹۴ - (۲۲) شعرائے دکن ، دوم ، ۷۸۵ - (۲۳) شعرائے اورنگ آباد ، ۹ - (۲۴) بیاض ، ۵ - (۲۵) جواہر ، اوّل ، ۹۵ - (۲۶) گارسیں دتاسی ، اوّل ، ۱۶۸ - (۲۷) دکن میں اُردو ، ۳۲۳ - (۲۸) دکنی ادب ، ۱۴۶ - (۲۹) اُردو مثنویاں ، ۶۷ ، ۲۶۳ - (۳۰) اُردو مثنوی ، سروری ، ۱۰۰ - (۳۱) یورپ میں دکنی مخطوطات ، ۵۲۵ ، ۵۳۰ - (۳۲) مکسینہ ، نظم ، ۶۹ - (۳۳) "مثنوی لعل و گوہر کا زمانۂ تصنیف" مقالہ از ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار ، سہ ماہی "صحیفہ" ، شمارہ ۴۲ ، جنوری ۱۹۶۸ء -

• • •

۱۴۲

لعل و گوہر [۲]

عارف الدین خاں عاجز

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو ، کراچی ۔

نمبر : قا ۳/ ۳۹۹

سائز : ۲۰ × ۱۳-½ س م

اوراق : ۲۸

سطور : ۱۰ تا ۱۲

تاریخ کتابت : ۷ رجب ، ۱۲۶۶ھ [م : ۱۹ مئی ، ۱۸۵۰ء]

خط : نستعلیق ، شکستہ مائل ، اوسط ۔

مہریں : ورق ۱ ، الف پر ایک مہر چھ مرتبہ ثبت کی گئی ہے ۔ جس پر نام "غلام محمد جنیدی" اور سنہ ۱۲۵۸ھ درج ہے ۔

کیفیت : کاغذ مٹیالا ، دبیز ، کھردرا ۔ نسخہ غیر مجلد ، آب رسیدہ ، کرم خوردہ اور بوسیدہ ہے ۔ آخری تین اوراق بقدر ایک چوتھائی کے ضائع ہوگئے ہیں ۔ ورق ۱ ، الف پر ناپختہ خط میں یہ عبارت ہے : "آن کتاب غلام محمد جنیدی است ۔ ولد محمد . . . (ایک لفظ ناخوانا) الدین جنیدی است ۔ برادر محی الدین جنیدی است ۔ برادر علی جنیدی است" ۔ ورق ۱ ، ب پر دو فارسی شعر درج ہیں ۔ ورق ۲ ، الف سے متن شروع ہوتا ہے اور ۲۵ ، ب پر ختم ہوتا ہے ۔ ورق

۲۶ ، الف سے ۲۷ ، الف تک ''فالنامہ حضرت جعفر زٹلی''
ہے جو نہایت فحش ہے - ورق ۲۷ ، ب اور ۲۸ ، الف سادہ
ہیں - ورق ۲۸ ، ب پر ایک فارسی شعر درج ہے - ہر صفحے
پر دُہری سرخ جدولیں ہے - آمنے سامنے لکھے ہوئے مصرعوں
کے درمیان اور عنوانات کی عبارت کے اُوپر اور نیچے سرخ
لکیریں کھینچی گئی ہیں -

آغاز : مطابق مخطوطہ نمبر ۱۳۱ بہ اختلافاتِ ذیل :
شعر ۲ - مصرع ۲ : ''بیاں'' بجائے ''دہاں''
شعر ۳ : سخن کے دُر کا مجکوں جوہری کر
سخن سنجوں کو میرا مشتری کر
شعر ۴ - مصرع ۲ : ''شہرت'' بجائے ''شوکت''

اختتام : مطابق مخطوطہ نمبر ۱۳۱ -

ترقیمہ : ''تمت تمام ، کارمن نظام شد - بتاریخ ہفتم ، ماہ رجب المرجب
. . . [ایک لفظ ناخوانا] دو شنبہ بوقت یک پہر انصرام
یافت ۱۲۶۶ ہجری'' -

مندرجات : اس نسخے میں اشعار کی تعداد ۵۰۵ ہے -

خصوصیات : اس نسخے کا مقابلہ کسی دوسرے نسخے سے کیا گیا ہے ،
اختلافاتِ نسخ حواشی پر درج کیے گئے ہیں - لیکن ان میں
سے بیشتر اندراجات کیڑوں کی نذر ہو گئے ہیں - تاہم بعض
اوراق پر اندراجات صحیح حالت میں موجود ہیں - مثلاً
ورق ۱۰ ، ب ، ۱۳ الف وغیرہ پر - کہیں کہیں بعض
مصرعوں کو قلم زد کر کے صحیح مصرعے بین السطور میں
لکھ دیے گئے ہیں جیسے ورق ۱۳ ، ب پر - اس نسخے میں
متعدد شعر ایسے ہیں جو نسخۂ مطبوعہ میں نہیں ہیں -

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱۳۱ -

● ● ●

۱۴۳

لعل و گوہر [۳]

عارف الدین خاں عاجز

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو ، کراچی ۔

نمبر : قا ۳/۳۰۰

سائز : ½۱۹ × ۱۳ س م

اوراق : ۲۰

سطور : ۱۲

تاریخ کتابت : ۱۶ ربیع الثانی ، ۱۲۴۷ھ [م : ۲۴ ستمبر ، ۱۸۳۱ء]

خط : نستعلیق ، معمولی ۔

کیفیت : کاغذ دبیز ، مٹیالا ۔ عنوانات سرخ روشنائی سے ۔ کہیں کہیں سے کیرم خوردہ ، لیکن متن کا نقصان نہیں ہوا ۔ ناقص الاوّل ۔

آغاز :

"مجھے عزلت کے گھر میں کر ضیافت
مجھے آسودگی کی بخش نعمت
مرے دل کوں توکّل سے غنی کر
مجھے ہمت دے ، مت مجکو دنی کر
سراج عشق کر میری زباں کو
تجلّی دے مری شمع بیاں کو
مرے دل سے اوٹھا دنیا کا سودا
مجھے کر طالب اپنا خوب مولا

مری تیغ زباں کو جگ میں جس دے
سخن کے بل سے اس بیکس کو کس دے"

اختتام : مطابق مخطوطہ نمبر ۱۴۱ -

ترقیمہ : "بفضلہ و کمال کرمہ این کتاب قصہ لعل گوہر بروز شنبہ بتاریخ شانزدہم ربیع الثانی سنہ ہزار دو صد و چہل و ہفت ہجری ، سنہ ۱۲۴۷ ہجری باتمام رسید ۔ رباعی :

قلم گفتا کہ من شاہ جہانم
قلم کس را بدولت می رسانم
اگر بدبخت باشد من چہ دانم
ولے یکبار دولت می رسانم"

خصوصیات : اس مخطوطے میں ابتدائی چند اشعار نہیں ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شروع کا صرف ایک ورق ضائع ہوا ہے ۔ اس میں بعض اشعار ، نسخۂ مطبوعہ سے زیادہ اور بعض کم ہیں ۔ مثلاً اوپر آغاز کے اقتباس میں جو اشعار درج کیے گئے ہیں ، ان میں سے پہلے دو شعر نسخۂ مطبوعہ میں نہیں ہیں ۔ چوتھے اور پانچویں شعر کے درمیان مطبوعہ نسخے میں پانچ مزید شعر ہیں ، جو زیر نظر مخطوطے میں نہیں ہیں ۔ املا کے سلسلے میں کاتب کسی اصول کا پابند نہیں ۔ کو ، کوں ، مج ، مجھ ، جیسے الفاظ دونوں طرح ملتے ہیں ۔

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱۴۱ -

• • •

۱۴۴

لعل و گوہر [۴]

عارف الدین خاں عاجز

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو ، کراچی ۔

نمبر : قا ۳/۰۱۰۴

سائز : ۲۲ × ۱۳ س م

اوراق : ۱۹

سطور : ۱۳

کاتب : رحمت اللہ خاں عرف سعادت مند خاں ۔

تاریخِ کتابت : ۲۳ ربیع الاول ، ۱۱۹۷ھ [م : ۲۷ فروری ، ۱۷۸۳ء]

خط : نستعلیق ، شکستہ مائل ، معمولی ۔

کیفیت : کاغذ باریک ؛ مٹیالا ۔ غیر مجلد ۔ کیرم خوردہ ۔ تمام عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں ۔ آمنے سامنے لکھے ہوئے مصرعوں کے درمیان سرخ روشنائی سے تین نقطے ڈالے گئے ہیں ۔ یہ اہتمام پورے مخطوطے میں ہے ۔

آغاز : مطابق مخطوطہ نمبر ۱۴۱ ، بہ اختلافاتِ ذیل :

شعر ۲ ۔ مصرع ۲ : ''سوں'' بجائے ''سے''

شعر ۳ : سخن کے دُر کا مجھ کو جوہری کر
سخن سنجو (کذا) کو میرا مشتری کر

شعر ۴ ۔ مصرع ۲ : ہوئے رنگیں سخن کو شہرت (کذا)

مخطوطہ نمبر ۱۴۱ کا پانچواں شعر اس مخطوطے میں ذیل کے شعر کے بعد ہے :

مرے دل کو بنا کر چاک جیوں گل
کر اپنے عشق کے گلشن کا بلبل[1]

اختتام : مطابق مخطوطہ نمبر ۱۴۱ ، اس اختلاف کے ساتھ کہ پہلے شعر کے پہلے مصرعے میں "لاکھوں کو لاکھوں" کی بجائے "لاکھوں لاکھوں" لکھا ہے جو سہو کاتب ہے ۔

ترقیمہ : "ہـر کہ خواند دعـا طمع دارم
زانـکـہ مـن بندۂ گنہ گارم
نـوشتـہ بمانـد بخـط غـریب
کہ نصرمن اللہ فتح القریب (کذا)

تمت تمام شد ایں قصۂ لعل گوہر بحسبِ دل خواہ حافظ اولیا بیگم صاحبہ سلمہ (کذا) اللہ تعالیٰ در حیدرآباد دکن بتاریخ ۲۳ ربیع الاول ، ۱۱۹۷ء ۔ کاتب الحروف فقیر حقیر رحمۃ اللہ خاں عرف سعادت مند خاں" ۔

مندرجات : اس نسخے میں ۴۹۵ شعر ہیں ۔

خصوصیات : کاتب غیر محتاط ہے ۔ کتابت کی اغلاط خاصی ہیں ، اوپر آغاز و اختتام کے جو شعر دیے گئے ہیں ، ان سے اس قسم کی اغلاط کا کچھ اندازہ کیا جا سکتا ہے ۔ املا میں بھی یکسانیت نہیں ہے ۔ کو ، کوں ، سج ، مجھ ، جیسے الفاظ کو دونوں طرح لکھا ہے ۔ نسخۂ مطبوعہ اور زیرِ نظر مخطوطے کے متون میں خاصا اختلافِ نسخ پایا جاتا ہے ۔ مثلاً :

مطبوعہ : مرے آئینہ دل سے دے اُٹھا زنگ (ص ۳۲)

مخطوطہ : مرے آئینۂ دل سے اُٹھا زنگ

مطبوعہ : فریب و حرص سے مجھ کو اماں دے (ص ۳۲)

۱۔ یہ شعر نسخۂ مطبوعہ میں نہیں ہے ۔

مخطوطہ : فریب حرص شیطاں سے اماں دے

مطبوعہ : مرے جی کی ہوا کی توڑ گردن

حشر کے ڈر سے رکھ مجھ کو در مرامن (کذا)

(ص ۲۲)

مخطوطہ : مرے خنک ہوا کی توڑ گردن

حسد کے دوں سے میرا دور رکھ من

اس قسم کی اور بھی بہت سی مثالیں ملتی ہیں ۔ اس نسخے میں متعدد شعر ایسے ہیں جو نسخۂ مطبوعہ میں نہیں ملتے ۔

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱۴۱ ۔

• • •

۱۴۵

لعل و گوہر [۵]

عارف الدین خاں عاجز

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو ، کراچی ۔

نمبر : قا ۳/۳۰۲

سائز : ۲۰ ۱/۴ × ۱۳ س م

اوراق : ۲۱

سطور : ۱۲

کاتب : غلام قادر ۔

تاریخِ کتابت : ۱۱ محرم ، ۱۲۴۲ھ [م : ۱۵ اگست ، ۱۸۲۶ء]

خط : نستعلیق ، معمولی ۔

مہر : ورق ۱ ، الف کی پیشانی پر اور ورق ۲۱ ، ب کے اختتام پر ، ایک مہر ثبت ہے جس پر ۱۲۴۳ھ درج ہے ۔ اس میں نام کے دو لفظ بھی ہیں ، جن میں سے ایک ناخوانا ہے اور دوسرا ''صاحب'' ہے ۔

کیفیت : کاغذ دبیز ، سفید ۔ ابتدائی چار اوراق پر چاروں طرف سرخ لکیریں ہیں جو نہایت بھدے پن سے کھینچی گئی ہیں ۔ ایسی ہی لکیریں آمنے سامنے لکھے ہوئے مصرعوں کے درمیان بھی ہیں ۔ عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں ، آخری چند اوراق میں عنوانات کے لیے جگہ خالی رکھی گئی ہے ۔

ترقیمہ کاتبِ متن کے قلم سے نہیں ہے ، کسی دوسرے شخص نے لکھا ہے جو پختہ نستعلیق میں ہے ۔

آغاز : پہلے دو شعر اور چوتھا مطابق مخطوطہ نمبر ۱۴۱ ، اس اختلاف کے ساتھ کہ دوسرے شعر کے دوسرے مصرعے میں ''دُر معنی'' کو ''درے معنی'' لکھا ہے ۔ تیسرا اور پانچواں شعر یہ ہے :

سخن کے دُر کا مجھ کو جوہری کر
سخن سنجوں کو میرا مشتری کر
مرے دل کو بنا کر چاک جیوں گل
کر اپنے عشق کے گلشن کا بلبل

اختتام : مطابق مخطوطہ نمبر ۱۴۱ ، اس اختلاف کے ساتھ کہ چوتھے شعر کے پہلے مصرعے میں ''میں'' بجائے ''سے'' ۔

ترقیمہ : ''نوشتہ بماند سیہ بر سفید
نویسندہ را نیست فردا اُمید

ایں نسخہ لعل و گوہر بموجب خواہش از خط غلام قادر والد محمد عظیم الدین برادر قاضی سرکار دہارور صوبہ خجستہ بنیاد اورنگ آباد در مکبت (کذا ۔ مکتب ؟) راجہ خوب چند و راجہ دیپک رائے در ۱۲۴۲ ہجری بتاریخ یازدہم شہر محرم الحرام بروز دو شنبہ تحریر یافت'' ۔

مندرجات : اس مخطوطے میں ۴۷۲ شعر ہیں ۔

خصوصیات : کتابت کی اغلاط خاصی ہیں ۔ متعدد شعر مطبوعہ سے کم ہیں ، چند ایسے بھی ہیں جو مطبوعہ میں نہیں ۔

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱۴۱ ۔

• • •

۱۴۶

لعل و گوہر [۶]

عارف الدین خاں عاجز

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو ، کراچی۔

نمبر : قا ۳/۳۰۳

سائز : ۲۰ × ۱۳½ س م

اوراق : ۲۲

سطور : ۱۳

کاتب : بادشاہ۔

زمانۂ کتابت: تیرھویں صدی ہجری کا ربع آخر (قیاساً)

خط : نستعلیق ، معمولی۔

کیفیت : کاغذ دبیز ، مٹیالا۔ نسخہ کرم خوردہ ہے۔ روشنائی نہایت پھیکی استعمال کی گئی ہے اور پھر کاتب نے اتنی تیز رفتاری سے قلم چلایا ہے کہ بعض الفاظ واضح نہیں ہو سکے۔ بعد میں خود کاتب نے یا کسی دوسرے شخص نے ابتدائی چند اوراق کے غیر واضح الفاظ کو سرخ روشنائی سے واضح کرنے کی کوشش کی ہے جس کے نتیجے میں یہ اوراق بہت بدنما ہو گئے ہیں۔ عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں۔ متن ورق ۱ ، ب سے شروع اور ۲۲ ، الف پر ختم ہوتا ہے۔

آغاز : مطابق مخطوطہ نمبر ۱۳۱ بہ اختلافاتِ ذیل :
شعر ۴ - سخن کے در کا مجھ کو جوہری کر
سخن سنجوں کو میرا مشتری کر
شعر ۵ - مصرع ۲ : لفظ ''رکھ'' لکھنے سے رہ گیا ہے -

اختتام : مطابق مخطوطہ نمبر ۱۳۱ -

ترقیمہ : ''تمام شد لعل و گوہر در ماہ رمضان المبارک بستم در بالکندہ در مکان . . . [ایک لفظ ناخوانا] سبغتہ (کذا) اللہ صاحب مشائخ نبیرہ حضرت ملتانی صاحب قدس اللہ سرہ العزیز در حکومت غلام حیدر خان بہادر مرحوم - خط عاصی پر معاصی بادشاہ'' -

مندرجات : اس نسخے میں ۵۰۱ شعر ہیں -

خصوصیات : کتابت کی اغلاط خاصی ہیں - اس مثنوی کے بعض دیگر نسخوں کی طرح اس میں بھی املا کی یکسانیت نہیں ہے - کو ، کوں ، سے ، سیں اور مج ، مجھ جیسے الفاظ کی دونوں صورتیں ملتی ہیں -

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱۳۱ -

● ● ●

۱۴۷

لعل وگوہر [۷]

عارف الدین خاں عاجز

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو ، کراچی۔

نمبر : قا ۳/۴۷۹

سائز : ½ ۲۲ × ۱۳ س م

اوراق : ۸

سطور : غیر معیّن۔ ۲۲ تا ۳۶

زمانۂ کتابت : بارھویں صدی ہجری کا ربع آخر (قیاساً)

خط : شکستہ۔

کیفیت : نسخہ غیر مجلد اور کیرم خوردہ ہے۔ کاغذ دبیز ، مٹیالا۔ آخری دو اوراق کی شیرازہ بندی غلط ہوئی ہے۔ ورق ۸ پہلے ہے اور ۷ بعد میں ، نیز یہ دونوں ورق اُلٹے لگے ہیں۔ ہر صفحے پر تین کالم ہیں۔ پہلے دو کالم صفحے کی لمبائی میں اُوپر سے نیچے لکھے گئے ہیں تیسرا کالم صفحے کے عرض میں دائیں سے بائیں لکھا گیا ہے۔ پہلے دو کالموں میں سات سات شعر اور تیسرے کالم میں چار شعر ہیں۔ بعض صفحات پر اشعار کی تعداد کم بھی ہے۔ مخطوطہ ناقص الطرفین ہے۔

آغاز : ”مجھے اپنی محبت میں فنا کر
الٰہی عرض سن حاجت روا کر

جو آب حوضِ کوثر کا ہے قاسم
کر اوس کے وصف میں توں مجکو ناظم
مجھے کر محتشم ملک سخن میں
علی کا ذکر رکھ میرے دہن میں
مرے اشعار کا توں ہو کے ناصر
سخن پر مجکو قدرت بخش قادر
مجھے اہلِ سخن میں بخش شوکت
مرے مضموں کو دے حشمت کی دولت"

اختتام : "سنا جب لعل نے دل کی نصیحت
ہوا غیرت سے بھر سوج ہمت[1]
اُٹھا یوں جلد جیوں اُٹھتا ہے آہو
چلا یوں نرم جیوں چلتا ہے آنسو[2]
گیا جب کوس پھر دیکھا عمارت
کیا نقد طرب نذر اجازت[3]
عمارت کے ہوا نزدیک جب خوب
گیا دل اوس کا پانی واسطے ڈوب[4]
تلے دیوار کے جوں سایہ لیٹا
حریر خواب سے آنکھیں لپیٹا"[5]

۱۔ نسخہ مطبوعہ : ہوا غیرت سے بحر موج ہمت (بعض مخطوطوں میں "موج بحر ہمت" ہے اور یہی درست ہے)
۲۔ ایضاً : اُٹھا تب جلد وہ مردوں کی مانند
چلا شیروں تمن سے وہ بسا آنند
۳۔ ایضاً : کیا نقد طرب نظر (کذا) بصارت
۴۔ ایضاً : ہوا نزد عمارت جب وہ آ کر
ہوئی پانی سوا جان اس کی آخر
۵۔ ایضاً : تلے دیوار کے سائے میں لیٹا
حریرے خواب سے آنکھیں لپیٹا

مندرجات : اس نسخے میں شروع کے چند شعر اور آخر کے تقریباً ڈھائی سو شعر نہیں ہیں -

خصوصیات : یہ اس مثنوی کے قدیم اور اہم نسخوں میں سے ایک ہے - باوجود اس کے کہ یہ ناقص الطرفین ہے ، اس میں متعدد اشعار ایسے ہیں ، جو دوسرے مخطوطوں یا مطبوعہ نسخے میں نہیں پائے جاتے - اُوپر آغاز کے اقتباس میں جو اشعار دیے گئے ہیں ، ان میں سے کوئی بھی مطبوعہ نسخے میں نہیں ہے - متن کی صحت کے اعتبار سے بھی یہ نسخہ اہمیت رکھتا ہے - گو اس میں کہیں کہیں کتابت کی اغلاط ملتی ہیں ، لیکن مجموعی طور پر اس کا متن قابلِ اعتماد ہے - اختتام کے اشعار کے ساتھ حواشی میں مطبوعہ نسخے کے جو اختلافات دیے گئے ہیں ، اُن سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مطبوعہ صورت میں اس مثنوی کا متن کس حد تک مخطوطے سے مختلف ہے -

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱۴۱ -

● ● ●

۱۴۸

لعل و گوہر [۸]

عارف الدین خان عاجز

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو ، کراچی ۔

نمبر : قا ۳/۵۰ح

سائز : ۱۹½ × ۱۲ س م

اوراق : ۱۰

سطور : ۲۶

تاریخِ کتابت : ۲۷ رجب ، ۱۱۸۱ھ [م : ۱۹ دسمبر ، ۱۷۶۷ء]

خط : نستعلیق ، شکستہ مائل ، معمولی ۔

کیفیت : مخطوطہ غیر مجلد ، آب رسیدہ اور بوسیدہ حالت میں ہے ۔ کاغذ دبیز ، چکنا ، مٹیالا ۔ ناقص الاول ۔ ہر صفحہ تین کالمی ہے جو بیاض کی طرح لکھا گیا ہے ۔ پہلا اور تیسرا کالم صفحے کی لمبائی میں اُوپر سے نیچے لکھا گیا ہے ، اور دوسرا کالم صفحے کے عرض میں دائیں سے بائیں ہے ۔ پہلے اور تیسرے کالم میں پانچ پانچ شعر ہیں ، اور دوسرے کالم میں تین شعر ۔

آغاز : ''بیابان[۱] عدم کے تھا برابر
وہاں تھا جان عزرائیل کوں ڈر

۱۔ نسخۂ مطبوعہ : بیابان تھا عدم کے او برابر
وہاں جانا تھا عزرائیل کو ڈر

وہاں کی ریت ہیروں کی کنی تھی
وہاں[1] کے کانٹے بھالے کی انی تھی
وہاں کی گرد تھی بالو[2] کی دارو
وہاں کی خاک تھی دوزخ کی بالو
وہاں کی باد تھی سوزندہ صر صر
وہاں[3] کنکر پڑے تھے مثل اخگر
بگولے[4] تھے وہاں دن رات قائم
وہا (کذا) جھکڑ سدا آندھی تھے دائم"

اختتام : مطابق مخطوطہ نمبر ۱۰۲۱ - اس اختلاف کے ساتھ کہ دوسرے شعر کے دوسرے مصرعے میں "کو" اور تیسرے شعر کے دوسرے مصرعے میں "لگ" لکھنے سے رہ گیا ہے -

ترقیمہ : "تمام شد قصہ لعل و گوہر بروز شنبہ تاریخ بیست و ہفتم شہر رجب المرجب ، ۱۱۸۱ ہجری نوشتہ شد ، برائے صلاحیت مآب خجستہ خصال شیخ محمد قاسم بنارسی" -

مندرجات : اس مخطوطے میں مثنوی کا تقریباً نصف ابتدائی حصہ موجود نہیں ہے -

خصوصیات : کاتب قدرے غیر محتاط ہے - متعدد مقامات پر الفاظ لکھنے سے رہ گئے ہیں -

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱۰۲۱ -

• • •

۱- نسخہ مطبوعہ : وہاں کے خار بھالوں کی انی تھی
۲- ایضاً : بالوں
۳- ایضاً : وہاں کی کنکری تھی مثل اخگر
۴- ایضاً : بگولا تھا وہاں دن رات قائم
وہاں چکر سدا آندھی تھی دائم

لعل و گوہر [۹]

عارف الدین خاں عاجز

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی ۔

نمبر : ۱۰/۵۲-۱۰ ء ۱۹۵۷

سائز : ۲۱¾ × ۱۶ س م

اوراق : ۵

سطور : غیر معیّن ۔ ۵ تا ۱۳

زمانۂ کتابت: تیرھویں صدی ہجری کا ربع ثالث (قیاساً)

خط : نستعلیق ، معمولی ۔

کیفیت : نسخہ ناقص الاوّل ہے ۔ بلکہ یہ کہنا مناسب ہوگا کہ مثنوی کے اختتام کے قریب کا حصہ ہے ۔ یہ خاصی بوسیدہ حالت میں تھا ، ماضی قریب میں جلد سازی ہونے سے حالت کچھ بہتر ہو گئی ہے ۔ کاغذ دبیز ، مٹیالا ۔ یہ نسخہ ''مذہبِ عشق'' مخطوطہ نمبر ۱۷۲ کے ساتھ مجلد ہے ۔

آغاز : ''جواہر شاہ جب زنداں سے چھوٹا
عداوت کے گلے کو خوب گھوٹا[۱]

۱۔ نسخۂ مطبوعہ : عداوت کی گلی سے خوب چھوٹا

کمر کو باندھ کر خدمت کی بندی
لگیہ کو کیا آئینہ بندی[1]
لگے بجنے طرب[2] کے شادیانے
لگے پکنے سبزیداری کے کھانے
ہوئے خم مئے پرستوں کے حوالے
لگے چلنے محبت کے پیالے
پری زادوں میں [جو] جو تھے ہوس ناک
ہوئے میدانِ رقاصی میں چالاک"

اختتام : "یہ کہہ کر لعل کے سر پر رکھا تاج
کیا شاہی کو اپنے دل سے اخراج[3]
اوتر کر تخت سے ہو لعل آگے
کہا تجھ کو مبارک میری جاگہ[4]
کیا[5] شاہی کو جب لگ اوس میں دم تھا
وصال گوہر کا[6] اوس کو دم بدم تھا
ارے عاجز سخن کب لگ کرے[7] گا
سخن کے فکر میں کب لگ رہے گا
خموشی میں سخن کو آشنا کر
ہوا افسانہ آخر اب دعا کر"

خصوصیات : یہ نسخہ مصوّر ہے ۔ دس میں سے سات صفحات پر تصویریں ہیں جو رنگین ہیں ۔ یہ تصویریں فن کا کوئی اچھا نمونہ نہیں ہیں ۔ ان کے رنگ بھی امتدادِ زمانہ سے مدھم پڑ گئے

۱۔ یہ شعر نسخۂ مطبوعہ میں نہیں ہے ۔
۲۔ نسخۂ مطبوعہ : خوشی
۳۔ ایضاً : لیا شاہی میں اپنی خوب اخراج
۴۔ ایضاً : جاگے
۵۔ نسخۂ مطبوعہ میں اس شعر سے پہلے تین اور شعر ہیں جو مخطوطے میں نہیں ہیں ۔
۶۔ "کا" سہو کاتب سے زائد ہے ۔
۷۔ نسخۂ مطبوعہ : کہے

ہیں - اصل مخطوطے میں تصویروں کے لیے جگہیں خالی رکھی گئی تھیں ، تصویریں الگ کاغذوں پر بنا کر ، ان خالی جگہوں پر چسپاں کی گئی ہیں - تصویروں کی تفصیل یہ ہے :

۱- ورق ۱ ، الف - (۸ × ۹½ س م) - جواہر شاہ کے سامنے عورتیں رقص و نغمہ میں مصروف ہیں - (اس تصویر کا نیچے کی طرف سے تقریباً ایک چوتھائی حصہ ضائع ہو چکا ہے) -

۲- ورق ۱ ، ب - (۹ × ۱۰ س م) - لعل و گوہر کی شادی کا جلوس - (نیچے کے دائیں کونے اور اوپر کے بائیں کونے کا کچھ حصہ ضائع ہو چکا ہے) -

۳- ورق ۲ ، الف - (۱۰ × ۱۰ س م) - جواہر شاہ تخت پر بیٹھا ہے -

۴- ورق ۲ ، ب - (۱۰½ × ۱۰ س م) - پریاں تخت کو اُٹھائے ہوئے جا رہی ہیں - لعل و گوہر تخت پر ہیں -

۵- ورق ۳ ، ب - (۹½ × ۹½ س م) - لعل تخت پر لیٹا ہے ، پریوں نے تخت اُٹھا رکھا ہے -

۶- ورق ۴ ، ب - (۱۰½ × ۱۰ س م) - زمرد شاہ کو لعل کے آنے کی خوش خبری سنائی جا رہی ہے -

۷- ورق ۵ ، الف - (۸½ × ۱۰ س م) - زمرد شاہ اور لعل تخت پر آمنے سامنے بیٹھے ہیں - لعل کے سامنے گوہر اور زمرد کے سامنے اس کی بیوی بیٹھی ہے -

• • •

۱۵۰

شمع و پروانہ [۱]

میر ضیاء الدین عبرت و میر غلام علی عشرت

کتب خانہ : قومی عجائب گھر، کراچی -

نمبر : ۱۹۶۱ ء ۱۳۱۷

سائز : ۲۳ × ۱۷ س م

اوراق : ۱۷۸

سطور : ۱۳

زمانۂ تصنیف: اشعار نوشتۂ عبرت : ۱۲۰۳ھ [م : ۹۰ - ۱۷۸۹ء] تکمیل از عشرت : ۱۲۱۱ھ [م : ۹۷ - ۱۷۹۶ء]

کاتب : ہدایت بیگم -

تاریخ کتابت: ۱۷ رجب ، ۱۲۶۴ھ [م : ۱۹ جون ، ۱۸۴۸ء]

خط : نستعلیق ، معمولی -

کیفیت : نسخہ غیر مجلّد ہے ، اس وجہ سے پہلا ورق خاصا بوسیدہ ہو گیا ہے - کاغذ دبیز ، مٹیالا - عنوان کے اشعار سرخ روشنائی سے ہیں - متن کی کاتبہ نے صفحات کے نمبر شمار درج کیے ہیں - سہواً نمبر ۱۵۱ دو مرتبہ لکھا گیا ہے ، اس لیے صفحات کے شمار میں ایک کی کمی ہو گئی ہے -

آغاز : ”بتاؤں عشق کے کیا آب میں نیرنگ
جو دیکھوں ، میں اسی نیرنگ کا رنگ

ز دریا موجِ گوناگوں بر آمد
ز بے چونی برنگ چوں بر آمد
گہے در کسوتِ لیلیٰ فروشد
گہے بر صورت مجنوں برآمد
ازیں دریا بدیں امواج ہر دم
ہزاروں (کذا) گوہر مکنون برآمد
کیا نیرنگ ہے جب رنگ پیدا
ہوا نور محمد تب ہویدا"

اختتام : "کہی جو مسنوی (کذا) میں نے جو اے یار
ز بس کہنا تھا اس کا سخت دشوار
ولے خاطر تھی مجھ کو مولوی کی
سو میں نے ان کی اے یارو خوشی کی
جنھوں کا نام ہے گا قدرت اللہ
نہایت اہلِ دل اور مرد آگاہ
بزرگ و نیک خصلت، پارسا ہیں
شریعت اور طریقت آشنا ہیں
کہوں کیا ان کا میں کسب و کمالات
مثل ہے یہ [کہ] چھوٹا منہ بڑی بات
انھوں کو شعر کے فن سے ہے بس ذوق
نہایت اہلِ ذوق و صاحبِ شوق
مجھے ہے ان سے بس رابطہ خاص (کذا)
کرم فرما ہیں میرے وہ باخلاص
انھوں نے بسکہ بخشا مجھ کو یہ کام
کہ اس قصے کا عشرت کو تو اتمام
ہوا جس وقت مجھ کو شوق رہبر
تو کلک مشک افشاں میں نے لے کر
لکھی یہ داستانِ عشق ساری
کہ ہے دنیا میں یہ ہی یادگاری
یہ کہہ کر دل میں کی میں نے جو پھر غور
کوئی تاریخ کہیئے اس کی خوش طور

کہا دل نے اسے دیکھے جو شاعر
بلاشک جانئے تصنیف دو شاعر"[1]

ترقیمہ : "مسنوی (کذا) پدماوت تصنیف میر ضیاء الدین عبرت و میر غلام علی عشرت بتاریخ ہفدہم شہر رجب المرجب ، ۱۲۶۳ ہجری مقدسہ نبویہ ، بموجب فرمودۂ ارشاد دولت مدار ، سرکار فیض آثار ، عالی خاندان ، معدنِ جود و سخا و مخزنِ لطف و عطا ملیکۂ مہر نگار ، حاتمِ دوران ، فیاضِ زمان ، سرتاجِ شاہان و چشمۂ حیات محبوبان یعنی عصمت پناہی شہزادی خدیجہ بیگم عرف دولہن بیگم صاحبہ معظمہ مکرمہ کے حضور میں یہ داستان پدماوت و رتن سین کا ہمیشہ سرگرم رہے گا ۔ بروز پنج شنبہ یک پاس روز برآمدہ بود بانصرام رسید ۔ تحریر عاجز دعا گو ہدایت بیگم فقیر زادی دعا گو ۔ سرکار حضور پرنور کی عنایت سے شب و روز دعاء خیر میں سرگرم رہتی ہے ۔

ہر کہ خواند دعا طمع دارم
زاں کہ من بندۂ گنہگارم

تمت تمام شد" ۔

مندرجات : حمد و نعت وغیرہ کے بعد نواب فیض اللہ خان والیٔ رام پور کی مدح ہے ۔ پھر عشق اور قلم وغیرہ کی تعریف کے بعد کہانی شروع ہوتی ہے ۔ مثنوی کے ہر باب کا عنوان ایک شعر ہے ، اس قسم کے تمام اشعار ایک ہی زمین میں ہیں ۔ پہلے باب کا عنوان یہ ہے :

ہر اِک صورت میں آ کر وہ نیا جلوہ دکھاتا ہے
کبھی یوسف ، کبھی لیلیٰ ، کبھی عذرا کہاتا ہے

ورق ۵۴ ب ، پر ضیاء الدین عبرت کے اشعار ختم ہو جاتے

۱۔ "تصنیف دو شاعر" = ۱۲۱۱ھ

ہیں ۔ عبرت کا آخری شعر یہ ہے :

کبھی ہنستا تھا اور گاہے بگڑتا
نصیب و دل سے تھا دن رات لڑتا

اس کے بعد عنوان کا یہ شعر ہے :

کہا یاں تک تو یہ قصہ ضیاء الدین عبرت نے
اور اب یاں شوق ہر دم مجھ کو یوں رغبت دلاتا ہے

اس مثنوی میں سنگلدیپ کے راجہ کی لڑکی پدمنی اور چتوڑ کے راجہ رتن سین کے عشق کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر گیان چند لکھتے ہیں :

''ان [عبرت] کا ماخذ عاقل خاں رازی کی فارسی مثنوی شمع و پروانہ تھی ۔ انھوں نے محض ۱۳۰۳ ، اشعار لکھے تھے کہ ان کا افسانۂ حیات مکمل ہو گیا ۔ سات آٹھ سال بعد میر غلام علی عشرت شاگرد مرزا علی لطف نے مزید ۳۰۳۳ ، اشعار کہہ کر مثنوی کی تکمیل کی ۔ عشرت نے ملا عبدالشکور بزمی کی کی فارسی مثنوی پدماوت (۱۰۲۸ھ) سے ترجمہ کیا ۔ اس طرح مثنوی میں کل ۴۳۳۶ ، اشعار ہیں . . . مثنوی کے دو حصے ہیں ۔ پہلا تخیلی اور داستانی ۔ اس میں راجہ رتن سین سنگل دیپ جا کر پدمنی لاتا ہے ۔ اس حصے میں دیوتاؤں اور راکششوں وغیرہ کا بھی ذکر ہے ۔ دوسرا حصہ نیم تاریخی ہے جس میں راگھو نامی ایک برہمن کی مدد سے سلطان علاء الدین آئینے میں پدمنی کا عکس دیکھتا ہے اور چتوڑ پر فوج کشی کرتا ہے'' ۔ (اُردو مثنوی ، گیان چند ، ص ۳۸۶)

خصوصیات : اس نسخے میں کتابت کی اغلاط کثرت سے ہیں ۔

دیگر نسخے : ۱۔ **نسخۂ انڈیا آفس لائبریری ، لندن :**

فہرست نمبر ۱۹۶ ۔ اوراق ۳۷ ۔ سائز $9\frac{1}{2} \times 6\frac{1}{4}$" ۔ سطور ۱۳ تا ۱۶ ۔ خط نستعلیق ۔ ناقص الآخر ۔ اس

نسخے کے ورق ۶۵ سے میر کی مثنوی ''دریائے عشق'' شروع ہو جاتی ہے ، جو ''شمع و پروانہ'' کے کاتب ہی کے قلم سے ہے - دریائے عشق کے ترقیمے کے مطابق کاتب کا نام نصراللہ خاں ہے اور تاریخ کتابت ۲۴ ربیع الاول ، ۱۲۴۴ھ [۱۸۲۸ء] ہے - فہرست نگار نے مثنوی کا نام ، اس مصرعے :

مدلّل شمع و پروانہ رکھا نام

کی بنا پر ''مدلّل شمع و پروانہ'' لکھا ہے - (انڈیا آفس ، ہندوستانی ، صص ۸۷ - ۸۶)

کتب خانۂ سالار جنگ ، حیدرآباد دکن میں اس مثنوی کے تین نسخے ہیں :

۲- فہرست نمبر ۸۴۶ - لائبریری نمبر ۲۰۵ - سائز ۸ × ۵" - صفحات ۱۸۰ - سطور غیر معین - خط شکستہ - ترقیمہ : ''کتاب ہذا بتاریخ بستم محرم الحرام ، ۱۲۵۲ھ بدستخط السیّد علی . . . (کذا) ابن سلطان احمد ، از کتاب راجہ صاحب ٹھاکر عجب سنگھ رئیس پرگنہ اوچھان ضلع بھوپال بمقام فرید آباد تحریر یافت'' - (سالار جنگ ، صص ۷۱ - ۶۷۰)

۳- فہرست نمبر ۸۴۷ - لائبریری نمبر ۳۲۷ - سائز ۹ × ۶" - صفحات ۲۱۸ - سطور ۱۳ - خط نستعلیق - ترقیمہ : ''نسخہ مثنوی ترجمہ پدماوت بپاس خاطر عنایت فرما لالہ جگناتھ داس ساکن قصبۂ موہار ، بخط خادم سیّد مظفر علی در ۱۲۶۳ ہجری'' - (سالار جنگ ، صص ۷۲ - ۶۷۱)

۴- فہرست نمبر ۸۴۸ - لائبریری نمبر ۵۳۴ - سائز ۹ × ۶" - صفحات ۳۲۰ - سطور ۱۴ - خط نستعلیق - ترقیمہ : ''تمت تمام شد ، کارمن نظام شد - بتاریخ چہاردہم شہر شعبان ، ۱۲۶۹ھ'' - (سالار جنگ ، ص ۶۷۲)

۵- نسخۂ صولت پبلک لائبریری ، رام پور :

فہرست نمبر ۵۷۸ - اوراق ۱۰۶ - ناقص الآخر - تیرھویں صدی ہجری کا مکتوبہ - (صولت ، ص دوم ، ضمیمہ)

۶- نسخۂ کتب خانۂ آصفیہ ، حیدرآباد دکن :

فہرست نمبر ۲۶۹ - لائبریری نمبر "مثنویات ۱۲۶" - سائز ۹ × ۶" - صفحات ۲۵۷ - سطور ۱۶ - خط نستعلیق - ترقیمہ : "تصنیف دو شاعر" تاریخ ہے ۱۲۱۱ھ - تمت تمام شد مثنوی شمع و پروانہ بر زبان (کذا) ریختہ من تصنیف مولانا ضیاء الدین عبرت و میر غلام علی عشرت رحمۃ اللہ - کاتب الحروف فقیر حقیر حسین شاہ در شہر ذیحجہ در آنبہ مومن آباد ۱۲۶۷ ہجری شریف تاریخ یازدہم از فضل ربی اختتام یافت - (آصفیہ ، اول ، ص ۱۲۳)

۷- نسخۂ بنارس یونیورسٹی :

لائبریری نمبر ۳ - U . IX/۲۷ - (نوادر بنارس ، اُردو ، ص ۶۹)

انجمن ترقّیٔ اُردو ہند میں اس مثنوی کے دو نسخے ہیں[1] :

۸- فہرست نمبر ۶۳۰ - (اُردو ادب ، جولائی تا ستمبر ، ۱۹۵۴ء ، ص ۱۷۲)

۹- فہرست نمبر ۶۳۱ - (ایضاً)

۱۰- نسخۂ میکگل یونی ورسٹی ، بلیکروڈ لائبریری ، ذخیرۂ کیسی وڈ (مانٹریال ، کنیڈا) :

"(خط) نستعلیق - اوراق ۱۷۱ - سائز ۶۰۵ × ۷۰۵ $\frac{1}{4}$ ۱۰ "-

---

۱- ان دونوں نسخوں میں سے کوئی ایک ڈاکٹر گوپی چند نارنگ کی نظر سے گزرا ہے - جس کے بارے میں انھوں نے لکھا ہے : "انجمن ترقی اُردو ، علی گڑھ کا نسخہ ناقص الآخر ہے" - (اُردو مثنویاں ، ص ۱۶۱)

دو کالمی - ۱۳ سطری - مکتوبہ ۱۲۵۰ھ . . . خاتمہ :
'۱۸۳۵ء حسب فرمایش سیّد اشرف علی رضوی ساکن
بریلی بپاس خاطر . . . راجہ خیراتی لعل . . .' -
نمبر ۲۳۴" - (اُردو ادب ، ۱۹۶۸ء ، شمارہ ۲ ،
صص ۹۶ - ۹۵)

۱۱- نسخہ' شاہان اودھ :

فہرست نمبر ۹۳۵ - (شاہان اودھ ، صص ۱۴ - ۶۱۳)

۱۲- نسخہ' ایشیاٹک سوسائٹی ، کلکتہ :

اشپرنگر نے اس کا لائبریری نمبر ۲۹۶ لکھا اور بتایا ہے کہ اس میں تقریباً ۲۵۰ صفحات ہیں - ہر صفحے پر ۱۷ بیت ہیں - (شاہان اودھ ، ص ۶۱۴)

ادارۂ ادبیاتِ اُردو ، حیدرآباد دکن میں اس مثنوی کے تین نسخے ہیں :

۱۳- فہرست نمبر ۱۵۵ - اوراق ۱۵۳ - سطور ۱۴ - سائز ۸ × ۱۰" - خط نستعلیق - کیرم خوردہ - سالِ کتابت ۱۲۵۱ - ادارۂ ادبیات ، اوّل ، صص ۹۱ - ۱۸۸)

۱۴- فہرست نمبر ۹۳۶ - اوراق ۶۵ - ابیات فی صفحہ ۳۳ - سائز ۱۰ × ۶" - معمولی خط نستعلیق - ہر صفحے پر تین کالم - کاغذ آب رسیدہ - ترقیمہ : "تمام شد مثنوی ، من تصنیف میر ضیاء الدین عبرت و میر غلام علی عشرت بتاریخ دویم شہر ذوالعقدہ (کذا) ، ۱۲۴۹ ہجری مطابق چہاردہم مارچ ، ۱۸۳۲ء روز جمعہ بوقت یک نیم پہر روز برآمدہ از خط بے ربط غوث محمد خان صورت انجام یافت" - (ادارۂ ادبیات ، سوم ، صص ۵۳ - ۲۵۲)

۱۵- فہرست نمبر ۹۱۳ - اوراق ۱۴۵ - سطور ۱۵ - سائز $9\frac{1}{2} \times 6\frac{1}{2}$" - "ابتدائی چند اوراق تلف ہو گئے ہیں . . . خط نستعلیق . . . بہت کیرم خوردہ" - ترقیمہ :
"نسخہ پدماوت تصنیف میر ضیاء الدین عبرت و میر

غلام علی عشرت بہ دستخط حقیر سیّد شرف الدین عرف پیراں حسینی ساکن ناگپور برائے مہربان افضل علی خان عرف غلام محمد خان باشندۂ حیدرآباد بنا بر یادداشت رسانند نوشتہ دادہ شد ، بتاریخ غرہ جمادی الاول ، ۱۲۶۱ھ بروز جمعہ اختتام رسانیدہ شد'' ۔ (ادارۂ ادبیات ، پنجم ، صص ۵۷ - ۵۶)

۱۶۔ **نسخۂ مولانا آزاد سنٹرل لائبریری ، بھوپال :**

فہرست نمبر ۷۶ ۔ (ہفت روزہ ، ہماری زبان ، علی گڑھ ۸ جنوری ، ۱۹۶۹ء ، ص ۹)

۱۷۔ **نسخۂ مولانا آزاد لائبریری ، مسلم یونی ورسٹی ، علی گڑھ :**

ذخیرۂ سر شاہ سلیمان ۔ نشان ۱۰۸/۵۰ ۔ (اُردو مثنویاں ، ص ۱۶۱)

۱۸ تا ۲۱ رک : مخطوطہ نمبر ۱۵۱ تا ۱۵۴ ۔

مطبوعہ نسخے: یہ مثنوی پہلی بار مطبع مصطفائی ، لکھنؤ سے ۱۲۶۵ھ میں شائع ہوئی تھی[1] ۔ اس کے شروع میں عشرتؔ کا نثری دیباچہ بھی ہے ، جس میں سببِ تالیف بیان کیا گیا ہے ۔ تقریباً وہی باتیں اس دیباچے میں کہی گئی ہیں ، جو مثنوی کے آخر میں ملتی ہیں (رک : اختتام) ۔ اسی مطبع نے ایک ایڈیشن سیّد امداد العلی بریلوی کے مطبع واقع کان پور سے چھپوا کر شائع کیا تھا ۔ یہ اوّل الذکر ایڈیشن کے مطابق ہے ۔ اس پر سالِ طباعت درج نہیں ہے ۔ مطبع نول کشور ، کان پور کی طرف سے بھی یہ مثنوی فروری ، ۱۸۸۵ء میں طبع ہو چکی ہے ۔ یہ ایڈیشن بھی مطبع مصطفائی کے ایڈیشن کے مطابق ہے ۔

۱۔ برٹش میوزیم ، ہندوستانی مطبوعات ، ص ۱۹۶ پر اس مثنوی کے لکھنؤ کے ایک مطبوعہ نسخے کا اندراج ہے ۔ فہرست نگار نے سالِ طباعت ۱۲۶۰ھ/م : ۱۸۵۸ء لکھا ہے ۔ یہ سنین ایک دوسرے سے مطابقت نہیں رکھتے ۔ اگر سنہ ہجری صحیح درج ہوا ہے تو پھر اس ایڈیشن کو مثنوی کا پہلا ایڈیشن سمجھنا چاہیے ۔

محولہ بالا تینوں ایڈیشن انجمن ترقی اُردو ، کراچی کے کتب خانہ خاص میں موجود ہیں ۔ ایک ایڈیشن سہارن پور سے ۱۹۴۰ء میں بھی شائع ہو چکا ہے ۔ اس میں بھی نثری دیباچہ شامل ہے ۔ (مقدمہ طبقات الشعرا ، ص ۳۸)

مصنفین : ۱۔ میر ضیاء الدین نام اور عبرت تخلص تھا ۔ سیّد محمد علاء الدین کے بیٹے تھے ۔ شوق نے ان کا وطن لکھنؤ لکھا ہے ۔ امیر مینائی دہلی کو آبائی وطن بتاتے ہیں ۔ عبرت کم سنی ہی میں رام پور چلے آئے ، تعلیم و تربیت وہیں ہوئی ۔ انھوں نے بہ حیثیت طبیب کے شہرت حاصل کی ۔ رام پور کے سالار مصطفٰی خاں عرف نجو خاں کے ملازم تھے ۔ شاعری میں محبت خاں محبت کے شاگرد تھے ۔ مصطفٰی خاں کی فرمایش پر عبرت نے مثنوی شمع و پروانہ لکھنی شروع کی ۔ انھوں نے ابھی اس کے ۱۳۰۳ شعر ہی لکھے تھے کہ ۱۲۰۳ھ [م : ۹۰-۱۷۸۹ء] میں ان کا انتقال ہوگیا ۔

۲۔ میر غلام علی نام اور عشرت تخلص تھا ۔ میر معظم علی کے بیٹے تھے ۔ اصل وطن بریلی تھا ۔ ۱۲۱۱ھ [م : ۹۷-۱۷۹۶ء] میں رام پور چلے آئے اور نواب محمد عثمان کی سرکار میں ملازم ہوگئے ۔ عشرت شاعری میں مرزا علی لطف کے شاگرد تھے ۔ رام پور میں عشرت کی ملاقات قدرت اللہ شوق سے ہوئی اور انھیں کے ایما پر عبرت کی نامکمل مثنوی کو انھوں نے ۱۲۱۱ھ میں ڈیڑھ ماہ کی مدت میں مکمل کیا ۔ عشرت نے ۳۰۴۴ شعر اضافہ کیے ۔ اس مثنوی کے علاوہ عشرت کی تین اور تصانیف بھی ہیں :

(الف) مثنوی ریاض الحسین ۔ تصنیف ۲۶ - ۱۲۲۲ھ ۔ اس میں حضرت آدم سے لے کر حضرت امام مہدی تک کے حالات نظم کیے گئے ہیں ۔

(ب) سحرالبیان ۔ تصنیف ۱۲۳۰ھ ۔ یہ ایک نثری

داستان ہے جس میں ایک عشقیہ قصہ بیان کیا گیا ہے۔

(ج) دیوانِ غزلیات۔

ان تینوں تصانیف کے مخطوطے رضا لائبریری، رام پور میں ہیں۔ عشرت کا انتقال، ۱۲۳۶ھ [م: ۲۱-۱۸۲۰ء] میں ہوا۔ "ہای میر عشرت" مادۂ تاریخ ہے۔

مآخذ : عبرت : (۱) طبقات، ۳۴۸ - (۲) عیار، ۴۹۶ - (۳) عمدہ، ۴۳۷ - (۴) گلشن، ۱۳۳ - (۵) بے خزاں، ۱۶۰ - (۶) بہار، ۲۲۸ - (۷) یادگار، ۱۲۹ - (۸) سخنِ شعرا ۳۲۳ - (۹) انتخابِ یادگار، دوم، ۲۲۰ - (۱۰) کاملان رام پور، ۱۸۰ - (۱۱) گارسیں دتاسی، دوم، ۴ - (۱۲) دلکشا، اول، ۱۶۶ -

عشرت : (۱) طبقات، ۶۱۴ - (۲) عیار، ۴۷۴ - (۳) عمدہ، ۴۳۷ - (۴) ریاض، ۲۲۸ - (۵) مجموعہ، اول، ۳۹۸ - (۶) گلشن، ۱۳۵ - (۷) بہار، ۲۲۵ - (۸) گلستان، ۱۶۳ - (۹) شعرائے ہند، ۲۹۴ - (۱۰) سراپا سخن، ۱۶۶ - (۱۱) یادگار، ۱۳۱ - (۱۲) سخنِ شعرا، ۳۳۰ - (۱۳) شمیم، اول، ۱۷۱ - (۱۴) بزم، ۸۷ - (۱۵) جلوہ، دوم، ۱۳۶ - (۱۶) کاملان رام پور، ۱۸۳ - (۱۷) خوش معرکہ، اول، ۱۳۷ - (۱۸) انتخابِ یادگار، ۲۲۸ - (۱۹) میر غلام علی عشرت اور ان کی تصانیف، مقالہ از ڈاکٹر لطیف حسین ادیب، ماہنامہ "قومی زبان" کراچی، مئی، ۱۹۶۵ء - (۲۰) آصفیہ، اول، ۱۶۸ - (۲۱) مثنوی ریاض الحسنین[1]، مقالہ از سخاوت مرزا، اُردو نامہ، کراچی، شمارہ ۴۷، اکتوبر،

۱- اس مثنوی کا صحیح نام "ریاض الحسین" ہے جو مثنوی کے اس شعر میں ملتا ہے:

بیاں کر نبی کے سبھی نورِ عین
رکھا نام اس کا ریاض الحسین

۱۹۷۳ء - (۲۲) کارسیں دتاسی ، دوم ، ۴۸ - (۲۳) دل کشا ، اوّل ، ۱۶۸ - (۲۴) ارمغان ، ۲۷ -

مثنوی : (۱) اُردو مثنویاں ، ۱۶۱ - (۲) اُردو مثنوی ، گیان چند ، ۳۸۶ - (۳) منظوم داستانیں ، ۴۰۹ - (۴) ''پدماوت اُردو نظم میں'' ڈاکٹر گیان چند ، سہ ماہی ''اُردو'' ، کراچی ، اگست ، ۱۹۵۱ء -

● ● ●

۱۵۱

شمع و پروانہ [۲]

عبرت و عشرت

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی -

نمبر : ۱۹۵۷ ء ۹۲۸/۱۴

سائز : ۲۰ ½ × ۱۴ ½ س م

اوراق : ۱۵۹

سطور : ۱۲

زمانۂ تصنیف: رک : مخطوطہ نمبر ۱۵۰

زمانۂ کتابت : تیرھویں صدی ہجری کا ربع آخر (قیاساً)

خط : نستعلیق ، معمولی -

کیفیت : نسخہ ناقص الطرفین ہے - ابتدا کا ایک ورق گم ہے ، قیاس ہے کہ ضائع شدہ ورق پر وہی پانچ شعر ہوں گے جو مخطوطہ نمبر ۱۵۰ کے آغاز کی مثال کے طور پر درج کیے جا چکے ہیں - اوراق پر نمبر شمار درج کیے گئے ہیں - پہلے ورق پر نمبر ۲ درج ہے - مخطوطہ غیر مجلّد ہے ، اجزا کی شیرازہ بندی ختم ہو چکی ہے - منتشر اوراق کو اوپر سے رسّی سے باندھا گیا ہے - مخطوطہ خاصی خستہ و بوسیدہ حالت میں ہے - اوراق کے کناروں اور کونوں کو نقصان پہنچا ہے - کاغذ دبیز ، مٹیالا - عنوانات کے اشعار سرخ روشنائی سے ہیں -

آغاز : "جو ہوئی شکل محمد[1] آشکارا
ہوا آپی وہ[2] اپنے ہر ہمارا
ہر ایک عالم کو گوناگوں بنایا
[3]و بیچون و چگوں چوں میں آیا
[4]ہزاروں میں سان میں ہو کر وہ گزرا
[5]کبھے وامق بنا وہ گاہ عذرا
کبھیں بن شکل بلبل کی وہ نالاں
کبھیں گل بن گیا وہ چاک گریباں[6]
کبھیں شمع شبستاں وہ کہایا
کبھے پروانہ ہو دل جلایا[7]

اختتام : [8]سحر دم میں ہوں اور طالع واژوں
کروں پھر اُس کے خوں سے اُس کو گلگوں
پدم نے اُس کو سمجھایا بہت سا
ولے وہ پُر غضب مطلق نہ سمجھا
اُسی آتش سے ساری رات جلتا
[9]رہا قہر غضب سے ہاتھ ملتا
ہوئی صبحِ قیامت جب نمودار
ہوا تیار پھر بر جنگ و پیکار[10]
لیے ہمراہ اپنے لشکر و فوج
کہے تو قلزمِ ہستی کی تھی موج"

۱- نسخہ مطبع مصطفائی، ۱۲۶۵ھ : احمد ۲- ایضاً : خود
۳- ایضاً : وہ بے چون و چگوں چوں میں در آیا
۴- ایضاً : ہزاروں شان میں ہو کر وہ گزرا ۵- ایضاً : کبھی
۶- ایضاً : کبھیں گل کو دیا چاک گریباں
۷- ایضاً : کبھیں پروانہ ہو دل کو جلایا
۸- ایضاً : سحر دم میں ہوں اور وہ طالع واژوں
کروں میداں کو اُس کے خوں سے گلگوں
۹- ایضاً : رہا قہر و غضب سے ہاتھ ملتا
۱۰- ایضاً : ہوا تیار پھر جنگ و پیکار

خصوصیات : ناقص الآخر ہونے کی وجہ سے اس مخطوطے میں مثنوی کا
صرف وہ حصہ ہے جو راجہ رتن سین اور دیوپال کی جنگ
شروع ہونے کے حالات تک ہے۔ مخطوطے میں کتابت کی
اغلاط بہت زیادہ ہیں۔ ان کا کچھ اندازہ آغاز و اختتام کے
اقتباسات سے کیا جا سکتا ہے۔

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱۵۰ -

● ● ●

۱۵۲

شمع و پروانہ [۳]

عبرت و عشرت

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو ، کراچی ۔

نمبر : قا ۳/۲۳۲

سائز : ۲۵×۱۶ س م

اوراق : ۱۵۴

سطور : ۱۴

زمانۂ تصنیف: رک : مخطوطہ نمبر ۱۵۰

کاتب : لالہ جوگل کشور ۔

تاریخِ کتابت : یکم محرم ، ۱۲۶۳ھ [م : ۲۰ دسمبر ، ۱۸۴۶ء]

کتابت : نستعلیق ، شکستہ مائل ، اوسط ۔

کیفیت : مخطوطہ مجموعی طور پر اچھی حالت میں ہے ۔ کہیں کہیں سے آب رسیدہ ہے ، لیکن اس سے متن کو نقصان نہیں پہنچا ، البتہ جلد ساز کی بے احتیاطی سے حواشی پر لکھے ہوئے اشعار کے بعض الفاظ ضائع ہو گئے ہیں ۔ عنوانات کے اشعار سرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں ۔ کاغذ دبیز ، سفید ۔

آغاز : ”جیسے وہ عشق کے دریائے پر طوفاں پہ لاتا ہے
حباب آسا اُسے دم مارنا مشکل ہو جاتا ہے

گشش سے دل کی یاں جو آہ نکلی
بشکل مدّ بسم اللہ نکلی
کرے ہے آہ جس دم جان آگاہ
معاً نکلے ہے اُس کے مونہہ سے اللہ
رگِ بسمل تلک یوں دیکھو جا کر
نکلتی ہے صدا اللہ اکبر
جہاں میں جو کوئی ہے نکتہ پرداز
شکستِ شیشہ کی سمجھے ہے آواز"

اختتام : "اونھوں نے بسکہ بخشا مجکوں یہ کام
کہ اس قصّہ کا عشرت کر توں اتمام
ہوا جس وقت مجکوں شوق رہبر
تو کلکِ مشک انشاں میں نے لے کر
لکھی یہ داستانِ عشق ساری
کہ ہے دنیا میں یہ بھی یادگاری
یہ کہہ کر دل میں کی میں نے جو پھر غور
کوئی تاریخ کہیہ[1] اس کی خوش طور
کہا دل نے اسے دیکھے جو شاعر
بلاشک جانے : تصنیفِ دو شاعر"

ترقیمہ : "تمت تمام شد ، کارمن نظام شد ۔ نسخۂ مسنوی (کذا) ترجمہ بمدادت تصنیف میر ضیاء الدین عبرت و میر غلام علی عشرت بدستخط بے ربط لالہ جوگل کشور پسر بخشی دولت رائے مرحوم ساکن بلدۂ بھوپال حال مقیم قصبہ ٹونک متصل امیر گنج در عمل داری سرکار فیض آثار نواب صاحب بہادر نواب وزیر محمد خان بہادر امیر الملک نصرت جنگ دام اقبالہ بتاریخ غرہ شہر محرم الحرام ، ۱۲۶۳ ہجری

۱- کہیئے -

بوقت برآمدن یک پاس شب بروز یک شنبہ باتمام رسید ـ
بنا بر اطلاع بقلم آمدہ کہ یادگاری بماند ـ فقط :

ہر کہ دعویٰ بریں کتاب کند
نزد من آمدہ جواب کند
من نوشتم صرف کردم روزگار
من نمانم ایں بماند یادگار"

خصوصیات : کسی شخص نے نسخۂ منقول عنہ یا کسی دوسرے نسخے سے زیر نظر نسخے کا مقابلہ کیا ہے ـ کتابت کی غلطیاں درست کی گئی ہیں نیز اختلافات حواشی پر درج کیے گئے ہیں ـ حواشی پر متعدد اشعار اضافہ بھی کیے گئے ہیں ـ

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱۵۰ ـ

● ● ●

۱۵۳

شمع و پروانہ [۴]

عبرت و عشرت

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو ، کراچی ۔

نمبر : قا ۲۳۱/۳

سائز : ۲۴ × ۱۵½ س م

اوراق : ۱۳۲

سطور : ۱۵

زمانۂ تصنیف: رک : مخطوطہ نمبر ۱۵۰

سالِ کتابت : ۱۲۴۵ھ [م : ۳۰ - ۱۸۲۹ء]

خط : نستعلیق ، اوسط ۔

کیفیت : مخطوطہ جزوی طور پر آب رسیدہ ہے ، لیکن اس سے متن کو نقصان نہیں پہنچا ۔ آخری تین اوراق کیرم خوردہ ہیں ، ان کی پیوندکاری کی گئی ہے ۔ ہر صفحے پر نیلی اور سرخ جدولیں ہیں ۔ آمنے سامنے لکھے ہوئے مصرعوں کے درمیان خالی جگہ پر اُوپر سے نیچے دو متوازی لکیریں کھینچی گئی ہیں ۔ متن ورق ۱ ، ب سے شروع ہوتا ہے ۔ یہ ورق بائیں طرف سے کسی قدر ضائع ہو گیا ہے ۔ اس پر سات شعر ہیں ۔ ان میں سے پانچ شعروں کے مصرع ہائے ثانی کے آخری الفاظ ، اور دو شعروں کے مکمل مصرع ہائے ثانی ضائع ہو

گئے ہیں - ورق ۱ ، الف پر کسی نے پنسل سے "پدماوت" لکھا ہے - کسی دوسرے شخص نے اس کے آگے "اُردو منظوم" کے الفاظ بڑھائے ہیں - اس کے نیچے مولوی عبدالحق نے پنسل سے یہ الفاظ لکھے ہیں : "تصنیف میر ضیاء الدین عرب و میاں غلام علی ۱۱۹۱ ہجری" - مولوی عبدالحق نے غلط تخلص (عرب) اس لیے لکھا ہے کہ ترقیمے میں یہ لفظ اس طرح لکھا ہے کہ اسے "عرب" بھی پڑھا جا سکتا ہے -

آغاز : "کشش میں دل کی جویاں آہ نکلی
بشکلِ مدِّ بسم اللہ . . . . . .[1]
رگِ بسمل تلک تو دیکھ جا کر
نکلتی ہے صدا اللہ . . . .
کرے ہے آہ جس دم جان الکاہ
معاً نکلے ہے اوس کے موں . . . .
جہاں میں جو کے (کذا) ہوگا ہوش پرداز
شکستِ شیشہ کی سمجھے . . . . .
وہی ہر فرد میں ہے گا نمایاں
برنگ ذرّہ مہر . . . ."

اختتام : "اونہو نے بسکہ بخشا مجھ کو یہ کام
کہ اس قصّے کو عشرت کر تو اتمام
ہوا جس وقت مجھ کو شوق بر سر
تو کلکِ دُر فشاں میں نے اُٹھا کر
لکھی یہ داستانِ عشق ساری
کہ ہے دنیاں (کذا) میں اس سیں یادگاری"
آگے کے دو شعر مطابق مخطوطہ نمبر ۱۵۰ -

ترقیمہ : "تمت تمام شد نسخۂ مسنوی (کذا) یعنی پدماوت من تصنیف میر ضیاء الدین عبرت و میاں غلام علی در ۱۲۴۵ ہجری" -

---

۱- ضائع شدہ الفاظ کی جگہ نقطے لگائے گئے ہیں -

خصوصیات : یہ بہت اہتمام سے لکھا ہوا نسخہ ہے - کاتب مجموعی طور پر محتاط ہے - کتابت کی غلطیاں ملتی ہیں مگر کم - اس کے متن میں مطبوعہ اور قلمی نسخوں کے مقابلے پر خاصا اختلاف پایا جاتا ہے - مخطوطہ نمبر ۱۵۰ کا آغاز جن اشعار سے ہوتا ہے ، وہ اور ان کے بعد کے کچھ اشعار اس نسخے میں نہیں ہیں -

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱۵۰ -

● ● ●

۱۵۴

شمع و پروانہ [۵]

عبرت و عشرت

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو ، کراچی ۔

نمبر : قا ۲۳۳/۳

سائز : $\frac{1}{2}$۲۲ × $\frac{1}{2}$۱۴ س م

اوراق : ۱۳۵

سطور : ۱۴

سالِ تصنیف : رک : مخطوطہ نمبر ۱۵۰

زمانۂ کتابت: قبل ۱۴ شعبان ، ۱۲۵۷ھ [م : یکم اکتوبر ، ۱۸۴۱ء] تفصیل کے لیے رک : خصوصیات ۔

خط : نستعلیق ، شکستہ مائل ، معمولی ۔

کیفیت : متن ورق ۱ ، ب سے شروع ہوتا ہے ۔ یہ ورق خاصا خستہ و بوسیدہ ہے ۔ اس کے دونوں طرف بٹر پیپر لگایا گیا ہے ۔ اس کے بعد کے چار اوراق کی پیوندکاری کی گئی ہے ۔ مخطوطہ کہیں کہیں سے آب رسیدہ ہے اور معمولی طور پر کیرم خوردہ بھی ہے ، لیکن اس سے متن کو کوئی نقصان نہیں پہنچا ۔ کاغذ باریک ، چکنا ، سفید ہے ۔ ورق ۱۸ ، الف تک ہر صفحے پر سرخ جدولیں اور ورق ۶۱ ، ب تک سیاہ جدولیں ہیں ۔ اس کے بعد کے اوراق پر جدولیں نہیں ہیں ۔

ورق ۱۲۴ ، الف اور ۱۲۵ ، الف سادہ ہیں - یہ سہو
ہے ، کیونکہ ورق ۱۲۳ ، ب اور ۱۲۵ ، ب کا متن
ہے اور کوئی شعر کم نہیں ہے - عنوانات اور ان سے
اشعار سرخ روشنائی سے ہیں - ترقیمے کے لیجے مندرج
اندراج ملتا ہے :

''یک نظر سوئے منِ غم خوار کُن (کذا)
چارۂ کار منِ بے چارہ کُن
شیخ حیدر فاروقی
تاجر کتب ارنگ (کذا) آباد
روز یک شنبہ بماہ ربیع الثانی بتاریخ ۲۷ ، ۳۰

لکھنے والے نے اپنا نام بطرزِ طغریٰ لکھا ہے -
جزو ثانی (حیدر) صحیح طور پر پڑھنے میں نہیں آتا -

آغاز : ''جیسے وہ عشق کے دریاء پُر طوفاں میں لاتا ہے
حباب آسا اوسے دم مارنا مشکل ہو جاتا ہے

کشش سے دل کی جو یاں آہ نکلی
بشکلِ مدِّ بسم اللہ نکلی
رگِ بسمل تلک تو دیکھ جاکر
نکلتی ہے صدا اللہ اکبر
کرے ہے آہ جس دم جان انگاہ
معاً نکلے ہے اوس کے منہ سے اللہ
جہاں میں جو کوئی ہے ہوش پرداز
شکستہ شیشے کی سمجھے ہے آواز''

اختتام : مطابق مخطوطہ نمبر ۱۵۰ (آخری پانچ شعر) بہ ا

ذیل :

شعر ۳ - مصرع ۱ : زیرِ نظر نسخے میں ''لکھ
بجائے ''لکھی یہ''

شعر ۴ - مصرع ۲ : کوئی تاریخ بھی کہہ اس کی خ

ترقیمہ : ''الحمد للہ والمنہ کہ کتاب بوقت احسن اللہ غفراللہ بتاریخ چہاردہم شعبان المعظم، سنہ ۱۲۵۷ ہجری - بر مکان سیج خانہ تحریر ارقام یافت :

نوشتہ بماند سیہ بر سفید
نویسند (کذا) را نیست فردا امید
ہرکہ خواند دعا طمع دارم
زانکہ من بندۂ گنہ گارم
الٰہی بیامرز خوانندہ را
عفوکن گناہِ نویسندہ را''

خصوصیات : ترقیمہ کاتبِ مخطوطہ کے قلم سے نہیں ہے کسی شخص نے بعد میں سرخ روشنائی سے لکھا ہے - ترقیمے کے نیچے کسی دوسرے شخص کی عبارت کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے - اس عبارت کے نیچے کسی تیسرے شخص نے یہ عبارت اضافہ کی ہے :

''کاتب الحروف کمین کمترین نیاز مند محمد
ولی الدین ساکن بردالو . . .''

آگے کے حروف جلد سازی میں کٹ گئے ہیں - محمد ولی الدین کا خط متن کے خط سے مختلف ہے - اس لیے وہ اس مخطوطے کا کاتب نہیں ہو سکتا - چونکہ ترقیمہ اور اس بعد کی تحریر کاتب مخطوطہ کے قلم سے نہیں ہے اس لیے ۱۴ شعبان ۱۲۵۷ھ کو تاریخ ختمِ کتابت نہیں مانا جا سکتا - مخطوطے کی کتابت اس تاریخ سے کچھ عرصہ پہلے مکمل ہوئی ہوگی - کاغذ و کتابت سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مخطوطہ تیرھویں صدی ہجری کے ربع دوم کا ہے -

مخطوطہ نمبر ۱۵۰ کا آغاز جن اشعار سے ہوتا ہے وہ زیرِ نظر مخطوطے میں نہیں ہیں -

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱۵۰ -

● ● ●

۱۵۵

جواہرِ معانی

محمد فیاض خان فیاض

کتب خانہ : ڈاکٹر یونس حسنی ، شعبۂ اردو ، کراچی یونی ورسٹی ، کراچی -

سائز : ۲۵×۱۶ س م

اوراق : ۱۲۱

سطور : ۱۵

زمانۂ تصنیف: یہ مثنوی ٹونک کے نواب وزیر الدولہ کے عہد (۱۲۵۰ھ/ ۱۸۳۴ء تا ۱۲۸۰ھ/۱۸۶۴ء) میں لکھی گئی تھی -

زمانۂ کتابت: تیرھویں صدی ہجری کا ربع آخر (قیاساً)

خط : نستعلیق ، معمولی -

کیفیت : مخطوطہ ناقص الآخر ہے - کاغذ دیسی ، دبیز ، زردی مائل - عنوانات سرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں جو فارسی میں ہیں - ورق ۱ ، الف سادہ ہے لیکن اوپر کے بائیں کونے میں کاتبِ متن کے قلم سے یہ عبارت لکھی ہے - ''کتاب جواہر معانی در بیان داستان حضرت سلیمان و بلقیس ملکہ'' - صفحات پر نیلی روشنائی سے نمبر شمار درج کیے گئے ہیں جو ورق ۱ ، ب سے شروع ہوتے ہیں - ورق ۱۲۱ ، ب پر نمبر ۲۴۱ درج ہے -

آغاز : "کہاں اے گہر ریز معنی نگار
عطارد رقم منشیٔ نام دار
تراش ایک (کذا) قلم خط ریحان نگار
کہ ہر حرف میں جس کے ہو لالہ زار
بنا روشنائی مشک اور گلاب
بنیں حرف جس کے بصد آب و تاب
رخ روشن کاغذ ژالہ رنگ
نگاریں کر آہار سے لالہ رنگ
خیابان روش کر زر افشاں تمام
حسد بخش صحن فلک وقت شام"

اختتام : غریونـد مانند شیر ژیان
تنومند جیوں پیل کوہ کلاں
جو کھینچے نہنگ بلا تیز دم
تو مر زندہ دل ہوئے شیر دژم
گریزاں ہو ہیبت سے دیو سپید
مرے دم سے پولاد غندی و بید
بزور اور تواں رستم نامدار
بروئیں تنی شاہ اسفندیار
گہر ریز جیوں ابر بہمن مدام
بھرے سیم اور زر سے دامن مدام"

مندرجات : اس مثنوی میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی داستان حیات بیان کی گئی ہے ۔ اس ناقص الآخر نسخے میں حضرت سلیمان کے ، پیدائش سے لے کر مسجد اقصیٰ کی تعمیر تک کے حالات لکھے گئے ہیں ۔ کل بیس ابواب ہیں ۔ ان میں سے چھ باب (۹ تا ۱۴) ملکۂ بلقیس کے تعلق سے ہیں ۔ مثنوی کی ابتدا حمد ، نعت اور منقبت اصحاب کرام سے ہوتی ہے ۔ ورق ۱۲ ، ب سے مولانا غلام جیلانی کی مدح ہے جس کا عنوان یہ ہے : "در مدح جناب سیدی و سندی مخدومی و مرشدی مولانا غلام جیلانی صاحب زاد اللہ رشدھم و مجدھم" ۔ مدح کے

اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا غلام جیلانی کا اصل وطن بیلاس پور تھا ، اور ٹونک کے نواب محمد وزیرالدولہ[1] ان کے مرید تھے - ورق ۱۷ ، الف سے نواب مذکور کی مدح شروع ہوتی ہے ، اس کا عنوان ہے: "مدح نواب والا جناب ، گوہرکان تعظیم و توقیر و فرہنگ ، نواب محمد وزیرالدولہ بہادر نصرت جنگ دام اقبالہ" - ورق ۲۰ ، الف سے اصل داستان شروع ہوتی ہے -

مخطوطے کے آخر کے چھ یا سات اوراق ضائع ہوئے ہیں - حافظ احمد علی شوق نے اشعار کی تعداد ۳۷۵۲ لکھی ہے - زیر نظر مخطوطے میں تقریباً ۳۶۰۰ شعر ہیں -

مطبوعہ نسخے: حافظ احمد علی شوق کی اطلاع کے مطابق یہ مثنوی شائع ہو چکی ہے - (کاملان رامپور ، ص ۳۶۸) - کب اور کہاں سے شائع ہوئی ، اس کا علم نہیں ہو سکا -

مصنّف : محمد فیاض خاں فیاض ، مولوی عبداللہ اخوند کے بیٹے اور مولوی بشارت اللہ کے پوتے تھے - رام پور کے قصبہ بلاس پور میں پیدا ہوئے - ابتدائی تعلیم مولوی حفیظ اللہ سے حاصل کی ، بعد میں مولانا فضل حق خیر آبادی اور مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی کی شاگردی اختیار کی - فیاض ، مولانا غلام جیلانی (جن کا ذکر اوپر آیا ہے) کے مرید خاص تھے - نواب وزیر الدولہ کے عہد میں فیاض ٹونک میں بہ عہدۂ وکالت ملازم تھے - تاریخ وفات ۲۵ رجب ، ۱۲۷۲ھ [م : یکم اپریل ، ۱۸۵۶ء] ہے - وفات کے وقت عمر ۴۶ برس کی تھی - رامپور میں قلاش خاں کی مسجد کے قریب کے قبرستان میں دفن ہوئے - (کاملان رامپور ، ص ۳۶۷)

۱- نواب وزیر محمد خاں عرف وزیر الدولہ ۱۲۵۰ھ/۱۸۳۴ء میں مسند نشین ہوئے اور ۱۶ محرم ، ۱۲۸۱ھ/۲۸ جون ، ۱۸۶۴ء کو انتقال کیا - (تاریخ راجگان ہند موسوم بہ وقائع راجستھان ، از مولوی نجم الغنی رام پوری ، لکھنؤ ، ۱۹۲۷ء ، دوم ، صص ۲۳۱ - ۲۳۰)

امیر مینائی نے سالِ وفات ۱۲۷۳ھ لکھا ہے اور وفات کے وقت عمر ۵۴ برس بتائی ہے (انتخاب، دوم، ص ۲۹۷)۔ شوق کا بیان قابلِ ترجیح ہے کیونکہ فیاض کے بارے میں تمام تفصیلات اُنھیں فیاض کے بیٹے حکیم محمد یوسف خاں نے فراہم کی تھیں۔

فیاض کے بارے میں امیر مینائی لکھتے ہیں: ''یہ بزرگ حافظِ قرآن، قاریٔ خوش خوان تھے۔ نہایت نیک نہاد، بڑے ذی استعداد و ضبطِ اوقات سے زمرۂ اہل اللہ میں داخل، طب میں دستگاہِ کامل۔ سیّد مولوی محمد علی متوطن ٹونک سے تلمّذ تھا'' ۔ (انتخاب یادگار، دوم، ص ۲۹۷)

شوق نے حکیم محمد یوسف خاں کے حوالے سے فیاض کی تقریباً دو درجن تصنیفات کے نام گنوائے ہیں۔ یہ کتابیں نثر و نظم دونوں میں ہیں اور مذہب، ادب، طب اور قانون وغیرہ سے متعلق ہیں۔

● ● ●

۱۵٦

دریائے عشق [۱]

میر تقی میر

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی ۔
نمبر : ۱۹٦۱ - ۱۳۰۸
سائز : ۲۵ × ½۱۷ س م
اوراق : ۱۰
سطور : ۱۴
کاتب : محمد عنایت الدین حیدر عرف محمد رجب علی ۔
تاریخِ کتابت : ۲۵ شوال ، ۱۲٦۸ھ/۱۳ اگست ، ۱۸۵۲ء
خط : نستعلیق ، معمولی ۔
مہر : ترقیمے کے نیچے ''رجب علی ۱۲٦۱ھ'' کی مہر ہے ۔
کیفیت : کاغذ دبیز ، مٹیالا ۔ ورق ۱۰ ، ب پر خوش خط انگریزی میں ''رجب علی'' لکھا ہے ۔ ہر مصرعے کے شروع اور آخر میں سرخ روشنائی سے چار نقطے (::) ڈالے گئے ہیں ۔ ہر مصرعے کے دو دو تین تین الفاظ پر سرخ روشنائی سے خط کھینچے گئے ہیں ۔ مثنوی کے آغاز سے پہلے مندرجہ ذیل عبارت بطور عنوان ہے :

''یا فتاح
اوّل مثنوی میر تقی مرحوم المسمّٰی دریاہ عشق''

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مخطوطہ کسی مجموعے سے الگ کیا گیا ہے۔

آغاز : "عشق ہے تازہ کار و تازہ خیال
ہر جگہ اوس کی ایک نئی ہے چال
کہیں آنکھوں سے خون ہو کے بہا
کہیں سر میں جنوں ہو کے رہا
دل میں جا کر کہیں تو درد ہوا
کہیں سینے میں آہ سرد ہوا
کہیں رونا ہوا ندامت کا
کہیں ہنسنا ہوا جراحت کا
گہ نمک اوس کو داغ کا پایا
گہ پتنگا چراغ کا پایا"

اختتام : "حیرت کار عشق سے مردم
شکل تصویر آپ سے تھے گم
میر اب شاعری تو[1] کر موقوف
عشق ہے ایک فتنۂ معروف
قدرت اپنی جہاں دکھاتا ہے
اوس سے جو تو کہے سو آتا ہے
کتنی وسعت ترے بیاں میں ہے
کتنی طاقت تری زباں میں ہے
لب پر اب مہر خامشی بہتر
یاں سخن کی فرامشی بہتر"

ترقیمہ : "الحمدللہ توفیقہ کہ مثنوی دریائے عشق از تصنیفات میر تقی مرحوم بتاریخ بست پنجم شہر شوال، ۱۲۶۸ھ بروز جمعہ مطابق ۱۳ اگست، ۱۸۵۲ء بتحریر درآمد۔ تم تم تمام شد۔ بخط خام خاکسار فقیر گنہ گار فدویت آگیں محمد عنایت الدین حیدر عرف محمد رجب علی ساکن قصبہ

۱۔ کلیات مطبوعہ مرتبہ آسی : کو

کیرت پور ضلع بجنور حال وارد شہر اکبر آباد بمحلہ نیل مدوی ۔ فقط'' ۔

مندرجات : ۲۶۵ شعروں کی اس مثنوی میں ایک عشقیہ قصّہ بیان کیا گیا ہے ۔ ایک جوان ، ایک مہ پارہ کو دیکھ کر اس پر عاشق ہو جاتا ہے ۔ اس عشق کا لڑکی کے اقربا کو پتہ چلتا ہے تو وہ اس جوان سے چھٹکارا حاصل کرنے کی ترکیبیں سوچتے ہیں ، اور رسوائی سے بچنے کے لیے لڑکی کو ایک عزیز کے گھر دریا پار بھیج دیتے ہیں ۔ ایک دایہ لڑکی کو ساتھ لے کر محافے میں سوار ہو کر نکلتی ہے ۔ جوان کو بھی معلوم ہو گیا اور وہ محافے کے ساتھ ساتھ فریاد و فغاں کرتا ہوا چلنے لگا ۔ دایہ نے جو یہ شور سنا تو اس نے جوان کو ختم کرنے کی ایک ترکیب سوچی اور اسے بلا کر ساتھ چلنے کی خوش خبری سنائی ۔ جوان محافے کے ساتھ ساتھ دریا تک پہنچا ۔ دایہ نے اسے بھی کشتی میں بٹھا لیا ۔ جب کشتی دریا کے درمیان پہنچی تو دایہ نے لڑکی کی پاپوش دریا میں پھینک دی اور جوان سے کہا کہ اگر تجھ میں غیرتِ عشق ہے تو اسے نکال کر لا ۔ جوان فوراً دریا میں کود پڑا اور ڈوب گیا ۔ دایہ لڑکی کو لے کر دوسرے کنارے پر اُتر گئی ۔ ایک ہفتے بعد دایہ لڑکی کے ساتھ واپس ہوئی ۔ کشتی جب دریا کے درمیان اُسی جگہ پہنچی ، جہاں جوان ڈوبا تھا ، لڑکی نے دریا میں چھلانگ لگا دی ۔ لڑکی کی تلاش کی گئی تو اس کی لاش کے ساتھ جوان کی لاش بھی ملی ، دونوں لاشیں ہم آغوش تھیں ۔

دیگر نسخے : انڈیا آفس لندن میں اس مثنوی کے پانچ نسخے ہیں :

۱- فہرست نمبر ٦٦ ۔ یہ نسخہ ایک بیاض میں (ورق ۵۹ ، الف تا ۷۰ ب) شامل ہے ۔ بیاض کا سائز $۸\frac{۱}{۲} \times ۳\frac{۱}{۲}$" ہے ۔ سطور ۸ تا ۱۱ ۔ دو کالمی ۔ خط نستعلیق ۔ انیسویں صدی عیسوی کا مکتوبہ ۔ (انڈیا آفس ، ہندوستانی ، صص ۳۱-۳۰)

۲- فہرست نمبر ۹۳ - یہ نسخہ ایک مجموعے میں شامل ہے (ورق ۵۳ تا ۶۲) - سائز ۹ × ۶ ۱/۲" - سطور ۱۱ تا ۱۳ - خط نستعلیق - انیسویں صدی عیسوی کا مکتوبہ - (انڈیا آفس ، ہندوستانی ، صص ۳۸ - ۴۷)

۳- فہرست نمبر ۲۲۲ - یہ نسخہ بھی ایک مجموعے میں (ورق ۲۹ ، الف تا ۳۸ ، الف) شامل ہے - سائز ۸ ۱/۲ × ۶" - سطور ۱۱ تا ۱۵ - خط نستعلیق - انیسویں صدی عیسوی کا مکتوبہ - ترقیمے میں اس کا نام "گلزار ارم" لکھا ہے - (انڈیا آفس ، ہندوستانی ، صص ۱۲۱ - ۱۲۰)

۴- فہرست نمبر ۲۲۵ - یہ نسخہ بھی ایک مجموعے میں (ورق ۳۰ ، ب تا ۴۳ ب) شامل ہے - سائز ۱۱ × ۶ ۳/۴" - عمدہ نستعلیق - ہر صفحے پر چار ترچھے کالم ، ہر کالم میں ۱۴ سطریں - تاریخ کتابت ۲۴ ذی الحجہ ، ۱۲۳۸ھ (م : ۱۸۲۳ء) - (انڈیا آفس ، ہندوستانی ، صص ۱۲۴ - ۱۲۳)

۵- فہرست نمبر ۲۲۶ - یہ نسخہ بھی ایک مجموعے میں (ورق ۳۴ تا ورق ۵۲) شامل ہے - سائز ۸ ۱/۲ × ۵ ۱/۲" - شکستہ آمیز - ہر صفحے پر تین کالم - انیسویں صدی عیسوی کا مکتوبہ - (انڈیا آفس ، ہندوستانی ، صص ۱۲۴ - ۱۲۳)

کتب خانۂ سالار جنگ ، حیدر آباد دکن میں اس مثنوی کے چار نسخے ہیں :

۶- فہرست نمبر ۸۳۸ - لائبریری نمبر ۳۰۳ - سائز ۸ ۱/۲ × ۵ ۱/۲"- صفحات ۱۹ - سطور ۱۵ - خط نستعلیق ، شکستہ مائل - ترقیمہ : "تمت تمام شد ، کارمن نظام شد ، بتاریخ نوازدہم شہر ربیع الاول ، ۱۲۵۹ھ بروز پنج شنبہ ، بہ اتمام رسید من ید میر حبیب علی" - (سالار جنگ ، صص ۶۲ - ۶۶۳)

۷- فہرست نمبر ۸۲۹ - لائبریری نمبر ۵۵۱ - سائز ۸ × ۵"۔ صفحات ۳۶ - سطور ۱۱ - خط نستعلیق - ترقیمہ : "بتاریخ ہیجدہم ماہ ربیع الاول ، ۱۲۴۲ھ روز شنبہ تمام شد" - (سالار جنگ ، ص ۶۶۳)

۸- فہرست نمبر ۸۳۰ - لائبریری نمبر ۵۵۷ - سائز ۷½ × ۴½"۔ صفحات ۲۰ - سطور ۱۳ - خط نستعلیق - ترقیمہ : "این نسخہ سندی فتنہ خبر . . . (کذا) من تصنیف میر صاحب کاشف اسرار خفی ، میر تقی ، بتاریخ پنجم جمادی الثانی روز جمعہ ۱۲۱۵ھ" - (سالار جنگ ، ص ۶۶۳)

یہ نسخہ اس اعتبار سے اہم ہے کہ میر صاحب کی زندگی کا مکتوبہ ہے -

۹- فہرست نمبر ۸۳۱ - لائبریری نمبر ۶۲۸ - سائز ۷ × ۴½"۔ صفحات ۲۱ - سطور ۱۱ - خط نستعلیق - ترقیمہ : "کتاب دریائے عشق بتاریخ ہیجدہم ماہ ربیع الاول ، ۱۲۷۶ھ نبوی روز یک شنبہ - از دست محمد ضیاء الدین بن محمد غوث عفی اللہ عنہما بوقت دوپہر اتمام رسید" -۔(سالار جنگ ، ص ۶۶۵)

۱۰- **نسخہ کتب خانہ خدا بخش ، بانکی پور ، پٹنہ :**

فہرست نمبر ۱۱۷ - پروگریس نمبر ۳۱۵۳۱ - اوراق ۸ - سطور ۱۷ - خط نستعلیق - سال کتابت ۱۲۶۰ھ - کاتب ، نیاز حسین - (بانکی پور ، ص ۱۳)

صولت پبلک لائبریری ، رام پور میں اس مثنوی کے دو نسخے ہیں :

۱۱- فہرست نمبر ۵۸۵ - اوراق ۸ - کاتب ، انعام اللہ خاں - تیرھویں صدی ہجری کا مکتوبہ - (صولت ، ص دوم ، ضمیمہ)

۱۲- فہرست نمبر ۵۸۶ - اوراق ۱۰ - تیرھویں صدی کا مکتوبہ - (صولت ، ص دوم ، ضمیمہ)

۱۳- نسخۂ کتب خانۂ الاصلاح ، دیسنہ :

یہ نسخہ ایک مجموعے (سائز ۹ × ۵" - سالِ کتابت ۱۲۱۹ھ) میں ہے - (الاصلاح ، ص ۸۳) - کتب خانۂ الاصلاح اب کتب خانۂ خدا بخش ، بانکی پور میں شامل ہے -

۱۴- نسخۂ کتب خانۂ آصفیہ ، حیدر آباد دکن :

فہرست نمبر ۲۲۸ - لائبریری نمبر "مثنوی ۵۴۴ جدید" - یہ نسخہ ایک مجموعے میں شامل ہے جو ۱۲۷۸ھ کا مکتوبہ ہے - (آصفیہ ، اول ، صص ۶ - ۱۰۵)

۱۵- نسخۂ بنارس یونی ورسٹی لائبریری[1] :

لائبریری نمبر ۳ - U. IX/۵۴ - (نوادر بنارس ، اُردو ، ص ۷۰)

۱۶- نسخۂ انجمن ترقی اُردو ہند :

اس کتب خانے میں مثنویاتِ میر کا ایک نسخہ ہے جس میں "دریائے عشق" شامل ہے - یہ مخطوطہ نصیرالدین حیدر کے عہد میں ۱۲۵۱ھ میں لکھا گیا تھا - (اُردو مثنوی ، گیان چند ، ص ۲۰۷)

۱۷-۱۸- رک : مخطوطہ نمبر ۱۵۷ ، ۱۵۸ -

مطبوعہ نسخے: کلیاتِ میر پہلی مرتبہ فورٹ ولیم کالج کی طرف سے اور ہندوستانی چھاپے خانے کلکتہ میں ۱۲۲۶ھ (م : ۱۸۱۱ء) میں طبع ہوا تھا - اس میں مثنوی دریائے عشق شامل ہے - بعد میں کلیات کے جتنے نسخے بھی شائع ہوئے ، ان سب میں یہ مثنوی شامل کی گئی - "انتخابِ مثنویاتِ میر" از شاہ محمد سلیمان (بدایوں ، ۱۹۳۰ء) میں بھی اس مثنوی کا بڑا

۱- بنارس یونی ورسٹی میں "مثنویاتِ میر" کا بھی ایک مخطوطہ ہے (نمبر ۴-U.V/۱۴۱) - ممکن ہے اس میں بھی "دریائے عشق" شامل ہو -

حصہ (۲۰۱ شعر) شامل ہے ۔ علیحدہ طور پر مثنوی پہلی بار لندن سے ۱۸۲۰ء میں شائع ہوئی ۔ یہ ایڈیشن جسے کارمائیکل اسمتھ Carmichael Smyth نے مرتّب کیا تھا ، ''شعلہ عشق'' کے نام سے چھپا تھا ۔ مرتب نے اس پر ایک صفحے کا دیباچہ بزبان انگریزی لکھا تھا ۔ اس ایڈیشن میں مثنوی کا متن پہلے رومن رسم الخط میں اور پھر اُردو رسم الخط میں ہے ۔ (مثنوی دریائے عشق ، مرتبہ کارمائیکل اسمتھ ، مقالہ از عطا الرحمٰن عطا کاکوی ، معاصر پٹنہ ، حصہ ۳)

اس مثنوی کا متن مندرجہ ذیل دو کتابوں میں بھی شامل ہے :

۱۔ بحرالمحبت اور دریائے عشق ۔ مرتّبہ عبدالرؤف عروج ، کراچی ، ۱۹۶۱ء ۔

۲۔ دریائے عشق اور بحرالمحبت کا تقابلی مطالعہ ۔ از ڈاکٹر فرمان فتح پوری ، لاہور ، ۱۹۷۲ء ۔

مصنّف : میر کا خاندان حجاز سے آ کر آگرے میں آباد ہو گیا تھا ۔ ان کے والد کا نام محمد علی اور خطاب علی متقی تھا ۔ محمد علی کی دو بیویاں تھیں ۔ پہلی بیوی خان آرزو کی بہن تھیں ۔ دوسری میر کی والدہ تھیں ۔ میر آگرے میں ۱۱۳۵ھ کے آخر (۱۷۲۳ء) میں پیدا ہوئے ۔ گیارہ برس کے تھے کہ ان کے والد کا انتقال ہوگیا اور انھیں معاش کی فکر ہوئی ۔ وہ دہلی چلے آئے جہاں صمصام الدولہ نے ان کا ایک روپیہ روزینہ مقرر کر دیا ۔ یہ روزینہ انھیں صمصام الدولہ کی وفات ۱۱۵۱ھ (۱۷۳۹ء) تک ملتا رہا ۔ میر دہلی سے آگرے واپس آئے اور سترہ برس کی عمر میں ۱۱۵۲ھ (۱۷۳۹ - ۴۰ء) میں دوبارہ دہلی گئے ، اور خان آرزو کے ہاں مقیم ہوئے ۔ میر کے سوتیلے بھائی حافظ محمد حسن نے خان آرزو کو لکھا کہ میر فتنۂ روزگار ہے ، دوستی کے پردے میں اسے ختم کر دینا چاہیے ۔ اس کے بعد میر سے خان آرزو کا سلوک

اچھا نہ رہا جس کے نتیجے میں میر پر وحشت اور جنون کی کیفیت طاری ہوگئی ۔ کچھ دنوں بیمار رہے اور آخر صحت یاب ہوئے ۔

میر نے سعادت امروہوی کی ترغیب سے ریختہ گوئی شروع کی اور کچھ عرصے میں ان کا شمار مستند شعرا میں ہونے لگا ۔

دہلی میں قیام کے دوران میر نے رعایت خاں پسر ظہیرالدولہ عظیم اللہ خاں اور جاوید خاں خواجہ سرا کے ہاں ملازمت کی ۔ اوّل الذکر کی ملازمت اپنی نازک مزاجی کی وجہ سے چھوڑی ، اور ثانی الذکر کے قتل ہو جانے کی وجہ سے بےروزگاری کی نوبت آئی ۔ خان آرزو کی وفات (۱۱۶۹ھ / ۱۷۵۶ء) کے چند ماہ بعد راجہ جگل کشور کے توسط سے میر نے راجہ ناگرمل کے ہاں نوکری کر لی اور کمبھیر میں قیام کیا ۔ اسی ملازمت کے سلسلے میں میر دو مرتبہ آگرہ گئے ۔ شعبان ۱۱۸۵ھ/نومبر ، ۱۷۷۱ء میں میر پھر دہلی آ گئے ۔ اور راجہ ناگر مل کی ملازمت سے علیحدگی اختیار کر لی ۔ ۱۱۹۶ھ (م : ۸۲-۱۷۸۱ء) کے شروع میں آصف الدولہ کے بلانے پر لکھنؤ روانہ ہوئے ۔ وہاں پہنچ کر آصف الدولہ کے ملازموں میں شامل ہوگئے ۔ ماہانہ تنخواہ دو سو روپے مقرر ہوئی ۔ آصف الدولہ کے عہد تک یہ تنخواہ ملتی رہی ، لیکن سعادت علی خاں کے عہد میں بند ہو گئی ۔ میر کا انتقال لکھنؤ میں ۲۰ شعبان ، ۱۲۲۵ھ (۲۰ ستمبر ، ۱۸۱۰ء) کو ہوا ۔ (ماخوذ از : میر کے حالاتِ زندگی ، قاضی عبدالودود ، دلّی کالج میگزین ، میر نمبر ، ۱۹۶۲ء)

میر کی تصانیف :

(۱) کلیاتِ اُردو ۔ اس میں غزلیات کے چھ دیوان اور ۳۶ مثنویات ہیں ۔ ان کے علاوہ قصائد ، رباعیات ، مخمّسات ، قطعات اور دیگر اصنافِ سخن بھی ہیں ۔ کلیاتِ میر ، مرتّبہ عبدالباری ، آسی ، نول کشور ، لکھنؤ ، ۱۹۴۰ء میں جو کلام

شامل ہے ، اس کے علاوہ بھی کلام دستیاب ہوا ہے جو مختلف رسائل میں شائع ہو چکا ہے - (۲) نکات الشعرا ، (۳) ذکر میر ، (۴) فیض میر ، (۵) مجموعہ مراثی ، (۶) دیوان فارسی (مقدمہ کلیات میر ، بحوالہ بالا ، صص ۵۲ - ۵۱)

مآخذ : میر کا ذکر تمام ادبی تاریخوں اور تذکروں میں ہے نیز بے شمار مقالات بھی لکھے گئے ہیں - ان سب کا حوالہ دینا ممکن نہیں - یہاں صرف تذکروں اور میر سے متعلق خاص خاص کتابوں کے حوالے دیے جا رہے ہیں :

(۱) نکات ، ۱۵۴ - (۲) ریختہ گویاں ، ۱۳۷ - (۳) مخزن ، ۱۲۱ - (۴) چمنستان ، ۲۶۱ - (۵) طبقات ، ۲۰۶ - (۶) عقد ، ۵۳ - (۷) شعرائے اُردو ، ۱۵۰ - (۸) شورش ، دوم ، ۲۹۰ - (۹) مسرت ، ۱۹۹ - (۱۰) گلزار ، ۳۷۳ - (۱۱) گلشن سخن ، ۲۰۵ - (۱۲) ہندی ، ۲۰۴ - (۱۳) عیار ، ۷۲۵ - (۱۴) حیدری ، ۸۳ - (۱۵) عشقی ، دوم ، ۱۸۱ - (۱۶) گلشن ہند ، ۱۵۲ - (۱۷) عمدہ ، ۵۵۳ - (۱۸) سفینہ ، ۲۰۵ - (۱۹) مجمع ، ۱۳۰ - (۲۰) مجموعہ ، دوم ، ۲۲۹ - (۲۱) دیوان ، ۲۱۵ - (۲۲) مرقع ، ۱۴ - (۲۳) ابن طوفان ، ۱ و بمدد اشاریہ - (۲۴) دستور ، ۲۲ - (۲۵) گلشن ، ۲۱۰ - (۲۶) انتخاب ، ۹۹ - (۲۷) نازنیناں ، ۳۶ - (۲۸) گلستان ، ۲۲۶ - (۲۹) خوش معرکہ ، اول ، ۱۳۹ - (۳۰) شعرائے ہند ، ۱۱۵ - (۳۱) سراپا سخن ، ۲۶ ، ۱۱۴ (۳۲) بہار ، ۳۰۶ - (۳۳) سخن شعرا ، ۴۷۹ - (۳۴) نادر ، ۱۵۴ - (۳۵) شمیم ، اول ، ۲۶ - (۳۶) طور ، ۱۰۲ - (۳۷) بزم ، ۱۰۹ - (۳۸) آب حیات ۲۰۲ - (۳۹) جلوہ ، اول ، ۱۱۸ - (۴۰) میر تقی میر ، حیات اور شاعری ، ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی ، علی گڑھ ، ۱۹۵۴ء (۴۱) تبصرہ بر "میر تقی میر ، حیات اور شاعری" از قاضی

عبدالودود ، مشمولہ عیارستان ، پٹنہ ، ۱۹۵۷ء - (۴۲) نقد میر ، ڈاکٹر سید عبداللہ ، لاہور ، ۱۹۵۸ء - (۴۳) افکار میر ، مرتبہ ایم حبیب خان ، علی گڑھ ، ۱۹۶۷ء - (۴۴) تلامذۂ میر ، امداد صابری ، راولپنڈی ، ۱۹۶۵ء - (۴۵) مقدمہ ، انتخاب کلام میر ، عبدالحق ، کراچی ، ۱۹۵۰ء (طبع ششم) - (۴۶) مقدمہ ، انتخاب مثنویات میر ، از شاہ محمد سلیمان ، بدایوں ، ۱۹۳۰ء - (۴۷) مثنویات میر بخط میر ، مرتبہ رام بابو سکسینہ ، دہلی ، ۱۹۵۶ء - (۴۸) رسالہ ''ساقی'' ، کراچی ، میر نمبر ، ستمبر ، ۱۹۵۸ء - (۴۹) دلّی کالج اُردو میگزین ، میر نمبر ، دہلی ، ۱۹۶۲ء - (۵۰) کاشف ، دوم ، ۱۱۴ ، ۳۲۸ - (۵۱) میر حسن ، ۱۵۱ - (۵۲) بیاضیں ، ۹۱ - (۵۳) گارسیں دتاسی ، دوم ، ۳۰۵ - (۵۴) دل کشا ، دوم ، ۶۲ - (۵۵) ارمغان ، ۱۰۱ - (۵۶) مقالات ، ۹۱ - (۵۷) معرکہ ، ۲۶۲ - (۵۸) بیاض ، ۲۵ -

● ● ●

۱۵۷

دریائے عشق [۲]

میر تقی میر

کتب خانہ : قومی عجائب گھر، کراچی۔

نمبر : ۱۰-۱۳-۱۹۶۱ء

سائز : $21\frac{1}{2} \times 15\frac{1}{2}$ س م

اوراق : ۱۰

سطور : ۱۲

زمانۂ کتابت: تیرھویں صدی ہجری کا ربع آخر (قیاساً)

خط : نستعلیق، معمولی۔

کیفیت : یہ مثنوی، ایک اور مثنوی ''اظہارِ عشق'' مصنفہ احمد کے ساتھ ایک مجموعے میں شامل ہے۔ مخطوطے کی کیفیت کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱۱۹۔

آغاز :

''کہیں آنسو کی یہ سرایت ہے
کہیں یہ خوں چکاں حکایت ہے
تھا کسو دل میں نالۂ جاں کاہ
ہے کسو لب پہ مضطرب کی آہ[۱]

۱- کلیاتِ مطبوعہ، مرتبہ آسی : ہے کسو لب پہ ناتواں اک آہ

تھا کسو کی پلک کی نمناکی
ہے کہیں[1] خاطروں کی غمناکی
کہیں باعث ہے دل کی تنگی کا
کہیں موجب شکستہ رنگی کا
کہیں اندوہِ جان آگہ تھا
سوزش سینہ ایک جاگہ تھا"

اختتام : "میر اب شاعری کو کر موقوف
عشق ہے ایک فتنہ معروف
[2]اپنی قدرت جہاں دیکھاتا (کذا) ہے
اس سے جو جو[3] کہے سو آتا ہے
کتنی قدرت تری زبان میں ہے
کتنی وسعت ترے بیان میں ہے[4]
لب پر اب مہر خاموشی (کذا) بہتر
یاں سخن سے فراموشی (کذا) بہتر"

خصوصیات : مثنوی کے ابتدائی چھ شعر مخطوطے میں نہیں ہیں ۔ کسی وجہ سے کاتب نے یہ شعر نہیں لکھے ۔ ساتویں شعر سے مخطوطے کا آغاز ہوتا ہے ۔

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱۵٦ ۔

● ● ●

۱۔ کلیاتِ مطبوعہ ، مرتبہ آسی : کسو
۲۔ ایضاً : قدرت اپنی جہاں دکھاتا ہے
۳۔ ایضاً : تو
۴۔ ایضاً : کتنی وسعت ترے بیاں میں ہے
کتنی طاقت تری زبان میں ہے

دریائے عشق [۳]

میر تقی میر

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی -

نمبر : ۱۳/۱-۱۹۵۸ء

سائز : ۳۱ × ۱۹ س م

اوراق : ۴

سطور : ۲۷

تاریخِ کتابت : ۸ رجب ، ۱۲۷۰ھ [م : ٦ اپریل ، ۱۸۵۴ء]

خط : نستعلیق ، معمولی -

کیفیت : نسخہ آب رسیدہ ہے ، لیکن اِس سے متن کو نقصان نہیں پہنچا - ہر صفحہ پانچ کالمی ہے - اس مخطوطے کا کاتب وہی ہے جو مخطوطہ نمبر ۱۵۹ (شعلۂ عشق) کا ہے - کاغذ دبیز ، مٹیالا ہے -

آغاز : مطابق مخطوطہ نمبر ۱۵٦ -

اختتام : مطابق مخطوطہ نمبر ۱۵٦ -

ترقیمہ : ''تمام شد مثنوی میر تقی مرحوم موسوم بہ دریائے عشق بتاریخ ۸ ہشتم رجب ، ۱۲۷۰ھ بمقام الور'' -

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱۵٦ -

• • •

۱۵۹

شعلۂ عشق

میر تقی میر

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی۔

نمبر : ۱۹۵۸ء۱/۱۲

سائز : ۳۱×۱۹ س م

اوراق : ۴

سطور : ۴۲

سال کتابت : ۱۰ رجب ، ۱۲۷۰ھ [م : ۸ اپریل ، ۱۸۵۴ء]

خط : نستعلیق ، معمولی۔

کیفیت : نسخہ آب رسیدہ ہے ، لیکن اس سے متن کو نقصان نہیں پہنچا۔ ہر صفحہ پانچ کالمی ہے۔ اس مخطوطے کا کاتب وہی ہے جو مخطوطہ نمبر ۱۵۸ (دریائے عشق) کا ہے۔ دونوں مخطوطوں میں کاتب نے اپنا نام نہیں لکھا۔ ''دریائے عشق'' کی کتابت اُس نے ۸ رجب کو ختم کی تھی ، اس کے دو دن بعد زیر نظر مثنوی کی کتابت مکمل کی۔ کاغذ دبیز ، مٹیالا ہے۔

آغاز :

''محبت نے ظلمت سے کاڑھا ہے نور
نہ ہوتی محبت نہ ہوتا ظہور
محبّت مسبّب محبّت سبب
محبّت سے ہوتا ہے کار عجب[1]

۱۔ صحیح : کار عجب۔ (کلیات ، مرتبہ آسی ، ص ۸۹۰)

محبت بن اس جا نہ آیا کوئی
محبت سے خالی نہ پایا کوئی
محبت ہی اس کارخانے میں ہے
محبت سے سب کچھ زمانے میں ہے
محبت سے کس کو ہوا ہے فراغ
محبت نے کیا کیا دکھائے ہیں داغ"

اختتام : "وہ شعلہ جلاتا مجھے کاشکے
لیے ساتھ جاتا مجھے کاشکے
اگرچہ یہ قصّہ ہے حیرت فزا[1]
ولے میر یہ عشق ہے بد بلا
بہت جی جلائے ہیں اس عشق نے
بہت گھر لٹائے ہیں اس عشق نے
فسانوں سے اس کے لبالب ہے زہر[2]
جلائے ہیں اس تند آتش نے شہر
محبت نہ ہو کاش مخلوق کو
نہ چھوڑے یہ عاشق نہ معشوق کو"

ترقیمہ : "تمام شد مثنوی ثانی میر تقی مرحوم موسوم بہ شعلۂ عشق۔
مرقوم دہم رجب ، ۱۲۷۰ ہجری ، بمقام الور"۔

مندرجات : ۲۳۲ شعروں کی اس مثنوی میں پٹنہ کے ایک شخص
پرس رام اور اس کی بیوی کا قصّہ بیان کیا گیا ہے۔
پرس رام ایک خوب صورت جوان تھا ۔ اس پر ایک شخص
عاشق تھا ۔ پرس رام کی شادی ہوگئی تو اس نے اپنے
عاشق سے ملنا جلنا چھوڑ دیا ۔ ایک دن وہ عاشق کے پاس
گیا اور اُسے بتایا کہ اب اُسے ملاقات کی فرصت نہیں ہے
کیونکہ اس کی بیوی اس سے بے حد محبت کرتی ہے اور
ایک لمحے کی جدائی بھی گوارا نہیں کر سکتی ۔ عاشق نے

۱- کلیات ، مرتّبہ آسی : اگر ہے یہ قصّہ بھی حیرت فزا
۲- ایضاً : دہر (یہی درست ہے)

کہا یہ سب عورتوں کے فریب ہیں ، کوئی عورت کسی کو نہیں چاہتی ۔ عاشق نے پرس رام کی بیوی کو آزمانے کے لیے ایک آدمی کے ذریعے کہلوایا کہ پرس رام دریا میں ڈوب گیا ہے ۔ بیوی نے جب یہ بات سنی تو اسی وقت اس کا انتقال ہوگیا ۔ پرس رام کو جب بیوی کے مرنے کی خبر ملی تو وہ ہوش و حواس کھو بیٹھا ۔ ایک دن وہ دریا کی طرف نکل گیا ۔ وہاں ایک ماہی گیر اپنی بیوی کو بتا رہا تھا کہ رات کے وقت ایک شعلہ دریا کے قریب آسمان سے اُترتا ہے اور پرس رام کو پکارتا ہے ۔ پرس رام نے یہ بات سن لی ۔ دوسرے روز رات کو وہ اپنے عاشق اور ماہی گیر کو ساتھ لے کر اُس مقام پر پہنچا جہاں شعلہ آسمان سے اُترتا تھا ۔ تھوڑی دیر میں شعلہ آسمان سے اُترا ، اور پرس رام کو پکارا ۔ پرس رام اُس کی طرف بڑھا ۔ دونوں ہم آغوش ہوئے ۔ تھوڑی دیر روشنی رہی اور پھر شعلہ غائب ہوگیا ۔ پرس رام کو اس کے ساتھیوں نے بہت تلاش کیا مگر وہ کہیں نہ ملا ۔

خصوصیات : کہیں کہیں کتابت کی اغلاط ملتی ہیں ، جیسا کہ آغاز و اختتام کے اقتباسات سے واضح ہے ۔

دیگر نسخے : ۱۔ **نسخۂ انڈیا آفس ، لندن :**

فہرست نمبر ۲۲۹ ۔ یہ نسخہ ایک مجموعے میں (ورق ۶۶ تا ۷۳ ، الف) شامل ہے ۔ سائز $8\frac{1}{2} \times 5\frac{1}{2}$" ۔ شکستہ آمیز ۔ تین کالمی ۔ انیسویں صدی عیسوی کا مکتوبہ ۔ (انڈیا آفس ، اُردو ، صص ۲۵ - ۱۲۳)

۲۔ **نسخۂ صولت پبلک لائبریری ، رام پور :**

فہرست نمبر ۵۸۷ ۔ اوراق ۸ ۔ کاتب ، انعام اللہ خاں ۔ تیرھویں صدی ہجری کا مکتوبہ ۔ (صولت ، ص دوم ، ضمیمہ)

۳- نسخۂ ڈھاکا یونی ورسٹی لائبریری :

فہرست نمبر ۴۰۱ - لائبریری نمبر ڈی یو ۴۴۵ - ۳۴۴ -
یہ نسخہ ایک مجموعے میں (ورق ۲۸ ، الف تا ۳۸ ، ب) شامل ہے - اِسے کاتب شیخ عبدالرحمٰن نے شیخ کریم اللہ خاں کے لیے لکھا تھا - اس مجموعے کی تیسری مثنوی (عشق درویش از قائم چاند پوری) کا کاتب بھی شیخ عبدالرحمٰن ہے - "عشق درویش" کے ترقیمے میں "قصبہ لرام پور عرف مصطفیٰ آباد در عہد نواب احمد علی خاں" (ترجمہ از انگریزی) درج ہے - (ڈھاکا ، دوم ، ص ۴۴۸) "لرام پور" سہو کاتب ہے ، یہ دراصل رام پور ہے جسے مصطفیٰ آباد بھی کہا جاتا تھا - نواب احمد علی خاں کا عہدِ حکومت ۱۲۰۹ھ [م : ۱۷۹۴ء] سے ۱۲۵۶ھ [م : ۱۸۴۰ء] تک ہے -

۴- نسخۂ کتب خانۂ الاصلاح ، دیسنہ :

یہ نسخہ ایک مجموعے (سائز ۹ × ۵") - سالِ کتابت ۱۲۱۹ھ) میں ہے - (الاصلاح ، ص ۸۳)

۵- نسخۂ بنارس یونی ورسٹی ، لائبریری :

مشمولہ "مجموعۂ مثنویات[1] - نمبر ۳ - IX . U/۴۰ - سالِ کتابت ۱۲۷۰ھ (فہرست نگار نے مثنوی کا نام "شعلۂ شوق" لکھا ہے) - (نوادر بنارس ، اُردو ، ص ۷۰)

۶- نسخۂ کتب خانۂ انجمن ترقی اُردو ہند ، (دہلی) :

اس کتب خانے میں مثنویاتِ میر کا ایک نسخہ ہے

۱- بنارس یونی ورسٹی میں "مثنویاتِ میر" کا بھی ایک مخطوطہ ہے (نمبر ۴ .U.V/۱۴۱) ممکن ہے "شعلۂ عشق" اس میں بھی شامل ہو -

جس میں "شعلۂ عشق" شامل ہے - یہ مخطوطہ نصیر الدین حیدر کے عہد میں ۱۲۵۱ھ میں لکھا گیا تھا - (اُردو مثنوی ، گیان چند ، ص ۲۰۷)

مطبوعہ نسخے: کلیاتِ میر کے پہلے ایڈیشن (کلکتہ ۱۲۲۶ھ/۱۸۱۱ء) میں یہ مثنوی "شعلۂ شوق" کے نام سے شامل ہے - کلیات مرتبہ عبدالباری آسی (نول کشور ، لکھنؤ ، ۱۹۴۰ء) میں بھی مثنوی کا نام یہی ہے - "انتخابِ مثنویاتِ میر" مرتبہ شاہ محمد سلیمان (بدایوں ، ۱۹۳۰ء) میں بھی اس مثنوی کا بڑا حصہ (۱۶۱ شعر) شامل ہے - "لطائف ہندی" - از کوی للو لال مرتبہ ولیم کار مائیکل اسمتھ (William Charmichael Smyth) کے دوسرے ایڈیشن (لندن ، ۱۸۴۰ء) میں بھی یہ مثنوی شامل کی گئی ہے - (برٹش میوزم ، ہندوستانی مطبوعات ، ص ۱۸۲)

دیگر تفصیلات کے لیے : مخطوطہ نمبر ۱۵۶ (دریائے عشق)

● ● ●

۱٦۰

کدم راؤ پدم راؤ

فخرالدین نظامی

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو ، کراچی ۔

نمبر : قا ۳/۳۸۱

سائز : ۱٦ × ۱۳ س م

اوراق : ۴۴

سطور : ۱۲

زمانۂ تصنیف: ۸۲۵ھ (۱۴۲۱ء) اور ۸۳۹ھ (۱۴۳۵ء) کے مابین ۔

زمانۂ کتابت: کاغذ اور کتابت کے اعتبار سے یہ نسخہ کم از کم چار سو سال پہلے کا ہے ۔

خط : نسخ ، معمولی ۔

کیفیت : مجلّد ، اچھی حالت میں ہے ۔ کاغذ دبیز ، مٹیالا ۔ درمیان سے کہیں کہیں سے اوراق غائب ہیں ۔ عنوانات فارسی میں ہیں اور سرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں ۔ مصرعے آمنے سامنے اس طرح لکھے گئے ہیں کہ ان کے درمیان فاصلہ بالکل نہیں رکھا گیا ۔ دونوں مصرعوں کے آخر میں علامت وقف ملتی ہے جس میں دو نقطوں کے اُوپر اُلٹا کاما بنا ہوا ہے (؛) ۔ سطریں ٹیڑھی ہیں ۔ کاٹ چھانٹ کا عمل بھی خاصا ہے ۔ ورق ۱ ، الف سادہ ہے ۔ متن ۱ ، ب سے

شروع ہوتا ہے - ورق ۱ ، الف پر بابائے اُردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق نے یہ یادداشت لکھی ہے :

''مثنوی کدم راؤ پدم راؤ

از فخرالدین نظامی

۸۲۵ھ/۱۴۲۱ء (یہ سنہ سیّد احمد شاہ 'ولی' کی تخت نشینی کا ہے) وفات ۸۳۸ھ [م : ۱۴۳۴ء] - عبدالحق -

علاءالدین بن احمد شاہ ۸۳۸ھ میں تخت نشین ہوا - ۸٦۲ھ میں وفات پائی - احمد شاہ ثالث بن علاء الدین ۸٦۵ھ تا ۸٦۷ھ'' -

آغاز :
''گسائیں تہیں ایک دنہ جگہ ادآر
بروبر دنہ جگہ تہیں دینہار
اکاس انچہ پاتال دھرتی تہیں
جہاں کچہ نکوئی ، تہاں ہے تہیں
رجنہار انگھے رجنہار توں
رہنہار پچھیں رہنہار توں
تہیں رچیا جگہ ابرار تل
تل اوپر تہیں اکر سکے آپ بل
قلم گیان سوں تین لکھیا بھگ جگہ
سکایا قلم بھاگ لکہ جرم لگ''

اختتام : ''رفتن کدم راؤ در محل خرم دریافتن عیش و خورمی
چلیا راؤ رنواس میں رہس اکر
سکھی ہوئی رآنیاں دنہانیں لکھ (کذا)
سودھن کیوں بدھائی گئی ماس چہ
نیود اس بدھائی کرا کر جگہ
جبہیں رآئے مندھر گیا سوکہ بھر
سنگھاسن چڑ جت جآی بیٹھ
سنی سدہ دھن . . . .
. . . .''

("دھن" کے بعد کچھ نہیں لکھا گیا ۔ اس سے یہ ثابت ہے کہ کاتب نے مخطوطہ یہیں تک لکھ کر چھوڑ دیا ۔)

مندرجات : اس مثنوی کی کہانی بیرانگر کے راجہ کدم راؤ اور اس کے وزیر پدم راؤ کے گرد گھومتی ہے ۔ کدم راؤ انسان ہے اور پدم راؤ ناگ ۔ (کہانی کے خلاصے کے لیے رک : مقدمہ ، نسخۂ مطبوعہ ، ص ۲۳ - ۱۸) ۔ کہانی کے اعتبار سے یہ مثنوی کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتی لیکن لسانی نقطۂ نظر سے بہت اہم ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً چھ سو برس پہلے اُردو کی کیا حالت تھی ۔

مثنوی کے اشعار کی تعداد ۱۰۳۲ ہے ۔ آخری شعر نامکمل ہے ۔

خصوصیات : یہ اس مثنوی کا واحد معلومہ نسخہ ہے ۔ ۳۱ - ۱۹۳۰ء میں یہ مخطوطہ حیدر آباد دکن کے ایک علم دوست کتب فروش لطیف الدین ادریسی کو دستیاب ہوا تھا ۔ ۱۹۳۲ء میں نصیر الدین ہاشمی نے اسے پہلی مرتبہ اُردو دنیا سے متعارف کرایا ۔

املا کے اعتبار سے یہ مخطوطہ منفرد ہے ۔ اعراب کا استعمال کثرت سے کیا گیا ہے ۔ مختلف اصوات کو ظاہر کرنے کے لیے خاص علامتیں استعمال کی گئی ہیں ۔ اوپر آغاز و اختتام کے اقتباسات میں کسی حد تک اصل کی پیروی کی گئی ہے ، تاہم مخطوطے کی تمام اعراب اور املا کی خصوصیات کو ٹائپ میں ظاہر کرنا عملاً ناممکن ہے ۔ کاتب نے اس سلسلے میں کوئی اصول پیش نظر نہیں رکھا ۔ ایک ہی لفظ کو مختلف انداز سے لکھا ہے ۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر جمیل جالبی نے نسخۂ مطبوعہ کے مقدمے (ص ۳۰ - ۲۶) میں مفصل بحث کی ہے ۔

مطبوعہ نسخہ : یہ مثنوی ۱۹۷۳ء میں انجمن ترقی اُردو ، کراچی کی طرف سے "اُردو کی پہلی تصنیف ، مثنوی نظامی دکنی المعروف بہ کدم راؤ پدم راؤ" کے نام سے شائع ہو چکی ہے ۔ اسے

ڈاکٹر جمیل جالبی نے مرتب کیا ہے ۔ انھوں نے ایک طویل اور جامع مقدمہ لکھا ہے جس میں مثنوی کے مطالب اور لسانی خصوصیات پر بحث کی گئی ہے ۔ مطبوعہ نسخے میں اصل مخطوطے کے تمام صفحات کے عکس بھی شامل کیے گئے ہیں ۔

مصنف : نظامی کی پیدایش ، وفات اور زندگی کے دوسرے حالات کی تفصیل کہیں نہیں ملتی ۔ چونکہ اس مثنوی کی ابتدا میں دکن کے بہمنی فرماں روا احمد شاہ ولی کی مدح میں اشعار ملتے ہیں ، اس لیے یہ اسی کے عہد (۸۲۵ھ تا ۸۳۹ھ) کی تصنیف ہے ۔ نظامی اس زمانے میں بیدر میں تھا ۔

نظامی نے مثنوی میں کئی جگہ اپنا نام ''فخر دین'' لکھا ہے ۔ مولوی عبدالحق نے ، جیسا کہ مخطوطے کے ورق ۱ ، الف پر مرقوم ہے ، نیز اُردو دائرۂ معارف اسلامیہ کے مقالے میں نام ''فخرالدین'' لکھا ہے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مثنوی جس زمانے کی تصنیف ہے ، اُس زمانے میں اس قسم کے ناموں کو ''ال'' کے بغیر نہیں لکھا جاتا تھا ۔ نظامی کی مجبوری یہ تھی کہ اُس کا نام اصل صورت میں مثنوی کی بحر میں نہیں آ سکتا تھا ، اس لیے اُسے ''ال'' کو حذف کرنا پڑا ۔

ڈاکٹر جمیل جالبی ''فخر دین'' کو اصل نام سمجھتے ہیں ۔ اُن کا استدلال یہ ہے کہ چونکہ پنجابی مسلمانوں میں ''فخر دین'' قسم کے نام آج بھی عام ہیں ، اس لیے ''فخر الدین'' لکھنا درست نہیں ۔ انھوں نے پرت نامہ کے مصنف فیروز کا ایک شعر سند میں پیش کیا ہے جس میں اُس نے اپنا نام ''قطب دین'' نظم کیا ہے ۔ (مقدمہ نسخۂ مطبوعہ ، ص ۱۷) ۔ فیروز کی مجبوری بھی وہی تھی جو نظامی تھی ، وہ بھی مثنوی کی خاص بحر کی وجہ سے ''قطب الدین'' نظم نہیں کر سکتا تھا ۔ اس قسم کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں کہ شعرا نے وزن و بحر کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے اپنے یا دوسروں کے ناموں میں جزوی

تبدیلیاں کیں ۔ جب تک کسی اور ذریعے سے لظام
''فخر دین'' ثابت نہ ہو جائے ''فخرالدین'' ہی کہ
سمجھنا چاہیے ۔

مآخذ : (۱) مقالات ہاشمی از نصیرالدین ہاشمی ، صص ۳۱
(مقالہ : ''بہمنی عہدِ حکومت کا ایک دکنی شاعر
مقالہ پہلی بار ''معارف'' اعظم گڑھ ، اکتوبر
میں شائع ہوا تھا) ۔ (۲) أردو دائرۂ معارف اسـ
پنجاب یونی ورسٹی ، لاہور (مقالہ : ''أردو'' از
عبدالحق) ۔ (۳) مخطوطاتِ انجمن ، اوّل ، صص ۴۷ ۔
(۴) سہ ماہی ''أردو ادب'' ، علی گڑھ ، شمارہ ۲ ، ۶
(مقالہ : ''مثنوی کدم راؤ پدم راؤ'' از سخاوت ۔
(۵) تبصرہ بر نسخۂ مطبوعہ از مشفق خواجہ ، سہ
''نیا دور'' ، کراچی ، شمارہ ۶۴ - ۶۳ - (۶) ایضاً
تحسین سروری ، سہ ماہی ''أردو نامہ'' ، کراچی ، شمارہ
مارچ ۱۹۷۵ء ۔

● ● ●

قصص و حکایات

۱۶۱

نو طرز مرصع [۱]

میر محمد عطا حسین خاں تحسین

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو ، کراچی ۔

نمبر : قا ۳/۱۹

سائز : ۲۷ ۱/۲ × ۱۴ س م

اوراق : ۳۰

سطور : ۱۸

زمانۂ تصنیف : ۱۷۶۸ء تا ۱۷۷۵ء ۔

کاتب : شیو نارائن ۔

تاریخِ کتابت : ۲ جمادی الاوّل ، ۱۲۳۴ھ [م : ۲۷ اپریل ، ۱۸۱۹ء]

خط : شکستہ ۔

کیفیت : کاغذ دبیز ، مٹیالا ۔ نسخہ کیرم خوردہ ہے لیکن اس سے متن کو نقصان نہیں پہنچا ۔ جابجا پیوندکاری کی گئی ہے ، اوراق کے کیرم خوردہ اور دریدہ حصّوں پر بٹر پیپر چسپاں کیا گیا ہے ۔

آغاز : ''دیباچہ' ثنائے خداوند ذوالجلال
ایسا نہیں کہ لکھ سکے اوس کا کوئی کمال
منشی کے ہو رہا ہے قلم کا جگر شگاف
شاعر کی اوس کی حمد میں ہووے زبان لال

مقـدور کیـا کہ نام محمد کا بھی لکھوں
پہنچے کب اوس کی نعت مبارک پہ کچھ خیال
لولاک جس کے حق میں خدا نے کیا نزول
ہے دین کے چمن میں وہی سرو نونہـال
پیچھے سے نعت حضرت خیرالبشر کے میں
کرتا ہوں وصف شیر خـدا مظہر کمال"

اختتام : "فرخندہ سیر کہ ایک گوشے میں بیٹھا ہوا گوش خیال کے تئیں مائل اصغائے ماجرائے درویش اول کے رکھتا تھا ، سننے اس داستان ندرت بیان کے میں ار بس خوش وقتی سیں بیچ قالب کے نہ سمایا اور متوجہ استماع قصّہ سرگذشت درویش دویم کا ہوا" ۔

ترقیمہ : "تمام شد قصّہ اوّل بخط بد خط بندہ شیو نارائن بپاس خاطر لالہ صاحب کرم فرما ، مظہر محاسن خوبی ہا ، لالہ کدارناتھ صاحب در مقام پٹیالہ بتاریخ دوم شہر ج[جمادی]الاوّل سنہ ۱۲۲۴ مطابق پھاگن سدی تیج زینت نگارش یافت ۔ فہوا خاطر زبان دانان اُردو و خوش کلامان سنجیدہ گو باد کہ مصنّف ایں قصّہ شاعر مستعد و صاحب استعداد معلوم می شود مگر او زبان اُردو سر مو آگاہی نداشت ۔ بعبارتے کہ نوشتہ ہست از زبان اُردو ہزار فرسنگ تفاوت دارد ، ایں تشبیہات و تمہیدات در زبان فارسی زیبا است نہ کہ در زبان گفت و گو و روزمرۂ مسلمان و ہندو تعیّن ہست . . .[1]
. . . انگریز ہم ایں زبان را نہ پسندیدہ باشید و کسی نخواہد پسندید ۔ ایں قصّہ را شخصے دیگر بزبان اُردو بمحاورۂ دل جو صاف صاف خوب نوشتہ ہست و در کلکتہ آنرا رواجے شدہ و در چھاپہ مسطور گردیدہ مشہور و معروف گردیدہ ہست ۔ ایں عزیز بطور قصّہ خوانان بازاری ایں حکایت را

۱۔ دو لفظ ناخوانا ۔

نہایت طوالت دادہ است ہرگز بزبانِ اُردو مناسبت ندارد ۔
برائے اطلاع نوشتہ شد'' ۔

مندرجات : اس کتاب میں چہار درویش کا مشہور قصّہ بیان کیا گیا ہے ۔ زیر نظر مخطوطہ مطالب کے اعتبار سے مکمل نہیں ہے ، یہ پہلے درویش کی داستان پر ختم ہو جاتا ہے ۔

خصوصیات : اس مخطوطے کا کاتب کوئی ذی علم اور صاحبِ ذوق شخص ہے ۔ تحسین کی زبان کے بارے میں اس کی رائے لائق توجہ ہے ۔ کاتب نے ''نو طرز مرصّع'' کے مقابلے پر میر امّن کی ''باغ و بہار'' کو زبان و بیان کے اعتبار سے پسند کیا ہے ، گو اس نے ''باغ و بہار'' کا نام نہیں لیا ، لیکن ترقیمے کی آخری سطور میں اسی کا ذکر ہے ۔

دیگر نسخے : انڈیا آفس لندن میں نو طرز مرصع کے چار نسخے ہیں :

۱۔ فہرست نمبر ۱۲۹ ۔ اوراق ۱۳۲ ۔ سائز ۷½ × ۴½" ۔ سطور ۱۳ ۔ خط نستعلیق ، شکستہ آمیز ۔ بہت کیرم خوردہ ۔ ترقیمہ : ''تمت تمـام شـد قصّہ چـار درویش بتاریخ بستم شہر رمضان مبارک ، ۱۲۳۱ھ'' ۔ (انڈیا آفس ، ہندوستانی ، ص ۶۶ - ۶۷)

۲۔ فہرست نمبر ۱۳۰ ۔ اوراق ۶۱ ۔ سائز ۸¾ × ۶" ۔ سطور ۱۲ ، ۱۳ ۔ خط نستعلیق ۔ انیسویں صدی عیسوی کا مکتوبہ ۔ یہ نسخہ منشی میر محمد باقر نے کرنل مشکاف کے لیے لکھا تھا ۔ اس میں پہلے درویش کی کہانی تک ، داستان کا ابتدائی حصہ ہے ۔ (انڈیا آفس ، ہندوستانی ، ص ۶۹)

۳۔ فہرست نمبر ۱۳۱ ۔ اوراق ۳۶ ۔ سائز ۹ × ۵" ۔ سطور ۱۷ ۔ خط نستعلیق ، شکستہ کے ساتھ ۔ انیسویں صدی عیسوی کا مکتوبہ ۔ اس میں بھی پہلے درویش کی کہانی تک ، داستان کا ابتدائی حصّہ ہے ۔ پہلے صفحے پر درج شدہ ایک عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ لکھنؤ میں محمد بخش خان نے ''سرکار نواب

صاحب ممتازالدولہ، مفتخرالملک، حسام جنگ، مسٹر رچارد جانسن صاحب بہادر دام اقبالہ" کی لائبریری کے لیے لکھا تھا۔ (انڈیا آفس، ہندوستانی، ص ۶۹)

۴- فہرست نمبر ۱۳۲ - اوراق ۱۷۳ - سائز ۷ ۳/۴ × ۴ ۳/۴" - سطور ۱۵ - خط نستعلیق، معمولی - اس میں بھی پہلے درویش کی کہانی تک، داستان کا ابتدائی حصّہ ہے - ورق ۷۳، ب سے محمد ہادی عرف مرزا مغل غافل کی تحریر شروع ہوتی ہے جو تیسرے درویش اور آزاد بخت (باغ و بہار) کی کہانیوں پر مشتمل ہے - ترقیمے میں سے اس شخص کا نام مٹا دیا گیا ہے، جس کے لیے یہ نسخہ لکھا گیا تھا - معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ اکمل الحکماء حکیم محمد حسام الدین خان کے لیے لکھا گیا تھا، جس کی ۱۲۵۷ھ کی مہر اس نسخے پر دو جگہ ثبت ہے - ترقیمہ: "تمام شد ہمہ داستان قصّہ چار درویش وفا اندیش، حسب الارشاد، ہدایت بنیاد، خان صاحب و قبلہ فیاض زبان (کذا) مکرم و معظم . . . بدست خط احقرالناس کمترین خلق اللہ بختاور سنگھ قوم کایتھ شکستہ ناتمام رسید . . . بتاریخ بست و نہم ۲۹ ماہ محرم الحرام سنہ ۱۲۴۸ وقت دو گھڑی روز باقی ماندہ بمقام ججھر در چھاؤنی تحریر یافت - فقط" - (انڈیا آفس، ہندوستانی، صص ۶۹ - ۷۰)

۵- نسخۂ ڈھاکہ یونی ورسٹی:

فہرست نمبر ۳۷۰ - لائبریری نمبر ڈی یو/۳۲۰ - اوراق ۱۰۲ - سطور ۱۱ - سائز ۱۱ × ۷" - خط نستعلیق - کیرم خوردہ - تاریخ کتابت ۲۴ اگست، ۱۸۸۸ء (۴ بھادوں سمت ۱۹۲۵) - کاتب، سورج سرن بھٹناگر کایتھ، درکیرالہ - (ڈھاکہ، دوم، صص ۱۳ - ۱۲۴)

۶- نسخۂ کتب خانۂ جامع مسجد ، بمبئی :

صفحات ۲۳۰ - سطور ۱۵ - سائز ۱۲×۸" - خط نستعلیق - (جامع مسجد ، بمبئی ، صص ۵۰-۴۸)

کتب خانہ آصفیہ میں اس کے دو نسخے ہیں :

۷- فہرست نمبر ۳۲۳ - لائبریری نمبر "کتاب ۸۸۷ جدید" - سائز ۹ × ۵$\frac{۳}{۴}$" - صفحات ۳۵۶ - سطور ۱۱ - خط نستعلیق - ترقیمہ : بتاریخ دہم ماہ ربیع الثانی روز سہ شنبہ ۱۲۰۷ھ بوقت ایک پہر شہر ناگپور . . . (کذا) نوشتہ کمترین خیرو صاحب و چندا شاہ و عابد میاں تحریر یافت"- (آصفیہ ، اول ، صص ۵۱-۱۵۰)

۸- فہرست نمبر ۳۲۴ - لائبریری نمبر "کتاب ۳۶۹۳ جدید" - سائز ۹$\frac{۱}{۴}$ × ۶$\frac{۱}{۴}$" - صفحات ۲۹۶ - سطور ۱۱ - خط نستعلیق - ناقص الطرفین - (آصفیہ ، اول ، ص ۱۵۱)

۹- نسخۂ کتب خانۂ ذاتی گارسین دتاسی :

فہرست نمبر ۲۸۵۹ - (لوائے ادب ، جنوری ، ۱۹۵۸ء - ص ۳۳)

بوڈلین لائبریری میں نو طرز مرصّع کے دو نسخے ہیں :

۱۰- فہرست نمبر ۲۳۱۳ (۶) - اوراق ۱۶۲ - سائز ۸$\frac{۳}{۴}$ × ۷$\frac{۱}{۴}$" - سطور ۱۵ - خط نستعلیق - (بوڈلین ، دوم ، ص ۱۲۸۷)

۱۱- فہرست نمبر ۲۳۱۴ (۷) - اوراق ۷۶ تا ۲۲۲ (یہ نسخہ ایک مجموعے میں ہے) - سائز ۹$\frac{۳}{۴}$ × ۶" - سطور ۱۵ - خط نستعلیق - (بوڈلین ، دوم ، ص ۱۲۸۷)

۱۲- نسخۂ مولانا آزاد سنٹرل لائبریری ، بھوپال :

فہرست نمبر ۳۰ - فہرست میں اس کا اندراج

"چہار درویش" کے نام سے ہے - "نوطرز مرصّع" نہیں
لکھا - (ہماری زبان ، ۸ جنوری ، ۱۹۶۹ء ، ص ۸)

سیّد مسعود حسن رضوی ادیب (لکھنؤ) کے کتب خانے
میں تین نسخے ہیں :

۱۳- نسخہٗ اوّل : "یہ دو کاتبوں کا لکھا ہوا ہے - ابتدا سے
پہلے درویش کی داستان تک کرپا رام نے لکھا ہے -
خاتمے پر یہ عبارت درج ہے :

'تمت تمام شد بتاریخ بست و چہارم ماہ فروری
۱۸۱۲ء مطابق بست و ہفتم ماہ پھاگن
۱۲۲۰ فصلی درمقام بانس بریلی بہ کٹرہ دیب چند
از قلم شکستہ رقم ، نیاز ارتسام ، کرپا رام صورت
اتمام یافت' -

خط شکستہ ہے اور بہت پختہ ، صاف اور روشن ہے -
البتہ معلوم ہوتا ہے کہ کاتب نے نظرِ ثانی نہیں
کی کیونکہ بعض مقامات پر الفاظ یا ایک دو جملے
چھوٹے ہوئے ہیں - بقیہ درویشوں کی کہانیاں پنڈت
صاحب رائے ساکن بریلی خاص کے قلم سے لکھی ہوئی
ہیں - تاریخِ کتابت یہ ہے :

'بتاریخ بست و یکم شہر ربیع الثانی ۱۲۲۷ھ
مقدسہ روز شنبہ صورت اتمام یافت' -

خط شفیعا ہے لیکن پہلے کاتب سے بہتر اور روشن ہے -
اس حصے میں بھی جگہ جگہ الفاظ چھوٹ گئے ہیں -
بعض اشعار بھی ناموزوں ہیں . . . آخر میں یہ عبارت
درج ہے :

'کتاب قصّہ چہار درویش تصنیف زبدۂ سادات
کرام میر محمد حسین عطا خاں صاحب متخلّص
بہ تحسین و مخاطب بہ مرصّع رقم غفراللہ مرقدہ' -"
(دیباچہ ، نو طرز مرصع ، از ڈاکٹر نورالحسن
ہاشمی ، صص ٦-٥)

۱۴- نسخۂ دوم : ''قلمی ، کیرم خوردہ ، آخر سے بقدر دو چار سطروں کے ناقص . . . یہ نسخہ خوش خط ہے - لیکن عبارت میں بہت سے اشعار ، الفاظ اور جملے محذوف ہیں - معلوم ہوتا ہے کہ کاتب نے طولانی عبارتوں اور قصیدوں کو عمداً مختصر کر کے لکھا ہے ، اس میں جگہ جگہ میر حسن کی مثنوی سحرالبیان کے اشعار بھی ملتے ہیں ، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ . . . سحرالبیان (۱۱۹۹ھ مطابق ۱۷۸۵ء) کے بعد ترتیب دیا گیا ہے - تاریخِ کتابت اور کاتب کا نام درج نہیں ، لیکن بہت قدیم معلوم ہوتا ہے'' - (دیباچہ ، نو طرز مرصّع ، از ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی ، ص ۸)

۱۵- نسخۂ سوم : خط شفیعا ، معمولی کیرم خوردہ ، تاریخ ختم کتابت نہم شہر ربیع الاول ، ۱۲۳۰ھ - کاتب ، فتح علی - اس میں صرف پہلے درویش کا قصّہ ہے'' - (دیباچہ ، نو طرز مرصّع ، از ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی ، ص ۹)

۱۶- نسخۂ مملوکہ ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی (لکھنؤ) :

''بد خط ، آخر سے بقدر دو صفحوں کے ناقص ، کسی ہندو کاتب کا لکھا ہوا ہے - کیونکہ 'ہر کے ساتھ تباہ' پہلے صفحے پر اور بعد کے اکثر صفحوں پر لکھا ہوا ہے - وہی تمام محذوفات اور غلطیاں اس میں بھی ہیں جو . . . [نسخۂ مذکورہ بالا نمبر ۱۴] . . . میں ہیں - تاریخِ کتابت اور کاتب کا نام درج نہیں - یہ نسخہ . . . [مذکورہ بالا نمبر ۱۴] کی سر تا سر نقل ہے'' - (دیباچہ ، نوطرز مرصّع ، از ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی ، ص ۸)

۱۷- نسخۂ انجمن ترقی اُردو ہند ، دہلی :

''خوش خط . . . ابتدائی ستر صفحے اس میں نہیں ہیں ،

اور اس مقام سے شروع ہوا ہے جب دمشق میں پہلے درویش کے مرضِ عشق میں گرفتار ہو جانے پر عجیب و غریب نسخہ تجویز کیا گیا ہے ۔ کاتب شیخ رحمان علی کالپوی ۔ تاریخِ کتابت ، اٹھارھویں محرم ، روز شنبہ ، سنہ ۱۲۳۵ھ ۔ یہ خوش خط نسخہ خط نستعلیق میں ہے لیکن دیگر اعتبارات سے معمولی" ۔ (دیباچہ ، نوطرز مرصّع از ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی ؛ ص ص ۹ - ۸)

انجمن ترقی اُردو ہند ، کی فہرست مخطوطات (اُردو ادب ، جولائی تا ستمبر ، ۱۹۵۴ء ، ص ۱۲۸) میں نمبر ۳۰۷ پر نوطرز مرصّع کے ایک نسخے کا ذکر کیا گیا ہے ۔ معلوم نہیں یہ نسخہ وہی ہے جس کا ذکر ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی نے کیا ہے یا کوئی اَور نسخہ ہے ۔

۱۸- نسخہ شعبہ فارسی لکھنؤ یونی ورسٹی :

"بہت ہی کیرم خوردہ ، ختم کتابت دوم رجب ، سنہ ۱۲۲۳ھ (یعنی ۲۴ اگست ، ۱۸۰۸ء) بمقام شکوہ آباد . . . اس میں صرف پہلے درویش کا قصّہ ہے ، علاوہ بہت زیادہ کیرم خوردہ ہونے کے اوراق ۱ ، ۸ ، ۹ ، ۱۶ ، ۱۷ ، ۲۴ غائب ہیں ۔ پھر بھی یہ نسخہ کئی لحاظ سے بڑی اہمیت رکھتا ہے ۔ اس لیے کہ اس میں چند ایسی باتیں درج ہیں جو اَور کہیں نہیں ملتیں :

(الف) دیباچے میں تحسین نے ایک اَور صاحب [میر تاج الدین] کا ذکر کیا ہے ۔ جن کی خدمت میں ان کا شوق قصہ گوئی پرورش پاتا رہا . . .

(ب) جنرل اسمتھ کے نام کے ساتھ جو ہندوستانی خطابات دیگر نسخوں میں ملتے ہیں ، اس میں دو اَور خطابات یعنی 'مقرب الخاقانی' اور 'رکن الہند' بھی درج ہیں ۔

(ج) عموماً تمام نسخوں میں دو قصیدے ملتے ہیں ، ایک فیض آباد کی تعریف میں ، دوسرا آصف الدولہ کی تعریف میں ۔ دونوں کی بحر ، ردیف اور قافیہ ایک ہے ۔ خیال ہوتا تھا کہ یہ دونوں قصیدے ایک ہی ہوں گے ۔ اس خیال کی تصدیق اس نسخے سے ہو جاتی ہے ۔ اس نسخے میں ایک ہی قصیدہ ہے جو تمام تر شجاع الدولہ کی تعریف میں ہے . . . اس نسخے میں وہ عبارت نہیں جو دیگر نسخوں میں قصیدۂ فیض آباد کے بعد آصف الدولہ کے متعلق ملتی ہے . . .

(د) فیض آباد کی تعریف میں اس نسخے میں کچھ مزید عبارت ملتی ہے ۔ . . .

(ہ) سب سے عجیب بات جو اس نسخے میں ملتی ہے وہ ایک یادداشت ہے جو آخری صفحے پر پہلے درویش کا قصّہ ختم کرنے کے بعد کاتب نے لکھ دی ہے :

'میر محمد حسین عطا خان یک قصّہ گفتہ بودند کہ وفات یافتند ۔ سہ باقی ماندہ ہمیں قدر دیگر بودند ۔ تمام شد قصّہ یک درویش منجملہ قصّہ چہار درویش ۔ بتاریخ دویم رجب ، ۱۲۲۳ ہجری ، بمقام شکوہ آباد' ۔'' (دیباچہ ، نو طرز مرصع ، از ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی ، صص ۱۲ - ۹)

برٹش میوزیم میں نو طرز مرصع کے دو نسخے ہیں :

۱۹۔ فہرست نمبر ۸۸ ۔ اوراق ۱۷۴ ۔ سائز $9\frac{1}{2} \times 6\frac{1}{2}$" ۔ خط نستعلیق ۔ کاتب ، غلام حیدر ولد منشی غلام محمد خان ۔

ظاہرا انیسویں صدی عیسوی کے آغاز کا نسخہ۔
(برٹش میوزیم ، ہندوستانی ، صص ۵۲ - ۵۰)

۲۰- فہرست نمبر ۸۹ - اوراق ۹۴ - سائز ۱۲ × ۷" - سطور ۱۵ - خط نستعلیق - کاتب ، لالہ مان سنگھ ساہو کول۔ سال کتابت سمت ۱۸۸۰ (= ۱۸۲۳ء)۔ اس میں آزاد بخت کی مہمات سے متعلق باب حذف کر دیا گیا ہے۔ یہ نسخہ فیض آباد کے لالہ خوش حال رائے ولد بھگوان داس کی درخواست پر لکھا گیا تھا۔

۲۱ تا ۲۴- رک : مخطوطہ نمبر ۱۶۲ تا ۱۶۴ -

مطبوعہ نسخے: ۱- اُردو اخبار پریس ، دہلی کا ایڈیشن - سرورق پر سال طباعت ۱۸۴۳ء اور آخری صفحے پر ۱۸۴۵ء درج ہے۔ سرورق پر یہ عبارت درج ہے : ''مطبوعہ اُردو اخبار پریس ، مکان مولوی محمد باقر ، متصل پنجہ شریف ، واقع گزر اعتقاد خاں ، دہلی میں بہ اہتمام موتی لال پرنٹر اور پبلشر کے چھاپہ ہوا ۱۸۴۳ء'' - ''یہ نسخہ اچھا خاصا ہے لیکن صحت عبارت کی طرف توجہ نہیں دی گئی'' - صفحات ۲۶۴ - (دیباچہ ، نو طرز مرصع ، از ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی ، صص ۸ - ۷)

۲- حکومت ہند کے اورینٹل ٹرانسلیٹر میجر جنرل وینس کنیڈی (Vans Kennedy) کے ''ایما و استصواب'' سے بمبئی کے مطبع فضل الدین کھمکر نے اس کا ایک ایڈیشن شائع کیا تھا - تاریخ طباعت ۱۱ جمادی الثانی ۱۲۶۲ھ (مطابق ۱۸۴۶ء) درج ہے۔ صفحات ۲۱۶ - ''بہت صاف اور اچھا چھپا ہے - انگریزوں کی اُردو تعلیم کے لیے چھاپا گیا تھا ، اس لیے اعراب لگے ہوئے ہیں تاکہ الفاظ کا صحیح تلفظ واضح ہو سکے . . . صحت عبارت کی بہت کوشش کی گئی ہے ، لیکن اس کی بڑی خامی یہ ہے کہ اس میں فرخندہ سیر کی کہانی جس میں خواجہ سگ پرست کا قصہ بھی شامل ہے ، داخل

نہیں کی گئی ہے اور صرف چار درویشوں کے قصّے پر اکتفا کی گئی ہے''۔ (دیباچہ ، نوطرز مرصّع ، از ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی ، صص ۷ - ۶)

۳- افضل الدین ، پریس بمبئی سے ۱۸۶۶ء میں ایک ایڈیشن طبع ہوا تھا ۔ یہ نسخہ کتب خانۂ خاص ، انجمن ترقی اُردو کراچی میں ہے ۔

۴- ۱۸۷۳ء میں کان پور سے بھی ایک ایڈیشن شائع ہوا تھا ۔ (برٹش میوزیم ، ہندوستانی ، ص ۵۲)

۵- ہندوستانی اکیڈمی ، اتر بردیش ، الہٰ آباد نے ۱۹۵۸ء میں ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی کا مرتّبہ نسخہ شائع کیا تھا ۔ ڈاکٹر صاحب نے چھ قلمی اور دو مطبوعہ نسخوں سے اسے مرتّب کیا ہے ۔ ان قلمی نسخوں کی تفصیل ''دیگر نسخے'' کے تحت نمبر ۱۳ سے ۱۸ تک دی گئی ہے ۔ ڈاکٹر صاحب نے نسخہ نمبر ۱۳ کو متن قرار دیا ہے اور باقی نسخوں کے اختلاف جواشی میں دیے ہیں ۔ مطبوعہ نسخوں میں سے انھوں نے ۱۸۴۵ء (دہلی) اور ۱۸۴۶ء (بمبئی) کے ایڈیشنوں کو پیش نظر رکھا ہے ۔ ڈاکٹر صاحب اپنے مرتّبہ نسخے کے بارے میں لکھتے ہیں :

''میں نے اس امر کی بہت کوشش کی کہ زیادہ سے زیادہ نسخے مہیا ہو جائیں یا کوئی مستند اور بہت صحیح نسخہ مل سکے لیکن مندرجہ بالا نسخوں کے علاوہ کوئی اور نہ مل سکا ۔ ان نسخوں میں خامیاں بہت ہیں ۔ ان نسخوں کے مقابلے سے یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ بعض کاتبوں نے یا دیگر حضرات نے عبارت آرائی میں کہیں کہیں کچھ ترمیم یا اضافہ کر دیا ہے ۔ چونکہ نسخہ . . . [نمبر ۱۳ مذکورہ بالا] . . . قدیم ترین مکمل نسخہ ہے اس لیے میں نے متن کا انحصار زیادہ تر اسی پر رکھا ہے ۔ البتہ جہاں دیگر

نسخے تمام تر کسی عبارت پر متفق ہیں وہاں میں
نے نسخہ . . . [نمبر ۱۳] کی عبارت کو قائم
نہیں رکھا ۔

میں نے اختلاف نسخ کی ایک مکمل فہرست
بھی اس تدوین کے ضمن میں علیحدہ مرتب
کی تھی لیکن وہ اس قدر ضخیم ہوگئی کہ پوری
کتاب بن گئی ۔ مجبوراً خاص خاص اختلافات کو
منتخب کر کے اسی تدوین کے متن کے نیچے حاشیے
پر دے دیے . . . ۔'' (دیباچہ ، نو طرز مرصّع .
صص ۱۴ - ۱۳)

مصنف : امیر اللہ الہٰ آبادی ، تحسین سے ذاتی طور پر واقف تھے ۔
اُنھوں نے تحسین کے جو حالات لکھے ہیں ، ان کا خلاصہ
یہ ہے کہ تحسین کا خاندان گردیزی سیّدوں کا ہے ۔ ان
کے بزرگ بابر کے عہد میں گردیز سے ہندوستان آئے اور
کڑا مانک پور میں مقیم ہوئے ۔ تحسین کے والد کا نام
میر محمد باقر شوق تھا ۔ وہ فارسی میں شعر کہتے تھے اور
صاحبِ دیوان تھے ۔ خطاطی سے بھی انھیں گہری دلچسپی
تھی ، خصوصاً نستعلیق آمیز شکستہ کے وہ موجد تھے ۔
فنونِ سپاہ گری اور تیر اندازی میں انھیں کمال حاصل تھا ۔
میر محمد باقر شوق لڑکپن ہی میں دہلی آ گئے ۔ اورنگ زیب
عالم گیر کے عہد میں سہ ہزاری منصب اور جاگیر حاصل
کی ۔ شوق کا انتقال دہلی میں محمد شاہی عہد میں ۹۵ برس
کی عمر میں ہوا ۔

تحسین آغازِ شباب ہی میں ظاہری و باطنی کمالات
سے بہرہ مند تھے ۔ ''انقلابِ زمانہ'' کی وجہ سے دہلی سے
نکلے اور مدتوں ناظمانِ بنگال کی خدمت میں رہے ۔ انگریزی
کمپنی کے ملازموں میں سے وہ پہلے شخص تھے جنھوں
نے انگریزوں کے ابتدائی عہدِ حکومت میں بادشاہِ ہند سے
منصب اور جاگیر کا اعزاز حاصل کیا ۔ تحسین فنِ خطاطی

میں ماہر تھے ۔ خصوصاً خطِ نستعلیق میں بڑی مہارت تھی ۔ اسی وجہ سے ان کا خطاب ''مرصّع رقم خاں'' تھا ۔ انشا میں دست گاہ کامل رکھتے تھے ۔ فارسی میں صاحبِ تصانیف تھے ۔ سوانحِ قاسمی ، انشائے تحسین ، ضوابط انگریزی ، ان کی تصانیف ہیں ۔ تحسین نے ''اساس المصلّی'' کے نام سے بھی ایک مختصر رسالہ لکھا تھا جس میں نماز روزے کا بیان ہے ۔ یہ رسالہ مطبع مصطفائی ، دہلی سے ۱۲۷۸ھ میں تیسری بار طبع ہوا تھا ۔ اس کا ایک نسخہ کتب خانۂ خاص ، انجمن ترقی اُردو کراچی میں ہے ۔

تحسین کی شخصیت کے بارے امراللہ لکھتے ہیں : ''شیریں زبانیٔ او غنچہ ہائے افسردہ خاطر ہائے پریشان را بہ شگفتگی می آرد و خوش بیانیٔ او از دلہائے مغموم و حیران آشفتگی و شیفتگی می رباید ۔ در لطیفہ گوئی و حاضر جوابی عدیم المثال است و درگرم اختلاطی و یار باشی مثلش دریں عصر ناممکن بلکہ محال'' ۔ (مسرت افزا ، ص ۴۳)

تحسین کی پیدائش اور وفات کی تاریخوں کا علم نہیں ہو سکا ، البتہ اس قدر یقینی ہے کہ وہ ۹۵ - ۱۱۹۳ھ [م : ۸۱ - ۱۷۷۹ع] (سالِ تالیف مسرت افزا) تک زندہ تھے ۔

تحسین کے بارے میں سرور لکھتے ہیں : ''ساکن قصبۂ اٹاوہ ، از اشراف آن ضلع[1] است'' ۔ بظاہر اس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ تحسین عمدۂ منتخبہ کی تصنیف کے وقت زندہ تھے ۔ عمدہ کا آغاز ۱۶ - ۱۲۱۵ھ میں ہوتا ہے ۔ اگر سرور نے ترجمۂ تحسین اسی زمانے میں لکھا ہو تو کہا جا سکتا ہے کہ وہ مذکورہ زمانے میں حیات تھے ۔ لیکن عمدۂ منتخبہ کی روایت اوّل (نسخۂ انجمن ترقی اُردو ، کراچی) میں ترجمہ تحسین موجود نہیں ہے ، یہ نسخۂ

---

۱ - عمدۂ منتخبہ ، مطبوعہ (ص ۱۶۱) میں ''اشراف الضلع'' لکھا ہے ، لیکن قومی عجائب گھر ، کراچی کے نسخے میں (ورق ۲۳ ، ب) ''اشرافِ آں ضلع'' ہے ۔

قومی عجائب گھر ، کراچی کے حاشیے پر اضافہ کیا گیا ہے ۔ اس نسخے کے حواشی پر اضافے ۴۳ - ۱۲۴۲ھ تک ہوتے رہے ہیں ۔ اگر تحسین اتنے عرصے تک زندہ رہتے تو نا ممکن تھا کہ دہلی اور لکھنؤ کے بیشتر تذکرہ نویس انھیں نظر انداز کر دیتے ۔ تحسین کے سلسلے میں سرور کے نا معتبر ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ایک ہی صفحے کے بعد دوبارہ ترجمۂ تحسین لکھا ہے ، اور اس میں اسے باشندہ لکھنؤ بتایا ہے ۔ اٹاوے کا ذکر تک نہیں کیا ۔ ترجمۂ اوّل میں نام ''حسین عطا خاں'' اور ترجمہ دوم میں ''میر محمد حسین خاں'' لکھا ہے ۔ دونوں جگہ نام غلط ہے ۔

تحسین نے ملازمت کے سلسلے میں کلکتہ ، پٹنہ ، فیض آباد اور لکھنؤ میں قیام کیا ۔ ''نو طرز مرصّع'' کے دیباچے میں تحسین نے اپنے جو حالات لکھے ہیں ، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جنرل اسمتھ سے وابستہ تھے اور اُسی کے ساتھ کلکتے گئے تھے ۔ جب جنرل اسمتھ انگلستان روانہ ہوا تو اس نے تحسین کو ''بعضے خدمات عمدہ صوبہ عظیم آباد و مختاری مقدمات نظامت کے امتیاز بخشے'' ۔ بقول ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی ''تقریباً ایک یا ڈیڑھ سال پٹنہ میں رہنے کے بعد تحسین فیض آباد آ گئے ۔ تاریخ عماد السعادت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ۱۷۷۲ء میں تحسین فیض آباد میں تھے اور کپتان ہارپر کی ملازمت میں تھے''۔ (دیباچۂ نو طرز مرصّع ، ص ۳۲)۔ تحسین کا تعلق شجاع الدولہ اور آصف الدولہ کے درباروں سے بھی رہا ہے ۔ ''نو طرز مرصّع'' کے لکھنے کا خیال انھیں اس وقت آیا جب وہ جنرل اسمتھ کے ساتھ کشتی میں کلکتے جا رہے تھے ۔ اس کے ابتدائی حصے انھوں نے اسی زمانے میں لکھ ڈالے تھے ۔ بعد ازاں جب وہ فیض آباد گئے تو شجاع الدولہ کو اپنی نامکمل تصنیف کے بعض حصے سنائے ۔ شجاع الدولہ نے کتاب کو پسند کیا اور اس کی تکمیل کا حکم دیا ۔ تحسین کتاب مکمل کرنے کے بعد اسے شجاع الدولہ کی خدمت میں پیش

کرنا چاہتے تھے کہ شجاع الدولہ کا انتقال ہوگیا۔ بعد میں تحسین نے یہ کتاب آصف الدولہ کو پیش کی (دیباچہ مصنف، نو طرز مرصع)۔ نو طرز مرصع کے زمانۂ تصنیف کے سلسلے میں ڈاکٹر سید سجاد کی تحقیق کا خلاصہ ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی نے ان الفاظ میں پیش کیا ہے:
"نو طرز مرصع . . . ، ۱۷۶۸ء سے شروع ہو کر ۱۷۷۵ء میں تمام ہوئی اور دو ایک سال بعد کچھ عبارتیں اور مدحیہ قصیدے میں شجاع الدولہ کے بجائے آصف الدولہ کا نام لکھ کر ان کے حضور میں پیش کر دی گئی ہوگی"۔
(دیباچہ، نو طرز مرصع، ص ۳۲)

مآخذ: (۱) مسرت، ۳۴۔ (۲) عمدہ، ۱۶۱، ۱۶۲ (ترجمہ دو مرتبہ لکھا میں)۔ (۳) عیار، ص ۱۱۵۔ (۴) بے جگر، در ردیف ت۔ (۵) طبقات سخن، بحوالہ یادگار، ۵۲۔ (۶) یادگار، ۵۱ و ۵۲ (ترجمہ دو مرتبہ لکھا ہے)۔ (۷) شعرائے ہند، ۲۱۸۔ (۸) صبح، ۸۳۔ (۹) گارسیں دتاسی، سوم، ۱۹۹۔ (۱۰) آب حیات، ۲۵۔ (۱۱) سکسینہ، نثر، ۳۔ (۱۲) سیرالمصنفین، اوّل، ۴۶۔ (۱۳) داستان تاریخ، ۶۷۔ (۱۴) تاریخ ادبیات، ہفتم، ۴۹۲۔ (۱۵) نثری داستانیں، ۱۴۱۔ (۱۶) مقدمہ باغ و بہار، مقدمات عبدالحق، کراچی، ۱۹۶۴، صص ۳۳-۳۱۴۔ (۱۷) ڈاکٹر سید سجاد کا مقالہ: An Early Prose-Writer of Modern Urdu، اسلامک کلچر، حیدرآباد دکن، جنوری، ۱۹۲۹ء، صص ۷۵-۶۰۔

• • •

۱٦۲

نو طرز مرصّع [۲]

محمد عطا حسین خاں تحسین

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو ، کراچی ۔

نمبر : قا ۳/۱۸

سائز : ½۲۱ × ½۱۷ س م

اوراق : ۱۳۰

سطور : ۱۳

زمانۂ تصنیف: ۱۷٦۸ء تا ۱۷۷۵ء ۔

کاتب : آسا رام کایتھ ۔

تاریخِ کتابت : ۲۲ رجب ، ۱۲۵۹ھ [م : ۱۸ اگست ، ۱۸۴۳ء]

خط : نستعلیق ، شکستہ مائل ، معمولی ۔

کیفیت : کاغذ باریک ، مٹیالا ۔ نہایت بوسیدہ و کرم خوردہ نسخہ ہے ۔ جلد شکستہ ہو چکی ہے ، اور بعض اوراق جلد سے الگ ہو چکے ہیں ۔ متن کو خاصا نقصان پہنچا ہے ۔ متن کے ورق اوّل سے قبل دو ورق سادہ ہیں ۔ ان میں سے پہلے ورق پر جدید خط میں ، نیلی روشنائی سے کتاب ، مصنّف اور کاتب کا نام نیز تاریخِ کتابت درج ہے ۔ یہ اندراجات ڈاکٹر گیان چند کے قلم سے ہیں ۔ گو انھوں نے اپنا نام نہیں لکھا ، لیکن اندازِ تحریر انھیں کا ہے ۔ یہ

الدراجات اُس وقت کے ہیں جب ڈاکٹر صاحب نثری داستانوں پر تحقیق کے سلسلے میں (شاید ۱۹۳۶ء میں) انجمن ترقی اُردو ہند ، دہلی کے کتب خانے سے استفادہ کر رہے تھے ۔

ترقیمے میں کاتب کا نام ''آسا رام'' لکھا ہے ۔ لیکن واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ نام کی جگہ پہلے کچھ اَور لکھا تھا ، جسے کُھرچ کر مذکورہ نام لکھا گیا ہے ۔ یا تو کسی شخص نے اصل کاتب کے نام کی جگہ اپنا نام لکھا ہے یا پھر اصل کاتب ہی سے کوئی غلط لفظ لکھا گیا تھا ، جسے کُھرچ کر اس نے اپنا نام لکھ دیا ۔

عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں ۔ مصرعوں اور اشعار سے پہلے کی علامتیں نیز جملوں کے خاتمے پر تین نقطوں کے نشانات بھی سرخ روشنائی سے ہیں ۔ لیکن یہ اہتمام صرف ورق ۵۷ ، ب تک ہے ۔ اس کے بعد سرخ روشنائی استعمال نہیں کی گئی ۔ ایسے نشانات کے لیے جگہ خالی رکھی گئی ہے ، بعد میں سرخ روشنائی سے لکھنے کا ارادہ ہوگا ، لیکن اس کی نوبت نہیں آئی ۔ ورق ۱۳۰ ، ب سادہ ہے ۔

آغاز : مطابق مخطوطہ نمبر ۱۶۱ بہ اختلافاتِ ذیل :

شعر ۲ ۔ مصرع ۱ : زیرِ نظر نسخے میں سہو کتابت سے ''منشی کا'' بجائے ''منشی کے''

شعر ۲ ۔ مصرع ۲ : سہو کتابت سے ''شاعر کہ'' بجائے ''شاعر کی''

شعر ۳ ۔ مصرع ۱ : ''مقدور نہیں'' بجائے ''مقدور کیا''

شعر ۳ ۔ مصرع ۲ : سہو کتابت سے ''ہے'' بجائے ''ہہ''

اختتام : ''ندائے کُلُّ نفسٍ ذائقۃُ الموت کی دے ، آسودۂ عالمِ بقا ہوئے ۔ الٰہی جس طرح یہ چار درویش اور پانچویں بادشاہ مراد کو پہونچے ہر ایک کا مدعا اور مقصد حسبِ خاطر اوس کی کے بر لائیو ۔ بکرم و منت اپنے کے ۔ بمنّہٖ و کرمہٖ'' ۔

ترقیمہ : ''فقط تمام شد قصّہ چہار درویش بتاریخ بست و دویم رجب، سنہ ۱۲۵۹ ہجری بخط بندہ آسا رام کایتھ ساکن لکھنؤ . . . [کرم خوردہ] خدا گنج در ایام عطالت [کذا ـ علالت؟] و بیکاری بجہت شغل خاطر ارقام پذیرفت ـ

ہر کہ خواند دعا طمع دارم
زانکہ من بندۂ گنہ گارم''

خصوصیات : کاتب غیر محتاط ہے ـ اغلاطِ کتابت کثرت سے ہیں ـ

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱٦۱ ـ

● ● ●

۱٦۳

نو طرز مرصّع [۳]

محمد عطا حسین خاں تحسین

کتب خانہ	:	انجمن ترقی اُردو ، کراچی ۔
نمبر	:	قا ۳/۲۰
سائز	:	۲۰¾ × ۱۴ س م
اوراق	:	۱۷۸
سطور	:	۱۳
زمانۂ تصنیف	:	۱۷٦۸ء تا ۱۷۷۵ء
زمانۂ کتابت	:	تیرھویں صدی ہجری کا ربع دوم (قیاساً)
خط	:	نستعلیق ، جلی ، اوسط ۔
مہر	:	ورق ۱ ، ب اور ۱۷۸ ، ب پر ایک طغریٰ نما مہر ثبت ہے ، اس میں ''الکلمۃ الطیب'' کے الفاظ تو پڑھنے میں آتے ہیں ، بقیہ الفاظ ناخواں ہیں ۔
کیفیت	:	کاغذ دبیز ، مٹیالا ۔ نسخہ کرم خوردہ ہے ۔ پیوندکاری کی گئی ہے ۔ اوراق ۳۰ تا ۳٦ کے دونوں طرف پورے صفحات پر بٹر پیپر چسپاں کیا گیا ہے ۔ ورق ۱ ، الف سادہ ہے ۔ اس کے بائیں طرف کے اُوپر کے کونے میں یہ عبارت درج ہے ۔ ''ہذا الکتاب قصّہ چہار درویش عرف نو طرز مرصّع بزبانِ اُردو'' ۔ ترقیمے کے بعد کسی نے

''باقر علی'' کے نام کا اضافہ کیا ہے جس سے یہ خیال ہوتا ہے کہ شاید یہ کاتب کا نام ہو - لیکن ایسا نہیں ہے - کسی شخص نے ، جس کی تحویل میں یہ مخطوطہ رہا ہے ، اپنا نام (باقر علی) کئی جگہ لکھا ہے - مثلاً ورق ۵۰ ، ب پر ایک شعر کے دو مصرعے آمنے سامنے لکھے ہیں ، ان کے درمیان بھی یہی نام درج ہے - لکھنے والے کا خط اتنا ناپختہ ہے کہ اُسے مخطوطے کے خط سے کوئی نسبت نہیں ہے -

آغاز : مطابق مخطوطہ نمبر ۱۶۱ بہ اختلافاتِ ذیل :
شعر ۱ - مصرع ۲ : زیرِ نظر مخطوطے میں سہو کتابت سے ''مقال'' بجائے ''کمال''
شعر ۳ - مصرع ۱ : ''وصف'' بجائے ''نام''

اختتام : ''ندائے کُلُّ نفسٍ ذائقۃ الموت کی دے کر آسودہ عالمِ بقا کے ہوئے - الٰہی جس طرح سے یہ چار درویش اور پانچواں بادشاہ اپنی اپنی مراد کو پہونچے ہر ایک کے مدعا و مقصد بر لائیو - بمنہ و کرمہ - اور جیسے سب کے دن پھرے ویسے ہی سب کے دن پھریں - بمحمد و آلہٖ الامجاد بعون اللہ تعالیٰ'' -

ترقیمہ : ''تمام شد نو طرز مرصّع تصنیف ستودۂ شاعرانِ روئے زمین ، میر محمد عطا حسین متخلّص بہ تحسین ، مخاطب بخطاب مرصّع رقم خاں باتمام رسید'' -

خصوصیات : مخطوطے میں کتابت کی اغلاط کثرت سے ہیں -

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱۶۱ -

● ● ●

۱٦۴

نو طرز مرصّع [۴]

محمد عطا حسین خان تحسین

کتب خانہ : قومی عجائب گھر، کراچی۔

نمبر : ۸۲۳ ء ۱۹۵۷

سائز : ۲۱ ½ × ۱۴ س م

اوراق : ۱٦٦

سطور : ۱۳

زمانۂ تصنیف: ۱۷٦۸ء تا ۱۷۷۵ء

زمانۂ کتابت: تیرھویں صدی ہجری کا ربع آخر (قیاساً)

خط : نستعلیق، اوسط۔

کیفیت : نسخہ بوسیدہ، کیرم خوردہ اور ناقص الطرفین ہے۔ نیچے کے بائیں طرف کے کونے سے اوراق نہایت خستہ حالت میں ہیں۔ متن کو قدرے نقصان پہنچا ہے۔ آخری ورق بہت زیادہ کیرم خوردہ ہے، جلد ساز نے اس پر جزوی طور پر دبیز کاغذ چسپاں کر دیا ہے، جس سے متن کو مزید نقصان پہنچا ہے۔ کاغذ دبیز، سفید ہے۔

آغاز : ''موہبت[۱]، سر حلقۂ سخن طرازان دقایق فصاحت و قابلیت،

۱۔ نسخۂ مطبوعہ میں جملے کا آغاز یوں ہوتا ہے: ''برکت صحبت، فیض موہبت . . . (ص ۵۲)

سر دفتر نکتہ پردازان حقایق لطافت و اہلیت ، فہرست مجموعۂ سخنوری و سخندانی ، بسم اللہ نسخۂ جامع[1] الفاظ و معانی ، انجمن آرائے شرایط فن رنگین شاعری و انشا پردازی ، خطّاط زبردست صاحب کمال ، روشن قلم یعنی اعجاز رقم خاں صاحب کے ہے کہ بیچ اس زمانے کے اقلیم ہنر و علم کو نئی آرایش دے علم استادی کا بلند رکھتے تھے"۔

اختتام : . . .[2] اپنے کیتئیں درست کر کے گزارش کیا اور توقع . . کی رکھے کہ از سعی توجہ موجہ خود بدولت . . . سے یہ مظلوم بے چارہ از خانمان آوارہ گرم و سرد . . . رنج و راحت دہر چشیدہ تا بدامن دولت مستفیض . . . اپنے کو پہونچے بعید از بندہ نوازی سے ہوگا"۔

خصوصیات : ناقص الاول ہونے کی وجہ سے زیر نظر مخطوطے میں تمہیدی اشعار اور ان کے بعد کی عبارت کا ابتدائی حصہ نہیں ہے ۔ اندازاً شروع کا ایک ورق ضائع ہوا ہے ۔ مطبوعہ نسخے

۱۔ نسخۂ مطبوعہ میں یہ عبارت اس طرح ہے : "جامع قانون الفاظ . . . انجمن آرائے ضوابط آئین خوش نویسی و عبارت طرازی ، چمن پیرائے شرایط رنگین فن شاعری . . . اقلیم علم و ہنر کے تئیں آرایش دے کر علم استادی کا بلند رکھتے ہیں"۔ (ص ۳ - ۵۲)

۲۔ کیرم خوردگی کی وجہ سے جو الفاظ ضائع ہوگئے ہیں ، ان کی جگہ نقطے لگائے گئے ہیں ۔ نسخۂ مطبوعہ میں یہ عبارت اس طرح سے ہے : "چنانچہ مفصل کیفیت ہر چہار شخص کی بمنزلہ اربعہ عناصر کے تھے ، حواس خمسہ اپنے کیتئیں درست کر کے گزارش کیا اور کہا کہ اگر سعی و توجہ خود بدولت و اقبال کے سے بے مظلومان بیچارہ از خانمان آوارہ ، گرم و سرد زمانہ کشیدہ و رنج و راحت دہر چشیدہ کہ بہ دامن دولت مستفیض ہوئے ہیں ، مطلب اور مراد کو پہنچیں تو بعید از بندہ پروری و مسافر نوازی نہ ہوگا"۔ (ص ۲۷ - ۳۲۶)

سے مقابلہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مخطوطے کے آخر کے کم از کم دو ورق ضائع ہوئے ہیں ۔

کاتب غلط نویس اور غیر محتاط ہے ، اکثر مقامات پر اُس نے الفاظ اور فقرے چھوڑ دیے ہیں ۔

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱۶۱ ۔

● ● ●

۱٦۵

نثرِ بے نظیر

میر بہادر علی حسینی

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی ۔

نمبر : ۳۹۸

سائز : ۱۹ × ۱۳ س م

اوراق : ۱۳۴

سطور : ۱۲

سالِ تصنیف : ۱۲۱۷ھ/۱۸۰۲ء[1]

زمانۂ کتابت: تیرھویں صدی کا ربع دوم (قیاساً)

خط : نستعلیق ، اوسط ۔

مہریں : ورق ۱ ، الف پر دو مہریں ہیں ۔ دونوں مہریں مدور ہیں ۔ پہلی مہر میں دائرے کے گردِ جلی حروف میں انگریزی میں "میونسپل فری ریڈنگ روم اینڈ لائبریری بمبئی" لکھا ہے ۔

۱۔ حسینی نے یہ کتاب بقول خود ، ۱۸۰۲ء سے پہلے بھی عام بول چال کی زبان میں "بہ طرز سہل واسطے صاحبانِ نو آموز" لکھی تھی ۔ زیرِ نظر متن دوسری مرتبہ لکھا گیا جو "موافق محاورۂ خاص کے" ہے ۔ (دیباچہ ، نثرِ بے نظیر)

دائرے کے اندر مندرجہ ذیل اندراجات ہیں :

Acc. No. 1602

Author . . . . . .

Ed. or Tr. . . .

Class No. 16823

0 - 8 - 0

آخری اندراج سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب آٹھ آنے میں خریدی گئی تھی - دوسری مہر بھی انگریزی میں ہے - اس پر "رائٹرز ایمپوریم (پاکستان) لمیٹڈ ، کراچی" حاشیے میں ، اور دائرے کے اندر "بک سیلرز پوسٹ بکس نمبر ۴۹" لکھا ہے -

کیفیت : مخطوطہ اچھی حالت میں ہے - کاغذ باریک ، ولایتی - ورق ۴۰ ۲ تک آسمانی رنگ کا کاغذ ہے اور اس کے بعد سفید - کاتب نے رموز اوقاف کا خاص اہتمام کیا ہے ، تمام علامات وقف سرخ روشنائی سے ہیں - مخطوطے کے آغاز سے پہلے ایک ورق الگ سے لگایا گیا ہے جس پر نسخۂ مطبوعہ کے سرورق کی عبارت درج کی گئی ہے - مخطوطہ ورق ۱ ، ب سے شروع ہوتا ہے - اور ورق ۱۳۳ ، ب پر ختم ہوتا ہے - ورق ۱۳۴ ، الف پر "فہرست نثر بے نظیر" ہے - ورق ۱۳۴ ، ب سادہ ہے - مخطوطے پر صفحات نمبر درج کیے گئے ہیں جو ص ۱ سے ص ۲٦۷ تک ہیں - فہرست میں عنوانات کے آگے بھی صفحات نمبر درج ہیں جو سرخ روشنائی سے ہیں -

آغاز :

"قلم سے لکھوں پہلے نام خدا
کہ حاصل ہو دل کا مرے مدّعا
وہ کہا ہے کہ ہو یہ کہانی تمام
بحق نبی سرور خاص و عام

حمد کی زیبایش لائق ہے ایسے خالق کو جس نے مجرّد و

مادے پیدا کیے ۔ ادراک و حواس جو اِن میں قابل تھے ان کو دیے ۔ انسان میں ان کو شریف تر بنایا ۔ حسن و عشق اس کو عطا فرمایا ۔ کون پا سکے اس کی صنعت کے راز ۔ ان کو آپ ہی جانتا ہے وہ بے نیاز ۔ رحمت کاملہ کی آرایش سزاوار اس نبی کے ہے ، قرآن سا معجزہ جس کے لیے بھیجا اور قصہ ہر ایک پیغمبر کا اس میں بیان کیا ۔ بشر کی تاب کیا جو اس کے مقطعات کے اشاروں کو سمجھے یا مرکبات سے معانی کی تہوں کو پاوے" ۔

اختتام : "الحمد للہ بادشاہ سے بادشاہ زادہ ملا ۔ شہر پر فضل پروردگار کا ہوا ۔ پھر ویسی ہی چہلیں اور دھومیں مچ گئیں ۔ اور اس طرح کی خوشیاں اور شادیاں رچ گئیں ۔ بلبلیں باغ میں بدستور چہچہے کرنے لگیں اور کلیاں سب کے دلوں کی کھل گئیں :

انھوں کے جہاں میں پھرے جیسے دن
ہمارے تمھارے پھریں ویسے دن
ملیں سب کے بچھڑے الٰہی تمام
بحق محمد علیہ السلام

جیسے کہ وے شاد ہوئے ، ہم بھی شاد ہوں ، جیسے کہ وے آباد ہوئے ہم بھی آباد ہوں" ۔

ترقیمہ : تاریخ و سنہ نہیں ہے صرف "تمت تمام شد" لکھا ہے ۔

مندرجات : یہ میر حسن کی مثنوی سحرالبیان کا نثر میں خلاصہ ہے ۔

خصوصیات : یہ نسخہ ، نسخۂ مطبوعہ کی نقل ہے ۔ متن کے آغاز سے پہلے جو ورق الگ سے لگایا گیا ہے ، اس پر نسخۂ مطبوعہ کے سرورق کی یہ عبارت نقل کی گئی ہے :

"اللہ اکبر

نثر بے نظیر سحرالبیان مثنوی کی جس کا مصنف میر حسن ہے ، تالیف کی ہوئی میر بہادر علی حسینی کی ، مدرسۂ جدید کے لیے ، عہد میں زبدۂ نوئینان عظیم الشان ،

مشیر خاص شاہ کیوان بارگاہ انگلستان ، مارکویس ولزلی گورنر جنرل بہادر دام ظلہ کے ، حکم سے خداوند نعمت جان گلکرست بہادر اقبالہ کے :

نہیں ہے بحث کا طوطی ترا دہن مجھ سے
سخن ہے من لے تو رنگیں تر از چمن مجھ سے
سخن مرا ہے مقابل مرے ، سخن کے میں
کہ میں سخن سے ہوں مشہور اور سخن مجھ سے

سنہ ۱۸۰۳ عیسوی مطابق سنہ ۱۲۱۸ ہجری ہندوستانی چھاپے خانے میں چھاپا گیا ہوا منشی آفتاب الدین کا" ۔

دیگر نسخے : ۱۔ نسخۂ کتب خانۂ سالار جنگ ، حیدرآباد دکن:

فہرست نمبر ۹۱۱ ۔ لائبریری نمبر ۶۰۷ ۔ سائز ۸ × ۵" ۔ صفحات ۲۸۷ ۔ سطور ۱۰ ۔ خط نستعلیق ۔ ناقص الاول ۔ ترقیمہ : "مثنوی میر حسن بروز سہ شنبہ شہر ربیع الاول بتاریخ نہم سنہ ۱۲۵۵ ہجری کہ پنج گھڑی شب برآمدہ بود بانصرام رسید" ۔ (سالار جنگ ، صص ۲۷ - ۲۶۷)

۲۔ نسخۂ کتب خانۂ ذاتی گارسیں دتاسی :

فہرست نمبر ۲۸۶۵ ۔ (سہ ماہی ، نوائے ادب ، جنوری ، ۱۹۵۸ء ، ص ۳۳)

۳۔ نسخۂ ایشیاٹک سوسائٹی لائبریری ، کلکتہ :

فہرست نمبر ۱۲۰ ۔ لائبریری نمبر ۱۲۱ ۔ فہرست میں اس کا اندراج میر حسن کے نام سے ہے ۔ حسینی کا نام نہیں لکھا ۔ (فہرست ایشیاٹک سوسائٹی ، ص ۴) یہ کتاب ۱۰۸ ، اوراق پر مشتمل ہے ۔ قلمی نسخے پر کالج کی مہر ثبت ہے ۔ (بنگال ، ۹۴)

۴۔ نسخۂ برٹش میوزیم ، لندن :

فہرست نمبر ۹۵ ۔ اوراق ۱۴۹ ۔ سائز $8\frac{3}{4} \times 5\frac{1}{4}$" ۔

سطور ۱۱ - عمدہ نستعلیق - کاتب : شاہ سراج الدین محمد غوث خاں - نسخے کے آخر میں کاتب نے صرف "۱۲ رمضان" کی تاریخ درج کی ہے ، سنہ نہیں لکھا - اس کے شروع میں ۱۸۰۲ء کے کلکتہ ایڈیشن کے سرورق کی نقل ہے جس میں غلطی سے ۱۸۰۳ء کی بجائے ۱۸۱۳ء لکھا گیا ہے - یہ نسخہ انیسویں صدی عیسوی کے آغاز کا مکتوبہ ہے - (برٹش میوزیم ، ہندوستانی ، صص ۵۵ - ۵۶)

مطبوعہ نسخے: ۱- اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ۱۸۰۳ء میں شائع ہوا تھا - زیر نظر مخطوطہ ، اسی ایڈیشن کی نقل ہے - "خصوصیات" کے تحت اس ایڈیشن کے سرورق کی عبارت نقل کی جا چکی ہے - اس ایڈیشن کا ایک نسخہ انجمن ترقی اُردو کراچی کے کتب خانۂ خاص میں ہے -

۲- دوسرا ایڈیشن ۱۸۰۵ء میں کلکتے سے شائع ہوا - (برٹش میوزیم ، ہندوستانی ، ص ۵۶)

۳- ایک ایڈیشن کالج پریس ، کلکتہ سے ۱۸۷۰ء میں شائع ہوا تھا - یہ انجمن ترقی اُردو ، کراچی کے کتب خانۂ خاص میں ہے -

"نثر بے نظیر" کے متعدد ایڈیشن شائع ہوئے ہیں - ایم - ایچ کورٹ نے اس کا انگریزی میں ترجمہ کیا جو پہلی بار ۱۸۷۱ء میں شملے سے اور دوسری بار اسی سال کلکتے سے شائع ہوا - (برٹش میوزیم ، ہندوستانی ، ص ۵۶)

مصنف : میر بہادر علی حسینی کے حالات عام طور پر دستیاب نہیں ہوتے - ادبی تاریخوں میں ان کے بارے میں طرح طرح کی غلط فہمیاں راہ پا گئی ہیں - یحییٰ تنہا نے لکھا ہے :

"سیّد عبداللہ کاظم کے صاحب زادے ہیں جنھوں نے اپنے اہتمام سے حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی کا اُردو ترجمۂ قرآن شریف پہلی بار شائع کیا - حسینی نے دہلی ہی میں تعلیم و تربیت اور نشو و نما پائی" - (سیرالمصنّفین ، اوّل ، ص ۷۹)

پروفیسر سیّد محمد لکھتے ہیں : ''ان کے والد کا نام سیّد عبداللہ کاظم ہے اور یہ وہی صاحب ہیں جن کی حسن سعی و اہتمام سے حضرت شاہ عبدالقادر . . . کا اُردو ترجمۂ قرآن مجید پہلی بار شائع ہوا تھا . . . پہلا ایڈیشن . . . دہلی ہی میں طبع ہوا تھا ، اس بنا پر خیال ہوتا ہے کہ حسینی دہلی کے باشندے تھے ۔ اس کے علاوہ ایک اور شہادت یہ ہے کہ میر امّن . . . باغ و بہار کے دیباچے میں اپنے ملازم ہونے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

'منشی میر بہادر علی جی کے وسیلے سے حضور تک . . . گلکرسٹ . . . کے رسائی ہوئی' ۔

میر امن کے اندازِ بیان سے مترشح ہوتا ہے کہ حسینی سے ان کی گہری اور بے تکلف دوستی تھی . . . حسینی ضرور میر امّن کے اہلِ وطن اور دہلی ہی کے بے تکلف دوست ہوں گے'' ۔ (اربابِ نثر اُردو ، ص ۱۱ - ۱۱۰)

بعد کے تمام محققوں نے ان بیانات کو دہرایا ہے ۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یحییٰ تنہا اور پروفیسر سیّد محمد نے حسینی کے باپ کا نام سیّد عبداللہ کاظم کس بنا پر لکھا ۔ حسینی نے اپنی کسی تصنیف میں اپنی ولدیت اور وطنیت کے باب میں کچھ نہیں لکھا ۔ ہمارا خیال ہے کہ مذکورہ مصنّفین کو کریم الدین کی عبارت کے سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے ۔ کریم الدین نے حسینی کی تصانیف کے ضمن میں لکھا ہے :

'اور ایک ترجمہ قرآن شریف کا اُردو میں جس میں سوائے مددگاروں کے کاظم علی جوان کی بھی مدد تھی جس میں ، باپ سیّد عبداللہ کا جس نے مولوی عبدالقادر کے اُردو ترجمۂ قرآن کا چھپوانے میں اہتمام کیا تھا'' ۔ (شعرائے ہند ، ص ۲۵۹)

اس عبارت میں پہلا جملہ ''مدد تھی جس میں'' پر ختم ہوتا ہے اور دوسرا ''باپ'' سے شروع ہوتا ہے ۔ پہلے جملے کا تعلق اُس ترجمۂ قرآن سے ہے جو فورٹ ولیم کالج

کی طرف سے ہوا تھا اور جس میں حسینی بھی شریک تھے۔ دوسرے جملے کا تعلق شاہ عبدالقادر کے ترجمے سے ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ حسینی اُس سیّد عبداللہ کا باپ تھا جس کے اہتمام سے شاہ عبدالقادر کا ترجمۂ قرآن چھپا تھا۔ معلوم نہیں یحییٰ تنہا اور پروفیسر سیّد محمد نے کس بنا پر سیّد عبداللہ کے نام میں کاظم علی جوان کے نام کا جزو اوّل بطور تخلّص شامل کر دیا اور پھر سیّد عبداللہ کاظم کو حسینی کا باپ بنا دیا۔ کریم الدین کا ماخذ گارسیں دتاسی کی تاریخِ ادبیات ہے۔ گارسیں دتاسی نے لکھا ہے:

"حسینی، سیّد عبداللہ کے باپ ہیں، جو عبدالقادر کے اُردو ترجمۂ قرآن کے ناشر ہیں۔ یہ کلکتے میں ۱۸۲۹ء میں چھپا"۔ (ترجمہ بحوالہ مقدمہ "اخلاقِ ہندی"، لاہور، ۱۹۶۳ء، ص ۲۵)

اسی سے پروفیسر سیّد محمد کی یہ دلیل بھی رد ہو جاتی ہے کہ سیّد عبداللہ ترجمۂ مذکور کے پہلے ایڈیشن کے ناشر تھے جو دہلی سے چھپا تھا۔ لہٰذا اس بنا پر حسینی کو دہلی کا باشندہ ثابت کرنا درست نہیں ہو سکتا۔ رہی یہ بات کہ میر امّن کے گہرے دوست ہونے کی بنا پر حسینی کا وطن بھی دہلی ہی ہوگا، محض قیاس آرائی ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ سیّد عبداللہ، میر بہادر علی حسینی کے بیٹے تھے اور انھوں نے شاہ عبدالقادر کا ترجمۂ قرآن کلکتے سے نہیں سیرام پور (ضلع ہوگلی) سے (مطبع احمدی سے) شائع کیا تھا۔ گارسیں دتاسی نے ترجمے کا سالِ طباعت ۱۸۲۹ء لکھا ہے۔ لیکن مولانا غلام رسول مہر کے پیشِ نظر جو نسخہ تھا، اس پر تکمیلِ طباعت کی تاریخ ۲۷ جمادی الاوّل، ۱۲۵۴ھ [م: ۱۸ اگست، ۱۸۳۸ء] درج ہے۔ اس ترجمے کے ساتھ سیّد عبداللہ نے اپنی ایک تحریر بھی شائع کی تھی، جس میں ترجمۂ قرآن کی طباعت کی

تفصیلات ہیں ۔ اسی تحریر میں سیّد عبداللہ نے اپنے بارے میں بعض باتیں لکھی ہیں جن سے میر بہادر علی حسینی کے حالات پر بھی روشنی پڑتی ہے ۔ یہ تحریر مولانا مہر نے "جماعت مجاہدین" (صص ۹ - ۳۰۵) میں شامل کی ہے ۔ سیّد عبداللہ نے اپنا نام یوں لکھا ہے :

" . . . سیّد عبداللہ ابن سیّد[1] بہادر علی بن سیّد حسن بن سیّد جعفر مدنی ، پیچھے اس کے ترمذی ، پیچھے اس کے لاہوری ، پیچھے اس کے سوانی . . . "

اور پھر وطن اور اجداد کے بارے میں یہ اطلاعات فراہم کی ہیں :

"سوانا ایک بستی کا نام ہے ، شہر تھانیسر کے تیرہ کوس دکھن ، دلّی سے پانچ منزل مغرب ، جس کو اس خاکسار کے اجداد میں سے حضرت شاہ زید شہید سالار لشکر نے لاہور سے مع اپنی برادری آ کر وہاں کے ہندو راجہ سے جہاد کر کے فتح کیا تھا ۔ پھر وہیں شہید ہوئے اور برادری اور اولاد ان کی اس کے گرد و پیش کئی بستیوں پر عمل کر کے وہاں بسی ۔ بڑے بڑے سیّد بزرگ ان کے سلسلے میں ہوئے ، جیسے حضرت سیّد شاہ میر اور حضرت سیّد نظام الدین اور سیّد اعزاز الدین نوبہار اور سیّد شاہ محمد حاجی اور سیّد شاہ بھیکھ جن کے مزار کہرام

۱- شاہ عبدالقادر کے ترجمۂ قرآن کی طباعت کے دوران صحت کا جو اہتمام کیا گیا تھا ، اس کا ذکر کرتے ہوئے سیّد عبداللہ لکھتے ہیں : "چھاپے کے وقت جہاں شبہ گزرتا تھا ، کئی قرآن صحیح . . . اور ایک ترجمہ ہندی اُردو کی زبان میں جو اس خاکسار کے والد منشی سیّد بہادر علی مرحوم اور کئی فاضلوں نے مل کر کلکتہ میں کیا تھا ، موجود تھے" ۔ اس تحریر کے بعد کوئی شبہ نہیں رہتا کہ سیّد عبداللہ ، میر بہادر علی حسینی کے بیٹے تھے ۔

اور ٹھسکے میں ہیں ۔ ان بزرگواروں کا سلسلہ حضرت امام علی اصغر سے جو امام زین العابدینؑ کے چھوٹے بیٹے تھے ، جا ملتا تھا ۔ اگرچہ خاکسار چند مدت سے بنگالے میں ہے ، پر اب تک آمد و شد بھائیوں کی وطن سے یہاں اور قرابت بیاہ شادی کی ان سے جاری ہے'' ۔

حسینی کی پیدایش ، اور وطن سے کلکتے آنے کے سنین سے ہم ناواقف ہیں ۔ ان کے بارے میں صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ۴ مئی ۱۸۰۱ء کو فورٹ ولیم کالج میں میر منشی کی حیثیت سے ملازم ہوئے ۔ (گلکرسٹ ، ص ۹۸) ۔ ملازمت کے دوران حسینی نے چار کتابیں ''نثر بے نظیر'' ، ''اخلاقِ ہندی'' ، ''تاریخِ آسام'' اور ''قواعد زبانِ اُردو'' تالیف کیں ۔ حسینی نے بعض دوسرے مصنّفوں کے ساتھ ''نقلیات لقمانی'' کی تالیف اور قرآن شریف کے ترجمے کا کام بھی کیا ۔

حسینی کے حالات کے سلسلے میں ڈاکٹر وحید قریشی لکھتے ہیں :

''فروری ۱۸۰۴ء میں گلکرسٹ کے جانے کے بعد یا تو بہادر علی ملازمت سے الگ ہو گئے یا ان کا انتقال ہو گیا ، اس لیے کہ اس کے بعد جب لارڈ منٹو کی گورنر جنرلی کے زمانے میں راسخ عظیم آبادی کلکتے گئے تو انھوں نے دوسرے منشیوں کا ذکر کیا ہے لیکن میر بہادر علی کا ذکر نہیں کیا ۔ راسخ ۱۲۲۰ھ میں کلکتے میں تھے . . . (مثنویاتِ راسخ ، ص ۲۳ ، ۲۴ ، ۲۶) . . . جس سے یہ قیاس بہ آسانی کیا جا سکتا ہے کہ اس زمانے تک حسینی کا کالج سے کوئی تعلق نہیں رہا'' ۔ (مقدمہ ، اخلاقِ ہندی ، صص ۱۰ - ۹)

لیکن جاوید نہال نے ٹامس روبک کی تصنیف
"Annals of College of Fort William" کے
حوالے سے لکھا ہے :

''وہ (حسینی) ۱۸۰۸ء کے دسمبر میں میر منشی کے
عہدے سے سبکدوش ہو چکے تھے اور میر شیر علی
افسوس ان کے جانشین ہوئے تھے - مگر ۱۸۱۶ء
تک کالج سے ان کا تعلق قائم رہا اور ریٹائر ہونے
کے باوجود ۱۸۱۶ء تک کالج میں محض مترجم کی
حیثیت سے کام کرتے رہے'' - (بنگال ، ص ۸۸)

اس سے ثابت ہے کہ راسخ کے ورود کلکتہ (۱۲۲۰ھ/
۱۸۰۵-۶ء) کے بہت بعد تک حسینی کلکتہ میں موجود
تھے اور کالج سے ان کا تعلق قائم تھا -

حسینی کا سال وفات معلوم نہیں ہو سکا -

مآخذ : (۱) گارسیں دتاسی ، اول ، ۶۰۷ - (۲) شعرائے ہند ،
۲۵۸ - (۳) سیرالمصنفین ، اول ، ۶۸ - (۴) ارباب نثر
اردو ، ۱۰۱ - (۵) سکسینہ ، نثر ، ۹ - (۶) داستان تاریخ ،
۱۲۳ - (۷) نثری داستانیں ، ۲۳۲ - (۸) تاریخ ادبیات ،
ہشتم ، ۹۷ - (۹) بنگال ، ۸۵ - (۱۰) اخلاق ہندی ، مقدمہ ،
از ڈاکٹر وحید قریشی ، لاہور ، ۱۹۶۳ء (یہ مقدمہ ڈاکٹر
وحید قریشی کی کتاب ''کلاسیکی ادب کا تحقیقی مطالعہ''
لاہور ، ۱۹۶۵ء میں بھی شامل ہے) - (۱۱) قواعد زبان
اردو ، مقدمہ ، از خلیل الرحمٰن داؤدی ، لاہور ، ۱۹۶۲ء -
(۱۲) گلکرسٹ ، بمدد اشاریہ - (۱۳) برٹش میوزیم ،
ہندوستانی ، ۳۷ -

● ● ●

١٦٦

فسانۂ عجائب

مرزا رجب علی بیگ سرور

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی -

نمبر : ۱۹۵۸ء ۱/۳

سائز : $18\frac{1}{2}$ × ۱۳ س م

اوراق : ۱۱۸

سطور : ۱۵

سالِ تصنیف: ۱۲۴۰ھ [م : ۲۵ - ۱۸۲۴ء]

زمانۂ کتابت: تیرھویں صدی ہجری کا ربع آخر (قیاساً)

خط : نستعلیق ، معمولی -

کیفیت : مخطوطہ ناقص الآخر ہے - کاغذ باریک ، بادامی - عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں -

آغاز : ''سزاوار حمد و ثنا ، خالق ارض و سما ، جل و علا[1] ، صانع بے چون و چرا ہے - جس نے رنگ بے ثباتی سے ہائیں رنگا رنگی تختۂ چمن دنیا پُر از لالہ و گل جز و کل بنایا اور باوجود ترس باغبان و بیم صیاد ولولۂ رخ گل[2] بلبل کو دے کر دام محبت میں پھنسایا'' -

---

۱- نسخۂ مرتبہ اطہر پرویز : جل و علیٰ ۲- ایضاً : گل و بلبل

اختتام : "آنانکہ خـاک را بنظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

اسی دم چلنے کا قصد[1] کیا ، وہ لوگ مانع ہوئے ، کہا ابھی جانے کی طاقت آپ میں آئی نہیں ، پاؤں میں راہ چلنے کی تاب و توانائی نہیں ۔ دو چار روز یہاں آرام"[2] ۔

مندرجات : یہ ایک طبع زاد قصّہ ہے ، جس کے بعض اجزا مختلف مروّجہ داستانوں سے ماخوذ ہیں ۔ بنیادی کہانی تو صرف اتنی ہے کہ ملک ختن کا شہزادہ جانِ عالم ایک طوطے کی زبانی ملک زرنگار کی شہزادی انجمن آرا کے حُسن کی تعریف سن کر اُس پر نادیدہ عاشق ہو جاتا ہے ۔ وہ انجمن آرا کو حاصل کرنے کے لیے ملک زرنگار کی طرف روانہ ہوتا ہے اور مختلف مہمات سر کرتا ہوا انجمن آرا کو حاصل کر لیتا ہے ۔ کہانی یہیں ختم نہیں ہوتی بلکہ اس کے بعد بھی جانِ عالم کو مزید مہمات سر کرنی پڑتی ہیں ۔ اس قصّے میں پانچ ضمنی کہانیاں بھی ہیں ۔ جو یہ ہیں :

(۱) کلکتے کے سوداگر کی بیٹی کا قصّہ ۔
(۲) کلکتے کے سوداگر بجسٹن کے بیٹے کا قصّہ ۔
(۳) شاہ یمن کا قصّہ ۔
(۴) جڑواں بھائیوں کا قصّہ ۔
(۵) زنِ عفیفہ کا قصّہ ۔

خصوصیات : مخطوطہ وہاں ختم ہوتا ہے جہاں جہاز کی تباہی کے بعد جانِ عالم کے ایک بستی میں پہنچنے کا ذکر ہے ۔ گویا اصل داستان کا تقریباً پانچواں حصہ اس مخطوطے میں نہیں ہے ۔

دیگر نسخے : ۱۔ نسخۂ کتب خانۂ سالار جنگ ، حیدرآباد دکن :

فہرست نمبر ۹۱۶ ۔ لائبریری نمبر ۶۶۶ ۔ سائز ۹ × ۶" ۔ صفحات ۲۵۲ ۔ سطور ۱۱ ۔ خط نستعلیق ۔

۱۔ نسخۂ مرتبہ اطہر پرویز : عزم   ۲۔ آخری دو لفظ "ترک" کے ہیں ۔

ترقیمہ : ''تمام شد بتاریخ یازدہم شہر ذیقعدہ بوقت دوپہر دو گھڑی روز پنج شنبہ ، ۱۲۶۶ھ - کاتب الحروف تہوی'' - (سالار جنگ ، صص ۳۲ - ۸۳۲)

۲- نسخۂ بنارس یونی ورسٹی لائبریری :

فہرست نمبر ۳ . IX . U/ب - ۲ - سال کتابت ۱۸۵۰ء - (نوادر بنارس ، اُردو ، ص ۴۷)

۳- نسخۂ انجمن ترقی اُردو ہند :

فہرست نمبر ۳۰۷ - (اُردو ادب ، جولائی تا ستمبر ، ۱۹۵۳ء ، ص ۱۷۸)

ادارۂ ادبیات اُردو ، حیدر آباد دکن میں اس کے دو نسخے ہیں :

۴- فہرست نمبر ۳۰۵ - اوراق ، درج نہیں - سطور ۱۵ - سائز ۸½ × ۶'' - نسخۂ مطبوعہ کی نقل ہے - ترقیمہ : ''نسخۂ فسانۂ عجائب من تصنیف مرزا رجب علی بیگ المتخلّص بہ سرور ساکن بلدۂ لکھنؤ بتاریخ بست و چہارم ماہ صفرالمظفر ، سنہ ۱۲۷۶ ہجری نبوی در بلدۂ فرخندہ بنیاد حیدر آباد از کتاب چھاپہ مطبوعہ مولوی مسیح الزمان صاحب محررۂ پانزدہم ماہ ذیقعدہ ، سنہ ۱۲۶۸ ہجری تحریر نمودہ شد - طبع زاد اضعف العباد احمد علی ۱۲۷۶ھ'' - ''اس ترقیمے کے بعد ایک اور صاحب شرف الدین احمد کے دستخط ہیں جنھوں نے پندرہ روز کے اندر ہی . . . اس کتاب پر نظر ثانی کر کے اس کو صحیح کیا - ان کی عبارت یہ ہے :

'محرر گشت در آوان اسعد
ز دست خاص شرف الدین احمد

بتاریخ دہم ماہ ربیع الاول سنہ مذکور الصدر کتاب ہذا بنظر ثانی درآوردہ صحیح نمودہ شد' -'' (ادارۂ ادبیات ، سوم ، صص ۷۸ - ۷۷)

۵- فہرست نمبر ۹۸۱ - اوراق ۵۹ - سطور ۱۰ - سائز ½۹ × ۶" - "یہ مخطوطہ بہت ہی قدیم الخط ہے اور خاص اہتمام سے لکھنؤ میں اعلیٰ درجے کی سرخ و سیاہ روشنائی میں شکستہ آمیز نستعلیق میں لکھا گیا ہے - اس میں بعض صفحات وصلی کے طور پر قلم بند کیے گئے ہیں - ناقص الطرفین ہے اور بعض جگہ درمیان سے بھی اوراق غائب ہیں اور آگے پیچھے بھی ہیں" -
(ادارۂ ادبیات ، پنجم ، صص ۳۹ - ۱۳۸)

۶- نسخہ مولانا آزاد لائبریری ، مسلم یونی ورسٹی ، علی گڑھ :

یہ نسخہ مطبع حسینی کے ۱۲۵۹ء کے مطبوعہ نسخے کی نقل ہے جس کی کتابت سردار خاں نے کی ہے -
(دیباچہ ، فسانۂ عجائب ، اطہر پرویز ، صص ۱۲ ، ۳۶)

مطبوعہ نسخے: ذیل کی تفصیلات "فسانۂ عجائب" مرتبہ اطہر پرویز کے دیباچے اور ڈاکٹر نیّر مسعود کی کتاب "رجب علی بیگ سرور" سے اخذ کی گئی ہیں - سرور کی زندگی میں مندرجہ ایڈیشن شائع ہوئے :

۱- مطبع حسنی ، لکھنؤ ، ۱۲۵۹ھ/۱۸۴۳ء
۲- مطبع رفاہِ عام ، دہلی ، بہ اہتمام کریم الدین صاحبِ طبقات شعرائے ہند ، ۱۲۶۱ھ/۱۸۴۵ء
۳- مطبع مصطفائی ، لکھنؤ ، ۱۲۶۲ھ/۱۸۴۶ء
۴- مطبع مرأة الاخبار ، کلکتہ ، ۱۲۶۲ھ/۱۸۴۶ء
۵- مطبع حسنی ، لکھنؤ ، ۱۲۶۳ھ/۱۸۴۷ء
۶- مطبع علی بخش ، حسب الحکم سلطان المطابع ، لکھنؤ ، ۱۲۶۷ھ/۱۸۵۱ء
۷- مطبع محمدی ، کانپور ، ۱۲۶۷ھ/۱۸۵۱ء
۸- مطبع مسیحائی ، لکھنؤ ، ۱۲۶۷ھ/۱۸۵۱ء
۹- مطبع لالہ جمنا داس بلدیو سہائے ، کانپور ، ۱۲۷۱ھ

۱۰- مطبع افضل المطابع مہدی ، کانپور ، ۱۲۷۶ھ/۱۸۵۹ء

۱۱- مطبع احمدی شاہدرہ دلہائی ، ضلع میرٹھ ، ۱۲۷۹ء

۱۲- مطبع نول کشور ، لکھنؤ ، ۸۳ ۱ھ/۱۸۶۷ء

۱۳- کالج پریس ، کلکتہ ، ۱۲۸۴ھ/۱۸۶۸ء

۱۲۸۳ھ/۱۸۶۷ء میں مطبع نول کشور نے سرور سے "فسانۂ عجائب" کا حقِ تالیف خرید کر اپنے نام رجسٹر کرا لیا ۔ اس کے بعد اس مطبع نے متعدد ایڈیشن شائع کیے ۔ ۱۹۵۴ء میں انتالیسواں ایڈیشن شائع ہوا تھا ۔ ۱۸۹۰ء میں وکٹوریہ پریس ، لاہور نے ایک غیر قانونی ایڈیشن شائع کیا تھا جس کے لیے منشی نول کشور قانونی چارہ جوئی کا خیال رکھتے تھے ۔ (رجب علی بیگ سرور ، ص ۱۲۷) ۔ ۱۹۲۸ء میں دارالاشاعت پنجاب ، لاہور اور رام نرائن لال الہ آباد نے فسانۂ عجائب کے ایڈیشن شائع کیے ۔ ثانی الذکر ایڈیشن مخمور اکبر آبادی نے مرتب کیا تھا ۔ نول کشور کے کاپی رائٹ کی پچاس سالہ مدت ختم ہونے کے بعد برِ صغیر پاک و ہند کے مختلف ناشروں نے متعدد ایڈیشن شائع کیے ۔ ۱۹۶۹ء میں الہ آباد سے اطہر پرویز کا مرتبہ نسخہ شائع ہوا جس کا متن افضل المطابع مہدی ، کانپور اور مطبع احمدی شاہدرہ دلہائی ، ضلع میرٹھ (مذکورہ بالا ، ۱۰ ، ۱۱) کے نسخوں پر مبنی ہے ۔

مصنف : سرور ۱۲۰۰ھ (۸۶ - ۱۷۸۵ء) کے لگ بھگ لکھنؤ میں پیدا ہوئے ۔ باپ کا نام اصغر علی بیگ تھا ۔ سرور نے فارسی عربی کی مروجہ تعلیم حاصل کی اور فنونِ سپہ گری بھی سیکھے ۔ انھیں خوش نویسی اور موسیقی سے بھی دل چسپی تھی ۔ آغازِ شباب میں شاعری کا شوق پیدا ہوا اور مرزا خانی نوازش (شاگرد میر سوز) کی شاگردی اختیار کی ۔ ربیع الثانی ، ۱۲۴۰ھ (نومبر ، دسمبر ، ۱۸۲۴ء) میں قتل کے الزام میں لکھنؤ سے نکالے گئے یا فرار ہو کر کانپور پہنچے ۔ یہیں انھوں نے ۱۲۴۰ھ ہی میں فسانۂ عجائب لکھی ۔

چند برس بعد ۱۲۴۳ھ (۲۸-۱۸۲۷ء) کے لگ بھگ لکھنؤ واپس آ گئے - محمد علی شاہ کی تخت نشینی (۱۲۵۳ھ/ ۱۸۳۷ء) کے بعد جب شرف الدولہ محمد ابراہیم بادشاہ کے نائب مقرر ہوئے تو انھوں نے سرور کا تقرر کسی ملازمت پر کر دیا جس سے سرور کی مالی پریشانیاں ختم ہو گئیں اور وہ آسودہ حالی سے زندگی بسر کرنے لگے - محمد علی شاہ کے انتقال (۵ ربیع الثانی ۱۲۵۸ھ/۱۰ مئی ۱۸۴۲ء) کے بعد امجد علی شاہ کی تخت نشینی ہوئی اور شرف الدولہ کا ستارہ گردش میں آ گیا - اس کے نتیجے میں سرور بھی بے روزگار ہو گئے - واجد علی شاہ کی تخت نشینی (۱۲۶۳ھ/ ۱۸۴۷ء) کے بعد سرور کے دن پھرے اور بادشاہ نے پچاس روپے ماہوار وظیفہ مقرر کر دیا - ۱۲۷۱ھ/۱۸۵۴ء میں سرور نے دہلی اور میرٹھ کا سفر کیا - اسی سفر کے دوران اُن کی ملاقات غالب سے ہوئی -

بعد کے زمانے میں سرور کی زندگی پریشانیوں میں گزری - خصوصاً انتزاع سلطنت اودھ اور اس کے بعد کے حالات سرور کے لیے خاصے پریشان کن ثابت ہوئے - ۱۲۷۵ھ (۱۸۵۹ء) میں وہ مہاراجہ بنارس کی طلبی پر بنارس چلے گئے - انھوں نے اپنی زندگی کے آخری گیارہ برس یہیں گزارے - ۱۲۸۶ھ (۱۸۶۹ء) میں ان کا انتقال بنارس ہی میں ہوا اور شیخ علی حزیں کے مقبرے کے باہر دفن ہوئے -

فسانۂ عجائب کے علاوہ سرور نے حسب ذیل کتابیں لکھیں :

۱- سرور سلطانی (شمشیر خانی کا ترجمہ) ، ۱۲۶۴ھ
۲- شگوفۂ محبت (نو آئین ہندی ، مصنّفہ مہر چند مہر پر مبنی داستان) ، ۱۲۷۲ھ
۳- گلزارِ سرور (حدائق العشاق کا ترجمہ)
۴- شبستانِ سرور (ترجمۂ الف لیلہ) ، ۱۲۷۹ھ

۵۔ فسانۂ عبرت (اودھ کے آخری چار حکمرانوں کے حالات)

۶۔ انشائے سرور (یہ سرور کے مکاتیب کا مجموعہ ہے جو ان کی وفات کے بعد ان کے بیٹے احمد علی رسا نے شائع کیا) ۔

مآخذ : (۱) عیار ، ۳۴۲ - (۲) بے جگر در دریف س - (۳) گلشن ، ۹۷ - (۴) گلستان ، ۱۰۶ - (۵) خوش معرکہ ، اول ، ۲۳۲ - (۶) شعرائے ہند ، ۳۹۴ - (۷) سراپا سخن ، ۹۷ ، ۳۶۰ - (۸) یادگار ، ۱۰۸ - (۹) گلستانِ سخن ، ۲۹۵ - (۱۰) سخنِ شعرا ، ۲۱۳ - (۱۱) نادر ، ۱۸۰ - (۱۲) طور ، ۵۰ - (۱۳) بزم ، ۵۹ - (۱۴) جلوہ ، دوم ، ۱۹۳ - (۱۵) خم خانہ ، چہارم ، ۱۷۳ - (۱۶) ارباب ، ۱۶ - (۱۷) آبِ بقا ، ۶۲ - (۱۸) سکینہ ، نثر ، ۲۱ - (۱۹) سیرالمصنفین ، اول ، ۲۰۶ - (۲۰) داستانِ تاریخ ، ۱۸۴ - (۲۱) تاریخِ ادبیات ، ہشتم ، ۹۸ - (۲۲) نثری داستانیں ، ۳۲۷ - (۲۳) رجب علی بیگ سرور ، ڈاکٹر نیّر مسعود ، الہ آباد ، ۱۹۶۷ء - (اوپر سرور کے جو حالات لکھے گئے ہیں ، وہ اسی کتاب سے ماخوذ ہیں - سرور کے بارے میں مزید حوالوں کے لیے اس کتاب کی کتابیات ملاحظہ ہو) - (۲۴) فسانۂ عجائب کا تنقیدی مطالعہ ، ضمیر حسن ، دہلی ، ۱۹۶۸ء - (۲۵) گارسیں دتاسی ، سوم ، ۱۸۸ - (۲۶) دل کشا ، اول ، ۱۲۵ - (۲۷) ارمغان ، ۴۸ -

• • •

۱٦۷

مذہبِ عشق [۱]

نہال چند لاہوری

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی ۔

نمبر : ۵۲۸/۳۲

سائز : ۲۳×۱۸ س م

اوراق : ۸۲

سطور : ۱۳

سالِ تصنیف : ۱۲۱۷ھ/۱۸۰۳ء (رک : اختتام)

کاتب : محمد اطہر علی خاں ۔

تاریخ کتابت : ۷ جمادی الثانی ، ۱۲۳٦ھ [م : ۲۳ نومبر ، ۱۸۳۰ء]

خط : نستعلیق ، معمولی ۔

کیفیت : نسخہ اچھی حالت میں ہے ۔ جلد سازی ماضی قریب میں ہوئی ہے ۔ ہر ورق پر بٹر پیپر چسپاں کیا گیا ہے ۔ کاغذ دبیز ، بادامی رنگ کا ہے ۔ عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں ۔

آغاز : "الٰہی کر سخن میرے کو وہ پھول
کہ ہو ہر ایک کے دل کا وہ مقبول

گلستانِ حمد و ثنا کی ہمیشہ بہار باغبانِ حقیقی کو سزاوار ہے کہ اس طرفہ بوستانِ جہاں نے آب و رنگ تازہ اور لطافت و طراوت بے اندازہ اس کے روضۂ رضوان سے پائی ۔ پھولوں کی بہار میں اور زیبا عروسوں کے نقش و نگار

میں اس کے نور کی تجلّی سمائی ۔ خامۂ خشک مغز کا کیا مقدور اور کتنی طاقت کہ اس کی حمد و ثنا کی تحریر کے عہدہ سے نکلے اور جو حق لکھنے کا ہے لکھ سکے"۔[۱]

اختتام : ''یہ قصّہ ہوا جب بخوبی تمام
تو پھر فکر تاریخ تھی صبح و شام
اچانک سنی میں نے آوازِ غیب
کہ ہے مذہبِ عشق تاریخ و نام
ہوئی پھر یہ خواہش کہ کلک زباں
کرے عیسوی سال کو بھی بیاں
تو پھر ہاتف غیب نے دی صدا
کہ اس مذہبِ عشق میں کوئی آ
کرے مشرب جام گر اختیار
تو رازِ نہاں [اس پہ[۲]] ہو آشکار''

[مذہبِ عشق = ۱۲۱۷ھ + ۵۸۶ (مشربِ جام) = ۱۸۰۳ء]

ترقیمہ : ''تمت تمام شد بتاریخ ہفتم شہر جمادی الثانی ، ۱۲۳۶ ہجری . . .[۳] قصّہ گل بکاؤلی از خط خام نحیف محمد اطہر علی خاں صورت تحریر یافت :

نوشتہ بماند سیہ بر سپید
نوسندہ راہ نیست فردا اُمید
تمت تمام شد''۔

۱- نسخۂ مطبوعہ کے آغاز کی عبارت قدرے مختلف ہے ۔ ''. . . حمد و ثنا کا گلستان ہمیشہ بہار . . . کہ اس کے باغ لطف سے اس طرفہ . . . اور لطافت بے اندازہ پائی . . . میں اُسی کے نور . . . حمد و ثنا تحریر کر سکے اور جو حق . . . (ص ۱) ۔ [حواشی میں جہاں کہیں بھی نسخۂ مطبوعہ کا حوالہ آئے گا ، اس سے مراد مجلس ترقی ادب ، لاہور کا شائع کردہ نسخہ ہے ۔ رک : مطبوعہ نسخے]

۲- اصل میں ورق کیرم خوردہ ہے ، یہاں نسخۂ مطبوعہ سے یہ الفاظ اضافہ کیے گئے ہیں ۔

۳- کیرم خوردہ ۔

مندرجات : "مذہب عشق کا ماخذ، جیسا کہ نہال چند لاہوری نے تمہید میں خود بتایا ہے، شیخ عزت اللہ بنگالی کی فارسی تصنیف "گل بکاؤلی" ہے۔

"مذہب عشق" شیخ عزت اللہ کی تصنیف کا لفظی اور مکمل ترجمہ نہیں ہے۔ نہال چند نے اس سلسلے میں لکھا ہے: "۔ ۔ ۔ نظم کتاب کو کتنے موقع میں بالکل چھوڑ دیا اور بعضے مقام میں جو مناسب دیکھا تو بطور انتخاب کے ترجمہ کیا۔ کہیں تو نظم میں اور کہیں نثر میں۔ سوا اس کے عبارت کی ترکیب بھی بعضے مواقع میں بدلی ہے، بلکہ کہیں کہیں قلم انداز کی ہے"۔

مذہب عشق کا پلاٹ، بقول ڈاکٹر گیان چند، تین حصوں میں منقسم ہے۔ پہلا حصہ تاج الملوک اور گل بکاؤلی کی شادی پر ختم ہوتا ہے۔ دوسرا حصہ "راجہ اندر اور امرنگر کے بیان سے شروع ہوتا ہے اور دوسرے جنم میں بکاؤلی کے اصلی حالت پر آنے پر ختم ہو جاتا ہے ۔ ۔ ۔ تیسرا حصہ بہت مختصر ہے۔ اس میں ہیرو اور ہیروین بھی بدل جاتے ہیں۔ یہاں تاج الملوک اور بکاؤلی کی جگہ بہرام وزیر زادہ اور روح افزا پری لے لیتے ہیں"۔ (نثری داستانیں، ۲۲۳)۔

مذہب عشق میں تین ضمنی حکایتیں بھی ہیں جو یہ ہیں:

(۱) برہمن اور شیر کی حکایت
(۲) شہزادی اور دیوی کی حکایت
(۳) چڑے اور فقیر کی حکایت

یہ قصہ ۲۶، ابواب پر مشتمل ہے۔ ہر باب کو داستان لکھا گیا ہے۔

خصوصیات : زیر نظر نسخے اور نسخۂ مطبوعہ (مجلس) میں کسی قدر اختلاف نسخ پایا جاتا ہے۔ جس کا اندازہ آغاز کی عبارت کے اقتباس سے ہو سکتا ہے۔ زیر نظر نسخے میں قطعۂ تاریخ کے بعد کی وہ عبارت نہیں ہے جو مخطوطہ نمبر ۱۹۸ کے 'اختتام' میں ملتی ہے۔

دیگر نسخے : کتب خانۂ سالار جنگ حیدر آباد دکن میں "مذہبِ عشق" کے دو نسخے ہیں :

۱- فہرست نمبر ۹۰۸ - لائبریری نمبر ۲۵۰ - سائز ۸ × ۵" - صفحات ۴۷۶ - سطور ۱۱ - خط نستعلیق - "جدول مطلا و مذہب . . . اس میں ۱۴ تصاویر دکن اسکول کی شامل ہیں" - ترقیمہ : "تمت تمام شد ، کارمن نظام شد - کتاب مذہب عشق معروف بہ گل بکاؤلی بپاسِ خاطر راجہ صاحب والا مناقب راجہ درگا پرشاد بہادر بتاریخ پنجم ماہ رجب ۱۲۷۵ھ روز پنج شنبہ بخط بے ربط عاصی منسارام ، یکے از ملازمانِ خاص بمقام بلدہ فرخندہ بنیاد حیدر آباد صورت اختتام پذیرفت" - (سالار جنگ ، صص ۲۵ - ۲۴۷)

۲- فہرست نمبر ۹۱۰ - لائبریری نمبر ۲۹۰ - سائز ۹ × ۶" - صفحات ۲۷۶ - سطور ۱۰ - خط نستعلیق - ترقیمہ : "کتاب گل بکاؤلی از حسن بیگ منشی تحریر یافت - ماہ رمضان تاریخ ۲۶ ، سنہ ۱۲۳۹ھ مطابق ۱۸۲۴ء" - (سالار جنگ ، صص ۲۶ - ۲۵۷)

کتب خانۂ خدا بخش ، بانکی پور ، پٹنہ میں اس کے پانچ نسخے ہیں :

۳- فہرست نمبر ۱۳۲ - پروگریس نمبر ۶۳۴۹ - اوراق ۱۳۸ - سطور ۱۱ - سالِ کتابت ۱۲۴۸ ف - کاتب ، منشی لال - (بانکی پور ، ص ۱۵)

۴- فہرست نمبر ۱۳۳ - پروگریس نمبر ۶۳۸۷ - اوراق ۷۱ - سطور غیر معیّن - سالِ کتابت ۱۳۴۲ ف - کاتب ، راجہ رام - (بانکی پور ، ص ۱۵)

۵- فہرست نمبر ۱۳۴ - پروگریس نمبر ۶۴۳۳ - اوراق ۷۶ - سطور ۱۳ ، ۱۴ - سالِ کتابت ۱۸۳۴ء - کاتب ، رام سہائے - (بانکی پور ، ص ۱۵)

۶- فہرست نمبر ۱۳۵ - پروگریس نمبر ۳۰۶۷۸ - اوراق
۶۹ - سطور ۱۸، ۱۹ - سالِ کتابت ۱۲۳۸ھ - کاتب ،
چکن لال - کیرم خوردہ - (بانکی پور ، ص ۱۵)

۷- فہرست نمبر ۱۳۶ - پروگریس نمبر ۳۶۵۴۱ - اوراق
۱۰۴ - سطور ۱۵ - بعض اوراق کیرم خوردہ -
(بانکی پور ، ص ۱۶)

۸- نسخہ کتب خانہ جامع مسجد ، بمبئی :

صفحات ۲۰۳ - سطور ۱۳ - سائز ۱۱×۸" - خط
نستعلیق - ترقیمہ : "کاتب الحروف سیّد غلام محی الدین
ولد قاضی سیّد گل مرحوم و مغفور ساکن قصبہ اوکلیسر
بہ سرکار بڑوچ ، مضاف صوبہ احمد آباد ، تحریر فی التاریخ
پانزدہم شہر شوال المکرم ، ۱۲۳۷ھ - یک ہزار دو
صد سی و ہفت :

کاتب خاک پائے محی الدین
یادگارے نوشت از قلمیں"

یہ مخطوطہ نسخہ مطبوعہ (ہندوستانی چھاپا خانہ ،
کلکتہ ، ۱۲۱۸ھ/۱۸۰۳ء) کی نقل ہے - (جامع مسجد ،
بمبئی ، صص ۵۵ - ۵۴)

کتب خانہ آصفیہ میں اس کے دو نسخے ہیں :

۹- فہرست نمبر ۳۱۷ - لائبریری نمبر "کتاب ۱۰۱۳
جدید" - سائز $8\frac{3}{4}$×۶" - صفحات ۱۷۲ - سطور ۱۳ -
خط نستعلیق - نہایت کیرم خوردہ - ترقیمہ : "بتاریخ
یازدہم جمادی الاول بروز پنج شنبہ سنہ ۱۲۴۱ ہجری النبوی
از دست عاصی پُر معاصی خواجہ معین الدین حسن
اختتام و انصرام یافت" - (آصفیہ ، اوّل ، ص ۱۴۸)

۱۰- فہرست نمبر ۳۱۸ - لائبریری نمبر "کتاب ۳۴۱۸
جدید" - سائز ۹ × $4\frac{1}{2}$" - صفحات ۳۱۲ - سطور ۱۰ -
خط نستعلیق - ناقص الطرفین - (آصفیہ ، اوّل ، ص ۱۴۸)

انجمن ترقی اُردو ہند کے کتب خانے میں اس کے پانچ نسخے ہیں :

۱۱- فہرست نمبر ۳۵ - مکتوبہ ۲۶ جمادی الثانی ، ۱۲۳۵ء (اُردو ادب ، جولائی تا ستمبر ، ۱۹۵۴ء ، ص ۱۷۸)

۱۲- فہرست نمبر ۳۶ - (ایضاً ، ص ۱۷۸)

۱۳- فہرست نمبر ۳۷ - (ایضاً ، ص ۱۷۸)

۱۴- فہرست نمبر ۳۸ - مکتوبہ ، ۱۸۴۱ء ، (ایضاً ، ص ۱۷۸)

۱۵- فہرست نمبر ۳۹ - (ایضاً ، ص ۱۷۸)

۱۶- نسخہ بوڈلین لائبریری :

اوراق ۱۰۴ - سطور ۱۱ - جلی نستعلیق - سائز $9\frac{7}{8} \times 5\frac{3}{8}$" - (بوڈلین ، دوم ، صص ۹۱ - ۱۲۹۰)

ادارۂ ادبیاتِ اُردو ، حیدرآباد دکن میں چار نسخے ہیں :

۱۷- فہرست نمبر ۹۶ - اوراق ۱۴۰ - سطور ۱۳ - سائز ۸ × ۵" - خطِ نستعلیق - ترقیمہ : ''یہ کتاب گل بکاؤلی اختتام ہوئی بتاریخ چہارم ماہ صفرالمظفر بروز پنج شنبہ سنہ ۱۲۴۷ھ[۱] بخط عاصی خاکپائے جہاں میر مظفر علی صاحب زادہ فرزند میر فتح اللہ خاں اسفند یار جنگ

۱- ڈاکٹر زور نے مخطوطے کی تفصیلات پیش کرتے ہوئے اسے ۱۲۷۴ھ کا مکتوبہ بتایا ہے - ایک دوسری جگہ (ص ۳۱۸) بھی یہی سنہ لکھا ہے - اس مخطوطے کے سرورق پر ۱۲۴۴ھ کی ایک مہر ثبت ہے - ۱۲۴۷ھ کے مکتوبہ نسخے پر تو تین سال قبل کی مہر کا ثبت ہونا قرینِ قیاس ہے - لیکن ۱۲۷۴ھ کے مکتوبہ نسخے پر اس مہر کا ثبت ہونا بعید از قیاس ہے - اس لیے ۱۲۷۴ھ کو سہوکتابت سمجھنا چاہیے -

مرحوم لیسہ میر محمد شریف خان بسالت جنگ شجاع الملک بہادر مرحوم تحریر یافت'' ۔ اس نسخے کا خاتمہ زیر نظر کتاب کے مخطوطہ نمبر ۱۶۸ کے مطابق ہے ۔ ڈاکٹر زور نے اسے کاتب کا اضافہ قرار دیا ہے جو درست نہیں ۔ (ادارۂ ادبیات ، اوّل ، ص ۱۱۵)

۱۸- فہرست نمبر ۹۷ ۔ اوراق ۱۰۹ ۔ سطور ۱۳ ۔ سائز $8 \times 5\frac{1}{2}$" ۔ خط نستعلیق ۔ ترقیمہ : ''نسخہ مذہبِ عشق معروف بہ گل بکاؤلی تصنیف سیّد منیر (کذا) علی خان المتخلّص افسوس ۔ در دیباچہ نام مصنّف نہال چند لاہوری است ۔ راقم اس قصّے کا سیّد فدوی علی خان ، بخش دیوے خدا اوس کے گناہوں کو ، بیچ تاریخ غرہ شعبان المعظم سنہ بارا سو ایکاون ہجری نبوی کے یہ قصّہ بحر (کذا) انصرام پایا ۔ اگرچہ تحریر سے اس قصّے کے چنداں خواہش نہ تھی بلکہ تضیع اوقات کیا ، اس واسطے کہ اگر کوئی کتاب دین و حکمت کی لکھتا تو برادرانِ دینی کو اوس سے فائدہ ہوتا اور آپ جنات میں داخل ہوتا ۔ امّا نظر بر این کہ کتاب خانے میں عاصی کے کتنے جلد قصّہ ہائے تعشق اکثر عشاقانِ سلف کے فراہم کیے ہوئے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے موجود ہیں ، یہ بھی اگر شریک اون میں ہو تو بہتر ہے ۔ اس لیے محنت تحریر اپنے پر گوارا کر کر بہ جلد ترقیم کیا ۔ باللہ التوفیق'' ۔ (ادارۂ ادبیات ، اوّل ، صص ۱۱۷ - ۱۱۶)

۱۹- فہرست نمبر ۲۶۱ ۔ اوراق ۹۲ ۔ سطور ۱۸ ۔ خط نستعلیق ۔ ترقیمہ : ''یہ کتاب ترجمہ بکاؤلی مذہبِ عشق نام ، ہفتے کے روز تین پہر کے وقت انتیسویں جمادی الاوّل کی ۱۲۵۸ ہجری مطابق گیارھویں جولائی کی ۱۸۴۲ عیسوی میں عاصی کمتر خاکپائے منشیان قدیم و جدید منشی محمد عمر ولد عبدالرحمٰن دیس ڈیوٹی کے ہاتھ سے شہر مچھلی بندر کے درمیان انگریز عالم کے تحریر پائی'' ۔

''اس نسخے کے ابتدائی اور آخری اوراق پر ایک بیضوی مہر ثبت ہے - جس پر 'منور علی ۱۲۵۸ھ' کندہ ہے - اور سرورق پر ایک انگریز جورج فلپ منرو نے اُردو میں سرخ روشنائی میں دستخط کیے ہیں ، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ اس کی ملک تھا اور غالباً اسی کی تعلیم کی خاطر نقل کیا گیا تھا'' - (ادارۂ ادبیات ، اوّل ، ص ۳۱۸)

۲۰- فہرست نمبر ۶۳۵ - اوراق ۱۱۰ - سطور ۱۵ - سائز ۸½ × ۶" - خط نستعلیق - ابتدائی چند ورق غائب ہیں - ترقیمہ : ''بتاریخ بیست و دوم شہر صفرالمظفر ، ۱۲۳۶ ہجری در مقام سکندر آباد از تحریر ایں نسخہ باتمام رسید - روز چہار شنبہ - تم'' - (ادارۂ ادبیات ، سوم ، صص ۵۲ - ۲۵۱)

۲۱- نسخۂ کتب خانۂ محبوب علی ، حیدر آباد دکن :

اس کتب خانے کی فہرست میں ''گل بکاؤلی'' کے نام سے ایک قصّے کا اندراج ہے - قیاس ہے کہ یہ ''مذہب عشق'' کا مخطوطہ ہے - صفحات ۱۷۶ - سائز ۹¾ × ۷" - نستعلیق خام - مکتوبہ ۱۲۳۹ھ - (فہرست کتب خانہ ہذا ، ص ۱۷۷)

۲۲- نسخۂ ایشیاٹک سوسائٹی لائبریری ، کلکتہ :

فہرست نمبر ۱۰۶ - لائبریری نمبر ۱۱۹ - (فہرست ایشیاٹک سوسائٹی ، ص ۴)

کتب خانۂ اہل اسلام مدراس میں ''مذہب عشق'' کے دو نسخے ہیں :

۲۳- فہرست نمبر ۲۵۴۲ - ''عطیہ سالار الملک بہادر'' (مطبوعہ فہرست ، ص ۲۴۰)

۲۴- فہرست نمبر ۲۵۴۳ - (ایضاً)

۲۵- نسخهٔ "کتب خانهٔ" نواب فیلسوف جنگ ، حیدر آباد دکن :

فہرست نمبر ۳۶۳۹ - مکتوبہ ۱۲۶۱ھ - فہرست میں نام "قصۂ بکاؤلی" اور مصنّف کا نام "شیخ عزت اللہ بنگالی" لکھا ہے - زبان اُردو بتائی ہے ، اس لیے یہ "مذہبِ عشق" ہی کا مخطوطہ ہو سکتا ہے - (مطبوعہ فہرست ، فنِ ادب ، ص ۱۲)

۲۶ تا ۳۵ - رک : مخطوطہ نمبر ۱۶۸ تا ۱۷۷ -

مطبوعہ نسخے: گل کرسٹ کی ایک رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگست ، ۱۸۰۳ء میں یہ کتاب زیرِ طبع تھی - (گل کرسٹ ، ص ۱۹۶) - پہلا ایڈیشن اسی سال ہندوستانی چھاپے خانے سے شائع ہوا - (رک : "آغاز" مخطوطہ نمبر ۱۷۵ جو اس ایڈیشن کی نقل ہے) اس کے بعد متعدد ایڈیشن شائع ہوئے جن کی تفصیل خلیل الرحمٰن داؤدی کے الفاظ میں یہ ہے :

"اس کی دوسری اشاعت میر شیر علی افسوس کی نظرِثانی کے بعد کلکتے ہی سے - اس کے بعد روبک کی نظر ثانی کے بعد کلکتے سے ہی ۱۸۱۵ء میں - اس کے بعد محمد فیض اور محمد رمضان کا مرتبّہ ایڈیشن مطبوعہ کلکتہ ۱۸۲۷ء - اس کے بعد کلکتے ہی سے ۱۸۳۲ء میں - اشاعت ششم ، بمبئی ، ۱۸۴۳ء - نعمت اللہ نے ۱۸۴۳ء میں بمبئی سے سحرالبیان کے ساتھ شائع کیا - کلکتے سے ۱۸۴۶ء میں - مطبع دارالاسلام ، دہلی سے ۱۸۴۶ء میں - مطبع محسنی سے نستعلیق ٹائپ میں - لکھنؤ سے ۱۸۴۸ء میں - بمبئی سے ۱۸۵۰ء میں - کانپور سے ۱۸۵۱ء میں - دہلی سے ۱۸۵۲ء میں - مطبع مسیحائی سے ۱۸۵۳ء میں - کانپور سے ۱۸۵۹ء میں اور پھر اسی مطبع سے ۱۸۶۹ء میں - دہلی سے ۱۸۷۲ء میں (ناگری رسم الخط میں) - پھر اسی مطبع سے ۱۸۷۳ء میں (مصوّر) - پھر اسی مطبع سے ۱۸۸۷ء میں -

کانپور سے ۱۸۷۵ء میں ۔ لکھنؤ سے ۱۸۷۵ء میں ۔ لکھنؤ سے اسی سنہ میں دوبارہ ۔ کانپور سے ۱۸۷۶ء میں ۔ دہلی سے ۱۸۷۶ء میں ۔ کانپور سے ۱۸۷۷ء میں (مصوّر) ۔ اسی مطبع سے دوبارہ ۱۸۷۹ء میں ۔ دہلی سے ۱۸۷۹ء میں ۔ مدراس سے ۱۸۷۹ء میں ۔ دہلی سے ۱۸۸۱ء میں (مصوّر) ۔ بنارس سے ۱۸۸۷ء میں ۔ کانپور سے ۱۸۸۹ء میں ۔ الہ آباد سے ۱۹۲۷ء میں ۔ صرف مطبع نول کشور سے اڑتیسویں بار ۱۹۵۳ء میں شائع ہوا ہے ۔ اس کا انگریزی ترجمہ لفٹیننٹ آر ۔ پی ۔ انڈرسن نے کیا تھا جو دہلی سے ۱۸۵۱ء میں شائع ہوا تھا ۔ اس سے پہلے بھی اس کا انگریزی ترجمہ ی ۔ پی ۔ مینول کر چکے تھے ۔ جرنل ایشیاٹک سوسائٹی کی جلد دوم حصہ شانزدہم کے صفحات ۱۹۳ اور ۳۸۳ پر اس کی تلخیص رومن ہندوستانی میں ۱۸۳۵ء میں شائع ہوئی ۔ اس کے بعد یہ علیحدہ بھی شائع کیا گیا ۔ گارسیں دتاسی نے ۱۸۳۵ء میں پیرس سے شائع کیا ۔ اس کے بعد گارسیں دتاسی نے ۱۸۵۸ء میں پیرس سے اس کا ایک اور ایڈیشن شائع کیا . . . ہندی ترجمہ بیج سنگھ ورما نے ۱۸۷۴ء میں لکھنؤ سے شائع کیا تھا'' ۔ (مقدمہ ، مذہبِ عشق ، صص ۱۰ - ۹)

خلیل الرحمٰن داؤدی کا مرتبہ نسخہ مجلس ترقی ادب ، لاہور نے ۱۹۶۱ء میں شائع کیا ہے ۔ اس نسخے کا متن مندرجہ ذیل چھ نسخوں پر مبنی ہے :

۱۔ قلمی نسخہ مملوکہ خلیل الرحمٰن داؤدی ۔ ''کنج بہاری لال نے اس مخطوطے کے متن کا مقابلہ مصنّف کے اصل مسودے سے مورخہ ۲۴ ذی الحجہ ، ۱۲۲۷ء کو تمام کیا'' ۔

۲۔ قلمی نسخہ پنجاب یونی ورسٹی ، مکتوبہ ۱۰ جمادی الاوّل ، ۱۲۳۳ھ ۔

۳۔ نسخۂ مطبوعہ بمبئی ، ۱۲۶۰ھ ۔
۴۔ نسخۂ مطبوعہ مطبع دارالاسلام ، دہلی ، ۱۸۴۶ء ۔
۵۔ نسخۂ مطبوعہ مطبع حسنی ۔ سنہ طباعت ندارد ۔
۶۔ نسخۂ مطبوعہ مطبع مسیحائی ، کانپور ، ۱۲۶۸ھ ۔

مصنف : نہال چند لاہوری کے حالات صرف اُسی قدر ملتے ہیں جس قدر اس نے ''مذہبِ عشق'' کے دیباچے میں بیان کیے ہیں۔ نہال چند کے خالدان کا تعلق لاہور سے تھا۔ اس کی پیدایش دہلی میں ہوئی ۔ دہلی سے وہ کلکتہ آیا ۔ ڈیوڈ رویرٹسن (David Robertson) کے ذریعے ، جس سے پہلے سے ملاقات تھی ، گل کرسٹ تک رسائی ہوئی۔ گل کرسٹ نے فرمایش کی کہ ''قصۂ تاج الملوک اور بکاؤلی کا فارسی سے ہندی ریختے کے محاورے میں تالیف کر'' ۔ اس فرمایش کی تعمیل ''مذہبِ عشق'' کی صورت میں ہوئی ، جس کا ماخذ عزت اللہ بنگالی کی فارسی تصنیف گل بکاؤلی ہے ۔ محمد عتیق صدیقی کی فراہم کردہ معلومات کے مطابق ''مذہبِ عشق'' ایک سال کی مدت میں مکمل ہوئی ۔ (گل کرسٹ ، ص ۱۷۲) ۔ نہال چند لاہوری فورٹ ولیم کالج کے باقاعدہ ملازم نہیں تھے ۔ گل کرسٹ نے ان سے یہ کتاب ہندوستانی شعبے کے لیے لکھوائی تھی ۔(ایضاً ، ص ۲۰۰)

مآخذ : (۱) گارسیں دتاسی ، دوم ، ۱۶۸ ۔ (۲) شعرائے ہند ، ۲۹۲ ۔ (۳) سیرالمصنّفین ، اول ، ۱۵۳ ۔ (۴) ارباب نثر اُردو ، ۲۴۱ ۔ (۵) سکسینہ ، نثر ، ۱۲ ۔ (۶) داستانِ تاریخ ، ۱۳۶ ۔ (۷) تاریخِ ادبیات ، ہشتم ، ۷۴ ۔ (۸) گل کرسٹ ، ۱۷۲ ، ۲۰۰ ، ۲۳۴ ۔ (۹) نثری داستانیں ، ۲۱۱ ۔ (۱۰) بنگال ، ۲۹۲ ۔

● ● ●

۱٦۸

مذہبِ عشق [۲]

نہال چند لاہوری

کتب خانہ : ترقی اُردو بورڈ ، کراچی ۔

نمبر : ۲۸۹۳ (داخلہ)

سائز : ۲۵ ½ × ۱٦ س م

اوراق : ۹٦

سطور : ۱۵

سالِ تصنیف : ۱۲۱۷ھ/۱۸۰۳ء

کاتب : ارشاد علی ۔

تاریخِ کتابت : ۱٦ جمادی الثانی ، ۱۲۵۳ھ : ۱۷ ستمبر ، ۱۸۳۷ء

خط : نستعلیق ، عمدہ ۔

کیفیت : مخطوطہ ناقص الاوّل ہے ۔ ہر صفحے پر سرخ جدولیں ہیں ۔ کاغذ باریک ، مٹیالا ۔ حال ہی میں جلد سازی ہوئی ہے ۔ ہر ورق بٹر پیپر کے اندر رکھا گیا ہے ۔ (بٹر پیپر کو اوراق پر چسپاں نہیں کیا گیا) ۔ ورق ۹٦ ، ب سادہ ہے ۔

آغاز : "لطافت و طراوت بے اندازہ اوس کے روضۂ رضواں سے بانی . . ." [آگے مطابق مخطوطہ نمبر ۱٦۷]

اختتام : "ناظرین[1] (کذا) پر روشن ہو کہ تھوڑا سا احوال شاہجہان بادشاہ کا آخر کتاب میں تھا۔ مترجم نے اوس کو مع اوس حکایت کے جو اس کے مطابق تھی ، اس واسطے ترجمہ نہ کیا کہ وہ خلاف شاہجہان نامہ کے نکلا۔ شاید مصنف نے سنا سنایا لکھا تھا۔ والا اتنان (کذا) فرق نہ ہوتا۔ جس کو مفصل اوس کو دریافت کرنا ہو وہ اصل کتاب کے آخر کو اور شاہجہان نامہ میں کہ جوں کا توں لکھا ہوا ہے اور فی الحقیقت من و عن احوال ہے ، ملاحظہ کر لے"۔

ترقیمہ : "تمت تمام شد ، کار من نظام شد۔ بدستخط بے ربط احقر العباد ازلی ، خاکسار ارشاد علی عفی عنہ۔ برائے خاطر داشت لالہ سکھ باشی لعل صاحب زید اللہ قدرہ و حشمتہ۔ بتاریخ شانزدہم جمادی الثانی ، ۱۲۵۳ ہجری مطابق سنی اسوج بدی نیج ۳ سمت ، ۱۸۹۴ - در بلدہ کشمیر بمکان لالہ رتن لعل صاحب صورت اختتام یافت :

ہر کہ خواند دعا طمع دارم
زانکہ من بندۂ گنہ گارم

بیت :

الٰہی بیامرز ایں ہر سہ را
نویسندہ گویندہ خوانندہ را

تمت تمام شد"۔

خصوصیات : کتابت کی اغلاط خاصی ہیں۔ شروع کا صرف ایک ورق کم ہے ، اور اُس پر بھی صرف چند سطریں تھیں۔

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱۶۷ -

● ● ●

۱- نسخۂ مطبوعۂ مجلس ترقی ادب میں یہ عبارت قدرے مختلف ہے - "ناظرین پر . . . شاہجہان کے بادشاہ ہونے کا آخر . . . اُس کو مع حکایت کے . . . اُس کا دریافت کرنا . . . شاہجہان نامے کے اُس مقام کو ، جہاں وہ احوال ہے ، ملاحظہ کرے" - (ص ۱۵۳)۔

۱۷۰

مذہبِ عشق [۴]

نہال چند لاہوری

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی ۔

نمبر : ۱۹۵۷ ۔ ۶۵۴/۴

سائز : ۱/۲ ۲۸ × ۱۹ س م

اوراق : ۴۱

سطور : ۱۷

سالِ تصنیف : ۱۲۱۷ھ/۱۸۰۳ء

کاتب : سدا نند ۔

تاریخِ کتابت : ۱۶ رمضان ، ۱۲۶۱ھ/۱۴ جنوری ، ۱۸۴۶ء[۱]

خط : نستعلیق ، معمولی ۔

کیفیت : یہ نسخہ غیر مجلّد ، کِرم خوردہ ، دریدہ اور نہایت بوسیدہ حالت میں ہے ۔ ناقص الاوّل ہے اور آخر میں قطعۂ تاریخ کے بعد کی وہ عبارت بھی نہیں ہے جو مخطوطہ نمبر ۱۶۸ کے اختتام کے اقتباس کے طور پر درج کی گئی ہے ۔ عنوانات

۱- یہ ہجری و عیسوی تاریخیں ترقیمے میں درج ہیں ۔ ان دونوں میں مطابقت نہیں ہے ۔ ہجری تاریخ ۱۸ ستمبر ۱۸۴۵ء کے مطابق ہے ۔ اور عیسوی تاریخ ۱۵ محرم ۱۲۶۲ھ کے مطابق ہے ۔

سرخ روشنائی سے ہیں - کہیں کہیں کاتب عنوانات لکھنا بھول بھی گیا ہے - ایسے عنوانات بعد میں حواشی پر اضافہ کیے گئے ہیں - اس قسم کے اضافے متن کے کاتب کے قلم سے نہیں ہیں -

آغاز : "جو[۱] سننے میں آ جائے اُن کو . . . .
تو دل کا لکر . . . . زیر و زبر[۲]
خط سبز[۳] چہرے پہ تھا اُس کے یوں
ہو قرآن پر جدولِ نیل جوں[۴]
اگر لعل کی رگ سے ہووے قلم
تو سرخی لبوں کی کروں کچھ رقم"

اختتام : مطابق مخطوطہ نمبر ۱۶۷ بہ اختلافاتِ ذیل :

شعر ۱ - مصرع ۲ : تو تھی فکر تاریخ کی صبح و شام

شعر ۵ - مصرع ۱ : سہوِ کتابت سے "شربت" بجائے "مشرب"

مصرع ۲ : "رازِ نہاں" بجائے "راز نہاں"

ترقیمہ : "فقط تمام شد ، کار من نظام شد - تمام گردید قصۂ گلِ بکاؤلی [در] عہدِ سلطنت . . . حضرت ظلِ سبحانی ، خلیفۃ الرحمانی ، بہادر شاہ بادشاہ غازی ، تحریر بتاریخ ۱۶ رمضان المبارک سنہ ۱۲۶۱ ہجری و مطابق ۱۳ جنوری ، سنہ ۱۸۴۶ء و مطابق . . . سدی . . . سمت ۱۹۰۲ بروز سہ شنبہ بوقت یک پاس شب برآمدہ بر بالا خانہ - بدستخط

۱- کیرم خوردہ مقامات پر نقطے لگائے گئے ہیں -

۲- نسخۂ مطبوعہ ، مجلس ترقی ادب :

کبھی مستی میں لہر آئی اگر
کہا صفحۂ دل کو زیر و زبر

۳- ایضاً : سبزہ

۴- ایضاً : نیلگوں

خام عاصی پُر معاصی نیازمند سدا نند برائے خاطر دوست
عزیز از جاناں کدار ناتھ و جگن ناتھ و جوالا ناتھ و برائے
خواندن خود بمقام دہلی در ہنگام اُمید پرورش صورت اختتام
یافت ۔ اگر کسے دعویٰ گرفتن کند در محفل ہم سراں
کاذب و باطل گردد ۔ فقط" ۔

خصوصیات : اس مخطوطے میں کتابت کی غلطیاں خاصی ہیں ۔ بعض عبارتیں
مطبوعہ نسخۂ مجلس ترقی ادب سے مختلف ہیں ۔

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱٦٧ ۔

● ● ●

۱۷۱

مذہبِ عشق [۵]

نہال چند لاہوری

کتب خانہ : قومی عجائب گھر، کراچی ۔

نمبر : ۱۹۶۱ ۔ ۱۴۱۹

اوراق : ۱۰۸

سطور : ۱۱

سالِ تصنیف : ۱۲۱۷ھ/۱۸۰۳ء

زمانۂ کتابت : تیرھویں صدی ہجری کا ربع سوم (قیاساً)

خط : نستعلیق، معمولی ۔

مہر : ورق ۶۴، ب اور ۶۵، الف پر اُبھرے ہوئے نقوش کی ایک مہر ہے جس میں بیل دار حاشیوں کے درمیان سنہ ۱۸۵۴ء انگریزی ہندسوں میں لکھا ہے ۔

کیفیت : کاغذ دبیز، شیالا ۔ ورق ۱۰۷، ب پر ذیل کی دو یادداشتیں درج ہیں :

۱۔ لعہ [رقمی ہندسوں میں : ۹] سکہ حالی مقام سرور نگر

۲۔ بتاریخ ۲۰ شوال سنہ ۴۳ھ کو جناب حسین علی صاحب ملازم کوتوالی ہوئے ۔

یہ تحریر زیادہ پرانی نہیں ہے، اس لیے یہ سنہ ۱۳۴۳ھ ہی ہو سکتا ہے ۔ ورق ۱، الف پر کسی نے زیرِ نظر کتاب کا نام

"فسانہ عجائب از رجب علی بیگ سرور" لکھا ہے۔ مخطوطہ ناقص الاوّل ہے۔ شروع کا صرف ایک ورق ضائع ہوا ہے۔ آخری ورق نصف کے قریب ضائع ہو چکا ہے۔

آغاز : "اُس کے ساتھ ہے۔ جب بادشاہ کی نظر اُس پر پڑے تو فوراً بادشاہ کی آنکھوں سے بینائی جاتی رہے۔ بادشاہ نے کچھ شاد کچھ ناشاد ہو کر اُن کو تو رخصت کیا اور وزیروں سے یہ فرمایا کہ ایک محل میں بتفاوت تمام بہاری گزرگاہ سے اُس کی ماں سمیت رکھو۔ چنانچہ بموجب ارشاد کے وزیر عمل میں لایا۔ چند سال کے بعد وہ نونہال باغِ سلطنت کا کمال ناز و نعمت سے پرورش پا کر ہوائے علم و ہنر سے سرسبز ہوا"۔

اختتام : "وہ دو چار ہی دن کے عرصے میں لے کر پہنچی، فی الفور متصل اپنی دولت سرا کے نہایت آراستگی کے ساتھ قائم کر کے روح افزا اور بہرام کے حوالے کیا"۔

ترقیمہ : "... [کیرم خوردہ] لکھا فضل سے کاتب قدرت کے چہرہ معشوق کتاب گلِ بکاؤلی کا۔ یعنی سات غازہ تمام کے بخوبی تمام آراستہ اور منوّر ہوا۔ تمت تمام شد"۔

خصوصیات : مطبوعہ نسخے[۱] کے آخر کا قطعہ تاریخ اور اس کے بعد کی عبارت اور قطعہ تاریخ سے پہلے کا ایک شعر اور ایک نثری سطر زیرِ نظر مخطوطے میں نہیں ہے۔

دیگر تفصیلات کے لیے دیکھیے : مخطوطہ نمبر ۱۶۷۔

• • •

۱۔ نسخہ مطبوعہ، مجلس ترقی ادب : وزیر

۱۷۲

مذہبِ عشق [۹]

نہال چند لاہوری

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی -

نمبر : ۱۰/۱۰۵۲ ء ۱۹۵۷

سائز : ¾ ۲۱ × ۱۶ س م

اوراق : ۱۲۰

سطور : غیر معین - کم از کم ۲ ، اور زیادہ سے زیادہ ۱۹

سال تصنیف : ۱۲۱۷ھ/۱۸۰۲ء

زمانہ کتابت : تیرھویں صدی ہجری کا ربع ثالث (قیاساً)

خط : نستعلیق ، معمولی -

کیفیت : یہ نسخہ ، مخطوطہ نمبر ۱۴۹ (مثنوی لعل وگوہر) کے ساتھ مجلد ہے - دونوں نسخوں کا کاتب ایک ہی ہے - زیرِ نظر نسخہ ناقص الآخر ہے - اس میں تصویریں بنانے کے لیے جا بجا جگہیں خالی رکھی گئی ہیں ، لیکن تصویریں نہیں بنائی گئیں - اس مقصد کے لیے بعض صفحات کا نصف اور بعض کا نصف سے زیادہ حصہ سادہ رکھا گیا ہے - سطور میں کمی بیشی اسی وجہ سے ہوئی ہے - بعض صفحات پر سطور صفحے کے اوپر کے بائیں کونے سے شروع کی گئی ہیں اور ترچھی لکھی گئی ہیں - کاغذ دبیز ، مٹیالا ہے - عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں -

آغاز : ''حمد و ثنا . . . تجلّی مبائی'' ۔ تک مطابق مخطوطہ نمبر ۱٦۷ ۔ اس کے بعد کا جملہ اس مسخ شدہ صورت میں ہے :
''خامہ' خشک مغزی کا کیے یمقدور اورکتنی طاقت کہ اس کی حمد و ثنا کی تحریر کے عہدہ سے نکلے اور جو ہے لکھنے سو ہی لکھ سکے'' ۔

اختتام : ''میری طرف سے بعد سلام و نیاز کے راجہ کی خدمت میں عرض کر کہ جو کوئی قبائے شاہی اور تاج شہنشاہی چھوڑ کر رنجِ سفر اور خرقہ فقر کا اختیار کیا اور اپنے بیگانے سے کنارا پکڑا ، اُس کی پابندی کا'' ۔[1]

خصوصیات : اِس نسخے میں کتابت کی اغلاط خاصی ہیں ۔

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱٦۷ ۔

• • •

۱۔ یہ عبارت بائیسویں داستان کے آخر کی ہے ۔ نسخہ' مطبوعہ ، مجلس ترق ادب میں : ''. . . نیاز راجا . . . عرض کرنا کہ . . . خرقہ' فقر اختیار کرے اور . . . کنارہ پکڑے اُس . . .'' (ص ۱۲۳)

۱۷۳

مذہبِ عشق [۷]

نہال چند لاہوری

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو ، کراچی ۔
نمبر : قا ۳/۱۴
سائز : ۲۴½ × ۱۶½ س م
اوراق : ۱۰۰
سطور : ۱۵
سالِ تصنیف: ۱۲۱۷ھ/۱۸۰۳ء
زمانۂ کتابت: تیرھویں صدی ہجری کا ربع آخر (قیاساً)
خط : نستعلیق ، معمولی ۔
کیفیت : نسخہ کیرم خوردہ ہے ۔ پشتے کو چھوڑ کر باقی تینوں طرف سے اوراق دریدہ ہیں ۔ کاغذ باریک ، مٹیالا ۔ عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں ۔ متن کا آغاز ورق ۲ ، ب سے ہوتا ہے ۔ ورق ۱ ، الف و ب اور ۲ ، الف پر پہلیاں ہیں جو ورق ۵ ، الف کے حواشی تک لکھی گئی ہیں ۔ ان پہیلیوں کی تعداد ۶۳ ہے ۔ آگے بھی بعض اوراق کے حواشی پر فارسی اشعار یا دواؤں کے نسخے وغیرہ لکھے ہیں ۔ متن ورق ۱۰۰ ، الف پر ختم ہوتا ہے ۔ اس صفحے پر کچھ سادہ جگہ رہ گئی تھی ، اُس پر بھی ایک دوا کا نسخہ درج ہے ۔ ورق ۱۰۰ ، ب پر ایک نا مکمل فارسی خط ہے ۔

آغاز : مطابق مخطوطہ نمبر ١٦٧ - اس اختلاف کے ساتھ کہ ''اُس کے نور'' کی بجائے ''اُسی کے نور'' لکھا ہے -

اختتام : ''فی الفور اُس کو متصل اپنی دولت سرا کے نہایت آراستگی کے ساتھ قائم کروا کر روح افزا و بہرام کے حوالے کیا - الحمد للہ خدا کے فضل سے سب شاد ہوئے اور بخوبی آباد ہوئے - شعر :

غرض جس طرح دی انھوں کی مراد
ہماری بھی دے یــا الٰہی مراد''

خصوصیات : اس مخطوطے کے آخر میں قطعۂ تاریخ اور اس کے بعد کی وہ عبارت نہیں ہے جو مخطوطہ نمبر ١٦٨ کے اختتام کے اقتباس میں موجود ہے -

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ١٦٧ -

• • •

۱۷۴

مذہبِ عشق [8]

نہال چند لاہوری

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو ، کراچی -

نمبر : قا ۳/۱۵

سائز : ۲۱ ۱/۲ × ۱۳ ۱/۲ س م

اوراق : ۹۲

سطور : ۱۳

سالِ تصنیف : ۱۲۱۷ھ/۱۸۰۳ء

کاتب : موتی لعل ولد رائے نند لعل منشی -

تاریخِ کتابت : ۲ جمادی الاول ، ۱۲۵۹ھ [م : ۳۱ مئی ، ۱۸۴۳ء]

خط : نستعلیق ، معمولی -

کیفیت : یہ نسخہ غیر مجلّد ، کیرم خوردہ ، آب رسیدہ ہے اور نہایت بوسیدہ و خستہ حالت میں ہے - آب رسیدگی کی وجہ سے بعض صفحات پر روشنائی پھیل گئی ہے - عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں - کاغذ دبیز ، مٹیالا ہے - متن ورق ۴ ، ب سے شروع ہوتا ہے - اس سے پہلے کے اوراق پر کچھ آیتیں اور فارسی اشعار ہیں - متن ورق ۸۸ ، ب پر ختم ہوتا ہے ، اس کے بعد کے اوراق پر دواؤں کے نسخے ، دعائیں اور تعویذ وغیرہ درج ہیں -

آغاز : مطابق مخطوطہ نمبر ۱۶۷ بہ اختلافاتِ ذیل :

''لطافت اور طراوت'' بجائے ''لطافت و طراوت''

''رضوا'' (سہو کتابت) بجائے ''رضوان''

''اُسی کے نور'' بجائے ''اُس کے نور''

اختتام : مطابق مخطوطہ نمبر ۱۶۷ بہ اختلافاتِ ذیل :

دوسرے شعر کے بعد یہ عنوان زائد ہے :

''تاریخ سن عیسوی''

تیسرا شعر یوں ہے :

ہوئی پھر یہ خواہش کاک و زبان (کذا)
کریں عیسوی سال کو بھی بیاں

چوتھے شعر کا دوسرا مصرع سہو کتابت سے یوں ہے :

کہ اس مذہبِ عشق کوئی آ

ترقیمہ : ''این کتاب بتاریخ دوم جمادی الاول ، ۱۲۵۹ ہجری روز پنجشنبہ بخط احقر موتی لعل ولد رائے نند لعل منشی اختتام یافت ۔ در بلدۂ فرخندہ بنیاد در عہد نواب ناصرالدولہ بہادر ولد سکندر جاہ بہادر نوشتہ بماند'' ۔

خصوصیات : قطعۂ تاریخ کے بعد کی وہ عبارت جو مخطوطہ نمبر ۱۶۸ میں ہے ، زیرِ نظر نسخے میں نہیں ہے ۔ کاتب بد خط ، بے احتیاط اور غلط نویس ہے جس کا کچھ اندازہ اختتام کے اقتباس سے کیا جا سکتا ہے ۔

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱۶۷ ۔

● ● ●

۱۷۵

مذہبِ عشق [۹]

نہال چند لاہوری

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو ، کراچی ۔

نمبر : قا ۳/۱۲

سائز : ۲۰ × ۱۳ س م

اوراق : ۸۰

سطور : ۱۳

سالِ تصنیف : ۱۲۱۷ھ/۱۸۰۳ء

تاریخِ کتابت : ۲۹ ربیع الاول ، ۱۲۳۶ھ [م : ۱۷ ستمبر ، ۱۸۳۰ء]

خط : نستعلیق ، معمولی ۔

کیفیت : نسخہ کیرم خوردہ ہے ۔ عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں ۔ کاغذ دبیز ، مٹیالا ۔ متن کا آغاز ورق ۱ ، ب سے ہوتا ہے ۔

مہر : ورق ۱ ، الف پر ایک مہر ثبت تھی جس پر سیاہی پھیر دی گئی ہے ۔

آغاز : ''ترجمہ گل بکاولی کا مدرسہ کے لیے عہد میں زبدۃ نولینان عظیم الشان مشیرِ خاص شاہِ کیوان بارگاہِ انگلستان مارکویس ولزلی گونر (کذا) جنرل بہادر دام ظلہ کے حکم سے خداوند

نعمت جان گلکرست صاحب بہادر دام حشمتہ کے ترجمہ کیا ہوا منشی نہال چند کا :

کب ہو سکے مقابل کیا منہ ہے انوری کا
پایہ بلند ہیگا یہ اپنی شاعری کا

۱۲۱۸ بارہ سے اٹھارہ ہجری مطابق ۱۸۰۳ اٹھارہ سے تین عیسوی کے ہندوستانی چھاپے خانے میں چھاپا گیا"۔

اختتام : مطابق مخطوطہ نمبر ۱۶۸ بہ اختلافاتِ ذیل :

"شاہ جہان بادشاہ ہوئے" بجائے "شاہجہان کے بادشاہ ہوئے" ۔ "مع اوس حکایت کے" بجائے "مع حکایت کے"

ترقیمہ : "بفضلہ و کمال کرمہ این کتاب مذہبِ عشق المعروف بہ گلِ بکاولی بروز سہ شنبہ بتاریخ بست و نہم ۲۹ ماہِ ربیع الاول ، سنہ ۱۲۴۶ ہجری نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ اجمعین باتمام رسید :

من نوشتم انچہ دیدم در کتاب
عاقبت واللہ اعلم بالصواب
ہر کہ خواند دعا طمع دارم
زاں کہ من بندۂ گنہ گارم"

خصوصیات : یہ مخطوطہ "مذہبِ عشق" کے پہلے ایڈیشن کی نقل ہے جس کی تفصیل "آغاز" کے اقتباس میں موجود ہے ۔

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱۶۷ ۔

● ● ●

۱۷۶

مذہبِ عشق [۱۰]

نہال چند لاہوری

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو، کراچی -

نمبر : قا ۳/۱۳

سائز : ۲۳ × ۱۴½ س م

اوراق : ۱۲۴

سطور : ۱۲

سالِ تصنیف : ۱۲۱۷ھ/۱۸۰۳ء

کاتب : میر ولایت علی ولد میر رستم علی -

تاریخِ کتابت : ۲۱ محرم ، ۱۲۷۲ھ [م : ۳ اکتوبر ، ۱۸۵۵ء]

خط : نستعلیق ، شکستہ مائل ، معمولی -

کیفیت : غیر مجلّد ، قدرے کیرم خوردہ ، آب رسیدہ - عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں -

آغاز : "حمد و ثنا کی تحریر کے عہدے سے نکلے اور جو حق لکھنے کا ہے ، لکھ سکے - بیت :

ہر یک پتّی سے گل کی وہ عیاں کی[1]
وہی علّت ہے بلبل کی فغاں کی

۱- نسخۂ مطبوعہ ، مجلس ترقیِ ادب : ہر اک پتّی سے گل کی 'بو عیاں کی

بندھے منہ غنچہ رہتا ہے چمن میں[1]
اُسی کا نام جپتا ہے دہن میں

اختتام : مطابق مخطوطہ نمبر ۱۶۸ بہ اختلافاتِ ذیل :

''ناظرین پر . . . شاہ جہان کے بادشاہ ہونے کا آخر . . . جو اسی کے . . . ترجمعہ (کذا) . . . والا اتنا فرق نہ ہو جس کو مفصّل اُسی کا . . . شاہجہان نامہ کے اُس مقام کو ، جہاں وہ احوال ہے ، ملاحظہ کریں'' ۔

ترقیمہ : ''فقط ۔ تمت تمام شد ، کار من نظام شد ۔ بتاریخ بست و یکم ماہ محرم الحرام ، سنہ ۱۲۷۲ ہجری بروز سہ شنبہ دو پاس روز برآمدہ بود ، بمقامِ حیدر آباد فرخندہ بنیاد ، عاصی گنہ کار از حد ناہنجار رقیمہ میر ولایت علی ولد میر رستم علی در مکان صاحبزادہ میر بصالت علی صاحب در عہد نواب ناصرالدولہ بہادر نوشتہ :

نوشتہ بماند بخطِ غریب
کہ نصر من اللہ فتح قریب

تمت تمام شد'' ۔

خصوصیات : کتاب کے آغاز کا ایک شعر اور نثر کی چند سطریں جو مخطوطہ نمبر ۱۶۷ کے آغاز میں ہیں ، زیرِ نظر مخطوطے میں نہیں ہیں ۔ یہ سطور کاتب نے عمداً نہیں لکھیں ، کیونکہ مخطوطہ موجودہ صورت میں مکمل ہے اور اس کے شروع کا کوئی ورق ضائع نہیں ہوا ۔

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱۶۷ ۔

● ● ●

۱۔ نسخۂ مطبوعہ ، مجلس ترقی ادب :
جو منہ ہے بند غنچے کا چمن میں
اُسی کا نام لیتا ہے دہن میں

۱۷۷

مذہبِ عشق [۱۱]

نہال چند لاہوری

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو، کراچی۔

نمبر : قا ۳/۱٦

سائز : ۱۹ ½ × ۱۵ ½ س م

اوراق : ۹۴

سطور : ۱۳

سالِ تصنیف : ۱۲۱۷ھ/۱۸۰۳ء

تاریخِ کتابت : ۲۲ ذی الحجہ، ۱۲٦۳ھ [م : یکم دسمبر، ۱۸۴۷ء]

خط : نستعلیق، معمولی۔

کیفیت : ورق ۱، الف اور ۹۴، ب سادہ ہیں۔ کاغذ دبیز، مٹیالا۔ نسخہ کیرم خوردہ ہے۔ عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں۔

آغاز : ''آغاز داستاں۔ کہتے ہیں کہ پورب کے شہروں میں سے کسی شہر کا ایک بادشاہ تھا، زین الملوک نام، جمال[1] اُس کا جیسا ماہ و منیر (کذا)، عدل و انصاف اور شجاعت و سخاوت

۱۔ نسخۂ مطبوعہ، مجلس ترقی ادب : ''جمال اُس کا جیسے ماہِ منیر ۔ ۔ ۔ شجاعت میں ۔ ۔ ۔ علامۂ زماں'' ۔

میں بے نظیر ۔ اُس کے چار بیٹے تھے ، ہر ایک علم و فضل میں علامۂ زمانہ'' ۔

اختتام : ''یہ قصّہ ہوا جب بخوبی تمام
تو پھر فکر تاریخ تھی صبح و شام
اچانک سُنی میں نے آوازِ غیب
کہ [ہے] مذہبِ عشق تاریخ و نام''

ترقیمہ : ''تمام شد این قصّۂ بکاولی بتاریخ بست و دویم ذیحجہ روز چہار شنبہ بوقت عصر درمیان حجرہ در مکان شاہ صبغۃ اللہ صاحب باتمام یافت ۔ ۱۲۶۳ ہجری ۔ نقلِ کتابِ محمود علی مرحوم یعنی خراسانِ جنت شد ، عاقبت بخیر باد بحرمت نبی و آل و اصحابہ گرداند ۔ بیت :

من نوشتم ہر چہ دیدم در کتاب
عاقبت واللہ اعلم بالصواب''

خصوصیات : کاتب نے اصل کی تمہیدی عبارات ترک کر دی ہیں اور ''آغازِ داستان'' سے مخطوطے کا آغاز کیا ہے ۔ قطعۂ تاریخ کے آخری تین اشعار (رک : مخطوطہ نمبر ۱۶۷) اور اس کے بعد کی عبارت بھی کاتب نے نہیں لکھی ۔ کاتب نہایت بد خط ہے ۔

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱۶۷ ۔

• • •

تذکرۂ شعرا

۱۷۸

عمدۂ منتخبہ [۱]

اعظم الدولہ میر محمد خان سرور

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی ۔

نمبر : ۱۲۵ ۔ ۱۹۶۲

سائز : ۳۳ × ۲۰ س م

اوراق : ۱۸۷

سطور : ۱۶ (حواشی پر جو اضافے ہیں ، اُن کی سطور نامعیّن ہیں)

زمانۂ تصنیف: عمدۂ منتخبہ کے نسخۂ انجمن (=مخزولہ انجمن ترقی اُردو ، کراچی ۔ رک : مخطوطہ نمبر ۱۷۹) کے آخر میں متعدد قطعاتِ تاریخ ملتے ہیں جن سے مختلف سنین ۱۲۱۵ھ ، ۱۲۱۶ھ ، ۱۲۱۷ھ ، ۱۲۱۸ھ ، ۱۲۱۹ھ اور ۱۲۲۰ھ برآمد ہوتے ہیں ۔ یہ سب تذکرے کی تصنیف کے سنین ہیں ۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ سرور نے ۱۲۱۵ھ [م : ۱ - ۱۸۰۰ء] میں تذکرے کی تصنیف کا کام شروع کیا جو ۱۲۲۰ھ [م : ٦ - ۱۸۰۵ء] تک جاری رہا ۔ اس دوران میں مصنّف کے احباب قطعاتِ تاریخ لکھتے رہے ۔ بھولا ناتھ عاشق نے مصنّف کے ایما پر ۱۲۲۴ھ میں اصل مسودے کو صاف کیا ۔ اسے تذکرے کی روایتِ اوّل کہا جا سکتا ہے ، اور یہ روایت نسخۂ انجمن کی صورت میں محفوظ ہے ۔ نسخۂ انجمن مصنّف نے اپنے لیے لکھوایا

تھا - یہ اُن کی تحویل میں رہا - انھوں نے اس کے حواشی پر بعض شعرا کے تراجم اضافہ کیے اور بعض تراجم میں جزوی تبدیلیاں کیں - اس طرح ۱۲۲۳ھ کے بعد بھی تذکرے پر نظر ثانی کا کام جاری رہا -

زیرِ نظر نسخے (= نسخۂ قومی عجائب گھر کراچی) اور نسخۂ انجمن کا مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اوّل الذکر ، ثانی الذکر کی نقل نہیں ہے بلکہ کسی ایسے نسخے کی نقل ہے جو نسخۂ انجمن کی نقل تھا ، اور پھر اس میں بھی مصنّف نے اصلاحیں اور اضافے کیے تھے - (تفصیلات آیندہ سطور میں آئیں گی) -

نسخۂ انجمن میں جو اصلاحیں اور اضافے حواشی پر ملتے ہیں ، اُن میں سے بیشتر کو نسخۂ قومی عجائب گھر کے متن میں داخل کیا گیا ہے - لیکن نسخۂ قومی عجائب گھر کے متن میں بعض شعرا کے ایسے تراجم بھی ملتے ہیں جو نسخۂ انجمن کے متن میں ہیں نہ حواشی پر - اس لیے یہ قیاس کرنا بے جا نہ ہوگا کہ ۱۲۲۳ھ کے نسخے کی ایک ایسی نقل بھی تیار کی گئی تھی جس کے متن میں نسخۂ انجمن کے متن اور حواشی کے تمام مطالب کو جگہ دی گئی تھی اور پھر اس نقل کے حواشی پر بعد میں مزید تراجم اضافہ کیے گئے تھے - اس نسخے کو جو اب موجود نہیں ہے ، اِس تذکرے کی روایتِ دوم کہا جا سکتا ہے - نسخۂ قومی عجائب گھر کا متن اسی روایتِ دوم پر مبنی ہے - ہمارے خیال میں روایت دوم کی تکمیل ۱۲۳۲ھ [م: ۱۷ - ۱۸۱۶ء] میں ہوئی - اس کا ثبوت یہ ہے کہ نسخۂ قومی عجائب گھر کے کاتب نے روایتِ اوّل کے آخر کے تمام قطعاتِ تاریخ نقل کرنے کے ساتھ ، ایک زائد قطعہ[1]

۱- یہ قطعہ نسخۂ مطبوعہ میں بھی ہے - لیکن اس کا مصرع تاریخ اس غلط صورت میں چھپا ہے : فہم او داد شاعراں را دست (ص ۸۳۴) -

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

بھی درج کیا ہے - یہ قطعہ حسین علی خان بہادر کی تصنیف ہے ، جس کا مصرع تاریخ یہ ہے :

فہم او داد شاعراں دادست

اس مصرعے سے ۱۲۳۲ھ برآمد ہوتا ہے - جیسا کہ ذیل میں "زمانہ کتابت" کی بحث سے معلوم ہوگا ، نسخۂ قومی عجائب گھر کی کتابت ۱۲۳۵ھ میں ہوئی تھی -

اس نسخے پر مصنّف نے کثرت سے حواشی لکھے ہیں جن کا سلسلہ ۱۲۳۶ - ۳۷ھ [م : ۱۸۲۰ - ۲۲ء] سے لے کر ۱۲۴۷ھ [م : ۱۸۳۱ - ۳۲ء] تک جاری رہا - اس نسخے کے متن اور حواشی کو مجموعی طور پر تذکرے کی تیسری روایت کہنا چاہیے - اس طرح مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس تذکرے کا زمانۂ تصنیف ۱۲۱۵ھ [م : ۱۸۰۰ - ۱ء] سے لے کر ۱۲۴۷ھ [م : ۱۸۳۱ - ۳۲ء] تک پھیلا ہوا ہے -

مرزا غالب کے ترجمے سے بھی تذکرے کی روایتِ دوم و روایتِ سوم کا زمانہ متعیّن کیا جا سکتا ہے - روایتِ اوّل (یعنی نسخہ مکتوبہ ۱۲۲۴ھ) میں ترجمۂ غالب نہیں ہے - نسخۂ قومی عجائب گھر کے متن میں یہ ترجمہ پہلی بار شامل ہوا ہے - ذیل میں وہ ترجمہ درج کیا جاتا ہے جو متن میں ہے :

"اسد تخلّص ، میرزا نوشہ - اصلش از سمرقند ، مولدش مستقر الخلافہ اکبر آباد - جوانِ قابل و یار باش - ہمیشہ بہ خوش[۱] معاشی بسر بردہ - ذوقِ

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ)

اس کے عدد ۱۲۲۸ ہیں - اسی وجہ سے نسخۂ مطبوعہ کے مرتّب نے ، مقدمے میں جہاں سب قطعاتِ تاریخ کا حوالہ دیا ہے ، اس کا کوئی ذکر نہیں کیا -

۱- پہلے "عمدہ معاشی" لکھا تھا ، پھر "عمدہ" کو قلم‌زد کر کے "خوش" لکھا گیا -

ریختہ گوئی در خاطر متمکن ۔ اکثر اشعارش در زمین سنگلاخ بہ مضامین نازک موزوں گشتہ ۔ روّیۂ خیال بندی بیش از بیش پیش نہاد خاطر دارد ۔ از نتائجِ طبع اوست'' ۔ (ورق ۱۶ ، ب)

اس کے بعد وہ دس شعر ہیں ، جو نسخۂ مطبوعہ میں غالب کے انتخابِ کلام کے شروع میں ہیں ۔ سرور نے مذکورہ ترجمے کے حواشی پر جو اضافے کیے ہیں ، وہ یہ ہیں :

''تخلّص'' کے بعد : ''اسداللہ خاں عرف''

''یار باش'' کے بعد : ''و دردمند''

''متمکن'' کے بعد :

''خوکردۂ غم ہائے عشقِ مجاز ، تربیت یافتۂ غم کدۂ نیاز ، در فنِ سخن سنجی متبّع محاورات میرزا عبدالقادر بیدل علیہ الرحمہ و ریختہ در محاوراتِ فارسی موزوں می کند ۔ بالجملہ موجد طرز خود ست و با راقم رابطۂ یک جہتی مستحکم دارد'' ۔

حواشی پر ۳۳ شعر ، اور ایک رباعی اضافہ کی گئی ہے ۔ یہ سارا کلام تذکرے کے نسخۂ مطبوعہ میں موجود ہیں ۔ فرق صرف یہ ہے کہ غزل : ''پھر کچھ اک دل کو بے قراری ہے'' کے آخری چھ شعر نسخۂ مطبوعہ میں اس غزل کے ابتدائی اشعار کے ساتھ نہیں ، بلکہ الگ درج کیے گئے ہیں ۔ مخطوطے میں پوری غزل یک جا ہے ، اس کے بعد رباعی ہے ۔ اور پھر وہ سات اشعار ہیں جو مطبوعہ ص ۱۱۹ پر مذکورہ غزل کے اشعار کے بعد ہیں ۔

مخطوطے میں ترجمۂ غالب کے متن اور حواشی کا بغور جائزہ لینے سے مندرجہ ذیل امور سامنے آتے ہیں :

۱۔ متن میں غالب کا ذکر اسد تخلّص کے تحت ہے اور کوئی شعر ایسا درج نہیں کیا گیا جس میں تخلّص غالب آیا ہو ۔

۲- متن کی عبارت لکھتے وقت سرور، غالب سے ذاتی طور پر واقف نہیں تھے۔

غالب ۱۸۱۲ء [م: ۱۲۲۷ھ] میں دہلی آئے۔ (ذکرِ غالب، مالک رام، طبع چہارم، دہلی، ۱۹۶۴ء، ص ۳۶)۔ ظاہر ہے کہ دہلی کے ادبی حلقوں میں متعارف ہونے میں کچھ وقت صرف ہوا ہوگا۔ اگر یہ مدت دو تین برس تصوّر کی جائے تو ترجمۂ غالب کی تحریر کا زمانہ ۳۰-۱۲۲۹ھ قرار پاتا ہے۔ دوسری طرف ہم یہ جانتے ہیں کہ غالب نے اسد کی جگہ غالب تخلّص ۱۲۳۱ھ میں اختیار کیا تھا۔ (مقدمہ، دیوانِ غالب، نسخۂ عرشی زادہ، ص ۱۶، دہلی، ۱۹۶۹ء)۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ متن میں ترجمۂ اسد لازماً ۱۲۳۱ھ سے پہلے لکھا گیا تھا۔ گویا یہ کہا جا سکتا ہے کہ ترجمۂ اسد ۳۱-۱۲۲۹ء میں لکھا گیا اور کم و بیش یہی زمانہ تذکرے کی روایتِ دوم کا ہے۔

تذکرے کے حواشی پر غالب کے جو اشعار اضافہ کیے گئے ہیں، اُن میں مندرجہ ذیل دو غزلوں کے اشعار بھی ہیں:

۱- پھر کچھ اک دل کو بے قراری ہے

۲- کب سنے ہے وہ کہانی میری

ان میں سے پہلی غزل نسخۂ حمیدیہ کے متن میں نہیں، خاتمے کے بعد سادہ اوراق پر اضافہ کی گئی ہے، اور یہ اضافہ کاتبِ متن کے قلم سے نہیں ہے۔ دوسری غزل بھی نسخۂ حمیدیہ میں نہیں ہے۔ نسخۂ حمیدیہ ۱۲۳۷ھ کا مکتوبہ ہے۔ اس لیے ان دونوں غزلوں کا زمانۂ تصنیف ۱۲۳۷ھ کے بعد قرار پاتا ہے۔ لہٰذا زیرِ نظر تذکرے کے حاشیے پر ان غزلوں کے ساتھ جو اشعار اور عبارتیں اضافہ کی گئی ہیں، اُن کا اندراج ۱۲۳۷ھ کے بعد کا ہے اور یہی زمانہ تذکرے کی روایت سوم کا ہے۔

کاتب : کاتبِ متن کا نام درج نہیں - حواشی پر تین مختلف اشخاص کی تحریریں ہیں - ان اشخاص کے نام بھی درج نہیں ، لیکن یہ یقینی ہے کہ حواشی پر بیشتر اضافے خود مصنّف کے قلم سے ہیں - اس کی تفصیل آگے آئے گی -

زمانۂ کتابت : جیسا کہ زیرِ نظر مخطوطے کے ترقیمے سے واضح ہے ، کاتب نے تاریخ ، مہینہ اور دن (۲۶ رمضان ، یوم مبارک = جمعہ) تو لکھا ہے لیکن سنہ نہیں لکھا - نسخے کے آخر میں بھولا ناتھ عاشق کے ترقیمے کی نقل سے قبل جو قطعاتِ تاریخ ہیں ، اُن میں ۱۲۳۲ھ کا قطعہ (از حسین علی خان بہادر) بھی موجود ہے - اس سے یہ ثابت ہے کہ مخطوطے کی کتابت ۱۲۳۲ھ کے بعد کی ہے - زیرِ نظر نسخے کے ترقیمے کے بعد بھی مادہ ہائے تاریخ ہیں جو مخطوطے کی کتابت کے بعد اضافہ کیے گئے ہیں اور کاتبِ متن کے قلم سے نہیں ہیں - ان میں سے ایک سے سنہ ۱۲۴۱ھ (= رحمت خدا بے حد) برآمد ہوتا ہے - اس سے یہ طے ہو جاتا ہے کہ متن کی کتابت ۱۲۴۱ھ سے قبل ہوئی تھی - اب دیکھنا یہ ہے کہ ۱۲۳۲ھ اور ۱۲۴۱ھ کے درمیان کون سا سال اس نسخے کا سالِ کتابت ہو سکتا ہے - مذکورہ دونوں سنین کے درمیان سنہ ۱۲۳۵ھ اور ۱۲۳۸ھ کو رمضان کی چھبیسویں تاریخ کو جمعہ کا دن تھا - ہماری رائے میں ان سنین میں سے پہلا یعنی ۱۲۳۵ھ اس مخطوطے کا سالِ کتابت ہو سکتا ہے - اور اس کی وجہ یہ ہے کہ سرور نے اپنی مثنویات کے مجموعے "سبعہ سیّارہ" کے دیباچے میں لکھا ہے :

"چوں دریں ایام از تدوینِ طبع زاد خود و تالیف تذکرۂ ریختہ گویاں فراغ حاصل شد چناں بخاطر فاتر خطور کرد کہ اگر ہفت حکایت منظومہ در بحور مختلف بزبانِ ریختہ . . . موزوں شوند ، یادگارے باقی خواہند ماند" - [مراسلہ ، حامد حسن قادری ، ہماری زبان ، علی گڑھ ، بابت ۲۲ جولائی ، ۱۹۶۰ء ، ص ۷]

"سبعہ سیّارہ" کا زمانۂ تصنیف ۳۷ - ۱۲۳۶ھ ہے۔[1] مذکورہ اقتباس میں "دریں ایام" کے الفاظ سے واضح ہے کہ سرور ۳۷ - ۱۲۳۶ھ میں تذکرے کی "تالیف" سے فارغ ہوئے تھے - یہاں "تالیف" سے مراد اُن اضافوں سے ہے جو سرور نے زیرِ نظر نسخے کے حواشی پر کیے تھے ، ورنہ یہ تذکرہ اس سے بہت پہلے تالیف کیا جا چکا تھا - اس سے یہ بھی نتیجہ نکلتا ہے کہ زیرِ نظر نسخے کی کتابت کی تکمیل [۲۶ رمضان ، ۱۲۳۵ھ - م: ۷ جولائی ۱۸۲۰ء] کے بعد سرور نے ڈیڑھ دو برس تک اس پر حواشی لکھے اور ۳۷ - ۱۲۳۶ھ تک حواشی کا بڑا حصّہ لکھ لیا - لیکن اس کے بعد بھی وہ تذکرے پر کام کرتے رہے جس کی تصدیق اُن مادہ ہائے تاریخ سے ہوتی ہے - جو زیرِ نظر مخطوطے کے ترقیمے کے بعد درج کیے گئے ہیں - ان مادہ ہائے تاریخ میں سے ایک "اچھا تذکرا[2] لکھا ہے کا" غیر واضح ہے - اس کے اعداد کا مجموعہ ۱۳۲۳ ہے - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کاتب نے یہ مادۂ تاریخ صحیح طور پر نقل نہیں کیا ، یا پھر یہ بھی ممکن ہے کہ مادۂ تاریخ سے قبل ایسے الفاظ لکھنے سے رہ گئے ہوں جن میں سنہ مطلوبہ برآمد کرنے کی طرف کوئی اشارہ ہو - باقی دو مادہ ہائے تاریخ میں سے ایک ۱۲۴۱ھ کا ہے ، جس کا ذکر اُوپر آ چکا ہے ، اور دوسرا "تــذکرۃ الشعرای ہنــدی بے مــثــل" ہے جس سے [تذکرۃ الشعرای ہنــدی= ۲۳۰۱ - ۵۷۰ (= مثل)] = ۱۸۳۱ء [م: ۴۷ - ۱۲۴۶ھ] برآمد ہوتا ہے - ان شواہد کی

۱- ذوق کے قطعۂ تاریخ سے ۱۲۳۶ھ ("دریائے اعظم") اور شائق ("رشک ہفت پیکر") اور نامی ("ہے رشک نجوم ثاقب") کے قطعات سے ۱۲۳۷ھ برآمد ہوتا ہے - (مثنوی سبعہ سیّارہ ، تعارف ، از حامد حسن قادری ، ہماری زبان ، علی گڑھ ، بابت یکم نومبر ، ۱۹۶۰ھ ، صص ۹ - ۸)

۲- نسخۂ مطبوعہ میں "تذکرہ" - (ص ۸۳۶)

بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ سرور اس تذکرے میں ۱۲۴۷ھ تک اضافے کرتے رہے تھے ۔

"سبعہ سیّارہ" کی تصنیف سے فارغ ہونے کے بعد تذکرے میں اضافے کیے جانے کے داخلی شواہد موجود ہیں ۔ مثلاً پیر بخش مسرور کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ اکبر شاہ ثانی کے تئیسویں سالِ جلوس یعنی ۱۲۴۳ھ میں دہلی آئے تھے ۔ ظاہر ہے کہ ترجمۂ مسرور اِسی سال یا اس کے بعد لکھا گیا ہوگا ۔

غالب کے ایک خط سے بھی تذکرے کے زمانۂ تصنیف پر روشنی پڑتی ہے ۔ نواب مصطفیٰ خان شیفتہ کے نام غالب ایک خط میں لکھتے ہیں :

"مرزا احمد بیگ خاں . . . تپاں . . . بہ ہنگامیکہ من بہ کلکتہ بودم ، چوں از من شنود کہ اعظم الدولہ نواب میر محمد خاں سرور . . . تذکرۂ ریختہ گویاں انشا می کند ، جزوے از نتائج طبع خود بہ من می دہد تا چوں بہ دہلی رسم بہ نامہ گرد آور یعنی نواب میر محمد خاں سرور بدہم ۔ من ہم چناں می کنم و چوں اعظم الدولہ بہ دیدنِ من می آید ، آں سفینہ پیش می کشم و پیام آشنا می گزارم" ۔[1]

اس اقتباس سے ثابت ہے کہ غالب کی کلکتہ روانگی (۱۲۴۲ھ/۱۸۲۷ء) سے پیشتر اور دہلی واپسی[2] (۱۲۴۵ھ/۱۸۲۹ء) کے بعد بھی تذکرے کی تالیف کا کام جاری تھا ۔

خط : متن کا خط نستعلیق ، اوسط ہے ۔ حواشی پر تین مختلف افراد کی تحریریں ملتی ہیں ، ان میں سے ایک نستعلیق ،

۱- پنج آہنگ ، مرتّبہ سیّد وزیر الحسن عابدی ، لاہور ، ۱۹۶۹ء ، ص ۳۲ - ۲۳۱ ۔

۲- غالب ، از غلام رسول مہر ، طبع چہارم ، لاہور ، ۱۹۳۶ء ، ص ۹۲ - ۹۱ ۔

شکستہ مائل ہے اور باقی دو نستعلیق ، اوسط ۔ اول الذکر
خط مصنّف کا ہے ۔ (تفصیل آگے آئے گی)

کیفیت : کاغذ ، دبیز ، مٹیالا ہے ۔ ورق ۱ ، الف سادہ ہے ۔ متن ۱ ، ب سے شروع ہوتا ہے ۔ اس ورق کی لوح پر خوبصورت نقش و نگار بنائے گئے ہیں جن میں نیلا اور سنہرا رنگ استعمال کیا گیا ہے ۔ ہر صفحے پر سرخ ، سنہری اور سیاہ جدولیں ہیں ۔ جدولوں سے تقریباً ۲ ½ س م کے فاصلے پر سیاہ باریکا ہے ۔ متن کے کاتب نے اوراق پر نمبر شمار درج کیے ہیں ۔ ورق ۱۷۶ تک یہ نمبر درست ہیں ، اس کے بعد کے ورق پر سہواً ۱۷۳ نمبر درج ہو گیا ہے ۔ اس طرح چار اوراق پر وہی نمبر دوبارہ لکھے گئے ہیں جو پہلے درج ہو چکے تھے ۔ چار اوراق کا یہ فرق آخر تک چلا گیا ہے ۔ آخری ورق پر نمبر ۱۸۳ درج ہے جب کہ ۱۸۷ ہونا چاہیے ۔ مخطوطے کی جلد بندی ماضی قریب میں نہایت اہتمام سے کی گئی ہے ۔ ہر ورق بٹر پیپر کے لفافے میں محفوظ کیا گیا ہے ۔ (بٹر پیپر اوراق پر چپکایا نہیں گیا) ۔ جلد ساز کی بے احتیاطی سے بعض اوراق کے حواشی پر درج عبارتوں کو نقصان پہنچا ہے ۔ (مثلاً ورق ۶ ، الف ؛ ۷ ، ب وغیرہ پر) ۔ متن ورق ۱۸۷ ، الف پر ختم ہوتا ہے ، ورق ۱۸۷ ، ب سادہ ہے ۔

آغاز : "ہوالعشق

رب یسّر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تمم بالخیر

رباعی

اے پایہ' افہام ز ادراک تو پست
از صنع تو نقش بستہ ہر چیز کہ ہست
انشائے دو حرف کرد کلکت بہ ازل
مجموعہ' کائنات ازاں صورت بست

آب و رنگ جواہر زواہر معانی بہ تابش مہر ستایش مبدعے است کہ بدائع منشات امکانی و لطائف ارقام ایجادی ، بہ یک

حنبش کلک چابک رقم ارادتش ، در رنگین مجموعہ عالم تلوین و نگارین و صفحہ ابداع و تکوین نقش ہستی بست. و گوہر افشانی خامہ عنایتش از لآلی آبدار بحر نطق و بیان ، ہزار عقد گہر در دامن طبع معنی پروران گسستہ" ۔

اختتام : "آز و حرص و طمع ان سے دور ہے
تر دہاں ہیں خشک لب ان سے دوام
ذکر خوبی سے ہے ان کی تازہ رو
کافر و دیں دار اور جملہ انام
راز پوشیدہ دل اُن کے صاف ہر
آشکارا و عیاں ہے کا تمام
لب کو کھولے میں کہوں ہوں یہ سخن
کہ سر ہر مصرع لے کیجیے نظام
ہوئے واضح اسم تب ممدوح کا
اس پر عاشق نے کیا ہے اختتام"

ترقیمہ : "تمام شد تذکرۃ الشعرا تالیف نواب اعظم الدولہ بہادر بہ تاریخ بست و ششم شہر رمضان المبارک بہ ساعت خجستہ و یوم مبارک تحریر یافت ۔

تصنیف[1] نواب شہباز خان بہادر تاریخ تذکرہ و آن این ست ۔ 'تذکرۃ الشعرای ہندی بے مثل' ۔ از نواب غلام حسین خان بہادر 'اچھا تذکرا لکھا ہے گا' ۔ از نواب حسین علی خاں بہادر 'رحمت خدا بے حد' ۔"

مندرجات : یہ شعرائے اُردو کا تذکرہ ہے جو فارسی زبان میں ہے ۔ تراجم شعرا کی تعداد ۱۰۱۲ ہے ۔ اس تعداد میں بعض شعرا کے وہ تراجم بھی شامل ہیں جو ایک سے زائد مرتبہ لکھے گئے ہیں ۔ (مثلاً شاہ شرف الدین الہام عرف شاہ ملول کا ترجمہ الہام اور ملول دو تخلصوں کے تحت ہے ۔ میر کلتو شاعر کے حالات 'کلتو' کے تحت بھی ہیں اور 'شاعر' کے تحت بھی) ۔

۱- یہ عبارت بعد میں اضافہ کی گئی ہے ۔ کاتب متن کے قلم سے نہیں ہے ۔

خصوصیات : یہ عمدۂ منتخبہ کا ایک انتہائی اہم نسخہ ہے اور تذکرے کی روایت سوم کا ابتدائی مسودہ ہے ۔ حواشی پر اضافے اس کثرت سے ہیں کہ اصل تذکرے کی صورت ہی بدل گئی ہے ۔ یہ اضافے متن کے اطراف میں ، جدولوں سے باہر اور بین السطور میں بھی ہیں ۔ یہاں تک کہ بعض صفحات پر آمنے سامنے لکھے گئے مصرعوں کی درمیانی سادہ جگہیں بھی پُر کر دی گئی ہیں ۔ اس سلسلے میں کوئی خاص اصول پیش نظر نہیں رکھا گیا ، جہاں جگہ خالی ملی ہے ، اور جس رخ سے مخطوطہ سامنے آیا ہے ، وہیں اور اُسی رخ سے کچھ نہ کچھ لکھ دیا گیا ہے ۔ بعض جگہ حواشی پر اضافے جلی قلم سے ملتے ہیں ، اور جب بعد میں مزید کچھ لکھنے کی ضرورت پیش آئی ہے تو ان اضافہ شدہ عبارتوں کے بین السطور میں باریک قلم سے اضافے کیے گئے ہیں ۔ نمونۂ کلام میں اضافے عموماً متعلقہ ترجمے سے ملحق حاشیے پر کیے گئے ہیں ، لیکن بعض اوقات خالی جگہ نہ ملنے کی وجہ سے یہ اضافے دوسری جگہ بھی درج کیے گئے ہیں ۔ مثلاً حافظ عبدالرحمٰن احسان کا ترجمہ ورق ۵ ، ب سے ۶ ، ب تک ہے ۔ ان اوراق کے حواشی پر احسان کا کلام اضافہ کیا گیا ہے ۔ لیکن یہ جگہ ناکافی تھی اس لیے آگے ورق ۱۰ ، ب سے ۱۶ ، ب کے حواشی پر جو سادہ جگہ ملی ، وہاں احسان کا بقیہ کلام درج کیا گیا ہے ۔ جگہ کی اس کمی کا اظہار حاشیہ نگار نے ان الفاظ میں کیا ہے ''اشعار احسان بہ سبب قلّت بیاض ایں جا نوشتہ شدلد'' ۔ (حاشیہ ورق ۱۱ ، ب) ۔ ان حواشی سے استفادہ کرنا خاصا مشکل کام ہے ۔ بعض جگہ تو حواشی لکھنے میں خاصی ''جدت ِطبع'' کا ثبوت دیا گیا ہے ۔ اگر کسی شعر کا ایک مصرع ایک صفحے پر ہے تو دوسرا مصرع دوسرے صفحے پر ملتا ہے ۔ مثلاً احسان ہی کا ایک شعر ہے :

اُس مہ کے سرکتے ہی یہ الدھیر ہے احسان
معلوم نہیں رخنۂ دیوار کہاں ہے

اس شعر کا پہلا مصرع ورق ۱۳ ، ب کے حاشیے پر ہے اور
دوسرا مصرع ورق ۱۴ ، الف کے حاشیے پر -

حواشی پر بعض عبارتیں کاتبِ متن کے قلم سے ہیں .
لیکن یہ تمام ایسی عبارتیں ہیں جو لکھنے کے دوران چھوٹ
گئی تھیں ، اور بعد میں حواشی پر درج کر دی گئیں -
کاتبِ متن کی تحریر کے علاوہ حواشی پر جو عبارتیں ملتی
ہیں ، وہ تین مختلف خطوں میں ہیں اور یہ تینوں خط شروع
سے آخر تک ملتے ہیں - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ مخطوطہ
یکے بعد دیگرے تین افراد کی تحویل میں رہا ہے اور ان تینوں
نے حواشی پر اضافے کیے ہیں - یہ اضافے اس نوعیت کے ہیں
کہ مصنّف کے سوا کوئی دوسرا نہیں کر سکتا - اس سے یہ
نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ اضافے کرنے والوں میں ایک
تو مصنّف خود تھے ، اور باقی دو اشخاص ایسے ہیں
جنھوں نے مصنّف کے ایما پر یہ کام انجام دیا ہے -

حاشیہ نگاروں میں سے ایک کا خط شکستہ مائل ہے -
ہماری رائے میں یہ مصنّف کا خط ہے اور اس کا ثبوت یہ
ہے کہ اس خط کے بعض حواشی میں لکھنے والے نے شعرا
سے اپنی ذاتی واقفیت کا اظہار کیا ہے - مثلاً شیخ پیر بخش
سرور (ورق ۱۳۵ ، ب) سے اپنی ملاقات کا ، نیاز علی
بیگ نکہت (ورق ۱۷۳ ، ب) کو ایک مشاعرے میں
دیکھنے کا اور شیخ الٰہی بخش شوق (ورق ۷۷ ، ب) کے
اشعار خود اُس کی زبانی سننے کا ذکر کیا ہے - مرزا
مہدی علی خاں کوثر کے بارے میں لکھا ہے - "از ہسکہ
متصلِ خانۂ راقمِ تذکرہ سکونت اختیار نمود ، بہ ایں
سبب ارتباطِ کلّی بہم رسیدہ" - (ورق ۱۱۹ ، الف) - سیّد
محمود خاں محمود کے بارے میں لکھا ہے : " . . . برادر

مؤلف است . . . اصلاح[1] شعر ازیں ہیچمدان صلاح دانستہ"۔ (ورق ۱۲۷ ، ب) ۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کے حواشی مصنّف کے سوا کوئی اور نہیں لکھ سکتا ۔

اس نسخے کا متن ، بھولا ناتھ عاشق کے مکتوبہ نسخے کی نقل ہے ۔ اس نسخے کے کاتب نے عاشق کے نسخے مکتوبہ ۱۲۲۳ھ کا ترقیمہ بھی نقل کر دیا ہے ۔ ان دونوں میں دو جگہ اختلافِ متن ملتا ہے ۔ مخطوطہ نمبر ۱۲۹ (نسخۂ انجمن ترقی اُردو ، کراچی) کے ترقیمے میں اس اختلاف کی نشان دہی کر دی گئی ہے ۔

حواشی پر جو اضافے کیے گئے ہیں ، اُن کے بارے میں بعض ضروری امور یہ ہیں :

(۱) حاشیہ نگاروں نے ۳۴۵ شعرا کے تراجم اضافہ کیے ہیں ۔

(۲) متن کے بعض تراجم قلمزد کر دیے گئے ہیں اور اُن کی جگہ انھیں شاعروں کے لئے تراجم لکھے گئے ہیں ۔ مثلاً متن میں اویسی تخلّص کے تحت صرف "شاعر قدیم است" لکھا گیا تھا ۔ یہ الفاظ قلمزد کر کے حاشیے میں یہ عبارت اضافہ کی گئی ہے ۔ "اویسی تخلّص ، نامش شاہ غلام محی الدین ، از پیر زادہ ہائے سرہندی ، متوطن برہلی ، از چندے بہ اطراف دکن رفتہ است ۔ زیادہ احوالش معلوم نیست" ۔ (ورق ۹ ، ب) ۔ اسی طرح متعدد شعرا کے تراجم میں جزوی طور پر ترمیم و اضافہ کیا گیا ہے ۔

(۳) متن کے تقریباً پچاس فی صد شعرا کے نمونۂ کلام میں اشعار اضافہ کیے گئے ہیں ۔ کہیں صرف ایک شعر اضافہ کیا گیا ہے ، اور کہیں یہ تعداد پچاس سے بھی زائد ہے ۔

۱۔ محمود کے شاگرد سرور ہونے کا ذکر ذکا نے بھی کیا ہے ۔ (عیار ، ص ۲۹۷) ۔

(۴) مندرجہ ذیل شعرا کے تراجم نسخۂ مطبوعہ میں نہیں ہیں :

۱- سیّد اکبر علی اکبر (حاشیہ ورق ۱۳ ، الف)
۲- شیخ امیرالدین آزاد (حاشیہ ورق ۱۳ ، الف)
۳- میر عبدالجلیل اثل (حاشیہ ورق ۱۳ ، ب)
۴- جوہر (حاشیہ ورق ۳۴ ، ب)
۵- قاضی محمد صادق اختر (حاشیہ ورق ۹۷ ، ب)
۶- تحسین (متن ورق ۲۵ ، الف)
۷- علی محمد خان علی (متن ورق ۹۲ ، الف)
۸- مغل علی مغل (متن ورق ۱۵۹ ، ب)
۹- ممتاز (حاشیہ ورق ۱۶۱ ، ب)

دیگر نسخے : ۱- نسخۂ ایف ایڈورڈ ہال :

اشپرنگر نے شاہان اودھ کے کتب خانوں کی فہرست میں عمدۂ منتخبہ کے ایک نسخے کا ذکر کیا ہے جس کے صفحات تقریباً ۶۷۰۰ تھے ۔ اور فی صفحہ ۱۵ سطریں تھیں ۔ (صفحات کی یہ تعداد طباعت کی غلطی معلوم ہوتی ہے) ۔ یہ نسخہ F. Edward Hall کے ذاتی ذخیرے میں تھا (شاہان اودھ ، ص ۸۶-۱۸۵) ۔ اس میں ۱۲۴۱ھ کا مادہ تاریخ (رحمت خدا بے حد) موجود ہے ، جس سے ثابت ہے کہ اس کا متن ، نسخۂ قومی عجائب گھر کراچی کے مطابق تھا ۔

۲- نسخۂ انڈیا آفس ، لندن :

فہرست نمبر ۲۸۵۰ ۔ لائبریری نمبر ۳۱۶۱ ۔ اوراق ۳۷۹ ۔ سطور ۱۵ ۔ خط نستعلیق ۔ سائز $\frac{3}{4}$۱۰ × ۶″ (انڈیا آفس ، فارسی ، اول ، ص ۱۵۴۶) ۔ یہ نسخہ ، نسخۂ قومی عجائب گھر ، کراچی کی نقل ہے ۔ کاتب بے احتیاط ہے ، نسخۂ مطبوعہ کی اغلاط ایک حد تک اسی کاتب کی پیروی کا نتیجہ ہیں ۔ اس نسخے پر سال کتابت درج نہیں ہے ۔ خواجہ احمد فاروقی مادۂ تاریخ ”رحمت

خدا بے حد" کی موجودگی کی بنا پر ۱۲۴۲ھ کو سالِ کتابت قرار دیتے ہیں۔ (مقدمہ، عمدہ، ص ۱۶) یہ درست نہیں کیونکہ یہ مادۂ تاریخ نسخۂ قومی عجائب گھر، کراچی سے نقل کیا گیا ہے۔ خواجہ احمد فاروقی کا یہ خیال بھی ہے کہ اس نسخے کا کاتب بھولا ناتھ عاشق ہے، جبکہ بھولا ناتھ عاشق صرف ۱۲۲۳ھ کے مکتوبہ نسخے (انجمن ترقی اُردو، کراچی) کا کاتب ہے۔ بعد کے نسخوں میں عاشق کا ترقیمہ اور اختتامی نظم نقل کی گئی ہے۔ اسی سے خواجہ احمد فاروقی کو غلط فہمی ہوئی ہے۔

۳۔ نسخہ ببلیوتیک ناسیونال، پیرس:

فہرست نمبر ۱۱۵۹۔ اوراق ۳۷۱۔ سائز ۲۷×۱۳ س م۔ مکتوبہ ۱۸۲۹ء۔ (Manuscrits Persans از E. B. Blochet، پیرس، ۱۹۱۲ء، ص ۳۱ - ۳۲۰)۔

خواجہ احمد فاروقی نے اس نسخے کا جو ترقیمہ نقل کیا ہے، اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی کتابت ۱۸۳۹ء میں ہوئی تھی۔ ترقیمہ یہ ہے: ''تمت تمام شد، تذکرۃ الشعرا تالیف نواب اعظم الدولہ بہادر بتاریخ نہم ماہ جنوری، ۱۸۳۹ء''۔ (مقدمہ، عمدہ، ص ۵)

بلوشے اور خواجہ احمد فاروقی میں سے کسی ایک سے سنہ کے نقل کرنے میں غلطی ہوئی ہے۔

خواجہ احمد فاروقی نے نسخۂ لندن کو کتابت کے اعتبار سے نسخۂ پیرس سے قدیم تر بتایا ہے۔ نسخۂ لندن کی تاریخِ کتابت نامعلوم ہے، ایسی صورت میں ان دونوں نسخوں میں سے کسی ایک کو قدیم تر قرار دینا درست نہیں ہو سکتا۔[۱]

۱۔ 'ہماری زبان'، علی گڑھ، بابت ۱۵ اگست، ۱۹۶۰ء (ص ۷) میں ادارے کی طرف سے ایک مضمون میں یہ حاشیہ لکھا گیا ہے۔ ''عمدۂ منتخبہ کا ایک نسخہ انجمن کے کتب خانے میں ہے''۔ اگر ''انجمن'' سے مراد انجمن ترقی اُردو ہند ہے تو یہ بیان درست نہیں۔

مطبوعہ نسخہ: ''عمدۂ منتخبہ'' کو ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی نے مرتّب کر کے ۱۹۶۱ء میں دہلی یونی ورسٹی سے شائع کیا تھا۔ اس کا متن انڈیا آفس کے نسخے پر مبنی ہے۔ مطبوعہ نسخے میں متعدد مقامات پر متن غلط ہے۔ بے شمار مقامات پر نقطے لگائے گئے ہیں، جس کا سبب یہ ہے کہ مرتّب سے بعض الفاظ پڑھے نہ جا سکے یا اصل نسخے میں اس طرح لکھے تھے کہ انھیں صحیح طور پر پڑھنا ممکن نہ تھا۔ متعدد شعرا کے تخلّصوں کی جگہ بھی نقطے ملتے ہیں۔ قاضی عبدالودود نے مطبوعہ نسخے پر ایک طویل تبصرہ لکھا ہے (حوالہ ماخذ میں) جس میں مصنّف اور مرتّب دونوں کی اغلاط کی نشان دہی کی گئی ہے۔ راقم کا خیال ہے مطبوعہ نسخے میں متن کی جو غلطیاں ملتی ہیں، اُن کی بڑی حد تک ذمہ داری انڈیا آفس کے نسخے کے کاتب پر عائد ہوتی ہے۔ اس کاتب نے نسخہ کافی احتیاط اور توجہ سے نہیں لکھا۔ واضح رہے کہ انڈیا آفس کا نسخہ، کراچی کے نسخۂ قومی عجائب گھر کی نقل ہے۔ ثانی الذکر نسخے کو نقل کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ مرتّب نے بنیادی غلطی یہ کی ہے کہ متن کا مقابلہ کسی دوسرے نسخے سے نہیں کیا۔ اگر وہ اس کا مقابلہ نسخۂ پیرس ہی سے کر لیتے جو اُن کی دسترس میں تھا تو شاید غلطیاں اتنی زیادہ نہ ہوتیں جتنی کہ اب مطبوعہ متن میں موجود ہیں۔ راقم الحروف نے مطبوعہ نسخے کا قومی عجائب گھر، کراچی کے نسخے سے، از اوّل تا آخر مقابلہ کیا ہے۔ مطبوعہ نسخے کے بمشکل پانچ فی صد صفحات ایسے ہوں گے جن پر متن کی اغلاط موجود نہ ہوں۔ کم سے کم اغلاط فی صفحہ پانچ ہیں اور زیادہ سے زیادہ کی کوئی قید نہیں ہے۔ اغلاطِ متن کی نوعیت کو سمجھنے کے لیے ذیل میں چند مثالیں دی

جاتی ہیں :

۱- مطبوعہ : ''بہ طرف حیدرآباد رفتہ در سرکار نواب نظام علی خاں مرحوم'' - (ص ۱۳۵)

مخطوطہ : ''. . . . . مرحوم ملازم گشتہ'' - (ورق ۱۹ ، ب)

۲- مطبوعہ : ''. . . روزگار پیشہ - (ﺑﮧ) معلم گری بسر می برد'' - (ص ۱۳۸)

مخطوطہ : ''روزکار بہ پیشہ معلم گری . . .'' - (ورق ۲۰ ، ب)

۳- مطبوعہ : ''در فن خویش قادر زمانہ بود'' - (ص ۲۱۳)

مخطوطہ : ''. . . . . نادر زمانہ بود'' - (ورق ۳۶ ، الف)

۴- مطبوعہ : ''بہ امانی و فراست متصف'' - (ص ۲۵۲)

مخطوطہ : ''بہ دانائی و . . .'' - (ورق ۴۵ ، الف)

۵- مطبوعہ : ''رونق افزائے وادی مجاہدت . . . اشعار گوہر نثارش نہایت پُر کیف'' - (ص ۲۵۴)

مخطوطہ : ''. . . . . افزائے زاویہ مجاہدت . . . . پُر کینیت'' - (ورق ۴۵ ، ب)

۶- مطبوعہ : ''اصلش از بزرگان خوارزم - شخص صاحب اعتبار بود'' - (ص ۲۹۴)

مخطوطہ : اصلش از مردمان خوارزم - مرد ذی تشخص و صاحب اعتبار بود'' - (ورق ۵۲ ، الف)

۷- مطبوعہ : ''مطلعے از تصانیفش بہم رسیدہ'' - (ص ۲۹۹)

مخطوطہ : . . . تصانیفش بسمع رسیدہ'' - (ورق ۵۴ ، الف)

۸- مطبوعہ : ''در عـلـم اخـلاص و دوستی راسخ'' - (ص ۳۰۵)

مخطوطہ : در عالم اخلاص . . .'' - (ورق ۵۵ ، ب)

۹- مطبوعہ : ''سلطان بخش مرشد زادۂ نامدار''۔ (ص ۳۱۷)
مخطوطہ : سلطان تخلّص مرشد زادۂ نامدار''۔ (ورق ۵۸ ، ب)

۱۰- مطبوعہ : ''از چندے سلسلۂ تعلقات دنیا گسست و از آستانہ۔ بہ لباس فقیری مفتخرگشت''۔ (ص ۳۷۸)
مخطوطہ : . . . دنیا گسستہ وارستانہ بہ لباس . . .''۔ (ورق ۱۰۵ ، الف)

یہی حال اشعار کا ہے۔ چند مثالیں :

۱- مطبوعہ ، ص ۳۹۹ :
کھلایا سب سگِ لیلیٰ کو شب استخواں اپنا
مخطوطہ ، ورق ۸۰ ، ب :
. . . . کو مشتِ استخواں . . .

۲- مطبوعہ ، ص ۴۱۹ :
ہے میں نے لولاک کا پرتو اُس پر
مخطوطہ ، ورق ۸۷ ، ب :
ہے معنیٔ لولاک کا . . . .

۳- مطبوعہ ، ص ۴۲۰ :
تھم کر پڑھو جو شعر تو ہو کیوں خردہ گیر
مخطوطہ ، ورق ۸۷ ، ب :
. . . . ہو کون خردہ گیر

۴- مطبوعہ ، ص ۴۲۱ :
نزدیک اپنے آپ تو کہتا ہے سمجھو زور
مخطوطہ ، ورق ۸۸ ، ب :
. . . . کو گنتا ہے سمجھو دور

۵- مطبوعہ ، ص ۴۲۲ :
اپنے تئیں تو بخشیے آتا ہے یار ننگ
مخطوطہ ، ورق ۸۸ ، ب :
. . . . تو بھتے آتا . . . . .

۹- مطبوعہ، ص ۳۲۳ :

دشمن ہکاوہیں دل میں پری کو خیالِ خام

مخطوطہ، ورق ۸۸، ب :

.... میں پڑے گو خیالِ خام

مطبوعہ نسخے میں اشعار کے غلط انتساب کی مثالیں بھی بکثرت ملتی ہیں ۔ مثلاً :

۱- مرزا اسعد بخت بہادر اسعد کے آخری تین شعر (ص ۵) آصف الدولہ کے ہیں ۔

۲- شیخ عبداللہ آزاد کے نام سے جو شعر دیے گئے ہیں (ص ۹ - ۸) اُن میں سے پہلے دو اور آخری ایک کے علاوہ باقی سب شعر میر اثر کے ہیں ۔

۳- ص ۶۱ کے دوسرے شعر سے لے کر ص ۸۷ کے ابتدائی چار اشعار تک کا سارا کلام جو میر غلام علی احسان کے نام سے ہے، دراصل حافظ عبدالرحمٰن احسان کا ہے ۔ واضح رہے کہ ان اشعار کی تعداد تقریباً تین سو ہے ۔

۴- مرزا رضا قلی آشفتہ کے آخری سات اشعار (ص ۸۹) خواجہ امین الدین امین مرشد آبادی کے ہیں ۔

۵- فراسو کے انتخابِ کلام کے آخری آٹھ شعر (ص ۳۵۹) ثناء اللہ خاں فراق کے ہیں ۔

اس قسم کی متعدد مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں ۔ زیرِ نظر مخطوطے میں مذکورہ اشعار کا صحیح انتساب ملتا ہے، لیکن انڈیا آفس کے نسخے کے کاتب نے اُن اشاروں اور علامتوں کو بغور نہیں دیکھا جو متن اور حواشی میں ملتی ہیں ۔ حاشیہ نگار نے جہاں کہیں کسی شاعر کے کلام میں حواشی پر اضافہ کیا ہے، اُس کے لیے پہلے متن میں کوئی علامت درج کی ہے، اور پھر حاشیے پر اُسی علامت کے تحت اشعار لکھے ہیں ۔

مصنف : سرور کا خاندان کشمیر سے تعلق رکھتا تھا ۔ وہ اعظم الدولہ ابوالقاسم خاں بہادر مظفر جنگ کے بیٹے تھے ۔ ابوالقاسم

شاعر تھے اور اُن کا تخلّص صافی[1] تھا ۔ سرور کے دادا ابوالبرکات خاں روسائے کشمیر میں سے تھے ۔ وہ بھی شاعر تھے اور صوفی تخلّص تھا ۔ خوشگو (ص ۲۵۱) اور دیگر تذکرہ نگاروں نے اُن کے حالات لکھے ہیں ۔ 'تاریخ محمدی' میں ۱۱۵۸ھ کے تحت صوفی کے انتقال کا اندراج ان الفاظ میں ہے : ''ابوالبرکات بن محمد کاظم مخاطب بہ عارف خان بن قاضی محمد رفیع بن قاضی عارف کشمیری ، از امرائے عصر ، بہ شاہجہان آباد فوت شد ، ظاہرا اواخر شوال یا اوائل ذی القعدہ ۔ عمرش تخمیناً شصت سال ۔ و او بہ فضل و کمال و شجاعت اتصاف داشت''۔ (تاریخ محمدی ، از میرزا محمد بن رستم ، مرتبہ امتیاز علی عرشی ، رام پور ، ۱۹۶۰ ، ص ۱۳۱)

سرور کا نام ، بقول خود ، میر محمد خان اور خطاب ''اعظم الدولہ بہادر معظم جنگ'' تھا ۔ (عمدہ ، ۳۶۱) ۔ قاضی عبدالودود کا خیال ہے کہ سرور ۱۱۷۵ھ اور ۱۸۰ ھ کے درمیان پیدا ہوئے ۔ (اشتر و سوزن ، ص ۳۲) ۔ فارسی کی کتب متداولہ مرزا جان بیگ سامی سے پڑھیں ۔ شاعری میں میر فرزند علی موزوں کی شاگردی اختیار کی ۔ سرور ، حضرت شاہ محمد عظیم سے بیعت تھے ۔ (مجموعہ ، اوّل ، ص ۹۵ - ۲۹۴) ۔ شوال ، ۱۲۵۰ھ [م : جنوری ، ۱۸۳۵ء] میں سرور کا انتقال ہوا ۔ تصانیف میں ایک دیوان ہے جو تالیف مجموعۂ نغز (۱۲۲۱ھ) سے پہلے مرتّب ہو چکا تھا اور اب نایاب ہے ۔ ''سبعہ سیّارہ'' سات مثنویوں کا مجموعہ ہے ۔ اس کا ایک نسخہ مولانا حامد حسن قادری کے پاس اور دوسرا مولانا حبیب الرحمٰن شیروانی کے پاس تھا ۔ یہ دونوں نسخے ناقص ہیں ۔ سرور اپنے عہد کے نامی گرامی

۱۔ خم خانۂ جاوید میں صامی غلط لکھا ہے ۔ حاکم نے صافی لکھا ہے اور یہی درست ہے ۔ حاکم کی صافی سے لاہور میں ملاقاتیں بھی رہی تھیں ۔ صافی نے یہ تخلّص اپنے باپ کے تخلّص (صوفی) کی رعایت سے اختیار کیا تھا ۔

امیر اور شاعر تھے ۔ تذکرہ نگاروں نے ان کے کردار ، شخصیت اور ادب دوستی کی بڑی تعریف کی ہے ۔

مآخذ : (۱) عیار ، ۲۳۸ - (۲) عمدہ ، ۳۶۰ - (۳) مجموعہ ، اوّل ، ۲۹۳ - (۴) آزردہ ، ۳۶ ، ۹۸ - (۵) گلشن ، ۹۶ - (۶) بہار ، ۱۷۳ - (۷) بے خزاں ، ۶۲ - (۸) خوش معرکہ ، اوّل ، ۱۳۰ - (۹) شعرائے ہند ، ۸۳ - (۱۰) یادگار ، ۱۰۷ - (۱۱) گلستانِ سخن ، ۲۶۳ - (۱۲) سخن شعرا ، ۲۱۵ - (۱۳) شمیم ، اوّل ، ۱۳۲ - (۱۴) طور ، ۵۱ - (۱۵) بزم ، ۵۹ - (۱۶) خم خانہ ، چہارم ، ۱۷۰ - (۱۷) گارسین دتاسی ، سوم ، ۶۳ - (۱۸) اُردو مثنوی ، گیان چند ، ۳۹۱ - (۱۹) اُردو شعرا کے تذکرے ، ۲۱۳ - (۲۰) مخطوطات انجمن ، اوّل ، ۱۳۶ - (۲۱) تبصرہ بر عمدۂ منتخبہ ، قاضی عبدالودود ، مشمولہ : اشتر و سوزن ، دہلی ، ۱۹۶۳ء ، ص ۷ - (۲۲) تبصرہ بر عمدۂ منتخبہ ، کلب علی خان فائق ، سہ ماہی ''صحیفہ'' ، لاہور ، شمارہ ۲۳ ، جولائی ، ۱۹۶۳ء - (۲۳) رسالۂ تذکرات ، از گارسین دتاسی ، مترجم ذکاء اللہ دہلوی ، مرتبہ ڈاکٹر تنویر علوی ، دہلی ۱۹۶۸ء ، ص ۳۲ ، ۹۰ - (۲۴) ''مثنویاتِ سرور'' [سبعہ سیّارہ کے قلمی نسخے سے متعلق] مقالہ از مولانا حبیب الرحمٰن شیروانی ، سہ ماہی ''ہندستانی'' الہ آباد ، اپریل ، ۱۹۳۲ء - (۲۵) ''عمدۂ منتخبہ ، ایک تحقیقی و تنقیدی مطالعہ'' ڈاکٹر حنیف نقوی ، سہ ماہی ''اُردو ادب'' ، علی گڑھ ، شمارہ ۲ ، ۱۹۶۳ء - (۲۶) عمدۂ منتخبہ کا سنہ تالیف ، ضمیر نیازی ، ماہنامہ ''قومی زبان'' ، کراچی ، اکتوبر ، ۱۹۶۹ء - (۲۷) ''ہماری زبان'' ، علی گڑھ میں سرور اور اُس کی تصانیف کے بارے میں حامد حسن قادری ، فرخ جلالی ، تمکین کاظمی ، گوپی چند نارنگ ، تحسین سروری ، ممینہ شوکت اور سیّد مسعود حسن رضوی ادیب کے مضامین و مراسلات ۱۹۶۰ء کے ان شماروں میں شائع ہوئے ہیں : ۲۲ جولائی - ۱۵ اگست - یکم ، ۱۵ ، ۲۲ ستمبر -

۸ اکتوبر - یکم نومبر - یکم و ۱۵ دسمبر - اس سلسلے کا ایک مضمون ۸ مارچ ، ۱۹۶۱ء کے شمارے میں بھی ہے -
(۲۸) پرشین لٹریچر ، سی - اے - اسٹوری ، لندن ، ۱۹۵۳ء ، جلد اوّل ، جزو ۲ ، ص ۸۸۳ - (۲۹) خطباتِ گارسیں دتاسی ، انجمن ترقی اُردو ، اورنگ آباد ، ۱۹۳۵ء ، صص ۸۸ - ۸۶ -

● ● ●

۱۷۹

عمدۂ منتخبہ [۲]

اعظم الدولہ میر محمد خاں سرور

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو ، کراچی ۔

نمبر : قا ۳/۳٦

سائز : ۳۰ × ۱۵ س م

اوراق : ۱۴۳

سطور : ۱۷

کاتب : بھولا ناتھ عاشق[۱] (ابتدائی ۱۸ ، اوراق کسی دوسرے کاتب نے لکھے ہیں)

خط : نستعلیق ، جلی ، اوسط ۔ (ابتدائی ۱۸ ، اوراق کا خط نستعلیق ، شکستہ مائل)

۱۔ عاشق کا ذکر سرور نے ان الفاظ میں کیا ہے ''. . . فرزند راجہ گوپی ناتھ پنڈت ، دیوان عمو صاحب و قبلہ نواب مجدالدولہ بہرام جنگ مغفور ، کہ از صغر سن بہ سایۂ عاطفت جناب علیہ الرحمہ موصوف تربیت و پرورش یافتہ و بہ کار پیش کاری ہائے رسالہ جات و خدمات دیگر مامور ماندہ ۔ عنایت جناب عالی مرحوم در حقش نظر بہ مراتب خانہ زاد پروری بیش از بیش بودہ ۔ شخص عاقل و مودب و متدین و وفا پیشہ و یک رنگ و ذہین است ۔ اشعار ہندی و فارسی ہر دو می گوید'' ۔ (عمدہ ، ص ۳۳۵)

عاشق ، خوب چند ذکا کے دوستوں میں سے تھے ۔ ذکا نے انھیں ''مرد خوش خلق و ذی ہوش و صاحب شعور و بسیار اہل'' لکھا ہے ۔

تاریخِ کتابت : ۹ محرم ، ۱۲۲۴ھ [م : ۲۴ فروری ، ۱۸۰۹ء]

کیفیت : کاغذ باریک ، چکنا ، دو طرح کا ، پیلا اور مٹیالا ۔ نسخہ بوسیدہ و کِرم خوردہ ہے ، اس وجہ سے بعض مقامات پر متن کو نقصان پہنچا ہے ۔ نسخے کی پیوندکاری کی گئی ہے ۔ اکثر اوراق کے حواشی پر سفید دبیز کاغذ کی پٹی لگائی گئی ہے ۔ جلد سازی ماضی قریب میں ہوئی ہے ۔ جلد ساز کی بے احتیاطی سے حواشی کی بعض عبارتوں کے الفاظ کٹ گئے ہیں ۔ شاعر کا تخلص اور عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں ۔ ہر شعر کے خاتمے پر تین نقطے اور شعر کے شروع میں نشان ؎ بھی سرخ روشنائی سے ہے ۔

جدید جلد سازی کے بعد صفحات نمبر درج کیے گئے ہیں جو ص ۱ سے ۲۹۶ تک ہیں ۔ ص ۷۷ سے ۸۰ تک کے اور پھر ص ۸۵ سے ۸۸ تک کے آٹھ صفحات (چار اوراق) غائب ہیں ۔ ص ۷۶ (ورق ۳۸ ، ب) کے اختتام پر "یا رب کوئی" کے الفاظ بطور ترک درج ہیں جو قائم کے اِس شعر کے ابتدائی الفاظ ہیں :

یا رب کوئی اُس چشم کا بیمار نہ ہووے
دشمن کے بھی دشمن کو یہ آزار نہ ہووے

ص ۷۶ کے بعد ص ۸۱ ہے ۔ اس کے شروع میں قائم کا یہ مصرع ہے :

ہر صبح مخلصوں کے تئیں صبح عید ہو

مخطوطۂ قومی عجائب گھر ، کراچی کے متن سے مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ضائع شدہ چار صفحات پر قائم کی غزلوں کے بیس شعر ، گیارہ رباعیات اور دو دو اشعار کے دو قطعات تھے ۔ (دوسرے قطعے کے ابتدائی تین مصرعے ضائع شدہ ورق پر تھے) ۔ ص ۸۵ سے ص ۸۸ تک کے ضائع شدہ صفحات کی تفصیل یہ ہے کہ ص ۸۴ کے آخر میں قدرت اللہ قاسم کا انتخابِ کلام ہے اور ص ۸۹ کے شروع میں قدرت (رامپوری) کے ترجمے کا کچھ حصّہ ہے ۔ نسخۂ

طوسی عجائب گھر کے متن سے مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے
کہ ان چار صفحات میں قاسم کا کلام تھا ۔ چوتھے صفحے کے
آخر سے قدرت (رام پوری) کا ترجمہ شروع ہوتا تھا ۔

یہ مخطوطہ راقم کی نظر سے متعدد بار گزرا ہے ۔
۱۹۷۲ء کے شروع تک مذکورہ ضائع شدہ اوراق مخطوطے
میں موجود تھے ۔ لیکن اسی سال کے آخر میں کسی شخص
نے انھیں مخطوطے سے الگ کر لیا ۔ ان چار اوراق کا پشتے
کی طرف کا کچھ حصّہ اب بھی مخطوطے میں موجود ہے
جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہاں سے اوراق نکالے گئے ہیں ۔

مخطوطے کا آغاز شاہ عالم آفتاب کے ایک شعر سے
ہوتا ہے ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا کا کم از کم
ایک ورق ضائع ہو چکا ہے جس میں دیباچہ اور آفتاب کا
ترجمہ تھا ۔

ابتدائی ۱۸ ، اوراق بھولا ناتھ عاشق کے قلم سے نہیں
ہیں ۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اصل مخطوطے کا ابتدائی
حصّہ ضائع ہو گیا تھا ، جسے بعد میں کسی نے لکھ کر مخطوطہ
مکمل کر لیا ۔ ان اٹھارہ اوراق میں شاہ عالم آفتاب سے
لے کر بہادر بیگ غالب تک کے تراجم ہیں ۔ ان اوراق
میں بھی شعرا کے تخلّص سرخ روشنائی سے ہیں ۔ کاغذ سفید ،
باریک ہے ۔ ان میں سے بعض اوراق پر زمانۂ حال میں
بٹر پیپر چسپاں کیا گیا ہے ، یہ کام اس قدر بے احتیاطی
سے ہوا ہے کہ روشنائی پھیل گئی ہے اور متن بڑی حد
تک ناخوانا ہو گیا ہے ۔

اس نسخے میں متعدد اشعار پر صاد کا نشان بنایا گیا
ہے ۔ کسی شعر پر ایک نشان ہے اور کسی پر دو ۔

آغاز : .... [1] ڈر کے سامنے
ابر جب پانی بھرے اُس چشمِ تر کے سامنے

۱۔ کیڑم خوردہ مقامات پر نقطے لگائے گئے ہیں ۔ مطابق مخطوطہ نمبر ۱۷۸ :
منہ کرے کس وجہ دریا مارے ڈر کے سامنے

اسعد . . .[1] میرزا اسعد بخت بہادر - از چندے ؛
ملتان و کابل رونق بخش شدہ اند :

تو ایسا ہے اسعد کہ ہاتھوں سے تیرے
نہ تسبیح ٹھہرے نہ زنّار ٹھہرے"

اختتام : مطابق مخطوطہ نمبر ۱۷۸ ، اس اختلافات کے ساتھ کہ پانچویں شعر کے پہلے مصرعے میں "ہوئے" کی بجائے "ہووے" ہے - نیز اشعار کے بعد یہ عبارت ہے :

"تمت تمام شد ، کار من نظام شد

من نوشتم صرف کردم روزگار
من نمانم ایں بماند یادگار"

ترقیمہ : "الحمد للہ کہ بفضل ایزد متعال ایں نسخہ نہم محرم الحرام ۱۲۲۴ ہجری موافق سنہ جلوس مبارک حضرت بادشاہ جم جاہ ، گیتی پناہ ، فریدوں سپاہ ، دارا مرتبت ، سلیمان شوکت ، کیخسرو منزلت ، سکندر حشمت ، غریب نواز ، ظلم گداز ، رعیّت پرور ، عدل گستر ، عطا فرمائے زر و گوہر ، دریا دل ، در ہر فن کامل ، عادل[2] باذل ، واقف اسرار آسمانی ، کشّاف رموز نہانی ، اورنگ آرائے سریر سلطنت ، رونق بخش دیہیم ابہت و مملکت ، ہزبر میدان وغا ، دریائے صفحۂ سخا ، مقبول بارگاہ یزدانی ، منظور انظار سبحانی ، ظل اللہ[3] حضرت معین الدین محمد اکبر

۱- مخطوطہ نمبر ۱۷۸ : اسعد تخلّص میرزا . . .

۲- ایضاً : عادل زماں -

۳- ایضاً : ظل اللہ حضرت محمد اکبر بادشاہ (زیر تبصرہ نسخے میں "معین الدین" کے الفاظ بعد میں بین السطور میں اضافہ کیے گئے ہیں) -

بادشاہ غازی خلد اللہ ملکہ و سلطانہ و افاض علی العالمین
برہ و احسانہ ، صورت اختتام پذیرفت"[1] ۔

مندرجات : اس نسخے میں ۶۶۷ شعرا کے تراجم ہیں ۔

خصوصیات : اس نسخے کی پہلی اہمیت تو یہ ہے کہ یہ "عمدۂ منتخبہ" کی روایتِ اوّل ہے ، اور اس کی کتابت مصنّف کے ایما پر ہوئی ہے ۔ دوسری اہمیت یہ ہے کہ مصنّف نے اسی مخطوطے کو تذکرے کی روایتِ دوم کا مسودہ بھی بنایا ہے ۔ اس کے حواشی پر متعدد شعرا کے تراجم اضافہ کیے گئے ہیں ، ان اضافوں کا خط وہی ہے جو مخطوطہ نمبر ۱۷۸ کے حواشی پر ملتا ہے ، اور جسے مصنّف کا خط ثابت کیا جا چکا ہے ۔ (رک : مخطوطہ نمبر ۱۷۸) ۔ اس نسخے کے حواشی پر جو تراجم ملتے ہیں وہ مخطوطہ نمبر ۱۷۸ کے متن میں شامل ہیں ۔ صرف بیدل سے متعلق اضافہ (حاشیہ ورق ۴ ، ب) مخطوطہ نمبر ۱۷۸ میں شامل نہیں کیا گیا ۔ یہ اضافہ مصنّف کے قلم سے نہیں ہے ، اس لیے گمان غالب ہے کہ حاشیے پر یہ ترجمہ بعد میں کسی ایسے شخص نے اضافہ کیا ہے ، جس کی تحویل میں یہ نسخہ رہا ہے ۔ (مخطوطہ نمبر ۱۷۸ میں جو ترجمۂ بے دل ہے ، وہ اس اضافے سے مختلف ہے)

مکمل تراجم کے علاوہ اس نسخے کے حواشی پر اشعار بھی اضافہ کیے گئے ہیں ۔ مثلاً ورق ۲۲ ، ب کے حاشیے پر فراسو کے دس شعر ہیں ۔ سات شعر متن میں ان کے علاوہ ہیں ۔ مخطوطہ نمبر ۱۷۸ کے متن میں فراسو کے

۱- ترقیمے پر مخطوطے کا اختتام نہیں ہوتا ، بلکہ اس کے بعد صنعت توشیح میں اٹھارہ اشعار کی ایک نظم ہے ، جس کے آخری پانچ شعر مخطوطہ نمبر ۱۷۸ کے 'اختتام' کے تحت درج کیے جا چکے ہیں ۔ اس نظم کی تمہیدی سطور یہ ہیں : "در صنعت توشیح ابیاتے چند بہ گفتن آمدکہ اگر از ہر مصرعش سرِ حرف بگیرند ایں بیت جلوۂ ظہور می دہد :

اعظم الدولہ بہادر کے
اذن سے اُن کا تذکرہ لکھا

و آں ابیات این است" ۔

یہ سترہ شعر موجود ہیں ، اور اس ترتیب سے ہیں کہ پہلے زیرِ نظر نسخے کے متن کے سات شعر ہیں اور پھر حاشیے کے دس شعر ۔

زیرِ نظر نسخے کے متن میں بعض ترمیمیں بھی کی گئی ہیں ۔ مخطوطہ نمبر ۱۷۸ کا متن ان ترمیموں کے مطابق ہے ۔ مثلاً زیرِ نظر نسخے کے ورق ۲۳ ، الف و ب پر ثناء اللہ فراق کے نام سے ایک غزل کے تین شعر ہیں ۔ مطلع یہ ہے :

داغِ دل چمکے ہے یوں دیدۂ پُر آب کے بیچ
جس طرح عکسِ چراغاں پڑے تالاب کے بیچ

یہ تینوں شعر قلم زد کر دیے گئے ہیں ۔ مخطوطہ نمبر ۱۷۸ کے متن میں بھی یہ شعر نہیں ہیں ۔ اس قسم کی اور مثالیں بھی ملتی ہیں ۔

زیرِ نظر نسخے کے متن کا مخطوطہ نمبر ۱۷۸ کے متن سے مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مندرجہ ذیل ۳۰ شعرا کے تراجم زیرِ نظر نسخے میں نہیں ہیں :

۱۔ اسد اللہ خاں اسد (غالب) ۔
۲۔ میر مہدی بیدار ۔
۳۔ ٹیک چند بہار ۔
۴۔ تحسین ۔
۵۔ مرزا تقی خاں ترقی ۔
۶۔ میر مراد علی حیرت ۔
۷۔ شرف الدین بیگ شرف ۔
۸۔ سیّد شاہ طیب ۔
۹۔ عشرت ۔
۱۰ ۔ اشرف علی خاں فغاں ۔
۱۱۔ عاقبت محمود خاں فدا ۔
۱۲۔ مرزا سنگی بیگ مسرور ۔
۱۳۔ حکیم شیخ ولی محمد ولی ۔

زیرِ نظر نسخے میں ان تراجم کے موجود نہ ہونے کا سبب یہ ہے کہ تذکرے کی جو روایت ۱۲۳۲ھ میں مکمل ہوئی تھی ، اُس میں مصنّف نے یہ تراجم اضافہ کیے ہوں گے ۔

زیرِ نظر نسخے میں بعض امور ایسے بھی ہیں جو مخطوطہ نمبر ۱۷۸ کے متن سے مطابقت نہیں رکھتے :

۱۔ زیرِ نظر نسخے میں معروف کے انتخابِ کلام کے تمام اشعار قلم زد کر دیے گئے ہیں ۔ شاید مصنّف نیا انتخاب شامل کرنا چاہتا ہوگا ۔ مخطوطہ نمبر ۱۷۸ میں تمام قلم زد اشعار موجود ہیں ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۲۳۲ھ کا متن تیار کرتے وقت مصنّف نے معروف کے کلام کا نیا انتخاب شامل کرنے کا ارادہ ترک کر دیا ہوگا ۔

۲۔ آتش کا ذکر ، زیرِ نظر نسخے میں 'مولائی' تخلّص کے تحت ہے ۔ لیکن مخطوطہ نمبر ۱۷۸ میں یہ ترجمہ موجود نہیں ہے ، بلکہ آتش تخلّص کے تحت نیا ترجمہ لکھا گیا ہے ۔

۳۔ زیرِ نظر نسخے کے حواشی پر بعض ایسی عبارتیں بھی ملتی ہیں جو مخطوطہ نمبر ۱۷۸ کے متن میں نہیں ہیں ۔ مثلاً شیخ نظام الدین نامی کے ترجمے میں مصنّف نے خاصا اضافہ کیا ہے ، یہ اضافہ مخطوطہ نمبر ۱۷۸ کے متن میں نہیں ہے ۔

جیسا کہ اُوپر لکھا جا چکا ہے ، اس مخطوطے کے ابتدائی اٹھارہ اوراق کسی دوسرے کاتب کے قلم سے ہیں ۔ ان اوراق میں جو تراجم ہیں ، اُن میں کاتب نے اختصار سے کام لیا ہے ۔ یہ اختصار احوال اور اشعار دونوں میں ملتا ہے ۔ مثلاً اُوپر ''آغاز'' کے تحت اسعد کا جو ترجمہ دیا گیا ہے ، وہ صرف ایک سطر پر مشتمل ہے ۔ لیکن

مخطوطہ نمبر ۱۷۸ کے متن میں خاصی تفصیل ملتی ہے۔ اسی طرح مخطوطہ نمبر ۱۷۸ کے متن میں جرأت کا مفصّل ذکر ہے اور اشعار کی تعداد ۶۸ ہے۔ لیکن زیر بحث اٹھارہ اوراق کے کاتب نے سوا تین سطروں کی نثر اور چار شعروں پر اکتفا کی ہے۔ البتہ چوتھے شعر کے بعد تین چوتھائی صفحہ سادہ چھوڑ دیا ہے۔ ممکن ہے بعد میں یہاں جرأت کے مزید اشعار لکھنے کا ارادہ ہو، لیکن اس کی نوبت نہیں آئی۔ ان ابتدائی اٹھارہ اوراق کے کاتب نے تذکرے کے مطالب کا خلاصہ کرنے میں خاصی بے احتیاطی سے کام لیا ہے، اور بیشتر اہم امور نظر انداز کر دیے ہیں۔

اس نسخے میں کتابت کی اغلاط بھی ملتی ہیں۔ بیشتر اغلاط ابتدائی اٹھارہ اوراق میں ہیں۔ مثلاً خیراللہ آرام کا تخلّص بہرام (ورق ۲، ب)، شرف الدین علی خاں پیام کا تخلّص بے غم (ورق ۵، الف)، حمایت حیدرآبادی کا تخلّص حسرت (ورق ۹، الف)، رؤف احمد رافت کا تخلّص راقب (ورق ۱۱، ب)، رحمت اللہ عشقی کا تخلّص عشق (ورق ۱۸، ب) اور شمبھو ناتھ عزت کا تخلّص عزیز (ورق ۳۶، ب) لکھا گیا ہے۔

مصنّف نے بعض جگہ حواشی پر تنقیدی نوعیت کے تبصرے بھی کیے ہیں۔ مثلاً ثناء اللہ فراق کے اِس شعر:

کیا دھوم ہے چرچا ہے کیا طرفہ تماشا ہے
اک رات تو آ دیکھو تم گھر میں بھی یاروں کے

کے مقابل حاشیے پر لکھا ہے: "بھی کا لفظ بیکار ہے"۔ (ورق ۲۷، الف)

فراق ہی کا شعر ہے:

آبلے دکھلائے جب اس ترے رنجور نے
دالت میں تنکا لیا خوشۂ انگور نے

اس کے مقابل حاشیے پر میر عبدالرسول نثار کا یہ شعر لکھ دیا گیا ہے :

رنگ دکھایا جو زرد عاشقِ رنجور نے
خوف سے تنکا لیا دانتوں میں کافور نے

(ورق ۲۸ ، ب)

مصنف اور مآخذ کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱۷۸ -

● ● ●

۱۸۰

گلشنِ ہند [۱]

مرزا علی لطف

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو ، کراچی ۔

نمبر : قا ۳/۳۹

سائز : ۲۵½ × ۱۷ س م

اوراق : ۲۱۸

سطور : ۱۵

سالِ تصنیف : ۱۲۱۵ھ/۱۸۰۱ء

زمانۂ کتابت : تیرھویں صدی ہجری کا ربع دوم (قیاساً)

خط : نستعلیق ، اوسط ۔

کیفیت : کاغذ دبیز ، مٹیالا ۔ نسخہ نہایت کِرم خوردہ ہے لیکن اس سے متن کو نقصان نہیں پہنچا ۔ جلد سازی عمدہ طریقے سے ہوئی ہے ۔ کِرم خوردہ مقامات کی پیوندکاری سلیقے سے کی گئی ہے ۔ ہر ورق کے بعد دو سادہ اوراق لگائے گئے ہیں ۔ سادہ اوراق اضافہ کرنے کا اہتمام مولانا عمر یافعی مرحوم کی کتابوں میں ملتا ہے ۔ اس لیے گمان غالب ہے کہ یہ نسخہ بھی انھیں کے ذخیرے کے ساتھ انجمن ترقی اُردو کو ملا ہوگا ۔ ہر صفحے پر سرخ اور نیلی جدولیں ہیں ۔ انتخابِ کلام میں شعرا کے تخلّص سرخ روشنائی سے ہیں ۔

آغاز : ”رعنائی اور زیبائی ، دلبرانِ سخن کو اس زینت آفرین کی حمد سے حاصل ہے جس نے معشوقانِ زبان ریختہ کو یہ لباس بوقلموں رنگ پہنایا ہے ۔ دل ربائی اور رنگین ادائی ، ناز فروشانِ ناطقہ کو اس بے نیاز کی ثنا کی[1] شامل ہے جس نے محبوبانِ کلامِ اُردو کو زیور الفاظ عربی اور فارسی کی آرایش کے ساتھ خرام ناز سکھایا :

ثنا اور حمد ہے اس ذوالمنن کو
یہ بخشی جس نے رنگینی سخن کو
چمن کے ہم نے معنی کی جو لی باس
تو ہر گل کی نئی بُو ہے نئی باس“

اختتام : ”اب تو سجن ہمیں کو تباہی تمھیں سے ہے
ہم سب طرف سوں یار تمھارے گلے پڑے
یک رنگ پاس اور سجن کچھ نہیں بساط
رکھتا ہے یہ دو نین کبھو تو نظر کرے

زخمی برنگ گل ہیں شہیدانِ کربلا
گلزار کی نمط ہے بیابانِ کربلا
کھانے چلا ہے زخم ستم شامیوں کے ہاتھ
دھو ہاتھ زندگی سیتی مہمانِ کربلا
اندھیر ہے جہاں میں کہ اب شامیوں کے ہاتھ
ہے سر بریدہ شمع شبستانِ کربلا“

مندرجات : یہ شعرائے اُردو کا تذکرہ ہے جس کا بنیادی ماخذ علی ابراہیم خاں کا تذکرہ گلزارِ ابراہیم ہے ۔ لیکن لطف نے گلزار ابراہیم کے بیشتر شعرا کے تراجم نظر انداز کر دیے ہیں اور جو تراجم لکھے ہیں ان میں بھی کمی بیشی کی ہے ۔

خصوصیات : مطبوعہ نسخے میں بعض شعرا کے کلام میں اختصار کیا گیا ہے ۔ زیرِ نظر نسخے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مصنّف نے

۱- نسخۂ مطبوعہ (۱۹۰۶ء) میں : سے

انتخاب کلام پر خاص توجہ دی ہے۔ بعض شعرا کا کلام دس دس بارہ بارہ صفحات پر مشتمل ہے۔ اور خود لطف نے اپنا کلام خاصا طویل دیا ہے جو نوے صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں غزلیات کے ساتھ رباعیات، قصائد اور ایک مثنوی بھی ہے۔ شیخ محمد عابد دل کا کلام اس مخطوطے میں نہیں، ترجمے کے بعد کلام کے لیے جگہ خالی رکھی گئی۔ کاتب سے بعض عبارتیں چھوٹ گئی تھیں، انھیں بعد میں حواشی پر اضافہ کیا گیا ہے۔ یہ اضافے مخطوطے کے کاتب کے قلم سے نہیں ہیں۔

دیگر نسخے : ۱۔ نسخۂ رضا لائبریری، رام پور :

فہرست نمبر ۲۰۰۔ ترقیمہ : ''تمت۔ تمام شد تذکرہ شعرای ہند تالیف میرزا علی خاں لطف مرحوم بحسب ارشاد کمال صاحب قبلہ، از دست فقیر راز اللہ شاہ، بتاریخ ششم شہر جمادی الثانی، ۱۲۵۲ھ ہجری (۱۸ ستمبر، ۱۸۳۶ء) زیب تحریر یافت''۔

''ابتدائی ۹ ورق عبدالباری آسی الدنی کے قلم سے ہیں جن سے یہ تذکرہ خریدا گیا تھا۔ یہ شاہ کمال جن کے لیے نسخۂ ہذا نقل کیا گیا ہے، قائم اور جرأت کے شاگرد اور تذکرہ مجموعۂ انتخاب (کذا) کے مولف ہیں۔ خط نستعلیق، معمولی . . . اوراق کیرم خوردہ، آب رسیدہ اور پیوندکار ہیں . . . اوراق ۳۳۸۔ سطور ۱۳ اور ناپ ۲۲×۱۵ سنٹی میٹر ہے''۔ (رام پور، اوّل، ص ۳۰۱-۳)

۲۔ نسخۂ انڈیا آفس، لندن :

فہرست نمبر ۶۰۔ اوراق ۱۹۶۔ $11\frac{1}{8} \times 6\frac{1}{4}$"۔ سطور ۱۷۔ خط نستعلیق اور شکستہ آمیز۔ انیسویں صدی عیسوی کا مکتوبہ۔ (انڈیا آفس، ہندوستانی، ص ۲۹)

۳- نسخۂ کتب خانۂ سالار جنگ ، حیدر آباد دکن :

فہرست نمبر ۱۰۲۸ - لائبریری نمبر ۶۲ ے - سائز ۹ × ۶" - صفحات ۵۳۵ - سطور ۱۲ تا ۱۴ - خط نستعلیق - ترقیمہ نہیں ہے - (سالار جنگ ، ص ۸۲۶ - ۲۷)

۴- نسخۂ بیبلوتک ناسیونال ، (پیرس) :

مخطوطہ نمبر ۸۵۷ - سائز ۱۹۵ × ۳۰۵ ملی میٹر - صفحات ۳۹۲ - سطور ۱۱ - سال کتابت ۱۲۵۳ھ - (پیرس ، انگریزی ، ص ۲۰ - اُردو ، ص ۲۱)

۵- نسخۂ کتب خانۂ ذاتی گارسیں دتاسی :

فہرست نمبر ۲۸۰۷ - کاتب ، سیّد ذوالفقار علی تجلّی - سال کتابت ۱۲۲۳ھ "مبنی بر نسخۂ وزیر اوّل نظام ، عطیہ کرنال اسٹورٹ" - (نوائے ادب ، جنوری ۱۹۵۸ء ، ص ۳۱)

۶- نسخۂ ایشیاٹک سوسائٹی ، لندن :

فہرست نمبر 'ہندوستانی ۱۰' - خط تعلیق - اوراق ۱۹۵ - سطور ۱۷ - مکتوبہ ۱۲۵۵ھ - سائز ۱۲ × ۷" - (ایشیاٹک ، لندن ، ص ۵۴۷)

۷- نسخۂ مولوی غلام محمد :

گلشن ہند مطبوعہ کا متن جس نسخے پر مبنی تھا ، وہ مولوی غلام محمد (مددگار کیبنٹ کونسل دولت آصفیہ) کی ملکیت تھا اور انھیں موسٰی ندی کے سیلاب میں بہتا ہوا ملا تھا - اس کا ترقیمہ یہ ہے : "بعون اللہ تعالٰی کتاب تذکرۃالشعرا من تالیف مرزا علی خان ، لطف تخلص ، بتاریخ بست و ششم ماہ ربیع الثانی سنہ

۱۲۳۵ ہجری روز جمعہ بعد سہ پاس روز گذشتہ بہ اتمام رسید'' ۔ (نسخۂ مطبوعہ ، ۱۹۰۶ء ، ص ۱۹۶) ۔
معلوم نہیں یہ نسخہ اب کہاں ہے ۔

۸۔ نسخۂ ایڈورڈ ہال :

تذکرے کا ایک نسخہ مسٹر ایف ایڈورڈ ہال کے پاس تھا جو تقریباً چھ سو صفحات پر مشتمل تھا اور ہر صفحے پر ۱۷ سطریں تھیں ۔ (شاہان اودھ ، ص ۱۸۴)

۹۔ نسخۂ اشپرنگر :

اشپرنگر کے ذاتی ذخیرے میں بھی اس تذکرے کا ایک نسخہ تھا (شاہان اودھ ، ص ۱۸۴)

۱۰ تا ۱۲۔ رک : مخطوطہ نمبر ۱۸۱ تا ۱۸۳

مطبوعہ نسخے: فورٹ ولیم کالج کونسل کی رپورٹ مرتبہ ۴ اپریل ، ۱۸۰۳ء کے مطابق اس تذکرے کو طباعت کے لیے پریس بھیج دیا گیا تھا ۔ (گل کرسٹ ، ص ۱۹۷) لیکن کسی وجہ سے یہ طبع نہیں ہوا ۔

۱۔ پہلی بار یہ تذکرہ ۱۹۰۶ء میں رفاہ عام ، اسٹیم پریس ، لاہور سے طبع ہوا اور اسے عبداللہ خاں نے حیدر آباد دکن سے شائع کیا ۔ متن کی تصحیح مولانا شبلی نعمانی نے کی ، حواشی بھی انھیں کے قلم سے ہیں ۔ اس ایڈیشن کا مقدمہ مولوی عبدالحق نے لکھا ہے ۔ لطف نے بعض شعرا کا جو طویل کلام دیا تھا ، اسے کم کر دیا گیا ہے ۔ اس سلسلے میں کتاب کے پبلشر عبداللہ خاں نے لکھا ہے کہ ''میر ، سودا ، درد اور مصنّف کا نمونۂ کلام ، جو اس تذکرے میں نہایت کثرت کے ساتھ درج تھا ، اس میں سے صرف عمدہ نمونہ چن لیا گیا ہے اور اس خدمت کو بھی مولوی عبدالحق

صاحب کے ذوقِ سلیم نے انجام دیا ہے" - (پبلشر کی التماس ، ص ۲) لیکن مولوی عبدالحق کا بیان یہ ہے کہ "جن لوگوں کے کلام چھپ چکے ہیں ، ان کے انتخابی کلام کو پبلشر نے کم کر دیا ہے . . . خود مولف نے اپنے کلام سے صفحے کے صفحے رنگ دیے تھے ، اس میں بھی انتخاب کر دیا گیا ہے" - (مقدمہ ، ص ۳۲)

۲- دوسری بار یہ تذکرہ مطبع مسلم یونی ورسٹی ، علی گڑھ سے ۱۹۳۴ء میں شائع ہوا - اس ایڈیشن پر پہلے ایڈیشن کے سرورق کی عبارت (مع سالِ طباعت ۱۹۰۶ء) درج کی گئی ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ایڈیشن بھی ۱۹۰۶ء میں شائع ہوا تھا - اس ایڈیشن کے مرتّب ڈاکٹر محی الدین قادری زور ہیں - انھوں نے "گلشن ہند" اور "گلزارِ ابراہیم" کا تقابلی مطالعہ کیا ہے - گلشن کے تمام تراجم مکمل شامل کیے ہیں - اور ہر ترجمے کے شروع میں بتا دیا ہے کہ لطف نے گلزار سے جو استفادہ کیا ہے ، اس کی نوعیت کیا ہے - ایسے تراجم جو گلزار میں ہیں ، گلشن میں نہیں ، انھیں بھی شامل کیا گیا ہے لیکن اکثر شعرا کے اشعار حذف کر دیے ہیں - شروع میں عبداللہ خاں کی "التماس" اور مولوی عبدالحق کا مقدمہ شامل ہے نیز ڈاکٹر زور نے گلزارِ ابراہیم کے بارے میں علیٰحدہ مقدمہ لکھا ہے - لطف نے تذکرے کے شروع میں بطور دیباچہ جو سطور لکھی ہیں ، وہ زیرِ نظر ایڈیشن میں نہیں ہیں -

لطف : لطف کا نام میرزا علی اور ان کے والد کا نام کاظم بیگ خاں تھا جو نادر شاہ کے ساتھ ہندوستان آئے تھے اور یہیں رہ گئے تھے - "ابوالمنصور خاں صفدر جنگ کی وساطت سے کہ آپس میں معرفت ولایت کی تھی ، مصدر عنایت بادشاہی ہوئے" - کاظم علی بیگ فارسی میں شعر کہتے تھے اور ان کا تخلّص ہجری تھا - (گلشنِ ہند ، صص ۲۳ - ۱۲۶) - لطف

۱۱۶۸ھ [م : ۵۵ - ۱۷۵۴ء] کے قریب دہلی میں پیدا ہوئے - یہیں تعلیم و تربیت حاصل کی - ۱۱۸۷ھ [م : ۷۴ - ۱۷۷۳ء] کے قریب وہ لکھنؤ پہنچے - یہاں آصف الدولہ نے ان کی سرپرستی کی - لطف ، ترجمۂ آصف الدولہ میں لکھتے ہیں - ''راقم آثم صغر سن سے ملازموں میں اس آستانۂ دولت کے مع رسالہ سرفراز تھا ، اور افراط عنایت اور الطاف سے اس کے ، ہم چشموں میں اپنے موردِ امتیاز تھا'' - (ایضاً ، ص ۱۳) -

آصف الدولہ کی وفات ۱۲۱۲ھ [م : ۱۷۹۷ء] کے بعد لطف نے لکھنؤ کی سکونت ترک کر دی اور مرشد آباد چلے گئے - مرشد آباد سے وہ کلکتہ گئے جہاں ۱۲۱۵ھ [م : ۱۸۰۱ء] میں انھوں نے گل کرسٹ کی فرمایش پر ''گلشنِ ہند'' کی تکمیل کی - (ایضاً ، ص ۳) - لطف فورٹ ولیم کالج کے باقاعدہ ملازم نہیں تھے - (گل کرسٹ ، ص ۲۰۰) - ''گلشنِ ہند'' کی تکمیل سے فارغ ہو کر ۱۲۱۵ھ ہی میں لطف حیدر آباد دکن چلے گئے اور ارسطو جاہ کی ملازمت اختیار کر لی اور انھیں کے توسط سے نظام علی خاں آصف جاہ ثانی کے دربار میں بھی باریاب ہوئے - ارسطو جاہ کی وفات کے بعد میر عالم حیدر آباد کے دیوان مقرر ہوئے تو لطف ان سے وابستہ ہو گئے - لطف کی وفات ۱۲۳۳ھ [م : ۱۸ - ۱۸۱۷ء] میں حیدر آباد ہی میں ہوئی -[1]

لطف کی تصانیف میں ایک تو ''گلشنِ ہند'' ہے - دوسری تصنیف مثنوی ''نیرنگِ عشق'' ہے جسے ڈاکٹر ثمینہ شوکت نے مرتب کر کے مجلس تحقیقات اردو حیدر آباد دکن سے ۱۹۶۲ء میں شائع کرا دیا ہے - اس

۱- سنین کے سلسلے میں ڈاکٹر ثمینہ شوکت کی تحقیقات پر انحصار کیا گیا ہے - (مقدمہ ، مثنوئ لطف)

مثنوی کے آخر میں مجلس تحقیقاتِ اُردو کی مطبوعات کی جو فہرست ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر ثمینہ شوکت نے ''دیوانِ لطف'' کے نام سے لطف کی غزلیات ، قصائد ، اور دیگر اصنافِ سخن کو شائع کر دیا ہے اور ''کلیاتِ لطف'' کے نام سے مذکورہ مثنوی اور دیوان کو یک جا مرتب کیا ہے -

مآخذ : (۱) طبقات ، ۳۲۳ - (۲) ہندی ، ۲۰۱ - (۳) عیار ، ۶۲۰ - (۴) عشقی ، دوم ، ۱۷۷ - (۵) گلشنِ ہند ، مقدمہ ، تمہید ص ، و ۱۳۶ - (۶) عمدہ ، ۵۵۰ - (۷) مجمع ، ۱۲۸ - (۸) مجموعہ ، دوم ، ۱۴۸ - (۹) وفاق ، پٹنہ ، ۳۷ - (۱۰) خوش معرکہ ، اول ، ۲۰۴ - (۱۱) گلستان ، ۲۰۲ - (۱۲) شعرائے ہند ، ۳۱۷ - (۱۳) یادگار ، ۱۷۱ - (۱۴) بہار ، ۲۷۲ - (۱۵) سخنِ شعرا ، ۴۰۵ - (۱۶) خزینہ ، ۹۹ - (۱۷) شمیم ، اول ، ۱۹۶ - (۱۸) طور ، ۸۷ - (۱۹) بزم ، ۱۰۱ - (۲۰) جلوہ ، اول ، ۱۱۴ - (۲۱) شعرائے دکن ، دوم ، ۹۷۱ - (۲۲) ارباب ، ۹ - (۲۳) بیاض ، ۳۴ - (۲۴) جواہر ، اول ، ۳۳۳ - (۲۵) گارسین دتاسی ، دوم ، ۲۳۶ - (۲۶) سکسینہ ، نثر ، ص ۱۴ - (۲۷) سیر المصنّفین ، اول ، ۶۶ - (۲۸) داستان ، ۱۲۱ - (۲۹) ارباب نثر ، ۱۲۶ - (۳۰) تاریخِ ادبیات ، ہشتم ، ۸۱ - (۳۱) اُردو مثنوی ، گیان چند ، ۳۷۹ - (۳۲) گل کرسٹ ، ۱۹۷ ، ۲۰۰ - (۳۳) سودا ، خلیق انجم ، ۵۹۰ - (۳۴) تاریخ گلزار آصفیہ ، ۴۵۰ - (۳۵) مخطوطاتِ انجمن ، اول ، ۱۲۳ ، ۱۲۷ ، ۱۲۹ ، ۱۳۰ - (۳۶) دل کشا ، دوم ، ۱۳ - (۳۷) ارمغان ، ۸۹ -

● ● ●

۱۸۱

گلشنِ ہند [۲]

مرزا علی لطف

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو ، کراچی۔

نمبر : قا ۳/۳۸

سائز : ۲۵ × ½۱۷ س م

اوراق : ۲۰۰

سطور : ۱۳

سالِ تصنیف : ۱۲۱۵ھ/۱۸۰۱ء

تاریخِ کتابت : ۱۶ جمادی الثانی ، ۱۲۴۳ھ [م : ۴ جنوری ، ۱۸۲۸ء]

خط : نستعلیق ، معمولی۔

کیفیت : نسخہ نہایت بوسیدہ ، کیرم خوردہ اور دریدہ ہے۔ کاغذ دبیز ، مٹیالا۔ اوراق کے ایک طرف بٹر پیپر چسپاں کیا گیا ہے۔ شاعروں کے نام سرخ روشنائی سے ہیں۔ ہر شعر کے بعد ایک چھوٹا سا سرخ دائرہ بنایا گیا ہے۔ شعروں کو بھی نثر کی طرح مسلسل لکھا گیا ہے۔ ورق ۱۱۴ ، الف پر جلی خط نستعلیق میں لکھا ہوا ایک قطعہ ہے۔ اس کے کاتب کا نام جلد سازی میں کٹ گیا ہے۔ صرف یہ الفاظ باقی ہیں۔ ''فقیر حقیر نواب مر'' [نواب مرزا ؟]۔ اس قطعے کا ، جو مخطوطے کے کاتب کے قلم سے نہیں ہے ،

مخطوطے سے کوئی تعلق نہیں ہے - متن ورق ۱ ، ب سے
شروع ہو کر ۱۹۵ ، ب پر ختم ہو جاتا ہے - ورق ۱۹۶
(الف و ب) سادہ ہے - اس کے بعد کے اوراق پر کچھ
فارسی اشعار ہیں جن کا مخطوطے کے متن سے کوئی تعلق
نہیں ہے - ورق ۲۰۰ ، الف پر ایک اُردو غزل ہے جس
کا مطلع یہ ہے :

آپ کل شب سے جو ہیں چیں بجبیں باندھ رہے
دل کے تھے جتنے مقاصد سو زمیں باندھ رہے

آغاز : مطابق مخطوطہ نمبر ۱۸۰ بہ اختلافاتِ ذیل :

''بوقلموں رنگا رنگ'' بجائے ''بوقلموں رنگ''
''ثنا سے'' بجائے ''ثنا کی''

اختتام : مطابق مخطوطہ نمبر ۱۸۰ بہ اختلافاتِ ذیل :

شعر ۱ - مصرع ۱ : ''ہمن کو'' بجائے ہمیں کو''
شعر ۲ - مصرع ۱ : ''اور نہیں کچھ سجن بساط''
بجائے ''اور سجن کچھ نہیں بساط''

ترقیمہ : ''بتاریخ شانزدہم شہر جمادی الثانی ، سنہ ۱۲۴۳ ہجری
باختتام رسید'' -

خصوصیات : بعض شعرا کا انتخابِ کلام مطبوعہ نسخے کی نسبت زیادہ
ہے - کتابت کی اغلاط بھی خاصی تعداد میں ہیں -

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱۸۰ -

● ● ●

۱۸۲

گلشنِ ہند [۴]

مرزا علی لطف

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو ، کراچی ۔

نمبر : قا ۳/۳۰

سائز : ۲۳ ½ × ۱۵ س م

اوراق : ۱۲۱

سطور : ۱۱

سالِ تصنیف : ۱۲۱۵ھ/۱۸۰۱ء

زمانۂ کتابت : تیرھویں صدی ہجری کا ربع ثانی (قیاساً)

خط : نستعلیق ، معمولی ۔

کیفیت : نہایت بوسیدہ حالت میں ہے ، گو نسخہ مجلّد ہے لیکن اکثر اوراق ِجلد سے الگ ہو چکے ہیں ۔ مخطوطہ اس حد تک کیرم خوردہ ہے کہ بیشتر اوراق چھلنی ہو گئے ہیں ، اور ہاتھ لگانے سے ٹوٹتے ہیں ۔ کاغذ باریک ، چکنا اور مٹیالا ہے ۔ شعرا کے تخلّص اور عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں ۔ مخطوطہ ناقص الاوسط اور ناقص الآخر ہے ۔

آغاز : مطابق مخطوطہ نمبر ۱۸۱ ۔

اختتام : ''چھڑایا ہند وہم سے تر دماغوں کے نہوروں نے
اِدھر کوئل کی کُـو کُـو نے اُدھر موروں کے شوروں نے

نہ کہیے کیوں کہ رشکِ مشہدِ پروانہ و بلبل
چراغِ گُل نہ دیکھا تیرے مقتولوں کی گوروں نے
مشبّک ہے بہ رنگِ خانہؑ زنبور اب چھاتی
ہزاروں کوسہلیں سینے میں دیں ان دل کے چوروں نے
دو کوہِ سیم آویزاں سریں موئے کمر سے ہیں
بَتل اپنا کیا ہی دکھلایا ہے کم زوروں کے زوروں نے
ہوا آوارہ ہندوستاں سے [لطف[1]] آگے خدا جانے
دکن کے سانولوں نے مارا یا انگلیں کے گوروں نے
اُدھر سے"[2]

مندرجات : اس مخطوطے میں آفتاب سے جرأت تک کے تراجم مع انتخابِ کلام مکمل ہیں ۔ جوشش کا کلام تذکرے کے دیگر نسخوں کے مطابق نہیں ہے ، لیکن اس کا بڑا حصہ موجود ہے ۔ مخطوطہ نمبر ۱۸۰ سے مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جوشش کے آخری ۵۸ شعر اس مخطوطے میں موجود نہیں ہیں ۔ جوشش کا کلام ورق ۷۷ ، ب تک ہے ۔ کاتب نے آخری شعر کے ابتدائی دو لفظ "یوں پاس" لکھ کر جگہ سادہ چھوڑ دی ہے ۔ اس کے بعد تین چوتھائی صفحہ سادہ ہے ۔ اس سے واضح ہے کہ کاتب نے کسی وجہ سے لکھتے لکھتے ہاتھ روک لیا ہے ۔ ورق ۷۸ ، الف سے اشرف علی فغاں کا ترجمہ شروع ہوتا ہے ۔ مخطوطہ نمبر ۱۸۰ سے مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فغاں کے آخری شعر کے سوا باقی تمام شعر اس کے انتخاب میں موجود ہیں ۔

۱- اصل میں تخلّص کی جگہ خالی ہے ۔ یہ صورت مخطوطے میں اور مقامات پر بھی نظر آتی ہے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تخلّص سرخ روشنائی سے لکھنے کے لیے جگہ سادہ رکھی گئی تھی ، لیکن کسی وجہ سے ایسا نہ کیا جا سکا ۔

۲- کاتب نے مخطوطہ ایک شعر کے ابتدائی دو الفاظ پر ختم کر دیا ہے ۔ یہ شعر لطف (مصنّف تذکرہ) کا ہے ۔

آخری شعر یہ ہے :

میں مر گیا یہ آہ نہ پوچھا فغاں مجھے
دردِ جگر کسی نے یہ بیمار کون ہے

ورق ۹۷ ، الف کا نصف اور ورق ۹۷ ، ب پورا سادہ ہے ۔ ورق ۸۰ ، الف سے عبدالولی عزلت کے اشعار شروع ہو جاتے ہیں ۔ اس کے بعد رکن الدین عشق اور شمس الدین فقیر کے تراجم ہیں ۔ فغاں کا مذکورہ شعر فقیر کے انتخابِ کلام کے آخر میں ہے ۔ فقیر کے بعد شیخ فرحت اللہ فرحت ، محمد علی فدوی ، قائم ، شاہ قدرت اللہ قدرت ، محمد حسین کلیم اور مرزا علی لطف کے تراجم ہیں ۔ کلیم تک کے تراجم مع انتخابِ کلام مکمل ہیں ۔ لیکن لطف کا ترجمہ تو مکمل ہے ، انتخابِ کلام مکمل نہیں ۔ لطف کے پہلے شعر کے ابتدائی تین لفظ "زیب لوح عرش" لکھ کر پورا صفحہ (ورق ۹۸ ، الف) سادہ چھوڑ دیا ہے ۔ اس کے بعد بھی ورق ۱۰۰ ، ب تک اوراق سادہ ہیں ۔ ورق ۱۰۱ ، الف سے لطف کے اشعار شروع ہوتے ہیں جو ورق ۱۲۱ ، الف تک ہیں ۔ آخری شعر کے بھی صرف پہلے دو لفظ لکھے گئے ہیں ، جیسا کہ اختتام کے اقتباس سے واضح ہے ۔ ان تمام تفصیلات سے یہ بتانا مقصود ہے کہ زیرِ نظر نسخہ کئی جگہ سے ناقص ہے اور اس میں متعدد شعرا کے تراجم اور انتخاب کلام نہیں ہے ۔

خصوصیات : یہ مخطوطہ ناقص الآخر اور ناقص الاوسط اس بنا پر نہیں ہے کہ اس کے کچھ اوراق ضائع ہوگئے ہیں ، بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ کاتب نے تذکرے کے بعض حصوں کی کتابت نہیں کی ۔ بعض صفحات سادہ چھوڑنے اور بعض اشعار کے ابتدائی الفاظ لکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ کاتب تذکرے کو مکمل کرنا چاہتا تھا ، لیکن کسی وجہ سے وہ ایسا نہیں کر سکا ۔

کاتب غلط نویس ہے ۔ "فسوص الحکم" (بجائے فصوص الحکم) جیسی اغلاط بھی ملتی ہیں ۔ بعض جگہ

اغلاط کی تصحیح بھی کی گئی ہے۔ اس کی صورت یہ ہے
کہ غلط لفظ کو قلم زد کر کے صحیح لفظ حاشیے میں
لکھ دیا گیا ہے۔ نسخۂ منقول عنہ کے بعض الفاظ جو
کاتب سے پڑھے نہیں جا سکے ، اُن کی جگہ خالی رکھی گئی
ہے۔ اس نسخے میں اور نسخۂ مطبوعہ (سنہ ١٩٠٦ء) میں
خاصا اختلافِ متن پایا جاتا ہے۔

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ١٨٠ -

● ● ●

۱۸۳

گلشنِ ہند [۴]

مرزا علی لطف

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو ، کراچی ۔

نمبر : قا ۳/۳۱

سائز : ۲۹$\frac{1}{۴}$ × ۱۸ س م

اوراق : ۲۰۱

سطور : ۱۷

سالِ تصنیف: ۱۸۰۱/۱۲۱۵ء

کاتب : عبدالقادر ۔

تاریخ کتابت : ۱۵ محرم ، ۱۲۵۴ھ [م : ۱۰ اپریل ، ۱۸۳۸ء]

خط : نستعلیق ، شکستہ مائل ، اوسط ۔

کیفیت : جلد کیرم خوردہ ہے ، مخطوطے سے الگ ہو چکی ہے ۔ کیرم خوردگی کا اثر اوراق پر بھی ہے ، لیکن متن کو نقصان نہیں پہنچا ۔ کاغذ ولایتی ، دبیز ، کُھردرا ۔ اس پر دو آبی نشانات ہیں ۔

۱۔ W. Warre 1836

۲۔ Jhon Key & Co. 1834

متن سے پہلے دو ورق الگ سے لگائے گئے ہیں ۔ ان میں سے ورق ۱ ، الف پر یہ عبارت ہے :

"یہ کتاب تذکرۃ الشعرا ہندی ملکیت سے منشی میر
قادر علی کرمانی کی ہے" ۔

اس کے نیچے مولوی عبدالحق کے قلم سے یہ عبارت ہے :

"گلشنِ ہند ترجمہ گلزارِ ابراہیم ۔
علی ابراہیم خاں ۔ ۱۱۹۸ھ"

ورق ۲ ، الف پر فارسی زبان میں ایک طبّی نسخہ لکھا ہے۔
متن ورق ۲۰۱ ، الف پر ختم ہوتا ہے ۔ ورق ۲۰۱ ، ب
سادہ ہے ۔

آغاز : مطابق مخطوطہ نمبر ۱۸۰ ۔

اختتام : مطابق مخطوطہ نمبر ۱۸۰ بہ اختلافاتِ ذیل :
شعر ۱ ۔ مصرع ۱ : "ہمن" بجائے "ہمیں"
شعر ۳ ۔ مصرع ۲ : "نمط ہیں" بجائے "نمط ہے"

ترقیمہ : "تمت الکتاب بعون ملک الوہاب بتاریخ پانزدہم محرم الحرام ۱۲۵۳ ہجری روز شنبہ بوقت صبح بمقام چھاؤنی سکندرآباد کہ متعلقہ حیدرآباد ۔ بید احقر عبدالقادر متوطن امتیاز گڈھ عرف ادہونی صوبہ دارالظفر بیجاپور بخط خام صورت اختتام بوقوع پیوست" ۔

خصوصیات : بعض شعرا کا کلام مطبوعہ نسخے سے زیادہ ہے ۔ مخطوطہ نمبر ۱۸۰ کی طرح اس میں بھی شیخ محمد عابد دل کے کلام کے لیے جگہ سادہ رکھی گئی ہے ۔ کتابت کی اغلاط بھی کہیں کہیں ملتی ہیں ۔

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱۸۰ ۔

● ● ●

۱۸۴

خوش معرکۂ زیبا [۱]

سعادت خاں ناصر

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو ، کراچی ۔

نمبر : قا ۳/۳۱

سائز : ۲۷ × ½۱۷ س م

اوراق : ۳۰۹

سطور : ۱۵

زمانۂ تصنیف : ''خوش معرکۂ زیبا'' تاریخی نام ہے ، جس سے سالِ آغاز ۱۲۶۱ھ [م : ۱۸۴۵ء] برآمد ہوتا ہے ۔ سالِ اختتام ، ۱۲۶۲ھ [م : ۳۶ - ۱۸۴۵ء] (رک : اختتام) ۔

زمانۂ کتابت : قیاساً ۶۳ - ۱۲۶۲ھ [م : ۴۷ - ۱۸۴۵ء]

خط : نستعلیق ، اوسط ۔

کیفیت : نسخہ مجلّد اور اچھی حالت میں ہے ۔ کاغذ باریک ، مٹیالا ۔ ابتدائی چار اوراق پر شعرا کی فہرست ہے ۔ ہر صفحے پر خانے بنا کر شعرا کے تخلّص اور متعلقہ صفحات کے نمبر لکھے گئے ہیں ۔ یہ فہرست ورق ۴ ، الف پر ختم ہو جاتی ہے ۔ ورق ۴ ، ب پر صرف خانے بنے ہوئے ہیں ۔ بعد میں کسی نے اسی صفحے پر کچھ اشعار لکھ دیے ہیں جن کا

اصل تذکرے سے کوئی تعلق نہیں ہے - اسی صفحے پر اوپر کی طرف بائیں کونے میں کسی نے قرض کا حساب درج کیا ہے - اس کے نیچے تاریخ ۳ شعبان ، ۱۲۸۰ھ درج ہے - یہ سنہ پوری طرح واضح نہیں - ۱۲۸ کی حد تک تو ہندسے صاف ہیں ، لیکن اکائی کے ہندسے کی جگہ اس طرح خالی ہے کہ جیسے یہاں کبھی کچھ لکھا ہی نہ گیا ہو - گمانِ غالب ہے کہ یہاں صفر ہوگا -

ورق ۲ ، الف پر کتاب کی مالکہ کا نام ''زہرہ بیگم صاحبہ'' لکھا ہے - اور ورق ۴ ، الف پر اس مخطوطے کو ''سلطان مرزا محمد محتشم بخت بہادر شاہزادہ بلند اختر دام اقبالہ و اجلالہ'' کی ملکیت بتایا گیا ہے - ورق ۵ ، الف سادہ تھا ، جلد ساز نے اس پر ایک سادہ کاغذ چسپاں کر دیا ہے - تذکرے کا متن ورق ۵ ، ب سے شروع ہوتا ہے - اس پر صفحہ نمبر ایک درج کیا گیا ہے - اس کے بعد کے تمام صفحات پر مسلسل نمبر درج کیے گئے ہیں - آخری نمبر ۶۰۷ ہے جو ورق ۳۰۹ ، ب پر ہے - ص ۴۷۱ اور ص ۴۷۴ کے درمیان کا ایک ورق نکال کر اُس کی جگہ دو ورق مخطوطے میں اضافہ کیے گئے ہیں - اس طرح صفحات میں دو کا جو اضافہ ہوگیا تھا ، اُس کی وجہ سے نمبروں کا اندراج اس طرح کیا گیا ہے - ۴۷۱ ، ۴۷۲ ، الف ؛ ۴۷۲ ، ب ؛ ۴۷۳ ، الف ؛ ۴۷۳ ، ب ؛ ۴۷۴ - (آیندہ سطور میں انھیں صفحات کے نمبروں کا حوالہ دیا جائے گا)

آغاز : ''نحمدہ و نصلی - اما بعد بندۂ پریشان خاطر ، اضعف العباد ، سعادت خاں ناصر عفی اللہ عنہ سخنوروں کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ اس احقر کو ایک مدت سے یہ خیال تھا کہ تذکرہ شعرائے ہند کا ترتیب دے -

اختتام : ''کر فکر برائے سالِ اتمام
اس طرح نسیم نے کہا ہے

ناصر نے ز فیضِ طبعِ رنگیں
تازہ چمنِ سخن کیا ہے''[۱]

ترقیمہ : [ترقیمے کو کُھرچ کر مٹانے کی کوشش کی گئی ہے۔ تاہم ذیل کے الفاظ پڑھنے میں آتے ہیں]
''تمام شد تذکرہ . . . تذکرۂ شعرا . . . تمام شد . . . سنہ ہجری . . . اتمام پذیرفت :

ہر کہ خواند دعا طمع دارم
زانکہ من بندۂ گنہ کارم"

مندرجات : تذکرے کے اس نسخے میں ۳۳۷ شعرا کے تراجم مع انتخابِ کلام ہیں۔ ترتیب کا انداز یہ ہے کہ ابتداءً اُن شعرا کے تراجم ہیں جن کے اساتذہ کے نام معلوم ہیں۔ دوسرے حصے میں اُن شعرا کے تراجم ہیں جن کے بارے میں معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ کن اساتذہ کے شاگرد ہیں۔ تیسرے حصے میں شاعرات کے تراجم ہیں۔ آخر میں تذکرے سے متعلق قطعاتِ تاریخ ہیں۔

خصوصیات : یہ نسخہ مصنّف کی نظر سے گزر چکا ہے۔ اس پر مصنّف کے قلم سے اضافے، اصلاحیں اور ترمیمیں ملتی ہیں۔ اس سلسلے میں راقم الحروف نے مطبوعہ نسخے کے مقدمے (صص ۸۸-۸۷) میں مفصل بحث کی ہے۔ اس نسخے میں شعرا کے چھ تراجم ایسے ہیں جو اس تذکرے کے کسی دوسرے نسخے میں نہیں ملتے۔ دوسرے نسخوں میں جو تراجم ملتے ہیں، اُن میں سے اکیانوے تراجم زیرِ نظر نسخے میں نہیں ہیں۔

دیگر نسخے : ۱۔ نسخۂ لکھنؤ :

یہ نسخہ لکھنؤ یونی ورسٹی لائبریری میں نمبر ۸۹۱۰۴۳۱۹/ک ۲۵، این پر ہے۔ اوراق ۱۳۸ ہیں

۱۔ یہ اصغر علی خاں نسیم کا قطعۂ تاریخ ہے۔ چوتھے مصرعے سے تذکرے کا سالِ اختتام (۱۲۶۲ھ) برآمد ہوتا ہے۔

اور سطور ۱۲ فی صفحہ ۔ اس نسخے میں ۳۷۷ شعرا کے تراجم ہیں ۔ ۱۷ تراجم ایسے ہیں جو کسی دوسرے نسخے میں نہیں ، اور ۵۲ تراجم دوسرے نسخوں سے کم ہیں ۔ (تفصیلات کے لیے رک : مقدمۂ نسخۂ مطبوعہ ، مرتبۂ راقم الحروف ، ص ۹۳ - ۸۹) ۔ اس نسخے کا ترقیمہ یہ ہے : ''بعون الٰہی و تائید رسالت پناہی و بتصدیق حضرات ائمۂ معصومین صلوات اللہ علیہم اجمعین ، این تذکرہ بتاریخ دہم ذی حجہ بروز عید یوم شنبہ در سنہ ۱۲۷۹ ہجری نبوی بہ اتمام رسید ۔ چونکہ اصل نسخہ بغایت غلط و ناقص بود بلکہ اکثر جا مصرعہا و نامہا را گذاشتہ بود ازیں جہت از محرّر ثانی ہم غلطی ہا رو دادہ ۔ امید از ناظرین خجستہ آئین آنست کہ ہر جا کہ غلطی ملاحظہ فرمایند ، بے تامّل بقلم اصلاح درست سازند و مولف و کاتب را نفرین ننمایند ۔ فقط ۔ اغفر و ارحم و انت خیرالراحمین'' ۔

۲- نسخۂ پٹنہ :

یہ نسخہ خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری ، بانکی پور ، پٹنہ میں ہے ۔ فہرست نمبر ۱۴۳ - پروگریس نمبر ۶۳۲۹ (بانکی پور ، ص ۱۷) ۔ اوراق ۳۱۳ ، سطور فی صفحہ ۱۵ ۔ ابتدائی سات اوراق میں فہرست شعرا ہے ۔ خط نستعلیق ۔ کاتب کا نام کالکا پرشاد ہے ۔

یہ مخطوطہ اس اعتبار سے اہم ہے کہ اس پر جا بجا حواشی ہیں جو مصنّف کے قلم سے ہیں ۔ ان حواشی میں کہیں تو شعرا کے تراجم اضافہ کیے گئے ہیں اور کہیں متن کی عبارتوں میں اضافے کیے گئے ہیں ۔ اس نسخے میں ۳۳۷ شعرا کے تراجم ہیں ۔ نو تراجم ایسے ہیں جو اس تذکرے کے کسی دوسرے نسخے میں نہیں ہیں ۔ اور اکیانوے تراجم دوسرے نسخوں

سے کم ہیں ۔ ترقیمہ یہ ہے : ''تمت بالخیر ۔ بتاریخ بست و دوم جمادی الثانی ، ۱۲۹۳ ہجری بعجلت تمام تحریر شد ۔ کاتب کالکا پرشاد'' ۔ (مزید تفصیلات کے لیے رک : مقدمہ نسخۂ مطبوعہ ، مرتبۂ راقم الحروف ، صص ۸۶ - ۸۳)

۳۔ نسخۂ علی گڑھ :

یہ نسخہ مسلم یونی ورسٹی ، علی گڑھ کی مولانا آزاد لائبریری میں نمبر ۴ - ۲۱ پر ہے ۔ اوراق ۳۰۲ ، سطور ۱۵ فی صفحہ ۔ یہ ناقص الطرفین نسخہ ہے ۔ جلد سازی میں ورق آگے پیچھے ہو گئے ہیں ۔ خط نستعلیق ہے ۔ اس نسخے میں ٦۸۸ شعرا کے تراجم ہیں ۔ ان میں سے ایک شاعر کا ترجمہ ایسا ہے جو تذکرے کے کسی دوسرے نسخے میں نہیں ہے ۔ ۱۳٦ شعرا کے تراجم دوسرے نسخوں کے مقابلے پر اِس میں کم ہیں ۔ (تفصیلات کے لیے رک : مقدمہ نسخۂ مطبوعہ ، مرتبہ راقم الحروف ، صص ۱۰۰ - ۹۵)

۴۔ رک : مخطوطہ نمبر ۱۸۵ ۔

مطبوعہ نسخے: ۱۔ طبع پٹنہ :

پروفیسر عطاء الرحمٰن عطا کاکوی نے تذکرے کے نسخۂ پٹنہ کی تلخیص ۱۹٦۸ء میں پٹنہ سے شائع کی تھی ۔ اس میں صرف شعرا کے تراجم ہیں ۔ اشعار حذف کر دیے گئے ہیں ۔

۲۔ طبع لاہور :

مجلس ترقی ادب ، لاہور نے اس تذکرے کا متن دو جلدوں میں شائع کیا ہے ۔ اسے راقم الحروف نے مرتب کیا ہے ۔ اس کا متن نسخۂ پٹنہ اور زیر نظر نسخے (مخطوطہ نمبر ۱۸۴) پر مبنی ہے ۔ علی گڑھ اور لکھنؤ کے نسخوں

میں جو زائد تراجم ہیں ، وہ بھی اس میں شامل کیے گئے ہیں - پہلی جلد اپریل ، ۱۹۷۰ء میں اور دوسری مارچ ، ۱۹۷۲ء میں شائع ہوئی تھی - پہلی جلد کے ساتھ ۹۳ صفحات کا مقدمہ ہے - تیسری جلد تعلیقات و حواشی پر مشتمل ہے جو ابھی شائع نہیں ہوئی -

۲- طبع لکھنؤ :

ڈاکٹر شمیم انہونوی نے اس تذکرے کو مرتب کرکے لکھنؤ یونی ورسٹی سے پی ایچ ڈی کی سند لی ہے - اُن کا مرتبہ متن جولائی ، ۱۹۷۱ء میں نسیم بک ڈپو ، لکھنؤ سے شائع ہو چکا ہے - یہ متن نسخۂ لکھنؤ پر مبنی ہے اور نسخۂ پٹنہ کے اختلافات حواشی میں دیے گئے ہیں - مرتب نے ۵۶ صفحات کا مقدمہ لکھا ہے -

مصنّف : سعادت خاں ناصر ، نگینہ (ضلع بجنور) کا رہنے والا تھا - وہاں سے وہ لکھنؤ آیا اور پھر یہیں کا ہو رہا - شاعری میں وہ محمد حسن مذنب (شاگرد سودا) کا شاگرد تھا - مصحفی نے ریاض الفصحا (تالیف ۳۶ - ۱۲۲۱ھ) میں ناصر کا ذکر کیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ تیرھویں صدی ہجری کے عشرۂ ثالث میں ناصر کو شاعر کی حیثیت سے شہرت حاصل ہو چکی تھی - اس اعتبار سے اس کا سالِ پیدائش ۱۲۰۰ھ [م : ۸۶ - ۱۷۸۵ء] کے گرد و پیش متعین کیا جا سکتا ہے - ناصر کا انتقال لکھنؤ ہی میں ہوا - سالِ پیدائش کی طرح صحیح سالِ وفات جاننے کا بھی ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے - البتہ یہ یقینی ہے کہ وہ ۱۲۷۳ھ [م : ۵۷-۱۸۵۶ء] تک زندہ تھا اور ۱۲۸۸ھ [۷۲ - ۱۸۷۱ء] سے پہلے وفات پا چکا تھا -

ناصر کا بعض امرا اور روسا سے تعلق تھا - شاید یہی تعلق اُس کا ذریعۂ معاش تھا - اُس کے شاگردوں میں شجاع الدولہ کے پڑپوتے نواب مہدی علی خاں 'حسن' کا نام بھی ملتا ہے - ناصر لکھنؤ کے بیشتر شعرا (مصحفی ،

ناسخ ، آباد اور رشک وغیرہ) سے ذاتی طور پر واقف تھا ۔ وہ مجلسی آدمی تھا ۔ مشاعروں اور اس قسم کی دوسری تقریبات میں شرکت کا شوقین تھا ۔ نثر و نظم دونوں سے دلچسپی تھی ۔ اُس نے کئی مثنویاں لکھیں اور پانچ دیوان مرتب کیے ۔ نثر میں اس تذکرے کے علاوہ ''قصۂ اگر و گل'' بھی اُس سے یادگار ہے ۔ یہ قصہ متعدد بار شائع ہو چکا ہے ۔ (تفصیلات کے لیے رک : مقدمہ نسخۂ مطبوعہ ، مرتبہ راقم الحروف)

مآخذ : (۱) سراپا سخن ، ۱۹ ، ۳۲ ، ۴۲ ، ۵۲ ، ۵۵ ، ۶۰ ، ۹۳ ، ۱۱۶ ، ۱۵۷ ، ۱۷۰ ، ۱۷۷ ، ۱۸۷ ، ۲۰۴ ، ۲۷۵ ، ۳۱۳ ، ۳۲۳ ، ۳۲۷ ، ۳۴۴ ، ۳۴۶ - (۲) سخنِ شعرا ، ۴۹۷ - (۳) گارسیں دتاسی ، سوم ، ۴۳۱ - (۴) نادر ، ۱۵۶ - (۵) ارباب ، ۹ - (۶) اُردوئے معلّٰی ، مارچ ، ۱۹۱۱ء (مقالہ : ''شاگردانِ سودا'' از حسرت موہانی) - (۷) قاموس ، دوم ، ۲۵۰ - (۸) 'معاصر' پٹنہ ، حصہ اول ، (مقالہ : ''آبِ حیات کے دو ماخذ'' از قاضی عبدالودود) - (۹) سہ ماہی 'اُردو' ، اکتوبر ، ۱۹۵۲ء (مقالہ : ''تذکرۂ خوش‌معرکہ زیبا'' از ڈاکٹر محمد حسن) - (۱۰) اُردو شعرا کے تذکرے ، ۴۵ - ۳۲۹ - (۱۱) ارمغان ، ۱۰۲ -

● ● ●

۱۸۵

خوش معرکۂ زیبا [۲]

سعادت خاں ناصر

کتب خانہ : انجمن ترقی اُردو ، کراچی -

نمبر : قا ۳/۳۰

سائز : ۳۱ × ۲۰ س م

اوراق : ۵۲۶

سطور : ۱۷

زمانۂ تصنیف: رک : مخطوطہ نمبر ۱۸۴

کاتب : سیّد محمد مرتضیٰ -

تاریخِ کتابت : ۳ شعبان ، ۱۳۶۱ھ/۱۶ اگست ، ۱۹۴۲ء

خط : نستعلیق ، معمولی -

کیفیت : مخطوطہ اچھی حالت میں ہے - کاغذ سفید لکیر دار - ورق کے ایک طرف اور ایک سطر چھوڑ کر لکھا گیا ہے - ورق ۱ ، سے پہلے ایک سادہ ورق لگایا گیا ہے جس پر مولوی عبدالحق کے دستخط ہیں -

آغاز : مطابق مخطوطہ نمبر ۱۸۴ بہ اختلافِ ذیل :

"... سعادت خاں متخلّص بہ ناصر سخنوروں کی خدمت میں عرض رکھتا ہے کہ ..."

اختتام : مطابق مخطوطہ نمبر ۱۸۴ -

ترقیمہ : "کاتب نقل ہذا سیّد محمد مرتضیٰ غفرلہ ، اورینٹل پبلک لائبریری ، بانکی پور ، پٹنہ - مورخہ ۳ شعبان المعظم ۱۳۶۱ھ مطابق ۱۶ اگست ، ۱۹۴۲ء مرتب یافت" -

خصوصیات : یہ خوش معرکہ زیبا کے نسخۂ پٹنہ کی نقل ہے جو مولوی عبدالحق نے آرزو جلیلی مرحوم کی معرفت حاصل کی تھی -

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱۸۴ -

● ● ●

شعری انتخابات اور بیاضیں

۱۸۶

سرو چراغاں

طالب علی خاں عیشی

کتب خانہ : ڈاکٹر قاضی محمد فضل عظیم - ۱۲ - ۱۳/سی ۵ - ناظم آباد ، کراچی ۱۸ -

سائز : ۲۴ × ۱۵ س م

اوراق : ۲۳

سطور : ۱۳

سال تصنیف : ۱۲۳۰ھ (تاریخی نام : چراغ بے دود) [م : ۱۵ - ۱۸۱۴ء]

زمانۂ کتابت : ربیع الاوّل ، ۱۲۴۳ھ [م : ستمبر ، اکتوبر ، ۱۸۲۷ء]

خط : نستعلیق ، عمدہ -

مہر : ورق اوّل سے پہلے ایک سادہ کاغذ ماضیٔ قریب میں اضافہ کیا گیا ہے ، اس پر ''ڈاکٹر قاضی محمد فضل عظیم ، ۱۲۸۳ھ'' کی مہر ثبت ہے -

کیفیت : ورق ۱ ، الف سادہ ہے - متن ورق ۱ ، ب سے شروع ہوتا ہے - یہ مخطوطہ دراصل ''کلیات عیشی'' کے ایک نسخے کے آخری ۲۳ ، اوراق پر مشتمل ہے - اس پر اصل کلیات کے اوراق نمبر درج ہیں جو ۴۰۶ سے لے کر ۴۲۸ تک ہیں - مخطوطہ آب رسیدہ ہے ، اکثر اوراق پر روشنائی پھیل گئی ہے - ایسے مقامات پر عبارت ناخوانا ہے - عنوانات اور

تخلص سرخ روشنائی سے ہیں - ہر صفحے پر دہری جدولیں ہیں - مصرعے آمنے سامنے لکھے گئے ہیں ، ان کے درمیان اُوپر سے نیچے لکیریں کھینچی گئی ہیں -

آغاز : ''خطبہ سرو چراغاں

روشن بیانی شمع افروزان محفل معانی بسنا ثنائے صانعیست که چراغ عالم فروز خرد را در فانوس خیالی دماغ افروخته و آتش زبانی نفس سوختگان کوئے سخندانی بگرم گفتاری محدت خالق ایست که فتیلہ نگاہ بمصباح زجاجی چشم از تجلاّئے حکمت بالغہ اش سرمایہ نور و ضیا اندوختہ :

صنعتش در گنبد گردان سپہر
روز و شب افروخت شمع ماہ و مہر''

اختتام : [اشعار ہوس] :

''نزع میں اوس لاؤبالی نے قدم رنجہ کیا
بخت کا اپنے ہوا روشن دم خفتن چراغ
ہو تجھے لاکھوں کا بھاتا نصیب او چشم غول
حشر تک صحرائے وحشت کا رہے روشن چراغ
گھر کو گلشن کر دیا افراط دود آہ نے
اپنی محفل کا ہے رشک غنچہ سوسن چراغ
حسن روئے یار کا اللہ رے نور و فروغ
غنچہ گل کان پر رکھے تو جاوے بن چراغ
شعلہ خوئی حسن کی کرتی ہے کام اپنا ہوس
کچھ حقیقت میں نہیں پروانے کا دشمن چراغ''

ترقیمہ : ''تمت تمام شد - کلیات طالب علی خان عیشی تخلص در شہر ربیع الاوّل ، ۱۲۴۳ ہجری'' -

مندرجات : اس مجموعے میں صائب کی غزل :

ہر سرائے را کہ باشد از دل روشن چراغ
می جہد شب ہائے تار از دیدۂ روزن چراغ

کی طرح میں شعرائے فارسی و اُردو کی غزلیں یکجا کی گئی

ہیں ۔ فارسی شعرا میں صائب ، سلیم ، واقف ، مصحفی ، زاہر ، احمدی اور انیس کی ایک ایک غزل اور عیشی کی دو غزلیں ہیں ۔ ان میں کوئی خاص ترتیب ملحوظ نہیں رکھی گئی ۔ اس کے برعکس اُردو غزلیں شعر کے مختصوں کے مطابق حروف تہجی کے اعتبار سے درج کی گئی ہیں ۔ شعرائے فارسی کی غزلیات کا عنوان ''لمعہ'' اوّل بزبان فارسی'' ہے جو ورق ۲ ، ب سے ورق ۶ ، ب تک ہے ۔ ورق ۶ ، ب ہی سے ''لمعہ'' دوم بزبان اُردو'' شروع ہوتا ہے جو مخطوطے کے آخر تک ہے ۔ اس میں مندرجہ ذیل شعرائے اُردو کا کلام ہے ۔ مولف نے شعرا کے نام نہیں لکھے ۔ غزلوں کے مقطعوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کن شعرا کی غزلیں ہیں :

۱۔ آتش :

غزل اوّل :

داغ کے مضموں کو کر دے معنیٔ روشن چراغ
واشدِ دل سے ہوا ہے لالۂ گلشن چراغ[1]

(۱۵ شعر)

۱۔ اس غزل میں مقطع نہیں ہے جس سے معلوم ہو کہ یہ کس کی غزل ہے ۔ کلیاتِ آتش (مجلس ترقی ادب ، لاہور ، ۱۹۷۳ء اوّل ، صص ۴۳ - ۴۴۲) میں یہ غزل موجود ہے ۔ اس میں مذکورہ مطلع نہیں ، ایک دوسرا مطلع ہے :

بزم میں رنگیں خیالوں کے (کی؟) جو ہو روشن چراغ
سنبلستان ہو شبستان ، لالۂ گلشن چراغ

زیرِ نظر مخطوطے میں مطلعے کے سوا پانچ شعر اور بھی ہیں جو کلیات مطبوعہ میں نہیں :

بار بن آنکھوں میں اپنی باغ عالم ہے سیاہ
دیدۂ بلبل میں ہوگی آتش گلشن چراغ

سوزِ دل سے ایک دم جلتا اگر میری طرح
مثلِ نے کرتا زبانِ شعلہ سے شیون چراغ

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

غزل دوم :

بزم میں رنگین خیالوں کی جو ہو روشن چراغ
بلبلیں پروانے ہوویں آتش گلشن چراغ[1]
(۱۶ شعر)

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ)

آتش افروزی نہایت ناگوار طبع ہے
ہم نہیں رکھتے ہیں اپنے گھر میں جز روزن چراغ
چاند نورانی جبیں ، تارے ہیں خالِ عنبریں
شب ہیں زلفیں یار کی ، رخسارۂ روشن چراغ
فرق بس اتنا ہے اوس میں اور داغِ سینہ میں
قیدِ پیراہن میں یہ ، بے قیدِ پیراہن چراغ

کلیات مطبوعہ کا مطلع ، تیسرا شعر اور مقطع زیرِ نظر مخطوطے میں نہیں -

۱- کلیاتِ مطبوعہ میں اس غزل کا مطلع یہ ہے : (ص ۳۴۳)

بتیاں اس کی بنا کر میں کروں روشن چراغ
باد سے اڑ کر بجھا دے گر مرا دامن چراغ

مخطوطے میں یہی مضمون اس شعر کی صورت میں ہے :

پھاڑ کر ہر پاٹ کو اس کے بناؤں بتیاں
باؤ سے اڑ کر بجھا دے گر مرا دامن چراغ

واضح رہے کہ مخطوطے کا مطلع جو اوپر درج ہوا ہے ، اس کا پہلا مصرع ، کلیات میں اس زمین کی غزل اول کے مطلع کا پہلا مصرع ہے - (یہ مطلع سابقہ حاشیے میں درج ہو چکا ہے) - مخطوطے کے مندرجہ ذیل شعر مطبوعہ کلیات میں نہیں ہیں :

روشنی ہے بزم عالم میں ہمارے دم سے اب
آسماں فانوس ہے آہ شرر افگن چراغ
بسکہ حسن گرم نے عالم دگرگوں کر دیا
ہو گیا تیرے بدن میں سرخ پیراہن چراغ
صبح تک رہتا ہے زلف و روئے رنگیں کا خیال
سنبلستاں ہے شب اپنی لالۂ گلشن چراغ
بعد مرگ آتش کے مرقد پر جو جلتا ہے آسے
[ناخوانا] . . . . چراغ

کلیاتِ مطبوعہ میں اس غزل کا جو دوسرا شعر ہے وہ مخطوطے میں نہیں ہے -

۲- اثر : مطلع ناخوانا ہے - مقطع :

ہے وہ خورشید اپنے دل میں جس کے پرتو سے اثر
بن گیا ہر برگِ نخلِ وادیٔ ایمن چراغ

(۱۴ شعر)

۳- الہٰی :

بے سبب اوپر نہیں یہ کھینچتا گردن چراغ
دیکھتا ہے آپ ہی اپنی ادا لن تن چراغ

(۱۲ شعر)

۴- الدوہ : مطلع ناخوانا ہے - مقطع :

جب جلے پروانہ اس کی لو میں اے الدوہ تب
واسطے اس کے کرے کیوں کر نہ پھر شیون چراغ

(۹ شعر)

۵- بسمل :

سامنے اس شمع رو کے ہووے کب روشن چراغ
روغنِ گل کا کرے روشن اگر گلشن چراغ

(۸ شعر)

۶- ممر :

زیرِ مژگاں کیوں نہ ہووے چشم کا روشن چراغ
باؤ سے بے خوف رہتا ہے تہِ دامن چراغ

(۹ شعر)

۷- دریا :

سوز دل سے ہے مرا ہر ایک داغ تن چراغ
جس طرح سرو چراغاں پر کریں روشن چراغ

(۷ شعر)

۸- ذوق :

خاک سے میری بنا کر وہ بت پر فن چراغ
گھر میں جائے شمع کرتا ہے وہی روشن چراغ

(۱۱ شعر)

۹- زار:

کون کرتا ہے کسوں کی گور پر روشن چراغ

ہم کو چشمِ غول ہے گویا سرِ مدفن چراغ

(۱۲ شعر)

۱۰- زکا:

ہے تہ مدفن ہمارے داغ کا روشن چراغ

اب ہمیں کیا چاہیے یارو تہِ مدفن چراغ

(۱۲ شعر)

۱۱- شمیم:

گور پر کیسا چاہیے اس کے پس از مردن چراغ

حسرت و حرماں کے داغوں سے ہو جس کا تن چراغ

(۱۳ شعر)

۱۲- شایق:

گور میں ہو گا خیالِ یار سے روشن چراغ

روشنی دکھلانے کا مجھ کو پس مردن چراغ

(۲۱ شعر)

۱۳- نامعلوم[1]:

داغ حسرت گور تیرہ میں ہے یا روشن چراغ

کون لاتا ہے غریبوں کے سر مدفن چراغ

(۹ شعر)

۱۴- ظہور:

بن رہا ہے عشق کے داغوں کے سارا تن چراغ

میری تربت پر نہ کوئی کیجیو روشن چراغ

(۱۳ شعر)

---

[1] شاعر کا تخلص مقطع میں نہیں آیا۔

۱۵- غافل :

مجلس دیوانگاں میں کب ہوا روشن چراغ[۱]
نالہ شمعِ بزم ہے واں اور داغِ تن چراغ

(۱۴ شعر)

۱۶- قصور :

لعل لب کا رنگِ پاں سے گر ہوا روشن چراغ
خرمنِ گردوں میں بھی ہووے گا برق افگن چراغ

(۷ شعر)

۱۷- قیس :

قبر پر ہم دل جلوں کی مت کرو روشن چراغ
دل کے شعلوں سے ہے یاں بے پنبہ و روغن چراغ

(۱۳ شعر)

۱۸- قادر :

چاہیے کیا ہم غریبوں کو سرِ مدفن چراغ
چرخ ہے فانوس ، مہر و ماہ ہیں روشن چراغ

(۱۶ شعر)

۱۹- مصحفی : غزل اول :

رنگ گل سے آبجو میں ہے یہ عکس افگن چراغ
چشمِ ماہی نے کیا یا دوسرا روشن چراغ

(۱۰ شعر)

غزل دوم :

شب کو رکھتا ہی نہیں کچھ حاجت روغن چراغ
اپنی وادی میں ہے چشمِ غول کا روشن چراغ

(۱۱ شعر)

۱- دیوانِ غافل [منور خاں] (نول کشور ، لکھنؤ ، ۱۳۱۵ھ) میں اس غزل کے ۲۲ ، اشعار ہیں - مقطع سے پہلے کے ۸ شعر مخطوطے میں نہیں - دونوں متون میں لفظی اختلافات بھی موجود ہیں -

غزل سوم :

گو دھرا ہو سامنے با آتش و روغن چراغ
بجھ رہا ہو جس کا جی وہ کیا کرے روشن چراغ

(۹ شعر)

غزل چہارم :

دوستو بالیں پہ میرے مت کرو روشن چراغ
تیرہ تر لگتا ہے نظروں میں دم مردن چراغ

(۱۱ شعر)

غزل پنجم :

سیکڑوں مضموں سجھاتا ہے یہ بے روغن چراغ
ظلمت شب میں ہے شاعر کا دل روشن چراغ

(۸ شعر)

۲۰- سہر :

نیک و بد میں فرق کب ہے دل جو ہو روشن چراغ
جانتا ہے دامن اپنا دوست اور دشمن چراغ

(۱٦ شعر)

۲۱- مجرم :

گل کا کیا گل سا سدا رکھتے ہیں اے گلشن چراغ
دیکھ لے ہم نے جلایا دل کا بے روغن چراغ

(۱۲ شعر)

۲۲- مسرور : غزل اول :

شب جو آیا بام پر لے وہ بت پر فن چراغ
چرخ پر بجھنے لگا مہ کا جو تھا روشن چراغ

(۸ شعر)

غزل دوم :

داغ دل کا یوں ہے اپنے زیر پیراہن چراغ
جس طرح رکھتے ہیں آندھی میں تہ دامن چراغ

(۱۰ شعر)

۲۳- ناسخ :

ہووے جس گھر میں ترے رخسار کا روشن چراغ[1]
بے بقیں بن جائیں دیواروں کے سب روزن چراغ

(۲۲ شعر)

۲۴- نالاں :

کیوں نہ گل کردوں شبِ وصل اے بت ُپر فن چراغ
مہر جب نکلا ، نہیں رکھتا کوئی روشن چراغ

(۱۲ شعر)

۲۵- نظر :

آہ کی شورش سے دل کا کب رہے روشن چراغ
ٹھہرے باؤ تند میں کیوں کر تہِ دامن چراغ

(۱۰ شعر)

۱- دیوانِ ناسخ (اوّل) نول کشور ، لکھنؤ ، ۱۸۹۳ء میں یہ غزل موجود ہے - دیوانِ مطبوعہ اور مخطوطۂ زیرِ نظر کے متون میں خاصا لفظی اختلاف پایا جاتا ہے - نیز مندرجہ ذیل پانچ شعر دیوانِ مطبوعہ میں نہیں ہیں :

پردۂ عصمت ہے نور حسن کو حرز زوال
چلتی ہے صرصر تو لیتے ہیں تہِ دامن چراغ
تیل ملوانے کی عادت ہے نہ رغبت عطر سے
روشن اس کے حسن کا رہتا ہے بے روغن چراغ
خوشہ چیں . . . ہے تیرے بسملوں کے کھیت کا
کر رہا ہے جمع کو پروانوں کے خرمن چراغ
کشتۂ تیغ اجل ہوگا دم . . . . صبح
کو بدن پر پہنے ہے فانوس کے جوشن چراغ
وحشت ایسی میرے غم خانے سے ہے جو باؤ کی
راہ تکتا ہے اُٹھانے شعلے کی گردن چراغ

تیسرے اور چوتھے شعر میں جہاں نقطے لگائے گئے ہیں وہاں ایک ایک لفظ ناخوانا ہے -

۲۶- وفا :

کون رکھتا ہم غریبوں کے سر مدفن چراغ
گر نہ ہوتا داغِ دل سے قبر میں روشن چراغ
(۱۱ شعر)

۲۷- وحشت :

میرے مرقد پر کرے گا گر نہ تو روشن چراغ
اپنے گھر کبھی کے جلاویں گے مرے دشمن چراغ
(۹ شعر)

۲۸- ہوس :

آتشِ دل نے دم آخر کیا روشن چراغ
ہو گیا پیکانِ تیرِ یار کا آہن چراغ (۱۸ شعر)

خصوصیات : عیشی نے "خطبۂ سرورِ چراغاں" کے تحت سببِ تصنیف کی صراحت یوں کی ہے :

"برآتش نفسانِ محفل زبان دانی کہ بازار سخن از شعلۂ آواز شان گرم است ، روشن باد کہ روزے در محفلِ چرب گویانِ روشن قیاس کہ روشنانِ فلک از تجلّائے طبع شان رو میسازند بذکر چراغ افروزان مشکات نظم فارسی و زبان اُردو ہنگامۂ بیان گرمی پذیرفت ۔ سخن از چرب زبانیٔ مرزا صائب کہ ہر کرا نور فراست شمع چراغ وارہ دماغ است میداند کہ پیش آں آفتاب اوج سخن دیگراں را فروغ چراغلہ پیش نیست ، بمیان آمد و ایں مطلع گرمش سامعہ افروز شد :

ہر سرائے را کہ باشد از دل روشن چراغ
میجہد شبہائے تار از دیدۂ روزن چراغ

سامعان صبح نفس دم از صدق زدہ چراغ اوصاف گرم گفتاریش بر روغن انصاف افروختند و گفتند کہ اگر از لمعان ایں ردیف و قوافی اُردو زبانان ہم التماس از انوار فیوض نمایند جا دارد ، و براقم آثم طالبہ علی

عیشی تخلص کہ در فروغستان روشن طبعان بدود چراغے نمی ارزد ایمائے احباب رفت تا شمع آسا عرق ریختہ غزل فارسی ترتیب دہد و ہر قدر کہ از کلام سابقین و لاحقین بہم رسد دریں مسودہ دود جگر جمع نماید چوں شمع انگشت قبول بر چشم گذاشتم و احباب ایں مختصر را بسرو چراغاں نامیدند و من چراغ بے دود کہ مادۂ

۱۲۳۰ھ

تاریخ سال ایں تالیف است ۔ و ایں شمع طور فصاحت و بلاغت را دو لمعہ است ، لمعۂ اوّل در غزلہائے فارسی و لمعۂ دوم در غزلہائے زبان اُردو“ ۔

دیگر نسخے : ۱۔ نسخۂ کلیاتِ عیشی ، بنارس یونی ورسٹی نمبر ۳ ۲/U. IX. ۔ مکتوبہ ۱۸۸۰ء میں ”سروِ چراغاں“ شامل ہے ۔ (نوادر بنارس ، اُردو ، ص ٦٧)

۲۔ نسخۂ کلیات ، رضا لائبریری رام ، پور میں بھی ”سروِ چراغاں“ شامل ہے ۔ اس نسخے کا خطبہ ”معارف“ ، اپریل ، ۱۹٦۰ء میں شائع ہو چکا ہے ۔

مطبوعہ نسخے: یہ رسالہ شائع نہیں ہوا ۔

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۹۴ ۔

● ● ●

۱۸۷

چمنستانِ شعرا

سیّد صدرالدین حسینی

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی ۔

نمبر : ۱۹۶۱ء ۱۳۰۳

سائز : ۲۲ × ۱۳ س م

اوراق : ۱۳۳

کاتب : سیّد صدرالدین حسینی

تاریخِ کتابت : ۱۳ رجب ، ۱۲۷۳ھ [م : ۱۰ مارچ ، ۱۸۵۷ء]

خط : نستعلیق ، معمولی ۔

کیفیت : نسخہ نہایت بوسیدہ ، کیرم خوردہ ، دریدہ اور آب رسیدہ ہے ۔ کاغذ دبیز ، مٹیالا ۔ ورق ۱۱ ، ب تک شعرا کے تخلّص سرخ روشنائی سے ہیں ۔ بعد کے اوراق میں یہ اہتمام نہیں ہے ۔ بعض غزلیں حواشی پر بھی اضافہ کی گئی ہیں ۔ مثلاً ورق ۹۱ ، ب ؛ ۹۲ ، الف ؛ ۹۴ ، ب ؛ ۹۵ ، الف وغیرہ پر ۔

آغاز :

"کون کر سکتا ہے اُس خلّاقِ اکبر کی ثنا
نارسا ہے شان میں جس کی پیمبر کی ثنا
۱. . . اس منہ سے ہو سکتی ہے کب نعتِ رسول
یا ابوبکر و عمر عثمان و حیدر کی ثنا

۱۔ کیرم خوردہ ۔ دیوانِ یقین ، مرتبہ مرزا فرحت اللہ بیگ : سر بر آ اس منہ . . .

۱ . . . زباں قابل ہے کب اس بات کے جو کیجیے
حضرت زہرا کی اور شبّیر و شبّر کی ثنا"
[انعام اللہ خاں یقین کے اشعار]

اختتام : "تہمتن منم گر کشم تیغ خشم
تراشم بدو ضرب یک موئے چشم
نہ آں نم (کذا) کہ بگریز (کذا) از گور خر
بکوزش کنم سینہ خود سپر
بنام و نشاں جعفر دردمند
چو گوز خر آوازۂ من بلند"
[جعفر زٹلی کے اشعار]

ترقیمہ : "تمت الکتاب بروز چہار شنبہ ۱۳ رجب المرجب ، ۱۲۷۳
ہجری بوقت دو پاس شب آمدہ بودہ اتمام یافت ۔ آغاز . . .
چہارم جمادی الثانی لغایت ۱۳ رجب ۔ رقیمہ سیّد صدرالدین
حسینی . . . در مکان محی الدین . . . در دیوان خانہ کرار حسین
جمعدار در طویلہ بجڑ مل علاقہ شاہ بتندہ" ۔ [کیرم خوردہ
مقامات پر نقطے لگائے گئے ہیں]

مندرجات : اس مجموعے میں ایک سو سے زائد اُردو اور فارسی شعرا کا
کلام یکجا کیا گیا ہے ۔ ورق ۱۰۶ ، ب تک غزلیات ہیں ۔
ورق ۱۰۷ ، الف سے مستزاد ، مخمّس اور واسوخت وغیرہ
ہیں ۔ ترقیمہ ورق ۱۲۵ ، الف پر ہے ۔ اس کے بعد دوبارہ
شعرائے اُردو و فارسی کا کلام بغیر کسی ترتیب کے لکھا
گیا ہے ۔

خصوصیات : اس مجموعے کا تقریباً تمام کلام "چمن بے نظیر[۲]" (مولفہ
محمد ابراہیم) سے ماخوذ ہے ۔ صرف چند نظمیں اور غزلیں

۱۔ ایضاً : یہ زباں . . .
۲۔ یہ تاریخی نام ہے جس سے سال تالیف ۱۲۶۵ھ برآمد ہوتا ہے ۔ میرے
پیش نظر اس کا دسواں ایڈیشن ہے جو ۱۹۲۷ء میں مطبع نول کشور ،
لکھنؤ سے شائع ہوا تھا ۔

ایسی ہیں جو مرتّب یا کاتب نے اضافہ کی ہیں ۔ مثلاً
جعفر زٹلی کے اشعار (رک : اختتام) ۔ اس مجموعے میں
''چمن بے نظیر'' کی متعدد منظومات شامل نہیں کی گئیں ،
نیز شعرا کی ترتیب قدرے بدل دی گئی ہے ۔ لیکن غزلوں
کی ردیف وار ترتیب برقرار رکھی گئی ہے ۔

کاتب بے احتیاط اور غلط نویس ہے ۔ ہر صفحے پر
دو چار غلطیاں مل جاتی ہیں ۔ بعض اغلاط خاصی دلچسپ
نوعیت کی ہیں ۔ ''چمن بے نظیر'' (ص ۹۲) میں صادق کی
ایک غزل ہے ۔ زیرِ نظر مخطوطے میں مقطع کے سوا باقی
تمام اشعار نقل کیے گئے ہیں ۔ آخری شعر ہے :

اے مرے مشکل کشا مشکل کشائی کیجیے
تم بغیر از کون میری التجا لے جائے گا

کاتب نے 'التجا' کو شاعر کا تخلّص قرار دے کر عنوان
''غزلِ التجا'' لکھا ہے ۔ اسی طرح ''چمن بے نظیر''
(ص ۲۷۷) میں شاعر کے نام و تخلّص کے بغیر ایک غزل
شامل ہے جس کا آخری شعر یہ ہے :

اس خطا اپنی کی کریں توبہ
رنج کھینچے ہیں تم سے مل مل کے

زیرِ نظر مخطوطے میں اس غزل پر عنوان ''غزلِ خطا'' لکھا
گیا ہے ۔

مرتّب : گمان غالب ہے کہ کاتب ہی اس مجموعے کا مرتّب ہے ۔
اس نے بیشتر کلام ''چمن بے نظیر'' سے اور کچھ دیگر
ذرائع سے حاصل کر کے یہ مجموعہ مرتّب کیا ہے ۔

• • •

۱۸۸

بیاضِ شاہ عبدالجلیل

کتب خانہ : ڈاکٹر یونس حسنی ، استاد شعبۂ اُردو ، کراچی یونی ورسٹی ، کراچی -

سائز : ۲۰ × ۱۱ س م

اوراق : یہ بیاض تیس حصوں پر مشتمل ہے - ذیل میں ہر حصے کی تفصیلات کے ساتھ اوراق کی تعداد بھی درج کی گئی ہے - تمام حصوں کے اوراق کی مجموعی تعداد ۱۵۳۳ ہے -

سطور : غیر معیّن - جن صفحات پر سطور سیدھی لکھی گئی ہیں ، وہاں ایک صفحے پر ۱۸ سے ۲۵ سطور ہیں - جن صفحات پر سطور ترچھی ہیں ، اُن پر ۲۲ سے ۲۷ سطور ہیں - بعض صفحات کے نصف حصے میں سطریں سیدھی ہیں ، نصف حصے میں ترچھی -

زمانۂ ترتیب : بیاض کے مختلف حصوں میں جو تاریخیں ملتی ہیں ، اُن میں قدیم ترین ۱۳ ربیع الاوّل ، ۱۲۷۱ھ [م : ۵ دسمبر ، ۱۸۵۴ء] کی تاریخ ہے - یہ تاریخ بیاض کے پندرھویں حصے میں ملتی ہے - مرتّبِ بیاض کے قلم سے آخری تاریخ ۱۲ ربیع الاوّل ، ۱۳۰۰ھ [م : ۲۱ جنوری ، ۱۸۸۳ء] ہے - اسی سال مرتّب کا انتقال ہو گیا - یہ کہا جا سکتا ہے کہ مرتّب نے یہ کام تیرھویں صدی ہجری کے ربع سوم کے آغاز میں شروع کیا ہوگا - شاہ عبدالجلیل کی وفات کے بعد اُن کے بیٹے سیّد عبدالرشید اور پوتے (ابن سیّد عبدالرشید ، نام نامعلوم) نے بھی اس بیاض میں اضافے کیے ہیں - سیّد عبدالرشید

کا سالِ وفات ۱۳۲۷ھ ہے۔ بیاض کے تیسویں حصے میں ابن سیّد عبدالرشید نے اپنے والد کا سالِ وفات درج کیا ہے، لیکن اپنا نام نہیں لکھا۔ اسی خط میں کچھ اور اندراجات بھی ملتے ہیں جو ۱۳۳۸ھ تک کے ہیں اور یہ زیادہ تر بیاض کے تیسویں حصے میں ہیں۔

کاتب : شاہ عبدالجلیل [بعض اندراجات سیّد عبدالرشید اور ابن سیّد عبدالرشید کے قلم سے]

خط : مذکورہ تینوں افراد کا خط نستعلیق، رواں دواں ہے۔ شاہ عبدالجلیل کے خط میں باقی دونوں خطوں سے زیادہ پختگی ہے۔

کیفیت : بیاض مجموعی طور پر اچھی حالت میں ہے لیکن خستگی و بوسیدگی کے آثار پیدا ہو چکے ہیں۔ غیر مجلّد ہونے کی وجہ سے اوراق کے کنارے ٹوٹ رہے ہیں۔ بیاض کے ہر حصے کی جز بندی الگ الگ ہوئی ہے۔ ہر حصے کے شروع میں الگ سے ایک یا دو ورق لگا کر اُن پر مندرجات کی فہرست لکھی گئی ہے، نیز متعلقہ حصے کے اوراق کی تعداد درج کی گئی ہے۔ اس قسم کے تمام اندراجات سیّد عبدالرشید کے قلم سے ہیں۔ مختلف طرح کا کاغذ، دبیز، باریک، چکنا، کُھردرا، دیسی، ولایتی استعمال کیا گیا ہے۔ رنگوں کے اعتبار سے بھی کاغذ میں تنوع پایا جاتا ہے۔ زیادہ تر سفید کاغذ استعمال کیا گیا ہے، زردی مائل اور ہلکا نیلا کاغذ بھی بعض حصوں میں ملتا ہے۔ بیشتر حصوں میں عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں۔

خصوصیات : بیاض کے تمام حصوں پر نمبر درج کیے گئے ہیں جو ایک سے ۳۰ تک ہیں۔ یہ تمام حصے اسی ترتیب سے نہیں لکھے گئے تھے بلکہ بیاض کی تکمیل کے بعد اُسے مختلف حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بیاض کے ابتدائی حصوں میں بعض ایسی تاریخیں ملتی ہیں جو آخری حصوں میں درج تاریخوں کے بعد کی ہیں۔ مثلاً دوسرے حصے میں

۱۳ رجب، ۱۲۹۶ھ کا ایک اندراج ملتا ہے اور اٹھائیسویں حصے میں ۱۳ شوال، ۱۲۸۱ھ کا ایک اندراج ہے۔ مرتّب بیاض کی وفات کے بعد اُن کے بیٹے سیّد عبدالرشید نے جو اضافے کیے ہیں، وہ بیاض کے متعدد حصوں میں ملتے ہیں۔ جس حصے میں بھی اُنھیں سادہ جگہ نظر آئی، وہیں انھوں نے کچھ نہ کچھ لکھ دیا ہے۔ اُن کے اندراجات بیاض کے پہلے حصے میں بھی ہیں اور آخری حصے میں بھی۔ ابن سیّد عبدالرشید کے اندراجات زیادہ تر آخری حصے میں ہیں۔ بیاض کو مختلف حصوں میں موضوعات کے اعتبار سے تقسیم کیا گیا ہے، لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ ایک حصے میں ایک ہی موضوع سے متعلق اندراجات ہوں، ایک سے زائد موضوعات بھی ملتے ہیں۔

یہ بیاض حکیم سیّد عبدالحی کی نظر سے گزری تھی۔ وہ "گلِ رعنا" کے دیباچے میں لکھتے ہیں:

"میں نے اپنے بچپن میں جن بزرگوں اور عزیزوں کو دیکھا، اُن میں کا ہر ایک، ایک ایک بیاض کا مالک تھا اور اس کو اپنی عمر بھر کی کمائی سمجھ کر اپنی جان کے برابر عزیز رکھتا۔ سیّد عبدالجلیل مرحوم ایک سن رسیدہ بزرگ میرے رشتے کے نانا تھے، اُن کی بیاض اتنی دلچسپ تھی کہ لوگ دور دور سے اس کو دیکھنے آتے۔ وہ بیاض کیا تھی، جامِ جہاں نما تھا۔ ہندوستان کے عام انقلاب کی چشم دید تاریخ، ناموران ِ ملک کی موت و حیات کا اُبھرا ہوا خاکہ، فقہ و حدیث کے نوادر اور مشکلات کا حل، شعرا کے نتائجِ فکر کا بہترین نمونہ، غرض کہ وہ ایک ہی کتاب ہر مذاق کے لوگوں کے لیے دلچسپی کا بہت بڑا ذریعہ تھی"۔ (ص ۲)

حکیم سیّد عبدالحی نے بجا طور پر اس بیاض کو "جامِ جہاں نما" کہا ہے۔ اس میں جو مختلف النوع معلومات ہیں، اُن کی افادیت کا اندازہ اصل بیاض کو دیکھ کر ہی کیا

جا سکتا ہے ۔ اس میں اُردو ، فارسی اور عربی تینوں زبانوں کے اندراجات ملتے ہیں ۔ ذیل میں صرف اُردو مندرجات کی فہرستیں درج کی جا رہی ہیں ۔ یہ فہرستیں بیاض کے ہر حصے کے جداگانہ تعارف کے ساتھ ہیں ۔

مرتب : بیاض کے مالک ڈاکٹر یونس حسنی صاحب کا شاہ عبدالجلیل کے ساتھ خاندانی تعلق ہے ۔ انھوں نے مرتب بیاض کے بارے میں مندرجہ ذیل معلومات فراہم کی ہیں : شاہ عبدالجلیل بن محمد بن شاہ ابوالليث بن شاہ ابو سعید بن محمد ضیا بن آیت اللہ بن شاہ علیم اللہ ۔ شاہ صاحب ربیع الاول ، ۱۲۲۴ھ (۱۸۰۹ء) کو رائے بریلی میں پیدا ہوئے ۔ تاریخی نام "چراغ زیبا" ہے ۔ آپ کا نام سیّد احمد شہید بریلویؒ نے رکھا تھا ۔ انھوں نے بچپن میں سیّد صاحبؒ کے ساتھ حج بھی کیا تھا ۔ بعد ازاں سیّد صاحبؒ سے بیعت ہوئے اور خلافت پائی ۔ شاہ عبدالجلیل کا شمار اپنے وقت کے مشائخ میں تھا ۔ ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۰۰ھ [م : ۲۱ اکتوبر ، ۱۸۸۳ء] کو شاہ صاحب نے وفات پائی ۔

شاہ عبدالجلیل کے بیٹے سیّد عبدالرشید نے بیاض کے تیسویں حصے میں اپنے والد کی وفات کی تفصیل درج کی ہے ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب ایک قریبی موضع میں کسی کی تعزیت کے لیے گئے تھے ۔ دوپہر کا کھانا کھا کر لیٹے ہی تھے کہ دفعتاً حرکتِ قلب بند ہو گئی ۔ اُسی روز رات کو میّت رائے بریلی لائی گئی جہاں انھیں اُن کی والدہ کی قبر کے برابر ، حضرت شاہ ابو سعیدؒ کی قبر کے پائین دفن کیا گیا ۔

بیاض : بیاض کے تمام حصوں کی تفصیلات ذیل میں درج کی جاتی ہیں ۔ جیسا کہ کہا جا چکا ہے ، "مندرجات" کے عنوان کے تحت صرف اُردو تحریروں کے حوالے دیے گئے ہیں ۔ بیاض میں بعض منظومات کا مصنّفین سے انتساب درست نہیں ، ذیل کی فہرستوں میں اس قسم کی اغلاط کی نشان دہی نہیں کی گئی ۔

(۱)

اوراق : ۳۱

آغاز : "از رسالہ تحفۃ الصبی فی احادیث الاربعین لامام النودی رحمۃ اللہ علیہ مترجمہ صدیق بن حسن قنوجی ۔ حدیث سی و نہم : الاذان فی الحبشہ ۔ ترجمہ : اذان کہنا قوم حبش میں ہے ۔ ف : جیسے حضرت بلال کہ موذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے ۔ یعنی حبشہ کی قوم میں خدمت اذان مقرر کرنا چاہیے کہ یہ اذان خوب دیتے ہیں" ۔

اختتام : [ذکر مسجد شاہ شجاع] "جس وقت بخوف اورنگ زیب شاہ شجاع بنگالہ میں آئے تھے ، اسی وقت یہ مسجد احداث کی تھی ۔ چونکہ یہ مسجد فقیر کو عمدہ نظر آئی ، لہٰذا اس کی کیفیت تحریر کر دی" ۔

ترقیمہ : "فقط راقم فقیر سیّد عبدالرشید بن سیّد عبدالجلیل مرحوم عفی عنہم ۔ المرقوم ۲۶ شہر شوال المکرم یوم یک شنبہ ۱۳۱۰ ہجری قدسی" ۔

کیفیت : اس بیاض کا صرف آخری اندراج سیّد عبدالرشید کے قلم سے ہے ۔

مندرجات : ۱۔ مطابق 'آغاز' ۔

۲۔ حالات بھوپال مع مساجد و مکانات و باغات[1] ۔

۳۔ حالات قلعہ فتح گڈھ واقع بھوپال ۔

۴۔ بیان "ملیچ" جو ہنود مسلمانوں کو کہتے ہیں ۔

۵۔ چند فوائد متفرق ، در لقب بادشاہان و بیان دریاہائے پنجاب و معانی رافضی وغیرہ ۔

۶۔ فائدہ در بیان قوت حافظہ و حواس اہل عرب ۔

۷۔ حالات حضرت ابراہیم ، حضرت اسماعیل و حضرت سارہ علیہم السلام ۔

۸۔ ذکر مجددین دین از کتاب حجج الکرام ۔

۱۔ اس قسم کے تمام عنوانات اصل کے مطابق ہیں ۔

۹۔ نقل فاسق و اعانت پروردگار عــالم که حالش مبذول گردیده ۔

۱۰۔ حکایت یک عورت یمانہ نام زرقہ لقب جو منزلوں سے چیونٹیوں کو دیکھ لیتی تھی ۔

۱۱۔ حالِ مسجد شاہ شجاع شہر کمرلہ (ٹپرہ) ملک بنگالہ ۔

(۲)

اوراق : ۳۸

آغاز : "جدول مشتمل بر تاریخ ولادت و وفات و مدت عمر و مدفن و تعداد اولاد و نام مادرانِ حضرت سیّد المرسلین و خلفائے راشدین . . ." ۔

اختتام : "سلطان المشائخ در ملفوظ گنج شکر می نویسند که امام شافعی در رکاب امام محمد میرفتند و می گفتند که اگر بگویم قران . . . ." ۔

کیفیت : یہ حصہ ناقص الآخر ہے ۔ اس کے زیادہ تر مندرجات فارسی میں ہیں ۔ ذیل کے باب دوم کے آخر میں تاریخ "۱۲ رجب ۱۲۹۶ھ" درج ہے ۔ ورق ۲۹ ، ب پر "چہارم ذیحجہ روز پنجشنبہ سنہ ۱۲۸۵ ہجری" لکھی ہے ۔

مندرجات : ۱۔ نقل عبداللہ ابن مبارک ۔

۲۔ فائدہ بیچ تحقیق اس بات کے ، زمانۂ صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کا کب تک رہا ۔ اور سلف اور خلف اور متاخرین سے کون لوگ مراد ہیں اور ان کا زمانہ کب تک رہا ۔

۳۔ فائدہ بیچ تحقیق حال صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین اور سلف اور خلف اور متقدمین اور متاخرین وغیرہ ۔

(۳)

اوراق : ۵۹

آغاز : ". . . بظہور آمدہ از روضۃ الاحباب ۔ اہل سیر آوردہ اند که

در ایام حج در اوسط ایام التشریق و بروایتے . . . . [ایک لفظ ناخوانا] عرفہ شب جمعہ بود کہ نور ہدی از عبداللہ بآمنہ منتقل شد''۔

اختتام : ''تاریخ وفات شاہ سلیمان تونسوی :

سلیمان زماں رحلت چو فرمود
یکایک در جہاں ظلمت بیفزود
پے سالِ وفاتش ہاتفِ غیب
بگفت او آفتابِ چشتیاں بود

۱۲۶۷ھ''

کیفیت : ورق ۱ ، الف کی پہلی سطر ضائع ہو گئی ہے۔

مندرجات : ۱- تاریخ وفات بعض بزرگان و عزیزان حضرت شاہ ولی اللہ۔ [یہ باب فارسی میں ہے ، اس کے آخر میں صرف دو جملے اُردو کے ہیں]۔

۲- شجرۂ مبارک صلی اللہ علیہ وسلم ۔ [بقلم سیّد عبدالرشید]

۳- تحقیق بعض اسماء آبا و اجداد سرورِ عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم از کتاب قرۃالعیون ۔

۴- رباعی مرزا سودا :

سودا پے دنیا تو بہر سو کب تک

۵- رباعی میردرد :

پھٹکے ہے کون گرد کسی کے مزار کے

[یہ رباعی نہیں دو شعر کا قطعہ ہے]

۶- رباعی ، شاید کہ مرزا بے دل (کذا) ۔

شاہوں کے سے قصر گر بنائے تو کیا
قاروں کے سے گنج ہاتھ آئے تو کیا
جب دل پہ یقین ہوا ہے مرنا آخر
گو عمر ہزار خضر پائے تو کیا

۷- رباعی : دنیائے دنی کو نقشِ فانی سمجھو

(۳)

اوراق : ۴۴

آغاز : "بیان صدقۂ فطر از رسالۂ ہدایت النجدین تصنیف مولوی تراب علی صاحب ۔ فضیلت صدقۂ فطر باید دانست کہ بروایت ابو داؤد و بیہقی . . ."۔

اختتام : ". . . و دوستان و قریبان را باہل میّت طعام فرستادن سنت است ، کما ورد فی الحدیث اِصنعوا لاٰلِ جعفر طعاماً فانہم"۔

مندرجات : ۱۔ بیان عیدالفطر اور صدقۂ فطر کا از مظاہر حق و راہِ نجات وغیرہ ۔

۲۔ فضائل عشرۂ ذی الحجہ و قربانی و برخے تشریح حلّ قربانی از کتاب مظاہر حق و مالابد منہ و مفتاح الصلوٰۃ و مفتاح الجنّت و راہِ نجات وغیرہ ۔

۳۔ بیان جواز قربانی جانور شاخ شکستہ ۔

۴۔ چند مسائل از رسالہ احکام العیدین تصنیف مولوی قطب الدین خاں صاحب مغفور ۔

۵۔ فائدہ ضروری از مظاہرِ حق ۔ [متعلق ماہِ رمضان]

۶۔ فائدہ دوسرا از مظاہرِ حق ۔ [متعلق اعتکاف]

۷۔ حدیث در اثبات استنجا بکلوخ وغیرہ ۔

۸۔ بعض مسائل ضروری متفرقہ از کتاب معدن الجواہر مصنّفہ نواب محمد قطب الدین صاحب ۔

۹۔ چند مسائل ضروری از "نافعہ خریداران" ۔

۱۰۔ فضائل کسبِ حلال از رسالہ "نافعہ خریداران" تصنیف مولوی محمد احسن صاحب۔

۱۱۔ بیع صرف کا بیان ۔

(۵)

اوراق : ۵۳

آغاز : "جاننا چاہیے کہ کوئی عمل بیچ اسلام کے بعد صحت ایمان کے ضرور تر اور لازم تر نماز سے نہیں ہے" ۔

اختتام : "واقعی نماز ترک کرنے والا بحیثیت تارک صلوٰۃ ایسی ہی زجر و توبیخ کا مستحق ہے جو مجیب مصیب نے تحریر فرمایا ہے ۔ کتبہ العبد الضعیف محمد علی عفی عنہ ۔ ذالک الجواب لاریب فیہ ، حررہ العبد الراجی غفران اللہ القوی محمد عبدالغفار اللکنوی عفی عنہ ۔ الجواب صحیح والمجیب . . . [ایک لفظ نا خوانا] احمد حسن ، مدرس مدرسہ دارالعلوم کانپور" ۔ [ایک فتوے کا آخری حصہ] ۔

کیفیت : ذیل کے اٹھارویں باب کے آخر میں "تمام شد ۱۲۸۱ ہجری" درج ہے ۔

مندرجات : ۱- فضیلت نماز از مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ ۔

۲- فضائل سنن موکدہ و نوافل ۔

۳- نماز تحیت الوضو ۔

۴- نماز تحیت المسجد ۔

۵- صلوٰۃ الاذان ۔

۶- نماز اشراق ۔

۷- نماز چاشت ۔

۸- نماز فی زوال ۔

۹- نماز نفل بعد ظہر ۔

۱۰- نماز نفل قبل عصر ۔

۱۱- صلوٰۃ الاوّابین ۔

۱۲- نماز نفل قبل عشاء و بعد عشاء ۔

۱۳- نماز نفل بعد وتر ۔

۱۴- نماز تہجّد ۔

۱۵- صلوٰۃ التسبیح ۔

(٦)

اوراق : ٦٢

آغاز : ''بیان زکوٰۃ از مظاہرِ حق و مشکوٰۃ شریف و رسالہ کنزالخیرات و تنبیہ الغافلین - زکوٰۃ ، نماز کے ساتھ مذکور ہے ، کلام مجید میں بیاسی جگہ'' -

اختتام : ''پس جب تک کہ وہ ایتامِ تمیز میں اسلام نہ لاوے گا ، اپنی ماں کے حکمِ اسلام اور کفر میں تابع ہوگا - واللہ اعلم - حررہ السراجی . . . [ایک لفظ ناخوانا] القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوزاللہ عن ذنبہ الجلی والخفی'' - [یہ عبارت ایک فتوے کی نقل کا آخری حصہ ہے]

مندرجات : ۱- بیان زکوٰۃ -

۲- شاہ عبدالعزیز اور دیگر اکابر کے دم ہائے آخریں کا احوال -

۳- اُن عورتوں کی تفصیل جن سے مردوں کو نکاح کرنا حرام ہے -

۴- بعض مسائل از رسالہ تحفۃ المحسنین -

۵- فائدہ از ترجمہ عجائب القصص -

۶- بخار اور دیگر امراض کا بیان -

۷- تفصیلِ احکام شہداء حکمی -

۸- فضیلتِ عیادت مریض -

۹- آدابِ عیادت مریض -

۱۰- فضیلتِ گفتنِ کلمہ بوقتِ مرگ -

۱۱- فضیلتِ مردن بہ سفر -

۱۲- بوسہ دادن بر میّت و گریستن از اشک -

۱۳- فضیلتِ تعزیت نمودن -

۱۴- فضیلتِ رفتن ہمراہ جنازہ -

۱۵- آدابِ رفتن ہمراہ جنازہ -

۱۶- فضیلتِ کثرتِ نمازیانِ جنازہ -

۱۷- تعریف و مذمت مرده -
۱۸- بیان ممانعت مذمت مرده -
۱۹- بیان فرستادن طعام بخانۂ اہل میّت -
۲۰- بیان مذمّت نوحہ کردن -
۲۱- ممانعت پختہ کردن قبر و ساختن گنبد و مسجد بر آن -
۲۲- ممانعت نشستن بر قبر و از بول و براز احتراز کردن نزد قبر -
۲۳- استحباب زیارت قبور و فوائد اقسام آن -
۲۴- آداب زیارت قبور -
۲۵- ثبوت جواب سلام دادن میّت بہ زندہ -
۲۶- زیارت قبر والدین -
۲۷- طریق زیارت و ثواب رسانی بہ میّت -
۲۸- ثبوت اسلام والدین حضرت صلعم -
۲۹- بیان ممانعت تمنّائے موت -
۳۰- فتویٰ بابت ولد الزنا -

(۷)

اوراق : ۵۸

آغاز : بعض فوائد از تفسیر فتح العزیز از پارۂ الم نوشتہ می شوند - فائدہ : محققین فقہا در فتاویٰ نوشتہ اند کہ اگر مقارن طلوع آفتاب دو برادر بمیرند یکی در چین و روم در اندلس بلکہ در سمرقند ثانی وارث اول میشود'' -

اختتام : ''چون با ہوش آمد محاسن خود بگرفت و طپانچہ در روئے خود میزد و میگفت چون پائے بادب در مسجد نہادی نامت از . . . [ایک لفظ ناخوانا] انسان محو کردند ہوش دار تا قدم چگونہ می نہی - ۱۲ - تذکرۃ الأولیا'' -

مندرجات : ۱- نقل فتویٰ مولانا ابوالحسنات محمد عبدالحی - (یہ فتویٰ شراب آمیز انگریزی دواؤں کے حرام ہونے کے بارے میں ہے)

۲۔ فضیلتِ خاکِ مدینہ ، ترجمہ از جذب القلوب ۔
۳۔ فضائلِ مسجد الحرام و مسجد نبوی ، از ترجمۂ جذب القلوب ۔
۴۔ فضیلتِ نماز از کتاب حقیقت الصلوٰۃ ۔
۵۔ بیانِ سکراتِ موت و عذابِ قبر ۔
۶۔ منکراتِ مساجد از ''ہادی الناظرین'' ۔
۷۔ بیان مسجد میں آنے کا اور نکلنے کا اور آداب مسجد کے ۔

(۸)

اوراق : ۸۱

آغاز : ''بداں کہ تفسیر در لغت روشن کردنست و پیدا و ہویدا ساختن و در اصطلاح عبارتست از کشفِ وجوہ و شرحِ معانی قرآن و واضح گردانیدن اخبار و قصص آں و باز نمودن اسباب نزول آیات و سور آں چہ متعلق باشد'' ۔

اختتام : ''سات سال سے یہ کابھن نہیں ہوئی ۔ سات برس سے نہ کبھی یہ حاملہ ہوئی اور نہ دودھ دینا موقوف ہوا ہے ۔ والد صاحب نے بکری کو منگا کر دیکھا اور اُس پر ہاتھ پھیرا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دودھ کی نہر دی ہے ۔ ما شاء اللہ'' ۔

کیفیت : ذیل کی فہرست کے آخری دو باب سیّد عبدالرشید کے قلم سے ہیں ۔ ان میں سے پہلے باب کے آخر میں یہ عبارت ہے : ''المرقوم پانزدہم رمضان المبارک ، سنہ ۱۳۱۱ھ ۔ در شہر بھوپال نوشتہ شد ۔ راقم فقیر سیّد عبدالرشید عفی عنہ'' ۔ اس بیاض کا زیادہ حصہ فارسی عبارات پر مشتمل ہے ۔

مندرجات : ۱۔ فائدہ در اقسام اولیاء اللہ ۔
۲۔ حجاج بن یوسف اور ایک حسین عورت کا واقعہ ۔
۳۔ در بیانِ درخت عجیب الخلقت جس کی خورش معدنیات سے تھی ۔ از اخبار شام مسمّٰی بہ ''طرابلس اخبار'' بزبانِ عربی جس کا ٹھیک ترجمہ مکرمی مولوی محمد فاضل صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ ساکن قصبہ پھلت

ضلع مظفر نگر نے حسب فرمایش فقیر اُردو زبان میں
حسب ذیل کیا ۔
۳۔ ذکر ایک بکری عجیب و غریب ۔

(۹)

اوراق : ۶۰

آغاز : ''برخے حال فضائل حج و مکّہ معظمہ زاداللہ شرفاً و تعظیماً از رسالہ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نوشتہ می شود ۔ بدانکہ بتحقیق مکّہ بہترین و دوسترین زمین است . . .'' ۔

اختتام : ''اصحاب کہف کا کتا بشکل مینڈھا جنّت میں ہوگا ۔ حضرت علی کا دلدل ، حضرت ابو ہریرہ [کی] بلی ، یہ چودہ جانور جنّت میں جاویں گے ۔ فقط'' ۔

کیفیت : اس بیاض میں زیادہ تر فارسی مضامین ہیں ۔

مندرجات : ۱۔ چیزے حال مکّہ معظّمہ از سراج الحرمین مع تفصیل بُعد مسافت بحساب میل از دہلی و از کلکتہ تا جدہ نوشتہ می شود ۔
۲۔ مسائل حج ۔
۳۔ فائدہ دربارۂ یزید ۔
۴۔ فوائد دربارۂ مختار بن ابی عبید و ابن زیاد وغیرہ ۔
۵۔ خمسہ فقیر محمد خاں گویا : بغیر خواب عدم شاہ نے نہ خواب کیا
۶۔ سلام از گویا :
روز قتل شاہ دیں ہے سب جہاں نم ناک ہے
۷۔ سلام از گویا : سلامی دیکھ تو ہے رنگ آسماں کیسا
۸۔ مرثیہ انیسؔ :
حاضر قدم قدم پہ نچھاور کو چار سو (بیس بند)
۹۔ قبولیت دعا کے مکانات ۔
۱۰۔ جن لوگوں کی دعا قبول ہوتی ہے ۔
۱۱۔ چودہ جانور جنّت میں جاویں گے ۔

(۱۰)

اوراق : ۵۴

آغاز : ''مثنوی از گلستان :

گوش توانـد کہ ہمہ عمر وے
نشنود آواز دف و چنگ و نے
دیدہ شکیبـد ز تمـاشائے باغ
بے گل و نسریں بسر آرد دماغ''

اختتام : ''اور اُس دن جس نے سرمہ لگایا نہ درد کرے گی آنکھ اُس کی بعد اُس سرمہ لگانے کے ، اور اُس دن جس نے کشادگی کی کھانے میں اپنی اولاد پر ، کشادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اُس کے اُوپر روزی اُس کی تمام سال ساتھ جلدی کے ۔ انشاء اللہ تعالیٰ'' ۔

مندرجات : ۱۔ بیان نماز کسوف ۔
۲۔ بیان نماز خسوف ۔
۳۔ طریقِ نماز استسقا ۔
۴۔ بیان نماز عاشورہ ۔
۵۔ بیان نماز شبِ معراج ۔
۶۔ بیان نماز حاجت ۔
۷۔ بیان نماز شبِ برات و شبِ عیدین ۔
۸۔ بیان نماز عوض نماز عید ۔
۹۔ بیان نماز نفل بعد نماز عید ۔
۱۰۔ فضائل روز جمعہ و فضائل نماز جمعہ از مظاہر حق ۔
۱۱۔ شرطیں فرض ہونے جمعہ کی از مفتاح الجنّت ۔
۱۲۔ فـائدہ تـاکید نماز و عـذاب تـارکِ نماز از رسالہ ''جامع الحسنات'' تصنیف نواب محمد قطب الدین خان صاحب مدظلّہ ۔
۱۳۔ بیان اُن وقتوں کا جن میں سنن اور نوافل پڑھنے مکروہ ہے (کذا) از رسالہ مولوی عبدالحلیم صاحب ۔

۱۴- مسائل متفرقہ ۔
۱۵- بیان جواز تلقین میّت بعد دفن ۔
۱۶- ترکیب صلوٰۃ الہول ۔
۱۷- چند مسائل ماخوذ از رسالہ در الفرید ۔
۱۸- نماز قضا کے بیان میں ۔
۱۹- بیانِ اذان از مظاہرِ حق ۔
۲۰- فضائل یومِ عاشورہ ۔

(۱۱)

اوراق : ۵۹

آغاز : چیزے حال در ذکر و وقت و تاریخ خروجِ مہدی موعود از کتاب حجج الکرامہ فی آثار القیامہ تصنیف مولوی صدیق حسن صاحب شوہر والیہٗ بھوپال نوشتہ می شود . . .“ ۔

اختتام : ”پس اب جو شخص کہ نکاح ثانی کو بُرا اور ننگِ خاندان جانتا ہے بلاشبہ وہ شخص دائرۂ ایمان اور اسلام سے خارج ہے ۔ نعوذ باللہ منہا“ ۔

ترقیمہ : ”برائے یادداشت نوشتہ شد ۔ محررہ ۱۲ ربیع الاول یوم دوشنبہ ۱۳۰۰ ہجری قدسی ۔ کاتب الحروف عاصی عبدالجلیل عفی عنہ ۱۲“ ۔

مندرجات : ۱- فائدہ در زمانہٗ تبع تابعین ۔
۲- تفصیل چہاردہ معصومین ۔
۳- ذکر بودن امام مہدی در اولاد حضرت امام حسنؑ ۔
۴- نقل عبداللہ بن طاہر ۔
۵- نقل بادشاہ و وزیر ۔
۶- بعض فضائل آنحضرت صلعم ۔
۷- بیانِ عصائے حضرت موسیٰ علیہ السلام ۔
۸- فائدہ بچا ہوا کھانا کھانے سے ۔
۹- بیان الکوٹھی حضرت صلعم ۔

۱۰- گوشت کھانے کے بیان میں -

۱۱- فائدہ از حیاۃ الحیوان و ذکر نماز وغیرہ -

۱۲- فضیلت نکاح ثانی -

(۱۲)

اوراق : ۳۸

آغاز : ''جواب خط بیگم صاحبہ کہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب مرحوم قدس سرہ بمقدمہ احوال ترقیم کردہ اند اینست - بیگم صاحبہ معظمہ محترمہ سلامت از فقیر عبدالعزیز بعد از سلام و دعاء خیر . . . ''-

اختتام : ''اور ہوں گی اس میں تین طنابیں نور کی ، ایک مشرق میں ، دوسری مغرب میں ، تیسری مکۂ معظمہ میں ، اور اُس پر تین سطریں لکھی ہوں گی - پہلی سطر میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - دوسری سطر میں الحمد للہ رب العالمین - تیسری سطر میں لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ - اور درازی ہر سطر کی ہزار برس کی راہ کی ، اور چوڑائی بھی اُس کی اُسی قدر - ریاض الازہار'' -

مندرجات : ۱- فائدہ : بیان آنحضرت صلعم کی مہر شریف کا -

۲- بیان تفصیل مہر از مظاہر حق ترجمۂ مشکوٰۃ شریف -

۳- بیان ، تعداد انبیا کی اور ذکر نزول صحائف کرام اور بیان امتداد زمان از ابتدائے خلقت آدم تا ظہور حضرت خاتم النبوت صلوات اللہ تعالٰی اجمعین -

۴- حدیث تمیم دارمی در بیان دجال کہ بچشم خود او را دیدہ آمدہ بودند -

۵- بیان سخاوت اور صدقہ دینے کا -

۶- مسائل عملیہ -

۷- بیان لوائے محمد -

(۱۴)

اوراق : ۸۰

آغاز : ''رسالہ 'تمیزالکلام در بیان حلال و حرام' سے مسائل حلّت اور حرمت جانوروں کی عموماً و خصوصاً موافق چاروں مذہب اہلِ سنّت والجماعت اور پانچویں مذہب اثنا عشری کی معہ تعین نام ہندی و فارسی و عربی و ترکی بعضے جانوروں مشہور کی لکھی''۔

اختتام : ''ترجمہ : اور تم لوگ 'برا نہ کہو جن کو وہ پکارتے ہیں اللہ کے سوا کہ وہ 'برا کہہ بیٹھیں اللہ کو بے ادبی سے بِن سمجھ ۔ اسی طرح ہم نے بھلے دکھائے ہیں ہر فرقے کو اُن کے کام پھر اُن کو اپنے رب کے پاس پہونچنا ہے تب وہ جتا دے گا جوکچھ کرتے تھے''۔

مندرجات : ۱۔ رسالہ 'تمیزالکلام در بیان حلال و حرام' سے مسائل حلّت اور حرمت جانوروں کی ۔

۲۔ ذکر کلمۂ طیّب و فضائل آں از رسالہ مولوی عبدالواجد صاحب ۔

۳۔ چند دعا ازکتاب ''ظفر جلیل'' ۔

۴۔ فضیلت درود بعد نماز صبح و مغرب ۔

۵۔ مختصر فضائل تسبیح و تحمید ۔

۶۔ طریق توبہ ۔

۷۔ بیان طوفان و کشتی حضرت نوح علیہ السلام ۔

۸۔ ذکر کثرت و جسامت و شکل و صورتِ یاجوج ماجوج ۔

۹۔ بیان سرگردانی تیہ بنی اسرائیل و نزول من اور سلویٰ ۔

۱۰۔ فضیلت و حدود ملکِ شام ۔

۱۱۔ بیان تیہ بنی اسرائیل ۔

۱۲۔ حقیقت من اور سلویٰ ۔

۱۳۔ روایت دیگر در تحقیق من و سلویٰ ۔

۱۴۔ بیان فائدہ کہ آسمان سے حضرت عیسیٰؑ اور اُن کی اُمّت پر نازل ہوا تھا ۔

۱۵- بیان ، جانا حضرت موسٰی علیہ السلام کا کوہِ طور پر واسطے طلبِ کتاب کے -
۱۶- بیان کیفیت توریت -
۱۷- بیان حالِ سامری اور گو سالہ -
۱۸- بیان ابتلائے یہود در عہد حضرت داؤد علیہ السلام -
۱۹- بیانِ تعمیر شہر بیت المقدس و شروع و اختتام بنائے مسجدِ اقصٰی -
۲۰- بیانِ عرض و طولِ مسجدِ اقصٰی -
۲۱- بیانِ جسامت و قوت قومِ عاد -
۲۲- فائدہ در بیان حضرت الیاس پیغمبر علیہ السلام -
۲۳- فائدہ در وجہ تمکین نمرود -
۲۴- کیفیت تابوتِ سکینہ -
۲۵- قصۂ ہاروت و ماروت -
۲۶- چند فائدے ترجمۂ عجائب القصص سے -
۲۷- حالِ اضطراب زمین -
۲۸- طریقِ رجمِ شیاطین -
۲۹- حالِ دریا -
۳۰- کیفیت بروجِ آسمانی اور نام اور صورت برجوں کی -
۳۱- حال کوہِ قاف و ماہی و گاؤ کہ زمین را برداشتہ اند -
۳۲- بیانِ مخلوقات -
۳۳- حالِ عرش -
۳۴- حالِ آسمان و زمین -
۳۵- حالِ کرسی -
۳۶- حالِ قلم و لوحِ محفوظ -
۳۷- حالِ عوج بن عنق -
۳۸- حالِ سد ذوالقرنین -
۳۹- مشابہت مشرکین با کفار -
۴۰- فضیلت حج اکبر -
۴۱- فضائل مسواک -
۴۲- ثبوتِ اوقاتِ نماز از قران -

۴۳- بعض آیاتِ قرآن شریف مع ترجمہ و فائدۂ آن از موضح القرآن نوشتہ شدہ‌اند ۔

(۳۱)

اوراق : ۴۹

آغاز : ''تعداد سورت ہائے کلام اللہ

سور ہائے کلامِ ربّانی
یک صد و چار دہ بقین دانی
اولین فاتحہ ، بقر دیگر
آلِ عمران ہس، نسا بنگر''

اختتام : ''مولانا اسحاق صاحب کی تحقیق اس میں یہ ہے کہ جیسا آتا تھا ویسا نہ پڑھ سکے ، یعنی اگر یاد تھا ، اور اب بھول گیا کہ یاد نہیں پڑھ (کذا) سکتا تو یہ بھولنا ہے اُس کا اور اگر ناظرہ پڑھا تھا اور وہ ایسا ہوگیا کہ دیکھ کر نہیں پڑھ سکتا تو یہ بھولنا اُس کا ہوا ۔ ۱۲ ۔ منہ مظاہرِ حق'' ۔

مندرجات : ۱- اسمائے انبیاء کرام کہ در کلام اللہ ہستند ۔ (منظوم)
۲- چیزے از جائے دیگر و نیز از کتاب الف لیلہ بطور سوال و جواب نوشتہ می شود ۔ [قرآن شریف اور انبیائے کرام کے بارے میں بعض بنیادی معلومات]
۳- بیان سجدہ تلاوت قرآن از مظاہرِ حق ۔
۴- قرآن شریف کے جن لفظوں کے زیر و زبر میں غلط پڑھنے سے کفر ہوتا ہے ، اُس کا بیان ۔
۵- تفصیل مخارج حروف از رسالہ زینت القاری ۔
۶- بیان حرف استعلا ۔
۷- بیان حروف مدہ ۔
۸- حرفوں کی صفات ۔
۹- بیان اوقاف قرآنِ شریف از رسالہ مفتی عنایت احمد صاحب و مولوی سعد اللہ صاحب و رسالہ زینت القاری ۔

۱۰- بیان تفخیم اور ترقیق کا ۔
۱۱- فضائل کلام اللہ از رسالہ مولوی سعید احمد صاحب و رسالہ مقصود القاری و چہار باب ۔
۱۲- فضائل قرآن شریف از تنبیہ الغافلین ۔
۱۳- فضائل قرآن از مظاہر حق ، ترجمہ مشکوٰۃ شریف ۔
۱۴- فضائل بعض سورہ و آیات از ''ظفر جلیل'' ۔
۱۵- الفاظ تسبیح ، تہلیل اور تحمید وغیرہ کے معنی ۔
۱۶- ترکیب عقد انامل از شرح رسالہ مولانا رفیع الدین صاحب دہلوی ۔
۱۷- بعض فوائد از مشارق الانوار ۔ عدم مواخذۂ وساوس ۔
۱۸- بیانِ نصاب سرقہ ۔
۱۹- عدم جواز قتل ۔
۲۰- مسائل سگِ شکاری ۔
۲۱- ذکرِ خواب پریشاں ۔
۲۲- ثواب درخت نشاندن ۔
۲۳- کراہیتِ جرس و گھونگرو ۔
۲۴- جوازِ قتل پنج جانور موذی ۔
۲۵- سببِ تاکیدِ ظروف پوشی ۔
۲۶- بیان تعیّن ساعت مقبولہ روز جمعہ ۔
۲۷- مخالفت دشنام دادن بزمانہ از مظاہرِ حق ترجمہ مشکوٰۃ شریف ۔

(۱۵)

اوراق : ۳۶

آغاز : ''شجرۂ نقش بندیہ ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد وسیلۃ الطالبین و علیٰ آلہ و اصحابہ ائمۃ السالکین ۔ اما بعد پس فلاں ابن فلاں بشرف بیعت و توبہ مشرف شد و در سلکِ طریقہ علیہ نقش بندیہ بتوسط ایں فقیر منسلک گشت'' ۔

اختتام : ''قاضی خان یوسف ناصحی ۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ممدوح ہمیشہ وعظ اور نصیحت فرمایا کرتے تھے ، اس وجہ سے ناصحی مشہور ہوئے یا ناصح نام کسی موضع یا قبیلہ کا ہو کہ اُس کی جانب منسوب ہوں ۔ دلہور با الکسر (کذا) و فتح (کذا) نون و واؤ ، ایک شہر ہے مشہور''۔

ترقیمہ : اس حصے کے پہلے باب میں مرتّب ِ بیاض کے سلسلۂ بیعت کا شجرہ ہے ۔ اس کے آخر میں یہ ترقیمہ ہے : ''تمت تمام شد شجرۂ سیّد عبدالجلیل من طریقۃ النقشبندیہ بید ناچیز عبدالحفیظ ۔[1] ۱۳ ربیع الثانی یوم الخمیس ۱۲۷۱ ہجری'' ۔

ایک ایسا ہی شجرہ خود مرتّب کے قلم سے بھی ہے جس کے آخر میں ۱۱ ربیع الاول ، ۱۲۷۷ھ کی تاریخ ہے ۔ مرتّب نے اپنے دادا سیّد شاہ ابو سعید کا شجرۂ سلسلۂ بیعت بھی درج کیا ہے اور اُس کے آخر میں ''۵ جمادی الثانی ، ۱۲۷۲ھ بروز جمعہ'' لکھا ہے ۔ اس حصے میں تین اَور تاریخیں بھی ملتی ہیں جو بالترتیب ۱۷ رمضان ، ۱۲۷۱ھ ، ۱۸ رمضان ، ۱۲۷۱ھ اور ۹ ذیقعدہ ، ۱۲۷۱ھ کی ہیں ۔

مندرجات : ۱۔ مسئلہ ۔ تمام روز اور تاریخیں خدا کی طرف سے جاننی چاہییں ۔

۲۔ حلف نامۂ سلسلۂ نقشبندیہ ۔

۳۔ تحقیق بعض الفاظ اسماء شجرہ از ''شفاء العلیل'' وغیرہ ۔

۴۔ غزل رند : دید گل کے تجھے پڑ جائیں گے لالے بلبل

۵۔ مخمس در تعریف سیّد غلام مصطفیٰ از میر انور علی ۔

۶۔ بعض فوائد از رسالہ ''رفیق السالکین'' تصنیف مولوی کرامت علی جونپوری ۔

۷۔ بعض شہروں کا تعارف ۔

---

[1] سیّد عبدالحفیظ ، مرتّب ِ بیاض کے صاحب زادے تھے ۔ یہ شاعر تھے اور ان کا تخلص عاجز تھا ۔

(۱۹)

اوراق : ۳۹

آغاز : ''غزل خواجہ میر درد :

مقدور ہمیں کب ترے وصفوں کے رقم کا
حقّا کہ خداوند ہے تو لوح و قلم کا''

اختتام : ''بنامش عاشقِ عیسیٰ کلیم اللہ شیدائی
خلیل اللہ جانبازی ذبیح اللہ قربانی
نگاہے از کرم فرما باحسن ہمچو مغموے
غلامے خاک تعظیمی سگِ کوئے ثناخوانی''

مندرجات : ۱- غزلیات خواجہ میر درد :

(۱) مقدور ہمیں کب ترے وصفوں کے رقم کا
(۲) مدرسہ یا دیر تھا یا کعبہ یا بت خانہ تھا
(۳) جان پہ کھیلا ہوں میں میرا جگر دیکھنا
(۴) اکسیر پر مہوّس اتنا نہ ناز کرنا
(۵) مثل نگیں جو ہم سے ہوا کام رہ گیا
(۶) جگ میں آ کر اِدھر اُدھر دیکھا
(۷) عاشقِ بیدل ترا یاں تک تو جی سے سیر تھا
(۸) اگر یوں ہی یہ دل ستاتا رہے گا
(۹) ہم نے کس رات نالہ سر نہ کیا
(۱۰) قتلِ عاشق کسی معشوق سے کچھ دور نہ تھا
(۱۱) تو اپنے دل سے غیر کی اُلفت نہ کھو سکا
(۱۲) انداز وہ ہی سمجھے مرے دل کی آہ کا
(۱۳) تم نے تو ایک دن بھی نہ ایدھر گذر کیا
(۱۴) کھلا دروازہ میرے دل پہ از بس اور عالم کا
(۱۵) دنیا میں کون کون نہ یک بار ہو گیا
(۱۶) تجھی کو جو یاں جلوہ فرما نہ دیکھا
(۱۷) گل و گلزار خوش نہیں آتا
(۱۸) اہلِ زمانہ آگے بھی تھے اور زمانہ تھا

(۱۹) کچھ لائے نہ تھے کہ کھو گئے ہم
(۲۰) مژگانِ تر ہوں یا رگِ تاکِ بریدہ ہوں
(۲۱) ہستی ہے جب تلک ہیں اسی اضطراب میں
(۲۲) نہ ہم غافل ہی رہتے ہیں نہ کچھ آگاہ ہوتے ہیں
(۲۳) دل کو لے جاتی ہیں معشوقوں کی خوش اسلوبیاں
(۲۴) آہ پردہ تو کوئی مانع دیدار نہیں
(۲۵) اے ہجر کوئی شب نہیں جس کو سحر نہ ہو
(۲۶) گرچہ ہم مردہ دل اے جانِ جہاں جیتے ہیں
(۲۷) دل تو سمجھائے سمجھتا بھی نہیں
(۲۸) میں تو سو باتیں نصیحت کی کہیں

۲- غزل تراب : کوئی شہر نہیں شہر مدینے کے برابر

۳- غزل عیشی :

جلا دے طور او سوزِ نہانی

۴- غزل مومن : اگر غفلت سے باز آیا جفا کی

۵- خمسہ مولوی الٰہی بخش نازش بر غزلِ مومن خاں :

توقع کیا ستم گر سے وفا کی

۶- خمسہ نازش بر غزلِ کلیم :

کھنچ گیا طول کو افسانۂ بیاری دل

۷- غزل : یا الٰہی کب ملے گا وہ جوان سرو قد

۸- غزل اصغر :

تصور میں ترے رہنا فراغت اس کو کہتے ہیں

۹- مناجات مولوی محمد قطب الدین خاں :

الٰہی میں ہوں بندہ بس گنہگار

۱۰- مناجات دیگر :

ہے دعا یا رب یہ با عجز اتم

۱۱- خمسہ ظفر بر مناجاتِ حضرت جنید :

گناہوں کا مرے از بس ہے طغیاں

۱۲- خمسہ ظفر بر غزلِ سنائی :

بے پر دنیا یونہی بک بک کے عبث جان کھپائی

۱۳- مناجات آزاد :

نہیں کٹتی گناہوں کی مری شب تار یا اللہ

۱۴- مناجات :

فضل کر یا رب محمد مصطفٰی کے واسطے

۱۵- مثنوی ہند از علمی :

ہیں فضائل جمعہ کے اے اہلِ ایمان بے شمار

۱۶- قطعہ فخر :

کیا لکھوں بھکتوں کا اپنے عہد کے اے فخر وصف

۱۷- خمسہ سیّد عبدالحفیظ عاجز[1] بر غزل قدسی -

۱۸- مناجات در اشتیاق مکہ معظمہ :

الٰہی یہ تمنّا ہے حرم کی راہ کو دیکھوں

۱۹- مناجات در اشتیاق مدینہ :

عجب کیا عالمِ برزخ جو مثلِ روز روشن ہو

۲۰- ترجیع بند در نعت از شاہ انور :

کیا تاب لکھ سکوں جو تری نعت مصطفٰی

۲۱- ترجیع بند در نعت ار مولوی کافی :

معراج کی شب بعینِ فرحت

(۱۷)

اوراق : ۳۱

آغاز : ''غزل رند :

جو جس کے حق میں سمجھا وہ بہتر بنا دیا

مجھ کو فقیر تجھ کو تونگر بنا دیا

اختتام : ''نمی دانم حدیثِ نامہ چونست

ہمی بینم کہ عنوانش بخونست''

[سعدی]

۱- مرتّب نے عاجز کے نام سے پہلے ''نورِ چشم'' اور بعد میں ''مرحوم'' لکھا ہے - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عاجز کا انتقال مرتّبِ بیاض کی زندگی میں ہوا تھا -

مندرجات : ۱- غزل رند : مطابق 'آغاز'

۲- غزل شائق :

مری فسق و فجور میں عمر کٹی کوئی حسن عمل تو کیا ہی نہیں

۳- غزل ظفر :

نہ درویشوں کا خرقہ چاہیے نے تاج شاہانہ

۴- غزل :

جو تماشا دیکھنے دنیا کا تھے آئے ہوئے

۵- نصیحت :

اے مومنو یہ دنیا دو دن کی زندگانی

۶- غزل رمضان :

عزیزو عالم فانی سے جب اپنا گذر ہوگا

۷- غزل شیدا :

اجل کے کوچے میں تیرا گذار ہووے گا

۸- نصیحت :

اب صدقِ دل سے مومنو اللہ کی باتیں سنو

۹- غزل سلیس :

کٹی گناہوں میں عمر ساری الٰہی توبہ الٰہی توبہ

۱۰- غزل فیاض :

الٰہی اپنے نبی کا مجھے مزار دکھا

۱۱- خمسہ مہر بر غزلِ نسیم :

سرائے دنیا ہے خوف کی جا ہر ایک کو کوچ دم بدم ہے

۱۲- غزل ظفر :

کتنے ہی ہوگئے ہیں جم وکیقباد خاک

۱۳- از ترجمہ ''منہیات'' :

اے کہ دنیا میں ہوا ہے مشتغل

۱۴- ایضاً :

تو دیکھے کس طرح گزرے ہے دن رات

۱۵- ایضاً :
اگرچہ لوگوں پر توبہ ہے واجب

۱۶- ایضاً :
دیکھتا ہوں ہیں بہت میرے گناہ

۱۷- ایضاً :
جان لے اے خصمِ دنیا بالیقین

۱۸- نظم از مولوی خرم علی :
خدا فرما چکا قرآں کے اندر

۱۹- ایضاً :
کیا تجھ سے کہوں حدیث کیا ہے

۲۰- قصیدۂ عاجز در پند و نصیحت :
کہہ حمد خداوند کہ ہے سب سے وہ والا

۲۱- قصیدہ در پند از مولوی محمد علی :
ہے حمد کے لائق وہ خداوند تعالیٰ

۲۲- اشعار پند از مثنوی "عبرت افزا" از مولوی محمد علی :
خاص زیبا ہے اُسی کو خلعتِ حمد و ثنا

۲۳- غزل شمس الدین بردوانی متخلّص بہ شمس :
ہرگز اُس کو نہ گذر بر در جنت ہوگی

۲۴- مناجات تراب در پند :
بے طرح ہوگی اُسے واں شرمساری ہائے ہائے

۲۵- غزل ہار ہاسی [شاعر کا نام درج نہیں - یہ قطعہ ہے] :
ہار ہاسی کچھ پڑے تھے یک طرف دیوار ہر

(۱۸)

اوراق : ۶۴

آغاز : "غزل حافظ :

این چہ شوریست کہ در دور قمر می بینم
ہمہ آفاق پُر از فتنہ و شر می بینم"

اختتام : ''بتاریخ ۹ ، شہر جمادی الاوّل یوم پنجشنبہ ۱۳۱۹ ہجری نور چشمی زینب صبیہ سیّد عبدالعزیز صاحب ساکن . [ناخوانا] در لکھنؤ بوقت دوپہر بعارضہ ہیضہ انتقا نمود ـ انا للہ و انا الیہ راجعون ـ نعشِ آن مرحومہ لکھنؤ روانہ شدہ بروز جمعہ بستم شہر صدر کو بوقت ۰ بجے دن کو داخلِ تکیہ ہوئی اور یازدہ بجے دن کو بروز جـ مدفون ہوئی ـ دو لڑکے اُس کو حسن اور سعید ہیں . [ایک لفظ ناخوانا] بائیس سال کے انتقال کیا ـ اللہ تعا مغفرت فرمائے'' ـ

کیفیت : اختتام کی مذکورہ عبارت سیّد عبدالرشید کے قلم سے ہے

مندرجات : ۱ـ مخمّس رضا :

پہنچے نہ تیرے حُسن کو ز نہار ماہ و مشتری

۲ـ غزل میر :

غم رہا جب تک کہ دم میں دم رہا

۳ـ شہر آشوب برق کہ بعد فوت نصیرالدین حیدر بادہ لکھنؤ گفتہ اند :

کل کے مذکور ہیں یہ اپنے بھی افسانے تھے

۴ـ قصیدۂ تشنہ در حالِ تخریب دہلی :

فلک زمین و ملائک جناب تھی دہلی

۵ـ مسدس ظفر :

کیا پوچھتے ہو کج روی چرخِ چنبری

۶ـ مثنوی در فضائل جہاد از مولوی خرم علی :

بعد تحمید خدا نعتِ رسول اکرم

۷ـ مناجات موسوم بہ نعمت عظمیٰ از ہاتفی :

میرے معبود اے میرے اللہ

(۱۹)

اوراق : ۴۱

آغاز : ”غزل جامی :
عارضست این یا قمر یا لالۂ حمراست این
یا شعاعِ شمس و یا آئینۂ دلہاست این“

اختتام : ”کہا لیلی نے شیریں سے اکثر
رہا مجنوں کا سر ہے میرے پا پر
کبھی تو نے بھی پوچھا حالِ فرہاد
پڑے پتھر تمہارے آشنا پر“

مندرجات : ۱- نظمِ علمی :
حضرت آدم نبی نیچے زمیں کے چل بسے
۲- غزلِ امیر (یہ قطعہ ہے) :
ایک دن ایک استخواں پر جا پڑا میرا جو پاؤں
۳- قبیح و ملیحِ حیرت :
حق کرے ہووے سدا تیری بڑی
۴- غزلِ افسوں :
گر پردہ رخ سے دور کرے وہ نقاب کا
۵- غزل :
وہ چمن کدھر گئے باغباں وہ بہار عیش فزا کہاں
۶- قطعۂ غالب :
اے شہنشاہِ آسماں اورنگ
۷- مسدس در تہنیتِ عیدالضحیٰ :
سریر آرائے گردوں جب تلک سلطانِ خاور ہو
۸- غزلِ سراج :
خبرِ تحیّرِ عشق سن نہ جنوں رہا نہ پری رہی
۹- غزلِ وزیر :
سر مرا کاٹ کے پچھتائیے گا
۱۰- غزل :
اشک آنکھوں میں بھرا کرتے ہیں

۱۱- غزلِ آتش :
اُلجھا ہے دل بتوں کے گیسوئے پرشکن میں

۱۲- غزل [یہ نعت ہے] :
در فیضِ محمد وا ہے آئے جس کا جی چاہے

۱۳- غزلِ ہوس :
مغتنم جانیے ہم صحبتِ یاراں ہونا

۱۴- غزلِ سلیم :
جب تک کہ ہم صنم سے مل کر بہم نہ ہوں گے

۱۵- غزلِ سلیم :
دن گیا ہجر میں اُس یار کے روتے روتے

۱۶- غزلِ عیشی :
یہ تصوّر نے ترے جلوہ گری دکھلائی

۱۷- غزلِ قدرت :
کس کی نیرنگی یہ برقِ خاطرِ مالوس ہے

۱۸- غزلِ مولوی نیاز احمد :
عشق میں تیرے کوہِ غم سر پہ لیا جو ہو سو ہو

۱۹- غزلِ مولوی سیّد محمد علی :
جو فتنہ روز رستا خیز عالم میں بپا ہوگا

۲۰- خمسہ مولوی احمد علی سخنور بر غزل مصحفی :
ایک کی جانب نہیں کرتا اشارہ دوسرا

۲۱- غزلِ آتش :
رنگ جو جو کچھ کہ چاہیں لائیں بن میں آپلے

۲۲- غزلِ مصحفی :
ہے جو گم دریائے اُلفت کا کنارا دوسرا

۲۳- غزلِ شہیدی :
مشامِ بلبل میں عطر گل کی ہنوز بو بھی نہیں گئی ہے

۲۴- غزلِ ظفر :
صوفیوں میں ہوں نہ رِندوں میں نہ میخواروں میں ہوں

۲۵- ایضاً :
کشتہ ہوں کس کے طرّۂ عنبر شمیم کا
۲۶- ایضاً :
دل کا آئینہ جب صفا دیکھا
۲۷- غزل اختر :
عجب ڈھب کی یہ تعمیر خراب آباد ہستی ہے
۲۸- غزل ذوق :
یہ اقامت ہمیں پیغامِ سفر دیتی ہے
۲۹- غزل مبین :
ہوئے دفن جو کہ ہیں بے کفن الھیں روتا ابر بہار ہے
۳۰- غزل ظفر :
گئی یک بیک جو ہوا پلٹ کہ نہ دل کو اپنے قرار ہے
۳۱- غزل عیش :
حالِ عالم آہ کیف و کم میں کیا تھا کیا ہوا
۳۲- غزل ناسخ :
ہوش اُڑاتی ہے ہماری بے قراری ان دلوں
۳۳- غزل سودا :
گل پھینکے ہیں اوروں کی طرف بلکہ ثمر بھی
۳۴- غزل جان عاشق[1] :
صبر عاشق کو کہاں جو کوئے جاناں چھوڑ دے
۳۵- غزل نظیر :
کل نظر آیا چمن میں اک عجب رشکِ چمن
۳۶- غزل ظفر :
جلایا آپ ہم نے ضبط کر کے آہِ سوزاں کو
۳۷- غزل مصحفی :
لافِ خوبی ترے عارض سے جو گلشن مارے

۱- مرتّبِ بیاض نے یہ تخلّص صحیح نہیں لکھا۔ آخری شعر کا مصرعِ اوّل یہ ہے :
ہے اگر اے جان، عاشق کی اسیری کا خیال

۳۸- غزل سپہر :

کھولے گر زلف جہانہ درہم و برہم ہو جائے

۳۹- غزل عشرت :

شب وصال ہے دل پر قلق ابھی سے ہے

۴۰- غزل انشا :

جگر کی آگ بجھے جس سے جلد وہ شے لا

۴۱- غزل برق :

ہے عجب لذت شکار افگن ترے تیروں کے بیچ

۴۲- غزل میر :

الٹی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا

۴۳- غزل قلق :

ادا سے دیکھ لے جاتا رہے گلہ دل کا

۴۴- غزل بیدار :

کون اس بازار خوبی میں ترے ہم سنگ ہے

۴۵- غزل جرأت :

آنکھ اپنی روتے روتے نہ شب تا سحر لگی

۴۶- غزل انیس :

باعث وحشت ہوئی بے اعتنائی آپ کی

۴۷- غزل اسیر :

جادۂ راہ بقا غیر از فنا ملتا نہیں

۴۸- غزل جرأت :

شکل دو دن سے جو تم نے ہم کو دکھلائی نہیں

۴۹- غزل درد :

تہمت چند اپنے ذمے دھر چلے

۵۰- غزل درد :

مجھے عمر بھر ترے وصل کی جو ہوا تھی دل میں بھری رہی

۵۱- غزل درد :

کیا فرق داغ و گل میں کہ جس گل میں بو نہ ہو

۵۲- غزل نیاز احمد :

بھلا چند روزہ سے دل اپنا شاد کیوں کیجے

۵۳- غزل لیاز احمد :
منہ اپنا جو تو نے دکھایا مجھے

۵۴- قطعہ - آخری مصرع :
بات پھوٹی زبان پیکاں سے

۵۵- قطعۂ بقا - آخری مصرع :
جانے دو اب اس پہ خاک ڈالو

۵۶- قطعہ [یہ رباعی ہے] - آخری مصرع :
ناچا جنگل میں مور کس نے دیکھا

۵۷- قطعہ - یہ 'اختتام' کے تحت درج کیا جا چکا ہے -

(۲۰)

اوراق : ۵۰

آغاز : ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - حمد باری تعالیٰ از فریدالدین عطار :

حمد بے حد بر خدائے پاک را
آں کہ ایماں داد مشت خاک را''

اختتام : ''بزہد خشک ملاف ایں قدر چنیں زہاد
بنوش بادۂ رندی کہ عمر شد برباد''

مندرجات : ۱- ترجمۂ مناجات صدیق من نواب قطب الدین خان صاحب -
۲- مناجات حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مع تضمین امانت علی -
۳- نورنامہ (مصنّف نامعلوم) -
پہلا شعر :
یا رؤف و رحیم یا اللہ
کر تو میرے اوپر کرم کی نگاہ
۴- تضمین بر نعت قدسی از کافی -
۵- ترجیع بند در نعت از شہید -
۶- تضمین بر نعت قدسی از کرم -
۷- ترجیع بند در نعت از شرر -

(۲۱)

اوراق : ۱۸

آغاز : "رباعی (کذا) :

جہاں جام و فلک ساقی ، اجل مے
خلائق بادہ نوشِ مجلسِ وے
خلاصی نیست آخر ہیچکس را
ازیں جام و ازیں ساقی ازیں مے"

اختتام : "فرد :

گیسوے مشکیں رخِ محبوب تک آنے لگے
چشمۂ خورشید میں بھی سانپ لہرانے لگے"

کیفیت : اس حصے کے آخری ۹ ۲ ، اوراق میں اُردو فارسی کے متفرق اشعار ہیں - کہیں کہیں شاعر کا نام بھی لکھا ہے ، لیکن عموماً یہ اہتمام نہیں کیا گیا ۔ شعر لکھنے میں بھی کاتب نے کوئی ترتیب پیشِ نظر نہیں رکھی ۔ جہاں جگہ ملی ، اور بیاض جس رُخ سے سامنے آئی ، وہیں کوئی شعر لکھ دیا ہے ۔

مندرجات : ۱- رباعی [یہ قطعہ ہے] :

بخت سیاہ نے مجھے مارا پھرا پھرا

۲- ناسخ کے دو شعر :

تمھارے گیسوؤں کے ڈھنگ دنیا سے نرالے ہیں

۳- مخفی کے دو شعر :

کون سی وہ چیز ہے اکثر بنے اور ٹوٹ جائے

۴- مخمس از شاہ حسین جونپوری (ایک بند) :

بتائیں ہم تمھارے عارض و کاکل کو کیا سمجھے

۵- قطعۂ وزیر :

جو عاشق ہے مرا نالوں سے وہ ہم چشم بلبل ہے

۶- رباعی از میر امیر صاحب [یہ قطعہ ہے] :
یہ دل کس کو دوں تم پہ وارا ہوا

۷- رباعی [یہ قطعہ ہے] :
اللہ نے پیدا جو کیا رنج و بلا کو

۸- غزل باقی :
پیر تھرائے تھے جن کے سامنے جاتے ہوئے

۹- غزل انشاء اللہ خاں :
آئے نہ آپ رات جو اپنے قرار پر

۱۰- قطعۂ سودا :
شق جا بجا ہے آہ یہ کس کا مزار ہے

۱۱- قطعۂ حالی :
طبع اپنی تھی ہے عشق کی جو متوالی

۱۲- قطعۂ داغ :
اللہ کرے حسنِ رقم اور زیادہ

۱۳- قطعہ :
ایک وہ ہیں جنھیں تصویر بنا آتی ہے

۱۴- قطعہ :
نامہ بر قتل ہوا کرتے ہیں

۱۵- رباعی میر مونس [یہ قطعہ ہے] :
کہیں گدا سے حساب و کتاب ہوتا ہے

۱۶- رباعی میر انیس :
تابوت میں کاندھوں پہ سوار آیا ہوں

۱۷- میر درد کے دو شعر :
گر جان ہے تو جان کے آزار ساتھ ہے

۱۸- رباعی :
آغوشِ لحد میں جبکہ سونا ہوگا

۱۹- قطعۂ ظفر :
ہوتی نہیں وہ زلفِ سیہ فام فراموش

۲۰- رباعی ظفر [یہ قطعہ ہے] :
آشنا کون رہا جس سے رکھیں ہم صحبت

۲۱- رباعی سودا [یہ قطعہ ہے] :
نہ اُس شوخ کو دل کو دیتے بنے ہے

۲۲- رباعی [یہ قطعہ ہے] :
دنیا میں جس کسی کو کہ ہرگز الم نہ ہو

۲۳- قطعہ :
جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا

۲۴- قطعہ :
دست و پا کانپتے ہیں 'پوسٹر اشغال ہے آج

۲۵- رباعی :
اے یار کسی کو تو جو کلپاوے گا

۲۶- رباعی [یہ قطعہ ہے] :
غریب و بے نوا ہوں میں ستا لے جس کا جی چاہے

۲۷- رباعی [یہ قطعہ ہے] :
یہ کس بت کی ترچھی نظر ہو گئی

۲۸- رباعی رنگین :
رنگین ایک وضع پر گزارا نہ ہوا

۲۹- رباعی رنگین :
زاہد کہتا ہے بت پرستی کو چھوڑ

۳۰- قطعہ سودا :
بازی اگرچہ لے نہ سکا سر تو کھو سکا

۳۱- رباعی [یہ قطعہ ہے] :
شہد میں جیسے مگس ہم حرص میں پابند ہیں

۳۲- قطعہ میر :
یعنی آگے چلیں گے دم لے کر

۳۳- قطعہ :
رنجور کا انیس ہے ہمدم علیل کا

۳۴- رباعی [یہ قطعہ ہے] :
بد زبانی کی زیادہ نہ کہیں خو ہو جائے

۳۵- رباعی :
گزرے گی جہاں میں یا الٰہی کیوں کر

۳۶- رباعی [یہ قطعہ ہے] :
حق نگہباں ہو تو کیا ڈر ہے

۳۷- رباعی [یہ قطعہ ہے] :
کسی کا کندہ نگینے پہ نام ہوتا ہے

۳۸- قطعہ :
تو اتنا تجھ سے خدایا امیدوار ہوں میں

۳۹- دو شعر :
تردد تم کو کیوں اے ساکنانِ ملک ہستی ہے

۴۰- قطعہ :
الٰہی تجھ کو غفور الرحیم کہتے ہیں

۴۱- قطعہ :
صدا یہ کان میں پہنچی دہانِ تربت سے

۴۲- رباعی :
ہے عہدِ شباب زندگانی کا مزا

۴۳- قطعہ، مصحفی :
یاں جامۂ حیات کی قطع و برید ہے

۴۴- قطعہ، حسرت :
حسرت کے مزار پر گئے ہم

۴۵- قطعہ، آتش :
خانۂ قاضی میں جا کر کیجیے مے خواریاں

۴۶- قطعہ، آتش :
بوئے شبِ عروسی مہماں ہے پیرہن میں

۴۷- قطعہ، مصحفی :
کہا کیا نہ گل چلے گئے دامن کو جھاڑ کر

۴۸- مسدس در منقبت حضرت علی (ایک بند) :
علی کا نام بھی نامِ خدا کیا راحتِ جاں ہے

۴۹- قطعہ :
دنیا کی نہ کر تو خواستگاری

۵۰- رباعی :
مے خانے میں لت پھرے ہے مٹکی مٹکی
۵۱- رباعیٔ عزیز :
ہشیار ، کسی گل کے نہ دم میں آنا
۵۲- رباعیٔ خواجہ میر درد [یہ قطعہ ہے] :
دو مصوّر کھینچنے آئے تھے اک تصویر یار
۵۳- اشعار خواجہ میر درد :
دل سے شوق رخ نکو نہ گیا
۵۴- رباعی [یہ قطعہ ہے] :
بھلا آپ تشریف لے جائیے
۵۵- رباعیٔ درد :
اے درد یہ درد دل سے کھونا معلوم
۵۶- قطعہ :
لاش پر میری ہوا صبح جو خلقت کا ہجوم
۵۷- خمسہ (ایک بند) :
اے گل گلزار دیں ، وے سرو بستان نبی
۵۸- قطعۂ میر :
نہ مجنوں ہی تھا واں نہ واں کوہکن تھا
۵۹- قطعۂ میر :
کیا پوچھتے ہو ہم سے پورب کے ساکنوں (کذا)
۶۰- دو شعر :
دل نالاں کو ہم چھیڑیں ذرا ارگن کو تم گوکو
۶۱- رباعیٔ دبیر :
مداح امیر ابن امیر آیا ہے
۶۲- رباعی [یہ قطعہ ہے] :
بوقت مرگ جو دنیا سے ہم سدھار چلے
۶۳- رباعی [یہ قطعہ ہے] :
عین سے عین عبارت کا سر انجام ہوا
۶۴- رباعی [یہ قطعہ ہے] :
روز کہتے تھے اگر تنہا ملیں گے یار سے

۶۵- رباعی [یہ قطعہ ہے] :
خوفِ دوزخ نہ کچھ رہا باللہ

۶۶- رباعی [یہ قطعہ ہے] :
غم الم دور ہوئے رنج سے راحت پائی

۶۷- قطعہ طپش :
تیرِ کاکل عرق آلودہ وہ گردن چمکتی ہے

۶۸- رباعی :
آفاق میں مرنے کے لیے جینا ہے

۶۹- رباعی [یہ قطعہ ہے] :
اس قفس میں تن کے ، چندے روح مہماں اور ہے

۷۰- رباعی [یہ قطعہ ہے] :
وہ کون سا بھی گل ہے کہ جس گل میں بُو نہ ہو

۷۱- رباعی ہوس [یہ قطعہ ہے] :
غم و رنجِ ہستی بسر ہو چکا

۷۲- رباعی دبیر :
خورشید سرِ شام کہاں جاتا ہے

۷۳- اشعار وفا :
یہ بھی نہ جانا کس طرف آئے کدھر گئے

۷۴- رباعی [یہ قطعہ ہے] :
کس کے ہیں زیرِ زمیں دیدۂ غم ناک ہنوز

۷۵- اشعار ہوس :
کس کے دیوانے نے کی گورِ غریباں آباد

۷۶- اشعار ہوس :
ملی نکلنے کی جب خطِّ یار کو رخصت

۷۷- رباعی :
دنیا یہ عجب سرائے فانی دیکھی

۷۸- رباعی ذوق :
جب تک تھے گروہ میں احمقوں کی پیسے

۷۹- رباعی [یہ قطعہ ہے] :

حیدری تیغ جسے سونگھ گئی

۸۰- رباعی :

افسوس کہ پہلے سے نہ ہشیار ہوئے

۸۱- رباعی [یہ قطعہ ہے] :

میں عنقا قافِ قد سے ہوں ملے کب آشیاں میرا

۸۲- رباعی :

مر مر کے مسافروں (کذا) نے بسایا ہے تجھے

۸۳- رباعی [یہ قطعہ ہے] :

حسرت سوا نہ یاں سے سلیماں لے گئے

۸۴- رباعی [یہ قطعہ ہے] :

فقیر اپنے کمبّل کو جب تانتا ہے

۸۵- رباعی :

اے دل تو فروتنی و مسکینی کر

۸۶- رباعی [یہ قطعہ ہے] :

کس کس تجھ کو چین پرت ہے کس کس تجھ کو بھاوت ہے

۸۷- رباعی از میر انیس :

آغوشِ لحد میں جبکہ سونا ہوگا

۸۸- جواب رباعی میر انیس از مرزا احمد علی عصمت :

منجاب نہ قاقم کا بچھونا ہوگا

۸۹- تضمین بر شعر خسرو از عصمت :

عزیزو حشر کا میداں ہوگا جبکہ نمود

۹۰- تضمین عصمت بر شعر قدسی :

مردم حور سیاہی ہو تو سدرہ کا قلم

۹۱- قطعۂ ابو ظفر :

لشکر اعدا النّبی آج سارا قتل ہو

۹۲- دو شعر از مثنویٔ طپش :

جھیل اور تالاب اور ڈیرے تمام

۹۳- خمسہ (ایک بند) :
گئے کل ہم جو قبرستان میں با خستہ حالی تھے

۹۴- رباعی [یہ قطعہ ہے] :
شمع کی مانند سر کے بل اُدھر جاتے ہیں ہم

۹۵- رباعی [یہ قطعہ ہے] :
سیر کر دنیا کی غافل زندگانی پھر کہاں

۹۶- رباعی [یہ قطعہ ہے] :
جب مر گئے تو صورتِ ہستی نظر پڑی

۹۷- رباعی [یہ قطعہ ہے] :
چمن کے تخت پر جس دم شہ گل کا تجمّل تھا

۹۸- قطعہ :
جام پیتا تھا ہاتھ سے سب کے

۹۹- رباعی [یہ غزل کے دو شعر ہیں] :
جو تخم اُلفت کا اے ستمگر کہیں جو پتھر میں اپنا بوتے

۱۰۰- رباعیٔ سودا [یہ قطعہ ہے] :
یہ کہا شیخ نے شیطاں سے کہ آ مجھ سے مل

۱۰۱- رباعی مولوی سخاوت علی [یہ قطعہ ہے] :
چھوڑ کر ہندوستاں کو اب عرب جاتے ہیں ہم

۱۰۲- قطعہ :
لالہ ساں اس باغ سے ہم داغِ ہجراں لے چلے

۱۰۳- رباعیٔ میر [یہ قطعہ ہے] :
جہاں کے بحر میں اے دل لباس اتنا چاہ

۱۰۴- قطعہ :
دیکھیے کر بچشمِ ہشیاری

۱۰۵- قطعہ :
فی المثل کاروان سرا ہے یہ

۱۰۶- قطعۂ میر :
اِدھر سے ابر ہو کے جو گیا ہے

۱۰۷- رباعی [یہ قطعہ ہے] :
پھنسی جو دام میں آ ، عندلیب یوں بولی

۱۰۸- رباعی در مدح حسینؓ :
شب آئی ندا کہ دیکھ اے صاحبِ عین

۱۰۹- فرد :
نداف کی جو لڑکی بیٹھی دکان اُوپر

۱۱۰- رباعی [یہ قطعہ ہے] :
اخلاق سب سے رکھنا تسخیر ہے تو یہ ہے

۱۱۱- رباعیٔ میر تقی میر [یہ غزل کے دو شعر ہیں] :
جھوم جھوم صحرا میں ابرِ کوہسار آیا

۱۱۲- رباعیٔ میر تقی میر [یہ غزل کے دو شعر ہیں] :
کرے سیر باغ کا وہ کوئی جسے رنج و غم سے فراغ ہو

۱۱۳- اشعار ذوق :
سر بوقت ذبح اُس قاتل کے زیر پائے ہے

۱۱۴- قطعۂ جرأت :
پہلے تو ہمیں گردشِ افلاک نے کھایا

۱۱۵- اشعار میر :
کچھ موجِ ہوا پیچاں اے میر نظر آئی

۱۱۶- فردیات ۔ ان کی تفصیل اُوپر "کیفیت" کے تحت پیش کی جا چکی ہے۔

(۲۲)

اوراق : ۳۵

آغاز : "از رقعات عالمگیر نوشتہ شدہ ۔ شخصے در زمانِ سلف پیش بزرگے شکایت زمانہ آغاز کرد ، فرمود کہ ہنوز موقع سپاس موضع حمد بے قیاس است کہ نہ انسان را خوف نان و نہ غم مال و جان است . . ."۔

اختتام : "دام عبارت از چہلم حصہ روپیہ و ہم بمعنی بست و پنجم

حصہ از فلوس و در اوزان ادویہ دام پختہ ہژدہ ماشہ و نزد بعضے بست و یک ماشہ باشد و دام خام دوازدہ ماشہ ۔ غیاث اللغات'' ۔

کیفیت : اس حصے کے بیشتر مندرجات فارسی میں ہیں ۔ اُردو تحریریں صرف پانچ ہیں ۔

مندرجات : ۱۔ تفصیل ایام بعض تہوار ہنودان ۔ (کذا)
۲۔ فائدہ در بیان تفصیل قسم معتبر نصاریٰ از کتاب ''فتوحاتِ شام و شوکتِ اسلام'' ۔
۳۔ فائدہ دیگر در بیان دعائے نصاریٰ کہ از ''صولت فاروق'' ترجمہ نمودہ شد ۔
۴۔ اوزان کی کیفیت اور کمیت کا بیان از کتاب ''علاج الغربا'' مصنّفہ حکیم غلام امام ۔
۵۔ تفصیل بعض اوزان از کتب دیگر ۔

(۲۳)

اوراق : ۶۳

آغاز : ''شرح حالِ علمِ موسیقی از غیاث اللغات نوشتہ می شود ، بدانکہ موسیقی نام علم سرود و این لغت سریانی است ، گاہے بحذف چہارم کہ یائے تحتانی باشد . . .''

اختتام : ''مولوی الٰہی بخش ۔ ڈھول ۔ کھیر ۔ چرخہ ۔ کتّا :
دور کے ڈھول پہ مت جا کہ یہ ہے ٹیڑھی کھیر
سر پھرے کا سگِ دنیا ترا چرخہ ہو کر''

مندرجات : بیاض کے اس حصے کے بیشتر اوراق پر پہیلیاں ہیں جو مرتّب نے مختلف ذریعوں سے جمع کی ہیں ۔ ان کی تعداد ۲۸۸ ہے ۔ دیگر اُردو مندرجات یہ ہیں :
۱۔ عشق پینچہ (کذا) از مولوی غلام یحییٰ صاحب جونپوری ۔
۲۔ بریا از غلام امام شہید ۔

۳- مکرنی حضرت امیر خسرو - (اُونچی اٹاری پلنگ بچھایا)
۴- حکایت [چار عورتوں اور امیر خسرو کی]
۵- دو سخنے فارسی و ہندی از حضرت امیر خسرو -
۶- دو سخنے ہندی -
۷- نسبتیں (دریا و جامہ و تکیہ سے کیا نسبت ؟ پاٹ)
۸- ان ملی -

(۲۴)

اوراق : ۳۳

آغاز : ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - الحمد للہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم و العاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین - فصل - فی شیٔ من فوائد سیّد الوالا قدس سرہ'' -

اختتام : ''روز شنبہ اگر ہلال نمود
بشبِ بست و سہ بود مقصود
نیست اجماع بہ بست و ہفتم شب (کذا)
نزد اکثر محدثین ارب

ارب بمعنی فرمانا - تمام شد'' -

مندرجات : اس میں صرف تین اُردو عبارتیں ہیں جو یہ ہیں :
۱- فائدۂ در اندازۂ وقت (دقیقہ ، آن ، گھڑی اور پل وغیرہ کی تفصیل)
۲- نسخہ جات امراضِ مختلفہ -
۳- اقتباس از تفسیر مجددیہ بابت ذبیحہ -

(۲۵)

اوراق : ۳۵

آغاز : ''برائے دفع وبا - این دعا را در پرچہ کاغذ نوشتہ و آن پرچہ را بر دہل بچسپاند و آن دہل را تا سہ روز صبح و شام

گردا گرد موضع بنواز و تا آنجا کہ آواز دہل خواہد رفت . . ."

اختتام : "و بعد جوش شدن سوراخ سرپوش را کشادہ ازاں بوبھارا تا پنج روز . . . . [ناخوانا] و بعد بوبھارا ہمون برگ جوشیدہ را بر جائے معلوم نہادہ لنکوٹ کشد تا پنج روز ہمیں طور کند بہ خواہد شد ۔ فقط" ۔

ترقیمہ : ذیل کے مندرجات میں سے پانچویں کے آخر میں یہ تاریخ درج ہے : "ہفدہم ربیع الاوّل روز پنجشنبہ ۱۲۸۵ ہجری" ۔

مندرجات : ۱۔ علاج برائے دفع وبا از طب نبوی ۔
۲۔ علاج وبا از طب نبوی ۔
۳۔ علاج وبا از شرع محمدی (منظوم ، شعر اول :
حق وبا سے اُس کو رکھتا ہے بچا
جو کرے ترکیب ایسی برملا)
۴۔ فائدہ از رسالہ کنز الخیرات فی مسائل الزکٰوۃ ۔
۵۔ اسماءالحسنیٰ اور ان کی خاصیتیں ، از رسالہ "زاد العقبیٰ" از نواب قطب الدین ۔
۶۔ اعداد اسماء الحسنیٰ ۔
۷۔ معانی اسماء الحسنیٰ ۔
۸۔ اسماء مبارک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مع ترجمہ و اعداد ۔
۹۔ اسماء و خاصیت آں ۔
۱۰۔ نسخۂ آتشک ۔

(۲۹)

اوراق : ۳۵

آغاز : "شب و روز سورۂ مزمل کو وظیفہ اور ورد اپنا کرے ، انشاء اللہ تعالیٰ دولت بے شمار حاصل ہوگی اور اس دولت کو کبھی نقصان اور زوال نہ ہوگا اور اگر کوئی چاہے

کہ تمام عالم اور ساری مخلوق مطیع و تابعدار اپنی ہووے لو . . .'' ۔

اختتام : ''یہ تعویذ ہے واسطے بھاگنے والے کے جس کا کوئی بھاگ گیا ہو ۔ اس تعویذ کو درخت میں لٹکاوے مگر اس (کذا ۔ وہ ؟) درخت ترش نہ ہو یعنی انبلی وغیرہ کا نہ ہو'' ۔

مندرجات : بیاض کے اِس حصے میں مختلف وظائف اور دعائیں ہیں ۔

(۴۷)

اوراق : ۳۵

آغاز : ترکیب چٹنی کہ بس بہتر است ۔ کھٹائی انبہ قسم کلی . . .'' ۔

اختتام : ''پس چناں کہ زید را بمجرد وجود حیا مومن نتواں گفت ، اگرچہ خلق حیا را تحسین باید کرد ۔ ہم چنیں او را بمرد سوگند'' ۔ [ناقص الآخر]

ترقیمہ : مندرجاتِ ذیل کا باب چہارم مرتب کے بیٹے سید عبدالحفیظ کے قلم سے ہے ۔ اس کے آخر میں یہ عبارت ہے : ''تمت تمام شد ، بخط عاجز سید عبدالحفیظ در شہر ربیع الثانی بتاریخ ہفتم بروز پنجشنبہ بین الفجر والظہر سنہ ۱۲۷۲ ہجری نبوی صلی اللہ علیہ وسلم'' ۔

کیفیت : یہ حصہ ناقص الآخر ہے ۔

مندرجات : ۱۔ ترکیب چٹنی ۔
۲۔ اسناد از مجموع الوظائف ۔
۳۔ فضیلت یومِ عاشورہ
۴۔ اعمالِ مجربہ — ''اس فصل میں والد مرشد قدس سرہ کے بعضے فائدے مذکور ہیں ۔ یعنی حضرت مصنف کے خاندانی''۔ (از قلم سید عبدالحفیظ ابن شاہ عبدالجلیل)

۵- آیات برائے حفظ جان و مال و امن از قتل و ضرب شمشیر و زیادتی و کشادگی رزق ۔
۶- نسب نامہ حضرت مجدد الف ثانی ۔

(۲۸)

اوراق : ۶۰

آغاز : "برخے حال شاہجہان آباد معہ لال قلعہ و جامعہ (کذا) مسجد و دیگر مساجد و بعض مقابر و امکنہ از آبادی وغیرہ۔ حال لال قلعہ ۔ یہ قلعہ زمان دولت اور عہد سلطنت شہاب الدین محمد شاہ جہان بادشاہ انار اللہ برہانہ میں بنا ہے" ۔

اختتام : "تاریخ فوت نواب شاہجہان بیگم صاحبہ والیہ بھوپال بتاریخ ۲۸ ماہ صفر بارہ بجے دن کے در سنہ ۱۳۱۹ ہجری ۔ نواب شاہجہان بیگم صاحبہ والیہ بھوپال نے اس جہان گذران سے انتقال کیا ۔ چالیس ہزار آدمی جنازے میں تھا ۔ یہ آئینہ سراپا ، سراپا جود و کرم ، اسخیاء زمانہ سے تھی ۔ حق تعالیٰ غریق رحمت فرماویں" ۔

ترقیمہ : مندرجات ذیل کے باب ہفتم کے آخر میں ۱۳ شوال، ۱۲۸۱ھ کی تاریخ درج ہے ۔

کیفیت : اس حصے کے بعض اندراجات جو مرتب کی وفات (۱۳۰۰ھ) کے بعد کے ہیں ، سیّد عبد الرشید کے قلم سے ہیں ۔

مندرجات : ۱- حال شاہجہان آباد ۔
۲- بیان تاریخ وفات بعض بزرگان دین ۔
۳- جدول تخت نشینان صوبہ اودھ ۔
۴- لقب فرمان روایان صوبہ اودھ بعد وفات ۔
۵- اطلاع وفات واجد علی شاہ اختر ۔ تاریخ وفات یکم محرم ۱۳۰۵ھ ۔
۶- نسب نامہ نواب برہان الملک ۔
۷- برخے حال فرمان روایان صوبہ اودھ ۔
۸- برخے حال بعض مکانات لکھنؤ معہ تاریخ بنائے آں ۔

۹- تاریخِ وفات رسالہ داران لکھنؤ - [اس ضمن میں فقیر محمد خاں گویا کا سالِ وفات ۱۲۶۶ھ اور شیخ علی حزیں کا سالِ وفات ۱۱۸۰ھ درج کیا گیا ہے]

۱۰- سکّہ ہائے سلاطینِ دیگر (اس باب کے بیشتر مضامین فارسی میں ہیں ، مندرجہ ذیل اردو میں ہیں] :

(الف) بیان سکّہ نواب غازی الدین حیدر جو شاہ دہلی نے بر افروختہ ہو کر لکھنؤ بھجوایا -

(ب) دو سکّے جو شاہ لندن کا چہرہ دار سکّہ جاری ہونے پر دو شخصوں نے کہے -

(ج) سکّہ ہائے جہانگیر بادشاہ -

(د) سکّہ ہائے شاہجہان بادشاہ -

۱۱- جدول فرمان روایانِ عثمانی -

۱۲- اندک حال قصبہ رائے بریلی -

۱۳- اندک حال قصبہ دلمو -

(۲۹)

اوراق : ۳۶ -

آغاز : "تاریخ انتقال نور چشم محمد صالح عرف صالح میاں خلف سیّد احمد سعید مرحوم - نور چشم محمد صالح میاں کی عمر تخمین بیس سال بلکہ کچھ کم ہوگی - نو خیز جوانی ، عالم شباب کا تھا"-

اختتام : "آخر بتاریخ دوازدہم ربیع الاوّل ، ۱۳۱۲ ہجری قدسی شب شنبہ کو مابین مغرب و عشا اس دارِ ناپائدار سے طرف عالم قدس کے انتقال فرمایا - انا للہ و انّا الیہ راجعون - اور بروز شنبہ موتی باغ واقع شہر ٹونک میں مدفون ہوئے"- [تفصیل وفات سیّد عبد الرؤف ، مرتّبِ بیاض کے رشتہ دار]

کیفیت : بیاض کے اس حصے میں زیادہ تر مختلف لوگوں کی تاریخ ہائے وفات سے متعلق یادداشتیں اور قطعات تاریخ وغیرہ ہیں -

۱۳۰۰ھ کے بعد کے تمام اندراجات سیّد عبدالرشید کے قلم سے ہیں - فارسی مندرجات اور مرتّب کے رشتہ داروں سے متعلق یادداشتوں کو مندرجہ ذیل فہرست میں شامل نہیں کیا گیا -

مندرجات : ۱- تاریخِ وفات مولانا حافظ احمد صاحب جونپوری خلف مولانا کرامت علی جونپوری - ۲ رمضان ۱۳۱٦ھ -

۲- تاریخِ وفات نواب شاہجہان بیگم ۲۷ صفر ، ۱۳۱۹ھ و نواب سلطان دولہ صاحب ، داماد نواب شاہجہان بیگم ، ۲۳ رمضان ، ۱۳۱۹ھ -

۳- تاریخِ وفات شاہ مہدی عطا صاحب سجادہ نشین سلون - ۸ جمادی الاوّل ، ۱۳۱۸ھ -

۴- نسب نامہ اورنگ زیب عالمگیر -

۵- نقش الحیات و نقش الممات (مریض ، مفقود الخبر اور فتح و شکست کا حال معلوم کرنے کا طریقہ]

٦- طریق دریافت کرنے اعداد کا کسی نے اپنے دل میں لیا ہو -

۷- حکایات بسلسلۂ حساب -

۸- حالات امیر خاں پہلوان ساکن شہر رائے بریلی - (بقلم سیّد عبدالرشید) -

۹- قطعۂ تاریخِ وفات مولوی حیدر علی مرحوم (سیّدِ دین مولوی حیدر علی - سنہ ۱۲۷۲ھ) -

۱۰- ایضاً (آہ چراغ گُل ہوا)

۱۱- قطعۂ تاریخِ وفات حافظ عبدالسلام از شاہ عبدالجلیل - ["چراغِ ہند بجھا" سنہ ۱۲۷۲ھ (بحساب جمل)]

۱۲- جدولِ حالِ اورنگ نشینان از عہد تیمور تا بہادر شاہ ابو ظفر بادشاہ -

۱۳- برخے حال شاہانِ اسلام و سلاطینِ تیموریہ ہند مھد -

۱۴- قطعہ تاریخِ وفات بہادر شاہ ظفر ۔ (۱۸۶۲ء)
۱۵- انیس و دبیر کے مرثیوں کے تین بند ۔
۱۶- حال تاج بی بی کے روضے کا ۔

(۳۰)

اوراق : ۸۳

آغاز : "تاریخِ وفت جناب . . .[1] صاحب مرحوم و مغفور ۔ بروز پنجشنبہ بزدہ ذیحجہ ، ۱۲۵۶ ہجری بدارالسلطنت لکھنؤ در احاطہ آصف زماں خاں چہار گھڑی روز برآمدہ بود کہ بعارضہ دردِ سینہ و فالج وفات یافتند" ۔

اختتام : "جس جگہ ببول کا درخت غار میں تھا وہاں سے نیچے کو روشنی اور دوربین سے بہت دیکھا ، بجز تاریکی کے کچھ اور پتا نہ چلا ۔ اس غار سے خدا کی شان نمایاں ہوئی ۔ فقط" ۔

ترقیمہ : سر سالار جنگ کے قطعہ تاریخِ وفات کے آخر میں سیّد عبدالرشید نے دستخط کرکے ۱۱ ذی قعدہ ۱۳۰۰ھ کی تاریخ درج کی ہے۔ اور لکھا ہے ۔ "در شہر کمرلہ ملک بنگالہ تحریر یافت" ۔

کیفیت : اس بیاض میں زیادہ تر قطعات ِتاریخ ہائے وفات (بزبانِ فارسی) ہیں جن سے ۱۳۳۸ھ تک کے سنین برآمد ہوتے ہیں ۔ ۱۳۰۰ھ کے بعد کے تمام اندراجات سیّد عبدالرشید اور ان کے بیٹے کے قلم سے ہیں ۔ اُردو مندرجات کی فہرست ذیل میں ہے ۔ اس میں مرتّبِ بیاض کے رشتے داروں سے متعلق اندراجات کو شامل نہیں کیا گیا ۔

مندرجات : ۱- قطعہ تاریخِ وفات مرزا قتیل (۱۲۳۳ھ)
۲- قطعہ تاریخِ وفات مولوی غلام امام شہید (ذی حجہ ۱۲۹۶ھ)

۱- نام جلد سازی میں کٹ گیا ہے ۔ بعد میں قطعہ تاریخ (بزبانِ فارسی) میں یہ نام 'حضرت سیّد محمد' لکھا ہے ۔

۳- قطعہ تاریخِ وفات صاحبزادہ حافظ محمد عبداللہ خلف نواب امیر خاں والیٔ ٹونک مصنفہ مجبور - (۱۲۹۳ھ) -
۴- قطعہ تاریخِ وفات مولانا حیدر علی صاحب مصنفہ محمد - (۱۲۷۲ھ) -
۵- ایضاً -
۶- قطعہ تاریخِ وفات منصف ضلع بیربھوم ممالک بنگالہ - (۱۸۲۸ھ) -
۷- تاریخ نکاح حافظ جان محمد نابینا از باسط - (۱۲۹۹ھ) -
۸- تاریخ ڈگری نارائن تالاب واقع نصیر آباد بمقابلہ جانکی پرشاد - (۱۲۹۵ھ) -
۹- تاریخ مغروری کلب حسین برادر زادہ مجتہد لکھنؤ بمقدمہ ملوث شدن بہ تاج محل - (۱۲۶۳ھ) -
۱۰- تاریخ فتح شاہ و شکست بھاؤ مرہٹہ - (۱۱۷۴ھ) -
۱۱- تاریخ خفتّت مجتہد از صاحب رائے مورخ - (۱۲۳۵ھ) -
۱۲- تاریخ مغروری کلب حسین - (۱۲۶۳ھ) -
۱۳- تاریخ شہادت سیّد صادق محمد صاحب نصیر آبادی از میر انور علی خطیب - (۱۲۳۳ھ) -
۱۴- تاریخِ وفات مختارالملک سر سالار جنگ بہادر ، مدارالمہام سرکار نظام حیدرآباد دکن ، منقول از اخبار ''اودھ پنچ'' جلد ہفتم ، ۲۰ فروری ، ۱۸۸۳ھ -
۱۵- دریائے سئی کی طغیانی ۱۲۸۷ھ کا حال - (شاہ عبدالجلیل ، اس طغیانی کے وقت کوندہ ، بریلی میں تھے)
۱۶- حالِ طغیانی دریائے سئی ۱۳۰۵ھ از سیّد عبدالرشید -
۱۷- حالِ طغیانی دریائے گومتی ۱۳۰۹ھ از سیّد عبدالرشید -
۱۸- حالِ طغیانی دریائے گومتی ۱۳۱۱ھ از سیّد عبدالرشید -
۱۹- واقعہ عجیب و غریب ۱۳۱۴ھ از سیّد عبدالرشید -
[ڈھاکے میں قیام کے دوران آسمان پر سرخ و سیاہ بادلوں کے چھا جانے کا واقعہ]

۲۰- واقعہ عجیب و غریب از سیّد عبدالرشید - [بنگالے میں سفر کے دوران رات کو دریاؤں سے توپوں کی آوازیں آنے کا واقعہ]

۲۱- کیفیت زلزلہ ڈھاکہ ، ۱۰ محرم ، ۱۳۱۵ھ مطابق ۱۲ جون ، ۱۸۹۷ء [یہ ایک طویل اور دلچسپ روداد ہے جو بیاض کے بیس صفحات پر مشتمل ہے]

۲۲- واقعۂ عجیب - کوہِ لیفی تلل -

● ● ●

قواعد و شروح

۱۸۹

قواعد زبان آردو (رسالۂ گلکرسٹ)

ڈاکٹر جان گلکرسٹ/میر بہادر علی حسینی

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی -

نمبر : ۱۹۵۸-۱/۷

سائز : ۲۲½ × ۱۵ س م

اوراق : ۲۷

سطور : ۱۸

زمانۂ تالیف : ۱۸۰۳ء اور ۱۸۱۶ء کے درمیان - (رک : خصوصیات)

زمانۂ کتابت : ربیع الثانی ، ۱۲۶۷ھ [م : فروری ، مارچ ، ۱۸۵۱ء]

خط : نسخ ، نہایت عمدہ -

کیفیت : نسخہ عمدہ حالت میں ہے - کاغذ ولایتی ، دبیز ، نیلا - عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں -

مہر : ورق ۱ ، الف پر ''خان محمد تاجر کتب کوئٹہ'' کی مہر ہے جسے کھرچ دیا گیا ہے - لیکن قدرے غور سے مہر کے الفاظ پڑھنے میں آ جاتے ہیں -

آغاز : ''یہ رسالہ زبانِ ریختہ ہندی کی صرف و نحو میں ، مشتمل ہے دو مقالے پر - مقالۂ اول مفردات میں - کلمہ وہ لفظ ہے کہ موضوع ہے واسطے ایک معنیٔ مفرد کے - یہ مقالہ شامل

ہے تین بحث پر ۔ بحث اول ۔ اسم وہ کلمہ ہے کہ دلالت کرے ایک معنی پر[1] استقبال کے'' ۔

اختتام : ''جب دو شے کو جو بحسب مراتب مختلف ہوں ، ایک جملے میں لاویں ، اکثر ابتدا 'لے[2]' سے کرتے ہیں ۔ جیسا ماں باپ ، چھوٹا بڑا ، جور و خصم ، کم و بیش ، رادھا کشن ، سیتا رام ۔ فائدہ : کلمہ سبحان اللہ واسطے تعجب کے ہے ، اور لفظ واہ واہ ، شاباش و مرحبا و ماشاء اللہ کلمے تحسین کے ہیں ۔ فائدہ : دھنسنا اور دھسکنا دونوں مرادف[3] ہیں ۔ ایسے چوسنا چسکنا ، ہٹنا ہٹکنا ۔ اور بطور تکیہ کلام یے[4] لفظ ذکر کرتے ہیں ۔ یعنی 'جو ہے سو' ، 'تمھاری سو خیر' ، صاحب ، مہربان ، ناخدا ، چشم بد دور'' ۔

ترقیمہ : ''تمت ہذا نسخہ فی علم الصرف والنحو علی لسان الہندی حسب الامر سرکار شرافت مدار سردار محمد علّم خان ادام اللہ ایام افادۃ و رفع قدرہ فی یوم الجمعہ شہر ربیع الثانی سنہ ۱۲۶۷ھ'' ۔

مندرجات : زیر نظر رسالہ جان گلکرسٹ کی تصنیف A Grammer of Hindoostanee Language کا ترجمہ و خلاصہ ہے ۔ اصل کتاب پہلی مرتبہ ۱۷۹۶ء میں شائع ہوئی تھی ۔ زیر نظر رسالہ دو حصوں یا مقالوں پر مشتمل ہے ۔ مقالۂ اول مفردات کے بارے میں ہے جس میں اسم ، فعل اور حرف کی جملہ اقسام سے بحث کی گئی ہے ۔ مقالہ دوم مرکبات سے متعلق ہے جس میں مرکب غیر کلامی ، کلام اور جملے کی بحث ہے ۔ آخر میں ایک مختصر خاتمہ ہے جس میں بعض ضمنی مسائل کا ذکر ہے ۔

۱۔ نسخۂ مطبوعہ (مجلس ترقی ادب ، لاہور ، مکمل حوالہ آگے آئے گا) : . . . پر ساتھ استقلال کے ۔

۲۔ ایضاً : ادنٰی (مخطوطے میں سہو کتابت ہے)

۳۔ ایضاً : مترادف

۴۔ ایضاً : یہ الفاظ

خصوصیات : اس مخطوطے کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس کے حواشی پر رسالے کا مکمل فارسی ترجمہ موجود ہے۔ یہ ترجمہ سردار محمد علم خاں نے کرایا تھا ، جن کے لیے یہ مخطوطہ لکھا گیا تھا۔ ترجمہ لفظی ہے ، اور ہر صفحے کے مطالب کا ترجمہ اُسی صفحے کے حواشی پر آ گیا ہے۔ فارسی ترجمے کے آخر میں مندرجہ ذیل ترقیمہ ہے :

"الحمد للہ علی اتمامہ قدتم ہذہ الرسالتہ المبارکہ حسب الفرمایش سرکار ممدوح علی ید احقرالعباد فیض محمد اچکزئی فی یوم جمعہ ۲۸ شہر محرم الحرام سنہ ۱۲۶۸ھ" ۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُردو متن کی کتابت کے تقریباً دس ماہ بعد فارسی ترجمہ مکمل ہوا تھا ۔ ترجمے کا خط نستعلیق رواں دواں ہے ۔

کاتبِ متن نے ٹ ، ڈ اور ڑ پر "ط" کی جگہ چار نقطے (::) لگائے ہیں ۔

اس رسالے کے کسی مطبوعہ یا قلمی نسخے پر حسینی کا نام بطور مؤلف درج نہیں ہے ۔ کریم الدین نے طبقات شعرائے ہند میں اسے حسینی کی تالیف بتایا ہے ، اور اسی بنا پر یہ رسالہ حسینی سے منسوب کیا جاتا ہے ۔

یہ رسالہ حسینی نے کب تالیف کیا ؟ اس سلسلے میں حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا ۔ تاہم یہ یقینی ہے کہ گلکرسٹ کی کالج سے علیحدگی (فروری ، ۱۸۰۴ء) تک یہ رسالہ لکھا نہیں گیا تھا ۔ حسینی کا تعلق کالج سے ۱۸۱۶ء تک رہا ۔ لہٰذا رسالے کا زمانۂ تالیف ۱۸۰۴ء اور ۱۸۱۶ء کے درمیان متعین کیا جا سکتا ہے ۔

دیگر نسخے : کتب خانۂ آصفیہ ، حیدرآباد دکن میں اس کے تین نسخے ہیں ۔

فہرست نگار نے کسی نا معلوم بنا پر مصنف کا نام

روشن علی الصاری لکھا ہے جو درست نہیں ۔

۱۔ فہرست نمبر ۶۹۱ ۔ لائبریری نمبر "صرف ۱۲۱" ۔
سائز ۹ × ۵" ۔ صفحات ۶۷ ۔ سطور ۱۴ ۔ خط نستعلیق ۔
ترقیمہ : "تمت تمام شد باتہ سنہ ۱۲۵۳ھ" ۔ (آصفیہ ، اوّل ، ص ۳۶۶)

۲۔ فہرست نمبر ۶۹۲ ۔ لائبریری نمبر "صرف ۱۲۸" ۔
سائز ۹ × ۵" ۔ صفحات ۶۴ ۔ سطور ۱۳ ۔ خط نستعلیق ۔
ترقیمہ : "مرقوم سلخ شہر رمضان المبارک سنہ ۱۲۲۹ھ در سکندر آباد عرف حسین ساگر روز جمعہ وقت سہ پہر" ۔
(ایضاً ، صص ۶۸ - ۳۶۷)

۳۔ فہرست نمبر ۶۹۳ ۔ لائبریری نمبر "صرف ۱۳۵" ۔
سائز ۷ × ۵" ۔ صفحات ۱۰۳ ۔ سطور ۱۱ ۔ خط نستعلیق ۔
فہرست نگار نے نسخے کو "ناقص الآخر" بتایا ہے ، لیکن "اختتام" کا جو اقتباس دیا ہے ، اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ نسخہ مکمل ہے ۔ فہرست نگار نے یہ بھی بتایا ہے کہ "ابتدائی ۴۹ صفحے ایک فارسی قواعد کے ہیں ، اس کے بعد صفحہ ۵۰ سے اُردو کتاب شروع ہوئی ہے" ۔ ترقیمہ : "ایں رسالہ بتاریخ بست و ششم ماہ جمادی الاوّل ، سنہ ۱۲۶۴ھ روز چہار شنبہ بوقت ظہر از دست خاکپائے خلق اللہ محمد صبغۃ اللہ بن محمد کریم اللہ باتمام رسید" ۔ (ایضاً ، ص ۳۶۸)

۴۔ نسخۂ انجمن ترقی اُردو (ہند) :

فہرست نمبر ۶۹۲ ۔ مکتوبہ ۲۲ رجب ، ۱۲۳۸ھ (اُردو ادب ، جولائی تا ستمبر ۱۹۵۴ء ، ص ۱۷۶)

ادارۂ ادبیاتِ اُردو ، حیدرآباد دکن میں اس کے تین نسخے ہیں :

۵۔ فہرست نمبر ۲۶۵ ۔ اوراق ۳۶ ۔ سطور ۱۱ ۔ سائز ۶ × ۸½" ۔ ترقیمہ : "تمت بالخیر والعافیت بالضرورت

بعون الملک الوہاب الغفور تمت تمام شد شہر ربیع . . .
[بیاض] ۱۲۳۸ھ'' - ''یہ کتاب دو فارسی مخطوطوں . . .
کے درمیان درج ہے - سب کا کاتب ایک ہی عبدالکریم
ہے جس نے ہر کتاب کے آخر میں کچھ نہ کچھ ترقیمہ
لکھا ہے - ان تینوں ترقیموں سے پتا چلتا ہے کہ کاتب
نے چند ماہ کے اندر ہی یہ تینوں کتابیں نقل کی ہیں -
(ادارۂ ادبیات ، اوّل ، صص ۲۴ - ۲۲۳) -

۶- فہرست ۷۷۸ - اوراق ۸۳ - سطور ۹ - سائز
$8\frac{1}{2} \times 5\frac{1}{2}$" - خط نستعلیق - ترقیمہ : ''تمام شد -
تحریر فی التاریخ دوئم شہر جمادی الثانی ، سنہ ۱۲۶۶ ہجری
نبوی'' - (ایضاً ، چہارم ، صص ۳۵ - ۱۳۴) -

۷- فہرست نمبر ۱۰۷۰ - اوراق ۴۵ - سطور ۱۲ - سائز
$7\frac{1}{2} \times 6$" - خط نستعلیق - ''غالباً ۱۸۵۰ء کے قریب
کتابت ہوئی ہے'' - (ایضاً ، پنجم ، صص ۳۸ - ۲۳۷)

۸- نسخۂ کتب خانۂ کلیۂ جامعہ عثمانیہ ، حیدرآباد دکن :

فہرست نمبر ۳۷ - اوراق ۴۲ - سطور ۱۳ - سائز
$8 \times 5\frac{3}{4}$" - کیرم خوردہ - (جامعہ عثمانیہ ، صص
(۲۴ - ۱۲۳)

۹- نسخۂ عمر یافعی ، حیدرآباد دکن :

یہ نسخہ ۱۲۵۳ھ کا مکتوبہ تھا - (ارباب نثر اُردو ،
ص ۱۲۴)

۱۰- نسخۂ ایشیاٹک سوسائٹی ، کلکتہ :

''. . . الماسی صفحات پر مشتمل ہے - قلمی نسخے کے
اختتام پر [فورٹ ولیم] کالج کی مہر بھی پڑی ہوئی
ہے'' - (بنگال ، ص ۴۷)

مطبوعہ نسخے : پروفیسر سیّد محمد کے بیان کے مطابق یہ رسالہ کلکتہ سے
۱۸۱۶ء میں شائع ہوا تھا - (ارباب نثر اُردو ، ص ۱۲۳) -

کلکتے ہی سے یہ بعد میں ۱۸۲۰ء، ۱۸۳۱ء، ۱۸۳۶ء اور ۱۸۶۳ء میں شائع ہوا۔ (مقدمہ قواعد زبان اُردو، خلیل الرحمٰن داؤدی، ص ۵۰)۔ پروفیسر سیّد محمد نے ۱۸۷۲ء کے مطبوعہ نسخے کا بھی ذکر کیا ہے لیکن یہ نہیں بتایا کہ یہ کہاں سے چھپا تھا۔ ۱۹۶۳ء میں یہ رسالہ مجلس ترقی ادب، لاہور نے "قواعد زبان اردو مشہور بہ رسالہ گل کرسٹ" کے نام سے شائع کیا ہے۔ اسے خلیل الرحمٰن داؤدی نے مرتب کیا ہے۔ اس کا متن ۱۸۲۰ء اور ۱۸۶۳ء کی طباعتوں پر مبنی ہے۔

میر بہادر علی حسینی کے حالات اور مآخذ کے لیے رک: مخطوطہ نمبر ۱۶۵۔

• • •

۱۹۰

رسالۂ قواعد فارسی

مصنّف : نامعلوم

کتب خانہ : قومی عجائب گھر، کراچی۔

نمبر : ۱۹۵۸۰۱/۸

سائز : ۲۵½ × ۱۷ س م

اوراق : ۳۸

سطور : ۱۳

زمانۂ تصنیف: تیرھویں صدی ہجری کا ربع آخر (قیاساً)

کاتب : خود مصنّف۔

زمانۂ کتابت: تیرھویں صدی ہجری کا ربع آخر (قیاساً)

خط : نستعلیق، اوسط۔

مہر : ورق ۱، الف پر ایک مہر ثبت ہے جس پر "۱۲۸۵ رمضان علی" درج ہے۔

کیفیت : مخطوطہ غیر مجلّد اور خاصی بوسیدہ و خستہ حالت میں ہے۔ پہلے ورق کے اوپر کے دونوں کونے کاغذ کی خستگی کی وجہ سے ضائع ہو چکے ہیں۔ کاغذ دبیز، مٹیالا۔ مصادر کے معانی اور گردانوں وغیرہ کے لیے سرخ روشنائی سے خانے بنائے گئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس نسخے کی کوئی نقل بھی

تیار کی گئی تھی - کاتب جب کسی مسودے کو نقل کرتے ہیں تو یادداشت کے لیے اصل پر نقل کے صفحات کے نمبر درج کر دیتے ہیں - اس قسم کے نمبر زیرِ نظر مخطوطے پر ملتے ہیں - یہ نمبر ۱ سے ۵۶ تک ہیں - جس کا مطلب یہ ہے کہ اس مخطوطے کی نقل ۵۶ صفحات میں مکمل ہوئی تھی - ورق ۱ ، ب کے حاشیے پر یہ عبارت ہے : "مالکِ این کتاب بندہ احمد علی ۲۶ شوال ، ۱۲۹۱ ہجری" -

آغاز : "تعریف خدا کو ہے مسلّم
پیدا کیا جس نے کُن سے عالم
دی نطق کی آدمی کو قوت
بخشا اوس کو شرف کا خلعت
مہر و مہ و آسمان و انجم
حیوان و پری و دیو و مردم
دریا و زمین و کوہ و صحرا
باغ و گل و سبزۂ مطرّا
سب کا ہے وہی بنانے والا
ما اعظمِ شانہ تعالیٰ"

اختتام : "میرا گمان ہے کہ اس سے مبتدی کو ضرور اتنی استعداد حاصل ہو جائے گی کہ وہ سلیس فارسی عبارت کا صحیح ترجمہ کر لے گا بلکہ شاید آسان فارسی بھی صحت کے ساتھ لکھنے لگے - اور تجربے سے ایسا ثابت ہوا ہے کہ اگر اچھی طرح تعلیم ہو اور متعلّم بھی مادۂ قابل رکھتا ہو تو اتنی[۱] استعداد صرف چھ[۲] مہینے میں حاصل ہو جاتی ہے" -

مندرجات : اس رسالے میں مبتدیوں کے لیے فارسی زبان کے قواعد بیان کیے گئے ہیں -

---

۱- پہلے "اپنی" لکھا تھا ، اُسے قلم زد کیا گیا -
۲- پہلے "دو" لکھا تھا ، اُسے قلم زد کیا گیا -

خصوصیات : حواشی میں سرخ روشنائی سے جا بجا اضافے کیے گئے ہیں ۔
متن میں بھی کثرت سے اصلاحیں کی گئی ہیں ۔ اصلاحوں ،
اضافوں اور متن کا قلم ایک ہی ہے ۔ اس لیے گمان غالب
ہے کہ یہ مصنّف کا اصل مسودہ ہے ۔ کتاب کا نام متن
میں نہیں آیا ۔ ورق ۱ ، الف کے حاشیے پر نیلی روشنائی سے
جدید خط میں لکھا گیا ہے ۔

● ● ●

۱۹۱

تکریم ظہوری

کریم الدین

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی ۔

نمبر : ۱۹۵۸ء ۱/٦

سائز : ۲۴ × ۱۴ س م

اوراق : ٦۰

سطور : ۱۴

سالِ تصنیف : ۱۸٦۵ء [م : ۸۲ - ۱۲۸۱ھ]

زمانہ کتابت : تیرھویں صدی ہجری کے آخری چند برس (قیاساً)

خط : نستعلیق ، شکستہ مائل ۔

کیفیت : کیرم خوردہ ، لیکن اس سے متن کو نقصان نہیں پہنچا ۔ کاغذ دبیز ، مٹیالا ۔ متن ورق ۱ ، ب سے شروع ہوتا ہے ۔ ورق ۱ ، الف سادہ ہے ۔

آغاز : "تکریم ظہوری
دیباچہ شرح نثر دوم مُلاّ ظہوری
اہلِ استعداد مصنّفوں کی خدمت میں التماس ہے کہ بہت لوگوں نے تینوں نثر مُلاّ ظہور (کذا) کی شرح فارسی زبان میں ایسی لکھی ہے کہ بعض بعض مقام پر بڑی بڑی بحث واسطے توضیح اشتقاق اور اصالتِ الفاظ کے بھی کی اور

اصطلاحات فن معانی سے اُس کو ایسا پُر کر دیا ہے کہ بجائے سمجھنے اصل مطالب کتاب کے مبتدی کی طبیعت منتشر ہو جاتی ہے اور بعض شارحین نے صرف بخیال اس کے کہ اون کی طبع کا رسا اور روشن ہونا اہل علم پر واضح ہو جاوے ، دوسرے شارح پر اعتراض بے فائدہ کیے ہیں'' -

اختتام : ''۵ - انقسام ، حصہ ہونا ، بٹنا ، تقسیم حصے کرنا ، بانٹنا - اس جگہ بمعنی اس مضمون کے ہے - ۶ - بکتا خدائے تعالیٰ است ، نام ہے - عقل کل مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام - تقدیر عبارت ایں است کہ داستان ختم شد - بر ایں کہ چنان و چنان باد - فقط'' -

ترقیمہ : تاریخ ، سنہ اور کاتب کا نام وغیرہ کچھ نہیں لکھا - مخطوطے کے آخر میں صرف یہ الفاظ ہیں - ''تمام شد شرح نثر دوم مُلا ظہوری'' -

مندرجات : یہ مُلا ظہوری کی نثر دوم کی شرح ہے - شارح نے مشکل الفاظ کے معانی لکھنے پر خاص توجہ دی ہے -

خصوصیات : دیباچے کے بعض ضروری حصے :

''اگرچہ ہم متاخرین ثنا خوان اون [شارحین سابق] کی محنت اور سعی اور تلاش کے بالضرور ہیں مگر ہمارے زمانے میں اون شروح سے عام لوگوں خصوصاً اون معلمان کم استعداد کو جو دیہات دور دراز میں پڑھاتے یا آنکہ خود تحصیل علم کے شائق ہوکر اپنی استعداد کے پڑھانے میں سرگرم ہیں اور کوئی مستعد آدمی اون کو بتلانے والا میسّر نہیں آتا ، اور خصوصاً اوس مقصد عالی گورمنٹ کے لیے جو کہ ارادہ فیض رسانی عام تعلیم کا ہر وقت مد نظر رکھتی ہے ، کچھ فائدہ نہیں نکلتا - بناءً علیہ جناب کپتان فولر صاحب بہادر ڈائریکٹر مدارس ممالکہ پنجاب نے

اِس بندۂ کمترین کریم الدین کو جو صاحبِ ممدوح
کے تحت اس سر رشتہ میں عہدۂ ڈپٹی انسپکٹری
مدارس ضلع لاہور پر مامور ہے ، ارشاد فرمایا کہ ایک
شرح بعبارت آسان اُردو میں تینوں نثر 'ملا' ظہوری
کی بنا کر پیش کر ۔ چنانچہ حسب الحکم اپنے آقا کے
ابحاث طویلہ' غیر مفیدہ اور تدقیقات رکیکہ' [رقیقہ' ؟]
لاطائلہ چھوڑ کر ایک مختصر شرح زبان اُردو میں اول
نثر 'ملا' ظہوری کی تیار کر کے پیش کی ۔ جب اوس
سے طلباء مدارس اور معلمانِ کم استعداد کو بہت
فائدہ ہوا اور خواہاں شرح نثر دوم اور سوم کے بڑے
شوق سے ہوئے ۔ تب یہ دوسری نثر کی شرح بھی
بندہ نے بعباراتِ سلیس لکھ کر اور مضامین اوس کے
حل کر کے پیش کی ۔ اُمید اہلِ علم سے یہ ہے کہ
فارسی میں شرح نہ لکھنے کے معترض نہ ہو کر
کرم فرماویں'' ۔ [ورق ۱ ، ب تا ۳ ، الف]

کریم الدین نے ظہوری کی نثر اول کی شرح[1]
''تشہیر ظہوری'' کے نام سے لکھی تھی ۔ اس کی تاریخ
اختتام تصنیف ، ۱۹ جون ۱۸۶۱ء ہے ۔ یہ اسی سال طبع
بھی ہوئی تھی ۔ مطبوعہ نسخے کے سرورق کی عبارت یہ ہے :
''حسب الحکم کپتان فولر صاحب بہادر ڈائریکٹر آف
پبلک انسٹرکشن مدارس ممالک پنجاب کے ، مولوی کریم الدین
سر رشتہ دار محکمہ ڈائریکٹری نے طالب علمانِ پنجاب کے
واسطے ۱۸۶۱ء میں تصنیف کی اور باہتمام پنڈت اجودھیا
پرشاد مہتمم کے مطبع سرکاری میں مطبوع ہوئی'' ۔ مطبوعہ
نسخے کے صفحات ۱۱۴ ہیں ۔ (صحیفہ ۳۰ ، ص ۱۶)

۱۔ ڈاکٹر محمود النبی نے ''تشہیر ظہوری'' کو نثر دوم کی شرح بتایا
ہے ۔ یہ درست نہیں ۔ (فہرست تالیفات کریم الدین ، ضمیمہ ب ،
خط تقدیر ، ص ۱۵۵)

نثر دوم کی شرح بھی طبع ہوئی تھی (تفصیل ذیل میں ہے) نثر سوم کے بارے میں معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ لکھی بھی گئی تھی یا نہیں ۔

مطبوعہ نسخے: یہ کتاب طبع ہو چکی ہے ۔ مطبوعہ نسخے کے سر ورق کی عبارت یہ ہے : ''حسب الحکم کپتان فولر صاحب بہادر ڈائریکٹر پبلک انسٹرکشن مدارس ممالک پنجاب وغیرہ کے ، مولوی کریم الدین ڈپٹی انسپکٹر مدارس حلقہ لاہور نے طالب علمان پنجاب کے واسطے ۱۸۶۵ء میں تصنیف کی اور باہتمام بابو چندر ناتھ متر کیوریٹر و مہتمم کے مطبع سرکاری میں طبع ہوئی'' ۔ (صحیفہ ۳۰ ، ص ۱۸)

مصنف : مولوی کریم الدین ، بقول خود ، یکم شوال ، ۱۲۳۷ھ (۲۱ جون ، ۱۸۲۲ء[1]) کو پانی پت میں پیدا ہوئے ۔ والد کا نام مولوی سراج الدین ہے جو ایک مسجد میں امام تھے اور بچوں کو درس بھی دیتے تھے ۔ مولوی کریم الدین نے پانی پت ہی میں عربی فارسی کی مروجہ تعلیم حاصل کی اور پھر دہلی چلے گئے ۔

دہلی میں انھوں نے صرف و نحو ، منطق و فلسفہ ، طب ، فقہ اور حدیث وغیرہ کا علم حاصل کیا ۔ اٹھارہ برس کی عمر میں وہ دہلی کالج میں داخل ہوئے ۔ یہاں انھوں نے منطق ، فلسفہ ، ریاضی ، تاریخ اور عربی ادب کا مطالعہ کیا ۔ کالج کے پرنسپل مسٹر بتروس کے ایما پر مولوی کریم الدین نے قوانین دیوانی و فوجداری اور انگریزی وغیرہ کی تحصیل کی ۔

تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد ''مطبع رفاہ عام'' قائم کیا جو اُردو کے اوّلین مطابع میں سے ہے ۔ بعض شرکا کی

۱- مولوی کریم الدین نے عیسوی سنہ ۱۸۲۱ء لکھا ہے ۔ اسے سہو قلم سمجھنا چاہیے ۔ (شعرائے ہند ، ص ۳۶۸)

بددیانتی کی وجہ سے انھیں اس مطبع سے الگ ہونا پڑا۔
دہلی کالج کے پرنسپل اور اُردو سوسائٹی کے سیکریٹری
ڈاکٹر اشپرنگر نے انھیں کتابوں کے ترجمے کے کام پر
مامور کر دیا۔ اسی زمانے میں انھوں نے اشپرنگر کے
اشتراک سے گارسیں دتاسی کی تاریخِ ادبیات کا ترجمہ
''طبقاتِ شعرائے ہند'' کے نام سے کیا۔

اس کے بعد انھوں نے کچھ عرصے تک آگرہ کالج میں
مدّرسِ اوّل کی حیثیت سے کام کیا۔ ۱۸۵۷ء کے بعد وہ
لاہور چلے آئے۔ جہاں وہ پنجاب کے محکمۂ تعلیم میں،
ناظم تعلیمات کے دفتر میں سررشتہ دار مقرر ہوئے۔ ۱۸۶۵ء
میں وہ حلقۂ لاہور کے ڈپٹی انسپکٹر مدارس تھے۔ بعد میں
وہ حلقۂ امرتسر میں ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس کے عہدے
پر فائز ہوئے۔ ۱۸۷۹ء میں اُن کا انتقال ہوا۔

طبقاتِ شعرائے ہند میں مولوی کریم الدین نے اپنی
تیرہ تصانیف کے نام گنوائے ہیں۔ یہ تعداد ۱۸۴۸ء
(سالِ تالیف طبقاتِ شعرائے ہند) تک کی ہے۔ اس کے بعد
بھی انھوں نے متعدد کتابیں ترجمہ و تالیف کیں۔ ڈاکٹر
محمود الٰہی نے کریم الدین کی ۴۵ کتابوں کی فہرست
مرتّب کی ہے۔ (خط تقدیر، ضمیمہ ب، صفحہ ۱۵۳)

مآخذ : (۱) شعرائے ہند، ۳۶۸ - (۲) خط تقدیر، مرتبہ ڈاکٹر
محمود الٰہی، لکھنؤ، ۱۹۶۵ء - (۳) طبقاتِ شعرائے ہند
اور مولوی کریم الدین، مقالہ از ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار،
صحیفہ، لاہور، شمارہ ۴۰، جولائی، ۱۹۶۷ء - (۴) بازیافت،
از ڈاکٹر محمود الٰہی، لکھنؤ، ۱۹۶۵ء (اس میں طبقاتِ
شعرائے ہند اور فرالدالدہر پر مضامین ہیں) - (۵)
سیر المصنّفین، اوّل، ۲۴۱ - (۶) اُردو شعرا کے تذکرے،
۳۱۸، ۳۵۸ - (۷) برٹش میوزیم، ہندوستانی مطبوعات،
ص ۱۶۱ - (۸) کریم الدین اور گارسیں دتاسی، مقالہ از

قاضی عبدالودود ، دلّی کالج اُردو میگزین ، قدیم دلّی کالج نمبر ، ۱۹۵۳ء (اس رسالے میں کریم الدین کے بارے میں مزید معلومات بھی ہیں) ۔ (۹) طبقات شعرائے ہند ، مقالہ از قاضی عبدالودود ، معاصر پٹنہ ، حصہ ۹ ۔

● ● ●

معقولات

ریاضی ، ہندسہ ، ہیئت

۱۹۲

منتخب البصر

رائے رتن لعل

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی -

نمبر : ۵/۱۰۶۰ * ۱۹۵۷

سائز : ۲۲ ½ × ۱۵ س م

اوراق : ۹۰

سطور : ۱۳

سال تصنیف : ۱۲۵۳ھ [م : ۳۸ - ۱۸۳۷ء]

کاتب : محمد فیاض الدین (مخطوطہ نمبر ۱۹۳ بھی اسی کاتب نے لکھا ہے)

تاریخ کتابت : ۱۸ ذیقعدہ ، ۱۲۷۶ھ [م : ۷ جون ، ۱۸۶۰ء]

خط : نستعلیق ، اوسط -

کیفیت : غیر مجلد ، تمام اوراق الگ الگ ہیں - مخطوطہ نہایت بوسیدہ و خستہ حالت میں ہے - کیرم خوردگی کے اثرات اگرچہ بہت زیادہ ہیں ، لیکن متن کو نقصان نہیں پہنچا - کاتب نے صفحات نمبر درج کیے ہیں جو ص ۱ سے ص ۱۷۰ تک ہیں - یہ نمبر ورق ۳ ، ب سے شروع ہوتے ہیں - ورق ۳۳ ب ؛ ۴۰ ، ب ؛ ۶۹ ، ب اور ۸۰ ، ب سادہ ہیں - صفحات نمبر درج کرتے ہوئے انھیں شمار نہیں کیا گیا -

بعض مطالب کی تفہیم کے لیے اشکال اور نقشے بنائے گئے ہیں ۔ ان کی تعداد اٹھارہ ہے اور یہ ۳۰ × ۲۳ ½ س م سائز کے کاغذوں پر بنائے گئے ہیں ۔ یہ کاغذ تہہ کرکے مخطوطے کے متعلقہ اوراق کے ساتھ رکھے گئے ہیں ۔ یہ اشکال اور نقشے کاغذ کے ایک طرف بنائے گئے ہیں ، کاغذ کی دوسری طرف سادہ ہے ۔ ورق ۱ ، الف سادہ ہے ۔ ورق ۱ ، ب پر ایک دروازے کی شبیہ بنائی گئی ہے اور اس کے درمیان یہ عبارت ہے :

> ''رسالہ منتخب البصر جو دورنما کے علم میں ہے ۔ اوس میں ہندسی اعمال اور اصولِ دورنمائی اور اعمالِ سطوحات اور اجسام دور نمائی اور اعمالِ سایۂ اجسام اور عکسِ اجسام کا بیان ہے'' ۔

ورق ۲ ، الف سے ۳ ، الف تک فہرست مندرجات ہے ۔ ورق ۳ ، ب سے متن شروع ہوتا ہے ۔

آغاز : ''بعد حمد اوس صانع کے جس نے اشکالِ گوناگوں سفحۂ ہستی پر منقش کیا اور نعت اوس کی چھب کی کہ جس نے آب و رنگِ شریعت سے اجسامِ جہاں کو جلوہ دیا ۔ درود اوپر اُوس کے اور آل و اصحاب اوس کے ۔ اہلِ بصر پر پوشیدہ نہ رہے کہ یہ رسالہ ہے موسوم بہ منتخب البصر بیچ علم دورنما کے کہ اسے علمِ انظار بھی کہتے ہیں''۔

اختتام : ''س : حضرت بندہ نہایت مرہون و ممنون ہے اور اس نوازش کی نہایت کا کچھ شکر مجھ سے ادا کیا نہیں جاتا اور اگر حکم ہو تو بندہ پھر مستفید خدمت ہوگا ، اور آداب تسلیمات بجا لاتا ہے ۔

ج : بہت مبارک اور اللہ حافظ ہے جاؤ ۔

یہ رسالہ تمام ہوا بعون اللہ تعالیٰ اور حُسنِ توفیق اوس کے ۔ اور اوس کی تاریخ کا مادہ اس قطعہ میں موزوں ہے ۔

قطعہ :

مرتب جب ہوا یہ سب رسالہ
بحقِ سیّد ابرار لسامی
تجسّس کی جو میں نے اوس کی تاریخ
کہی کل عقل نے : "انظار نامی"
۱۲۵۳ھ

ترقیمہ : "سپاس بے حساب جناب خداوند ذوالجلال کہ رسالہ منتخب البصر در علم دورنما کہ از تصنیفات رائے صاحب والا جناب ، جامع ہر علم و کمال ، رائے رتن لعل صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ است ۔ بتاریخ ہجدہم ذیقعدہ ، ۱۲۷۶ ہجری در بلدۂ حیدرآباد دکن ، بخط خام محمد فیاض الدین عفااللہ تعالیٰ عنہ باتمام رسید" ۔

مندرجات : یہ کتاب چھ مقالوں پر مشتمل ہے جن کی تفصیل بزبانِ مصنّف یہ ہے :

پہلا مقالہ : ہندسے کے بیان میں
دوسرا مقالہ : علمِ دورنما کے اصول کے بیان میں
تیسرا مقالہ : سطوحات کی دور نمائی کے عمل میں
چوتھا مقالہ : اجسام کی دور نمائی کے عمل کے بیان میں
پانچواں مقالہ : عملِ سایۂ اجسام کے بیان میں
چھٹا مقالہ : عکسِ اجسام کے بیان میں

خصوصیات : کتاب کی تمہیدی عبارت کے بعض ضروری اقتباسات ذیل میں درج کیے جاتے ہیں ۔ جو غیر ضروری الفاظ حذف کیے گئے ہیں ، اُن کی جگہ نقطے لگائے گئے ہیں :

"اس علم میں اگرچہ ایک کتاب مبسوط فارسی زبان میں موسوم بہ رفیع البصر لکھی ہوئی صاحبزادہ . . . محمد رفیع الدین خان المخاطب بہ عمدۃ الدولہ بہادر . . . خلف الصدق . . . نواب شمس الامرا بہادر . . . کی ہے ۔ اور وہ کتاب جامع ہے تمام قواعد کلّیہ دور نما کو اور حاوی ہے اشکالِ دقائقِ مجسّمہ

کو . . . یہ بندہ عاصی ُپر معاصی رتن لعل ولد
چنہا لعل کہ نمک خوار اوس دولت ابد مدت کا ہے ،
وقت تیاری اوس کتاب کے زبان ہدایت بنیان صاحبزادہ
موصوف سے بیان ہر شکل سے سرفراز ہوا کرتا تھا ۔
معلومات اس علم کے حاصل کیا ، اس لیے مصدر
حکم نواب صاحب قبلہ ممدوح کا ہوا کہ وہ کتاب
بہت بڑی قابل منتہیوں کے ہے ُتوکوئی رسالہ مختصر
ایسا لکھ کر گذرانے کہ اوس میں اس کی اصطلاحات
اور اسماء اور قواعد کلّیہ لکھے ہوئے ہوں تا کہ
مبتدیوں کو پہلے معلومات اوس کی اصطلاحات وغیرہ
کی جلد ہو جائے ، بعدہ اوس کتاب کا پڑھنا مبتدیوں
کو آسان ہوگا۔ اس واسطے اس عاصی نے حسب الحکم
والا کے اوس کتاب رفیع البصر سے قواعد آسان
منتخب کر کے یہ رسالہ مختصر اُردو زبان میں بطریق
سوال و جواب شاگرد اور اُستاد کے . . . ملاحظہ
مبارک میں گذرانا'' ۔ (ورق ۳ ، الف و ب)

دیگر نسخے : ۱۔ نسخہ' کتب خانہ' آصفیہ ، حیدر آباد دکن :

فہرست نمبر ۱۳۵ ۔ لائبریری نمبر ''ریاضی ۲۰۵'' ۔ سائز
۹ × ۵'' ۔ صفحات ۲۰۳ ۔ سطور ۱۱ ۔ خط نستعلیق ۔
ترقیمہ : ''بحسب فرمایش نواب نعیم الدین خان بہادر
خلف الصدق نواب نعمت یار جنگ بہادر بخط عاصی
ُپر معاصی سیّد احمد اللہ عفی عنہ بتاریخ بستم ماہ
ربیع الثانی ، سنہ ۱۲۸۱ھ باتمام رسید'' ۔ (آصفیہ ، اوّل ،
ص ۷۵ - ۲۷۳)

۲۔ نسخہ' کتب خانہ' نواب فیلسوف جنگ ، حیدرآباد
دکن :

فہرست نمبر ۶۵۸۵ ۔ مکتوبہ ۱۲۸۱ھ ۔ (مطبوعہ فہرست
''فن ریاضی وہئیہ'' ، ص ۹)

مطبوعہ نسخہ : یہ کتاب شمس الامرا کے سنگی چھاپے خانے سے ۱۲۵۷ھ میں شائع ہو چکی ہے ۔ (ادارۂ ادبیات ، اوّل ، ص ۲۷۲)

مصنف : رائے رتن لعل ، چنیا لعل کے بیٹے اور تیج رائے کے پوتے تھے ۔ قوم کے کایستھ تھے ۔ ان کا خاندان شمالی ہند سے ارکاٹ چلا آیا تھا ۔ چنیا لعل ارکاٹ سے حیدر آباد آئے ۔ پہلے راجہ تیج دنت کے اور پھر مہاراجہ چندو لال شاداں کے متوسل ہو گئے ۔ دربار نظام سے رائے کا خطاب پایا ۔ رتن لعل ۱۲۲۲ھ کے لگ بھگ حیدرآباد میں پیدا ہوئے ۔ ان کی تعلیم و تربیت عمدہ پیمانے پر ہوئی ۔ انھیں شعر و شاعری سے بھی دلچسپی تھی ۔ تخلص مست تھا ۔ شاعری میں میر شمس الدین فیض اُن کے استاد تھے ۔ میر فرید الدین آفاق کے توسط سے نواب شمس الامرا تک رسائی حاصل کی اور اُن کے دارالترجمہ میں ملازم ہو گئے ۔ اس ادارے کے لیے انھوں نے کئی کتابوں کا ترجمہ کیا ۔ سالِ وفات معلوم نہیں ہو سکا ۔

مآخذ : (۱) دکنی ہندو ، ۷۴ ۔ (۲) آصفیہ ، اوّل ، ۲۳۸ ۔ (۳) ادارۂ ادبیات ، اوّل ، ۲۷۲ ۔ (۴) اُردو میں سائنسی ادب ، خواجہ حمید الدین شاہد ، کراچی ۱۹۶۹ء ، ص ۱۰۱ ۔

● ● ●

۱۹۳

شمس الہیئت

شاہ علی

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی ۔

نمبر : ۱۹۶۷-۱۱۴

سائز : ۲۲½ × ۱۴½ س م

اوراق : ۱۶۸

سطور : ۱۵

زمانۂ تصنیف: ۱۲۵۰ھ/۳۵-۱۸۳۴ء کے قریب (ادارۂ ادبیات ، اول ، ص ۲۷۲)

زمانۂ کتابت: مطابق زمانۂ تصنیف ۔

خط : نستعلیق ، عمدہ ۔

کیفیت : مخطوطہ کیرم خوردہ ہے لیکن متن کو نقصان نہیں پہنچا ۔ کاغذ دبیز ، چکنا ، مٹیالا ۔ عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں ۔ پوری کتاب سوال و جواب کے انداز میں ہے ۔ تلمیذ سوال کرتا ہے اور استاد جواب دیتا ہے ۔ ہر سوال کے شروع میں "تلمیذ" اور ہر جواب کے شروع میں "اوستاد" کے الفاظ سرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں ۔ کتاب میں متعدد اشکال ہیں جن میں سے بعض رنگین ہیں ۔ حواشی میں جا بجا اضافے کیے گئے ہیں ۔ یہ اضافے متن کے بعض مطالب کی وضاحت

کے لیے ہیں ۔ بعض جگہ حواشی کی عبارتیں جلد سازی میں کٹ گئی ہیں ۔

آغاز : "سبحان اللہ کہ جس کی قدرت کا ذرہ سا نمونہ یہ ہے کہ اجرامِ علویہ اور اجرامِ سفلیہ کو عدم سے وجود میں لایا ۔ اور اُن کے فعل و انفعال سے انواع اور اقسام کی مخلوق ایک سے ایک بہتر سطحِ زمین پہ پیدا کیا" ۔

اختتام : "دس یوم گیارہ ساعت کرے کم یعنی ایک دقیقہ تین خمس دقیقے کے دقایق ساعتی سے اور بطلیموس کی رائے کے موافق دس یوم گیارہ ساعت تین خمس خمس ساعت سے ، چنانچہ اس شخص پر پوشیدہ نہیں ہے جو یوم حساب کے اعمالِ نیک جانتا اور حساب اسرع الحاسبین کو مانتا ہووے ۔ واللہ المنجی یوم الحساب وصلوٰتہ علی الرسول والآل والاصحاب" ۔

مندرجات : یہ مخطوطہ علمِ ہیئت کی مشہور عربی کتاب "شرحِ چغمنی" کا ترجمہ ہے جو ایک مقدمے اور ۳۲ ، ابواب پر مشتمل ہے ۔

خصوصیات ، اوپر جن حواشی کا ذکر کیا گیا ہے ، اُن کی نوعیت ایسی ہے کہ سوائے مصنّف کے اور کوئی نہیں لکھ سکتا ۔ حواشی اور متن کا قلم ایک ہی ہے ۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ یہ مخطوطہ مصنّف کا مکتوبہ ہے ۔ ادارۂ ادبیات اُردو ، حیدرآباد دکن (رک : دیگر نسخے نمبر ۳) کا نسخہ بھی اسی طرح کا ہے ، اس لیے اس کا بھی احتمال ہے کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک مصنّف کا مکتوبہ نسخہ ہو اور دوسرا اُس کی نقل ۔

مقدمے کے بعض ضروری اقتباسات ، جن سے سببِ تالیف پر روشنی پڑتی ہے ، ذیل میں درج کیے جاتے ہیں ۔ غیر ضروری عبارات کی جگہ نقطے لگائے گئے ہیں :

"۔ ۔ ۔ جس قوم میں زبان مروّج سے جو فن تحریر و ترقیم پاتا ہے ، ہر طالب اُس قوم سے نہایت آسانی کے ساتھ اُس فن کا فائدہ اُٹھاتا ہے بلکہ بہ نسبت

دوسری زبان کے کم مدة میں وہ فن حاصل اور اُس
میں کامل ہوتا ہے ۔ کیونکہ جو مدة وہاں معرفت
الفاظ میں جاتی ہے . . . [کیرم خوردہ] وہ تحصیل
معانی میں کام آتی ہے ۔ اسی واسطے . . . امیر کبیر
شمس الامرا محمد فخرالدین خان بہادر . . . نے
بہ اقتضائے فیض رسانی اس امر استحسانی کو ہمّتِ
عالی . . . پر واجب جان کر . . . بسا فنونِ ریاضی
اور علومِ طبیعی کے تئیں کہ جن کا رواج فقط گروہِ
عیسوی میں تھا ، زبان اردوئے معلاً اور فارسیٔ شیریں
ادا میں نہایت توضیح اور تنقیح کے ساتھ منقول و
معمول فرمایا تا ہند و فارس کے خاص و عام ون کے
مطالعے سے اپنی اپنی عقل کو تیزی اور فکر کو ترقی
دیویں اور اُس حکیم مطلق کی حکمتِ بالغہ اور
صنعتِ کاملہ سے واقف ہوویں ۔ اے منصفو ، چشمِ
انصاف سے دیکھیے تو اب ہم پر یہ امر واجب و لازم
ہوگیا ہے کہ اُس خورشید بے نظیر کی تالیفات اور
تصنیفاتِ تازہ کی تعلیم و تعلّم کے رواج سے مدرسۂ
ریاضی کے تئیں مانند ریاضِ رضواں کے سیراب اور
علومِ طبیعی کے معالمِ افسردہ کو تازہ و شاداب کریں
اور حتی القدور اقتدا سے اُس مقتدا کے قصور نہ کریں
تا علوم و فنون اپنی زبان مروّج میں زیادتی پکڑیں
اورکم ہمت لوگ تضیعِ اوقات کو چھوڑیں ۔
نظر بریں اس ذرّۂ بے مقدار شاہ علی متوطن قلعہ ادونی
نے مشہور شرح چغمنی کو . . . زبانِ ہندی میں بہ
عبارت سلیس و صاف ترجمہ کرکے اُسی مہر منیر کی
رائے روشن سے مسائل اصل میں تقدیم و تاخیر اور
مسئلۂ ضعیف کو قوی سے بدل کیا ۔ الحمدللہ توجہ
سے اُس خورشید ضیا کے کوکب اس کتاب کا حضیض
ناتمامی سے نکل کر ایک دقیقہ مقدمے کا اور چوبیس
درجے گفتگو کے طے کرکے اوجِ تمامی کو پہنچا ۔

اور بمناسب نام مبارک کے ساتھ اسم شمس الہیئت کے
شرف پایا ۔ اور ہرگاہ کہ اس کتاب میں سوال تلمیذ
اور جواب استاد سے طرز نئی ہوئی ہے ، اُمید بالغ
نظروں سے یہ ہے کہ روئے انصاف سے داد دیویں" ۔
(ورق ۲ ، الف و ب)

دیگر نسخے : ۱۔ نسخۂ کتب خانۂ سالار جنگ ، حیدرآباد دکن :

فہرست نمبر ۳۹۲ ۔ لائبریری نمبر ۳۸۳ ۔ سائز
۱۰½ × ۶½" ۔ سطور ۱۷ ۔ خط نستعلیق ۔ ترقیمہ :
"بہ عنایت افضال لاتناہی اضعف عباداللہ باری کمترین
خاکپائے عالمیاں غلام رسول بیگ واسطے استفادہ اپنے
حضرت شمس مرتبت . . . جناب مولف والا گہر ساتھ
نفس نفیس خود اُوپر تحصیل فائدہ اس حقیر کے متوجہ ہوکر
از روئے مسودہ جبهة (؟) صحیحہ ہر روز جس قدر سرفرازی
درس فرمائے اُس قدر لکھ کر بیچ تاریخ تیسری و دوسری
رویت تقویمی و پہلی شرعی ماہ ربیع الاول ، ۱۲۵۷ھ
بعد سہ پہر دن ہفتہ کے دارالسلطنت میں فرخندہ بنیاد
حیدر آباد بعہد ریاست نواب ناصر الدولہ بہادر میر
فرخندہ علی خاں کے نوشت اس کتاب فیض مآب کے
بتمام پہونچایا" ۔ (سالار جنگ ، صص ۱۰ - ۳۰۹)

۲۔ نسخۂ کتب خانۂ آصفیہ ، حیدر آباد دکن :

فہرست نمبر ۵۵۹ ۔ لائبریری نمبر "ریاضی ۱۳۵" ۔
سائز ۱۲ × ۶" ۔ صفحات ۱۷۱ ۔ سطور ۱۰ ۔ خط ثلث ۔
ترقیمہ : "بتاریخ بست و ہشتم ماہ شوال ، سنہ ۱۲۶۰ھ روز
پنجشنبہ اتمام رسید" ۔ (آصفیہ ، اوّل ؛ صص ۸۵ - ۲۸۳)

۳۔ نسخۂ ادارۂ ادبیات اُردو ، حیدرآباد دکن :

فہرست نمبر ۲۲۵ ۔ اوراق ۱۸۹ ۔ سطور ۱۰ ۔ سائز
۸½ × ۶" ۔ خط نستعلیق ۔ "متعدد رنگین نقشے اچھی

شامل ہیں . . . یہ نسخہ غالباً خود مصنّف کا مکتوبہ ہے کیونکہ اس میں جگہ جگہ حاشیے پر اصلاحیں ، تشریحیں اور اضافے درج ہیں" ۔ (ادارۂ ادبیات ، اوّل ، صص ۲۷۳ - ۲۷۲)

۴۔ **نسخۂ کتب خانۂ فیلسوف جنگ ، حیدرآباد دکن :**

فہرست نمبر ۶۶۴۲ - مکتوبہ ۱۲۶۸ھ۔ (مطبوعہ فہرست "فن ریاضی وغیرہ" ، ص ۴)

مصنّف : شاہ علی کا وطن ادھونی تھا ۔ یہاں سے وہ حیدرآباد دکن چلے گئے ۔ وہ ہیئت اور ریاضی کے جیّد عالم تھے ۔ نواب شمس الامرا کے متوسل تھے ۔ زیرِ نظر کتاب کا نام بھی نواب موصوف کے خطاب کی رعایت سے رکھا گیا ہے ۔ شاہ علی نے متعدد کتابیں لکھیں جن میں سے بعض کے نام یہ ہیں ۔ انوار بدریہ ۔ مصباح الافلاک ۔ تذکرۂ رشیدیہ ۔ بحرالحیات ۔ شاہ علی کی پیدایش و وفات کی تاریخیں معلوم نہیں ہو سکیں ۔

مآخذ : (۱) داستانِ تاریخ ، ۲۸۵ - (۲) سالار جنگ ، ۱۵ - ۲۱۱ - (۳) آصفیہ ، دوم ، ۲۷۵ - (۴) اُردو میں سائنسی ادب ، خواجہ حمید الدین شاہد ، کراچی ، ۱۹۶۹ء ، ص ۷۱ -

• • •

۱۹۴

فوائد الصبیان

مصنف : نامعلوم

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی ۔

نمبر : ۱۹۵۷ء ۱۰۵۲/۱۶

سائز : ۲۳ × ۱۷ س م

اوراق : ۱۰۴

سطور : ۱۳

سالِ تصنیف : ۱۲۷۲ھ [م : ۵۶ - ۱۸۵۵ء] (ادارۂ ادبیات ، اوّل ، ص ۲۷۳)

کاتب : محمد فیاض الدین ۔

تاریخِ کتابت : محرم ۱۲۷۷ھ [م : جولائی ، اگست ، ۱۸۶۰ء]

خط : نستعلیق ، اوسط ۔

مہر : ورق ۴ ، الف پر کاتب کے نام ''محمد فیاض الدین خان'' کی مہر ہے ۔

کیفیت : کاغذ دبیز ، سفید ۔ عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں ۔ متعدد اشکال اورگوشوارے بھی بنائے گئے ہیں ۔ کاتب نے صفحات نمبر درج کیے ہیں جو ورق ۴ ، ب سے شروع ہوتے ہیں ۔ ورق ۱۰۴ ، ب پر صفحہ نمبر ۲۰۱ درج ہے ۔ اوراق ۱ ، الف ؛ ۲ ، الف اور ۳ ، ب سادہ ہیں ۔ ورق ۱ ، ب پر

فہرست مندرجات ہے ۔ ورق ۲ ، ب اور ۳ ، الف پر سال کے بارہ مہینوں کے اوقات طلوع و غروب کا گوشوارہ ہے ۔ ورق ۴ ، الف پر کتبے کی شکل بنائی گئی ہے اور اس کے اندر یہ عبارت لکھی ہے :

''یہ مجموعہ مرغوبہ مختصر چند علوم ریاضی کا ہے جو حیدر آباد دکن میں بیچ سرکار نواب شمس الامرا امیر کبیر کے سنہ ۱۲۷۳ ہجری نبوی میں چھاپا گیا'' ۔

مذکورہ مہر اسی عبارت کے نیچے ثبت ہے ۔

آغاز : ''علم حساب کا مختصر بیان ۔ تعریف عدد کی ۔ علم حساب میں بحث عددی ہے ۔ عدد وہ چیز ہے کہ اپنے مجموعہ حاشئین کا نصف ہو ۔ چنانچہ پانچ کہ اوس کا حاشیہ اول چار ہے اور حاشیہ دوم چھے ۔ ان دونوں کا مجموعہ دس ہوا ۔ اس کا نصف ۵ ہے ۔ علیٰ ہذالقیاس'' ۔

اختتام : ''جدول کیفیت عمر و اولاد وغیرہ حیوانات چار پایہ :

نام	درکدام عمر بالغ می شود نر	ماده	تعداد ایام بچہ در شکم سال و ماہ
...[1]	....		....
گینی پگ	۵ یا ۶ ہفتہ	ایضاً	۳ ہفتہ

چند بچہ می دہد	درکدام عمر جفتی موقوف می کند و بچہ نمی دہد
..........[1]	....
اول دفعہ ۴ یا ۵ ۔	۶ یا ۷ سال ۔
دوم دفعہ ۵ یا ۶ ۔	تمام عمر بچہ دہد
سیوم دفعہ ۷ یا ۸	
یا ۱۲ ۔	

۱۔ درمیانی اندراجات حذف کیے گئے ۔

ترقیمہ : "کتبہ محمد فیاض الدین عفا عنہ ۔ در ماہ محرم الحرام ، سنہ ۱۲۷۷ ہجری" ۔

مندرجات : یہ کتاب بارہ ابواب پر مشتمل ہے جو مندرجہ ذیل علوم سے متعلق ہیں :

(۱) علمِ حساب ۔ (۲) علمِ ہندسہ ۔ (۳) علمِ جرثقیل ۔ (۴) علمِ ہیئت ۔ (۵) علمِ آب ۔ (۶) علمِ ہوا ۔ (۷) علمِ انظار ۔ (۸) علمِ برقک ۔ (۹) علمِ گیالوانک ۔ (۱۰) علمِ کیمسٹری ۔ (۱۱) علمِ جغرافیہ ۔ (۱۲) علمِ موسیقی ۔

آخر میں چوپایوں اور پرندوں وغیرہ کے بارے میں معلومات درج کی گئی ہیں ۔

خصوصیات : یہ مخطوطہ ، مطبوعہ نسخے کی نقل ہے ۔

مطبوعہ نسخہ: یہ کتاب ۱۲۷۳ھ [م : ۵۷ - ۱۸۵۶ء] میں چھپ چکی ہے ۔ رک : کیفیت ۔ مطبوعہ نسخہ ادارۂ ادبیات اُردو ، حیدر آباد دکن میں ہے ۔ (ادارۂ ادبیات ، اوّل ، ص ۲۷۳)

مصنّف : مخطوطے اور مطبوعہ نسخے دونوں پر مصنّف کا نام نہیں ہے ۔

● ● ●

موسیقی

۱۹۵

ترانۂ عشق

میر مومن علی

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی ۔

نمبر : ۱۹۵۸ء۲۳۲

سائز : ۲۰ × ۱۳-$\frac{۱}{۲}$ س م

اوراق : ۴۸

سطور : ۱۱

سال تالیف : ۱۲۵۳ھ [م : ۳۸ - ۱۸۳۷ء] (رک : سبب تالیف)

کاتب : خود مولف ۔

زمانۂ کتابت: ۱۸۶۳ء [م : ۸۰ - ۱۲۷۹ھ] کے چند سال بعد ۔

خط : نستعلیق ، عمدہ ۔

کیفیت : غیر مجلّد ، لیکن اچھی حالت میں ہے ۔ کاغذ ولایتی ، گہرے نیلے رنگ کا جس پر ۱۸۶۳ء کا آبی نشان موجود ہے ۔ زمانۂ کتابت کا تعین اسی آبی نشان کی بنا پر کیا گیا ہے ۔ یہ مخطوطہ مولف کی ایک دوسری تالیف "انتخاب موسیقی" (مخطوطہ نمبر ۱۹۶) کے ساتھ منسلک ہے ۔ مولف نے اِن دونوں کتابوں کے بعضے مختلف اوقات میں الگ الگ تیار کیے تھے ، لیکن بعد میں انھیں باہم منسلک کر دیا ۔ "ترانۂ عشق" کا مبیضہ بعد میں

تیار ہوا ، لیکن تالیف چونکہ یہ "انتخابِ موسیقی" سے پہلے کی ہے ، اس لیے اسے مجموعے کے شروع میں رکھا گیا ۔ زیرِ نظر مخطوطے کے ورق ۱ ، الف پر ذیل کی عبارت درج ہے :

"ایں کتاب ترانۂ عشق معہ رسالہ انتخاب"

مخطوطے کے آخری ورق (۸۳ ، ب) کی آخری سطر کے کچھ الفاظ کُھرچ کر مٹائے گئے ہیں اور ان کی جگہ "تمت تمام شد" لکھا گیا ہے ۔ نیز ورق کے اختتام پر حاشیے میں ترک "دیباچہ" بڑھایا گیا ہے جو دوسری کتاب "انتخابِ موسیقی" کا پہلا لفظ ہے ۔ اس طرح مولف نے اپنی دونوں کتابوں کو باہم منسلک کر دیا ہے تاکہ یہ معلوم ہو کہ یہ دو الگ الگ کتابیں نہیں ، ایک ہی کتاب کے دو حصے ہیں ۔

ورق ۹ ، ب پر طنبورے کی شکل بنائی گئی ہے ۔ تمام عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں ۔

آغاز : "زمرۂ سرود حمد اُس بزم آرائے تکوین عیش و نشاط کو سزاوار ہے کہ جس نے بنی بشر کو یک مشت خاک سے ایجاد کر کے حُسنِ قدرت سے علم ہر ایک علم گوناگوں کا دیا ۔ اور دل و زبان میں اُس کے قوتِ گویائی اور نغمہ سرائی بخش کے آہنگ خوش سے سبوح قدوس ربنا و رب الملائکۃ و الروح کی روحِ لطیف کو اس خاکدان کسیف (کذا) میں داخل کیا" ۔

اختتام : "شعبۂ ششم ۔ در بیان اصول بحور کہ ہندی تال گویند ۔ بباید دانست کہ بحسبِ قرار داد اغانی عجم ہفدہ اصول است و آنرا بحر و دایرہ نیز گویند ۔

۱- بحرِ مجمل

۲- بحرِ ترکی ، آنرا ترکی ضرب نیز گویند

۳- بحرِ دوک

۴- بحرِ مشق

۵- بحرِ یمن

۶- بحرِ خفیف
۷- بحرِ چار ضرب
۸- بحرِ زر افشانی
۹- بحرِ ماتین
۱۰- بحرِ ضرب الفتح
۱۱- بحرِ فاختہ
۱۲- بحرِ پناہ
۱۳- بحرِ یلم
۱۴- بحرِ وافر
۱۵- بحرِ ارصد
۱۶- بحرِ رمل
۱۷- بحرِ وسیع''

مندرجات : اس کتاب میں ہندوستانی فنِ موسیقی کے اصول و قواعد پیش کیے گئے ہیں جو مرزا خاں کی تصنیف ''تحفۃ الہند'' سے ماخوذ ہیں ۔ آخری فصل جو فارسی زبان میں ہے ، عجمی راگوں کے بارے میں ہے ۔

خصوصیات : زیرِ نظر مخطوطے میں گو اِس کی صراحت نہیں کی گئی لیکن یہ امر یقینی ہے کہ یہ مخطوطہ خود مولف کا مکتوبہ ہے ۔ ''انتخابِ موسیقی'' جو اس کے ساتھ منسلک ہے ، اُس کے ترقیمے میں بتایا گیا ہے کہ مخطوطہ مولف کا مکتوبہ ہے ۔ زیرِ نظر مخطوطے کا خط بھی وہی ہے جو ''انتخابِ موسیقی'' کا ہے ۔ مخطوطے کی تمہید میں تالیف اور مولف کے بارے میں مندرجہ ذیل معلومات ملتی ہیں ۔ اس عبارت کے جو غیر ضروری حصے ترک کیے گئے ہیں ، اُن کی جگہ نقطے لگائے گئے ہیں ۔

''میر مومن علی ذاکر حسین ابن میر حسین علی ، متوطن سواد بندر مچھلی پٹن ، باعث ترقیم اِس رسالے کا اس طرح بیان کرتا ہے کہ ایّامِ جوانی و عہدِ شباب میں میرے والد رحمتِ حق کو پہنچے ۔ بعد تھوڑے دنوں کے ۲۵۳ھ . . . میں چند دوستان بے ریا و

آشنایان باصفا اِس عاجز سے کمال ارتباط رکھتے تھے ، سو فرمائے کہ والد مرحوم تمھارے یہاں کے سلطان الذاکرین تھے ، مرثیہ خوانی میں اُن کا نظیر و عدیل نہ تھا ، اب تم کو چاہیے کہ اپنے والد کا نام روشن کریں اور کچھ راگ و راگنی سیکھ کر مرثیہ خوانی وغیرہ کے سوزاں درست کریں ، نہیں تو بے معرفت علم موسیقی کے مرثیہ خوانی عیب اور پھڑنا [پڑھنا ؟] عبث ہے ۔ پس یہ بندۂ ہیچمداں اُس (کذا) دوستانِ یک رنگ کے کہنے کو قبول کر کے ماہیت علمِ موسیقی کی اور اصطلاحات اور مقامات سُروں کے اور راگ راگنیاں اور بعض قواعد زبان بھاکھہ کے استادانِ کامل عیار سے سیکھ کر حاصل کیا اور بادشاہِ ابوالمظفر محی‌الدین محمد اورنگ زیب عالم گیر کے عہد میں کہ مرزا خاں نام ابن فخرالدین محمد خاں نے کہ کتب ہائے قدیم سے ۔ ۔ ۔ کیفیت علم موسیقی کی کلتہ دریافت کر کے فارسی زبان میں ترجمہ کیا تھا ، سو اُس کتاب سے انتخاب کر کے زبان اُردو میں مختصر مفید جو دوستانِ شائق و طالبانِ لائق اس فن کو کام آوے ، لکھا ۔ اس رسالے کا نام 'ترانۂ عشق' رکھا'' ۔ (ورق ۲ ، ب تا ۳ ، ب)

مولف : میر مومن علی ، بندر مچھلی پٹن (کرناٹک) کے رہنے والے تھے ۔ والد کا نام میر حسین علی تھا جو اپنے عہد کے مشہور مرثیہ خواں تھے ۔ میر مومن علی نے موسیقی کی تربیت حاصل کی اور علمی طور پر بھی اس فن کا مطالعہ کیا ۔ ۱۲۵۳ھ [م : ۳۸ - ۱۸۳۷ء] میں انھوں نے زیرِ نظر کتاب لکھی ۔ ۱۲۷۰ھ (۱۸۵۳ء) میں انھوں نے ''انتخابِ موسیقی'' لکھی ۔ میر مومن علی شعر بھی کہتے تھے ۔ اُن کے بھائی غلام حسین بھی شاعر تھے اور مجرم تخلص کرتے تھے ۔ میر مومن علی کے صرف اسی قدر حالات مل سکے ہیں جو اُن کی مذکورہ دونوں کتابوں سے اخذ کیے گئے ہیں ۔

• • •

۱۹۶

انتخابِ موسیقی

میر مومن علی

کتب خانہ : قومی عجائب گھر، کراچی ۔

نمبر : ۱۹۵۸ - ۲۴۲

سائز : ۲۰ × ۱۳½ س م

اوراق : ۳۲۵

سطور : ۱۳

سالِ تالیف : ۱۲۷۰ھ/۱۸۵۴ء

کاتب : خود مولف ۔

تاریخِ کتابت : ۱۲ ربیع الاوّل، ۱۲۷۲ھ [م : ۲۲ نومبر، ۱۸۵۵ء]

خط : مخطوطے کے نصف اوّل میں نستعلیق، عمدہ ۔ بعد میں نستعلیق، شکستہ مائل، اوسط ۔

کیفیت : یہ مخطوطہ مولف کی ایک دوسری تالیف ''ترانۂ عشق'' (مخطوطہ نمبر ۱۹۵) کے ساتھ منسلک ہے ۔ غیر مجلّد ۔ کاغذ ولایتی، باریک، جو مختلف رنگوں (مٹیالا، نیلا، پیلا) کا ہے ۔ عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں ۔ حواشی پر متعدد عبارتیں اضافہ کی گئی ہیں ۔ جا بجا شبیہیں اور نقشے بنائے گئے ہیں ۔ ورق ۱۲، الف پر ایک رنگین شجر کے ذریعے سرگم اور راگ راگنیوں کو سمجھایا گیا ہے ۔ مولف

نے بقول خود یہ ''شجر'' بمبئی کی کسی مطبوعہ کتاب سے
اخذ کیا ہے ، لیکن اس کتاب کا نام نہیں بتایا ۔مولف
نے مطبوعہ کتاب کے ''شجر'' کو غلط بتایا ہے اور پھر خود
ایک شجر بنایا ہے جو مذکورہ شجر کے فوراً بعد ہے ۔ اس
شجر کا سائز کتاب کے سائز سے دُگنا ہے ، لہٰذا اسے دہرا
کر کے رکھا گیا ہے ۔ اس شجر کا نام ''شجرۃ السور'' ہے ۔
اسی ورق پر ایک قطعہ تاریخ بھی ہے جو میر سجاد حسین
رضوی فیاض کی تصنیف ہے اور جس کا آخری مصرع یہ
ہے : 'شجرۃ السور اہلِ دل' گفتا

۱۲۷۰ھ

بعض الفاظ کُھرچ کر مٹائے گئے ہیں اور اُن کی جگہ
دوسرے الفاظ لکھے گئے ہیں ۔ تصحیح کا یہ عمل مخطوطے
میں متعدد مقامات پر ملتا ہے ۔

مخطوطے میں مختلف سازوں طنبورہ ، ستار ، مردنگ
وغیرہ کی اشکال بھی بنائی گئی ہیں ۔ بعض اشکال رنگین
ہیں ۔ مخطوطے کے آخری حصے میں مندرجہ ذیل اوراق سادہ
ہیں : ورق ۲۹۹ ، ب تا ۳۰۱ ، ب ؛ ورق ۳۰۶ ، الف تا
۳۰۷ ، ب ؛ ورق ۳۱۲ ، ب تا ۳۱۳ ، ب ۔

آغاز : ''دیباچے (کذا) دوسرے رسالے کا
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نغمہ نشاطِ حمد اُس بزم آرائے موجودات کو اور زینت
بخشِ محفل کائنات کو سزاوار ہے کہ جس نے الحانِ داؤدی[1]
کو قوتِ روح فرمایا اور صوت لغم کی کلید سے بستہ دلوں
کو حلاوت تازہ بخش کے مفتوح کیا'' ۔

اختتام : ''کیسا ہی مشاطہ نے دیا ہے دم[2]
شادی کیسی کہ ہو گیا ہے غم

۱۔ ''الحانِ داؤدی'' کے نیچے باریک قلم سے لکھا ہے : ''یعنی
خوش آواز ۱۲''۔
۲۔ یہ ریختی گو جان صاحب کے مسدس کا آخری بند ہے ۔

جان صاحب سے ناک میں ہے دم
چھوڑتا ہی نہیں مجھے ایک دم
کیا کہوں بدگمان ہے کیسا
آنے جانے کہیں نہیں دیتا"

ترقیمہ : "تمت تمام شد بتاریخ ۱۲ ربیع الاول، ۱۲۷۲ھ ہجری نبوی صلی اللہ علیہ وسلم - الراقم میر مومن علی" -[1]

مندرجات : یہ کتاب ایک مقدمے، چھ قانون اور ایک خاتمے پر مشتمل ہے - ان کی تفصیل بزبانِ مولف یہ ہے :

مقدمہ : تعریف میں موسیقی کی اور اس کی ایجاد کے بارے میں

قانون اول : سُروں کے اور ان کے موجد کے نام پہچاننے میں -

دوم : گراموں کے نام پہچاننے میں -

سوم : تالوں کے نام پہچاننے میں -

چہارم : طنبورے کی شکل بنانے اور اُس کے ٹھاٹھ وغیرہ کے بیان میں -

پنجم : راگوں کے نام پہچاننے میں -

ششم : راگنیوں کے نام پہچاننے میں -

خاتمہ : مشتمل ہے تین فصل پر :

فصل اول : دھرپت اور خیال اور چترنگ اور ٹپا اور ترانہ اور سرگم اور ٹھومری وغیرہ کے بیان میں -

فصل دوم : ہندوستانی غزلوں کے بیان میں جو اب گانے میں ہند و دکن و کرناٹک کے مستعمل ہیں -

فصل سوم : فارسی چند غزلوں کے بیان میں -

مولف نے کتاب کا اصل منصوبہ اِسی حد تک بنایا تھا، لیکن آخر میں ایک حصہ اور بڑھایا گیا ہے جو

---

[1]- یہ ترقیمہ خاتمے کی فصل دوم (ہندوستانی غزلیات) کے آخر میں ہے -

ورق ۲۹٦ ، الف سے شروع ہوتا ہے ۔ اس حصے کا عنوان یہ ہے :

''یہ چند لطیفے جو شعرائے سلف کے لکھے گئے ہیں ، یہ بندۂ کم تر رنگین طبیعتانِ خوش کے واسطے لکھا گیا'' (کذا)

اس کے بعد جعفر زٹلی کی نظم و نثر ، مختلف شعرا کے اشعار اور دوہرے ہیں ۔ پھر صاحب قران اور بے باک کا فحش کلام ہے ۔ آخر میں جان صاحب کا مخمّس ''احوالِ شبِ زفاف'' ہے ۔ گویا کتاب کا آخری حصہ بیاض کی صورت اختیار کر گیا ہے ۔

خاتمے کی فصل ورق ۱۵۸ ، الف سے لے کر ورق ۲۸۲ ، ب تک ہے ۔ یہ اِس کتاب کا سب سے بڑا حصہ ہے ۔ اس میں ردیف وار غزلیات جمع کی گئی ہیں ۔ آخر میں کچھ مستزاد اور مخمّس بھی ہیں ۔ اس حصے میں مندرجہ ذیل شعرا کا کلام ہے :

ناسخ ، انشا ، سخن ، بہادر شاہ ظفر ، نظیر اکبر آبادی ، عشق ، واحد ، میر حسن ، فیاض ، بلبہار ، حیدری ، مال دار خاں ، رند ، ولی ، ثابت ، قطب خاں ، آتش ، مومن [مولف کتاب] معروف[1] ، حاتم ، میر ، حاجی ، مست ، مصحفی ، رضا ، تاباں ، جعفر ، سوز ، عاجز ، درد ، حسن رضا خاں طور ، حریف ، حافظ ہندی ، فقیر محمد خاں گویا ، منصور ، نیاز ، فرخ مرزا خاں لاہوری ، شرر ، نامی ، سودا ، تبسّم ، جنوں ، صاحب ، جرأت[2] ، نسیم ، سرشار ، احمد ، ممنون ، نادار ، مرزا

۱۔ عنوان ''معروف کرخی'' ہے جو درست نہیں ۔ غزل الٰہی بخش معروف کی ہے ۔

۲۔ جرأت کی غزل کا عنوان ہے ''ہوں میں'' ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جرأت کے مقطع کا پہلا مصرع یہ ہے : ''اُف نہ کروں نام کا جرأت ہوں میں'' ۔ عنوان میں غلطی سے ''جرأت'' کی بجائے ''ہوں میں'' لکھا گیا ۔

رجب علی بیگ سرور ، جہانگیر شاہ ، انوارالدولہ ، سلیمی ، غازی الدین حیدر ، عزم ، بیدار ، اختر ، مسافر ، مہر ، مفتی تاج الدین بہجت ، ترق ، حسرت ، سراج ، مرزا محمد تقی ہوس ، قائم ، نصیر ، پادشاہ ، مطلب ، قطب الدین ، حاجی ، چندا ، شیدا ، مرزا غلام مہدی خوشتر ، زکی ، احمدی ، خان ، آزاد ، فرحت ، آبرو ، اوباش ، غریب ، نگہت ، سرمدی ، شاہ کمال ، غافل ، لطیف ، مرہون ، امانت ، شادان ، شاہ خاموش ، شیخ اشرف دکنی ، مشتاق ، مونس شاہ لکھنوی ، ذوق ، بخشش ، مشہور ، معتمم ، خواجہ عارف ، عشرت ، خلیق ، جوہر علی خان ، شیخ مقیم ، احمد خان درانی ، میر غضنفر علی جنون ، یقین ، شہزادہ ابوالفتح معین الدین سلطان غازی پوری ، بیمار ، بقا ، واجد علی شاہ اختر ، قیس ، تابان ، عاشق ، اکبر مدراسی ، فدا ، قمر ، غریب ، قدرت ، زر جمعدار خان ، وحشت ، افسوں ، اعجاز ، غنا ، محکم موج ، ہمایوں ، حسین ، فدوی ، مونس ، مرزا محمد سلطان ، فتح الملک شاہ بہادر رمز ، حسام ، مرزا کمال الدین اصفہانی ۔

خصوصیات : مولف اور تالیف کے بارے میں دیباچے میں مندرجہ ذیل معلومات ملتی ہیں :

"یہ خاکسار سراپا انکسار ، اضعف العباد القوی ، میر مومن علی الموسوی خلف میر حسین علی مرحوم صاحبان نغمہ دوست و قانون شناسان سراپا مغز بے پوست سے التماس رکھتا ہے کہ حقیر سراپا تقصیر استادان کامل عیار سے جو علم موسیقی میں علم فلک ہفتم کو پہنچاتے تھے سو علم موسیقی حاصل کیا تھا اور بعد مدت چند کے حسب الخواہش دوستان قابل و شائق و یاران یک دل دقائق کے سن ۱۲۷۰ یک

ہزار و دو سو ستر ہجری اور یک ہزار آٹھ سو چوہن عیسوی میں لکھا اور اسی سن میں مادہ تاریخ میرے بھائی ، صاحب صفات عالی ، سلالۃ السادات ، منتخب در علم و کمال ، سر منشائے منشیان عالی اقتدار ، منشی میر غلام حسین صاحب رضوی المتخلص مجرم نے موزوں فرمایا :

منتخب جس دم کیے مومن علی علوی نسب
علم میں نغمے کے محنت سے کتاب موسیقی
سال اتمام اس کا مجرم نے کہا اس لطف سے
نام بھی ہیگا مناسب : انتخاب موسیقی

۱۲۷۰ھ

اور اسی تاریخ کو صاحب موصوف نے فارسی میں موزوں کیا . . . [اس کے بعد میر سجاد حسین رضوی فیاض کا ایک قطعۂ تاریخ ہے ۔ مصرع تاریخ : نغمۂ جاں فزا ز دل گفتا = ۱۲۷۱ھ] . . . پہلا رسالہ جو علم موسیقی میں لکھا گیا تھا سو کتاب ہائے مروجی اہل ہندوستان سے ہے کہ جس (کذا) کتابوں پر اُن کا گانے کا مدار ہے ۔ اور یہ رسالہ جو اب لکھا جاتا ہے ، مروجی اہل کرناٹک سے ہے کہ جس (کذا) کتابوں پر وہ لوگ اپنا عمل رکھتے ہیں ۔ پس یہ احقر دونوں فرقوں کی کتابوں کی حقیقت و ماہیت و اختلافات و تصرفات گانے کے ہر چیزوں میں کرتے ہیں اور اس کو سمجھنے اور دریافت کرنے کے واسطے دونو طائفوں کی کتابوں کے اقوال لکھا تاکہ طالبین کو فائدہ حاصل ہو'' ۔

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱۹۵ (ترانۂ عشق) ۔

• • •

طب

۱۹۷

کحل البصر

حکیم محمود صمدانی

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی ۔

نمبر : ۱۹۵۸ء ۱/۱۰

سائز : ۳۰½ × ۱۷½ س م

اوراق : ۱۳۰

سطور : ۲۳

سالِ تصنیف : ۱۳۳۸ھ [م : ۲۰ - ۱۹۱۹ء]

کاتب : خود مصنّف ۔

سالِ کتابت : ۱۳۳۸ھ [م : ۲۰ - ۱۹۱۹ء]

خط : نستعلیق ، رواں دواں ۔

کیفیت : کاغذ ولایتی ، باریک ، پیلا ۔ مخطوطہ مکمل ہے ، لیکن مضمونِ کتاب نامکمل ہے ۔ مصنّف نے کسی وجہ سے اسے لکھتے لکھتے چھوڑ دیا ہے ۔ ورق ۱ ، الف کے اُوپر کے دائیں کونے میں یہ تاریخ بخط مصنّف لکھی ہے ۔ "۲ ربیع الاوّل ، ۳۸ ؛ ۲۱ دے ۲۹" پہلا سنہ ہجری ہے اور دوسرا فصلی ، جس کا حیدرآباد دکن میں رواج تھا ۔

آغاز : "زمانہ دراز سے ایک خیال بندھا ہوا تھا کہ علم الابصار[1]

۱۔ پہلے "آنکھوں" لکھا تھا ، اُسے قلم زد کرکے "علم الابصار" لکھا گیا ۔

کے متعلق کوئی مبسوط رسالہ لکھوں اور اُس کے متعلقہ ابحاث کے اخلاقی مسائل پر فلسفہ قدیمہ اور علومِ مشرقیہ کے خیالات کی روشنی ڈالوں اور اختلافِ رائے کے مدلل ادلہ اور موثق استدلال اور ان کے باہمی اعتراضات و جوابات کے معقول وجوہ معہ جرح و تعدیل عقلانہ اصول پر ہدیہ ناظرین کروں'' ۔

اختتام : ''اگر علیل باوجودہ صفائی و لطافت آب ، پھر بھی آفتاب یا چراغ کی روشنی کو نہیں دیکھ سکتا تو سمجھ لیا جائے کہ اس مریض کے عصبہ مجوفہ میں سدہ واقع ہے ۔ علاج نزول الماء'' ۔ [آخری تین لفظ بطور عنوان لکھے گئے ہیں]

مندرجات : یہ کتاب آنکھ اور اُس کی بیماریوں اور علاج کے بارے میں ہے ۔

خصوصیات : یہ کتاب ، جیسا کہ اُوپر لکھا جا چکا ہے اور اختتام کے اقتباس سے بھی واضح ہے ، نامکمل ہے ۔ ''علاج نزول الماء'' کے عنوان پر مخطوطے کا خاتمہ ثابت کرتا ہے کہ مصنّف مزید لکھنے کا ارادہ رکھتا تھا ۔ اس مخطوطے میں جا بجا اصلاحیں اور ترمیمیں ملتی ہیں ، اُن اصلاحوں اور ترمیموں کا اور متن کا خط ایک ہی ہے ۔ لہٰذا یقینی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ یہ مخطوطہ مصنّف کا مکتوبہ ہے ۔

کتاب کی تمہید میں مصنّف نے لکھا ہے : ''اپنے خدمات قومی اور فرائض سرکاری کو انجام دیتے ہوئے[1] جس قدر فرصت کا وقت مل جاتا تھا ، اس کے لکھنے میں صَرف کر دیتا تھا ۔ فضلِ الٰہی سے ختم ہو چکا اور ہدیہ ناظرین کا موقع ملا اور اس رسالے کا نام 'کحل البصر' رکھا'' ۔ (ورق ۱ ، الف) ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب کا مسودہ مکمل ہو چکا تھا ، اب مصنّف مبیّضہ تیار کر رہا تھا ، جس کے مکمل ہونے کی نوبت نہیں آئی ۔ کتاب کی

۱- پہلے ''انجام دینے کے بعد'' لکھا تھا ، اُسے قلم زد کیا گیا ۔

تمہید میں میر عثمان علی خاں نظام دکن کی تعریف بھی کی گئی ہے ۔

مصنّف : ''مولف اور اُس کا افتخار'' کے عنوان کے تحت مصنّف نے اپنے بارے میں لکھا ہے :

''اس رسالے کے مولف کا نام حکیم محمود صمدانی بن مولوی قاضی رکن الدین احمد القادری النقشبند الچشتی . . . بن قاضی محمد شرافت الدین احمد المعروف بہ قاضی محمد شکراللہ . . . قاضی سرکار بیڑ و . . . . [ایک لفظ ناخوانا] تالکھیڑ ضلع مذکور اورنگ آباد خجستہ بنیاد ہے'' ۔

اوپر ''خصوصیات'' کے تحت کتاب کی تمہید کا جو اقتباس درج کیا گیا ہے ، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولف سرکاری ملازم تھے ۔

حکیم صمدانی ، شیخ الاسلام دکن مولانا انواراللہ فضیلت جنگ کے داماد تھے ۔ مولانائے موصوف نے جب ۱۳۲۸ھ میں ہندوستان کے بعض شہروں کا سفر کیا تھا تو حکیم صمدانی اُن کے ساتھ تھے ۔ حکیم صاحب نے اس سفر کی روداد ، روزنامچے کے طور پر مرتّب کی تھی جس کا اصل مسودہ ادارۂ ادبیات اُردو ، حیدرآباد دکن میں محفوظ ہے ۔ (ادارۂ ادبیات ، پنجم ، ص ۲۲۸)

• • •

۱۹۸

فن طب

حکیم محمود صمدانی

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی ۔

نمبر : ۱۹۵۸ ء ۱/۹

سائز : ½ ۳۲ × ۲۰ س م

اوراق : ۹۰

سطور : ۲۱

زمانۂ تصنیف: ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۳ء کے گرد و پیش ۔

کاتب : خود مصنف ۔

زمانۂ کتابت: مطابق زمانۂ تصنیف ۔

خط : نستعلیق ، رواں دواں ۔

کیفیت : کاغذ ولایتی ، باریک ، پیلا ۔ حواشی میں جا بجا اصلاحیں اور ترمیمیں ہیں ۔ آخری اوراق میں ایسے نشانات ہیں جو عموماً کاتب ، کتابت کرتے وقت اصل مسودے پر لگا دیتے ہیں ۔ (کتابت شدہ صفحات کے نمبر وغیرہ) ۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس نسخے کی کوئی دوسری نقل تیار کی گئی تھی یا طباعت کے لیے کتابت کی گئی تھی ۔ ورق ۱ ، الف سادہ ہے ۔ ورق ۱ ، ب سے متن شروع ہوتا ہے ۔ اصل مخطوطے سے قبل سات ورق علیحدہ سے لگائے گئے ہیں ، جن

کا متن سے کوئی تعلق نہیں ۔ ان میں سے پہلے ورق (الف) پر مختلف چیزوں کی حرارت جانچنے کے طریقے درج کیے گئے ہیں ۔ دوسرے ورق (الف) پر مختلف یادداشتیں ہیں جن میں سے ایک انسان کو ہوا اور پانی نہ ملنے کی صورت میں اُس کے مر جانے کے بارے میں ہے ۔ اس کے ساتھ اخبار ''انتخاب لاجواب'' کا حوالہ لکھا ہے اور یہ تاریخیں درج کی ہیں ۔ ''مورخہ ۱۳ فروری ، ۱۹۰۳ء مطابق ۱۳ شوال ، ۱۳۲۰ھ اور ۱۲ . . . [مہینے کا نام جلد سازی میں کٹ گیا ہے] ۱۳۱۲ف'' ۔ مخطوطے میں بعض اشیا کی اشکال بنائی گئی ہیں ۔ تھرمامیٹر اور انسانی جگر کی شبیہ کسی مطبوعہ کتاب یا رسالے سے کاٹ کر چسپاں کی گئی ہے ۔

آغاز : ''حصہ اول : فن طب ۔ مقدمہ ۔ اس میں بحثیں کیے جائیں گے (کذا) ۔ تاریخ طبابت ، ہدایت اطبا ، تعریف علم طب ، تقسیم طب ، بناء فن طب اور اس کا موجد ۔

بہت قدیم زمانہ سے یہ اختلاف چلا آ رہا ہے کہ فن طب کا موجد کون ہے اور اس کی ابتدا کیسے ہوئی ۔ بچند وجوہ یہ بات نہایت دقت طلب ہے کہ فن طبابت کا موجد یا اس کا ابتدائی حدوث یقینی طور پر بتا سکیں'' ۔

اختتام : ''کبھی قارورہ اشقر اس وجہ سے بھی ہو سکتا ہے کہ حرارت کمال درجہ ہو اور رنگ قارورہ میں بہت ہی سرخی ہو . . . [ایک لفظ ناخوانا] اور کچھ خلط بلغمی بھی اُس میں مل جائے تو اُن کے باہمی کسر و انکسار سے اشقریت آ جائے گی ۔ غرض اس صورت میں بھی حرارت ہی پر دلالت کرتا ہے'' ۔

مندرجات : جیسا کہ ''آغاز'' کے اقتباس سے واضح ہے ، کتاب کا حصہ اول مقدمے پر مشتمل ہے جس میں علم طب کی تاریخ بیان کی گئی ہے ۔ دوسرے حصے میں مختلف بیماریوں اور ان کے علاج کا بیان ہے ۔

خصوصیات : اس مخطوطے میں کہیں مصنف کا نام نہیں آیا ۔ خط وہی ہے جو مخطوطہ نمبر ۱۹۷ (کحل البصر) کا ہے ۔ دونوں مخطوطوں میں حواشی پر اصلاحوں اور ترمیموں کا انداز بھی یکساں ہے ۔ ان وجوہ کی بنا پر اس کتاب کو حکیم محمود ہمدانی کی تصنیف قرار دیا گیا ہے ۔ واضح رہے کہ ''فن طب'' اور ''کحل البصر'' کے مخطوطے ایک ہی شخص کے توسط سے قومی عجائب گھر کو ملے تھے ۔

دیگر تفصیلات کے لیے رک : مخطوطہ نمبر ۱۹۷ ۔

• • •

۱۹۹

مفید الاجسام

سید فضل علی شاہجہان آبادی

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی -

نمبر : ۱۹۵۷ - ۳۳

سائز : ۲۶ ½ × ۱۸ ½ س م

اوراق : ۳۰

سطور : ۱۹

زمانۂ تصنیف: ۱۲۵۷ھ تا ۱۲۵۹ھ [م : ۴۳ - ۱۸۴۱ء]

تاریخ کتابت : ۷ ربیع الثانی ، ۱۲۷۶ھ [م : ۳ نومبر ، ۱۸۵۹ء]

خط : نستعلیق ، معمولی -

کیفیت : نسخہ نہایت بوسیدہ اور کیرم خوردہ ہے - لیکن متن بڑی حد تک محفوظ ہے - کاغذ دبیز ، مٹیالا - عنوانات سرخ روشنائی سے ہیں - متن ورق ۱ ، الف سے شروع ہوتا ہے اور ورق ۳۰ ، الف پر ختم ہوتا ہے - ورق ۳۰ ، ب سادہ ہے -

آغاز : "شکر اور احسان ہے خدا کا کہ جس نے ایک مشتِ خاک سے ہم کو صورتِ انسان بنایا اور اشرف المخلوقات ہمارے حق میں فرمایا اور ہر شے جز و کل اوپر زمین کے پیدا کی اور رنگ برنگ کی اس کی تاثیر بخشی اور موافقت ساتھ مزاج صفراوی اور سوداوی اور دموی اور بلغمی کے عطا کی"-

قطعہ : ''تاریخ تصنیف ایجاد :

جناب فضل علی نے فن جراحت میں
کمال شوق سے نسخے جو سب لکھے اچھے
کہا سروش نے ایجاد وقت ختم کتاب
معالجات جراحت یہ اب لکھے اچھے

(۱۲۵۹ھ)

ترقیمہ : ''بتاریخ ششم ماہ رمضان المبارک ، ۱۲۶۴ ہجری و نقل ہذا بتاریخ ہفتم شہر ربیع الثانی ، ۱۲۷۶ ہجری'' ۔

مندرجات : '' . . . اس رسالے میں باب چار ہیں ایک خاتمہ ہے ۔ باب پہلا بیان علاج پھوڑہ میں اور دانہ زہرباد میں ۔ باب دوسرا بیان اور علاج زخم میں ۔ باب تیسرا علاج سوزاک اور آتشک میں ۔ باب چوتھا علاج متفرقات میں ، اور اس باب میں چار فصلیں ہیں ۔ فصل پہلی علاج وجع مفاصل میں ۔ فصل دوسری ادویہ مقوی باہ میں ۔ فصل تیسری علاج جریان میں ۔ فصل چوتھی علاج فتق میں اور بیان نسخہ متفرقات میں ۔ خاتمہ بیان پارۂ احوال میں''۔ (ورق ۵ ، ب و ۶ ، الف)

خصوصیات : مصنّف نے کتاب کے آغاز و اختتام میں قدرے شاعرانہ انداز اختیار کیا ہے ، جابجا اشعار درج کیے ہیں ، لیکن باقی کتاب آسان اور سادہ نثر میں ہے ۔ مصنّف نے اپنے حالات اور تصنیف کتاب کی روداد دل چسپ انداز میں بیان کی ہے ۔ کتاب کے آخر میں تین قطعات تاریخ ہیں جو طور (مرزا محمد رضا طور ، شاگرد مرزا محمد رضا برق) دشت اور ایجاد (شیخ بہادر علی ایجاد شاگرد خواجہ وزیر لکھنوی) کے ہیں ۔ ایجاد کا قطعہ اوپر درج ہو چکا ہے ۔ یہ مخطوطہ ۱۲۶۴ھ کے مکتوبہ ایک مخطوطے کی نقل ہے ۔ نسخہ منقول عنہ سے اس نقل کا مقابلہ کیا گیا ہے ، اغلاط کی تصحیح حاشیے پر کی گئی ہے ۔

مطبوعہ نسخے: یہ کتاب ۱۸۶۲ء میں مطبع مرتضوی کلکتہ سے شائع ہوئی تھی - مطبوعہ نسخہ کتب خانہ سالار جنگ ، حیدرآباد دکن میں ہے (نوائے ادب ، جولائی ، ۱۹۶۰ء ، ص ۵۵) - اس کا ایک ایڈیشن ۱۸۶۷ء میں لکھنؤ سے بھی شائع ہوا تھا - (برٹش موزیم ، ہندوستانی مطبوعات ، ص ۸۳)

مصنف : مصنف کے بارے میں معلومات کا واحد ذریعہ یہی کتاب ہے - وہ شاعر تھا جس کا ثبوت یہ ہے کہ اس نے کتاب میں اپنے متعدد اشعار درج کیے ہیں - لکھنؤ کے شعرا سے اس کے تعلقات تھے ، جن میں سے دو طور اور ایجاد اپنے زمانے کے مشہور شاعروں میں سے تھے - مصنف اور تصنیف سے متعلق اس مخطوطے کی ضروری عبارتیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں - جہاں سے غیر ضروری جملے یا شعر حذف کیے گئے ہیں ، وہاں نقطے لگائے گئے ہیں -

"یہ گنہ گار شرم سار سیّد فضل علی بن شاکر علی ابن میر کرم علی رہنے والے قدیم شاہجہاناباد (کذا) کے کہ اوستاذ پڑھانے اور لکھوانے میں بادشاہزادوں کے ہوتے آئے ہیں - اور اب بھی اوس خدمت پر بھائی صاحب عالی درجات ، منبع فیوضات ، مصدر کمالات ، اوپر نوکری روزگار کے بیچ سرکار بادشاہ کے جلوہ گستر ہیں - اللہ تعالیٰ ان کو سلامت با کرامت رکھے - لیکن اپنی خرابی و بربادی کا کیا حال بیان کروں اور کیا کہوں کہ سینہ قلم کا چاک ہوتا ہے کہ پروردگار عالم نے بزرگوں کی تقدیر میں ریاست اور امیری لکھی تھی اور اس نالائق رد خلائق کے مقسوم میں ندامت اور فقیری . . . الغرض یہ بے سرو سامان اور سرگردان ، ننگ خاندان اپنے کا ہوا . . . ایام طفلی سے اس گردش کج رفتار و زمانہ ناسازگار نے مانند اوراق کنجفہ کے سب عزیز و اقربا سے جدا کر کے ایسا ابتر پریشان با دل بریاں کیا کہ باگ اختیار کی ہاتھ سے چھوٹ گئی اور . . . منزلیں طے کرتا رفتہ رفتہ کلکتہ پہونچا کہ وہاں کوئی . . . مونس و غم خوار نہ تھا کہ ہاتھ شفقت کا سر پر

دھرے ۔ نو برس کے سن میں کہ سن بارہ سو ہجری نبوی
ہیں تیس تھے [سال پیدائش مصنف = ۱۲۳۵ - ۹ = ۱۲۲۶ھ]
اس کم سنی میں یہ خیال محال دل میں گزرا کہ کوئی
فن کسب کسی طرح کا ہو اوس کو اختیار کیجے اور دل سے
سیکھیے تاکہ آنکھوں میں لوگوں کی عزیز ہوجیے . . .
فی الحال اسپطال (کذا) انگریزی ڈاکٹر کلک پاتن صاحب
کہ نام اون کا آج تک بیچ کلکتہ کے مشہور و معروف ہے
کہ فن جراحی میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے ، اون کی خدمت
فیض درجت میں دست بستہ بارادہ شاگردی کے حاضر ہوا
اور سوال کیا کہ امیدوار اس بات کا ہوں ۔ میری زبانی یہ
حال سن کر وہ صاحب فیلسوف ، ہمسر جالینوس ، اوستاد
زمانہ ، اپنے فن کا یگانہ ، مہربان ہوا اور یوں فرمایا کہ بہتر
ہے مگر رہنا یہیں ہوگا ۔ جب تلک اس کو خوب حاصل
نہ کروگے تب تک پروانگی کہیں جانے کی نہ ملے گی ۔
میں نے سب قبول کیا ۔ غرض ایک وہیں مکان رہنے کے
مقرر کیا گیا اور خدمت کے لیے ایک مسلمان با ایمان کو
یہ اجازت دی کہ کھانے اور پینے سے ان کو بے چینی نہ
کسی چیز کی ہونے پائے ۔ سوا اس کے جو ضرورت ہوئے
اطلاع ہمارے کر دینا . . . شکر پروردگار حقیقی کا کیا
کہ فکر اخراجات سے فراغت پائی . . . اوس استاد یگانہ و
جہاندیدۂ زمانہ نے مجھ کو شریف زادہ جان کے عزیز کیا
اور بسبب لاولدی اپنی کے بطور فرزندان نوازش اور الطاف
روز بروز زیادہ کرنا شروع کیا اور خوب بتلایا ۔ یہاں
تک کہ مشکل مشکل عوارضات تھے وہ سب میرے ہاتھ
سے اچھے کروانے شروع کیے کہ کوئی دقیقہ اس فن کا رہ نہ
جائے کہ دوسرے کا محتاج ہونا پڑے ۔ غرض گیارہ برس
اون کی خدمت میں رہا ۔ اتفاقاً ایک روز وہ بیمار ہوئے اور
سن بھی کمال حد کو پہونچ چکا تھا کہ اپنی موت کو یاد
کیا . . . یک روز اس عالم فانی سے طرف ملک جاودانی
کے کوبھہ (کذا) کیا اور نعرہ آہ کا ہر ایک سمت سے بلند

ہوا . . . چار و ناچار اون کے مرنے کے بعد اور دو برس
کلکتہ میں اوقات بسر کی ، لیکن اکثر جی گھبراتا اور
اشتیاق استاد کا یاد آتا - باوجودیکہ فراغت ہر طرح کی تھی
اوس پر بھی یہی جی میں سمائی خواہ مخواہ سیر لکھنؤ کی
کیجیے - یہ دل میں ٹھان کر روانہ ہوا - آخرکار کمند
تقدیر کشاں کشاں سن بارہ سے پینتالیس ۱۲۴۵ ہجری میں
یہاں لے آئی کہ زمانہ . . . نصیرالدین حیدر [کا تھا] . . .
کچھ کچھ رسم ملاقات یہاں کے باشندوں سے شروع کی بلکہ
ہم راہ اون کے محفلوں میں جانا اور سیر کوچہ و بازار کی
کرنا ہر روز مقرر کیا - خیرالامر ایک دلفریب جامہ زیب
عشوہ ساز سحر پرداز سے موانست دلی کرنے لگا . . . چند
عرصہ میں جو اثاث البیت نقد و جنس سے ہاتھ اپنے کے بیچ
رکھتا تھا ، وہ سب کا سب تواضع اوس مایہ ناز و معشوقہ
دلنواز کی کر چکا - نوبت یہاں تک پہونچی کہ خرچ قوت
لا یموت سے بھی عاجز رہنے لگا - رفتہ رفتہ افلاس بے قیاس
نے پنجہ عسرت میں ایسا گرفتار کیا کہ کوئی تدبیر پر
تاثیر ایسی نہ آئی کہ اوس سے رہائی ہووے - لاچار ہو کر
واسطے معاش کے جا بجا جستجو کرنے لگا - . . . صورت
روزگار کی آئینہ خیال میں بھی جلوہ گر نہ ہوئی اور
قرض داری اور زیر باری سے تنگ آیا . . . ایک دوست
دیرینہ . . . تشریف لائے اور مجھ کو مشوش دیکھ کر
فرمانے لگے . . . تم کو حق سبحانہ جل شانہ نے ایسا ہنر
بے نظیر عطا کیا ہے اور دست شفا کا بھی دیا ہے اور
اپنے نزدیک تو یوں ہے کہ اگر اس کام کا تم کو مسیحا
کہیے تو بھی بجا ہے . . . پس تم کو بھی لازم ہے کہ ایک
مکان دلستاں سر راہ لیجے کہ اوس میں عبادت رزاق مطلق
کی کیجیے اور علی الصباح للہ فی اللہ ہر ایک بیمار لاچار کو
دیکھیے اور دوا دیجیے . . . جو بیمار صحت پائے گا وہ
حسب مقدور خدمت آپ کی بجا لائے گا - یہ فکر اخراجات
کم ہو جائے گی اور صورت فراغت کی نظر آئے گی - یہ

کلام فرحت انجام سن کر اسی روز سے میں . . . ایک مکان میں جا بیٹھا اور معالجہ بیماروں کا شروع کیا ۔ یہاں تک کہ نحوست ایام مجھ سے پہلوتہی کر گیا اور نام میرا مشہور ہوا کہ ہر ادنٰی و اعلٰی میں روشناسی بہم پہونچی ۔ بارے فضل الٰہی سے تھوڑے دنوں میں ایسی صورت نکل آئی کہ اوقات اچھی طرح بسر کرنے لگا . . . بعد چند مدت کے نصیرالدین حیدر نے انتقال کیا اور تخت سلطنت پر . . . محمد علی شاہ جلوہ فرما ہوئے . . . بیٹھے بیٹھے ایک روز تصور بے ثباتی اس دنیائے ناپائدار کا ایسا بندھا کہ یہ عمارت خانۂ تن مثل حباب بلکہ حباب سے بھی کم نظروں میں نظر آئی . . . خدا کے فضل سے اس زندگی دو روزہ میں خوب کھایا اور لٹایا اب جی یوں چاہتا ہے کہ امتحان نسخوں کا اکثر تجربے میں آیا ہے اور مجھ کو ان کی مشق میں بیس برس گزرے کرتے ہوئے اور یہ دنیا چند روزہ ہے ، اگر ان سب نسخوں کو بطور ایک کتاب کے ترتیب دے تو بہتر ہے . . . سن بارہ سے ستاون میں عہد سلطنت . . . محمد علی شاہ کا تھا ، اوس کو ترتیب دینا اور لکھنا شروع کیا ,اور بارہ سے انسٹھ میں کہ نوبت جہاں بانی . . . امجد علی شاہ کی تھی کہ خاتمہ اس کتاب کا کیا ۔ [ورق ۲ ، الف تا ۵ ، ب] . . . یہ کتاب شہر ذلحجہ (کذا) میں تمام ہوئی اور تاریخ دسویں روز دو شنبہ اور سن بارہ سے اون سٹھ ہجری مطابق سن بارہ سے اکیاون فصلی اور سن اٹھارہ سے چوالیس عیسوی اور سنبت اونیس سے ہندی ہوتے تھے ، تمام ہوئی“ ۔ [ورق ۲۰ ، الف]

سیّد فضل علی نے ”فوائد عجیبہ“ کے نام سے بھی ایک کتاب لکھی تھی جو کارخانۂ نثار علی لکھنؤ سے ۱۲۶۸ھ میں حسب الحکم سلطان المطابع طبع ہوئی تھی ۔ (رجب علی بیگ سرور ، ص ۲۷)

● ● ●

جنسیات

۲۰۰

بہارِ عیش

مترجم : نامعلوم

کتب خانہ : قومی عجائب گھر ، کراچی ۔

نمبر : ۱۳/۲۳۳ * ۱۹۵۸

سائز : ۲۳½ × ۱۵ س م

اوراق : ۵۰

سطور : ۱۳

زمانۂ تصنیف: تیرھویں صدی ہجری کا ربع اول (قیاساً)

کاتب : رگنات مل ۔

تاریخِ کتابت : ۱۹ شعبان ، ۱۲۷۵ھ [م : ۲۳ مارچ ، ۱۸۵۹ء]

خط : نستعلیق ، معمولی ۔

کیفیت : مخطوطہ غیر مجلّد اور نہایت بوسیدہ حالت میں ہے ۔ تمام اوراق الگ الگ ہیں ۔ کاغذ دبیز ، مٹیالا ۔ مخطوطہ ناقص الاول ہے ۔ شروع کا ایک ورق ضائع ہو چکا ہے ۔

آغاز : ''آگ میں نہیں جلاتی ہوں ، آگ عشقِ کوکا کی جلاتی ہے اور میں برداشت اس کی نہیں کر سکتی ۔ اگر رائے فرماوے تو کوکا اپنی بوندی [باندی ؟] مجکو کرے ۔ البتہ زندہ رہوں اور خدمت اس کی کروں اور جو کوکا قبول نہ کرے گا ، اپنے تئیں اس آگ میں جلا دوں گی ۔ یہ باتیں کرتی تھی اور کوکا کے فراق میں روتی تھی'' ۔

اختتام : ''پھل اور شہد ہم وزن ملا کے دو تولہ اکیس دن کھائے ۔ انشاء اللہ بال سیاہ نکلا [نکلے گا ؟] ۔

ترقیمہ : ''خاتمہ بالخیر . . . [ایک لفظ ناخوانا] و کرمہ بعون اللہ تعالیٰ نسخہ کنزالفوائد مسمّٰی بہ بہار عیش کہ فی الحقیقت عیش ہے ، بروز پنجشنبہ ۱۹ ماہ شعبان سنہ ۱۲۷۵ ہجری بوقت چار بجے روز و طالب علمے بر مکان حکیم . . . [ناخوانا] اللہ ، این تحریر صورت پذیر معنی گردید ۔ کاتب را اگرچہ منظور نوشتن نام نبودہ لیکن برائے یادداشت نوشتہ شد ۔ در خط سراسر بے ربط ناعرم خطوطات (کذا) بندہ رگنات مل ولد لالہ گوری لعل ساکن قصبہ دیو بند واقع محمد شاہ پھولن نوشتہ شد :

نوشتہ بماند سیہ بر سفید

نویسندہ را نیست فردا امید''

مندرجات : اس رسالے کا خلاصہ یہ ہے کہ پترا نامی ایک عورت کوکا کے لیے تڑپتی ہے ۔ اُس کی شادی کوکا سے کر دی جاتی ہے ۔ کوکا سے پوچھا جاتا ہے کہ تو نے اس عورت کو کس طرح قابو میں کیا ۔ وہ بتاتا ہے کہ میں نے سنسکرت زبان میں ایک کتاب پڑھی تھی ، اُس میں عورتوں کو قابو میں کرنے کے طریقے درج ہیں ۔ میں نے انھیں طریقوں پر عمل کر کے پترا کو قابو میں کیا ہے ۔ پھر کوکا تفصیل سے ان طریقوں کو بیان کرتا ہے ۔ یہ کتاب اٹھارہ ابواب پر مشتمل ہے جن میں عورتوں کی پہچان سے لے کر ہر قسم کی دواؤں کا ذکر کیا گیا ہے ۔

خصوصیات : کتاب کی تمہید میں مترجم نے بتایا ہے کہ کوکا نے کسی سنسکرت کتاب کا ہندی میں ترجمہ کیا تھا اور اس کا نام ''کام شاستر'' رکھا تھا ۔ ضیائے نخشبی نے ''لذت النسا'' کے نام سے فارسی میں اس کا ترجمہ کیا ۔ زیرِ نظر کتاب ''لذت النسا'' کا ترجمہ ہے ۔

مخطوطے کا کاتب بے احتیاط اور غلط نویس ہے ۔ املا و انشا کی غلطیاں بکثرت ہیں ۔

● ● ●

کتابیات

۱- آزاد ، محمد حسین
آبِ حیات
طبع یازدہم - لاہور (سالِ طبع درج نہیں)

۲- آزاد بلگرامی ، میر غلام علی
سرو آزاد (دفتر ثانی "مآثرالکرام")
تصحیح : عبداللہ خاں
اہتمام : مولوی عبدالحق
لاہور ، ۱۹۱۳ء

۳- آزردہ ، مفتی صدرالدین
تذکرۂ آزردہ
مرتبہ : ڈاکٹر مختارالدین احمد
دہلی ، ۱۹۷۱ء

۴- آسی ، عبدالباری
تذکرۂ معرکۂ سخن
لکھنؤ ، ۱۹۳۴ء

۵- آسی ، عبدالباری
دو نایاب زمانہ بیاضیں
ہندستانی اکیڈیمی ،
الہ آباد ، ۱۹۴۲ء

۶- ابنِ طوفان
تذکرۂ ابنِ طوفان
مرتبہ : قاضی عبدالودود
پٹنہ ، ۱۹۵۴ء

۷- ابوالحسن امیرالدین احمد عرف امراللہ الہ آبادی
مسرت افزا
مرتّبہ : قاضی عبدالودود
پٹنہ (سالِ طبع درج نہیں)

۸- ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی
تراجم علمائے حدیث ہند (اوّل)
دہلی ، ۱۹۳۸ء

۹- اثر ، امداد امام
کاشف الحقائق
لاہور ، ۱۹۵۶ء

۱۰- ارمان ، راجہ جنم جئے متر
نسخۂ دل کشا
حصۂ اوّل : مطبوعہ کلکتہ ، ۱۸۷۰ء
حصۂ دوم : مخطوطہ ، ببلیوتک ناسیو نال ، پیرس
فوٹو اسٹیٹ مملوکہ ڈاکٹر وحید قریشی

۱۱- اشپرنگر ، اے
یادگارِ شعرا
مترجم : طفیل احمد
ہندستانی اکیڈیمی ، الہ آباد ، ۱۹۴۳ء

۱۲- افتخار ، سیّد عبدالوہاب
تذکرۂ بے نظیر
مرتّبہ : سیّد منظور علی
الہ آباد ، ۱۹۴۰ء

۱۳- افتخار حسین ، آغا
مخطوطاتِ پیرس
ترقی اُردو بورڈ ، کراچی ، ۱۹۶۷ء

۱۴- افسر امروہوی / سرفراز علی رضوی
فہرست مخطوطات (اُردو) ، انجمن ترقی اُردو
جلد اوّل ، کراچی ، ۱۹۶۵ء - جلد دوم ، ۱۹۶۷ء
(جلد دوم صرف افسر امروہوی کی مرتبہ ہے)

۱۵- امداد صابری
تلامذۂ میر
راولپنڈی ، ۱۹۶۵ء

۱۶- امیر مینائی
انتخابِ یادگار
رامپور ، ۱۲۹۷ھ

۱۷- انیس ، موہن لال
انیس الاحبا
(تراجم شعرائے اُردو ، شائع کردہ قاضی عبدالودود ،
سہ ماہی ''نوائے ادب'' ، بمبئی ، اپریل ، ۱۹۵۷ء)

۱۸- ایمان ، رحم علی خاں
تذکرۂ منتخب اللطائف
مرتبہ : سیّد محمد رضا جلالی نائینی و
ڈاکٹر امیر حسن عابدی
تہران ، ۱۹۷۰ء

۱۹- باطن ، قطب الدین
گلستانِ بے خزاں
مطبع نول کشور ، لکھنؤ ، ۱۸۷۵ء

۲۰- برق ، بابو شیام لال
بہارِ سخن
(ہندو شعرا کا تذکرہ)
سیتاپور ، ۱۹۳۳ء

۲۱- بشاش ، دیبی پرشاد
آثارالشعرائے ہنود
دہلی ، ۱۸۸۵ء

۲۲- بشیر ، بہاء الدین
تذکرۂ بشیر
مرتبہ : مشفق خواجہ
(غیر مطبوعہ)

۲۳- بے جگر ، خیراتی لال
تذکرۂ بے جگر
مخطوطہ : انڈیا آفس لائبریری ، لندن
فوٹو اسٹیٹ مملوکہ ڈاکٹر وحید قریشی

۲۴- تمکین کاظمی
تذکرۂ ریختی
حیدر آباد دکن ، ۱۹۳۰ء

۲۵- تمنا اورنگ آبادی ، اسد علی خاں
گل عجائب
مرتبہ : مولوی عبدالحق
اورنگ آباد ، ۱۹۳۶ء

۲۶- تنہا ، محمد یحییٰ
سیرالمصنفین
جلد اول ، لاہور ، ۱۹۳۸ء

۲۷- تنہا ، محمد یحییٰ
مرآۃ الشعرا
لاہور (سالِ طبع درج نہیں)

۲۸- جاوید نہال
بنگال کا اُردو ادب
کلکتہ ، ۱۹۶۹ء

۲۹- جہاں ، بینی نرائن
دیوانِ جہاں
مرتبہ : کلیم الدین احمد
پٹنہ (سالِ طبع درج نہیں)

۳۰- حاکم لاہوری ، عبدالحکیم
تذکرۂ مردم دیدہ
مرتبہ : ڈاکٹر سیّد عبداللہ
لاہور ، ۱۹۶۱ء

۳۱- حسرت موہانی
اربابِ سخن
کانپور ، ۱۹۲۹ء
۳۲- حسن خان ، محمد
ریاض الفردوس
مرتبہ : مرتضیٰ حسین فاضل
لاہور ، ۱۹۶۸ء
۳۳- حسن دہلوی ، میر
تذکرۂ شعرائے اُردو
مرتبہ : مولانا حبیب الرحمٰن خان شیروانی
دہلی ، ۱۹۳۰ء
۳۴- حمید اورنگ آبادی ، خواجہ خان
گلشنِ گفتار
مرتبہ : سیّد محمد
حیدر آباد دکن ، ۱۳۳۹ ف
۳۵- حیدری ، حیدر بخش
گلشنِ ہند
مرتبہ : ڈاکٹر مختارالدین احمد
دہلی ، ۱۹۶۷ء
۳۶- حیرت ، قیام الدین
مقالات الشعرا
مرتبہ : نثار احمد فاروق
دہلی ، ۱۹۶۸ء
۳۷- خلیق انجم ، ڈاکٹر
مرزا محمد رفیع سودا
علی گڑھ ، ۱۹۶۶ء
۳۸- خلیل ، علی ابراہیم خان
صحف ابراہیم
مخطوطہ : قومی کتب خانہ ، برلن
فوٹو اسٹیٹ مملوکہ پیر حسام الدین راشدی

۳۹۔ خلیل ، علی ابراہیم خاں
گلزارِ ابراہیم
مرتبہ : کلیم الدین احمد
پٹنہ ، ۱۹۷۳ء

۴۰۔ خوش‌گو ، بندرا بن داس
سفینۂ خوشگو
مرتبہ : سیّد شاہ محمد عطاء الرحمٰن عطا کاکوی
پٹنہ ، ۱۹۵۹ء

۴۱۔ خویشگی ، نصراللہ خاں
گلشنِ ہمیشہ بہار
مرتبہ : ڈاکٹر اسلم فرخی
کراچی ، ۱۹۶۷ء

۴۲۔ دیسنوی ، عبدالقوی
ایک اور مشرق کتب خانہ
کتب خانۂ الاصلاح ، دیسنہ ، پٹنہ
بمبئی ، ۱۹۵۳

۴۳۔ ذکا ، خوب چند
عیار الشعرا
مخطوطہ : انڈیا آفس لائبریری ، لندن
فوٹو اسٹیٹ مخزونہ کتب خانۂ خاص ،
انجمن ترقی اردو ، کراچی

۴۴۔ رحمان علی
تذکرۂ علمائے ہند
مطبع نول کشور ، لکھنؤ ، ۱۹۱۴ء
اردو ترجمہ : محمد ایوب قادری
کراچی ، ۱۹۶۱ء

۴۵۔ رسا ، گوکل پرشاد
ارمغان گوکل پرشاد
کانپور ، ۱۸۹۸ء

۴۶- رضوی ، ڈاکٹر سلیم حامد
أردو ادب کی ترقی میں بھوپال کا حصہ
بھوپال ، ۱۹۶۵ء

۴۷- زور قادری ، ڈاکٹر سیّد محی الدین
أردو شہہ پارے
جلد اوّل ، حیدر آباد دکن ، ۱۹۲۹ء

۴۸- زور قادری ، ڈاکٹر سیّد محی الدین
تذکرۂ أردو مخطوطات
(مخزونہ ادارۂ ادبیات أردو ، حیدر آباد دکن)
حیدر آباد دکن ، جلد اوّل ۱۹۴۳ء ، دوم ۱۹۵۱ء
سوم ۱۹۵۷ء ، چہارم ۱۹۵۸ء ، پنجم ۱۹۵۹ء

۴۹- زور قادری ، ڈاکٹر سیّد محی الدین
مرقع سخن
حیدر آباد دکن - جلد اوّل ۱۹۳۵ء ، دوم ۱۹۳۷ء

۵۰- زیدی ، عابد امام
فہرست مخطوطات أردو
خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری ، بانکی پور ، پٹنہ
کلکتہ ، ۱۹۶۲ء

۵۱- سحر ، احمد حسین
بہار بے خزاں
مرتّبہ : ڈاکٹر نعیم احمد
دہلی ، ۱۹۶۸ء

۵۲- سرور ، اعظم الدولہ میر محمد خاں
عمدۂ منتخبہ
مرتّبہ : ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی
دہلی ، ۱۹۶۱ء

۵۳- سروری ، عبدالقادر
أردو مثنوی کا ارتقا
حیدر آباد دکن ، ۱۹۳۰ء

۵۴- سروری ، عبدالقادر
فہرست اُردو مخطوطات
کتب خانۂ کلیۂ جامعہ عثمانیہ ، حیدر آباد دکن
حیدر آباد دکن ، ۱۹۲۹ء

۵۵- سری رام ، لالہ
خم خانۂ جاوید
دہلی - جلد اوّل و دوم ۱۹۱۱ء ، سوم ۱۹۱۷ء ،
چہارم ۱۹۲۶ء ، پنجم ۱۹۴۱ء

۵۶- سکسینہ ، رام بابو
تاریخ ادب اُردو
مترجم : مرزا محمد عسکری
مطبع نول کشور ، لکھنؤ - طبع سوم (سالِ طبع درج نہیں)

۵۷- سکسینہ ، رام بابو (مرتّب)
مرقع شعرا
دہلی ، ۱۹۵۶ء

۵۸- سیّد احمد خاں ، سر
تذکرۂ اہلِ دہلی
مرتّبہ : قاضی احمد میاں اختر جوناگڈھی
کراچی ، ۱۹۵۵ء

۵۹- سیّد محمد
اربابِ نثرِ اُردو
حیدر آباد دکن ، ۱۹۳۷ء

۶۰- شاد عظیم آبادی
تذکرۂ شعرا
مرتّبہ : سیّد شاہ محمد عطاء الرحمٰن عطا کاکوی
پٹنہ ، ۱۹۶۵ء

۶۱- شفیق ، لچھمی نرائن
چمنستانِ شعرا
مرتّبہ : مولوی عبدالحق
اورنگ آباد ، ۱۹۲۸ء

۶۲- شفیق ، لچھمی نرائن
گلِ رعنا
(مشمولہ : تین تذکرے)
مرتّبہ : نثار احمد فاروقی
دہلی ، ۱۹۶۸ء

۶۳- شورش عظیم آبادی
تذکرۂ شورش
(مشمولہ : دو تذکرے)
مرتّبہ : کلیم الدین احمد
پٹنہ (سالِ طبع درج نہیں)

۶۴- شوق ، حافظ احمد علی خاں
تذکرۂ کاملان رامپور
دہلی ، ۱۹۲۹ء

۶۵- شوق ، قدرت اللہ
طبقات الشعرا
مرتّبہ : نثار احمد فاروقی
لاہور ، ۱۹۶۸ء

۶۶- شیدا ، عبدالشکور
بیاضِ سخن
حیدرآباد دکن ، ۱۳۵۵ھ

۶۷- شیفتہ ، مصطفیٰ خاں
گلشنِ بے خار
مطبع نول کشور
لکھنؤ ، ۱۸۷۴ء

۶۸- صابر ، مرزا قادر بخش
گلستانِ سخن
دہلی ، ۱۲۷۱ھ

۶۹- صبا ، مظفر علی
روزِ روشن
تہران ، ۱۳۴۳ ش

۷۰- صدیق حسن خاں ، سیّد محمد
شمع انجمن
بھوپال ، ۱۲۹۳ھ
۷۱- صدیقی ، ڈاکٹر ابواللیث
لکھنؤ کا دبستان شاعری
کراچی ، ۱۹۶۷ء
۷۲- صدیقی ، ثناء الحق
میر و سودا کا دور
کراچی ، ۱۹۶۵ء
۷۳- صفا بدایونی ، محمد عبدالحی
شمیم سخن (حصہ اول)
مراد آباد (سال طبع درج نہیں)
۷۴- صفیر بلگرامی
جلوۂ خضر
آرہ ، جلد اول ، ۱۳۰۲ھ - جلد دوم ، ۱۳۰۷ھ
۷۵- صوفی ملکاپوری ، عبدالجبار خاں
محبوب الزمن ، تذکرۂ شعرائے دکن
حیدرآباد دکن ، ۱۳۲۹ھ
۷۶- صہبائی ، امام بخش
انتخاب دواوین
دہلی ، ۱۸۸۴ء
۷۷- عبدالحی ، سیّد
گل رعنا
اعظم گڑھ ، ۱۳۷۰ھ
۷۸- عبدالقادر رام پوری
علم و عمل (وقائع عبدالقادر خانی)
اُردو ترجمہ : معین الدین افضل گڈھی
مرتّبہ : محمد ایوب قادری
کراچی ، ۱۹۶۰ء

۷۹- عتیق صدیقی ، محمد
گل کرسٹ اور اُس کا عہد
علی گڑھ ، ۱۹۶۰ء

۸۰- عرشی ، امتیاز علی
فہرست مخطوطاتِ اُردو (جلد اوّل)
(مخزونہ رضا لائبریری ، رام پور)
رام پور ، ۱۹۶۷ء

۸۱- عشرت لکھنوی ، خواجہ عبدالرؤف
آبِ بقا
مرتّبہ : مرزا جعفر علی نشتر
لکھنؤ ، ۱۹۲۸ء

۸۲- عشرت لکھنوی ، خواجہ عبدالرؤف
ہندو شعرا
لکھنؤ ، ۱۹۳۱ء

۸۳- عشق و مبتلا ، شیخ غلام محی الدین
طبقاتِ سخن
تلخیص ، شائع کردہ : ڈاکٹر محمد حسن
ہفت روزہ "ہماری زبان" علی گڑھ
۲۲ جنوری تا ۸ اپریل ، ۱۹۶۰ء

۸۴- عشقی ، وجیہ الدین
تذکرۂ عشقی
(مشمولہ : دو تذکرے)
مرتّبہ : کلیم الدین احمد
پٹنہ (سالِ طبع درج نہیں)

۸۵- عقیل ، ڈاکٹر سیّد محمد
اُردو مثنوی کا ارتقا (شمالی ہندوستان میں)
الہٰ آباد ، ۱۹۶۵ء

۸۶- علی حسن خان ، سیّد
بزمِ سخن
بھوپال ، ۱۲۹۸ھ

۸۷- علی حسن خاں ، سیّد
صبحِ گلشن
بھوپال ، ۱۲۹۵ھ

۸۸- غلام حسین خاں ، خواجہ
تاریخ گلزار آصفیہ
حیدرآباد دکن ، ۱۲۶۰ھ

۸۹- فاروقی ، ابرار حسین
فہرست مخطوطات انجمن ترقی اُردو (ہند)
سہ ماہی ''اُردو ادب'' ، علی گڑھ
مارچ ، ۱۹۵۳ء و جولائی تا ستمبر ، ۱۹۵۳ء

۹۰- فاروقی ، ابو یوسف احمد محی الدین حسین
فہرست کتب خانۂ سردارالحکما نواب فیلسوف جنگ
مرحوم (حیدرآباد دکن)
حیدرآباد دکن (سالِ طبع درج نہیں)

۹۱- فائق ، قاضی نورالدین حسین
مخزنِ شعرا
(تذکرۂ شعرائے گجرات)
مرتّبہ : مولوی عبدالحق
دہلی ، ۱۹۳۳ء

۹۲- فرمان فتحپوری ، ڈاکٹر
اُردو کی منظوم داستانیں
کراچی ، ۱۹۷۱ء

۹۳- فرمان فتحپوری ، ڈاکٹر
اُردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری
لاہور ، ۱۹۷۲ء

۹۴- فیاض محمود ، سیّد (مدیر عمومی)
تاریخِ ادبیاتِ مسلمانانِ پاکستان و ہند
اُردو ادب ، جلد اوّل تا پنجم
پنجاب یونی ورسٹی ، لاہور ، ۷۲-۱۹۷۱ء

۹۵- قادری ، حامد حسن

داستانِ تاریخِ اُردو

کراچی ، ۱۹۶۶ء

۹۶- قاسم ، قدرت اللہ

مجموعۂ نغز

مرتّبہ : حافظ محمود شیرانی

لاہور ، ۱۹۳۳ء

۹۷- قاضی عبدالودود

اشتر و سوزن

پٹنہ ، ۱۹۶۵ء

۹۸- قاضی عبدالودود

فہرست کتاب خانۂ گارسیں دتاسی

سہ ماہی ''نوائے ادب'' ، بمبئی ،

جنوری ۱۹۵۸ء

۹۹- قاقشال ، مرزا افضل بیگ

تحفۃ الشعرا

مرتّبہ : ڈاکٹر حفیظ قتیل

حیدر آباد دکن ، ۱۹۶۱ء

۱۰۰- قائم چاند پوری

مخزنِ نکات

مرتّبہ : اقتدا حسن

لاہور ، ۱۹۶۶ء

۱۰۱- قدرت گوپاموی ، محمد قدرت اللہ خاں

نتائج الافکار

بمبئی ، ۱۲۵۸ھ

۱۰۲- قدیر احمد

خواجہ میر درد ، ذکر اور فکر

دہلی ، ۱۹۶۳ء

۱۰۳- کریم الدین/ایف فیلن
طبقاتِ شعرائے ہند
دہلی ، ۱۸۴۸ء

۱۰۴- کریم الدین
گلدستۂ نازنیناں
مرتبہ : ڈاکٹر احمر لاری
پٹنہ ، ۱۹۷۲ء

۱۰۵- کمال ، شاہ محمد کمال
مجمع الانتخاب
(مشمولہ : تین تذکرے)
مرتبہ : نثار احمد فاروقی
دہلی ، ۱۹۶۸ء

۱۰۶- کیفی چریا کوٹی
جواہرِ سخن
(جلد اول)
ہندستانی اکیڈیمی ،
الٰہ آباد ، ۱۹۳۳ء

۱۰۷- گردیزی ، سید فتح علی حسینی
تذکرۂ ریختہ گویاں
مرتبہ : مولوی عبدالحق
اورنگ آباد ، ۱۹۳۳ء

۱۰۸- گیان چند ، ڈاکٹر
اردو کی نثری داستانیں
کراچی ، ۱۹۶۹ء

۱۰۹- گیان چند ، ڈاکٹر
اردو مثنوی شمالی ہند میں
علی گڑھ ، ۱۹۶۹ء

١١٠- لطف ، مرزا علی
گلشن ہند
مرتبہ : مولوی شبلی نعمانی - مقدمہ : مولوی عبدالحق
لاہور ، ١٩٠٦ء

١١١- مالک رام
تلامذۂ غالب
نکودر ، ١٩٥٧ء

١١٢- مبتلا ، مردان علی خاں
گلشن سخن
مرتبہ : سید مسعود حسن رضوی ادیب
علی گڑھ ، ١٩٦٥ء

١١٣- مبتلا ، مردان علی خاں
منتخب الاشعار (تلخیص)
مرتبہ : ڈاکٹر محمد اسلم خاں
دہلی ، ١٩٧٥ء

١١٤- محسن ، محسن علی
ترجمۂ مخزن نکات
مخطوطہ : رضا لائبریری ، رام پور
نقل مملوکہ راقم الحروف

١١٥- محسن ، محسن علی
سراپا سخن
مطبع نول کشور ، لکھنؤ ، ١٢٩٨ھ

١١٦- مختارالدین احمد ، ڈاکٹر
کتاب خانۂ مانچسٹر (جون ریلینڈ لائبریری) کے بعض مخطوطات
رسالہ ''معاصر'' ، پٹنہ ، حصہ ١٠

١١٧- مست ، ذوالفقار علی
(الف) ملخص تذکرۂ ریاض الوفاق
مرتبہ : سید حسن و عطا کاکوی
پٹنہ ، ١٩٦٧ء

(ب) ملخّص تذکرۂ ریاض الوفاق
مرتّبہ : دکتر ع ، خیام پور
تبریز ، ۱۳۴۳ ش

۱۱۸- مصحفی ، غلام ہمدانی
تذکرۂ ہندی
مرتّبہ : مولوی عبدالحق
اورنگ آباد ، ۱۹۳۳ء

۱۱۹- مصحفی ، غلام ہمدانی
ریاض الفصحا
مرتّبہ : عبدالحق
اورنگ آباد ، ۱۹۳۴ء

۱۲۰- مصحفی ، غلام ہمدانی
عقد ثریا
مرتّبہ : مولوی عبدالحق
اورنگ آباد ، ۱۹۳۴ء

۱۲۱- مہجور ، عنایت حسین
مداغ الشعرا
مخطوطہ : رضا لائبریری ، رام پور
نقل مملوکہ راقم الحروف

۱۲۲- میر ، میر تقی
نکات الشعرا
مرتّبہ : مولوی عبدالحق
اورنگ آباد ، ۱۹۳۵ء

۱۲۳- نادر ، درگا پرشاد
خزینۃ العلوم فی متعلقات المنظوم
لاہور ، ۱۸۷۹ء

۱۲۴- نادر ، کلب حسین خاں
تذکرۂ نادر
(تلخیصِ دیوانِ غریب)
مرتبہ : سیّد مسعود حسن رضوی ادیب
لکھنؤ ، ۱۹۵۷ء

۱۲۵- نارنگ ، ڈاکٹر گوپی چند
ریاست ہائے متحدہ امریکہ اور کنیڈا کے کتب خانوں
میں اُردو مخطوطات
سہ ماہی ''اُردو ادب'' ، علی گڑھ ،
شمارہ ۲ ، ۱۹۶۸ء

۱۲۶- نارنگ ، ڈاکٹر گوپی چند
ہندوستانی قصوں سے ماخوذ اُردو مثنویاں
دہلی ، ۱۹۶۲ء

۱۲۷- ناصر ، سعادت خاں
خوش معرکہ زیبا
مرتبہ : مشفق خواجہ
لاہور ، جلد اول ، ۱۹۷۰ - جلد دوم ، ۱۹۷۲ء

۱۲۸- ناظر کاکوروی
ہندو ادیب
لکھنؤ ، ۱۹۳۹ء

۱۲۹- ندوی ، حامد اللہ
کتب خانۂ جامع مسجد بمبئی میں اُردو مخطوطات
بمبئی ، ۱۹۵۶ء

۱۳۰- ندوی ، عبدالسلام
شعرالہند
اعظم گڑھ ، ۱۹۳۹ء

۱۳۱- نسّاخ ، عبدالغفور خاں
سخنِ شعرا
مطبع نول کشور
لکھنؤ ، ۱۲۹۱ھ

۱۳۲- نسّاخ ، عبدالغفور خاں
قطعۂ منتخب
مطبع نول کشور
لکھنؤ ، ۱۲۹۲ھ

۱۳۳- نظامی بدایونی
قاموس المشاہیر
بدایوں ۔ جلد اوّل ، ۱۹۲۴ء -
جلد دوم ، ۱۹۲۶ء

۱۳۴- نقش ، نصیرالدین
عروس الاذکار
مرتّبہ : افسر امروہوی
کراچی ، ۱۹۷۵ء

۱۳۵- نورالحسن خاں ، سیّد
طورِ کلیم
بھوپال ، ۱۲۹۸ھ

۱۳۶- نورالحسن خاں ، سیّد
نگارستانِ سخن
بھوپال ، ۱۲۹۳ھ

۱۳۷- وحید قریشی ، ڈاکٹر
میر حسن اور ان کا زمانہ
لاہور ، ۱۹۵۷ء

۱۳۸- ولی اللہ فرخ آبادی ، مفتی
(الف) عہد بنگش کی علمی اور ثقافتی تاریخ
(اُردو ترجمہ : تاریخ فرخ آباد)
مترجم : حکیم شریف الزماں شریف
اکبر آبادی
مرتّب : محمد ایوب قادری
کراچی ، ۱۹۶۵ء

(ب) تذکرہ شعرائے فرخ آبادی
(تاریخ فرخ آباد کا شعرا سے متعلق باب)
مرتبہ : ڈاکٹر مختارالدین احمد
سہ ماہی ''اردو ادب''، علی گڑھ ،
جلد ۴ ، شمارہ ۱۰ ،
جولائی تا ستمبر ، ۱۹۵۳ء

۱۲۹- ہاشمی ، نصیرالدین
اسٹیٹ سنٹرل لائبریری (کتب خانۂ آصفیہ) کے اردو
مخطوطات (دو جلدوں میں)
حیدرآباد دکن ، ۱۹۶۱ء

۱۳۰- ہاشمی ، نصیرالدین
حیدرآباد دکن کے عجائب خانے کی اردو قلمی کتابیں
سہ ماہی ''نوائے ادب''، بمبئی ،
جنوری ، اپریل ، جولائی ، ۱۹۵۵ء

۱۳۱- ہاشمی ، نصیرالدین
سنٹرل ریکارڈ آفس (حیدر آباد دکن) کی اردو قلمی کتابیں
سہ ماہی ''نوائے ادب''، بمبئی ،
اپریل ، جولائی ، ۱۹۵۶ء

۱۳۲- ہاشمی ، نصیرالدین
کتب خانہ نواب سالار جنگ مرحوم کی اردو قلمی
کتابوں کی وضاحتی فہرست
حیدرآباد دکن ، ۱۹۵۷ء

۱۳۳- ہاشمی ، ڈاکٹر نورالحسن
اردو مخطوطات
ذاتی کتب خانہ ایم عرفان صاحب
(صدر انجمن ترقی اردو ، بھوپال)
ہفت روزہ ''ہماری زبان''، علی گڑھ ،
۸ جنوری ۱۹۶۹ء

۱۴۴- ہاشمی ، ڈاکٹر نورالحسن
اُردو مخطوطات مولانا آزاد سنٹرل لائبریری
(سابق حمیدیہ لائبریری) بھوپال
ہفت روزہ ''ہماری زبان'' ، علی گڑھ ،
۸ جنوری ، ۱۹۶۹ء

۱۴۵- ہاشمی ، ڈاکٹر نورالحسن
دلّی کا دبستانِ شاعری
کراچی ، ۱۹۶۶ء

۱۴۶- ہندی ، بھگوان داس
سفینۂ ہندی
مرتّبہ : سیّد شاہ محمد عطاء الرحمٰن عطا کاکوی
پٹنہ ، ۱۹۵۸ء

۱۴۷- یکتا ، احد علی
دستورالفصاحت
مرتّبہ : امتیاز علی عرشی
رامپور ، ۱۹۴۳ء

۱۴۸- مرتّب نامعلوم
فہرست کتب موجودۂ کتب خانۂ اہلِ اسلام ، مدراس
مدراس ، ۱۹۱۶ء

۱۴۹- مرتب نامعلوم
فہرست کتب خانۂ محبوب علی
حیدرآباد دکن ، ۱۳۲۸ھ

۱۵۰- مرتب نامعلوم
نیشنل لائبریری آف انڈیا ، کلکتہ
اُردو مخطوطات
ہفت روزہ ''ہماری زبان'' ، علی گڑھ ،
یکم جنوری ، ۱۹۶۹ء

۱۵۱- مرتب نامعلوم
ایشیاٹک سوسائٹی لائبریری ، کلکتہ
فہرست مخطوطات
ہفت روزہ ''ہماری زبان'' ، علی گڑھ ،
یکم جنوری ، ۱۹۶۹ء

۱۵۲- Beale, Thomas William.
An Oriental Biographical Dictionary,
Calcutta, 1881.

۱۵۳- Blumhardt, James Fuller.
Catalogue of the Hindustani MSS.
in the Library of the India Office,
London, 1926.

۱۵۴- Blumhardt, J. F.
Catalogue of the Hindi, Panjabi,
and Hindustani MSS. in the Library
of the British Museum, London, 1899.

۱۵۵- Blumhardt, J. F.
Catalogue of the Hindustani Printed
Books in the Library of the British
Museum, London, 1889.

۱۵۶- Blumhardt, J. F.
A Supplement Catalogue of Hindustani
Books in the Library of the British
Museum, London, 1909.

۱۵۷- Codrington, O.
Catalogue of the Arabic, Persian,
Hindustani and Turkish MSS. in the
Library of the Royal Asiatic Society.
(The Journal of the Royal Asiatic Society,
(London), 1892, pp. 501—69.)

Ethé, Herman. —۱۵۸
Catalogue of the Persian, Turkish, Hindustani and Pushto MSS. in the Bodleian Library, Part II, Oxford, 1889.

Garcin de Tassy, M. —۱۵۹
Histoire de la Litterature Hindouie et la Hindoustanie, 3 vols., Paris, 1870—1.

Moghdam, Mohammed E./Yahya Armejani —۱٦۰
Descriptive Catalogue of the Garret Collection of Persian, Turkish and Indic MSS. including some miniatures in the Princeton University Library, Princeton, 1939.

Radavi, Qasim Hasir/Abdul Muqtadar —۱٦۱
Catalogue Raisonné of the Buhar Library, Vol. I (Persian MSS.) Calcutta, 1921.

Siddiq Khan, M. —۱٦۲
Descriptive Catalogue of the Persian, Urdu and Arabic MSS. in the Dacca University Library, Vol. II (Urdu and Arabic MSS), Dacca, 1968.

Sprenger, A. —۱٦۳
A Catalogue of Arabic, Persian and Hindustany MSS. of the Libraries of the Kings of Oudh. Vol. I, Calcutta, 1854.

● ● ●